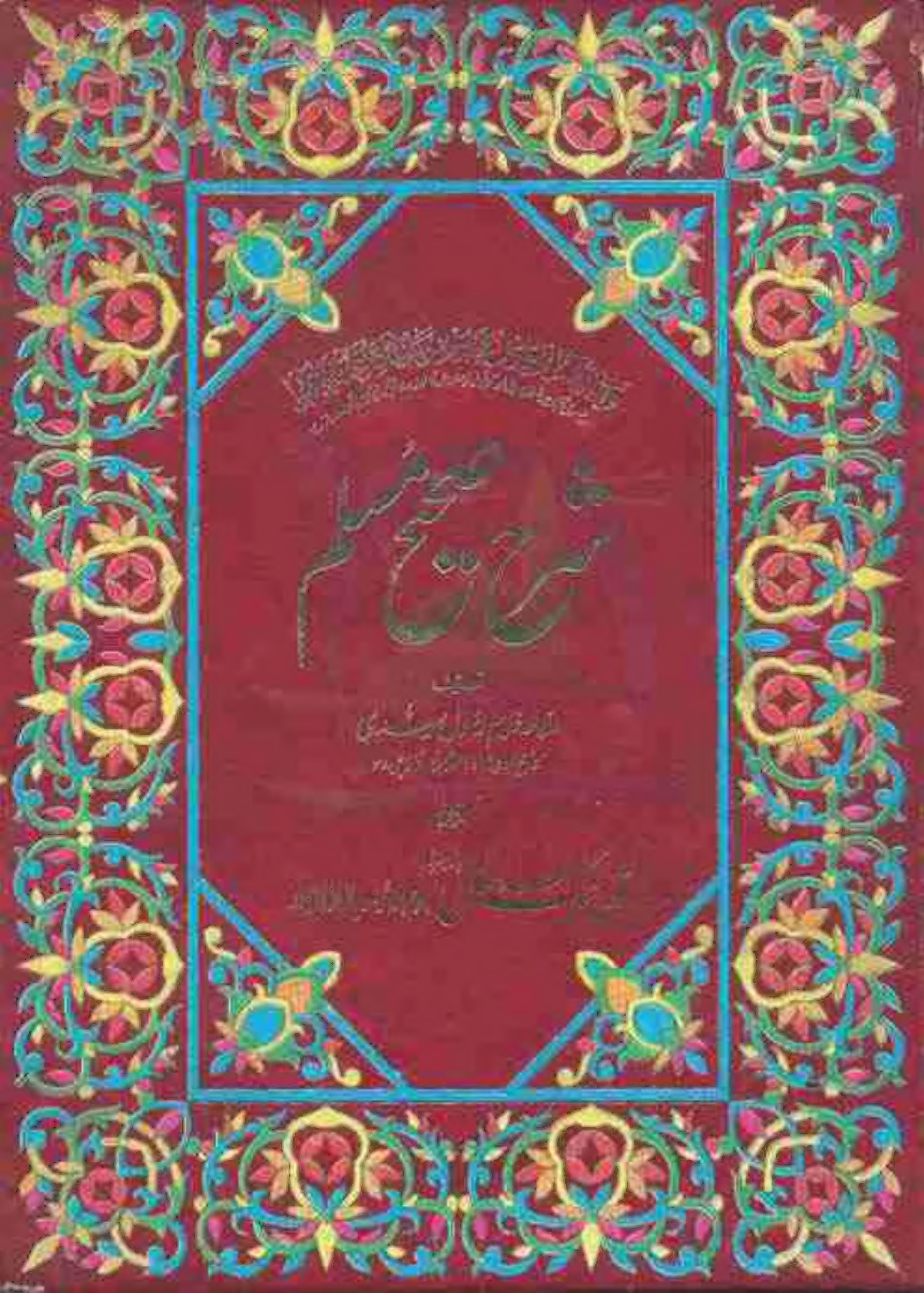

شرح صحیح مسلم

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو۔

شرح صحیح مسلم

جلد سابع

بِرّ، قدر، علم، ذکر، توبہ، صفت المنافقین، فتن، زہد، تفسیر

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



الطبع الثاني : ربیع الاول 1421ھ / جون 2000ء
الطبع الثالث : شوال 1423ھ / دسمبر 2002ء
تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی فاضل علوم شرقیہ
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز لاہور
قیمت : -/345 روپے

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد سابع

....


WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

افتتاحی کلمات

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں انعام اور احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم کی جلد سابع مکمل ہوگئی اور رجب ۱۴۰۶ھ بمطابق مارچ ۱۹۸۶ء میں جو شرح صحیح مسلم کی تصنیف کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تھی اور اس وقت میں نے جلد ثانی کو لکھنا شروع کیا تھا الحمد للہ علیٰ احسانہ وہ کام ۱۵ شعبان ۱۴۱۳ھ بمطابق ۸ فروری ۱۹۹۳ء کو مکمل ہوگیا۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ۱۰۴۷ (ایک ہزار سینتالیس) احادیث کی شرح کی گئی ہے اور ہمارے شمار کے مطابق صحیح مسلم میں کل ۷۴۲۳ (سات ہزار چار سو تئیس) احادیث ہیں، جن کی ہم نے سات ضخیم مجلدات میں شرح کی ہے۔

جس وقت میں نے شرح صحیح مسلم کو لکھنا شروع کیا اور اس میں ممکن حد تک شرح و بسط سے کام لیا تو بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس قدر مفصل اور ضخیم نہ لکھو، ہوسکتا ہے کہ عمر ناپائیدار کا رشتہ درمیان میں ہی ٹوٹ جائے اور یہ کام ادھورا رہ جائے، لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر توکل کرتے ہوئے اسی اسلوب پر لکھتا رہا، ذیابیطس، بلڈ پریشر، دمہ اور بعض دیگر امراض کی وجہ سے اس کام میں بعض عارضی وقفے بھی آئے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم اس کے رسول کی عنایت اور احباب کے تعاون سے اس کام کا تسلسل جاری رہا حتیٰ کہ یہ کتاب مکمل ہوگئی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع میں جن مباحث کو خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل، ندائے غیر اللہ، جاسوسی کا نظام، غیبت، چغلی، تکبر، تقدیر، عصمت ملائکہ اور عصمت انبیاء، علم کی فضیلت، خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانا، دعاؤں کا بیان، حضرت عائشہ پر تہمت کے واقعہ کا بیان، عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا بیان، بدشگونی کا شرعی حکم، روح کی تحقیق، انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف کی بحث، عذاب قبر کی تحقیق، زیارت قبور کا شرعی حکم، قبر میں سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق، روحوں کا زندوں کے احوال پر مطلع ہونا، سماع موتیٰ کی تحقیق، یاجوج و ماجوج کا بیان، مسجد سے متعلق مباحث، تعمیر مسجد کی فضیلت، مسجد کو مزین کرنا، مسجد میں کافروں کے دخول کا شرعی حکم، سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے آگے سے گزرنا، مسجد میں سائل کو دینے کی تحقیق، دارالاسلام میں غیر مسلموں کے معابد کا حکم، صدقہ کی فضیلت، ریاکاری کا بیان، مداہنت، مدارات کفار سے موالات اور مجبوری معاملت کی تحقیق، کیا تبلیغ کے لیے مبلغ کا خود نیک ہونا ضروری ہے، فرشتوں، جنات اور انسانوں کے مادہ تخلیق اور ان کی ایک دوسرے سے افضلیت کا بیان، منہ پر تعریف کرنے کی تحقیق، علم کو تحریر میں لانے کا بیان، خواتین کو

لکھنا سکھانے کا شرعی حکم، یا محمد کہنے کی تحقیق، یتیم کے مال سے ولی کے کھانے کا بیان، امامت، خطابت، تعلیم قرآن و حدیث، اذان، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینے کی تحقیق اور دیگر بہت سے مسائل۔

شرح صحیح مسلم میں مصنف نے چند مسائل میں دلائل کی بناء پر ادب و احترام کے ساتھ بعض اکابر علماء سے اختلاف کیا ہے، جب کسی دینی مسئلہ میں حسن نیت سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا جائے تو اس کو ہر دور میں مستحسن قرار دیا گیا ہے، اس سے علمی تحقیق میں وسعت پیدا ہوتی ہے، کثرت دلائل کا اظہار ہوتا ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے غور و فکر کی راہیں کھلتی ہیں، ائمہ اربعہ نے دلائل کی بناء پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء سے اختلاف کیا، اور ائمہ اربعہ کی آراء سے ان کے اصحاب اور تلامذہ نے اختلاف کیا اور ہر دور میں متاخرین، متقدمین سے علمی مسائل میں دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے رہے ہیں اور اس کو کبھی بھی معیوب اور بے ادبی یا گستاخی نہیں خیال کیا گیا، لیکن بہت حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض حلقوں کی طرف سے مسلسل مصنف پر یہ طعن کیا جا رہا ہے کہ اس نے بعض مسائل میں متقدمین سے اختلاف کر کے ان کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے، ہر چند کہ ہر دور میں نامور علماء کی مخالفت کی گئی اور مخالفین نے ان سے بغض و عناد کے اظہار میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مرجئی، خارجی اور بدعتی کہا گیا، امام شافعی اور امام نسائی کو رافضی کہا گیا۔ الفاظ قرآن کو مخلوق کہنے کی وجہ سے امام بخاری کے خلاف محاذ بنایا گیا، امام احمد بن حنبل کی مخالفت کی گئی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تکفیر کی گئی، تو اگر مصنف پر بھی بعض حلقوں کی طرف سے سب و شتم کیا جا رہا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان لوگوں نے مصنف کو اس کی حیثیت سے زیادہ مقام سے نوازا اور اس کو ان اکابر اسلاف کے رشتہ میں منسلک کر دیا۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے علمی مسائل میں متقدمین کی آراء سے اختلاف کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اور ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے۔ ہمارے قریبی دور کی مثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے، جنہوں نے اپنے پیشرو علماء میں سے ہر قابل ذکر عالم سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور اس چیز کو ان کے فضائل و مناقب میں شمار کیا جاتا ہے سو اگر بعد کا کوئی شخص خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے فروعی مسائل میں اختلاف کرے تو اس کو اعلیٰ حضرت کی اتباع پر محمول کرنا چاہیے۔

حضرت ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا، بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کون سا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو، اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہو گی۔ مولانا ایک مجتہد کی طرح ہر ذی علم سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس بحث کے اخیر میں علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جب یہ اختلاف کسی کوشش سے رفع ہی نہیں ہوتا تب ایک مجتہد کی طرح آپ فریق مخالف کے غلطی پر ہونے کا ظن غالب کر لیتے ہیں اور اس کے بعد پھر کوئی رعایت اور سہل گیری یا کسی مروت کے قائل نہیں رہتے۔ ۱؎

۱؎ حضرت ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ، مقدمہ فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، ۱۳۹۴ھ

نیز ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین فقہا و اصولیین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر کو جگہ جگہ "محقق علی الاطلاق" لکھتے ہیں مگر جب یہی محقق علی الاطلاق وضو میں بسم اللہ و ذکر النبی کو واجب عملی قرار دیتے ہیں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اقول لم یأت المستدل بشئ حتی سمع ما سمع۔ (فتاویٰ رضویہ ص[1])

مستدل (ابن ہمام) نے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی یہاں تک کہ جو سنا گیا وہ سننا پڑا۔

پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اصلاً تنہا محقق کی اپنی بحث سے ہے کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول۔ خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ علامہ قاسم نے تو یہاں تک کہا مگر مولانا فرماتے ہیں کہ اقوال یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والامامۃ الخ۔ (فتاویٰ رضویہ ص[1])

جیسے متاخرین نے فتویٰ دیا کہ تعلیم، اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اگر کسی عالم کے پاس قوی دلائل ہیں تو وہ اپنے پیش رو سے حق اختلاف رکھتا ہے خواہ وہ کتنا ہی محقق علی الاطلاق کیوں نہ ہو۔

۲۔ ائمہ مذہب (جیسے ابوحنیفہ و ابویوسف و امام محمد) سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف جائز ہے۔

۳۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت روشن دماغ تھے۔ وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے یہ گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جا سکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گرہیں لگانا نہیں بلکہ ان گرہوں کا کھولنا ہے۔[1]

نوٹ: ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کے اس مقالہ کا عنوان ہے "الاستاذ احمد رضا خان بین الفقہاء والاصولیین" یہ مقالہ آپ سے مرکزی مجلس رضا لاہور نے لکھوایا، اس پر انعام دیا گیا اور اس قیمتی مقالہ کو بطور پیش لفظ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کی ابتداء میں شامل کیا گیا۔[2]

اسی بحث میں ہمارے دور کے نامور محقق علامہ مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اہلسنت میں نظریہ پرستی کی جگہ شخصیت پرستی جڑ پکڑ چکی ہے جس سے اہل سنت مسلک زدہ ہو کر

---

[1] علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۴ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۵-۲۶، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۴۰۲ھ

[2] فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۱۱، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۴۰۲ھ۔

رہ گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بھی تو آپ جیسی بلکہ آپ سے بھی اونچی اور بلند و بالا شخصیتیں ہو گزری ہیں وہ کسی بھی میدان میں اعلیٰ حضرت سے پیچھے نہ تھیں بلکہ بڑھ کر تھیں اور انہوں نے بھی اپنے زمانہ میں فتنوں کی سرکوبی فرمائی بلکہ فتنوں کی سرکوبی میں انہوں نے جو اذیتیں تکلیفیں اور مصائب برداشت کیے اعلیٰ حضرت کے ہاں تو ان کا تصور بھی نہیں ملتا۔ بحمدہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت تو اپنے پیروکاروں کے درمیان خیر و عافیت کے ساتھ دین متین کی خدمات سرانجام دیتے رہے جبکہ اس کے برعکس اہلسنت کے دیگر اکابر علماء مشکلات و مصائب بھی برداشت کرتے رہے ہیں اور دین متین کی خدمت بھی بہت کی ہے کہ اعلیٰ حضرت ان کے خوشہ چینوں میں نظر آتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمات کا کوئی سنی انداز ہ کر سکتا ہے؟ پابند سلاسل بھی ہوئے اور حتیٰ کہ ان کو ایک سو بیس کوڑے مارے گئے اور ان کو زہر بھی دیا گیا جس سے ان کی وفات ہوئی۔

امام احمد بن حنبل نے بھی کوڑے کھائے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جیل کاٹی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی خدمات کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز اور حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی یہ سب بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ اہل سنت کے مشائخ ہیں۔ ان سب بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں بہت کام کیے ہیں۔

لیکن ہم نے ایک ہی شخصیت حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے ساتھ حد سے زیادہ جذباتی وابستگی کرنے اور اپنے مسلک کو ان کی ذات کے حوالے سے متعارف کرانے کی وجہ سے اپنے آپ کو محدود کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کوئی بھی بات کریں اور وہ بات کتنی ہی مدلل کیوں نہ ہو دوسرے اہل علم یہ کہہ کر اسے رد کر دیتے ہیں یا اس کا وزن کم کر دیتے ہیں کہ یہ بریلوی مکتب فکر ہے اور یہ فرقہ واریت ہے۔

اور دوسرا یہ کہ ہم نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی ایک ایک بات کو حرف آخر اور قطعی قرار دے کر مبلغین کو ان کا مقلد بننے پر مجبور کر دیا ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں ایک بلند پایہ فاضل، محقق، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے زمانہ کے بے نظیر صاحب علم و فن تھے۔

گستاخان خدا و مصطفیٰ جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انہوں نے اور ان کے معاصر علماء اہل سنت یا متقدمین علماء حرمین الطیبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحقیق کر کے صحیح طور پر جو رائے قائم فرمائی تھی بلاشبہ اس میں وہ مصیب تھے۔

اس میں جو شخص دیدہ و دانستہ یہ مطابق حکم قرآن کریم: مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى (۲) ہدایت کے بعد کہ ہدایت اپنے دلائل کے ساتھ اس پر روشن ہو چکی، ان کی تحقیق سے اتفاق نہ کرے اور ان سے مختلف رائے قائم کرے وہ ایمان سے عاری ہے۔ لیکن فقہی مسائل میں اس حد تک تنگ نظرت نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ایک فقہ رضوی یا مسلک رضوی بنا کر دوسرے اہل علم کو اس پر چلنے کے لیے مجبور کریں اور اگر کوئی کسی مسئلہ میں اعلیٰحضرت کی رائے کے مقابلہ میں دوسرے فقہاء کی رائے کو ترجیح دے تو ہم اس پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیں اور اسے اہل سنت سے خارج سمجھ کر لائق احترام و اکرام ہی نہ سمجھیں۔ ایسا کرنا بلاشبہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ لاتو نے اگر اس سے قبل اپنی بعض تصانیف یا رسائل میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جس سے کوئی مختلف نظریہ ثابت ہوتا ہو اس کی بجائے میری رائے صائب تصور کی جائے جس کا اظہار میں اب کر رہا ہوں۔ کیونکہ اعلیٰحضرت اور بعض علماء اہلسنت میں بعض ایسے مسائل میں اختلاف رہا ہے اس کے باوجود اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف ان کو اہل سنت ٹھہراتے بلکہ ان کا بے حد احترام بھی فرماتے۔

(۱) ۔ اعلیٰحضرت اور اہل سنت جس طرح اشداء علی الکفار کے مصداق تھے اسی طرح رحماء بینہم کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علماء اہل سنت

کی عزت و قدر ایسی کرتے تھے کہ باید و شاید خصوصاً تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے (الی ان قال) اس عزت و توقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ (حیات اعلیٰحضرت ص۱۱۰)

(۲)۔ محمد بن محمد بن عرب مدنی نے اعلیٰحضرت کی دعوت کی۔ دورانِ طعام ان کے اور اعلیٰحضرت کے درمیان مسئلہ افضلیت مدفونین البقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (حیات اعلیٰحضرت ص۲۱)۔

(۳)۔ یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ اعلیٰحضرت نے اپنے سے پہلے کے اکابرین سے کئی ایک مسائل میں اختلاف کیا۔ مثلاً عورتوں کا مزارات اولیاء پر جانا جمہور اہل سنت کے نزدیک جائز اور مستحب اور اعلیٰحضرت کے نزدیک حرام ہے۔

(۴)۔ اسی طرح علامہ برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مغیبات خمس (پانچ غیبوں) کا علم نہیں مانتے دیکھیے ملفوظات اعلیٰحضرت۔ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت اور علماء کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مغیبات خمسہ (پانچوں غیبوں) کا علم مانتے ہیں۔ اس اختلاف کے باوجود اعلیٰحضرت علامہ برزنجیؒ کو ان القاب سے یاد فرماتے ہیں:

"جامع علوم نقلیہ واصل فنونِ عقلیہ، جامع شرافت حسب ونسب آباء واجداد و وارث علم و شرف، محقق صاحب ذہن نقاد و مدقق تیز ذہن، مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ و سفید کو عام ہو۔"

(حسام الحرمین ص۱۹۰ طبع کانپور)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اسقدر زبردست اختلاف کے باوجود کہ امام احمد رضا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں اور علامہ برزنجی نہیں مانتے پھر بھی اعلیٰحضرت ان کو سنی ہونے سے خارج قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے اسم گرامی کے ساتھ اس قدر عظیم الشان القاب شامل فرماتے ہیں۔

(۵)۔ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین مجددی فاروقی کے ممتاز شاگرد و مرید و خلیفہ حضرت شاہ سلامت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو باکمال عالم و عارف تھے انھوں نے مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰحضرت سے اختلاف کیا۔ (مکتوب امام احمد رضا ص۹۲)۔

حضرت مولانا عبدالغفار خاں صاحب رامپوری مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰحضرت کی مخالفت میں پیش پیش تھے (حیات اعلیٰحضرت ص۹۱)

اعلیٰحضرت لکھتے ہیں:۔ "رامپور کے بعض اہل سنت نے مسئلہ اذان ثانی میں مخالفت کی۔" (مکتوبات ص۴۳)۔

لہٰذا ایک تو یہ واضح ہو گیا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا ہر نقطۂ نظر اہل سنت کے لیے واجب القبول یا واجب الاتباع نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ علمی و تحقیقی طور پر اور کسی دلیل شرعی کی بنیاد پر کوئی سنی اہل علم و تحقیق کسی مسئلہ میں یا بعض مسائل میں اگر اعلیٰحضرت کے خاص نقطۂ نظر سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اس سے مختلف نقطۂ نظر اختیار کرے تو بدستور سنی ہی رہتا ہے۔ اس پر طعن و تشنیع کرنا جہالت و حماقت اور ظلم و گناہ ہے۔ کاش کہ سنیت کو محض اعلیٰحضرت کی ذات میں محدود کرنے والے یہ سمجھتے کہ وہ اس سے سنیت کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ سنیت کے ساتھ زیادتی اور دشمنی کر رہے ہیں۔ لے

علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اور علامہ مفتی غلام سرور قادری کی ان عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ یا دیگر اکابر اہلسنت سے کسی فرعی مسئلہ میں دلائل و براہین کے ساتھ

لے۔ علامہ مفتی غلام سرور قادری، ماہنامہ السراج لاہور، ص ۴۲-۴۳، شمارہ نمبر ۱، ذوالحجہ، ۱۴۱۲ھ، جون ۱۹۹۲ء

ادب و احترام سے اختلاف کرنا، بے ادبی کا موجب ہے نہ ان کے ساتھ عقیدت و احترام کے رشتہ کے منافی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بعض مسائل میں صحابہ کرام، امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین سے اختلاف کیا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے دل میں ان نفوس قدسیہ کے لیے عقیدت اور محبت نہیں تھی یا اس اختلاف کرنے کی وجہ سے وہ ان بزرگ ہستیوں کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا اعلیٰ حضرت کو ان دلائل کا علم نہیں تھا آپ ان سے زیادہ عالم ہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ جن دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اور علماء متقدمین سے اختلاف کیا ہے تو کیا ان صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کو ان دلائل کا علم نہیں تھا اور کیا اعلیٰ حضرت کا علمی مرتبہ اور مقام ان صحابہ اور ائمہ سے زیادہ تھا؟ اگر کوئی شخص اخلاص اور دیانت کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا موقف سمجھنا چاہتا ہو تو اس کے لیے یہ سطور کافی ہیں اور اگر وہ محض تعصب اور عناد سے ہمیں گمراہ کہنے کا شوق رکھتا ہو تو ہم اس کو اپنے نامہ اعمال میں حسنات کا اضافہ کرنے سے روک نہیں سکتے اور اس احسان کے صلہ میں ہم ایسے تمام گمراہ کہنے والوں کے حق میں بھی دعاء خیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کی عاقبت بخیر کرے۔ آمین! یہی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت ہے اور یہی آپ کی ہدایت ہے اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

شرح صحیح مسلم کے منصۂ وجود میں آنے کا اصل سبب علامہ مفتی سید شجاعت علی کی ذات گرامی تھی، کیونکہ جلد اول کے لکھنے کے بعد میں لاہور میں بیمار پڑ گیا تھا اور دن بدن حالت خراب ہوتی گئی اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اب کوئی علمی کام نہیں کر سکوں گا، میرے لیے زندگی میں کوئی کشش نہیں رہی، لاہور کے جس مدرسہ میں میں نے انیس[۱۹] سال پڑھایا تھا وہاں کے ناخدا مجھ سے تنگ اور بیزار تھے، مفتی سید شجاعت علی قادری جب بھی لاہور آتے، مجھے کراچی اپنے مدرسہ میں لے چلنے کے لیے پُرزور اصرار کرتے، میں کہتا کہ اب مجھ سے پڑھایا نہیں جاتا، مفتی صاحب کہتے آپ نہ پڑھائیں وہاں صرف آرام کریں، میں حیران تھا کہ لوگ بیمار آدمی سے پیچھا چھڑاتے ہیں کہ یہ اب کام کا نہیں رہا اور یہ بندۂ خدا اس ناکارہ شخص کو بہ اصرار اپنے مدرسہ میں لے جا رہا ہے! بالآخر میں ان کے شدید اصرار کی بناء پر کراچی، دارالعلوم نعیمیہ میں آگیا، یہاں آکر ان کی محبت اور خلوص اور دارالعلوم نعیمیہ کے دیگر احباب کے تعاون سے میری صحت بحال ہونے لگی اور بہت جلد میں دوبارہ کام کرنے کے لائق ہو گیا، یہاں مفتی صاحب نے مجھے بہت سہولتیں دیں سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ انہوں نے مجھے پڑھانے کے لیے صرف ایک گھنٹہ کا مختص کیا اور باقی تمام اوقات میں مجھے علمی اور تحقیقی کام کے لیے آزاد چھوڑ دیا، تصنیف و تالیف کے لیے میری ضروریات کے لیے وہ کتابوں کی فراہمی کا بندوبست کرتے خود ان کی ذاتی کتابیں میری تحویل میں رہتی تھیں اور انہیں جب ضرورت ہوتی تو وہ مجھ سے مانگ کر کتاب لیتے اور پھر واپس کر دیتے، وہ بے حد کریمانہ اخلاق کے حامل اور مجسم ایثار تھے، بہت منکسر المزاج اور ملنسار تھے۔ فقہی مسائل میں اجتہاد کا ملکہ رکھتے تھے وہ فقیہ بیدار تھے اور پیش آمدہ مسائل میں جس جانب مسلمانوں کے لیے آسانی ہوتی اس کو اختیار کر لیتے، میں مسائل حاضرہ میں ان سے مشورہ کرتا تھا، ہم دونوں کے ذہنوں میں بہت زیادہ ہم آہنگی تھی، شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے دوران اگر مجھے کہیں علمی مشکل درپیش ہوتی تو میں ان سے استفادہ کرتا تھا، وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کے مجھ پر بہت احسانات تھے، ۸ رجب

؎۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور امام محمد کے نزدیک بیع العینہ ناجائز اور حرام ہے، فقہاء احناف نے اس کو سود کھانے کا حیلہ قرار دیا ہے، اور اعلیٰ حضرت نے کفل الفقیہ میں اس کو جائز لکھا ہے، اس کی پوری بحث شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ منہ

۱۴۱۳ھ ، بمطابق ۲ جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ صبح کی نماز کے بعد صحیح مسلم کا ترجمہ مکمل ہو گیا، جب وہ صبح مدرسہ آئے تو میں نے ان کو بتایا کہ الحمد للہ ترجمہ مکمل ہو گیا ہے اور ان شاء اللہ چند دنوں میں شرح بھی مکمل ہو جائے گی تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہمارے دارالعلوم کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں آپ نے صحیح مسلم کا ترجمہ اور شرح مکمل کی اور مجھے بہت دعائیں دیں، ابھی یہ شرح تکمیل کو پہنچنے والی تھی کہ ۴ شعبان ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء کو جمعرات کے دن ایک بجے جکارتہ انڈونیشیا سے یہ خبر آئی کہ مفتی سید شجاعت علی قادری جکارتہ میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مفتی سید شجاعت علی صاحب وزارت جمہوری آبادی کی طرف سے ایک وفد کے ساتھ انڈونیشیا کے مطالعاتی دورے پر گئے تھے، جانے سے پہلے انھوں نے مجوزہ خاندانی منصوبہ بندی کے مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا اور باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ وہ وہاں جا کر یہ تبلیغ کریں گے کہ انفرادی طور پر اپنی ضرورتوں کی وجہ سے ضبط تولید کرنا جائز ہے لیکن اجتماعی طور پر کسی قانون کے ذریعہ لوگوں پر جبراً ضبط تولید کو لازم کر دینا جائز نہیں ہے، انھوں نے کہا علماء مصر نے بھی یہی لکھا ہے اور وہ ان کے فتوٰی کی فوٹو کاپیاں وہاں کے علماء میں تقسیم کریں گے، تو جس سفر میں ان کا انتقال ہوا وہ سفر اللہ کی راہ میں تھا اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں فوت ہوا وہ شہید ہے، نیز وہ دس سال سے عارضہ قلب، تبخیر معدہ اور ہائی بلڈ پریشر کے امراض میں مبتلا تھے اور انھی امراض میں ان کی وفات ہوئی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیماری میں فوت ہوا وہ شہید ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی تمام تصانیف کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے، ان کے قائم کردہ دارالعلوم کو ترقیاں عطا فرمائے، ان کی اولاد اور ان کے اہل خانہ کی حفاظت، حمایت اور کفالت فرمائے اور ان کے چھوٹے فرزند عزیزی سید ناصر علی کو ان کی منشاء کے مطابق ان کا صحیح جانشین بنائے، آمین یارب العالمین!

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں میرے دوسرے بہت بڑے محسن اور معاون پروفیسر مولانا مفیب الرحمان زید مجدہم ہیں، مولانا مفیب الرحمان نے قدم قدم پر میری معاونت کی اور اس سلسلہ میں مجھے جس نوع کی بھی ضرورت پیش آئی انھوں نے اس کو پورا کیا، شرح صحیح مسلم کو زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ لکھنے کا سب سے پہلے انھوں نے مشورہ دیا تھا اور ہر معاملہ میں ہر وقت مجھے ان کا تعاون حاصل رہا، اور میرے بہت عزیز دوست مولانا غلام محمد سیالوی زید مجدہم ہیں، جن کی لائبریری اس دوران مستقل میرے زیر تصرف رہی، اگر کوئی کتاب ان کے پاس نہ ہوتی تو فوراً بازار سے خرید کر بھجوا دیتے، ان کے علاوہ میرے محسنین اور معاونین میں مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی، حافظ محمد اظہر نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا اقبال حسین نعیمی اراکین دارالعلوم نعیمیہ، مولانا اکرم حسین سیالوی استاذ شمس العلوم اور شیخ الحدیث مولانا خالد محمود کراچی ہیں! اور مولانا سید محمد اکرم شاہ اور مولانا سید محمد نذیر شاہ ہیں جنھوں نے حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی اور مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی ہیں جنھوں نے انتہائی محبت لگن اور محنت سے شرح صحیح مسلم کی تصحیح کی اور بہت سے معاملات میں مجھے بہت مفید مشورے دیئے اور سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال ہیں جنھوں نے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کی طباعت کرائی اور شرح صحیح مسلم کے اردو اور عربی کے کاتب ہیں جنھوں نے بہت نفاست سے خوبصورت کتابت کی، میں ان تمام حضرات اور دیگر معاونین کے لیے شرح صحیح مسلم کے قارئین کے لیے اپنے تمام اساتذہ اور مشائخ کے لیے، اپنے والدین اپنے اعزہ، احباب اور تلامذہ کے لیے اور عامۃ المسلمین کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں: الٰہ العالمین ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر خاتمہ

فرما، عزت کی زندگی اور عزت کی موت عطا فرما، دنیا میں صحت اور سلامتی کے ساتھ قائم رکھ، جو بیماریاں ہیں ان کو دور فرما، دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے ہم کو محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر ہمارا مقدر کر دے! الٰہ العٰلمین! شرح صحیح مسلم کو اپنی اور اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اور تمام لوگوں میں قبولیت عطا فرما، اس کو حاسدین کے شر سے محفوظ رکھ، اس کو بقاء و دوام عطا فرما، اس کی فیض آفرینیوں کو مؤثر بنا اور اس کی نشر و اشاعت کو تا قیامت جاری رکھ اور اس کتاب کو میری مغفرت کا وسیلہ اور میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے! آمین یا رب العالمین! بجاہ حبیبک سیدنا محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ المطہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر العلماء الراسخین وعامۃ المسلمین اجمعین۔

۵ر شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۳ھ
۱۸ر فروری سنہ ۱۹۹۳ء

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ
بلاک نمبر ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸
ٹیلیفون نمبر ۶۳۱۴۵۰۸، ۶۳۲۲۳۷۰

آراء و تاثرات

حضرت استاذ العلماء علامہ محمود احمد رضوی زید مجدہم شارح صحیح بخاری، مہتمم و شیخ الحدیث

دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

شرح صحیح مسلم محقق عصر حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی زید مجدہا کی عظیم و جلیل القدر تالیف ہے جہاں تک میرے علم و نظر کا تعلق ہے ابھی تک صحیح مسلم کی اردو میں ایسی جامع شرح میری نظر سے نہیں گذری، علالت اور پھر مصروفیت کی وجہ سے میں صرف جلد خامس کو سرسری طور پر دیکھ سکا ہوں، میری نظر میں شرح صحیح مسلم، علم و عرفان اور تحقیق و تدقیق کا گنجینہ ہے، علامہ موصوف نے محنت کی ہے اور واقعی محنت کی ہے اور مسائل جدیدہ پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ علامہ موصوف نے جن بعض مسائل میں علماء معاصرین اور ماسبق سے اختلاف کیا ہے تو یونہی نہیں کیا، بلکہ تحقیق و تفتیش کر کے دلائل و براہین سے مزین کر کے پیش کیا ہے مسائل فرعیہ خصوصاً مسائل جدیدہ میں اہل علم کی دو رائیوں کا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ان کی تحقیق سے کسی کو اختلاف ہے تو محض فتوے کی زبان سے نہیں بلکہ دلائل شرعیہ کی رو سے تنقید و تبصرہ کیا جائے تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں۔

میں حضرت علامہ کو ایک عرصے سے جانتا ہوں اگر کسی مسئلہ میں دلائل سے انہیں مطمئن کر دیا جائے تو اسے قبول کرنے میں انہیں باک نہیں ہوتا، یوں تو علامہ موصوف کی دیگر تصنیفات بھی بہت وقیع ہیں مگر شرح صحیح مسلم دیکھ کر ہر انصاف پسند ان کی جودت ذہن، علم و فضل اور فقہی بصیرت و بصارت کو داد دینے پر مجبور ہو جائے گا اہل سنت و جماعت (جنہیں آج کل بریلوی کہا جاتا ہے گو کہ ہم بریلوی نہیں ہیں مگر اس لقب سے چونکہ مخالفین نے مشہور کر دیا ہے اس لیے التباس سے بچنے کے لیے بریلوی کا لفظ استعمال ہو رہا ہے ہم حنفی ہیں اور سیدنا سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ العزیز کے مقلد ہیں) علماء میں حضرت علامہ موصوف نے شرح صحیح مسلم تالیف فرما کر علماء، طلباء و مدرسین اور عام مسلمانوں کے لیے فہم و تفہیم حدیث کا ایک دروازہ کھول دیا ہے، میری دعا ہے کہ مولا تعالیٰ جل مجدہٗ اپنے حبیب طیب و طاہر مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شرح صحیح مسلم کو مسلمانوں کے لیے مینارۂ نور بنائے اور ہم سب کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و سیرت و کردار کو اپنانے کی توفیق رفیق اور حضرت علامہ سعیدی زید مجدہٗ کو صحت و سلامتی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

سید محمود احمد رضوی اشرفی، یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ، بمطابق ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۹۲ء

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری ہالینڈ زید مجدہم

بحمد اللہ، ہمارے عزیز حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے نہایت ہی محنت و مشقت کے بعد مسلم شریف کی شرح کا عظیم کارنامہ انجام کو پہنچا دیا۔ موصوف نہایت ہی قابل مبارکباد ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب اردو میں اس صدی کا مذہبی شاہکار ہے۔ ہمیں بہت پہلے علم ہو چکا تھا کہ حضرت علامہ نے اس بڑے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کے بتدریج مکمل ہونے کی ہم دعائیں بھی کر رہے تھے اور بے چینی سے اس کو حاصل کرنے کا انتظار بھی۔ میرے عزیز فرزند سید عامر علی قادری لاہور گئے تو میرے لیے بطور تحفہ لے کر آئے۔ بے حد مسرت ہوئی، چند روز میں مختلف مقامات سے مطالعہ کیا، اور اب ہالینڈ کے کتب خانہ میں موجود ہے، بوقت ضرورت استفادہ کرتا رہتا ہوں، اس میں شک نہیں کہ کتاب نہایت اچھے انداز سے مرتب کی گئی اور حق شرح ادا کیا گیا ہے، دور حاضر سے متعلق مسائل پر بحث کتاب کا نہایت اہم حصہ ہے، انداز تحریر میں اس بات کا خصوصی خصوصیت کے ساتھ قابل تعریف ہے کہ علماء اور عوام سب استفادہ کر سکیں، خالص علمی مسائل اور تحقیقات کو آسان عبارت میں پیش کرنا، نہایت دشوار ہوتا ہے لیکن حضرت علامہ نے اس کا بھی خوب خوب خیال رکھا ہے اور اس طرح کتاب مزید مفید ہو گئی ہے۔ ایک اہم خوبی یہ بھی پیدا کی گئی ہے کہ جن مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے ان کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسباب و وجوہ اختلافات پر خاص بحث کرنے کے بعد اپنے حنفی ہونے کا حق ادا کیا ہے، عقائد کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے تحمل اور بردباری کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، اس طرح کہ باطل عقائد کا رد کرتے ہوئے کوئی طنزیہ جملہ استعمال نہیں کیا، نہ ہی کوئی ایسا لفظ زیر قلم آنے پایا جس سے کسی کی شخصیت مجروح ہوتی معلوم ہو، درج ذیل عبارت سے کتاب کی تقریباً ان تمام خوبیوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو ہم نے بیان کیں، ملاحظہ ہو:

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال کسر عظام المیت ککسرہا حیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈیاں توڑنے کی طرح ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں مولانا کا قلم رواں ذہن مسئلہ پوسٹ مارٹم کی طرف جاتا ہے، آپ اس کی تحقیق کرتے ہیں، پہلے ملک کے ایک معروف و مشہور محقق کی تحقیق نقل فرماتے ہیں: "اس باب میں میری قوت فیصلہ بالکل عاجز ہے، یہ چیز کسی ایسی مجلس میں زیر بحث آنی چاہیے جس میں علماء کے دین شامل ہوں، اور شعبہ طب اور شعبہ عدالت کے نمائندے بھی، ممکن ہے یہ لوگ مل جل کر اس کا کوئی حل نکال سکیں۔" اب ملاحظہ فرمائیے علامہ سعیدی کی عبارت:

پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محمل

اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی

مشق کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں ہوتا جس کی بناء پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کر کے اس کی بے حرمتی کی جائے خصوصاً اس صورت میں جب کہ پلاسٹک موڈل سے بھی تعلیم شروع کی جا چکی ہے۔

پوسٹ مارٹم کی دوسری وجہ جو بالعموم پیش آتی ہے وہ ہے مقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کا مسئلہ مثلاً ایک شخص کو پولیس نے پستول کی سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے اپنے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر گولی نہیں چلائی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں، اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ مقتول کے جسم میں جو گولی ہے آیا وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے یا کوئی اور گولی ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ گولی اس کے پستول کی نہیں ہے تو وہ بری ہو جائے گا۔

ایسی صورت میں جبکہ پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں اس کی تائید موجود ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے یعنی زندہ کی جان بچانے کے لیے میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) جائز ہے بلکہ احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دائی ہاتھ سے نکال لے اور یہ پوسٹ مارٹم کے جواز پر دوسرا جزئیہ ہے، ہر چند کہ سرجری کے اس ترقی یافتہ دور میں بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے کی ضرورت نہیں، بلکہ عورت کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو پیٹ سے نکالا جا سکتا ہے، امام احمد بن حنبل نے اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مر جائے اور بچہ کے بعض اجزاء بالکل باہر نکل آئیں اور باقی بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کیے بغیر نکالنا ممکن نہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بھی موجودہ صورت میں پوسٹ مارٹم کے جواز کا بعینہٖ جزئیہ ہے۔ بہر حال ائمہ اربعہ کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جب کسی زندہ کی جان بچانا مقصود ہو تو میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں کتب مذاہب سے اس مسئلہ سے متعلق عبارات پیش کر رہے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲۶)

لیجیے جناب مسئلہ حل ہو گیا، نہ ماہرین الطب کو بلانے کی ضرورت نہ ماہرین قانون کو، شرعی مسائل کا حل سر جوڑ کر بیٹھنے سے نہیں ہوتا علم کے نور سے ہوتا ہے، مطالعہ کی وسعت سے ہوتا ہے اور کتابوں سے مسائل تلاش کرنے کی صلاحیت سے ہوتا ہے، اسی قسم کے متعدد مسائل پر علامہ کی تحقیق نہایت علمی اور دلچسپ ہے۔

حضرت علامہ کی اس کاوش پر بہر حال علماء اور عوام سب ہی خوش ہیں، وہ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے اور علامہ کے لیے آنے والی نسلیں تک دعاگو ہوں گی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے کہ جس نے ہم سے کچھ سنا اور اس کو ویسے ہی دوسروں

لَہٗ مِنْ سَامِعٍ۔ تک پہنچا دیا اور بعض سننے والے، سنانے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔

اس سے بڑا اعزاز علامہ سعیدی کے لیے کیا ہو سکتا ہے مستجاب الدعوات نبی مکرم علیہ السلام انہیں خوش و خرم رہنے کی دعا دے رہے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ علامہ موصوف اکثر بیمار رہتے ہیں، ان شاء اللہ ان کی یہ کتاب جوں جوں امت تک پہنچتی جائے گی ان کی صحت بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی۔

علم تفسیر، حدیث، فقہ معقول وہ علوم ہیں جن کے بغیر انفرادی یا اجتماعی طور پر مسلمانوں کا اسلامی زندگی بسر کرنا ناممکن ہے اسی لیے ان علوم پر علمائے اسلاف نے سب سے زیادہ کام کیا اور ان کی اشاعت کو ہمیشہ اہمیت دی، بالخصوص عربی زبان میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، اب الحمد للہ اردو میں بھی ان موضوعات پر کتابوں کی کمی نہیں، بالخصوص تفسیر میں حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری دامت برکاتہم العالیہ کی ضیاء القرآن، اور فقہ میں تقریباً ساٹھ سال پہلے لکھی ہوئی بہار شریعت، صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی اور اب حدیث کے موضوع پر علامہ سعیدی کی شرح مسلم شریف، ان کتابوں نے اردو خواں حضرات کو دین کا اتنا بڑا ذخیرہ بہت سہل انداز میں فراہم کر دیا ہے کہ اب کسی کے لیے اپنی ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرنا دشوار نہ رہا، پس ہم اہل تعلق کو دنیا کا چین و سکون تلاش کرنے والوں کو، عاقبت کی فکر رکھنے والوں کو مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ وہ ان کتابوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں، اپنے اہل خانہ کو ان کے مطالعہ کی تاکید کریں۔

دل تو چاہتا ہے کہ شرح صحیح مسلم پر نہایت ہی مفصل سیر حاصل تبصرہ کیا جائے لیکن اپنی کتاب "وراثت انبیاء علیہم السلام" کی تکمیل کی مصروفیت حائل ہو رہی ہے، پس ان سطور پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم علامہ سعیدی صاحب کو اس عظیم کام کی تکمیل پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور نبی کریم علیہ السلام کے ایک ارشاد سے انہیں مژدہ سناتے ہیں۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِي إِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيهًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا فِي أَمْرِ دِينِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيهًا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علم کی حد کیا ہے جس کو حاصل کر کے انسان فقیہ بن سکتا ہے، حضور نے فرمایا میری امت کے جس شخص نے دین کے معاملات سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کر لیں تو اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ اٹھائے گا اور میں قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

میرے بھائی جناب آپ نے اپنا محدث ہونا فقیہ ہونا ثابت کر دیا ہے اور آپ یقیناً قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و شہادت کے حقدار ہو گئے ہیں، ہم نے آپ کی کتاب کے متعلق یہ چند سطور قلم بند کر کے آپ سے اپنی دوستی اور تعلق کا ثبوت فراہم کیا ہے بس اللہ کے واسطے قیامت کے دن اس تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنے دامن میں پناہ دینا۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے عمر دراز دے اور اسی انداز پر قرآن مجید کی تفسیر کا کام بھی آپ ہی کے قلم سے انجام پذیر ہو۔

محتاج دعا خادم الملت

فقیر سید سعادت علی القادری مقیم حال، دی ہیگ ہالینڈ ۱۰ اپریل ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین سید الانبیآء والمرسلین اکرم الاوّلین و الاٰخرین حامل لواء الحمد یوم الدین اوّل الشافعین والمشفعین صاحب المقام المحمود بین المحشورین الذی نطقہ وحی رب العالمین والذی خلقہ معیار للحسن فی الاوّلین والاٰخرین رحمۃ للعالمین حبیب رب العالمین سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الرّاشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات المطہرات امّہات المؤمنین واولیآء امّتہ الواصلین الکاملین وعلمآء امّتہ الرّاسخین من المفسّرین والمحدّثین والائمۃ المجتہدین اجمعین ○



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کتاب البرّ والصلۃ والادب

بِرّ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: بِرّ کا معنی ہے صلہ، جب کوئی شخص صلہ رحمی کرے تو کہتے ہیں احسن وبرّ کی، قرآن مجید کی مذکورہ ذیل آیت اسی معنی میں ہے:

لا ینہٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔
(ممتحنہ: ۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ بِرّ کرنے یعنی عدل اور احسان کا سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔
(آل عمران: ۹۲)

تم اس وقت تک ہرگز بِرّ یعنی نیکی نہ پا سکو گے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

ابو منصور نے کہا: بِرّ، دنیا اور آخرت کی خیر کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جو ہدایت، نعمت اور اچھی چیزیں عطا فرماتا ہے وہ دنیا کی خیر ہے، اور جنت میں دائمی نعمتوں کا حصول آخرت کی خیر ہے، (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائے آمین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہمیشہ سچائی پر رہو کیونکہ سچائی بِرّ کی ہدایت دیتی ہے۔ شمر نے کہا: اس حدیث میں بِرّ کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: اس سے مراد صلاح اور درستگی ہے، اور بعض نے کہا: جنت مراد ہے، اور خیر ہے، اور میرے علم میں اس سے زیادہ جامع بِرّ کی اور کوئی تفسیر نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام اقوال کو جامع ہے۔

لوگوں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کرنا بِرّ ہے، امام شیخ نے بیان کیا کہ بعض اہل لغت نے کہا کہ بِرّ کا اصل معنی وسعت ہے، بحر کے مقابلہ میں بَرّ کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے، پھر یہ لفظ شفقت، احسان اور صلہ میں مشہور ہو گیا، مصنف البصائر (صاحب قاموس) نے بصائر میں کہا ہے کہ بِرّ کا معنی ہے فعل خیر میں توسع، کبھی یہ لفظ اللہ عزوجل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور البرّ الرحیم کہا جاتا ہے، اور کبھی بندے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور برّ العبد ربہ کہا جاتا ہے یعنی بندے نے زیادہ عبادت کی، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو ثواب عطا کرنے اور بندے کی طرف منسوب ہو تو اطاعت کرنے کے معنی میں ہے، اطاعت کی ایک قسم اعتقاد

ہے اور دوسری اعمال، قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت ان دونوں قسموں کو شامل ہے:

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون۔ (بقرہ: ۱۷۷)

اصل بر (نیکی) یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، البتہ اصل بر اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت، فرشتوں، (آسمانی) کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے محبت کے باوجود (اللہ کے لیے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلام آزاد کرنے کے لیے مال دے، اور نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور عہد کرنے کے بعد عہد پورا کرنے والے اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے، یہی لوگ (بر میں) صادق ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، کیونکہ یہ آیت اعتقاد، اعمال، فرائض، نوافل، بر والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں وسعت پر مشتمل ہے۔ [1]

صلہ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وصل، فصل کی ضد ہے، قرآن مجید میں ہے:

ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون۔ (قصص: ۵۱)

اور بے شک ہم ان کے لیے اپنا کلام وصل کے ساتھ (یعنی پے بہ پے) بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ صلہ رحمی کا جو حکم دیا گیا ہے یہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر نرمی اور شفقت برتنے کے ساتھ کنایہ ہے، خواہ وہ رشتہ دار دور کے ہوں اور بد سلوکی کیوں نہ کریں۔ [2]

ادب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ادیب اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو اچھائیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، ادب کی اصل ہے دعا یعنی دعوت دینا، ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ ادب اس ملکہ کو کہتے ہیں جو انسان کو ان مذمت چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، مصباح میں ہے: ریاضت نفس اور محاسن اخلاق سیکھنے کو ادب کہتے ہیں، ابو زید انصاری نے ادب کی یہ تعریف کی:

الادب یقع علی کل ریاضۃ محمودۃ یتخرج بھا الانسان فی فضیلۃ من الفضائل۔

ادب ہر اس ریاضت محمودہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو کوئی فضیلت حاصل ہو۔

تہذیب میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے اور توشیح میں یہ تعریف ہے:

ما یحمد قولا وفعلا او الاخذ او الوقوف

جس قول یا فعل کی تعریف کی جائے وہ ادب ہے، یا

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[2] ایضاً، تاج العروس شرح القاموس ج ۸ ص ۱۵۵-۱۵۶، ایضاً

مع المستحسنات او تعظیم من فوقك والرفق بمن دونك .

کسی چیز کو احسن طریقہ سے جاننا یا حاصل کرنا ادب ہے، یا اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے۔

علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ لغت میں حسن اخلاق اور فضل مکارم کو ادب کہتے ہیں اور اصطلاح میں علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق بعد کی پیداوار ہے، مصنف نے کہا ہے کہ کسی چیز کو احسن طریقہ سے حاصل کرنا ادب ہے اور یہ تعریف اکثر اقوال کی جامع ہے۔[1]

اخلاق حسنہ کی اہمیت

بر، صلہ اور ادب ان تینوں لفظوں کا مآل مکارم اخلاق ہے، اس لیے ہم اخلاق حسنہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے احادیث پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا کان یقول ان من خیارکم احسنکم اخلاقا .[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فطرۃً بدگو تھے نہ عادۃً اور آپ فرماتے تھے تم میں وہ شخص سب سے اچھا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فاحشا ولا متفحشا وقال ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا .[3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً بدگو تھے نہ کسباً اور آپ نے فرمایا تم میں وہ شخص مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا .[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن عبسۃ قال اتیت رسول اللہ

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، ج ۲ ص ۸۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ، ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ، من تبعک علی ھذا الامر قال حر و عبد، قلت ما الاسلام قال طیب الکلام و اطعام الطعام قلت ما الایمان قال الصبر والسماحۃ قلت ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ قال قلت ای الایمان افضل قال خلق حسن قال قلت ای الصلوۃ افضل قال طول القنوت قال قلت ای الھجرۃ افضل قال ان تھجر ما کرہ ربک عز و جل قال قلت فای الجھاد افضل قال من عقر جوادہ و اھریق دمہ قال قلت ای الساعات افضل قال جوف اللیل الآخر ثم الصلوۃ مکتوبۃ مشھودۃ الحدیث[١]

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! اس دین میں آپ کے پیروکار کون ہیں؟ آپ نے فرمایا آزاد اور غلام، میں نے پوچھا اسلام کا کیا پیغام ہے؟ فرمایا شیریں گفتاری اور کھانا کھلانا، میں نے پوچھا ایمان کا کیا تقاضا ہے؟ آپ نے فرمایا صبر اور سخاوت، میں نے پوچھا افضل مسلمان کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، میں نے پوچھا کس کا ایمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں، میں نے پوچھا کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں قیام لمبا ہو، میں نے پوچھا کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا تم ان چیزوں کو ترک کر دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہوں، میں نے پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس میں تمہارا گھوڑا زخمی ہو اور تمہارا خون بہہ جائے، میں نے پوچھا کون سی ساعت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کی، پھر فرض نماز جس میں فرشتے آتے ہیں۔

بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَاَنَّهُمَا اَحَقُّ بِهٖ۔

والدین سے حسن سلوک اور ان کو مقدم رکھنا!

٦٣٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جَمِيْلِ بْنِ طَرِيْفٍ الثَّقَفِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ فَقَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ وَفِيْ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّاسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کون لوگ میرے اچھے سلوک کے حق دار ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں! کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں! کہا پھر؟ فرمایا پھر تمہارا باپ، قتیبہ کی روایت میں ہے: میرے اچھے سلوک کا کون مستحق ہے، اس میں لوگوں کا ذکر نہیں ہے۔

٦٣٧٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کون لوگ میرے اچھے سلوک کے زیادہ مستحق ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، پھر ماں، پھر ماں،

---

[١] امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ، مسند احمد ج ٤ ص ٣٨٥، مطبوعہ دار الفکر بیروت

رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ قَالَ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبُوكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ.

پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارے قریب ہو، پھر جو تمہارے قریب ہو۔

۶۳۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عُمَارَةَ وَابْنِ شُبْرُمَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ فَقَالَ نَعَمْ وَأَبِيكَ لَتُنَبَّأَنَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اس کے بعد جریر کی روایت کی مثل ہے۔ البتہ یہ اضافہ ہے کہ تمہارے باپ کی قسم تم کو خبر دی جائے گی۔

۶۳۸۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ مَنْ أَبَرُّ وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ أَيُّ النَّاسِ أَحَقُّ مِنِّي بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، محمد بن طلحہ کی روایت میں ہے کہ کون لوگ میرے اچھے سلوک کے زیادہ حقدار ہیں؟ اس کے بعد پہلی روایت کی مثل ہے۔

۶۳۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ أَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

۶۳۸۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو الْعَبَّاسِ اسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ الْمَكِّيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۳۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ جَمِيعًا عَنْ حَبِيبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۶۳۸۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ نَاعِمًا مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَارْجِعْ إِلٰى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا.

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر طلب کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا جی! دونوں زندہ ہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان سے حسن سلوک کرو۔

ماں کا حق مقدم ہونے کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے، پھر باپ اور اس کے بعد قرب کے اعتبار سے درجہ بدرجہ رشتہ دار۔ ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے، ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے، حمل، وضع حمل، دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقت ہوتی ہے، حارث محاسبی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے، کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیث صحیحہ سے مستفاد ہے۔

حدیث نمبر ۶۳۸۴ میں ہے: ایک شخص نے جہاد کی اجازت مانگی، آپ نے اس سے پوچھا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا جاؤ، ان سے حسن سلوک کرو۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے جاؤ ان کی خدمت میں جہاد کرو، اس حدیث میں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل ہے اور یہ کہ ماں باپ کی خدمت کی جہاد سے زیادہ تاکید ہے اور یہ کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ یہ اس جہاد کے متعلق ہے جو فرض کفایہ ہو اگر جہاد فرض عین ہو تو پھر ان سے اجازت لینا شرط نہیں ہے، ماں باپ کے ساتھ نیکی کے وجوب پر علماء کا اجماع ہے اور یہ کہ ان کی نافرمانی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربی و الیتمی والمسکین وقولوا للناس حسنا۔ (بقرہ: ۸۳)

اور یاد کرو، جب ہم نے اولاد یعقوب سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین و الاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل۔ (بقرہ: ۲۱۵)

آپ فرما دیجئے کہ (تم بطور حسن سلوک) جو مال (بھی) خرچ کرو تو (وہ) ماں باپ، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء: ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، مجلس کے ساتھی، مسافر اور باندیوں کے ساتھ نیکی کرو۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا۔ (انعام: ۱۵۱)

آپ فرمائیے کہ آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تم پر کیا حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا۔

(بنو اسرائیل: ۲۳)

اور آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ (اے لوگو!) اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک رکھو، اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک، یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو انہیں اُف (تک) نہ کہنا نہ جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا، اور ملائمت اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور یہ دعا کرنا کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر۔ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق نیکی کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے، اور ہم نے یہ حکم دیا کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میری ہی طرف لوٹنا ہے، اور اگر وہ تم پر دباؤ

ڈالیں کہ تم میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے، تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ رہنا۔

(لقمان: ۱۳-۱۵)

ووصينا الانسان بوالديه حسنا ؕ وان جاهداك لتشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما ؕ

(عنکبوت: ۸)

اور ہم نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے، اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں ہے، تو تو ان کا کہنا نہ مان۔

ووصينا الانسان بوالديه احسانا ؕ حملته امه كرها ووضعته كرها ؕ وحمله وفصاله ثلثون شهرا ؕ حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين ۔

(احقاف: ۱۵)

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے (پیٹ میں) اٹھایا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنا اور اس کو (پیٹ میں) اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا، اور (اس کے بعد) چالیس برس کا ہو گیا، تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمایا، اور اس پر کہ میں تیری پسند کے نیک کام کرتا رہوں، اور میری اولاد میں نیکی رکھ دے، بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں (تیرے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن معاوية بن جاهمة عن ابيه قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استشيره في الجهاد فقال النبي صلى الله عليه وسلم الك والدان قال نعم قال الزمهما فان الجنة تحت اقدامهما رواه الطبراني ورجاله ثقات [1]

معاویہ بن جاہمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد کے متعلق مشورہ طلب کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے والدین ہیں، انہوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم ان سے چمٹے رہو، کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن طلحة بن معاوية سلمي قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

انی ارید الجہاد فی سبیل اللہ قال امک حیۃ قلت نعم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزم رجلیہا فثم الجنۃ رواہ الطبرانی عن ابن اسحاق وھو مدلس عن محمد بن طلحۃ ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح [1]

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا اس کے پیروں کے ساتھ چمٹے رہو، وہیں جنت ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے دو راوی ضعیف ہیں، باقی صحیح ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال جاءت امراۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ من ابر قال امک قالت ثم من قال امک قالت ثم من قال امک قالت ثم من قال والدک رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ سلیمان بن داؤد الیمامی وھو متروک [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی، اس نے کہا یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ، فرمایا پھر اپنے والد کے ساتھ، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی متروک ہے۔

علامہ علی متقی ہندی بیان کرتے ہیں:

عن انس قال الجنۃ تحت اقدام الامہات [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

عن ابن عباس قال من قبل بین عینی امہ کان لہ سترا من النار [4]

(شعب الایمان للبیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔

عن فاطمۃ قالت الزم رجلہا فثم الجنۃ [5] (ابن ماجہ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ماں کے پیروں سے چمٹے رہو جنت وہیں ہے۔

عن ابن عمر قال انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا منہا

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ ترین کمائی

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۹

[3] علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین الہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۲

[5] کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۳

کسب اولادکم[1] (سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، مسند احمد)۔

تمہاری اولاد ہے، سو اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

عن ابی بکر قال من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل یوم الجمعۃ فقرأ عندہ یٰس غفر لہ[2] (الکامل لابن عدی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورۂ یٰسٓ پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

عن والد عبد العزیز تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ، وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعۃ، فیفرحون بحسناتھم، وتزداد وجوھھم بیاضا و اشراقا، فاتقوا اللہ ولا تؤذوا موتاکم[3] (حکیم)

والد عبد العزیز سے روایت ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں وہ اپنے متعلقین کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں، اور ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے فوت شدہ لوگوں کو اذیت نہ دو۔

عن ابن عباس قال ما من رجل ینظر الی وجہ والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب لہ بھا حجۃ مقبولۃ مبرورۃ[4] (رافعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی چہرے کی طرف محبت سے ایک نظر دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

عن انس قال من ارضی والدیہ فقد ارضی اللہ ومن اسخط والدیہ فقد اسخط اللہ[5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور جس شخص نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

عن جابر اذا کنت تصلی فدعاک ابواک فاجب امک ولا تجب اباک[6] (دیلمی)

حضرت جابر سے روایت ہے: نماز کی حالت میں تمہیں ماں باپ بلائیں تو ماں کے بلانے پر چلے جاؤ باپ کے بلانے پر نہ جاؤ۔

عن ابن عمر ان من بر الرجل بابیہ ان یبر اھل ود ابیہ[7] (ابن عساکر)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی باپ کے ساتھ نیکی ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۹ // //

[4] // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۹ // // // //

[5] // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۰ // // //

[6] // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۰ // // // //

[7] // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۳ // // // //

عن ابی اسید الساعدی لا یبقی للولد من بر الوالد الا اربع الصلوۃ علیہ، والدعاء لہ، وانفاذ عہدہ من بعدہ، وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ۔ [1] (سنن کبری للبیہقی)

حضرت ابو اسید ساعدی سے روایت ہے باپ کے بعد اولاد کی صرف چار نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں باپ کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے حق میں دعا کرنا باپ کے وعدہ کو پورا کرنا اس کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا اور اس کے دوست کی عزت کرنا۔

عن انس من احب ان یمد لہ فی عمرہ وان یزاد فی رزقہ فلیبر والدیہ ولیصل رحمہ۔ [2]

(مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے۔

عن ابی ہریرۃ لم یتل القرآن من لم یعمل بہ ولم یبر والدیہ من احد النظر الیہما فی حال العقوق اولئک بریء منی وانا منہم بریء۔ [3] (سنن دار قطنی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے قرآن مجید پر عمل نہیں کیا اس نے اس کی تلاوت نہیں کی جس نے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان کو گھور کر دیکھا اس نے ان کے ساتھ نیکی نہیں کی وہ مجھ سے بری ہیں میں ان سے بری ہوں۔

عن ابن عباس ما من ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ، قالوا وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ؟ قال نعم، اللہ اکثر و اطیب۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو نیک شخص ایک بار اپنے ماں باپ کی طرف محبت سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض اس کو حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے، صحابہ نے پوچھا خواہ وہ ہر روز سو بار دیکھے، فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرمانے والا اور بہت پاک ہے۔

عن عائشۃ النظر فی ثلاثۃ اشیاء عبادۃ: النظر فی وجہ الابوین وفی المصحف وفی البحر۔ [5] (ابو نعیم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے، ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا، قرآن مجید کو اور سمندر کو۔

عن ابن عمر من زار قبر والدیہ او احدہما احتسابا کان کعدل حجۃ مبرورۃ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ثواب کی نیت سے

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] // // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۵، // // //

[3] // // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۷، // // //

[4] // // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۲، // // //

[5] // // // // کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۴، // // //

ومن کان زوارًا لهما زارت الملائکۃ قبره.[1] (کامل لابن عدی)

عن ابی بکر کل الذنوب یؤخر اللّٰہ تعالٰی ماشاء منها الا عقوق الوالدین، فان اللّٰہ تعالٰی یعجله لصاحبه فی الحیٰوۃ الدنیا قبل الممات.[2] (طبرانی)

بَابُ ۸۹۸ تَقْدِيْمِ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى التَّطَوُّعِ بِالصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا

۶۳۸۵ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ جُرَيْجٌ يَتَعَبَّدُ فِيْ صَوْمَعَةٍ فَجَاءَتْ اُمُّهٗ قَالَ حُمَيْدٌ فَوَصَفَ لَنَا اَبُوْ رَافِعٍ صِفَةَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لِصِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّهٗ حِيْنَ دَعَتْهُ كَيْفَ جَعَلَتْ كَفَّهَا فَوْقَ حَاجِبِهَا ثُمَّ رَفَعَتْ رَاْسَهَا اِلَيْهِ تَدْعُوْهُ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ اَنَا اُمُّكَ كَلِّمْنِيْ فَصَادَفَتْهُ يُصَلِّيْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاخْتَارَ صَلَاتَهٗ فَرَجَعَتْ ثُمَّ عَادَتْ فِي الثَّانِيَةِ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ اَنَا اُمُّكَ فَكَلِّمْنِيْ قَالَ اللّٰهُمَّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاخْتَارَ صَلَاتَهٗ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا جُرَيْجٌ وَهُوَ ابْنِيْ وَاِنِّيْ كَلَّمْتُهٗ فَاَبٰى اَنْ يُّكَلِّمَنِي اللّٰهُمَّ فَلَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ الْمُوْمِسَاتِ قَالَ وَلَوْ دَعَتْ عَلَيْهِ اَنْ يُّفْتَنَ لَفُتِنَ قَالَ وَكَانَ رَاعِيْ ضَاْنٍ يَاْوِيْ اِلٰى دَيْرِهٖ قَالَ فَخَرَجَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْقَرْيَةِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا الرَّاعِيْ فَحَمَلَتْ فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقِيْلَ لَهَا مَا هٰذَا قَالَتْ مِنْ

زیارت کی تو اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی زیارت کرے گا فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر گناہ کی سزا کو اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا میں جلد سزا دیتا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا نفل نماز وغیرہ پر مقدم ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جریج اپنے معبد میں عبادت کر رہے تھے، راستے میں ان کی ماں آئی، حمید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے اس کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے صفت بیان کی تھی، جب ان کی ماں نے انھیں بلایا تو انھوں نے کس طرح اپنی ہتھیلی اپنی بھنووں پر رکھی تھی، پھر اس کی طرف سر اٹھا کر اس کو آواز دی اور کہا: اے جریج! میں تمہاری ماں ہوں، تم مجھ سے بات کرو، جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، جریج نے دل میں کہا، اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے، پھر انھوں نے نماز کو اختیار کر لیا، ماں واپس لوٹ گئی، پھر دوبارہ آئی، اور کہا اے جریج! میں تمہاری ماں ہوں! مجھ سے بات کرو، جریج نے (دل میں) کہا، اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے، پھر انھوں نے نماز کو اختیار کیا، ان کی ماں نے کہا اے اللہ! یہ جریج میرا بیٹا ہے میں اس سے بات کرتی ہوں اور یہ انکار کرتا ہے، اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے، آپ نے فرمایا: اگر وہ یہ دعا کرتی کہ جریج

[1] علامہ علاؤالدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۸۰ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

صَاحِبِ هٰذَا الدَّيْرِ قَالَ فَجَاءُوا بِفُئُوسِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَنَادَوْهُ فَصَادَفُوهُ يُصَلِّي فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ قَالَ فَأَخَذُوا يَهْدِمُونَ دَيْرَهُ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ نَزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ سَلْ هٰذِهِ قَالَ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَ الصَّبِيِّ فَقَالَ مَنْ أَبُوكَ قَالَ أَبِي رَاعِي الضَّأْنِ فَلَمَّا سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنْهُ قَالُوا نَبْنِي مَا هَدَمْنَا مِنْ دَيْرِكَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ أَعِيدُوهُ تُرَابًا كَمَا كَانَ ثُمَّ عَلَاهُ۔

فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا) آپ نے فرمایا ایک ڈنگروں کا چرواہا تھا جو جریج کے معبد میں ٹھہرتا تھا، ایک دن بستی سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس کے ساتھ بدکاری کی، وہ عورت حاملہ ہو گئی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس عورت سے پوچھا گیا یہ کس کا بچہ ہے، اس عورت نے کہا اس معبد والے کا بچہ ہے، لوگ اپنے پھاوڑے اور کلہاڑے لے کر آئے، اور اس کو آواز دی، جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے ان لوگوں سے بات نہیں کی، لوگوں نے اس معبد کو گرانا شروع کر دیا، جب جریج نے یہ معاملہ دیکھا تو ان کے پاس اتر کر آئے، لوگوں نے ان سے کہا اب پوچھو یہ عورت کیا کہتی ہے، جریج مسکرائے پھر انہوں نے اس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا تیرا باپ کون ہے، اس نے کہا میرا باپ ڈنگروں کا چرواہا ہے، جب لوگوں نے یہ جواب سنا تو انہوں نے کہا ہم نے تمہارے معبد کو جو گرایا ہے اس کے عوض سونے اور چاندی کا معبد بنا دیتے ہیں، جریج نے کہا نہیں! تم اس کو پہلے کی طرح مٹی کا ہی بنا دو، پھر وہ معبد کے اوپر چلے گئے۔

٦٣٨٦ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ أَيْ رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پنگھوڑے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا ہے، حضرت عیسیٰ ابن مریم اور صاحب جریج نے، جریج ایک عبادت گزار شخص تھا اس نے ایک معبد بنایا، جس وقت وہ معبد میں نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں آئی اور کہا اے جریج! اس نے دل میں کہا، اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی، دوسرے دن پھر وہ اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا اے جریج، اس نے کہا اے میرے رب، ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور ماں واپس چلی گئی، اگلے دن ماں پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس نے کہا اے جریج! جریج نے کہا اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک

وُجُوهِ الْمُومِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُو إِسْرَائِيلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ إِنْ شِئْتُمْ لَأَفْتِنَنَّهُ لَكُمْ قَالَ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا فَأَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوهُ وَهَدَمُوا صَوْمَعَتَهُ وَجَعَلُوا يَضْرِبُونَهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا زَنَيْتَ بِهَذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَجَاءُوا بِهِ فَقَالَ دَعُونِي حَتَّى أُصَلِّيَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ وَقَالَ يَا غُلَامُ مَنْ أَبُوكَ قَالَ فُلَانٌ الرَّاعِي قَالَ فَأَقْبَلُوا عَلَى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُونَهُ وَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ وَقَالُوا نَبْنِي لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوا وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ أُمُّهُ اللَّهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هَذَا فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِي ارْتِضَاعَهُ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِي فَمِهِ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا قَالَ وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِيَ تَقُولُ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَقَالَتْ أُمُّهُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَهُنَاكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ فَقَالَتْ حَلْقَى مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ فَقُلْتَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ وَمَرُّوا بِهَذِهِ الْأَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي

طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز میں مصروف رہا، اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے اس پر موت طاری نہ کرنا، بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے، بنو اسرائیل کی ایک عورت بہت خوبصورت تھی، اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کر دوں، وہ عورت جریج کے پاس گئی، جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، ایک چرواہا جریج کے معبد میں رہتا تھا اس عورت نے اس چرواہے کو اپنے نفس کی دعوت دی، چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی، وہ عورت حاملہ ہو گئی، جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو اس نے کہا یہ جریج کا بچہ ہے، لوگ آئے اور انھوں نے جریج کو معبد سے اتارا اور معبد کو گرا دیا، لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کر دیا، جریج نے پوچھا تمہارے اس ہنگامے کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا تم نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تم سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے، جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو لے کر آئے، جریج نے کہا: ٹھہرو! مجھے نماز پڑھنے دو، اس نے نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا اے بچہ! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا، حضور نے کہا پھر لوگ جریج کی طرف مڑے اس کو بوسہ دینے لگے اور حصول برکت کے لیے اس کو چھونے لگے، اور کہا ہم آپ کے لیے سونے کا معبد بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا نہیں تم اس کو اسی طرح مٹی کا بنا دو، پھر انھوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ (تیسرے نوزائیدہ بچے کے کلام کرنے کا قصہ یہ ہے) ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، اتنے میں ایک شخص عمدہ سواری پر اچھی پوشاک پہنے ہوئے گزرا، اس کی ماں نے کہا "اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے" بچہ دودھ چھوڑ کر اس شخص کی طرف مڑا اور اس کو دیکھتا رہا پھر کہا "اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنا" پھر پستان کی طرف مڑا اور دودھ پینے لگا، راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا آپ

مِثْلَهَا فَقُلْتَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا قَالَ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ وَإِنَّ هٰذِهِ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا

اپنی انگشت سبابہ کو منہ میں ڈال کر اس کو چوستے ہوئے بچہ کے دودھ پینے کی حکایت کر رہے تھے، پھر ان کا گذر ایک باندی سے ہوا جس کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے اور وہ جواب میں کہتی تھی مجھے اللہ کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے! اس بچہ کی ماں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا! اس بچہ نے دودھ چھوڑ دیا اور اس باندی کی طرف دیکھ کر کہا: "اے اللہ! مجھے اس جیسا بنانا، تب ماں بیٹے میں مناظرہ ہوا ماں نے کہا اے سر منڈے! ایک شخص اچھی حیثیت کا گذرا اور میں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنانا تو تو نے کہا اے اللہ مجھ کو اس کی شکل نہ بنانا اور اس لونڈی کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے، اس وقت میں نے دعا کی اے اللہ میرے بیٹے کو اس کی طرح نہ کرنا، تو تو نے کہا اے اللہ مجھ کو اس کی شکل کرنا، بچہ نے کہا وہ شخص ایک ظالم آدمی تھا تو میں نے دعا کی اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنانا، اور جس باندی کو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی، اس لیے میں نے دعا کی: "اے اللہ! مجھ کو اس جیسا بنا دے"

۶۳۸۷ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا۔

۶۳۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو

ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا۔

۶۳۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُهُ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اس کے بعد مثل سابق ہے۔

نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں حضرت جریج رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے اور یہ کہ انھوں نے ماں کی آواز پر لبیک کہنے کے بجائے نماز پڑھنے کو ترجیح دی، ماں نے ان کو بددعا دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، علماء نے کہا کہ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ اگر ماں نفل نماز میں بلائے تو اس کے بلانے پر جانا واجب ہے، کیونکہ نفل نماز میں استمرار بھی نفل ہے واجب نہیں ہے اور ماں کے بلانے پر جانا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اور ماں کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔ حضرت جریج کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ نماز کو جلد ختم کر کے ماں کی بات سن لیتے اور پھر بعد میں پڑھ لیتے لیکن ان کو یہ خدشہ تھا کہ شاید وہ ان سے یہ کہیں گی کہ وہ معبد کو چھوڑ کر گھر آ جائیں اور دنیا کی دلچسپیوں، رنگینیوں اور ذمہ داریوں میں مشغول ہو جائیں، اس لیے انھوں نے عبادت کا جو عزم کیا تھا وہ کمزور پڑ جاتا۔[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں نماز میں گفتگو کرنا ممنوع نہیں تھا، اس لیے حضرت جریج کے لیے نماز میں اپنی ماں کی بات کا جواب دینا جائز تھا اور جب اس کے باوجود حضرت جریج نے اپنی ماں کی بات کا جواب نہیں دیا تو ان کے خلاف ان کی ماں کی بددعا قبول کر لی گئی۔ ابتداءً ہماری شریعت میں بھی کلام کرنا مباح تھا اور جب یہ آیت نازل ہوئی قوموا للّٰہ قانتین (بقرہ: ۲۳۸) "اللہ کے حضور ادب اور خاموشی سے کھڑے ہو" تو نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا۔ اور اب کسی نمازی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کو اس کی ماں بلائے یا کوئی اور، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق "خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے" اور ادائیگی نماز کی شکل میں وہ اللہ تعالیٰ کے جس حق کو ادا ــــــ کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہے وہ ماں باپ کے حق سے زیادہ اہم ہے، تاہم علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی نماز میں تخفیف کر کے ماں باپ کی آواز پر لبیک کہے، صاحب توضیح نے یہ کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت ہے کہ اگر آپ کسی شخص کو نماز کی حالت میں بلائیں تو اس پر آنا واجب ہے اور آپ کے پاس آنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رویانی نے البحر میں نماز میں والدین کے بلانے پر لبیک کہنے کے متعلق تین قول بیان کیے ہیں: (۱) اجابت واجب نہیں ہے (۲) اجابت واجب ہے اور نماز باطل ہو جائے گی (۳) اجابت واجب ہے اور نماز باطل نہیں ہوگی، اور ظاہر یہ ہے کہ اگر نماز فرض ہو اور وقت تنگ ہو تو اجابت واجب نہیں ہے بلکہ جائز نہیں ہے سعیدی غفرلہ) عبد الملک بن حبیب نے کہا ہے کہ اگر نماز نفل ہو اور ماں بلائے تو نفل نماز پڑھنے سے ان کے بلانے پر جانا افضل ہے۔

حضرت جریج کے لیے نفل نماز میں مشغول رہنے سے ماں کے بلانے پر جانا صحیح تھا، کیونکہ نفل نماز کو پڑھتے رہنا نفل تھا، اور ماں کے بلانے پر جانا اور ان کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ ماں کے بلانے پر جانے کے وجوب کے سلسلہ میں امام ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز میں تم کو ماں بلائے تو جاؤ اور اگر باپ بلائے تو نہ جاؤ" مجاہد نے یہ کہا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے بلانے پر جاؤ۔ امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اگر ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو اس کی اطاعت نہ کرو اور اگر جہاد میں جانے سے منع کرے تو اس کی اطاعت کرو۔ ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔[1]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز اگر فرض یا واجب ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے اور اگر نماز نفل ہو تو ماں کے بلانے پر جانا واجب ہے اور باپ کے بلانے پر جانا کہ نہیں ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند دیلمی کی حدیث میں ہے۔[2]

اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت کا مذہب ہے اس مسئلہ میں معتزلہ کا اختلاف ہے، نیز اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ کبھی اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار اور ان کی طلب سے بھی واقع ہوتی ہیں، ہمارے اصحاب متکلمین کے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے اور بعض متکلمین نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیارات سے واقع نہیں ہوتیں (صحیح یہ ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں، جیسے حضرت جریج کا یہ واقعہ، اور حضرت آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا۔ اور کبھی اولیاء اللہ کی طلب اور اختیار کے بغیر کرامات واقع ہوتی ہیں، جیسے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا، اسی طرح معجزہ کا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نزول بھی معجزہ ہے اور اس میں آپ کی طلب اور اختیار کا دخل نہیں تھا، اور آپ کی دعا سے متعدد چیزوں میں برکت ہونا اور آپ کے لمس سے اور آپ کے لعاب مبارک کی برکت سے شفاء، اور دیگر برکتوں کا حصول، یہ وہ معجزات ہیں جن میں آپ کی طلب اور اختیار کا دخل ہے۔)

کرامات کا تحقق خوارق عادات کی تمام اقسام کو شامل ہے، بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کرامت صرف قبولیت دعا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ قول غلط ہے اور مشاہدہ کا انکار ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ کرامات سے اشیاء کی حقیقتیں بدل جاتی ہیں اور ایک چیز عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔[3]

---

[1] - علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۳-۲۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] - علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۳، " " "

[3] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ تفتازانی کرامت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الکرامۃ ظہور امر خارق للعادۃ من قبلہ بلا دعوی النبوۃ وھی جائزۃ ولو بقصد الولی ومن جنس المعجزات لشمول قدرۃ اللہ تعالٰی وواقعۃ کقصۃ مریم و آصف واصحاب الکہف وما تواتر جنسہ من الصحابۃ والتابعین وکثیر من الصالحین۔[1]

جو کام عام لوگوں کی طاقت اور عادت کے خلاف ہو اس کو اللہ کے ولی سے بغیر دعویٰ نبوت کے ظہور ہو، اس کو کرامت کہتے ہیں، کرامت جائز ہے خواہ یہ ولی کے قصد اور اختیار سے صادر ہو، اور جنس معجزات سے ہو، کیونکہ اس کو اللہ کی قدرت شامل ہے اور کرامت واقع بھی ہے جیسا کہ حضرت مریم حضرت آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات سے ظاہر ہے اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور بہ کثرت صالحین سے تواتر کے ساتھ کرامت کا ظہور ثابت ہے۔

ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں معجزہ اور کرامت اور ان سے متعلق تمام مباحث پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں

حضرت جریج کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا بہت اہم حکم ہے، اور ماں کا حق بہت مؤکد ہے اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے، اور جب چند امور میں تعارض ہو تو جو ان میں زیادہ اہم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور مشکلات میں اپنے اولیاء کے لیے ان کا مخرج اور حل پیدا کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ط ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ (طلاق: ۲-۱)

جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

مصنف کی زندگی میں کئی بار اس آیت کا مصداق متحقق ہوا، میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں حدیث شریف پڑھاتا رہا، ۱۹۸۴ء میں مجھے کمر کا شدید عارضہ لاحق ہوا، یہاں تک کہ میں زمین پر بیٹھ کر پڑھانے سے تقریباً معذور ہو گیا، جولائی ۱۹۸۵ء میں، میں نے مدرسہ کے مہتمم سے کہا کہ میں زمین پر بیٹھ کر نہیں پڑھا سکتا، البتہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھا سکتا ہوں، مدرسہ کے مہتمم نے میری اس درخواست کو منظور نہیں کیا اور کہا آپ کو کم از کم دو گھنٹے زمین پر بیٹھ کر روایتی طریقہ سے تفسیر اور حدیث پڑھانا ہو گی، اس کے بعد آپ اپنے کمرہ میں پڑھائیں چاہے لیٹ کر یا کرسی پر بیٹھ کر۔ میں شدید کرب اور اضطراب کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ میں تو آدھا گھنٹہ بھی زمین پر نہیں بیٹھ سکتا دو گھنٹے کس طرح بیٹھ سکوں گا، میں یہی سوچ رہا تھا کہ دفتر میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی کراچی سے مولانا منیب الرحمان صاحب نے ٹیلی فون کیا اور دار العلوم نعیمیہ کراچی میں حدیث شریف پڑھانے کی پیش کش کی اور میز اور کرسی پر تدریس کی شرط منظور کر لی اور اس وقت میری زبان پر بے اختیار یہ آیت آ گئی: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لمحہ کے لیے بھی مضطرب ہونے نہیں دیا۔ وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضٰی۔

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ دوستان خدا پر کبھی مصائب اور مشکلات کا ورود اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے نفوس کی تہذیب ہو اور معصیت کا زنگ اتر جائے اور کبھی درجات کی بلندی کے لیے وہ ابتلاء کا شکار ہوتے ہیں۔

مصائب اور مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔[1] — جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

بعض مسلمان انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے بھی استمداد اور استغاثہ کرتے ہیں، ہر چند کہ ان کی امداد کو غیر مستقل اور اذن الٰہی کے ساتھ مشروط سمجھنا اور اس عقیدے کے ساتھ ان سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے، لیکن عبودیت کا تقاضا اور افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھا جائے، اسی سے سوال کیا جائے، اسی سے دعا مانگی جائے اور اسی سے استعانت کی جائے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام، بزرگان دین اور حضور سید المرسلین محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وسیلہ سے دعا مانگنا اقرب الی الاجابت ہے، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ نماز، روزہ اور دیگر فرائض ادا نہیں کرتے اور گیارہویں شریف ادا کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات کے لیے یہی عمل کافی ہے، انصاف اور اعتدال کی راہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس کے درجہ میں رکھا جائے، پہلے فرائض اور واجبات ادا کریں، ممنوعات شرعیہ سے بچیں اس کے بعد استحسان اور استحباب کے درجہ میں بزرگان دین کی ارواح کو ایصال ثواب کریں۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا فی نفسہ جائز ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ پہلے ہم وسیلہ کے موضوع پر دلائل شرعیہ بیان کریں گے اس کے بعد استمداد اور استغاثات کے موضوع پر بحث کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

وسیلہ کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھی فی الاصل ما یتوصل بہ الی الشئ ویتقرب بہ۔[2] — جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الجوھری، الوسیلۃ ما یتقرب بہ الی الغیر۔[3] — امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ زبیدی نے ابن اثیر اور علامہ جوہری کے حوالوں سے وسیلہ کی تعریف میں مذکور الصدر عبارات نقل کی ہیں۔[4]

---

1. امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
2. علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ
3. علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ
4. علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۱۵۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

علامہ ابن منظور افریقی اور علامہ زبیدی نے علامہ جوہری کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

الوسیلۃ ما یتقرب بہ الی الغیر۔[1]

جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

اہل لغت کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے، تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، زندگی میں اور وفات کے بعد بھی۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

امام محمد بن جزری آداب دعا میں لکھتے ہیں:

ویتوسل الی اللہ بانبیائہ والصالحین۔[2]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال المؤلف وھو من المندوبات فقی صحیح البخاری فی الاستسقاء ——— حدیث عمر اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون و لحدیث عثمان بن حنیف فی شان الاعمی رواہ الحاکم فی مستدرکہ علی الصحیحین وقال صحیح علی شرط الشیخین والترمذی قال حدیث صحیح غریب وقد ذکرناہ فی الحصن و لحدیث ابی امامۃ الذی ذکرناہ فی ذکر الصباح رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر وکتاب الدعاء انتھی۔[3]

مصنف نے کہا دعا میں انبیاء اور صالحین کو وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا تھا، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پھر ان پر بارش ہو جاتی۔ اور جیسا کہ نابینا کی حدیث میں حضور کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور ہم نے اس کو حصن میں ذکر کیا ہے اور حدیث ابوامامہ کی بنا پر جس کو ہم نے صبح کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور کتاب الدعاء میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۵ ص ۱۸۴۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن محمد علی بن یوسف الجزری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۵۰ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۶۷، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

امام جزری نے حضرت ابوامامہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

اسئلك بنور وجهك الذي اشرقت له السموت والارض وبكل حق هو لك وبحق السائلين عليك۔[1]

اے اللہ میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بناء على ما وعدتهم من الاجابة وكانه سئل الله تعالى متوسلا بحقوق الله على مخلوقاته وبحقوق السائلين عليه تعالى والظاهر ان حق الله هو اطاعته وثناؤه والعمل بأوامره والنهي عن زواجره وحق العباد على الله ثوابهم الذي وعدهم به فانه واجب الانجاز ثابت الوقوع لوعده الحق واخباره الصدق۔[2]

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلہ سے، اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اس کی حمد و ثنا کریں، اس کے احکام پر عمل کریں، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں، اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے، کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے، کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فنقول: قول السائل لله تعالى: اسئلك بحق فلان وفلان من الملائكة والانبياء والصالحين وغيرهم او بجاه فلان او بحرمة فلان يقتضي ان هؤلاء لهم عند الله جاه وهذا صحيح فان هؤلاء لهم عند الله منزلة وجاه وحرمة يقتضي ان يرفع الله درجاتهم ويعظم اقدارهم ويقبل شفاعتهم اذا شفعوا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں، فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو، اور یہ دعا صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے، جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت

---

[1] امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۷۸، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۸۱، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

مع انه سبحانه قال: من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه[1]

کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

ويمكن ان يراد حق السائلين على الله ان لا يخيب دعاءهم كما وعدهم بقوله ادعوني استجب لكم[2]

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: "مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول کر دوں گا۔"

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

اقول ومن التوسل بالانبياء ما اخرجه الترمذي وقال حسن صحيح غريب، والنسائي وابن ماجة وابن خزيمة في صحيحه والحاكم وقال صحيح على شرط البخاري ومسلم من حديث عثمان بن حنيف رضي الله عنه ان اعمى اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله ادع الله ان يكشف لي عن بصري قال او ادعك فقال يا رسول الله اني قد شق علي ذهاب بصري قال فانطلق فتوضا فصل ركعتين ثم قل اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بمحمد نبي الرحمة الحديث وسياتي هذا الحديث في هذا الكتاب عند ذكر صلوة الحاجة واما التوسل بالصالحين فمنه ما ثبت في الصحيح ان الصحابة استسقوا بالعباس رضي الله عنه عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال عمر رضي الله عنه اللهم انا نتوسل اليك بعم

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے، امام نسائی، امام ابن ماجہ، اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت بحال کر دے، آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، الحدیث۔ حصن حصین کے باب صلوٰۃ الحاجۃ میں اس حدیث کا ذکر آئے گا۔ اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی

1. شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز۔
2. شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۶۹، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

تبینا۔[1] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! ہم تیرے نبی کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما اقترف ادم الخطيئة: قال يا رب اسألك بحق محمد لما غفرت لي، فقال الله عز وجل: يا آدم! وكيف عرفت محمدا ولم اخلقه؟ قال لانك يا رب لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت راسي فرايت على قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انك لم تضف الى اسمك الا احب الخلق اليك فقال الله عز وجل: صدقت يا آدم انه لاحب الخلق الي واذا سألتني بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك۔[2]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم سے (ظاہری) خطا ہو گئی، تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا، حضرت آدم نے کہا کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کیونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لیے میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم ایک ضعیف راوی ہے لیکن فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر سے روایت کیا ہے۔[3]

امام ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے، اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون

[1] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۴۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[2] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۲-۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۱

شیخ ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے، لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ ابونعیم حافظ نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے، اس نسبت میں شیخ کو خطا لاحق ہوئی، یہ حدیث حافظ ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ حافظ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے، ان دونوں حدیثوں کے متعلق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحۃ۔ ۲

یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے وہ اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیہ من لم اعرفہ۔ ۳

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا۔

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔ ۴

امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اس کے متقارب روایت کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام یا عیسی امن بمحمد وامر من ادرکہ من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ماخلقت ادم ولولا محمد ماخلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ ۵

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی اے عیسیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ، اور جو تمہاری امت میں سے ان کا زمانہ پائے اس کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو، کیونکہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا پھر میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے ان دونوں حدیثوں کے راویوں کی صحت سے اختلاف کیا ہے۔

۱۔ امام عبدالرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء ص ۳۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۲۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز

۳۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳، مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

۵۔ المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵

علامہ سیوطی نے امام حاکم، امام بیہقی، امام طبرانی، امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ قسطلانی نے بھی حضرت عمر کی روایت کو امام حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [2]

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں امام حاکم اور ابو الشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے اور لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں اس تصحیح کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے پتا نہیں وہ کون ہے، اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ نار کو پیدا کرتا۔ [3]

ملا علی قاری نے بھی امام دیلمی کی اس روایت کو استشہاداً پیش کیا ہے۔ [4]

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حقیقت محمدی پر بحث کرتے ہوئے یہ دو حدیثیں لکھی ہیں:

لولاك لما خلقت الافلاك، لولاك لما اظهرت الربوبية۔ [5]

اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

یہ حدیثیں ہر چند کہ ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور نہیں ہیں لیکن یہ معنیً ثابت ہیں، حدیث لولاک پر مقالات سعیدی میں ہمارا ایک تفصیلی مقالہ ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سفر میں بارگاہ کے وسیلہ سے دعا کرنا ابتداءِ آفرینش سے مشروع اور معمول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام مدح میں اس دعا کا ذکر فرما کر اس دعا کے جواز اور استحسان کو بیان فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علي رضي الله عنهما الحان قال: فلما فرغ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه فقال الله الذي يحيي و يميت وهو حي لا يموت اغفر لامي فاطمة بنت اسد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی اللہ ہی جلاتا ہے اور فوت کرتا

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
[3] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۵ھ
[5] حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم، مکتوب نمبر ۱۲۲

ولقنها حجتها و وسع عليها مدخلها بحق نبيك والانبياء الذين من قبلي فانك ارحم الراحمين وكبر عليها اربعا و ادخلوها اللحد هو والعباس وابو بكر الصديق رضي الله عنهم رواه الطبراني في الكبير والاوسط وفيه روح بن صلاح وثقه ابن حبان والحاكم وفيه ضعف وبقية رجاله رجال الصحيح۔[1]

مارتا ہے، اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، ان کو حجت القا فرما، ان کی قبر کو وسیع کر، بلا شبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ نے، حضرت عباس نے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں روح بن صلاح نام کا ایک راوی ہے، امام حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے، اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث کو علامہ نور الدین سمہودی نے بھی ذکر کیا ہے۔[2]

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل، ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خرج من بيته الى الصلوة فقال اللهم اني اسئلك بحق السائلين عليك واسئلك بحق ممشاي هذا فاني لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيذني من النار وان تغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت اقبل الله عليه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك۔[3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی: اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں۔ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلا شبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشنے گا اس جو

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۸۹۹، ۸۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شخص یہ دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام ابن السنی نے اس حدیث کو حضرت بلال اور حضرت ابو سعید خدری دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کو امام احمد اور امام ابن ماجہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [3]

علاوہ ازیں علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ المتقین (ج ۵ ص ۹۰-۸۹)، علامہ سیوطی نے درمنثور (ج ۲ ص ۳۶)، علامہ عراقی نے مغنی عن حمل الاسفار (ج ۱ ص ۳۲۶)، علامہ منذری نے ترغیب وترہیب (ج ۲ ص ۴۵۲) میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے وسیلے سے دعا کرنے | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلے سے دعا کرنے کی ہدایت دینا

کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنيف ان رجلا ضرير البصر اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله لى ان يعافينى فقال ان شئت اخرت لك وهو خير وان شئت دعوت فقال ادعه فامره ان يتوضا فيحسن وضوءه ويصلى ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم انى اسألك واتوجه اليك بمحمد نبى الرحمة يامحمد انى قد توجهت بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقضى اللهم فشفعه فى قال ابو اسحاق هذا حديث صحيح۔ [4]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کر دے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کام کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کر دوں، اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے، آپ نے فرمایا تم اچھی طرح وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ دعا کرو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۵ھ

[3] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۰۹، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میرے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]
اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابن ماجہ، امام ترمذی، امام احمد اور امام حاکم نے اس حدیث کو عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے:

قال عثمان: فواللہ ما تفرقنا ولا طال الحدیث حتی دخل الرجل وکانہ لم یکن بہ ضر قط۔ [4]

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ابھی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ وہ (نابینا) شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

امام ابن السنی نے بھی اس حدیث کو ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے روایت کیا ہے جس میں مذکور الصدر اضافہ ہے۔ [5]

بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا

نور محمد کارخانہ تجارت کتب اور مطبع مجتبائی میں

جامع ترمذی کے جو نسخے طبع ہوئے ان میں یہ حدیث ہے لیکن اس میں "یا محمد" کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا جبکہ شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ نووی، امام محمد جزری رحمہم اللہ نے اس حدیث کو امام ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قال الترمذی: حدثنا محمود بن غیلان حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا شعبۃ عن ابی جعفر عن عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کو ٹھیک کر دے،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[3] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت
[5] امام ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی، عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۰۲، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۱۵ھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی۔[1]

آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرلو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے اس شخص نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے حضرت عثمان کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ اے اللہ حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ترمذی کے حوالوں سے بیان کیا اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ علامہ نووی نے لکھا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔[2] امام نسائی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ ارقم ۶ ص ۱۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ میں روایت کیا ہے۔

امام محمد جزری نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم اور امام نسائی کے حوالوں سے ذکر کیا اور اس میں بھی یا محمد کے الفاظ ہیں۔[3]

قاضی شوکانی حصن حصین کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحدیث اخرجہ الترمذی والحاکم فی المستدرک والنسائی کما قال المصنف رحمہ اللہ (الی قولہ) واخرجہ الطبرانی بعد ذکر طرقہ التی روی بھا، والحدیث صحیح وصححہ ایضا ابن خزیمۃ فقد صحح الحدیث ھؤلاء الائمۃ وقد تفرد النسائی بذکر الصلوۃ ووافقہ الطبرانی فی بعض الطرق التی رواھا۔ وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ عزوجل مع اعتقاد ان الفاعل ھو اللہ سبحانہ وتعالیٰ، وانہ المعطی المانع ما شاء کان

اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم نے مستدرک میں اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد کہا یہ حدیث صحیح ہے، امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا، سو ان ائمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے البتہ نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ ذکر بھی ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے کہ حقیقۃ دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو وہ

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز ایضاً ۔۔۔ ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر ۱۳۷۳ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۳۸، ۱۳۷، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

وما لم یشأ لم یکن ۔[1] جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

ان حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مطبع مجتبائی اور نور محمد کارخانہ تجارت کتب والوں نے خیانت کر کے جامع ترمذی سے یا محمد کے الفاظ نکال دیئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمان بن حنیف کی یہ حدیث جس کو بکثرت محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں صحت سند کی صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز اور مستحسن ہے اور چونکہ آپ کی ہدایات قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت ہیں، اس لیے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور بالخصوص آپ کے وصال کے بعد آپ کے توسل سے دعا کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو اس کی قضاء حاجت کے لیے یہ دعا تعلیم کی، اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔ یہاں تک جو ہم نے احادیث بیان کی ہیں ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں آپ کے توسل پر دلیل ہے، اب ہم ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے توسل پہ دلیل ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ پہ حاضر ہوئے اور عرض کیا اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مالك الدار قال، وكان خازن عمر على الطعام قال اصاب الناس قحط فى زمن عمر فجاء رجل الى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله! استسق لامتك فانهم قد هلكوا، فاتى الرجل فى المنام فقيل له، ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انكم ستسقون وقل له: عليك الكيس، عليك الكيس فاتى عمر فاخبره فبكى عمر ثم قال: يارب لا آلوا الا ما عجزت عنه ۔[1]

مالک الدار، جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: "عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی، اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمر رو دیئے اور کہا: اے اللہ! میں

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۲ ص ۳۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

ہوں اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقال الحافظ ابوبکر البیهقی اخبرنا ابونصر بن قتادة وابوبکر الفارسی قالا حدثنا ابوعمر بن مطر حدثنا ابراهیم بن علی الذهلی حدثنا یحیی بن یحیی حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک قال، اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! استسق اللہ لامتک فانهم قد هلکوا فاتاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقره منی السلام واخبرهم انهم مسقون وقل له علیک بالکیس الکیس فاتی الرجل فاخبر عمر فقال: یا رب ما آلو الا ما عجزت عنه وهذا اسناد صحیح[1]

حافظ ابوبکر بیہقی اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو اس شخص نے جا کر حضرت عمر کو خبر دی، حضرت عمر نے کہا اے میرے رب! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر اور امام ابن اثیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے[2][3]

علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبی کے وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

روی ابن ابی شیبة باسناد صحیح من روایة ابی صالح السمان عن مالک الدار وکان خازن عمر۔ قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا:

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۹۲-۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۴۹۰-۴۸۹، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ

رسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل ایت عمر الحدیث وقد روی سیف فی الفتوح ان الذی رای المنام المذکور ھو بلال بن الحارث المزنی احد الصحابۃ رضی اللہ عنہم[1]

یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے، کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پھر اس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ، الحدیث۔ سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے۔

حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجۃ لہ فکان عثمان لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی عثمان بن حنیف فشکا ذلک الیہ، فقال لہ عثمان بن حنیف ایت المیضاۃ فتوضا ثم ایت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک (ربی) جل وعز فیقضی لی حاجتی، وتذکر حاجتک ورح الی حتی اروح معک فانطلق الرجل فصنع ما قال لہ عثمان ثم اتی باب عثمان ———— فجاء البواب حتی اخذ بیدہ فادخلہ علی عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسۃ وقال حاجتک فقضاھا لہ ثم قال لہ ما ذکرت حاجتک حتی کانت ھذہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے، ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی، حضرت عثمان نے اس سے کہا تم وضو خانہ جاکر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتی کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا، دربان نے ان

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ، فتح الباری ج ٢ ص ٤٩٦-٤٩٥ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ١٤٠١ ھ

الساعة، وقال ما كانت لك من حاجة فائتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الي حتى كلمته في فقال عثمان بن حنيف والله ما كلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم واتاه ضرير فشكا عليه ذهاب بصره فقال له النبي صلى الله عليه وآله وسلم افتصبر فقال يا رسول الله انه ليس لي قائد وقد شق علي، فقال له النبي صلى الله عليه وآله وسلم: ائت الميضأة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات، قال عثمان بن حنيف فوالله ما تفرقنا ولا طال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضر قط الى ان قال، والحديث صحيح۔ [1]

کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس لے گیا، حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آ جانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، حضرت عثمان میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا میں نے حضرت عثمان سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی ـــــــ یہ حدیث صحیح ہے۔

[1] حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ، حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۹ میں طبرانی کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید، توثیق اور تصحیح

امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور شعبہ سے اس حدیث کو حضرت عثمان بن عمر نے روایت کیا ہے اور وہ اس سے روایت کرنے میں منفرد ہے (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے) اور حدیث صحیح ہے۔[2] شیخ ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر منفرد نہیں

[2] حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ

ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے، اور یہ اسناد صحیح ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

قال الطبرانی روی ھذا الحدیث شعبۃ عن ابی جعفر واسمہ عمیر بن ابی یزید وھو ثقۃ تفرد بہ عثمان بن عمر عن شعبۃ قال ابو عبد اللہ المقدسی: والحدیث صحیح۔

امام طبرانی نے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے اور اس کا نام عمیر بن ابی یزید ہے اور وہ ثقہ ہے، عثمان بن ابی عمر، شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابوعبداللہ مقدسی نے کہا اور حدیث صحیح ہے۔

قلت والطبرانی ذکر تفردہ بمبلغ علمہ ولم یبلغہ روایۃ روح بن عبادۃ عن شعبۃ، وذلک اسناد صحیح یبین انہ لم ینفرد بہ عثمان بن عمر۔[1]

میں کہتا ہوں کہ امام طبرانی نے اپنے مبلغ علم کے اعتبار سے عثمان بن ابی عمر کو متفرد کہا ہے، ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن ابی عمر اس روایت میں متفرد نہیں ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام احمد، اور امام ابن سنی نے روایت کیا اور اس میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وسیلہ کے ساتھ دعا کا ذکر نہیں ہے اس کے برخلاف امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت میں حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی حضور سے توسل کرنے کا ذکر کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں،[2] اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ ہوتی یا ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل حدیث دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کب گنجائش ہے؟

امام بیہقی نے پہلے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا (دلائل النبوۃ ج ٦ ص ١٦٧، ١٦٦) پھر اس حدیث کو روح بن قاسم عن ابی جعفر مدینی عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف کی سند سے تفصیل کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے بعد مزید یہ کہا کہ:

ورواہ ایضا ھشام الدستوائی عن ابی جعفر

اس حدیث کو ہشام دستوائی نے از ابوجعفر از ابوامامہ

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ٧٢٨ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ١ ص ٢٧٤، ٢٧٣، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود
ایضاً " " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ١٠٢، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ١٣٧٣ھ

[2] بعض اوقات ایک ہی امام ایک حدیث کو اپنی کتاب کے ایک باب میں اختصار کے ساتھ اور دوسرے باب میں تفصیل کے ساتھ روایت کرتا ہے صحیح بخاری میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں، اور زیر بحث حدیث کی مثال سنن بیہقی کے حوالے سے بھی آرہی ہے۔

عن ابی امامۃ بن سہل عن عمہ وھو عثمان بن حنیف۔ [۱]

بن سہل از عم خود روایت کیا ہے، ابوامامہ کے چچا حضرت عثمان بن حنیف ہیں۔

امام بیہقی کی اس مفصل روایت کا اور اس دوسری سند کا شیخ ابن تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ورواہ البیہقی من ھذا الطریق وفیہ قصۃ قد یحتج بھا من توسل بہ بعد موتہ ان کانت صحیحۃ۔ [۲]

امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے اور اس سے آپ کے وصال کے بعد آپ سے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ روایت صحیح ہو۔

توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے۔ لیکن انھوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضعف نہیں نکال سکے، علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انھوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا ایک متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں، لہٰذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہو گیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا جبھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین کی کہ "اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے"۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے:

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی "تاریخ" میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انی اصبت فی بصری فادع اللہ لی قال اذھب فتوضا وصل رکعتین ثم قل: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبی محمد نبی الرحمۃ. یا محمد استشفع بک علی ربی فی رد بصری. اللھم فشفعنی فی نفسی وشفع نبیی فی رد بصری

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میری بینائی جاتی رہی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد!

---

[۱] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

ایضاً ، ، ، ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

وان کانت حاجۃ فافعل مثل ذلک فرد الله علیه بصره [1]

میں اپنے رب کے حضور اپنی بصارت لوٹانے کے لیے آپ کی شفاعت طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میرے حق میں میری شفاعت کو قبول کر اور میری بصارت لوٹانے میں میرے نبی کی شفاعت قبول فرما" اور اگر تمہیں کوئی اور کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔

اس روایت پر شیخ ابن تیمیہ نے حسب ذیل اعتراض کیے ہیں:

(۱)۔ وان کانت حاجۃ فافعل مثل ذلک - "اگر تمہیں کوئی کام ہو تو اسی طرح کرو" یہ حضرت عثمان بن حنیف کے الفاظ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲)۔ دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں، کیونکہ انھوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

(۳)۔ حضرت عثمان بن حنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کے خلاف ہیں، کیونکہ اس نابینا صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ "اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!" اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کی دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے، اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس طریقہ سے دعا کرنا اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی ہی میں درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہوگا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔ [2]

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن ابی خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت سے ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری دعا کی قبولیت

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

[2] فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۳-۲۷۴۔

کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی امتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اس کا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے، کیونکہ آپ نے خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہو گی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے" کیونکہ حیات اور ممات میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہو سکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام مسلمانوں کے لیے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے اعمال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبردہ بن نیار کو ایک شش ماہہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرما دیا تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء قال ذبح ابو بردة قبل الصلوة فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابدلها فقال لیس عندی الا جذعة قال شعبة واحسبه قال هی خیر من مسنة قال اجعلها مکانها ولن تجزی عن احد بعدك [2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلہ میں اور قربانی کرو، انہوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے، آپ نے فرمایا اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کر دو، اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہو گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استثناء اس لیے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور اعمال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں، اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہو جاتی۔ شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے۔

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ولکن الانبیاء والصالحون وان کانوا احیاء فی قبورھم وان قدر انھم یدعون للاحیاء وان وردت بہ آثار فلیس لاحد ان یطلب منھم ذلک ولم یفعل ذلک احد من السلف لان ذلک ذریعۃ الی الشرک بھم وعبادتھم من دون اللہ تعالٰی بخلاف الطلب من احدھم فی حیاتہ فانہ لا یفضی الی الشرک۔[1]

ہرچند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لیے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نابینا صحابی سے فرما دیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے، اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابی رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا، شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ولیت شعری چہ مے خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ مامے فہمیم از آں اینست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کند و طلب مے کند حاجت خود را از جناب عزت وغنا وے و توسل مے کند بروحانیت ایں بندہ مقرب و مکرم در درگاہ عزت وے وے گوید خداوندا ببرکت ایں بندہ تو کہ رحمت کردۂ بروے و اکرام کردۂ او را و بلطف و کرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی یا ندا مے کند ایں بندہ مکرم و مقرب را کہ اے بندہ خدا اے ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی! جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں، یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف و کرم کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما، کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول در حقیقت پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بندہ درمیان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء رحمہم اللہ فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشان را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنون کہ در قبور اند و نہ در آں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

تھا طلب کرنے کے لیے کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا اور اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت پوری کرے، سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبروں میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا جب وہ زندہ تھے۔

اگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق است چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین و اگر گویند کہ ایشان بعد از موت معزول شدند و بیرون آوردہ شدند از آں حالت کرامت کہ بود ایشان را در حالت حیات پس دلیل برآں چیست؟ و اگر گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شد از آفات بعد از ممات پس ایں کلیہ نیست و دلیل نیست بر دوام و استمرار آں تا روز قیامت نہایت آنکہ ایں کلیہ نباشد و فائدہ استمداد عام نباشد بلکہ ممکن است کہ بعضے مجذوب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند در لاہوت حتی چنانکہ ایشان را شعورے و توجہے بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفے و تاثیرے در شے نہ چنانکہ در ایں عالم نیز از تفاوت حال مجذوبان و سالکان ظاہر میگردد و لہٰذا اگر انسان انتقاد کند کہ اہل قبور

اور امداد و استمداد کا جو معنی ہم نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا، جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے تو چاہیے یہ تھا کہ صالحین سے طلب دعا اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر منکر یہ کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں جو فضیلت و کرامت انہیں حاصل تھی وہ باقی نہیں رہتی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اور اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت ہی نہیں تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد مفید نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ ان کو دنیا کے

متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا بجانب تعالیٰ چنانکہ عوام و جاہلان و غافلان اعتقاد دارند چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ آنرا و نماز بسوئے وے و جز آن ازاں چہ نہی و تحذیر واقع شدہ است این اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند این اعتقاد را و این فعل را بکند و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نکند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک[1]

حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ ہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اِں اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ کی جانب میں توجہ کیے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں، جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بد عقیدگی سے محفوظ رکھے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انا لا ارى باسا في التوسل الى الله تعالى بجاه النبي صلى الله عليه وسلم حيا وميتا، ويراد من الجاه معنى يرجع الى صفة من صفاته تعالى مثل ان يراد به المحبة التامة المستدعية عدم رده وقبول شفاعته فيكون معنى قول القائل الهي اتوسل بجاه نبيك صلى الله تعالى عليه وسلم ان تقضي لي حاجتي الهي اجعل محبتك له

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی عزت اور وجاہت کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرنے میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، اور آپ کی وجاہت سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ سے وہ کامل محبت جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے، اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے: "اے اللہ!

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲-۴۰۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

وسيلة في قضاء حاجتي ولا فرق بين هذا وقولك: اللهم اني اتوسل برحمتك ان تفعل كذا اذ معناه ايضا اللهم اجعل رحمتك وسيلة في فعل كذا بل لا ارى باسا ايضا بالاقسام على الله تعالى بجاهه صلى الله تعالى عليه وسلم بهذا المعنى والكلام في الحرمة كالكلام في الجاه ولا يجري ذلك في التوسل والاقسام بالذات البحت نعم لم يعهد التوسل بالجاه ـــــــ

ـــــ والحرمة عن احد من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ولعل ذلك كان تحاشيا منهم عما يخشى ان يعلق منه في اذهان الناس اذ ذاك وهم قريبو عهد بالتوسل بالاصنام شيء ثم اقتدى بهم من خلفهم من الائمة الطاهرين وقد ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم هدم الكعبة وتاسيسها على قواعد ابراهيم لكون القوم حديثي عهد بكفر كما ثبت ذلك في الصحيح وهذا الذي ذكرته انما هو لدفع الحرج عن الناس والفرار من دعوى تضليلهم كما يزعمه البعض في التوسل بجاه عريض الجاه صلى الله تعالى عليه وسلم لا للميل الى ان الدعاء كذلك افضل من استعمال الادعية الماثورة التي جاء بها الكتاب وصدحت عليها الصحابة الكرام رضي الله تعالى عنهم وتلقاها من بعدهم بالقبول افضل واجمع وانفع واسلم ـ[1]

نبی تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما" تو اس دعا کا یہ معنی ہے اے اللہ میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کو وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور دعا کے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اے اللہ میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ "اے اللہ میں تجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے" وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے اور توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہو گی۔ اس وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے ـــــ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بد عقیدگی جگہ نہ پکڑ لے، کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا، اس کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی صحابہ کی اقتداء میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی اس وقت کی عمارت کو منہدم کر کے بنیاد ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرانا چاہتے تھے، لیکن چونکہ آپ کی قوم تازہ تازہ کفر سے نکلی تھی، اس لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے۔ میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی ہے تاکہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو کیونکہ بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس تقریر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان دعاؤں سے افضل ہے، جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام کاربند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا، زیادہ جامع، زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے۔ البتہ وسیلہ کے ساتھ دعا

[1] ـ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

کرنے کا جائز ہونا ایک الگ بات ہے۔)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ

شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اذا ثبت التوسل بغیر اللہ فای دلیل یخصہ بالاحیاء ولیس فی الشرع ما یدل علی منع التوسل بالنبی وھو انما توسل بالعباس لاشتراکہ فی الدعاء مع الناس و الانبیاء احیاء فی قبورھم وکذا الشھداء و الصالحون وقد ادعی ابن عطاء علی شیخنا ابن تیمیہ ثم لم یثبت منھا شیئا غیر ھذا انہ یقول لا یجوز الاستعانۃ بمعنی العبادۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم یجوز التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد علم عثمان بن حنیف بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا کان یختلف الی عثمان فلا یلتفت الیہ دعاء وفیہ اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی الرحمۃ الی اخرہ اخرجہ البیھقی باسناد متصل ورجالہ ثقات ولیت شعری اذا جاز التوسل الی اللہ بالاعمال الصالحۃ بنص من الکتاب والسنۃ فیقاس علیھا التوسل بالصالحین ایضا قال الجزری فی الحصن فی آداب الدعاء منھا ان یتوسل الی اللہ تعالی بالانبیاء والصالحین من عبادہ وورد فی حدیث اخر یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی قال السید انہ حدیث حسن لا موضوع وقد صححہ الترمذی الحافظ وورد فی حدیث الدعاء بمحمد نبیک وبموسی

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر نے جو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تھی، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے۔ انھوں نے حضرت عباس کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تاکہ حضرت عباس لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں، اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں، ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعویٰ کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے، کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی! جب کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائیگا اور امام جزری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے، اور ایک اور حدیث میں ہے: یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ سید نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ایک حدیث میں ہے میں تیرے نبی محمد اور موسیٰ کی

ذکرہ ابن الاثیر فی النہایۃ و الفتنی فی المجمع وروی الحاکم والطبرانی والبیہقی حدیث دعاء آدم وفیہ یارب اسئلک بحق محمد واخرجہ ابن المنذر وفیہ اللہم انی اسئلک بجاہ محمد عندک و کرامتہ علیک قال السبکی یحسن التوسل والاستغاثۃ والتشفع زاد القسطلانی و التضرع والتجوہ والتوجہ بالنبی الی ربہ ولم ینکر ذلک احد من السلف والخلف حتی جاء ابن تیمیۃ فانکرہ (الی قولہ) قال الشوکانی لاباس بالتوسل بنبی من الانبیاء او ولی من الاولیاء او عالم من العلماء والذی جاء الی القبر زائرا او دعا اللہ وحدہ وتوسل بذلک المیت کان یقول اللہم انی اسئلک ان تشفینی من کذا و اتوسل الیک بہذا العبد الصالح فہذا لاتردد فی جوازہ انتہی[1]

کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس کو علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: "اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں" اور ابن منذر نے روایت کیا ہے: اے اللہ تیرے نزدیک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے، علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا ـــــ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی کا کلام ختم ہوا۔

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ

غیر مقلد عالم شیخ مبارکپوری "الدر النضید" سے قاضی شوکانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

ما یوردہ المانعون من التوسل بالانبیاء والصالحین من نحو قولہ تعالیٰ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ونحو قولہ تعالیٰ فلا تدعوا مع اللہ احدا ونحو قولہ تعالیٰ لہ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لہم بشیء لیس بوارد

انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: "ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر: ۳) "اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (الجن: ۱۸) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے، اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں وہ ان کو کوئی جواب

[1] نواب وحید الزمان، ہدیۃ المہدی ص ۴۹-۴۷، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ

بل هو من الاستدلال بمحل النزاع بما هو اجنبي عنه فان قولهم ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى مصرح بانهم عبدوهم لذلك والمتوسل بالعالم مثلا لم يعبده بل علم ان له مزية عند الله بحمله العلم فتوسل به لذلك وكذلك قوله ولا تدعوا مع الله احدا فانه نهى عن ان يدعى مع الله غيره كان يقول بالله وبفلان والمتوسل بالعالم مثلا لم يدع الا الله فانما وقع منه التوسل عليه بعمل صالح بعض عباده كما توسل الثلاثة الذين انطبقت عليهم الصخرة بصالح اعمالهم وكذلك قوله والذين يدعون من دونه الاية فان هؤلاء دعوا من لا يستجيب لهم ولم يدعوا ربهم الذي يستجيب لهم والمتوسل بالعالم مثلا لم يدع الا الله ولم يدع غيره دونه ولا دعا غيره معه[1]

نہیں دے سکتے" (رعد: ۱۴) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یہ تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، اسی طرح سورۂ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے مثلاً کوئی شخص کہے میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں، اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے، جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی تو انہوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی، اسی طرح سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۴ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا، اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست مدد طلب کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: ان لله ملائكة فضلا سوى الحفظة يكتبون ما سقط من ورق الشجر، فاذا اصابت احدكم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو

[1] شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۳ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عرجة فی سفر فلیناد اعینوا عباد الله رحمکم الله [1]

سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو۔

حافظ ابوبکر دینوری معروف بابن السنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انفلتت دابة احدکم بارض فلاة فلیناد یا عباد الله احبسوا یا عباد الله احبسوا فان لله عز وجل فی الارض حاضرا یستحبسه [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! اس کو روک لو اے اللہ کے نیک بندو! اس کو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ عزوجل کے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان لله ملائکة فی الارض سوی الحفظة، یکتبون ما یسقط من ورق الشجر، فاذا اصاب احدکم عرجة بارض فلاة، فلیناد: اعینوا عباد الله. [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عتبة بن غزوان عن نبی الله صلی الله علیه وسلم قال اذا اضل احدکم شیئا او اراد عونا وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد الله اعینونی فان لله عبادا لا نراهم وقد جرب ذلک رواه الطبرانی ورجاله وثقوا علی ضعف فی بعضهم الا ان یزید بن علی لم یدرک عتبة [4]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر دے یا مدد چاہے درآں حالیکہ وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ یہ امر مجرب ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے بعض راویوں کی ضعف کے باوجود ان کی توثیق کی گئی ہے البتہ یزید بن علی نے حضرت عتبہ کو نہیں پایا۔

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ (ذکرہ ۱۳۹۰ھ)
[2] حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶۲، مطبوعہ مطبع مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد
[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ
[4] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ما یسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ فلیناد اعینوا عباد اللہ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب کسی ویران زمین پر کسی کو مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو میری مدد کرو۔

عن عبد اللہ بن مسعود انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا فان للہ حاضرا فی الارض سیحبسہ رواہ ابو یعلی والطبرانی و زاد سیحبسہ علیکم۔ وفیہ معروف بن حسان وھو ضعیف۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کی سواری کسی ویران زمین پر بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو روک لو، اے اللہ کے نیک بندو روک لو، اے اللہ کے نیک بندو روک لو" کیونکہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے روکنے والے ہیں جو اس کو عنقریب روک لیں گے، اس کو امام ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے وہ اس کو تمہارے لیے روک لیں گے۔

رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ نووی امام ابن السنی کی کتاب سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابۃ اظنھا بغلۃ، وکان یعرف ھذا الحدیث، فقالہ فحبسھا اللہ علیھم فی الحال۔ وکنت انا مرۃ مع جماعۃ فانفلتت منھا بھیمۃ وعجزوا عنھا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ھذا الکلام۔ [3]

مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے عالم تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی، ان کو اس حدیث کا علم تھا، انھوں نے یہ کلمات کہے لے اللہ کے بندو روک لو، اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔ (علامہ نووی فرماتے ہیں:) ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا، اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی، وہ اس کو روکنے سے عاجز آ گئے، میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رک گئی۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۱۳۲، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۱۳۲، " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع رابع، ۱۳۷۵ھ

ملا علی قاری نے بھی علامہ نووی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ [۱]

شیخ شوکانی نے بھی علامہ نووی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ [۲]

ملا علی قاری "یا عباد اللہ" کی شرح میں لکھتے ہیں:

المراد بهم الملائكة او المسلمون من الجن او رجال الغيب المسمون بالابدال [۳]

"اے اللہ کے بندو!" اس سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا اس سے مردانِ غیب مراد ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں۔ (یعنی اولیاء اللہ)

شیخ محمد بن جزری نے حصن حصین میں اس حدیث کو طبرانی، ابو یعلیٰ، ابن السنی، بزار اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے درج کیا ہے، ان تمام روایات کو درج کرنے کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال بعض العلماء الثقات هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرون وروى عن المشائخ انه مجرب۔ [۴]

بعض ثقہ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے، اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ امر مجرب ہے۔

شیخ شوکانی حضرت ابن عباس کی روایت میں لکھتے ہیں:

قال في مجمع الزوائد رجاله ثقات وفي الحديث دليل على جواز الاستعانة بمن لا يراهم الانسان من عباد الله من الملائكة وصالحي الجن وليس في ذلك بأس كما يجوز للانسان ان يستعين ببني آدم اذا عثرت دابته او انفلتت۔ [۵]

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں، جیسے فرشتے اور صالح جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت یا محمداہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے تھے۔

جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

---

[۱] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین شرح حصن حصین علی ہامش الدر الغالی ص ۹۶۶ مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

[۲] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۱۵۵ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[۳] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۸ مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

[۴] الحرز الثمین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۹

[۵] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶-۱۵۵ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

ثم برز خالد، ودعا الی البراز ونادی بشعارهم وکان شعارهم یا محمداه فلم یبرز الیه احد الا قتله[1]

پھر حضرت خالد بن ولید نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت (قتال) دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا، پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے تھے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن کثیر بھی جنگ کے اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارهم یومئذ یا محمداه[2]

پھر حضرت خالد نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔

حافظ ابن اثیر اور ابن کثیر نے یہ تصریح کی ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین میں شدائد اور ابتلاء کے وقت یا محمداہ کہنے کا معمول تھا، ندائے غائب کے منکرین کے ہاں حافظ ابن کثیر کی بہت پذیرائی ہے، اور ان کا یہ لکھنا عہد صحابہ و تابعین میں یا محمداہ کہنے کا معمول تھا ان کے خلاف قوی حجت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر "یا محمد" کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ اس حوالے کی تفصیل اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف

شیخ رشید احمد گنگوہی "یا رسول اللہ انظر حالنا یا نبی اللہ اسمع قالنا" کے جواز یا عدم جواز کی بحث میں لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے، یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں، یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مولف پر طعن ہو سکتا ہے (الی قولہ) مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔[3]

گویا یا محمد یا رسول اللہ کے نعروں سے علماء دیوبند کا منع کرنا ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی سے سوال کیا گیا:

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یا رسول کبریا فریاد ہے، یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے، مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ، میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے" کیسے ہیں؟

---

[1] امام محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت
[2] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۷۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال سے جائز ہیں اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقائد کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوں گے۔ ؎۱

عام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں سمجھتے، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے آپ پر حقائق غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں جس طرح ہم کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے ہم پر عالم شہادت کے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں، نہ ہم بذاتہ شہادت (عالم ظاہر) کے عالم ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ غیب کے عالم ہیں، ہم پر اللہ تعالیٰ نے عالم شہادت منکشف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل نے عالم غیب بھی منکشف کیا، یہی عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور شیخ گنگوہی کی تصریح کے مطابق یہ شرک اور معصیت نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ علماء اہل سنت اپنی تقاریر اور تصانیف میں عوام کو یہ فرق ہمیشہ سے ہر دور میں بتاتے رہے ہیں اور عام مسلمان اس فرق کو جانتے ہیں اس لیے عوام کے جلسوں میں بھی اس قسم کے اشعار پڑھنا جائز ہیں، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور اس کی عبادت بجا لاتا ہے اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل سامع یا مستقل عالم گردانتا ہے البتہ ذاتی و ابدی کا علم ہے یا اس کو کوئی جواب نہیں ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیوے اور بعض حالات تصرف میں حق تعالیٰ ہی معترف ہے، اولیاء ظاہر میں مصروف ہی معلوم ہوتے ہیں، ایسی حالت کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کیا کرتا ہے۔ ؎۲

شیخ محمود الحسن ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ ؎۳

شیخ رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: دعا میں بحق رسول و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں، بعض فقہاء و محدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرما لیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں، سو اس واسطے منع کرتے

ف۔ آپ کو تمام حقائق غیبیہ کا علم نہیں، البتہ تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسا قطرہ سمندر کے سامنے ہو اور اللہ عزوجل کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلہ میں آپ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہے۔

۱۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۵، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

۲۔ " " " "، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۹

۳۔ شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ، حاشیۃ القرآن الحکیم ص ۲، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

اور مشابہ معتزلہ ہوگئے تھے لہذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہ بہم پہنچا دے فقط۔[1]

شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

یہاں ہم صرف المہند کی عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے:

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے شیخ مولانا شیخ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے (انتہیٰ المہند ص ۱۲، ۱۳)۔[2]

شیخ اشرف علی تھانوی؛ امام طبرانی اور امام بیہقی کے حوالہ سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(ف) اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃ بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔[3]

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے زمانہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اس کے متعلق شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۶، البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۹۱) اور مؤرخ عبد الرحمان بن محمد بن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے (ابن خلدون ج ۲ ص ۹۲۹)

یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے، خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے، بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی (المتوفی ۶۰ھ) رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کاروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کاروائی کا حکم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین کے تحت سنیت کا ہو گا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہو گا۔

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۱۴۳، مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۲۵۳، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

یہ واقعہ حضرت عمر نے جب دیگر حضرات صحابہ کرام سے بیان فرمایا تو انہوں نے صدق بلال فرما کر اس کی پُرزور تائید و تصدیق کی لہٰذا اس واقعہ کو خواب یا اعرابی اور جنگلی کا قصہ تصور کر کے گلو خلاصی چاہنا یا جلیل القدر اور معروف و مشہور صحابی کو مجہول العین والحال کہنا دین سے خالص تمسخر اور تلعب ہے، حضرات صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنا مضمون حدیث ما انا علیہ واصحابی باعث نجات اور رشد و فلاح ہے۔ [1]

نیز شیخ محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں متعدد کتابوں میں آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب دعا کا تذکرہ ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے کہ عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے اور اگر بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنا کر آیا ہوں، اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا، اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عتبی جا کر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰) یہ واقعہ امام نووی نے کتاب الاذکار ص ۱۵۵ طبع مصر میں اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی الحنفی المتوفی ۷۱۰ھ نے اپنی تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۹۹ میں اور علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام ص ۴۶ میں اور شیخ عبد الحق نے جذب القلوب ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحر العلوم عبد العلی نے رسائل الارکان ص ۲۸۰ طبع لکھنؤ میں نقل کیا ہے اور علامہ علی بن عبد الکافی السبکی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ:

عتبی کی حکایت اس بارے میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً و حدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور امام محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے، اور غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۲) اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں "کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفا

[1] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۵۲ - ۳۴۹، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں اور (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کرکے آخر میں لکھتے ہیں کہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰) ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنیٰ میں صریح ہے (شفاء السقام ص ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن قیم اور شیخ ابن الہادی وغیرہم کی ایک یہ دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے ایسی کارروائی ثابت نہیں اگر یہ جائز ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتے، اس کے جواب میں شیخ محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہ ان حضرات کا ایک علمی مغالطہ ہے کیونکہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سفارش کرانا اور طلب دعا، نہ تو فرض و واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ، تاکہ یہ حضرات اس پر خواہ مخواہ ضرور عمل کر کے دکھاتے اور اس کارروائی کے نہ کرنے پر وہ ملامت کیے جاتے اس کارروائی کے مقر اس کو صرف جائز ہی کہتے ہیں اور جواز کے اثبات کے لیے حضرت بلال بن الحارث کا یہ فعل جس کی حضرت عمر اور دیگر حضرات صحابہ کرام نے تائید کی ہے کیا کم ہے؟ اگر حضرت ابن عمر صحابی ہیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا تو یقین جانیے کہ حضرت بلال بن الحارث اور ان کی اس کارروائی کے مصدقین بھی صحابہ ہی ہیں، اگرچہ حافظ ابن تیمیہ یہ کارروائی تسلیم نہیں کرتے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کارروائی بعض متاخرین سے ثابت ہے (محصلہ قاعدہ جلیلہ ص ۲۷)۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اکابر اور اصاغر علماء دیوبند کے نزدیک یارسول اللہ کہنا جائز ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، بلکہ سنت اور مستحب ہے، اور ہم بھی اس سے زیادہ نہیں کہتے۔

ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کے متعلق جو ہم نے احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات نقل کی ہیں اس سے ہمارا صرف یہ منشاء ہے کہ عام مسلمان جو شدائد اور ابتلاء میں یارسول اللہ اور یاغوث کہہ کر پکارتے ہیں ان کا یہ پکارنا شرک نہیں ہے اور اس نداء کو شرک کہنا شدید ظلم اور زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہ کو بہر حال اللہ کی مخلوق اور اس کا مقرب بندہ گردانتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہر فعل اور ہر تصرف اللہ تعالیٰ کے اذن اس کی مشیت اور اس کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہوں یا عام انسان، اس کائنات میں جس سے بھی جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے صادر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی انسان کو کسی شے پر ذرہ برابر بھی قدرت نہیں ہے اور اس اعتقاد کے ساتھ ندائے غیر اللہ کو علماء دیوبند بھی جائز کہتے ہیں، جیسا کہ شیخ گنگوہی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

[1] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۶۵۔۳۶۴، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[2] " " " تسکین الصدور ص ۳۵۴

اس اعتقاد کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد اور استغاثہ کرنا ہر چند کہ جائز ہے لیکن افضل احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استغاثت کی جائے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال كنت خلف النبي صلى الله عليه وسلم يوما فقال يا غلام اني اعلمك كلمات احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك اذا سالت فاسئل الله و اذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشيء لم ينفعوك الا بشيء قد كتبه الله لك وان اجتمعوا على ان يضروك لم يضروك الا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف هذا حديث حسن صحيح[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن ایک سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اللہ کو سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو اور جان لو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اگر تمام لوگ تم کو نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ[2]، امام ابن سنی[3] اور امام ابن عبد البر[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم اور تلقین کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اسی سے مدد چاہیں، اور دعا میں مستحسن طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگیں اور زیادہ محفوظ اور زیادہ سلامتی اس میں ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں تاکہ دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سایہ فگن رہے اگر کسی خاص حاجت میں دعا مانگی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے۔

ہمارے فاضل معاصر علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف لکھتے ہیں:

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور مددگار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۸۵-۸۶، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۸ھ
[3] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۳۷، مطبوعہ مطبع مجلس دائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۵ھ
[4] حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، التمہید ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ

مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اسی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز مجاز ہے، یا بارگاہ انبیاء و اولیاء سے درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں بر لائے۔ اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔[۲]

خلاصہ یہ ہے کہ ندائے غیر اللہ اعتقاد مذکور کے ساتھ ہر چند کہ جائز ہے، لیکن افضل، اولیٰ اور احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استغاثت کی جائے جیسا کہ حدیث مذکور کا تقاضا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد، ندا اور توسل کے متعلق میں نے بہت طویل بحث کی ہے، کیونکہ ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں جانبین سے غلو کیا جاتا ہے، شیخ ابن تیمیہ، ابن القیم اور ابن الہادی کے پیروکار اور علماء دیوبند غیر اللہ سے استمداد اور وصال کے بعد ان کے توسل سے دعا مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں اور بعض غالی اور ان پڑھ عوام اللہ سے دعا مانگنے کے بجائے ہر معاملہ میں غیر اللہ کی دہائی دیتے ہیں، انہی کو پکارتے ہیں اور انہی کی نذر مانتے ہیں، سو میں نے چاہا کہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حق کو واضح کر دوں، تاکہ بلاوجہ کسی مسلمان کو مشرک کہا جائے نہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغاثت کا سلسلہ منقطع کیا جائے اور نہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی کی جائے۔

الٰہ العلمین! ان سطور میں اثر آفرینی پیدا فرما، اور جانبین سے غلو کرنے والوں کو اعتدال کی راہ اور صراط مستقیم پر گامزن فرما، مجھے اس کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ بنا دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

باب ۸۹۹ صِلَةِ أَصْدِقَاءِ الْأَبِ وَالْأُمِّ وَنَحْوِهِمَا — والدین کے دوستوں سے نیکی کرنے کا بیان

۶۳۹۰۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ ابْنُ دِينَارٍ فَقُلْنَا لَهُ أَصْلَحَكَ اللّٰهُ إِنَّهُمُ الْأَعْرَابُ وَإِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا، حضرت عبد اللہ نے اس کو سلام کیا، اور جس گدھے پر خود سوار تھے اس دیہاتی کو بھی اس پر سوار کر لیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کو عطا کر دیا، ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، یہ دیہاتی لوگ ہیں یہ معمولی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا اس شخص کا باپ حضرت عمر بن الخطاب کا دوست تھا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی

[۲] علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، ندائے یا رسول اللہ ص ۱۲، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

بْنِ الْخَطَّابِ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ۔

بیٹا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرے۔

٦٣٩١۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبَرُّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيهِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرے۔

٦٣٩٢۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ إِذَا مَلَّ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذَلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ قَالَ بَلَى فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ وَقَالَ ارْكَبْ هَذَا وَالْعِمَامَةَ قَالَ اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هَذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کو جاتے تو سہولت کے لیے اپنے گدھے کو ساتھ لے جاتے، جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور اپنے سر پر عمامہ باندھتے تھے، ایک دن وہ اپنے گدھے پر جا رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک دیہاتی گزرا، حضرت ابن عمر نے اس سے پوچھا کیا تم فلاں بن فلاں کے بیٹے نہیں ہو؟ اس نے کہا کیوں نہیں! حضرت ابن عمر نے اس کو اپنا گدھا دے دیا اور فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنا عمامہ اس کو دیا اور فرمایا اس کو اپنے سر پر باندھ لو، حضرت ابن عمر سے ان کے بعض اصحاب نے کہا: آپ نے اس دیہاتی کو یہ گدھا دے دیا حالانکہ آپ کو اس سے سہولت تھی اور آپ نے اس کو وہ عمامہ دے دیا جس کو آپ باندھتے تھے، حضرت ابن عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ سب سے اچھی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے اور اس کا باپ حضرت عمر فاروق کا دوست تھا۔

ماں باپ کی وفات کے بعد ان سے نیکی کرنے کے طریقے

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں بنو سلمہ کا ایک شخص آیا، اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لیے استغفار کرو، جس شخص سے انہوں نے کوئی وعدہ کیا تھا اس وعدہ کو پورا کرو، جن کے ساتھ وہ صلہ رحمی کرتے تھے

ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ان کے دوستوں کی تعظیم و تکریم کرو۔ [1]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔ [2]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! سعد کی والدہ فوت ہوگئیں، تو کون سی چیز کا صدقہ کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا پانی کا سو انھوں نے کنواں کھدوا دیا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں، وہ اس وقت موجود نہ تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری غیر موجودگی میں میری والدہ فوت ہوگئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ [3]

بَابُ تَفْسِيْرِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ — نیکی اور گناہ کی تفسیر

۶۳۹۳ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَیْمُوْنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ۔

نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: اچھا خلق نیکی ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتی ہے، اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

۶۳۹۴ - حَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِیَةُ (یَعْنِیْ ابْنَ صَالِحٍ) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ اَقَمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ سَنَةً مَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہا اور مجھے آپ سے سوالات کرنے کے سوا اور کوئی چیز ہجرت کرنے سے مانع نہیں تھی، ہم میں سے جو شخص بھی ہجرت کر لیتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶، " " " " " "

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الْهِجْرَةِ اِلَّا الْمَسْئَلَةُ كَانَ اَحَدُنَا اِذَا هَاجَرَ لَمْ يَسْاَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَالَ فَسَاَلْتُهُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔

متعلق سوال نہیں کرتا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی اچھا خلق ہے، اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

دل میں کھٹکنے والی چیز کے گناہ ہونے کی وضاحت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بر (نیکی) اچھا خلق ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بر (نیکی) کا لفظ صلہ رحمی، الصدق، ملاطفت، حسن صحبت اور حسن معاشرت میں مشترک ہے اور حسن خلق کا لفظ ان تمام معانی کو جامع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

مازری نے کہا ہے یعنی جس کام کے متعلق انسان کو شرح صدر نہ ہو اور اس کو اس میں گناہ کا خوف ہو، علامہ خطابی نے کہا یعنی جس کام میں دل میں تنفر اور الجھن پیدا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی تعریف کو قلبی کیفیت پر موقوف کر دیا اور اس کی واضح تعریف نہیں فرمائی کیونکہ آپ سے سوال کرنے والے صحابی تھے جن کا دل صاف اور روشن تھا اور جس کا دل صاف اور روشن ہو اس کے دل میں خلاف شرع خفیف سے کام سے بھی اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اس کے برخلاف جو عادی مجرم ہو وہ بڑی دیدہ دلیری سے بڑے سے بڑا گناہ کر لیتا ہے اور اس کو ذرا پشیمانی نہیں ہوتی ایک اور حدیث میں ہے:

الاثم حواز القلوب۔ گناہ دل کی الجھن اور تکلیف ہے۔

لیکن جن کے دل نور اسلام سے منور اور علم شریعت سے روشن ہیں ان کے دل میں جو چیز چبھ جائے وہ گناہ ہے، اور جس شخص کا دل نور علم سے روشن نہ ہو اور جو کٹ حجت اور ڈھیٹ ہو اس کے سامنے گناہ کی یہ تفسیر بیان نہ کی جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہ کرنا اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے نہ رکنا گناہ ہے۔ اور گناہ دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی، ظاہری گناہ وہ ہیں جو اعضاء ظاہرہ سے کیے جائیں اور باطنی گناہ دل کی معصیت کے ہیں۔[1]

بَابُ ۹۱ صِلَةِ الرَّحِمِ وَتَحْرِيْمِ قَطِيْعَتِهَا

صلہ رحم کا حکم اور قطع رحمی کی ممانعت

۶۳۹۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جَمِيْلِ بْنِ طَرِيْفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ) عَنْ مُعَاوِيَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا حتیٰ کہ جب وہ ان سے فارغ ہو گیا تو رحم نے کھڑے ہو

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

وهو ابن ابي مزرد مولى بني هاشم حدثني عمي ابو الحباب سعيد بن يسار عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق الخلق حتى اذا فرغ منهم قامت الرحم فقالت هذا مقام العائذ من القطيعة قال نعم اما ترضين ان اصل من وصلك واقطع من قطعك قالت بلى قال فذاك لك ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرءوا ان شئتم فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم افلا يتدبرون القران ام على قلوب اقفالها.

کہا یہ قطع رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے واصل ہوں گا جو تم سے واصل ہوگا اور اس سے منقطع ہوں گا جو تم سے منقطع ہوگا، رحم نے کہا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارا حق ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیات پڑھو: (ترجمہ:) تو کیا تم اسی بات کے قریب ہو کہ اگر تم حکومت حاصل کرلو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

٦٣٩٦ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب واللفظ لابي بكر قالا حدثنا وكيع عن معاوية بن ابي مزرد عن يزيد بن رومان عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھ سے تعلق جوڑا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے ساتھ تعلق منقطع کیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق منقطع کرے گا۔

٦٣٩٧ - حدثني زهير بن حرب وابن ابي عمر قالا حدثنا سفيان عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يدخل الجنة قاطع قال ابن ابي عمر قال سفيان يعني قاطع رحم.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع (رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سفیان نے کہا یعنی قاطع رحم۔

٦٣٩٨ - حدثني عبد الله بن محمد بن اسماء الضبعي حدثنا جويرية عن مالك عن الزهري ان محمد بن جبير بن مطعم اخبره ان اباه اخبره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يدخل الجنة قاطع رحم.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع رحم جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

٦٣٩٩ - حدثنا محمد بن رافع وعبد بن

اسی سند کے ساتھ اس کی مثل مروی ہے، حضرت

الْحُسَيْنِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۶۴۰۰ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

۶۴۰۱ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

۶۴۰۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے (بعض) رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری کے ساتھ پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اگر تو درحقیقت ایسا ہی کرتا ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو، اور جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔

صلہ رحم کا معنی اور کن لوگوں سے صلہ کرنا واجب ہے؟

اس باب کی حدیث میں ہے رحم کھڑا ہو جائے گا اور رحم عرش سے لٹک جائے گا اور کہے گا جس نے مجھ سے وصل کیا اللہ اس سے وصل کرے گا اور جس نے مجھ کو قطع کیا اللہ اس سے قطع تعلق کرے گا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ رحم جس سے وصل اور قطع کیا جاتا ہے وہ ایک معنی ہے، جسم اور مجسم نہیں ہے، رحم قرابت اور نسبت ہے جس کا جامع والدہ کا رحم ہے اور اس کی وجہ سے بعض، بعض کے ساتھ متصل ہوتے ہیں اور اس

اتصال کو رحم کہتے ہیں، اتصال ایک معنی مصدری ہے اور معنی مصدری میں قیام اور کلام متصور نہیں ہوتا، سو رحم کے کھڑے ہونے اور اس کے کلام کرنے سے مثال اور استعارہ مراد ہے، اس مثال سے رحم کی فضیلت اور صلہ رحم کرنے والے کا اجر و ثواب اور قطع رحم کرنے والے کا عذاب بیان کرنا مقصود ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو اور رحم کے بولنے سے فرشتے کا بولنا مراد ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ وصل کی حقیقت رحمت اور شفقت ہے اللہ تعالیٰ کے وصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں پر لطف و کرم فرمائے گا اور بندوں پر احسان کرے گا اور ان کو نعمتوں سے نوازے گا، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطع رحم کرنا معصیت کبیرہ ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کا بیان ہے، البتہ صلہ رحم کے درجات ہیں جو بعض بعض سے ارفع ہیں، سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترک تعلق کو ختم کیا جائے اور کلام سے وصل کیا جائے خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو، حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے وصل کے درجات مختلف ہیں، بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، اگر کسی شخص نے مکمل وصل نہیں کیا اور کچھ وصل کر لیا تو اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا، اگر کسی شخص نے اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کی اور اس پر جتنا وصل تھا اتنا نہیں کیا تو اس کو وصل نہیں کہا جائے گا، اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس رحم کا صلہ واجب ہے اس کی حد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ جس سے نکاح حرام ہو ان سے صلہ رحم واجب ہے اس قول پر چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں سے صلہ رحم واجب نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحم واجب ہے اور تمام وہ رشتہ دار جو وراثت میں حصہ پا سکتے ہوں وہ سب ذوی الارحام ہیں، یہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حدیث میں باپ کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ محرم نہیں ہیں۔ [1]

قاطع رحم کے جہنمی ہونے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۲۹۹ میں ہے کہ قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، اس حدیث کی ایک توجیہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہ اور قطع رحم کی حرمت کے علم کے باوجود اس کو حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہے، جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جنت میں نہیں جائے گا، دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ سابقین اولین کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا بلکہ وہ کچھ دیر سے جائے گا جتنی دیر اللہ چاہے گا۔

صلہ رحم سے رزق اور عمر بڑھنے کا قضاء و قدر سے تعارض اور اس کا جواب

حدیث نمبر ۶۳۰۰ میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عمر اور رزق تو تقدیر الٰہی میں مقرر اور معین ہو چکے، اب ان میں زیادتی کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ عمر کے متعلق قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

ولکل امۃ اجل ج فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

ہر گروہ کے لیے ایک مدت مقرر ہے، جب ان کا وقت مقرر آ جائے گا تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکیں گے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(اعراف: ۳۴) نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

اس اشکال کے علماء نے متعدد جوابات دیئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب یہ ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ عمر میں برکت دی جائے، اور عبادات کی توفیق دی جائے، اور اس کی زندگی کے اوقات کو ان کاموں پر صرف کیا جائے جو اس کے لیے آخرت میں نفع آور ہوں اور غیر مفید کاموں میں ضیاع وقت سے اس کو محفوظ رکھا جائے، دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر اور رزق میں زیادتی کا تعلق تقدیر معلق سے ہے تقدیر مبرم سے نہیں ہے، مثلاً فرشتوں کو لوح محفوظ میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہے اور اگر اس نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر چالیس سال بڑھا دی جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا نہیں اور اس کی عمر کتنی ہے قرآن مجید کی اس آیت سے یہی مراد ہے اور یہی تقدیر مبرم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا میں اس کا ذکر جمیل باقی رہے گا اور اس کے اعمال صالحہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا، قرآن مجید میں ہے:

انا نحن نحي الموتی و نکتب ما قدموا و اٰثارھم. (یٰسین: ۱۲) بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور نشانات کو ہم لکھ رہے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین (شعراء: ۸۴) میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ۔

سو عمر میں زیادتی کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال کے ثواب اور اس کے ذکر جمیل کو جاری رکھے۔

حدیث نمبر ۶۴۰۲ میں ہے: جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحم کرتا ہے وہ ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطع رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حسن سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کرکے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو نیز اس حدیث میں ہے: "جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا" اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دے کر تمہاری مدد کرے گا اور دنیا میں اور آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دیگا تم اس کو سلام مت کرو، کیونکہ تم سلام کرکے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو، یہ نکتہ غلط ہے، بلکہ تم اس کو سلام کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کرلے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سنت کو مت ترک کرو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے، کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حسن سلوک پر دوام اور بقاء کی ہدایت دی، اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقع ملتا ہے۔[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ٩٠٢ تَحْرِيمِ التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ وَالتَّدَابُرِ

حسد، بغض اور کسی سے روگردانی کرنے کی حرمت

٦٤٠٣ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور اللہ کے بندے، بھائی بھائی ہو جاؤ، ایک مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔

٦٤٠٤ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو مزید سندیں بیان کیں۔

٦٤٠٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَلَا تَقَاطَعُوا.

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں "لا تقاطعوا" "قطع تعلق نہ کرو" کے الفاظ ہیں۔

٦٤٠٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رِوَايَةُ يَزِيدَ عَنْهُ فَكَرِوَايَةِ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ يَذْكُرُ الْخِصَالَ الْأَرْبَعَةَ جَمِيعًا وَأَمَّا حَدِيثُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا.

عبد الرزاق کی روایت میں ہے: حسد نہ کرو، ترک تعلق نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے روگردانی کرو۔

٦٤٠٧ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔

۶۴۰۸ - حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ -

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں ہے جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

تدابر کا معنی ہے ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا، یا ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا کیونکہ ہر شخص دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے اور حسد کا معنی ہے کسی شخص کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یہ حرام ہے، اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ، اس کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کا سا معاملہ کرو، اور شفقت، محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی میں تعاون کرتے رہو اور خلوص اور صاف دل کے ساتھ رہو، اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے رہو، بعض علماء نے کہا بغض کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ ان اسباب اور بری خواہشات سے باز رہو جو بغض کو پیدا کرتی ہیں۔

بَابُ ۹ تَحْرِيمِ الْهَجْرِ فَوْقَ ثَلَاثٍ بِلَا عُذْرٍ شَرْعِيٍّ

بغیر عذر شرعی کے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنے کی حرمت

۶۴۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھے، دونوں باہم ملیں تو یہ اس سے منہ موڑے اور وہ اس سے منہ موڑے، ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

۶۴۱۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ وَمِثْلِ حَدِيثِهِ إِلَّا قَوْلَهُ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا فَإِنَّهُمْ جَمِيعًا قَالُوا فِي حَدِيثِهِمْ غَيْرَ مَالِكٍ فَيَصُدُّ هٰذَا وَيَصُدُّ هٰذَا.

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں، ان سب میں یہ الفاظ ہیں "فیصد هذا ویصد هذا"۔

۶۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

اَبِیْ فُدَیْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (وَهُوَ ابْنُ عُثْمَانَ) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے تین دن کے بعد ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

۶۴۱۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ ثَلَاثٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن کے بعد ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

تین دن تک ترک تعلق معاف رکھنے کی وجہ

علامہ نووی لکھتے ہیں: علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تین دن تک ترک تعلق رکھنا جائز ہے، اور تین دن کے لیے ترک تعلق اس لیے معاف کیا گیا ہے کہ غضب اور غصہ انسان کی فطرت میں ہے، اور تین دن میں غیظ و غضب کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے جو علماء مفہوم مخالف کے قائل نہیں ہیں وہ تین دن کے لیے ترک تعلق کی رخصت کے بھی قائل نہیں ہیں۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ سلام کرنے سے ترک تعلق ختم ہو جاتا ہے، اور ترک تعلق کا گناہ اٹھ جاتا ہے، فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خط دے یا پیغام بھیج دے تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اب ترک تعلق ختم ہو گیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک بات نہ کرے ترک تعلق ختم نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں" اس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ کفار بھی احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں اور اس حدیث میں مسلمان کی قید اس لیے ہے کہ مسلمان ہی احکام شرعیہ کو قبول کرتے ہیں اور ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔[1]

بہ طور تادیب اور عتاب تین دن سے زیادہ ترک تعلق کا جواز

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ جس ترک تعلق کی ممانعت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ حقوق معاشرت یا حقوق صحبت میں تقصیر کی بناء پر ایک دوسرے سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں یا کسی کے عیب نکالتے یا کسی دنیاوی معاملہ میں غضب ناک ہو کر ترک تعلق کر لیتے ہیں سو اس قسم کے معاملہ میں تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی شرعی عیب یا معصیت کی بناء پر ترک تعلق کیا جائے تو وہ جائز ہے کیونکہ جب تک اس شرعی عیب یا معصیت کو ترک نہ کیا جائے اور اس کام کا مرتکب اس سے توبہ نہ کر لے اس سے دائماً ترک تعلق رہیگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت کعب بن مالک اور ان کے اصحاب (جو سستی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے) سے ترک تعلق کیا جائے سوان سے پچاس دن ترک تعلق رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے ترک تعلق رکھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر سے ایک مدت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

تک ترکِ تعلق رکھا، اور کئی صحابہ کا اس حال میں انتقال ہو گیا کہ انھوں نے ایک دوسرے سے ترکِ تعلق کر رکھا تھا۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ تک اور حضرت کعب بن مالک سے پچاس دن تک ترکِ تعلق رکھنا بطور عتاب تھا، جب ازواجِ مطہرات نے مطالبہ نفقہ سے رجوع کر لیا اور حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول ہو گئی تو یہ عتاب اور ترکِ تعلق ختم ہو گیا، خیال رہے کہ سوشل بائیکاٹ اور چیز ہے یہ صرف مرتدین سے روا ہے یا ان لوگوں سے جو علانیہ معصیت کریں اور اس پر جم جائیں اور رجوع کرنے سے انکار کر دیں۔

حضرت ابن الزبیر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو ترکِ تعلق کیا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عوف بن طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بیع کی تھی یا کسی کو کوئی عطیہ دیا تھا، اس کے متعلق حضرت ابن الزبیر نے یہ کہا "بخدا حضرت عائشہ رک جائیں ورنہ میں ان کو تصرف کرنے سے روک دوں گا" حضرت عائشہ نے پوچھا کیا واقعی اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! انھوں نے یہ کہا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ کے لیے میری یہ نذر ہے کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بات نہیں کروں گی جب ترکِ تعلق کی مدت طویل ہو گئی تو حضرت ابن الزبیر نے اپنے متعلق سفارش کرائی، حضرت عائشہ نے فرمایا نہیں! میں ان کے متعلق کوئی سفارش قبول نہیں کروں گی، اور اپنی نذر باطل نہیں کروں گی، جب یہ ترکِ تعلق بہت طویل ہو گیا تو حضرت ابن الزبیر نے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبد الرحمن بن اسود بن عبد یغوث (یہ دونوں بنو زہرہ سے تھے) رضی اللہ عنہما سے کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو، کیونکہ ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطعِ تعلق کرنے کی نذر مانیں، حضرت مسور اور حضرت عبد الرحمن اپنی اپنی چادریں لپیٹے ہوئے گئے اور حضرت عائشہ سے آنے کی اجازت طلب کی اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا ہم آ سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا آ جاؤ! انھوں نے پوچھا کیا ہم سب آ جائیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں تم سب آ جاؤ! حضرت عائشہ کو یہ علم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر بھی ہیں، جب یہ سب داخل ہوئے تو حضرت ابن الزبیر حجاب کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور رونے لگے (حضرت ابن الزبیر حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) حضرت ابن الزبیر حضرت عائشہ کو قسم دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور اور حضرت عبد الرحمن بھی حضرت عائشہ کو بات کرنے کے لیے قسم دینے لگے، اور کہنے لگے کہ آپ جانتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ترکِ تعلق سے منع کیا ہے، اور یہ کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی سے ترکِ تعلق کرنا جائز نہیں ہے، جب انھوں نے حضرت عائشہ سے بہت اصرار کیا اور حرج کا بیان کیا تو حضرت عائشہ بھی رونے لگیں اور اپنی نذر کا ذکر کیا اور کہا میں نذر مان چکی ہوں اور نذر کا معاملہ بہت سنگین ہے، وہ دونوں پھر اصرار کرنے لگے حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے بات کر لی، اور اپنی نذر کے کفارہ سے میں چالیس غلام آزاد کر دیئے، اس کے بعد حضرت عائشہ اپنی نذر کو یاد کر کے روتی تھیں حتیٰ کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن الزبیر کی خالہ تھیں اور ام المومنین تھیں، جب حضرت ابن الزبیر نے حضرت عائشہ کے متعلق دل آزار کلمات کہے تو ان کا یہ فعل عقوق الوالدین کے قبیل سے تھا، اس لیے حضرت عائشہ نے تادیباً ان سے کلام ختم کر دیا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بطور عتاب اور تادیب تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرنا جائز ہے۔ یہ بحث آذکل تعلق

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ، ص ۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کی حتیٰ ، باقی رہا قطع تعلق تو وہ صرف مرتدین ، مخالفین اسلام اور معصیت پر اصرار کرنے والوں کے ساتھ جائز ہے۔

اہل بدعت اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بھا و یستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔

(نساء: ۱۴۰)

اور بے شک کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، (ورنہ) بلاشبہ تم (بھی) انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

(انعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب!) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیرلے حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور (اے مخاطب!) اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد قوم ظالمین کے ساتھ نہ بیٹھو۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

(ھود: ۱۱۳)

جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی طرف مائل نہ ہو، ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار!

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو (پہلے) تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، سو تم ان سے دور رہو، وہ تم سے دور رہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یجلس علی مائدۃ یدار علیہم الخمر ھذا حدیث حسن غریب [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔

اس حدیث کو امام دارمی [2]، امام احمد بن حنبل [3] اور امام طبرانی [4] نے بھی روایت کیا ہے، اور حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے [5]

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مجوس ھذہ الامۃ المکذبون باقدار اللہ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشہدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیہم [6]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر الٰہی کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے دعا قنوت تعلیم کی، اس میں یہ الفاظ ہیں:

نخلع ونترک من یفجرک [7]

جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں

امام ابوداؤد نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

نخلع ونترک من یکفرک [8]

جو تیرا کفر کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں

امام بیہقی نے بھی یہ الفاظ روایت کیے ہیں [9]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

قال ابو قلابۃ لا تجالسوا اھل الاھواء ولا تجادلوھم فانی لا اٰمن ان یغمسوکم فی ضلالتہم او یلبسوا علیکم ما کنتم

ابو قلابہ نے کہا بدمذہب لوگوں کے پاس مت بیٹھو، اور نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں مبتلا کر دیں گے یا تم پر تمہارے مسلک کو

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[2] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰، ج ۳ ص ۳۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ عراق

[5] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[6] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[7] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[8] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[9] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

تعرفون بله | مشتبہ کر دیں گے۔

عن ابن عمر انه جاءه رجل فقال: ان فلانا يقرء عليك السلام قال بلغني انه قد احدث فان كان احدث فلا تقرء عليه السلام[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر کہا فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ شخص بدعتی ہو گیا ہے اگر وہ واقعی بدعتی ہو گیا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔

عن الحسن وابن سيرين انهما قالا: لا تجالسوا اهل الاهواء ولا تجادلوهم ولا تسمعوا منهم[2]

حسن البصری اور ابن سیرین نے کہا بدمذہب لوگوں کے پاس مت بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان سے احادیث سنو۔

ملا علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن معاذ من مشى الى صاحب بدعة ليوقره فقد اعان على هدم الاسلام[3]

(طبرانی وحلیۃ الاولیاء)

حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرنے کے لیے گیا، اس نے اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کی۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات

امام قرطبی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰: انکم اذا مثلهم "اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو تم ان ہی جیسے ہو گے" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب اصحاب معصیت سے کوئی معصیت ظاہر ہو تو ان سے اجتناب کرنا واجب ہے کیونکہ جو شخص ان سے اجتناب نہیں کرے گا وہ ان کے فعل پر راضی ہو گا، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا انکم اذا مثلهم، سو ہر وہ شخص جو کسی معصیت کی مجلس میں بیٹھا اور اس نے معصیت پر انکار نہیں کیا تو وہ ان لوگوں کے گناہ میں برابر کا شریک ہے، اس پر لازم ہے کہ جب وہ لوگ معصیت کے متعلق گفتگو کریں یا اس پر عمل کریں تو ان پر انکار کرے اور اگر انکار کی قدرت نہیں رکھتا تو اٹھ جائے تاکہ اس آیت کا مصداق نہ بنے، حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو شراب پیتے ہوئے پکڑا، ان میں سے ایک شخص کے متعلق آپ کو بتایا گیا کہ وہ روزہ دار ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ آیت پڑھی انکم اذا مثلهم یعنی معصیت پر راضی ہونا بھی معصیت ہے، حتیٰ کہ فاعل اور جو اس فعل پر راضی ہو، دونوں کو سزا دی جائے گی۔[5]

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] 〃 〃 〃 〃، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۱-۹۰، 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۱

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۱۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۸ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اہل کبائر کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، ابن خویز منداد نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرے اور ان کا مذاق اڑائے اس کی مجلس کو چھوڑنا واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اور ہمارے اصحاب نے دشمن کے ملک اور ان کی عبادت گاہوں اور کفار اور اہل بدعت کی مجالس میں داخل ہونے سے منع کیا ہے، ان سے دوستی رکھی جائے نہ ان سے کلام کیا جائے نہ ان سے بحث کی جائے۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کے دل سے ایمان کے نور کو نکال دیتا ہے اور جس شخص نے کسی بدعتی سے اپنی لڑکی کی شادی کی اس نے قطع رحم کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے پر معاونت کی۔ (مستدرک الحاکم) اس حدیث سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ہو گیا کہ اگر انسان خود کو ان کے شر سے محفوظ رکھے تو پھر ان کی مجلس میں بیٹھنا صحیح ہے۔ [1]

سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۳ (ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں دوزخ کا عذاب ہو گا) کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کفر، اہل معصیت اور اہل بدعت سے قطع تعلق کرنا واجب ہے کیونکہ ان کی صحبت یا کفر ہے یا معصیت اور صحبت محبت سے خالی نہیں ہوتی، البتہ اگر کسی اضطرار کی وجہ سے کسی ظالم کے پاس بیٹھنا پڑے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ [2]

امام رازی شافعی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں ظالموں کے ساتھ محبت سے میل جول سے منع فرمایا ہے، محققین کے نزدیک ممانعت اس چیز میں ہے کہ ظالموں کے ظلم پر راضی ہو اور ان کے طریقہ کار کی تحسین و تزیین کرے، اور دوسرے علماء کے نزدیک کسی معاملہ میں بھی ظالموں کے ساتھ شریک ہونا منع ہے، البتہ دفع ضرر یا کسی فوری منفعت کے حصول کے لیے ظالموں سے ملنا جلنا ممنوع نہیں ہے۔ [3]

نیز امام رازی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ (انکم اذا مثلهم) اگر تم ظالموں کے ساتھ بیٹھو گے تو تم ان کی مثل ہو جاؤ گے کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اور جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر راضی ہو اور برائی کرنے والے کے ساتھ میل جول رکھے تو وہ بھی برائی کرنے والے کے گناہ میں برابر کا شریک ہو گا خواہ اس نے اس برائی کا ارتکاب نہ کیا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے لفظ مثل کا ذکر کیا ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی شخص ظالموں اور فاسقوں کے ساتھ بحالت ظلم اور فسق میں بیٹھنے پر راضی ہو، لیکن اگر وہ اس ظلم اور فسق پر ناراض ہو اور کسی اضطرار اور مجبوری کی بنا پر خوف سے بیٹھا ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔ [4]

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[2] " " " " الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۰۸ " "

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] " " " تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۲۲ " " "

علامہ سید آلوسی حنفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسقوں اور ہر قسم کے بدعتیوں کی مجلس میں بیٹھنا حرام ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، ابو وائل اور عمر بن عبد العزیز کا یہی مسلک ہے، اور ہشام بن عروہ نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک روزہ دار کو دیکھا کہ وہ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے تو انھوں نے اس کو بھی سزا دی، جب ان کو یہ بتایا گیا کہ یہ روزہ دار ہے تو انھوں نے یہ آیت پڑھی، انکم اذا مثلہم۔ [1]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود اس مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا جا رہا ہو، ان کا استہزاء کیا جا رہا ہو اور ان کی تنقیص کی جا رہی ہو اور تم ان پر انکار کرو اور رد نہ کرو تو تم بھی اس استہزاء میں شریک ہو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انکم اذا مثلہم "یعنی تم بھی سزا اور گناہ میں شریک ہو گے، جیسا کہ حدیث میں ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دعوت میں نہ شریک ہو جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔ [2]

ترک تعلق اور قطع تعلق کے سلسلہ میں حرف آخر

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا باہمی رنجش میں تین دن تک ترک تعلق رکھنا مباح ہے، اور تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر تادیب اور عتاب مقصود ہو تو تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھنا بھی جائز ہے۔ اور جو لوگ علانیہ معصیت کریں اور اس پر ڈٹ جائیں اور توبہ نہ کریں اور اہل بدعت اور مخالفین اسلام سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے، قرآن مجید احادیث آثار اور فقہاء اسلام کی یہی تصریح ہے۔

تعلق توڑنے کے گناہ اور تعلق جوڑنے کے ثواب کے متعلق احادیث

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ہشام بن عامر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحل لمسلم ان یہجر مسلما فوق ثلاث فانہما ناکبان عن الحق ما داما علی صرامہما فاولہما فیئا سبقہ بالفیء کفارۃ فان سلم ولم یرد علیہ سلامہ ردت علیہ الملائکۃ ورد علی الآخر الشیطان فان ماتا علی صرامہما لم یجتمعا فی الجنۃ ابدا۔ [3]

حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے، جب تک وہ دونوں قطع تعلق رکھیں گے وہ حق کے راستے سے ہٹے رہیں گے، ان دونوں میں سے جو شخص پہلے تعلق جوڑنے کے لیے رجوع کرے گا، اس کا یہ رجوع اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا، اگر اس نے سلام کیا اور دوسرے نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا تو فرشتے اس کے سلام کا جواب دیں گے، اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا، اگر

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۰-۲۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

وہ اسی قطع تعلق پر مر گئے تو جنت میں کبھی جمع نہیں ہوں گے۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، امام احمد کی روایت کے راوی صحیح ہیں۔ [1]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یصافح اخاہ لیس فی صدر واحد منہما علی اخیہ حنۃ لم تتفرق ایدیہما حتی یغفر اللہ لہما ما مضی من ذنوبہما ومن نظر الی اخیہ لیس فی قلبہ او صدرہ حنۃ لم یرجع الیہ طرفہ حتی یغفر اللہ لہما ما مضی من ذنوبہما [2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اپنے بھائی سے اس حال میں مصافحہ کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کے سینہ میں اپنے بھائی کے خلاف کینہ نہیں ہوتا تو ان کے مصافحہ ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گزشتہ گناہ معاف فرما دے گا اور جس شخص نے اپنے بھائی پر اس حال میں نظر ڈالی کہ اس کے دل میں یا اس کے سینہ میں اس کے خلاف کینہ نہ ہو تو اس کی نظر واپس لوٹنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دے گا۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل الہجر فوق ثلاثۃ ایام فان التقیا فسلم احدہما علی الآخر فرد السلام اشترکا فی الاجر وان ابی الآخر ان یرد السلام بریٔ ہذا من الاثم وباء بہ الآخر وقد حسبت ان ماتا وہما متہاجران لا یجتمعان فی الجنۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ مقدام بن داؤد وہو ضعیف وقال ابن دقیق العید فی الامام انہ وثق [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے، اگر دونوں کی ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے، اور اگر دوسرے نے سلام کا جواب دینے سے انکار کیا، تو پہلا گناہ سے بری ہو گیا اور دوسرا گنہگار ہوگا، اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ دونوں ترک تعلق کی حالت پر مر گئے تو وہ جنت میں جمع نہیں ہوں گے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اپنے شیخ مقدام بن داؤد سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ ان کی توثیق کی گئی ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۸۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

بَابُ تَحْرِيمِ الظَّنِّ وَالتَّجَسُّسِ وَالتَّنَافُسِ وَنَحْوِهَا

بدگمانی، تجسس اور حرص کی ممانعت

۶۴۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَهَجَّرُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے ترک تعلق مت کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور کسی کا عیب تلاش نہ کرو اور کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب تلاش مت کرو، تناجش نہ کرو (کسی کو پھانسنے کے لیے کسی چیز کی زیادہ قیمت نہ لگاؤ) اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۶ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔

اسی سند سے روایت ہے: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور جس طرح اللہ تعالےٰ نے تم کو حکم دیا ہے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۷ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، حرص نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

حدیث نمبر ۶۴۲۳ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

ظن کی تعریف اور قرآن مجید میں ظن کے استعمال کے مواضع

منطق کی اصطلاح میں ظن تصدیق کی قسم ہے اور یہ جزم اور یقین کے مقابل ہے۔ جب انسان دو خبروں یا حکموں میں سے کسی ایک جانب کو ترجیح اور تغلیب دے دے اور اس کی مخالف جانب کو بھی مغلوب اور مرجوح درجہ میں جائز قرار دے تو یہ ظن ہے، اور اس کی مخالف جانب وہم ہے، مثلاً ایک انسان چار بار اپنا بلڈ پریشر چیک کرے، تین بار چیک کرنے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر نارمل ہو اور ایک بار چیک کرنے کے نتیجہ میں اس کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہو، تو اس کا ذہن اس حکم کو ترجیح دے گا کہ اس کا بلڈ پریشر نارمل ہے اور یہ حکم بدرجہ ظن ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین بار کا چیک اپ غلط ہو اور ایک بار کا صحیح ہو، اس لیے اس کا ذہن اس حکم کو بھی جائز قرار دے گا کہ اس کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہے لیکن یہ حکم بدرجہ وہم ممکن ہے اور اگر چاروں مرتبہ چیک کرنے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر نارمل ہو تو اس کو بلڈ پریشر نارمل ہونے کا جزم ہو گا، اگر یہ جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو تو اس کو یقین کہتے ہیں اس یقین کو علم سے بھی تعبیر کرتے ہیں، قرآن مجید میں ظن اور علم کا بکثرت استعمال ہوا ہے، اکثر جگہ ظن اپنے معنی میں اور علم اور یقین کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، اس کی مثال یہ ہے:

ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین۔ (جاثیہ: ۳۲)

(کفار نے کہا قیامت پر) ہمیں صرف ظن ہے، اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

وما لہم بذلک من علم ان ہم الا یظنون (جاثیہ: ۲۴)

انہیں (کفار کو مرنے کے بعد جینے کے انکار کا) کوئی علم نہیں ہے وہ صرف ظن کر رہے ہیں۔

ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن (نساء: ۱۵۷)

(حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانے کے متعلق) ان کو کوئی علم نہیں ہے البتہ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرصون۔ (انعام: ۱۱۶)

یہ کفار صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور وہ صرف غلط قیاس آرائی کرتے ہیں۔

وما یتبع اکثرہم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ (یونس: ۳۶)

اور ان کے اکثر لوگ (علم کے مقابلہ میں) ظن کی پیروی کرتے ہیں، اور بے شک ظن حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔

ان تمام آیات میں ظن کی جو مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ ظن ہے جو علم اور یقین کے مقابلہ میں کسی خلاف واقع حکم پر ظن ہو، قرآن مجید کی بعض آیات میں علم اور یقین پر بھی ظن کا اطلاق کیا گیا، اس کی مثال یہ آیات ہیں:

الذین یظنون انہم ملقوا ربہم۔ (بقرۃ: ۴۶)

جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

قال الذین یظنون انہم ملقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔

جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں، انہوں نے کہا: اللہ کے اذن سے بہت سی قلیل

(بقرہ: ۲۴۹)

جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔

بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا وقالوا ھذا افک مبین۔ (نور: ۱۲)

(ایسا) کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (تہمت کی) بات سنی تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیا ہوتا اور کہا ہوتا کہ یہ کھلا بہتان ہے۔

بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا وزین ذلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا۔ (فتح: ۱۲)

بلکہ تمہارا گمان تو یہ تھا کہ (اب) رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف ہرگز کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے، اور یہی بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی تھی، اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

ویعذب المنفقین والمنفقت والمشرکین والمشرکت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء۔ (فتح: ۶)

اور (تاکہ اللہ تعالیٰ) منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب دے، جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں، ان پر بدترین گردش ہے۔

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ۔ (آل عمران: ۱۵۴)

اور (منافقوں کا) ایک گروہ تھا جو اپنی جانوں کے غم میں گرفتار تھا، وہ اللہ پر ناحق بدگمانی کرتا تھا جاہلیت کی سی بدگمانی۔

بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حارثۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لازمات امتی الطیرۃ والحسد وسوء الظن فقال رجل ما یذھبھن یا

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تین چیزیں لازماً رہیں گی، بدفالی، حسد اور بدگمانی، ایک شخص نے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

رسول اللہ ومن هن فيه قال اذا حسدت فاستغفر الله واذا ظننت فلا تحقق واذا تطيرت فامض رواه الطبراني وفيه اسمعيل بن قيس الانصاري وهو ضعيف۔ [1]

عرض کیا: یا رسول اللہ! جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے؟ آپ نے فرمایا: جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور جب تم کوئی بدگمانی کرو تو اس پر تحقیق نہ کرو اور جب تم (کسی کام کے خلاف) بد فالی نکالو تو اس کام کو کر لو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں اسماعیل بن قیس انصاری ایک ضعیف راوی ہے۔

عن ابی حازم قال اشترينا من ابن عمر بيتا فجلس على الباب فكثر الغبار فقلنا يا ابا عبد الرحمن انا لا نأخذ الا حقنا ولا نخونك قال انى اخاف الظن رواه الطبرانى ورجاله ثقات۔ [2]

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر سے ایک مکان خریدا، وہ اس کے دروازے پر بیٹھ گئے پھر غبار بہت اڑا، ہم نے کہا: اے ابو عبد الرحمان! ہم آپ سے صرف حق وصول کریں گے اور آپ سے خیانت نہیں کریں گے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں بدگمانی سے ڈرتا ہوں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

بدگمانی کے حرام ہونے کا بیان

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے: "بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تجسس کرو اور نہ کسی کی ٹوہ میں رہو۔" ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں جس بدگمانی سے منع کیا ہے اس سے مراد تہمت ہے، اور ممنوع وہ تہمت ہے جو بغیر کسی سبب موجب کے ہو، مثلاً کوئی شخص بغیر کسی دلیل اور شہادت کے کسی آدمی پر زنا یا شراب نوشی کی تہمت لگائے، یہاں بدگمانی سے مراد تہمت ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: "ولا تجسسوا" "تجسس نہ کرو" کیونکہ ابتداءً انسان کے ذہن میں کسی کے متعلق کوئی برا گمان آتا ہے پھر وہ اپنے گمان کی تصدیق کے لیے اس کی ٹوہ میں رہتا ہے، اس کی باتیں سنتا ہے اور اس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے، بعض اوقات جاسوسی کرتا ہے، تاکہ اس کے ذہن میں جو اس شخص کے متعلق برا گمان آیا تھا اس کی تائید اور توثیق حاصل کر سکے، اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجسس کرنے اور کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے سے منع فرمادیا اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کوئی صحیح علامت اور سبب ظاہر نہ ہو، اس کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام ہے اور اس بدگمانی سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ بدگمانی کے حرام ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک شخص ظاہراً نیک اور متقی ہو، سو ایسے شخص کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی حرام کام کو علانیہ کرتا ہو، اس پر نادم اور تائب نہ ہو اور اس حرام کام پر اصرار کرتا ہو تو اس کے خلاف شہادت دینا واجب ہے، بشرطیکہ نصاب شہادت ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون، اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے۔ [3]

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۱

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۱-۳۳۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

ظن کی اقسام اور ان کے احکام

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

ظن کی بعض اقسام میں ظن کی اتباع کرنا مباح ہے، جیسا کہ دنیاوی امور اور کاروباری معاملات میں ظن کے مطابق عمل کرنا، عام مسلمانوں کے متعلق حسن ظن رکھنا مستحب ہے اور بعض اقسام میں ظن کی اتباع کرنا واجب ہے جیسا کہ واجبات شرعیہ عملیہ یہ وہ امور ہیں جو قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ اور ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا بھی واجب ہے، اور بعض اقسام وہ ہیں جن میں ظن کرنا حرام ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کے متعلق دلائل قطعیہ کے برخلاف محض ظن سے یا دلائل ظنیہ سے کوئی عقیدہ مان لیا جائے سو یہ ظن حرام ہے اسی طرح مسلمانوں کے متعلق سوء ظن (بدگمانی) کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی کی اس نے اپنے رب کے متعلق بدگمانی کی۔"

جس شخص کے بارے میں مشاہدہ سے یہ معلوم ہو کہ اس کا ظاہر حال نیک ہے اور وہ احکام شرعیہ میں خیانت نہیں کرتا اس کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے، لیکن جو شخص مشتبہ کام کرتا ہو اور علانیہ حرام کاری کرتا ہو، مثلاً شراب کی دکانوں پر اس کی آمد و رفت عام ہو اور ناچنے گانے والی طوائفوں کی صحبت میں رہتا ہو اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتا رہتا ہو اس کے متعلق بدگمانی کرنا حرام نہیں ہے خواہ اس نے اس شخص کو شراب پیتے ہوئے یا زنا یا اغلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے میرے بعض دوستوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ: جب تک تم کو غالب اور قوی دلیل نہ ملے اپنے بھائی کے عمل کو اچھے محمل پر محمول کرو، مسلمان کی کسی بھی بات کا جب تک تم اچھا محمل نکال سکتے ہو اس کو برے محمل پر محمول نہ کرو، جو شخص ان کاموں میں مشغول رہتا ہے جن پر تہمت لگائی جاتی ہے وہ (بعد میں) اپنے علاوہ اور کسی شخص کو ملامت نہ کرے، جو شخص اپنے راز کو مخفی رکھتا ہے خیر اس کے ہاتھ میں رہتی ہے جو شخص تیرے لیے اللہ کی معصیت کرے وہ اس کی مثل نہیں ہے جو تیرے لیے اللہ کی اطاعت کرے، اچھے لوگوں کی مجلس میں رہو وہ راحت میں تمہارے رفیق ہوں گے اور مصیبت میں تمہارے مددگار، اللہ کی قسم کھانے کو معمولی نہ سمجھو اللہ تمہیں ذلیل کر دے گا، جب تک کوئی چیز موجود نہ ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو، جو تم کو پسند کرتا ہو، اسی شخص سے بات کرو، خواہ تم کو قتل کر دیا جائے سچائی کو نہ چھوڑو، دشمنوں سے الگ رہو، دوستوں سے محتاط رہو، ماسوا اس دوست کے جو امین ہو اور امین وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرو جو خلوت میں اللہ سے ڈرتے ہوں۔[1]

حدیث نمبر ۲۴۱۳ کا دوسرا جملہ یہ ہے: "تجسس اور تحسس نہ کرو" تجسس کا معنی ہے ظاہری عیب تلاش کرنا اور تحسس کا معنی ہے باطنی عیب تلاش کرنا، دوسرا قول یہ ہے کہ تجسس کا معنی ہے کسی کے ذریعہ کسی کا عیب معلوم کرنا اور تحسس کا معنی ہے، خود کسی کا عیب معلوم کرنا۔[2]

کسی کا عیب تلاش کرنے سے قرآن مجید میں بھی منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " " روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۷، " " " "

ولا تجسسوا (الحجرات: ۱۲) اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو۔

مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انک ان اتبعت عورات الناس افسدتہم او کدت ان تفسدہم۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم نے لوگوں کے عیوب تلاش کیے تو تم ان کو ضائع کر دو گے، یا عنقریب ان کو ضائع کر دو گے۔

عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الامیر اذا ابتغی الریبۃ فی الناس افسدہم۔[2]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امیر لوگوں کے عیوب تلاش کرے گا تو وہ ان کو ضائع کر دے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ستر عورۃ اخیہ المسلم ستر اللہ عورتہ یوم القیمۃ ومن کشف عورۃ اخیہ المسلم کشف اللہ عورتہ حتی یفضحہ بہا فی بیتہ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپائے گا اور جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کی پردہ دری کی اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ چاک کر دے گا اور اس شخص کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذوا ولا تعیروہم ولا تطلبوا عوراتہم فانہ من طلب عورۃ اخیہ المسلم طلب اللہ عورتہ حتی یفضحہ فی بیتہ۔[4]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ایذاء نہ دو، لوگوں کو عار نہ دلاؤ (یعنی ان کے وہ عیوب نہ بیان کرو جن سے وہ شرمندہ ہوں) لوگوں کے عیوب نہ ڈھونڈو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب "تلاش کرے گا" اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کرکے اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۴، " " " "

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن ابی برزۃ الاسلمی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا معشر من اٰمن بلسانہ ولم ید خل الایمان قلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عوراتھم یتبع اللّٰہ عورتہ ومن یتبع اللّٰہ عورتہ یفضحہ فی بیتہ ۔ [1]

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہیں اور ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کا عیب ظاہر کرے گا اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی اسمع العواتق فی بیوتھا او قال فی خدورھا ثم قال یا معشر من اٰمن بلسانہ ولم یؤمن بقلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من تتبع عورۃ اخیہ المسلم تتبع اللّٰہ عورتہ ومن تتبع اللّٰہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف بیتہ ۔ [3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا کہ آزاد دوشیزاؤں کو ان کے گھروں یا ان کے پردوں میں سنایا، پھر فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور دل سے ایمان نہیں لائے، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، اور جس کا عیب اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا وہ اس کو رسوا کر دے گا خواہ وہ گھر کے کسی کونے میں ہو۔

عن محمد بن منازل یقول المؤمن یطلب معاذیر اخوانہ والمنافق یطلب عثرات اخوانہ ۔ [4]

محمد بن منازل کہتے ہیں کہ مومن اپنے بھائیوں کا عذر تلاش کرتا ہے اور منافق اپنے بھائیوں کی لغزشیں ڈھونڈتا ہے۔

عن حمدون القصار یقول اذا زل اخ من اخوانکم فاقبلوا لہ سبعین عذرا فان لم یقبل قلوبکم فاعلموا ان المعیب انفسکم

حمدون قصار بیان کرتے ہیں جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی بھائی لغزش کھا جائے تو اس کے ستر عذر (بھی) قبول کر لو، اگر تمہارا دل قبول نہ کرے تو جان لو کہ تمہارا

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۴، ۴۲۱، ۴۲۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۲۸۲، ج ۲ رقم ۳۴۰، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[4] 〃 〃 〃، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۱، 〃 〃 〃

حیث ظهر لمسلم سبعین عذرا فلم یقبله[1] عیب ہے کہ ایک مسلمان کے ستر عذر ظاہر ہوں اور تم نے ان کو قبول نہیں کیا۔

مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق آثار صحابہ اور بحث و نظر

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں حضرت عمر کے ساتھ گشت پر جا رہا تھا، ہم نے ایک گھر کے دروازے سے چراغ دیکھا، اس گھر سے شور و غل کی آوازیں آ رہی تھیں، حضرت عمر نے کہا یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں، تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کام سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لا تجسسوا" (اور ہم تجسس کر رہے ہیں) پھر حضرت عمر واپس لوٹ گئے اور ان کو چھوڑ دیا ——— ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ خبر دی گئی کہ ابو محجن ثقفی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھر میں شراب پی رہا ہے، حضرت عمر اس کے گھر گئے تو اس کے پاس صرف ایک شخص تھا، ابو محجن نے کہا: اے عمر! آپ کے لیے یہ جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے، عمر چلے گئے اور اس کو چھوڑ دیا ——— زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمن رات کو گشت پر جا رہے تھے، انہوں نے ایک گھر میں آگ جلتی دیکھی، وہ اجازت لے کر گھر میں گئے تو ایک مرد اور عورت کو دیکھا، عورت گا رہی تھی اور مرد کے ہاتھ میں پیالہ تھا، حضرت عمر نے کہا تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عمر نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا میری بیوی ہے، پھر پوچھا اس پیالے میں کیا ہے؟ اس نے کہا صاف اور شیریں پانی، عمر نے اس عورت سے پوچھا تم کیا گا رہی تھیں؟ اس عورت نے وہ اشعار سنائے جو اس نے خاوند کے فراق میں گائے تھے، پھر اس شخص نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تجسسوا حضرت عمر نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو ——— عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص رہتا تھا، اس کی بہن بیمار ہو گئی، وہ اس کی عیادت کرتا تھا، ایک دن وہ مر گئی، انہوں نے اس کو دفن کر دیا، اس شخص نے اپنی بہن کو خود قبر میں اتارا تھا، اتارتے وقت اس کی آستین سے ایک تھیلی گر گئی جس میں دینار تھے، اس نے اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ مل کر قبر کو کھودا اور وہ تھیلی نکال لی، اس نے سوچا کہ دیکھوں، مرنے کے بعد میری بہن کا کیا حال ہے، دیکھا تو اس کی قبر میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے، اس نے اپنی ماں سے پوچھا بتاؤ میری بہن کیا عمل کرتی تھی؟ اس کی ماں نے کہا اب وہ مر چکی ہے تم پوچھ کر کیا کرو گے؟ جب اس نے بہت اصرار کیا تو ماں نے بتایا کہ وقت گزر جانے کے بعد نماز پڑھتی تھی، اور جب پڑوس کے لوگ سو جاتے تو وہ ان کے گھروں کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو جاتی ان کے عیوب معلوم کرتی، پھر ان کے راز فاش کر دیتی، اس شخص نے کہا اسی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا کی گئی ———[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خرائطی "مکارم الاخلاق" میں ثور کندی سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے

۱۔ علامہ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷ ص ۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۰۴–۳۰۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

لیے جا رہے تھے، آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا، آپ اس کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے، دیکھا وہاں شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی، آپ نے پکار کر کہا: اے دشمن خدا! کیا تو نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ تیرا پردہ فاش نہیں کرے گا؟ اس نے جواب دیا اے امیر المومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع کیا تھا (ولا تجسسوا) اور آپ نے تجسس کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ (واتوا البیوت من ابوابھا (بقرہ: ۱۸۹)) اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ جاؤ۔ (لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا (نور: ۲۷)) اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لائے" یہ جواب سن کر حضرت عمر اپنی غلطی مان گئے اور انھوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی اور علامہ آلوسی حنفی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے جو یہ واقعات نقل کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی شخصی اور نجی برائیوں کی جستجو اور ٹوہ لگانے کے لیے جاسوسی کا محکمہ قائم نہیں کرنا چاہیے، ان برائیوں کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے منع کرنے کے لیے مبلغین دین کا انتظام کیا جائے جو لوگوں کو خدا خوفی کی تلقین کریں اور جب کوئی برائی بالکل ظاہر ہو جائے اور اس پر شرعی شہادت قائم ہو جائے تو اس پر احکام شریعت کے مطابق حدود اور تعزیرات قائم کی جائیں جس سے لوگوں کو عبرت ہو اور برائی کے ارتکاب سے باز رہیں۔

اس آیت میں جس تجسس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی ذاتی اور نجی زندگی کے عیوب تلاش کیے جائیں اور اس کو معاشرہ میں بدنام کیا جائے، آج کل اخبار نویس، صحافی اور رپورٹر مشہور لوگوں کی ذاتی اور نجی زندگی کے عیوب کا کھوج لگا کر ان کے دستاویزی ثبوت فراہم کرتے ہیں اور اس سے اپنے اخبار اور رسالوں کی اشاعت بڑھاتے ہیں یہ طریقہ سخت مذموم ہے، اور شرعاً ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی مشہور شخص کھلے عام کوئی ناجائز کام کرتا ہے اور احکام شرعیہ کی علانیہ خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کو سزا دلوانے کے لیے سعی اور جد و جہد کرنا ایک الگ چیز ہے۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجسس کی ممانعت سے لاعلم تھے؟

علامہ قرطبی، علامہ آلوسی، حافظ ابن کثیر اور دیگر مفسرین نے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت پر نکلے اور کسی گھر سے گانے یا شور و غل کی آواز آ رہی تھی، حضرت عمر بلا اجازت ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان سے شراب نوشی پر باز پرس کی اور انھوں نے جواب میں یہ کہا اگر ہم نے شراب پینے کا ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں، مکان کی دیوار پھاند کر آئے، بلا اجازت آئے اور تجسس کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ یہ روایات ثقہ اور مستند مفسرین نے نقل کی ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ روایات صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ان روایات

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کو ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عام الورود مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مسلمان کے گھر میں دروازے سے داخل ہونا چاہیے اور اجازت لے کر جانا چاہیے اور کسی شخص کی نجی زندگی میں تاک جھانک نہیں کرنی چاہیے، پھر اگر ایک بار کا واقعہ ہو تو فرض کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر کو بھول یا نسیان ہو گیا اور انھوں نے کسی کے گھر نا جائز تجسس کر لیا لیکن اس قسم کے تو متعدد واقعات بیان کیے گئے ہیں گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ بھول جاتے تھے کہ کسی شخص کی نجی زندگی میں تجسس نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں بکثرت شراب نوشی ہوتی تھی۔

ملک وملت کی سلامتی کے لیے تجسس کرنے کا وجوب

اس مقام پر یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں جو تجسس سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کے نجی اور شخصی معاملات کی ٹوہ میں نہیں رہنا چاہیے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق یہ شبہ ہو کہ اس کی در پردہ سرگرمیاں دوسرے بے گناہ افراد کے جان و مال اور عزت وآبرو کے لیے خطرہ ہیں یا اس کی کارروائیاں ملک کی سلامتی اور امن عامہ کے منافی ہوں تب بھی اس کو نجی یا معاملہ سمجھ کر اس سے بے تعلق رہا جائے بلکہ اس صورت حال کی پوری قوت سے اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ اب یہ ایک فرد کا معاملہ نہیں پوری قوم کا معاملہ ہے، اس قسم کی صورت حال کی اصلاح نہ تو خود افرادی طور پر نہیں کر سکتا اس لیے اس کو حکومت کے علم میں لانا ضروری ہے اور اس بات سے صرف نظر کرنا صرف یہ کہ ملک وملت کا نقصان ہے بلکہ شرعاً بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المدهن في حدود الله والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم في اسفلها وصار بعضهم في اعلاها فكان الذي في اسفلها يمرون بالماء على الذين في اعلاها فتاذوا به فاخذ فاسا فجعل ينقر اسفل السفينة فاتوه فقالوا مالك قال تاذيتم بي ولا بد لي من الماء فان اخذوا على يديه انجوه ونجوا انفسهم وان تركوه اهلكوه واهلكوا انفسهم۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حدود کو توڑتا ہے اور جو حدود میں مداہنت کرتا ہے، ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک قوم قرعہ اندازی کرے، بعض لوگ کشتی کے نچلے حصے میں ہوں اور بعض اوپر والے حصہ میں، نچلے حصہ والوں میں سے کوئی شخص پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس جائے جس سے اوپر والوں کو تکلیف ہو تب نچلے حصہ والا کشتی کے نچلے حصہ میں کلہاڑی سے سوراخ کر کے پانی حاصل کرے، پھر اوپر والے اس سے کہیں کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تب وہ کہے کہ میں پانی اوپر لینے جاتا تھا تو تمہیں تکلیف ہوتی تھی اور مجھے پانی کی ضرورت ہے، اب اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ خود اور اس کو محفوظ کر لیں گے اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کر لیں گے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۹، ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام ترمذی[1] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

مفسدوں کی سرکوبی کے لیے جاسوسی نظام کے قیام کا جواز ایک اسلامی حکومت اپنے مسلمان باشندوں کی خیر خواہی کرنے، ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کو حل کرنے اور انتظامی مصلحتوں کی وجہ سے جو تجسس کرتی ہے اور جاسوسی کا محکمہ قائم کرتی ہے وہ تجسس کی اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے، بلکہ جن لوگوں کی سرگرمیاں ملک و ملت کے خلاف ہوں، جو دشمن سے ساز باز کر رہے ہوں، سرکاری عمارات، فوجی تنصیبات اور عوام کے جان و مال کو سبوتاژ کرنے کی سازشیں کر رہے ہوں ان کو تلاش کر کے ان کو قرار واقعی سزا دینا حکومت کا فریضہ ہے، ڈاکوؤں، دہشت گردوں اور قاتلوں کی بیخ کنی کے لیے جاسوسی محکمہ قائم کرنا اور ملک و قوم کے بدخواہوں کو گرفتار کر کے انھیں کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ جانچنے کے لیے کہ غذائی اجناس میں ملاوٹ کی جاتی ہے یا نہیں، دوائیں اور دیگر اشیاء صرف نقلی بن رہی ہیں یا اصلی، پولیس رشوت لے رہی ہے یا نہیں، اسی طرح کی اور انتظامی مصلحتوں اور عوام کی فلاح اور بہبود کی خاطر جاسوسی نظام قائم کرنا از بس ضروری ہے اور اس کی اصل اس حدیث میں ہے جس کو ہم نے ابھی امام بخاری اور امام ترمذی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور یہ احادیث بھی ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا اور فرمایا: "خاخ کے باغ میں جاؤ، وہاں ایک مسافرہ ہوگی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ خط اس سے لے لو، ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے گئے، حتیٰ کہ اس باغ میں پہنچ گئے، وہاں پر وہ مسافرہ موجود تھی، ہم نے اس سے کہا خط نکالو، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے سے وہ خط نکالا، ہم اس خط کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے، وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کی طرف لکھا تھا، اس خط میں انھوں نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ کریں، میں قریش کا حلیف ہوں اور قریش سے نہیں ہوں، آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ میں رشتہ دار ہیں وہ ان کے سبب سے اپنے اہل اور مال کی حفاظت کر لیں گے اور جب میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو میں نے چاہا میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے میں اپنے اہل کی حفاظت کر سکوں، میں نے یہ کام کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا، اور نہ مسلمان ہونے کے بعد کفر کو پسند کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ [3]

بظاہر اس حدیث میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کا بیان ہے لیکن اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو اس عورت کا پیچھا کرنے کے لیے روانہ کیا

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۰، ۲۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور انہوں نے اس سے خفیہ خط برآمد کر لیا اور یہ بھی جاسوسی کا ایک شعبہ ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص خفیہ طریقہ سے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہو تو اس کا کھوج لگا کر اس سے باز پرس کرنی چاہیے اور اگر اس کا جرم اور غداری ثابت ہو جائے تو اس کو قرار واقعی سزا دینی چاہیے۔ ایک اور حدیث میں دشمن کی جاسوسی کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن ابی سفیان قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ رھط سریۃ عینا و امر علیھم عاصم بن ثابت الانصاری۔[۱]

عمرو بن ابی سفیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دشمن کے احوال معلوم کرنے کے لیے) دس صحابہ کو جاسوس بنا کر روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔

دس جاسوسوں کا یہ لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں اپنے جاسوس روانہ کرنا جائز ہے اور تخریبی سرگرمیوں کو روکنے اور دیگر اجتماعی مصلحتوں کے حصول کے لیے ملک میں جاسوسی کا محکمہ قائم کرنا جائز ہے۔ اور یہ لا تجسسوا کے خلاف نہیں ہے۔

تجسس کی ممانعت اور جاسوسی کرنے کے سلسلہ میں خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا عیب صرف اس کی ذات تک محدود ہو تو اس کی جستجو کرنا اور اس کی تحقیق کرنا منع ہے لیکن اگر کسی شخص کا عیب ملک اور قوم اور اجتماعی معاشرہ کے لیے مضر ہو تو پھر اس کی تحقیق کر کے اس سے باز پرس کرنا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے اس کی اصل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث ہے۔ مثلاً ایک شخص خفیہ طریقہ سے شراب پیتا ہے یا ہیروئن پیتا ہے، یا جوا کھیلتا ہے یا زنا کرتا ہے تو اس میں تجسس نہ کیا جائے لیکن اگر وہ شخص خفیہ طریقہ سے شراب یا جوئے کا اڈہ بنا لیتا ہے یا قحبہ خانہ کھول لیتا ہے جس سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بدچلنی اور بے راہ روی پھیل رہی ہو تو اس کے اڈے کا کھوج لگا کر اس کو ختم کرنا اور اس شخص کو قرار واقعی سزا دلوانا ضروری ہے۔ اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکومت کے کارندے اس میں تساہل کریں تو عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہر ایسے اڈے کا سراغ لگا کر حکومت کو اس کی اطلاع دیں یا عام مسلمانوں کی اجتماعی طاقت سے اس کے خلاف کارروائی کریں۔ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے "تجسس نہ کرو"۔

حرص دنیا کی مذمت اور قناعت کی فضیلت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لھا من حرص المال والشرف لدینہ ھذا حدیث

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ ان کو اتنا ضرر نہیں پہنچاتے جتنا مال اور جاہ و منصب کی حرص مسلمانوں کے دین کو ضرر پہنچاتی

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حسن صحیح ۔[1]

ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن کعب بن عیاض قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لکل امۃ فتنۃ و فتنۃ امتی علی المال ۔[2]

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا ۔[3]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان لابن آدم وادیا من ذھب لاحب ان یکون لہ ثانیا ولا یملأ فاہ الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ھذا حدیث حسن صحیح غریب ۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کی ملکیت میں سونے کی ایک وادی ہو تب بھی وہ ایک اور وادی کی حرص کرے گا اور مٹی کے سوا کوئی اور چیز اس کا منہ نہیں بھر سکتی اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[5] اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قلب الشیخ شاب علی اثنتین طول الحیاۃ وکثرۃ المال ۔ ھذا حدیث حسن صحیح[6]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے آدمی کا دل دو خصلتوں میں جوان ہوتا ہے، لمبی زندگی اور کثرت مال۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ، جامع ترمذی ص ۳۴۳،
[3] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[6] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۳۳۹-۳۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اللہ علیہ وسلم قال یھرم ابن آدم ویشب منہ اثنتان الحرص علی العمر والحرص علی المال هذا حدیث حسن صحیح۔[1]

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں عمر پر حرص اور مال پر حرص، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یھرم ابن آدم وتبقی منہ اثنتان الحرص والامل۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں باقی رہ جاتی ہیں حرص اور امید۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی قال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اهل القبور فقال لی ابن عمر اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء واذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح وخذ من صحتک قبل سقمک ومن حیاتک قبل موتک فانک لا تدری یا عبد اللہ ما اسمک غدا۔[5]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر فرمایا: دنیا میں مسافر یا راستہ عبور کرنے والے کی طرح رہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، حضرت ابن عمر نے کہا جب تم صبح کرو تو شام کی فکر نہ کرو اور جب شام ہو تو تم صبح کی فکر نہ کرو، بیمار ہونے سے پہلے صحت میں نیک اعمال کر لو اور موت آنے سے پہلے زندگی میں عمل کر لو، کیونکہ اے اللہ کے بندے تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کن لوگوں میں ہوگا (زندوں میں یا مردوں میں)۔

ان تمام احادیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔[6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۵، ۱۳۹۸ھ
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۵، ۲۵۶، ۱۹۲، ۱۶۹، ۱۱۹، ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۸
[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷ ص ۲۶۲-۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ

صلی اللہ علیہ وسلم قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعہ اللہ بما اتاہ۔[1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام لایا اور اس کو برابر سرابر رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس رزق پر قانع کر دیا تو وہ شخص کامیاب ہوگیا۔

قال القنوع وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو فیقول اللھم اقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ واخلف لی علی کل غائبۃ بخیر۔[2]

قنوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرماتے: اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے مجھے اس پر قانع کر دے اور اس میں میرے لیے برکت دے اور میرے پس پشت میری ہر چیز کی نگہبانی کر۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن آدم عندک ما یکفیک وانت تطلب ما یطغیک ابن آدم لا بقلیل تقنع ولا من کثیر تشبع ابن آدم اذا اصبحت معافی فی جسدک امنا فی سربک عندک قوت یومک فعلی الدنیا العفاء۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تمہارے پاس وہ چیزیں ہیں جو تمہارے لیے کافی ہیں اور تم ان چیزوں کی طلب کرتے ہو جو تم کو سرکش کر دیں، اے ابن آدم! تم قلیل چیزوں پر قناعت نہیں کرتے اور کثیر چیزوں سے سیر نہیں ہوتے، اے ابن آدم جب تم صبح کو اس حال میں اٹھو کہ تمہارا جسم تندرست ہو اور تمہارے دل میں ایمان ہو اور تمہارے پاس ایک دن کی خوراک ہو تو یہ دنیا کی بہتات ہے۔

عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لا یحاسب العبد بھن کسرۃ یشد بھا صلبہ وثوب یواری عورتہ وظل خص یستظل۔[4]

حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے سے تین چیزوں کا حساب نہیں ہوگا، وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے وہ کمر سیدھی رکھتا ہے، وہ کپڑا جس سے وہ ستر پوشی کرتا ہے اور اس جھونپڑی کا سایہ جس میں وہ رہتا ہے۔

حرص مستحسن کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ... وکانوا احرص شیء علی الخیر۔[5]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام خیر میں سب سے زیادہ حریص تھے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۱ ، ، ، ، ،

[3] ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۴ ، ، ، ، ،

[4] ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۶ ، ، ، ، ،

[5] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۰۰۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المؤمن القوی خیر واحب الی الله من المؤمن الضعیف وفی کل خیر احرص علی ما ینفعك واستعن بالله ولا تعجز [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن کی بہ نسبت طاقتور مومن زیادہ محبوب اور زیادہ بہتر ہے اور سب میں خیر ہے اور اس کام میں حرص کرو جس سے تم کو نفع ہو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ ہو۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرة انه انتهی الی النبی صلی الله علیه وسلم وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال زادك الله حرصا ولا تعد [4]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ رکوع میں تھے انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری (نماز میں) حرص کو اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

قال سعید ومن کان حریصا وهو یتفلت منه وهو لا یدعه اوتی اجره مرتین ومن کان علیه حریصا وهو یتفلت منه ومات علی الطاعة فهو من اشرافهم [6]

سعید کہتے ہیں: جو شخص قرآن مجید یاد کرنے پر حریص ہو اور وہ اس کو یاد نہ رہتا ہو اور وہ اس کو یاد کرنا نہ چھوڑے تو اس کو دگنا اجر ملے گا، اور جو شخص قرآن مجید یاد کرنے پر حریص ہو اور وہ اس کو یاد نہ رہتا ہو اور وہ طاعت پر فوت ہو تو اس کا اشراف سے شمار ہو گا۔

زیر بحث حدیث کا ایک جملہ ہے اور حرص کرو:

---

1. امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ
2. امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹
3. امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰، ۳۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
4. امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
5. امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۰، ۴۶، ۴۵، ۴۲، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
6. امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

قرآن مجید، احادیث اور آثار میں حسد کی ممانعت کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن شر حاسد اذا حسد۔ (فلق: ۵)

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب والعشب[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی اور سوکھی گھاس کو کھا جاتی ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ------ ولا یجتمعان فی قلب عبد الایمان والحسد۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔

ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن حارثۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لازمات امتی الطیرۃ والحسد وسوء الظن فقال رجل ما یذھبھن یارسول اللہ ممن ھن فیہ قال اذا حسدت فاستغفر اللہ واذا ظننت فلا تحقق واذا تطیرت فامض رواہ الطبرانی[5]

حضرت حارثہ بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میری امت کو لازم ہیں، بدفالی، حسد اور بدگمانی، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے؟ آپ نے فرمایا جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور جب بدگمانی کرو تو اس کے پیچھے نہ پڑو، اور جب تم کسی کام کی بدفالی نکالو تو وہ کام کر گزرو۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۰ھ

[5] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن بشر بن الحارث یقول: العداوۃ فی القرابۃ والحسد فی الجیران والمنفعۃ فی الاخوان۔[1]

بشر بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رشتہ داروں میں عداوت ہوتی ہے، پڑوسیوں میں حسد ہوتا ہے اور بھائیوں میں منفعت ہوتی ہے۔

قال الاحنف بن قیس خمس هن کما اقول لا راحۃ لحسود ولا مروءۃ لکذوب ولا وفاء لملوک ولا حیلۃ لبخیل ولا سؤدد لسیئ الخلق۔[2]

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جس طرح میں بیان کرتا ہوں، حاسد کے لیے کوئی راحت نہیں ہے، جھوٹے کی کوئی مروت نہیں ہے، حاکم کی وفا نہیں ہے، بخیل کا کوئی حیلہ نہیں ہے، اور بد خلق کی کوئی سیادت نہیں ہے۔

حسد اور رشک کی تعریف اور وضاحت

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حسد کی دو قسمیں ہیں، مذموم اور محمود، حسد مذموم یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر جو اللہ کی نعمت ہے وہ زائل ہو جائے، خواہ تم اس نعمت کے حصول کی تمنا کرو یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حسد کی اس قسم کی قرآن مجید میں مذمت فرمائی ہے:

ام یحسدون الناس علی ما اتاهم اللہ من فضلہ۔ (نساء: ۵۴)

یا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عطا کی ہے۔

یہ حسد اس لیے مذموم ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی (العیاذ باللہ) تجہیل لازم آتی ہے کہ اس نے غیر مستحق کو نعمت دی ہے۔ حسد محمود (یعنی رشک) کی حقیقت یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور تم کو بھی حاصل ہو جائے اس کو منافسۃ بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ (مطففین: ۲۶)

اور رغبت کرنے والوں کو اسی (یعنی نیک عملوں) میں رغبت کرنی چاہیے۔

حسد محمود کی حدیث میں یہ مثال ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحاسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ القران فهو یتلوہ من اناء اللیل والنهار یقول لو اوتیت مثل ما اوتی هذا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا جائز ہے، ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا اور وہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو،

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۰۴

لفعلت کما یفعل ورجل اتاہ اللہ مالا ینفقہ فی حقہ فیقول لو اوتیت مثل ما اوتی لفعلت کما یفعل.

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷)

تو وہ آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی قرآن دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا، دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص حق کے راستے میں اس مال کو خرچ کرتا ہو تو آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح مال خرچ کرتا۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حسد مذموم ہے اور حسد کرنے والا مذموم رہتا ہے، حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے عداوت نہ رکھو ان سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کون عداوت رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا جو لوگوں سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے حسد کرتا ہے آسمان پر سب سے پہلے اللہ کی معصیت حسد کی وجہ سے ہوئی، جب ابلیس نے حضرت آدم سے حسد کیا اور زمین پر بھی سب سے پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا۔ جب قابیل نے ہابیل سے حسد کیا۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے، علماء نے کہا کہ حسد کرنے کا ضرر اس وقت ہوتا ہے جب حسد کرنے والا اپنے قول یا فعل سے محسود کو ضرر پہنچانے کی سعی کرے اور اس کی لغزشوں اور برائیوں کو تلاش کرے۔[۱]

حدیث مذکور کا ایک جزء ہے اور بغض نہ کرو۔

قرآن مجید احادیث اور آثار میں بغض کی ممانعت کا بیان

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء. (مائدہ: ۹۱)

شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباغضوا ولا تحاسدوا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

---

[۱] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱، ج ۵ ص ۲۵۱، ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ ایران

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن الزبير بن العوام رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دب اليكم داء الامم الحسد والبغضاء والبغضاء هي الحالقة حالقة الدين لا حالقة الشعر والذي نفس محمد بيده لا تؤمنوا حتى تحابوا افلا انبئكم بشيء اذا فعلتموه تحاببتم افشوا السلام بينكم۔[1]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں پچھلی امتوں کی بیماریاں سرایت کر گئی ہیں، حسد اور بغض، بغض مونڈنے والی چیز ہے یہ بالوں کو نہیں دین کو مونڈتی ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے، جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کامل مومن نہیں ہو سکتے، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب يقول الا اخبركم بخير من كثير من الصلوة والصدقة قالوا بلى قال اصلاح ذات البين واياكم والبغضة فانها هي الحالقة۔[2]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو بہ کثرت (نفلی) نماز اور صدقہ سے بہتر ہے! لوگوں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے کہا دو آدمیوں میں صلح کرانا، اور بغض کرنے سے بچو کیونکہ بغض دین کو مونڈ دیتا ہے۔

بغض کی ممانعت کی تفصیل

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:
بغض کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی باطل خواہشات نہ کرے جن کے پورا نہ ہونے سے کسی کے خلاف بغض پیدا ہوتا ہے۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے بغض رکھنا واجب ہے اور اللہ کے حق کی تعظیم کی بناء پر بغض رکھنے والے کو ثواب ہوگا یہ اس وقت ہے جب انسان اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اگر اس کا اجتہاد غلط ہو تو وہ معذور ہے ورنہ ماجور ہے، اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات میں کسی سے بغض رکھے تو یہ مذموم ہے اور اگر کوئی شخص کسی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ اس کی ناجائز خواہش پوری نہیں کرتا تو یہ بغض حرام ہے، قرآن مجید میں اور احادیث میں جس بغض کی مذمت اور ممانعت کی ہے اس سے یہی آخری دو قسمیں مراد ہیں۔[4]

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۷۰۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور
[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸۳، (ملخصا وموضحا) مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

باب ۹۰۵ تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره

مسلمان پر ظلم کرنے اس کو رسوا کرنے اور اس کو حقیر جاننے کی حرمت

۶۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ (يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تناجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسوا کرے، نہ حقیر جانے، حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، کسی شخص کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان پورا پورا دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔

۶۴۱۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أُسَامَةَ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ دَاوُدَ وَزَادَ وَنَقَصَ وَمِمَّا زَادَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ إِلَى صَدْرِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، اور اپنے سینہ کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا: لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

۶۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا البتہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

متقی کی تعریف

حدیث نمبر ۶۴۱۸ میں ہے: نبی مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "تقویٰ یہاں ہے"۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان کی جو کیفیت ہے اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ شرعاً متقی وہ شخص ہے جو اپنی ذات اور عذاب الٰہی کے درمیان اپنی عبادات اور طاعات کو حفاظت کا ذریعہ اور آڑ بنا دیتا ہے۔ تقویٰ کی اصل خوف ہے، وہ خوف جو اللہ تعالیٰ کے جلال ذات اس کی عظیم قدرت اور اس کے عذاب کی معرفت سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کا محل دل ہے (یعنی دماغ ہے) اس لیے آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔[1]

(قرآن مجید اور احادیث میں سائنسی زبان استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان میں عرف اور محاورہ کی زبان ہے اور عرف میں دماغ پر دل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد رابع ص ۴۱۲-۴۱۳ میں ہے)

لفظ تقویٰ کی صرفی بحث

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

تقویٰ اصل میں فَعْلیٰ کے وزن پر وقویٰ تھا، واؤ کو تا سے بدل دیا گیا، وقیت کا معنی ہے منعت۔ رجل تقی کا معنی ہے خوف زدہ مرد، اس کا مادہ وقی ہے، اسی طرح تقاۃ اصل میں وقاۃ تھا جیسا کہ تجاہ اور تراث اصل میں وجاہ اور وراث تھے۔[2]

لفظ تقویٰ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

وقی اور وقایۃ کا معنی ہے کسی چیز کو ایذا اور ضرر سے محفوظ رکھنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ووقٰھم عذاب الجحیم۔ (دخان: ۵۶) — اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

تقویٰ کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو ضرر کا خوف ہو اور شریعت میں تقویٰ کا معنی ہے نفس کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنا، تقویٰ ممنوعات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا کمال بعض مباحات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے سو جس شخص نے مشتبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص مشتبہات میں واقع ہو گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے، وہ اس خطرہ میں ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں منہ مار لیں، سنو! زمین پر اللہ کی ممنوعہ چراگاہ وہ کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳)

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۹-۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

قرآن مجید میں ہے:

فمن اتقی واصلح فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ (الاعراف: ۳۵)

جن لوگوں نے تقویٰ کیا اور نیکی اختیار کی ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقویٰ کے کئی مدارج ہیں جن کا قرآن مجید میں بیان ہے۔ [1]

تقویٰ کی قسمیں

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

تقویٰ کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم ہے، خود کو عذاب مخلد سے محفوظ رکھنا، تقویٰ کی یہ قسم شرک اور کفر کو ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے:

والزمهم کلمة التقویٰ۔ (فتح: ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کے کلمہ پر مستحکم کر دیا۔

تقویٰ کی دوسری قسم ہے ہر گناہ کے کام سے بچنا، یعنی فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے بچنا اور بعض علماء کے نزدیک صغائر سے بچنا بھی تقویٰ میں شامل ہے یعنی واجب کے ترک اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب اسی طرح سنت مؤکدہ کے ترک اور اساءت کے ارتکاب سے بچنا، اصطلاح شرع میں جب تقویٰ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے:

ولو ان اهل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکٰت من السماء والارض۔ (الاعراف: ۹۶)

اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر ضرور آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

تقویٰ کی تیسری قسم ہے انسان اپنے دل و دماغ کو ہر اس چیز سے منزہ کرے جو اس کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا سکے، اور بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے، اور یہی وہ حقیقی تقویٰ ہے جو بندے سے مطلوب ہے۔ اس معنی میں تقویٰ کا استعمال قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

یاایها الذین اٰمنوا اتقوا الله حق تقٰته ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (اٰل عمران: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم نے اپنے آپ کو صرف اللہ کے سپرد کیا ہوا ہو۔ [2]

تقویٰ کیا ہے؟

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا صغائر سے بچنا تقویٰ میں داخل ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا ہے داخل ہے اور بعض نے کہا نہیں، لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ صغائر اور کبائر ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص صغیرہ گناہوں سے نہیں بچتا اس پر متقی کا اطلاق ہوگا یا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پا سکتا جب تک بے ضرر چیزوں کو بھی اس خوف سے

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۳۱۔ ۵۳۰، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ

[2] قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۱ ص ۱۹۸، ۱۹۷، مطبوعہ دار صادر بیروت

ترک نہ کرو کہ مبادا ان میں ضرر ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کی پیروی ترک کر دیتے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی معانی پر تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے:

خشیت اور خوف الہٰی پر اس آیت میں اطلاق ہے:

یایھا الناس اتقوا ربکم۔ (نساء: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔

اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی۔ (حجرات: ۳)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے پرکھ لیا ہے۔

توبہ پر اس آیت میں اطلاق ہے:

ولو ان اھل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض۔

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور توبہ کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

اطاعت پر اطلاق اس آیت میں ہے:

لا الٰہ الا انا فاتقون۔ (نحل: ۲)

میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری اطاعت کرو۔

ترک معصیت پر اس آیت میں اطلاق ہے:

واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ۔ (بقرہ: ۱۸۹)

گھروں میں دروازوں سے داخل ہو اور اللہ کی معصیت نہ کرو۔

اخلاص پر اس آیت میں اطلاق ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ (حج: ۳۲)

جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دل کے اخلاص سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کا مقام بہت بلند ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ (نحل: ۱۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ متقی اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳)

تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہو وہ اللہ سے ڈرے، (یعنی متقی بنے) اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو وہ اللہ پر توکل کرے، اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو اس کا اعتماد اپنے قبضہ سے زیادہ اللہ کی عطا پر ہو، حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا معصیت پر اصرار کو ترک کرنا اور اپنی عبادات پر اعتماد نہ کرنا تقویٰ ہے حسن بصری نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو اختیار نہ کرو اور یہ یقین رکھو کہ تمام کام اللہ کے قبضہ وقدرت

رہیں، ابراہیم بن ادہم نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ لوگ تمہاری زبان پر، فرشتے تمہارے افعال میں اور مالک عرش تمہارے باطن میں عیب نہ دیکھے، واقدی نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تم مخلوق کے لیے اپنے ظاہر کو مزین کرتے ہو اسی طرح تم خالق کے لیے اپنے باطن کو مزین کرو، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے نہ دیکھے جس کام سے اس نے تم کو منع کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم سیرت مصطفےٰ کے راستہ پر چلو، دنیا کو پس پشت ڈال دو، اپنے نفس میں اخلاق اور وفا کو لازم کر لو، حرام اور جفاء سے اجتناب کرو، قرآن مجید میں ایک جگہ یہ فرمایا کہ قرآن انسانوں کے لیے ہدایت ہے، دوسرے مقام پر یہ فرمایا قرآن مجید متقین کے لیے ہدایت ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان وہی ہیں جو صاحب تقویٰ ہیں اور جن میں تقویٰ نہیں ان میں انسانیت نہیں، یہ تقویٰ کی کیا کم فضیلت ہے! [1]

جزاء اور سزا کا مدار نیت اور دل کے فعل پر ہے۔

حدیث نمبر ۶۴۱۹ میں ہے: "اللہ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔"

قاضی عیاض نے کہا ہے اللہ تعالیٰ ہر موجود کو دیکھتا ہے، اس حدیث میں دیکھنے کا مطلب ہے جزاء اور ثواب دینا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں پر ثواب نہیں دیتا بلکہ تمہارے دلوں میں جو نیکی کی نیت ہے اس پر ثواب دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کے افعال اعضاء کے افعال کا سبب ہوتے ہیں، اور جب مدار دل کے افعال پر ہے تو کسی کے ظاہری اعمال صالحہ کو دیکھ کر یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شخص واقعی نیک ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری نیت کی وجہ سے برا ہو البتہ حسن ظن رکھنا چاہیے اسی طرح کسی شخص کے ظاہری برے افعال دیکھ کر اس کو حقیر نہیں جاننا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی وصف محمود ہو جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو۔ [2]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ (نور: ۱۹)

بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کا عزم گناہ ہے اور فسق کا ارادہ فسق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بے حیائی کو پھیلانے کی محبت پر سزا کی وعید سنائی ہے۔ [3]

۹۰۶- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّحْنَاءِ　　کینہ رکھنے کی ممانعت

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۶۴۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، سوا اس بندے کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو، اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں، ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔

۶۴۲۲ - حَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ الدَّرَاوَرْدِيِّ إِلَّا الْمُتَهَاجِرَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ إِلَّا الْمُهْتَجِرَيْنِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک روایت میں متہاجرین اور دوسری روایت میں مہتجرین کا لفظ ہے۔

۶۴۲۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَرَّةً قَالَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَاثْنَيْنِ فَيَغْفِرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لِكُلِّ امْرِئٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا امْرَأً كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، سوا اس شخص کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں، ان کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔

۶۴۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار پیش کیے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کو، اور ہر مسلمان بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے، سوا اس بندے کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو، کہا جاتا ہے ان کو چھوڑ دو یا مہلت دو حتیٰ کہ یہ رجوع کر لیں۔

بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا۔

عرض اعمال کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۴۲۱ میں ہے: ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں:

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اعمال پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کراماً کاتبین نے جو کچھ صحائف میں لکھا ہے اس کو وہ کسی اور محل میں نقل کر دیتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو لوح محفوظ میں منتقل کرتے ہوں، اعمال اس لیے پیش کیے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بنو آدم کے نیک اعمال سے فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات فرماتا ہے، جیسا کہ اہل عرفہ سے فخر و مباہات فرماتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عرض اعمال اس وجہ سے ہو تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ کون سے اعمال مقبول ہیں اور کون سے اعمال مردود ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے صحائف اعمال کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لیے اوپر چڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس کو رہنے دو اور اس کو قبول کر لو، فرشتے کہتے ہیں تیری عزت کی قسم ہم نے خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ عمل میرے غیر کے لیے تھا اور میں صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جس سے میری رضا کو طلب کیا گیا ہو۔[1]

کیا عرض اعمال کے بعد کبائر کی مغفرت بھی ہو جاتی ہے؟

اسی حدیث میں ہے: پیر اور جمعرات کو ہر اس بندے کی مغفرت کی جاتی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس مغفرت سے مراد صغائر کی مغفرت ہے، کیونکہ حدیث میں ہے پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان، ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ (علامہ ابی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں پر توبہ کیے بغیر مر گیا، اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی مغفرت کر دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔[2]

میں یہ کہتا ہوں کہ علامہ خطابی اور علامہ ابی نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے لیکن اس حدیث میں مغفرت سے صرف کینہ رکھنے کا استثناء کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان سے کینہ رکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے اس لیے بظاہر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو مسلمانوں کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، البتہ مسلمان بھائی سے کینہ رکھنے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ آپس میں صلح نہ کر لیں، اگر اس حدیث کا یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر اس حدیث میں اس استثناء کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے وسیع لطف و کرم کے سامنے کبائر کی مغفرت کون سی بعید ہے، اور جن احادیث میں بعض گناہوں پر عذاب کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے اس سے صورۃً عذاب مراد ہو اور حقیقت حال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مراد کو بہتر جاننے والا ہے۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۰

باب ۹۰ فِی فَضْلِ الْحُبِّ فِی اللّٰہِ

اللہ کے لیے محبت کی فضیلت

۶۲۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں رکھوں گا، میرے سایہ کے علاوہ آج کسی کا سایہ نہیں ہے۔

۶۲۲۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قَالَ أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے ایک دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لیے بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گذر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے، فرشتہ نے پوچھا کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لیے محبت ہے، تب اس فرشتہ نے کہا میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

۶۲۲۷ - قَالَ الشَّيْخُ أَبُو أَحْمَدَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

اللہ سے محبت کرنے کا بیان

حدیث نمبر ۶۲۲۵ میں ہے: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم، میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے:

و من الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا — اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک

یحبونھم کحب اللہ ط والذین امنوا اشد حبا للہ ۔ (بقرۃ: ١٦٥)

قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے، اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔

یا یھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ

(مائدۃ: ٥٤)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ پر محبت کرنے کا اطلاق جائز ہے جیسا کہ مذکور الصدر آیات میں ہے، اسی طرح احادیث میں ہے، روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک خلیل نے اپنے خلیل کی جان لی ہو، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ ایک خلیل اپنے خلیل سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہو؟ تب حضرت ابراہیم نے فرمایا اے ملک الموت اب میری روح کو قبض کر لو، نیز روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے زیادہ نمازوں اور روزوں کی تیاری تو نہیں کی البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ میں نے انہیں اسلام لانے کے بعد کسی اور چیز سے اس قدر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں کے پاس سے گذر ہوا جو بہت نحیف اور لاغر تھے، اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا، حضرت عیسیٰ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی؟ انہوں نے کہا جہنم کے خوف سے! حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر (اس کے وعدہ کی وجہ سے) یہ حق ہے کہ وہ جہنم سے ڈرنے والے کو جہنم سے امان میں رکھے!

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین اور شخص دیکھے، جن کا حال ان سے بھی زیادہ پتلا تھا، آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا؟ انہوں نے کہا جنت کے شوق کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ تم کو تمہاری امید کے مطابق عطا فرمائے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں پر گذر ہوا جو ان سب سے زیادہ دبلے اور کمزور تھے اور ان کے چہرے نورانی آئینوں کی مانند تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ اس درجہ پر کیسے پہنچے؟ انہوں نے کہا اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہو گئے!

اللہ سے محبت کرنے کے متعلق متکلمین اور صوفیاء کے نظریات اور مصنف کی تحقیق

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے اطلاق کے جواز

پر امت کا اتفاق ہے لیکن محبت کے معنی میں اختلاف ہے، جمہور متکلمین نے یہ کہا کہ محبت ارادہ کی ایک قسم ہے اور ارادہ کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ محبت کا تعلق محال ہے، اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خدمت یا اللہ تعالیٰ کے ثواب اور احسان سے محبت کرتے ہیں اور عرفاء یہ کہتے ہیں کہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ سے محض اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور اس کی خدمت (الاحسان) سے محبت کرنا یا اس کے ثواب سے محبت کرنا یہ اس سے کم درجہ ہے، علماء متکلمین جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے کا مطلب اس کی خدمت یا اس کے ثواب سے محبت ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ لذت لذاتہٖ محبوب ہوتی ہے مثلاً جب کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم محنت مزدوری کیوں کرتے ہو، تو کہے گا حصول مال کے لیے، پھر پوچھا جائے کہ تم مال کیوں طلب کرتے ہو تو وہ کہے گا کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کے لیے اور جب کہا جائے کہ ان چیزوں کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کے حصول اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے اور جب پوچھا جائے کہ حصول لذت اور دفع تکلیف کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کو حاصل کرنا اور الم اور تکلیف کو دور کرنا لذاتہٖ مقصود ہے اس کا کوئی سبب نہیں ہے، سو جو علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت اس کے احسان اور ثواب کی وجہ سے ہے اور یہ محبت اس کی خدمت اور اس کی اطاعت سے ہے ان کی یہی وجہ ہے کہ اللہ کے احسان اور ثواب میں لذت ہے اور عذاب کی کلفت کا دور ہونا ہے اور یہ لذت اور دفع الم اس کی اطاعت اور خدمت پر موقوف ہے، اس لیے ہم اللہ کی اطاعت کرنے سے محبت کرتے ہیں اور یہی اللہ سے محبت کرنے کا مطلب ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اللہ سے صرف اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرنی چاہیے، یہ عرفاء اور متصوفین کا نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم رستم اور سہراب کی بہادری کے قصے سنتے ہیں تو ان کی بہادری کی وجہ سے ان سے محبت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ سے ان کے علم کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، حاتم کو اس کی سخاوت کی وجہ سے چاہتے ہیں حسینوں سے ان کے حسن کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ان تمام صفات کمالیہ کا خالق اور اکمل الکاملین تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو جب ہم صفات کمالیہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ ان صفات کمالیہ کی بناء پر اس سے محبت کی جائے۔ [1]

اس نظریہ کے حاملین کہتے ہیں کہ دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی جائے بلکہ وہ ایسی عبادت کی مذمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کی جائے اور اس کو شان الوہیت کا تقاضا قرار دیتے ہیں، اسی طرح ہمارے زمانہ میں کچھ صوفیاء کا طبقہ ہے جو جنت کی بہت تخفیف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل مقصود مدینہ ہے، جنت کی کیا حیثیت ہے، حالانکہ مدینہ منورہ کی فضیلت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن ہونے کی وجہ سے ہے اور جنت بھی آپ کا مسکن ہے اور دائمی مسکن ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک آپ کا جسم مبارک مدینہ منورہ میں زمین کے جس ٹکڑے پر ہے وہ جگہ کائنات کی ہر چیز سے افضل ہے، بہرحال جنت کو معمولی سمجھنا، جنت کی طلب میں عبادات پر ملامت کرنا، طلب جنت کی دعا کی مذمت کرنا اور جنت کی توہین اور تحقیر کرنا قرآن اور سنت کی تعلیم کے خلاف ہے

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲۶۔۲۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم.
(آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

یایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ۝ تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ط ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر ومسٰکن طیبۃ فی جنٰت عدن ط ذٰلک الفوز العظیم ۝ واخرٰی تحبونھا نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المؤمنین۔
(صف: ۱۳-۱۰)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو سخت دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اگر تمہیں علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے دریا جاری ہیں، اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے اور دوسری نعمت بھی عطا فرمائے گا جس کو تم بہت پسند کرتے ہو (وہ) اللہ کی طرف سے مدد اور عنقریب فتح ہے، آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیں۔

وسارعوا الٰی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین ۝
(آل عمران: ۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور اس جنت کی طرف جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے جس کی پہنائی آسمان اور زمین ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن سعد الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیھا.[1]

حضرت سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک چابک جتنی جگہ (بھی) دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقاب قوس احدکم فی الجنۃ خیر مما طلعت علیہ الشمس او تغرب.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی کمان کے دونوں جتنی جگہ (بھی) جنت میں ان تمام جگہوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۱-۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] " " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۱ " " " " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل .... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذر الناس يعملون فان في الجنة مائة درجة ما بين كل درجتين كما بين السماء والارض والفردوس اعلى الجنة واوسطها وفوق ذلك عرش الرحمان ومنها تفجر انهار الجنة فاذا سألتم الله فسلوه الفردوس۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو عمل کرنے دو، کیونکہ جنت میں ایک سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے اور سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت الفردوس ہے جس کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو۔

اور امام قشیری لکھتے ہیں:

ابو سلیمان فرماتے ہیں: رضا تو یہ ہے کہ تو اللہ سے نہ جنت مانگے اور نہ دوزخ سے پناہ طلب کرے۔[2]

تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وجہ سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور مالک ہے، اور ہم اس کے بندے اور مملوک ہیں اور بندے پر مولیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے، اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں اپنی عبادت اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہم اپنی تمام حاجات اس سے طلب کریں، اسی سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگیں اور اسی سے جنت طلب کریں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہم سب سے زیادہ اس سے محبت کریں، اور یہ محبت غیر اختیاری نہیں ہے، بلکہ عقلی اور اختیاری ہے، یعنی ہر چیز کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کو ترجیح دیں، خواہش نفس اور دیگر تعلقات کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے سامنے فنا کر دیں اس لیے اس بحث میں نہ پڑیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے محبت کی جائے، یا اس کے افعال سے، اور علم کلام کی باریکیوں اور تصوف کی موشگافیوں سے بچتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے صرف اس لیے سب سے زیادہ محبت کریں کہ اس نے ہمیں محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۴۲۵ میں ہے: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا، آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ، رسالہ قشیریہ (مترجم) ص ۲۱۳، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان

صوفیا پر جب خوف کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، یہ مقام حال کی باتیں ہیں ان کو قال میں منتقل نہیں کرنا چاہیے، ہم نے اس پر اس لیے بحث کی ہے کہ اب لوگ عام طور پر صوفیاء کی عبارات کو اپنی تصانیف اور خطابات میں ذکر کرتے ہیں اور ان کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں اور حال اور قال کے مسائل کو گڈ مڈ کر دیتے ہیں، صحیح روش یہ ہے کہ حال کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور تبلیغ دین میں صرف قرآن مجید احادیث صحیحہ اور آثار ثابتہ پیش کیے جائیں۔ منہ

بعض احادیث میں ہے: "میرے عرش کے سایہ" بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں، وہ شخص جس کو کسی خوبصورت اور اقتدار والی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو پوشیدہ طور سے صدقہ کرے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا دیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱ مطبوعہ کراچی) ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن بہ قدر اعمال سائے ہوں جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں، لیکن سب سے عظیم اور مکرم سایہ عرش کا ہوگا، جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا، ان نیک بندوں میں اللہ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دن صرف عرش کا سایہ ہو اور تمام مومنین اسی کے سائے میں ہوں اور چونکہ سایہ صرف نیک اعمال سے حاصل ہوگا اور اعمال مختلف ہوتے ہیں تو ہر شخص کو اپنے عمل کے اعتبار سے وہ سایہ حاصل ہوگا اور تمام مومنین اس سائے میں مشترک ہوں گے۔[1]

اے اللہ! مصنف اور اس کتاب کے قارئین کو بھی اس دن اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا! (آمین)

بَابُ فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ — مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

۶۴۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِيَانِ ابْنَ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدُ الْمَرِيضِ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا واپس آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

۶۴۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ برابر جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

۶۴۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ص ۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

۶۴۳۱۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ (وَهُوَ أَبُو قِلَابَةَ) عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ قَالَ جَنَاهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مریض کی عیادت کی وہ ہمیشہ خرفہ جنت میں رہے گا، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! خرفہ جنت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت کا باغ۔

۶۴۳۲۔ **حَدَّثَنِي** سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۴۳۳۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں دیا، وہ شخص کہے گا اے میرے رب! میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔

مریض کی عیادت کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسبع ونهانا عن سبع امرنا باتباع الجنائز وعيادة المريض واجابة الداعی ونصر المظلوم وابرار القسم ورد السلام وتشميت العاطس ونهانا عن آنية الفضة وخاتم الذهب والحرير والديباج والقسی والاستبرق۔[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا، ہم کو جنازوں کے ساتھ چلنے، بیماروں کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم پوری کرنے، سلام کا جواب دینے اور چھینک لینے والے کے لیے رحمت کی دعا کرنے کا حکم دیا اور چاندی کے برتنوں، سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیباج، قسی اور استبرق (موخر الذکر تینوں ریشم کی اقسام ہیں) سے منع فرمایا۔

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا الجائع وعودوا المريض وفكوا العانی۔[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، اور بیماروں کی عیادت کرو، اور قیدیوں کو چھڑاؤ۔

عن جابر بن عبد اللہ يقول مرضت مرضا فاتانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم يعودنی وابوبكر وهما ماشيان فوجدانی اغمی علی فتوضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءه علی فافقت فاذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ كيف اصنع فی مالی كيف اقضی فی مالی فلم يجبنی بشیء حتی نزلت آية الميراث۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار بیمار ہو گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میرے پاس عیادت کے لیے آئے، انھوں نے دیکھا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کس طرح کروں، اپنے مال میں کیا فیصلہ کروں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آیت میراث نازل ہو گئی۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی اعرابی يعوده قال وكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علی مريض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی شخص) کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۳، " " " "

[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، " " " "

يعوده فقال له لا بأس طهور ان شاء الله قال قلت طهور كلا بل هي حمى تفور او تثور على شيخ كبير تزيره القبور فقال النبي صلى الله عليه وسلم فنعم اذن [1]

کہ آپ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو یہ فرماتے: کوئی بات نہیں ان شاء اللہ یہ مرض تم کو گناہوں سے پاک کرنے والا ہے، اس نے کہا: آپ کہتے ہیں کہ پاک کرنے والا ہے، ہرگز نہیں یہ تو جوش میں آنے والا بخار ہے جو ایک بوڑھے شخص کو قبرستان پہنچانے والا ہے، آپ نے فرمایا چلو پھر ایسا ہوگا!

عن انس كان غلام يهودي يخدم النبي صلى الله عليه وسلم فمرض فاتاه النبي صلى الله عليه وسلم يعوده فقعد عند راسه فقال له اسلم فنظر الى ابيه وهو عنده فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقول الحمد لله الذي انقذه من النار [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور اس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا اسلام قبول کرلو! اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم کا کہنا مان لو، وہ لڑکا مسلمان ہوگیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے نکلے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

امام بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد [3] میں بھی روایت کیا ہے [3] امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[4]

عن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال عودوا المريض واتبعوا الجنائز تذكركم الآخرة [5]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مریض کی عیادت کرو، جنازوں کے ساتھ جاؤ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گے۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ثلاث كلهن حق على كل مسلم عيادة المريض وشهود الجنازة وتشميت العاطس اذا حمد الله عز وجل [6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جو ہر ایک مسلمان پر واجب ہیں، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، چھینک لینے والا جب الحمد للہ کہے تو اس

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، ج ۲ ص ۸۴۵، ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] ، الادب المفرد ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
[6] ، الادب المفرد ص ۱۳۴

کو رحمت کی دعا دینا۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یعود مریضا لم یحضر اجلہ فیقول سبع مرات اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک الا عوفی۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی ایسے مریض کی عیادت کرتا ہے جس کی موت ابھی مقرر نہیں ہوئی اور سات بار یہ دعا کرتا ہے (میں اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں جو عظیم ہے اور عرش عظیم کا مالک ہے کہ اس کو شفاء عطا فرمائے" تو اس کو شفاء دی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ بنت سعد ان اباھا قال اشتکیت بمکۃ فجاءنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی ووضع یدہ علی جبھتی ثم مسح صدری وبطنی ثم قال اللھم اشف سعدا واتمم لہ ھجرتہ۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر میرے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر دعا کی اے اللہ سعد کو شفاء دے اور اس کی ہجرت مکمل کر۔

عیادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضا فاحسن الوضوء وعاد اخاہ المسلم محتسبا بوعد من جھنم مسیرۃ سبعین خریفا قلت یا ابا حمزۃ وما الخریف قال العام۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے گیا اسے ستر سال کی مسافت کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔

عن علی قال ما من رجل یعود مریضا ممسیا الا خرج معہ سبعون الف ملک یستغفرون لہ حتی یصبح ومن اتاہ مصبحا خرج معہ سبعون الف ملک یستغفرون لہ حتی یمسی وکان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۵-۸۶

له خريف في الجنة [1]

مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن هارون بن ابي داود قال اتيت انس بن مالك فقلت يا ابا حمزة ان المكان بعيد ونحن نحب ان نعودك فرفع راسه فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ايما رجل يعود مريضا فانما يخوض في الرحمة فاذا قعد عند المريض غمرته الرحمة قال فقلت يا رسول الله هذا للصحيح الذي يعود المريض فالمريض ماله قال تحط عنه ذنوبه [2]

ہارون بن ابی داؤد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو حمزہ! آپ کا گھر دور ہے اور ہمیں آپ کی عیادت کرنا پسند ہے، حضرت انس نے سر اٹھا کر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ اس تندرست کا اجر ہے جو مریض کی عیادت کرتا ہے تو بیمار کا کیا اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کے گناہ جھڑ جائیں گے!

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [3]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عاد مريضا لم يزل يخوض الرحمة حتى يجلس فاذا جلس اغتمس فيها۔ رواه احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحيح۔ [4]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ اللہ کی رحمت میں رہتا ہے حتیٰ کہ وہ بیٹھ جائے اور جب بیٹھ جاتا ہے تو اس کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو وابي هريرة قالا

حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۵، ۱۴۱۲ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ
[4] مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷

من مشی فی حاجۃ اخیہ المسلم اظلہ اللہ بخمسۃ وسبعین الف ملک یدعون لہ ولم یزل یخوض فی الرحمۃ حتی یفرغ فاذا فرغ کتب اللہ لہ حجۃ وعمرۃ ومن عاد مریضا اظلہ اللہ بخمسۃ وسبعین الف ملک لا یرفع قدما الا کتب لہ حجۃ وعمرۃ ولا یضع قدما الا حطت عنہ سیئۃ ورفع لہ بہا درجۃ حتی یقعد مقعدہ فاذا قعد غمرتہ الرحمۃ فلا یزال کذلک حتی اذا اقبل حیث ینتہی الی منزلہ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ جعفر بن میسرۃ الاشجعی وھو ضعیف [1]

نے بیان کیا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لیے گیا اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے وہ اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب تک وہ اس کام سے فارغ نہ ہو وہ رحمت میں داخل رہتا ہے اور جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے حج اور عمرہ لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو گھر واپس آنے تک اس کو رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جعفر بن میسرہ اشجعی ایک ضعیف راوی ہے۔

بدعقیدہ اور بدکار کی عیادت سے ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منکرین تقدیر اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں نہ جاؤ۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ [3] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال: لا تعودوا شراب الخمر اذا مرضوا [5]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شرابی جب بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۵، ۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد

عیادت کا شرعی حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
مریض کی عیادت کرنا بالاجماع سنت ہے، خواہ مریض معروف ہو یا اجنبی، قریب ہو یا بعید اور کس مریض کی عیادت کرنا زیادہ افضل اور زیادہ مؤکد ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ١

امام بخاری نے روایت کیا ہے: عودوا المریض۔ "مریض کی عیادت کرو"۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امر وجوب کفائی پر محمول ہے یعنی مریض کی عیادت کرنا واجب کفایہ ہے جیسا کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور قیدیوں کو چھڑانا واجب کفایہ ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الفعل اور جہاں جہاں پر یہ تحقیق کرتے ہیں کہ یہ امر مستحب ہو، داؤدی نے کہا یہ فرض کفایہ ہے اور جمہور کے نزدیک یہ امر اصل میں استحباب کے لیے ہے اور بعض لوگوں کے حق میں وجوب کے لیے ہے، علامہ طبری نے کہا ہے کہ جن کی عیادت کرنے سے برکت متوقع ہو ان کی عیادت کرنا مؤکد ہے اور جن کے احوال کی رعایت مطلوب ہوتی ہے ان کی عیادت مسنون ہے اور عام مسلمانوں کی عیادت کرنا مباح ہے اور کافر کی عیادت کرنے کا حکم عنقریب آئے گا، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ عیادت کرنا واجب عین نہیں ہے "مریض کی عیادت کرو" اس حدیث کے عموم سے ہر مریض کی عیادت کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے، بعض علماء نے اس عموم سے آشوب چشم کے مریض کا استثناء کیا ہے، لیکن آشوب چشم کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ حدیث ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں، امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے مستدرک میں صحت کی تصریح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میری آنکھوں میں درد تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی، اس کے برخلاف امام بیہقی اور امام طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے: "تین مرضوں میں عیادت نہیں ہے، آشوب چشم، پھنسی پھوڑے اور داڑھ کی تکلیف، لیکن امام بیہقی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف ہے (یعنی مرفوعاً نہیں ہے)، اس حدیث میں عیادت کرنے کا مطلقاً حکم دیا گیا ہے اور اس حکم کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مرض کی ابتداء میں بھی عیادت کرنا جائز ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہا ہے کہ تین دن سے پہلے عیادت نہ کی جائے اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن گزرنے کے بعد ہی مریض کی عیادت کرتے تھے، لیکن یہ حدیث بہت ضعیف ہے، اس کی روایت میں مسلمہ بن علی منفرد ہے اور وہ متروک ہے، امام ابو حاتم سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث باطل ہے، امام طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کے ایک شاہد کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند میں بھی ایک متروک راوی ہے۔

عیادت کے اوقات

مریض کی عیادت سے اس کا حال معلوم ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ الفت کا اظہار ہوتا ہے، بسا اوقات عیادت سے مریض کا دل بہلتا ہے اور اس کی توانائی بحال ہوتی ہے، چونکہ حدیث میں مطلقاً عیادت کرنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیادت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، لیکن عام طور پر دن میں صبح یا شام کے وقت عیادت کی جاتی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں رات کے وقت عیادت کرنے کا ایک عنوان قائم

١ - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٨٩، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

گیا ہے جس میں خالد بن ربیع سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت حذیفہ بیمار ہو گئے تو آدھی رات کو ان کی عیادت کی گئی، اثرم نے نقل کیا ہے: امام احمد سے سوال کیا گیا کہ گرمیوں میں دن چڑھنے کے بعد فلاں شخص کی عیادت کی جائے؟ انہوں نے کہا یہ عیادت کا وقت نہیں ہے، علامہ ابن صلاح نے فراوی سے نقل کیا ہے کہ سردیوں میں رات کو عیادت کرنا مستحب ہے اور گرمیوں میں دن کو، لیکن یہ حکم غریب ہے۔

عیادت کے آداب

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے جس سے مریض تنگ ہو یا مریض کے گھر والوں کو حرج ہو، ہاں اگر مریض کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنے کی ضرورت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ [1]

مریض کی عیادت کے لیے جائے تو اس کو تکلیف پر صبر کی تلقین کرے اور تسلی آمیز کلمات کہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرے جس سے وہ خوش ہو اور اس کا دل بہلے اس کو وہ احادیث سنائے جن میں یہ ذکر ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس کو توبہ استغفار اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے کہے اور حالت مرض میں نماز پڑھنے اور جو عبادات وہ کر سکتا ہو ان عبادات کی تلقین کرے اور مریض کو اس قسم کی احادیث سنائے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن اور مومنہ یا مسلم اور مسلمہ بیمار ہو تو اللہ تعالیٰ اس بیماری کی وجہ سے اس کا گناہ مٹا دیتا ہے، ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند صحیح ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جسم میں جو بھی تکلیف ہو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱) حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، حسن نے کہا آپ کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا حضرت عمران بن حصین نے کہا اے بھتیجے ایسا نہ کہو، بخدا مجھے سب سے زیادہ وہی پسند ہے جو سب سے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر۔ (شوریٰ: ۳۰)

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچی ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

یہ بیماری جو تم دیکھ رہے ہو یہ میرے کیے ہوئے گناہوں میں سے بعض کی سزا ہے پھر باقی گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پاک کر کے اٹھاتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل کسی مسلمان بندے کو

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۳-۱۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اللہ عزوجل فرشتے سے فرماتا ہے یہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا اس کو ہر روز لکھتے رہو۔ اگر کسی کو شفاء دیتا ہے تو اس کے گناہوں کو دھو کر پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴)۔

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر مریض غریب ہو تو اس کے علاج کے لیے حسب حیثیت کچھ رقم نذر کرے اور اگر مریض امیر ہو تو کچھ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً پھل وغیرہ لے جائے جو مریض کے حال کے مناسب ہوں، ایسا نہ ہو کہ شوگر کے مریض کی عیادت کو جائے تو مٹھائی کا ڈبہ اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کی عیادت کو جائے تو نمکین بسکٹ لے جائے، مریض اپنے مرض کی وجہ سے اپنے جن دنیاوی کاموں اور ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے ان میں بھی حتی المقدور تعاون کرے، البتہ مریض کو اپنی آزمودہ دوائیں اور مجرب نسخے نہ بتائے، کیونکہ آج کل جو شخص بھی کسی مریض کے پاس تیمارداری کے لیے جاتا ہے تو ایک نئی دوا اور نئی غذا تجویز کرتا ہے اور ہر شخص اپنے نسخہ کو استعمال کرانے پر اصرار کرتا ہے بلکہ بعض تیماردار تو ڈاکٹر اور حکیم بدلنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس چیز کو آج کل تیمارداری کا جزو لازم سمجھ لیا گیا ہے۔

اہل ذمہ کی عیادت کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مشرک کی عیادت کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ امید ہو کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کرے گا، اور جب یہ امید نہ ہو تو پھر مشرک کی عیادت کرنا جائز نہیں ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مقاصد مختلف ہوتے ہیں کبھی عیادت کرنے میں کوئی اور مصلحت بھی ہوتی ہے، علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ذمی کی عیادت جائز ہے، اگر وہ ذمی پڑوسی یا رشتہ دار ہو تو پڑوسی یا رشتہ داری کا حق ادا کرنے کی بنا پر اجر بھی ملے گا۔ امام بخاری نے حضرت انس کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت کی جو آپ کی خدمت کرتا تھا، آپ نے اس کو دعوت اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ [1]

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی عیادت کرنا جائز ہے خصوصاً جبکہ اہل ذمہ پڑوسی ہوں کیونکہ اس عمل سے ان پر محاسن اسلام کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی تالیف قلب ہوتی ہے تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہوں۔ [2]

بَابُ ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ حُزْنٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

مومن کو غم، پریشانی یا بیماری کی بنا پر ملنے والے ثواب کا بیان

۶۴۳۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کسی شخص میں سخت درد نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

حدثنا جرير عن الأعمش عن أبي وائل عن مسروق قال قالت عائشة ما رأيت رجلا أشد عليه الوجع من رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي رواية عثمان مكان الوجع وجعا.

نہیں دیکھا، عثمان کی روایت میں الوجع کی جگہ وجعا کا لفظ ہے۔

٦٤٣٥ - حدثنا عبيد الله بن معاذ أخبرني أبي ح وحدثنا ابن المثنى وابن بشار قالا حدثنا ابن أبي عدي ح وحدثني بشر بن خالد أخبرنا محمد (يعني ابن جعفر) كلهم عن شعبة عن الأعمش ح وحدثني أبو بكر بن نافع حدثنا عبد الرحمن ح وحدثنا ابن نمير حدثنا مصعب بن المقدام كلاهما عن سفيان عن الأعمش بإسناد جرير مثل حديثه.

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں۔

٦٤٣٦ - حدثنا عثمان بن أبي شيبة وزهير بن حرب وإسحق بن إبراهيم قال إسحق أخبرنا وقال الآخران حدثنا جرير عن الأعمش عن إبراهيم التيمي عن الحارث بن سويد عن عبد الله قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يوعك فمسسته بيدي فقلت يا رسول الله إنك لتوعك وعكا شديدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أجل إني أوعك كما يوعك رجلان منكم قال فقلت ذلك أن لك أجرين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أجل ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم يصيبه أذى من مرض فما سواه إلا حط الله به سيئاته كما تحط الشجرة ورقها وليس في حديث زهير فمسسته بيدي.

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو بخار تھا، میں نے آپ کو ہاتھ لگا کر دیکھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو تو بہت سخت بخار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے تم میں سے دو آدمیوں جتنا بخار ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: کیا اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کو دگنا اجر ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو بھی مرض یا کوئی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے، جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں، زہیر کی حدیث میں ہاتھ لگا کر دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

٦٤٣٧ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب قالا حدثنا أبو معاوية ح وحدثني محمد بن رافع حدثنا عبد الرزاق حدثنا سفيان ح وحدثنا ابن

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، ابو معاویہ کی سند میں ہے ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے روئے زمین پر ہر مسلمان کو، آخر حدیث تک

إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي غَنِيَّةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ ۱۲

۶۴۳۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ دَخَلَ شَبَابٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ بِمِنًى وَهُمْ يَضْحَكُونَ فَقَالَتْ مَا يُضْحِكُكُمْ قَالُوا فُلَانٌ خَرَّ عَلَى طُنُبِ فُسْطَاطٍ فَكَادَتْ عُنُقُهُ أَوْ عَيْنُهُ أَنْ تَذْهَبَ فَقَالَتْ لَا تَضْحَكُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ کچھ قریشی نوجوان منیٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، وہ ہنسنے لگے، حضرت عائشہ نے پوچھا تم کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ انہوں نے کہا فلاں شخص خیمہ کی رسی پر گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ جاتی یا آنکھ ضائع ہو جاتی! حضرت عائشہ نے فرمایا: مت ہنسو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

۶۴۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھتا ہے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے یا اس کا گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا قَصَّ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطِيئَتِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھے یا اس سے کم کوئی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٤٤٢ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُصِيبَةٍ يُصَابُ بِهَا الْمُسْلِمُ إِلَّا كُفِّرَ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو مصیبت بھی لاحق ہو خواہ کانٹا چبھے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے۔

٦٤٤٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ مُصِيبَةٍ حَتَّى الشَّوْكَةِ إِلَّا قُصَّ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ أَوْ كُفِّرَ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ لَا يَدْرِي يَزِيدُ أَيَّتُهُمَا قَالَ عُرْوَةُ.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر جو مصیبت آئے خواہ کانٹا چبھے اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں پتا نہیں عروہ نے قص بہا من خطایاہ کہا تھا یا کفر بہا من خطایاہ۔ کہا تھا۔

٦٤٤٤ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ حَتَّى الشَّوْكَةِ تُصِيبُهُ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن پر جو مصیبت آئے خواہ کانٹا چبھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دیتا ہے یا اس کے بدلے میں ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

٦٤٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ وَلَا نَصَبٍ وَلَا سَقَمٍ وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهَمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ.

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا مسلمان پر جو مصیبت آئے، خواہ بیماری ہو، تھکاوٹ ہو، تکلیف ہو، غم ہو یا کوئی پریشانی ہو، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

٦٤٤٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جس شخص نے جو برائی کی اس

لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ مُحَيْصِنٍ شَيْخٍ مِنْ قُرَيْشٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ بَلَغَتْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَبْلَغًا شَدِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوا وَسَدِّدُوا فَفِي كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا أَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا. قَالَ مُسْلِمٌ هُوَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ.

کہ اس کی سزا دی جائے گی، مسلمانوں کو اس سے سخت تشویش ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی اور درست روی پر قائم رہو، مسلمان پر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اس کے لیے کفارہ ہو جاتی ہے، حتی کہ اس کو ٹھوکر لگے یا کانٹا چبھے۔

۶۴۴۷ - **حَدَّثَنِي** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ مَا لَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِينَ قَالَتِ الْحُمَّى لَا بَارَكَ اللَّهُ فِيهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سائب یا حضرت ام المسیب کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: اے ام سائب یا ام المسیب! تم کیوں کانپ رہی ہو؟ انہوں نے کہا: مجھے بخار ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے، آپ نے فرمایا: بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بخار آدم کی خطاؤں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

۶۴۴۸ - **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَا حَدَّثَنَا عِمْرَانُ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنِّي أُصْرَعُ وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ لِي قَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ قَالَتْ أَصْبِرُ قَالَتْ فَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا.

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس پر صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی، اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کروں تاکہ وہ تم کو صحت عطا فرمائے، اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں، اس نے کہا میرا ستر کھل جاتا ہے آپ یہ دعا فرما دیں کہ میرا ستر نہ کھلے، پھر آپ نے اس کے لیے دعا کر دی۔

مصائب پر اجر ملنے کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں مسلمانوں کے لیے عظیم بشارت ہے، کیونکہ ان احادیث میں جن مصائب، پریشانیوں، تکلیفوں اور بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے بمشکل کوئی مسلمان خالی ہوگا، اور جیسا کہ ان احادیث میں بیان کیا ہے کہ ان امور سے مسلمانوں کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور ان کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں، یہی بات صحیح ہے اور جمہور علماء کا یہی نظریہ ہے، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ تکلیفوں سے فقط گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور نیکیاں نہیں لکھی جاتیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے کہ مصیبت پر اجر نہیں ملتا البتہ گناہ مٹا دیے جاتے ہیں انھوں نے ان احادیث پر اعتماد کیا ہے جن میں صرف گناہ مٹانے کا ذکر ہے، امام مسلم نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ ان تک نہیں پہنچیں جن میں یہ تصریح ہے کہ مصیبتوں سے درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔

علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ درد اور تکلیف میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کمال صبر اور صحت احتساب کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور ان کو اس بات کی معرفت ہوتی ہے کہ یہ مصائب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، ان کو دوگنا اجر دیا جاتا ہے اور اس سے ان کے صبر اور ان کی رضا کا اظہار ہوتا ہے۔[۱]

بَابُ ۹۱ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ

ظلم کی حرمت

۶۴۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ روایت کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں، پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تم کو کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو سوا اس کے جس کو میں لباس پہناؤں، لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو، میں تم کو بخش دوں گا، اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو، اور تم کسی نفع کے مالک نہیں کہ مجھے نفع پہنچا سکو، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۷ - ۳۱۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى آخِرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ. قَالَ سَعِيدٌ كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ.

انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے۔ اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ اکٹھے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو مجھ کو میرے پاس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا۔ پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی جس وقت یہ حدیث بیان کرتے تھے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

۶۳۵۰ - حَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ مَرْوَانَ أَتَمُّهُمَا حَدِيثًا. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَا بِشْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ فَذَكَرُوا الْحَدِيثَ بِطُولِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۳۵۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنِّي حَرَّمْتُ عَلَى نَفْسِي الظُّلْمَ وَعَلَى عِبَادِي فَلَا تَظَالَمُوا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَحَدِيثُ أَبِي إِدْرِيسَ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ أَتَمُّ مِنْ هَذَا.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے اوپر اور اپنے بندوں کے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے سو ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اس کے بعد حسب سابق پوری روایت ہے۔

٦٤٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں۔ اور بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک کر دیا، اس بخل نے ان کو خونریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔

٦٤٥٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں۔

٦٤٥٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو تباہ کرے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کر دے گا، جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

٦٤٥٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے کہا ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ہو نہ کوئی متاع ہو، آپ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس شخص نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون

هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار.

بہایا تھا کسی کو مارا تھا پھر اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اگر ان کے حقوق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۶۴۵۶۔ حدثنا يحيى بن أيوب وقتيبة وابن حجر قالوا حدثنا إسماعيل يعنون ابن جعفر عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حقوق وصول کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

۶۴۵۷۔ حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا أبو معاوية حدثنا بريد بن أبي بردة عن أبيه عن أبي موسى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله عز وجل يملي للظالم فإذا أخذه لم يفلته ثم قرأ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة إن أخذه أليم شديد.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ظلم کے حرام ہونے کا بیان اور اصل فطرت میں انسان کو گمراہ قرار دینے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۴۴۹ میں ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا۔ علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے کیونکہ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی نہیں ہے جو اس کے لیے حدود مقرر کرے، اور اللہ تعالیٰ ان حدود سے تجاوز کرے تو وہ معاذ اللہ ظالم قرار پائے۔ متکلمین نے یہ کہا کہ ظلم نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہر نقص اور عیب محال ہے۔

اس حدیث میں ہے: تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انسان اصل فطرت میں گمراہی پر تھے اور یہ اس حدیث کے معارض ہے جس میں ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس گمراہی سے مراد وہ گمراہی ہے جو فطرت کے بعد رسولوں کے آنے سے پہلے تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

كان الناس أمة واحدة فبعث الله — تمام لوگ ایک طریقہ (یعنی گمراہی) پر تھے، تو

النبیین مبشرین و منذرین۔ (بقرہ ۲۱۳:۲) اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے والے اور (گمراہی کے عذاب سے) ڈرانے والے نبی بھیجے۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیجتا اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا اور لوگ اسی تن آسانی، عیش پرستی اور دلائل توحید میں عدم تدبر کے حال میں رہتے تو لوگ گمراہ ہو جاتے۔

اس حدیث میں ہے جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے (اس میں کمی ہوتی ہے)۔

چونکہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکال لینے سے بظاہر سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوتی اس لیے یہ مثال دی گئی ہے، ورنہ سمندر متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ غیر متناہی ہے۔

مسلمان کے پردہ رکھنے کا بیان

حدیث نمبر ۶۴۵۴ میں ہے: جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن لوگوں کے گناہوں پر کئی بار پردہ کیا گیا ہو اور انہوں نے اس کے باوجود اس گناہ کو ترک نہ کیا ہو، ان کا پردہ چاک کرنا واجب ہے، کیونکہ بار بار ان کا پردہ رکھنا ان کے گناہوں پر معاونت کرنے کے مترادف ہے، جو معصیت گزر چکی ہو اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے سامنے کسی کو معصیت کرتے ہوئے دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس معصیت پر انکار کرے اور اگر وہ خود اس کو اس معصیت سے روکنے پر قادر ہو تو اس کو روکے اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اس معاملہ کو حکام کے پاس لے جائے بشرطیکہ ایسا کرنے سے کوئی اس سے بڑی خرابی واقع نہ ہو۔

مقدمہ میں فریق مخالف کے گواہوں پر جو تنقید کی جاتی ہے، یا راویوں پر جو جرح کی جاتی ہے اور اوقاف اور صدقات کے امینوں پر جو تنقید کی جاتی ہے، یہ جائز ہے کیونکہ اس جرح اور تنقید کا مقصد کسی کو رسوا کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس شخص کی شہادت یا روایت قابل اعتماد نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کی حدود کی مخالفت کے جذبہ سے کسی کی معصیت کاری کو حاکم کے پاس لے جائے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ ستر مومن کے حکم کے خلاف نہیں ہے۔[1]

حیوانات کے حشر کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۴۵۶ میں ہے: قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حق وصول کیے جائیں گے حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قیامت کے دن جانوروں کو جمع کیا جائے گا، اور جس طرح مکلف انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح جانوروں کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح بچوں، مجنونوں اور جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ہے ان کو زندہ کیا جائے گا، قرآن مجید اور احادیث سے اس نظریہ پر دلائل قائم ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا الوحوش حشرت (تکویر: ۵) اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی شرعی یا عقلی مانع نہ ہو شریعت میں وارد شدہ الفاظ کو ان کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن حشر اور دوبارہ زندہ کرنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ ان کو جزا یا سزا دی جائے اور سینگ والی بکری سے جو بے سینگ بکری کا بدلہ لیا جائے گا وہ ایسا بدلہ نہیں ہے جو مکلفین سے لیا جاتا ہے کیونکہ وہ مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ صورۃً بدلہ ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جانوروں کے حشر میں علماء کا اختلاف ہے جو علماء جانوروں کے حشر کے قائل ہیں وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں واذا الوحوش حشرت (التکویر: ۵) "اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں" اور دوسرے علماء نے اس آیت کے جواب میں کہا ہے کہ اس آیت میں حشرت کا معنی ماتت ہے (یعنی جب وحشی جانور مر جائیں گے) اور اس مسئلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ اخبار آحاد ہیں جو ظنی ہیں، اور اس مسئلہ میں قطعی دلیل کی ضرورت ہے، ہمارے بعض شیوخ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں حشر سے مراد حقیقی حشر نہیں ہے بلکہ یہ مخلوق کے سامنے ایک مثال بیان کی ہے تاکہ وہ جان لیں کہ قیامت کا دن روز جزاء ہے اور اس دن ہر شخص سے بدلہ لیا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن جانوروں میں حرکت پیدا کر دے تاکہ اہل محشر جان لیں کہ ان کا سامنا حقیقی عدل سے ہونے والا ہے، اس پر قصاص (بدلہ) کا اطلاق حقیقۃً نہیں مجازاً ہے یعنی وہ صرف بدلہ کی صورت ہے، حقیقی بدلہ نہیں ہے کیونکہ جانور مکلف نہیں ہیں، اور جن علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جانوروں کی بعثت کے متعلق قرآن مجید کی نصوص صریحہ اور احادیث متواترہ وارد نہیں ہیں جس طرح مکلفین کی بعثت کے متعلق دلائل موجود ہیں، اور یہ کوئی ایسا علمی مسئلہ نہیں ہے جس پر دلائل ظنیہ کو کافی سمجھا جائے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ تمام مخلوقات کا حشر کیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور حشر کے لیے جزا یا سزا شرط نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بچے جنت میں ہیں اور بچوں کے لیے اعادہ جزا نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قیامت کے دن جانوروں کو بلا کر سینگ والی بکری سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا اس کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ، اس وقت کافر یہ کہے گا:

یالیتنی کنت ترابا (النبا: ۴۰) اے کاش میں مٹی ہو جاتا!

حضرت ابو ہریرہ کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ بے سینگ جانور کا بدلہ سینگ والے جانور سے لیا جائے گا اور پتھر سے کہا جائے گا وہ دوسرے پتھر پر کیوں سوار ہوا اور ایک لکڑی سے کہا جائے گا اس نے دوسری لکڑی کے خراش کیوں ڈالی اور یہ سب مثالیں ہیں کیونکہ جمادات میں کلام کی عقل نہیں ہے، اس لیے ان کو ثواب اور عقاب نہیں ہوگا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جو مسائل علمیہ ذات اور صفات سے متعلق نہیں ہیں ان پر استدلال کے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لیے اخبار احاد کافی ہیں، اور قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث سے تواتر معنوی کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت ہے اور ہر چند کہ امام اشعری نے مجنونوں اور جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ان کے حشر میں توقف کیا ہے لیکن جب کہ ظاہر آیات اور احادیث سے تمام مخلوق کا حشر ثابت ہے تو ان کے توقف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ [1]

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا ہے کہ ہر چیز کو جمع کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی قصاص کے لیے جمع کیا جائے گا، معتزلہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام حیوانات کو جمع کرے گا تاکہ دنیا میں ان کو موت اور قتل کی وجہ سے جو درد اور الم پہنچا ہے اس کا عوض دے دیا جائے گا تو پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بعض کو جنت میں رکھے گا اور اگر ان کو فنا کرنا چاہے گا تو فنا کر دیگا جیسا کہ حدیث میں ہے، اور ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کسی کے استحقاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کو جمع کرے گا اور سینگ والے سے بے سینگ کا بدلہ دے گا پھر ان سے فرمائے گا کہ مر جاؤ تو وہ مر جائیں گے اور اس قصہ کو ذکر کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱)۔ جب اللہ تعالیٰ عدل کو ظاہر فرمانے کے لیے حیوانات کو بھی دوبارہ زندہ کر کے جمع کرے گا تو مکلفین میں سے انسانوں اور جنوں کا حشر کیوں نہیں فرمائے گا!

(۲)۔ وحشی جانور دنیا میں انسانوں سے بھاگتے ہیں اور قیامت کے دن وہ انسانوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے مجتمع ہوں گے کہ وہ دن سخت ہولناک ہوگا۔

(۳)۔ بعض حیوانات بعض دوسرے حیوانات کی غذا ہیں لیکن یہ سب قیامت کے دن ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوں گے اور کوئی دوسرے سے تعارض نہیں کرے گا۔ اور اس کی وجہ صرف قیامت کا ہول ہوگا۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس سے یہ تفسیر منقول ہے کہ تمام جانوروں کو جمع کر کے ان پر موت طاری کر دی جائے گی، امام حاکم نے بھی یہی کہا ہے، اس لیے قیامت کے دن جن وانس کے سوا کسی اور کو نہیں اٹھایا جائے گا ایک قول یہ ہے کہ قصاص کے لیے سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی زندہ کیا جائے گا۔ یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے، قتادہ اور ایک جماعت سے یہ منقول ہے کہ تمام جانوروں کو جمع کیا جائے گا اور بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ سینگ والے سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا مر جاؤ پھر وہ سب مر جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد ان کو مٹی کر دیا جائے گا اور صرف وہ جانور باقی رکھے جائیں گے جو بنو آدم کے لیے سرور کا باعث ہیں، مثلاً مور اور ہرن وغیرہ، ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ جانور باقی رکھا جائے گا جس سے مسلمانوں نے استفادہ کیا ہو، بہت سے علماء کا یہ مذہب ہے کہ تمام حیوانات کا حشر کیا جائے گا کیونکہ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حقداروں کا

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۴۳-۱۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

حق وصول کیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بے سینگ، بکری کا قصاص لیا جائے گا اور چیونٹی سے چیونٹی کا قصاص لیا جائے گا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کا میلان یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں کے سوا اور کسی کا حشر نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کے سوا کوئی اور مکلف ہے نہ اہل کرامت، اس باب میں قرآن مجید اور احادیث کی کوئی نص صریح نہیں ہے جس کی وجہ سے حیوانات کے حشر کا قول کیا جائے، صحیح مسلم اور جامع ترمذی کی حدیث ہر چند کہ صحیح ہے لیکن وہ اس آیت کی تفسیر کے حکم میں نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان احادیث سے عدل تام کی طرف اشارہ ہو، میرا بھی رجحان ہے، لیکن جو علماء حیوانات کے حشر کے قائل ہیں میں ان کو غلط نہیں کہتا، کیونکہ ان کا قول بہر حال حدیث پر مبنی ہے۔ [1]

مصنف کے نزدیک ان علماء کا قول صحیح ہے جو حیوانات کے حشر کے قائل ہیں کیونکہ قرآن مجید کی صریح آیات اور ظاہر حدیث میں بلا وجہ تاویل کرنا درست نہیں ہے۔

بَابُ ۹۱ نَصْرِ الْأَخِ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا　　بھائی کی مدد کرنا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

۶۴۵۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اقْتَتَلَ غُلَامَانِ غُلَامٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَغُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَنَادَى الْمُهَاجِرُ أَوِ الْمُهَاجِرُونَ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ وَنَادَى الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا دَعْوَى أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا أَنَّ غُلَامَيْنِ اقْتَتَلَا فَكَسَعَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ قَالَ فَلَا بَأْسَ وَلْيَنْصُرِ الرَّجُلُ أَخَاهُ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا إِنْ كَانَ ظَالِمًا فَلْيَنْهَهُ فَإِنَّهُ لَهُ نَصْرٌ وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَلْيَنْصُرْهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو لڑکوں کا آپس میں جھگڑا ہوا، ایک مہاجرین میں سے تھا اور دوسرا انصار میں سے، مہاجر چلایا: اے مہاجرین! اور انصاری چلایا: اے انصار! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار ہو رہی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: صرف یہ دو لڑکے آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ایک نے دوسرے کی سرین پر ضرب لگائی ہے، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، انسان کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اگر اس کا بھائی ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکے، یہی اس کی مدد ہے، اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔

۶۴۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، انصاری نے کہا: اے انصار مدد کرو، مہاجر نے کہا: اے مہاجرو مدد کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا نعرہ جاہلیت

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَقَالَ قَدْ فَعَلُوْهَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ قَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ۔

کی طرح چیخ و پکار ہے؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ایک مہاجر شخص نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، آپ نے فرمایا: اس معاملہ کو چھوڑ دو یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے، عبد اللہ بن ابی نے یہ سنا تو کہنے لگا اچھا! انھوں نے ایسا کیا ہے! اب خدا جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، حضرت عمر نے کہا مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے، آپ نے فرمایا اس کو رہنے دو، کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

٦٤٦٠- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ الْقَوَدَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ قَالَ ابْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَمْرٌو وَقَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بدلہ کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: اس معاملہ کو چھوڑ دو، یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے عمرو کی روایت میں سمعت جابرا کے الفاظ ہیں۔

زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار

حدیث نمبر ۶۴۵۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کر رہے ہو!

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ عصبیت کی بناء پر لڑائیوں میں اپنے اپنے قبیلہ والوں کو پکارتے تھے، اسلام نے اس طریقہ کو باطل کر دیا اور یہ بتایا کہ خصومات اور مقدمات کا فیصلہ احکام شرعیہ کی بناء پر کیا جائے، جب ایک انسان دوسرے شخص پر کوئی زیادتی کرے تو قاضی ان کے درمیان فیصلہ کر دے، چونکہ اس مہاجر اور انصاری کا اپنے اپنے حلیفوں کو پکارنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کے مشابہ تھا اس لیے آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

منافقین کی بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کا سبب

حدیث نمبر ۶۴۵۹ میں ہے چھوڑ دو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں شر کے دروازے کو بند کرنے اور دو ضرروں میں کم ضرر کو اختیار کرنے کی دلیل ہے، کیونکہ منافقین کی

بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کے ضرر کی بہ نسبت ان سے مواخذہ کرنے کا ضرر زیادہ تھا اس کی بناء پر تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا ہوتی، نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کا بیان ہے، اور یہ کہ بعض اوقات آپ بدمی اور اذیت ناک باتوں پر صبر کرتے تھے، اور کسی ملطبات پر اس سے زیادہ سنگین نتائج کے خدشہ سے مواخذہ نہیں کرتے تھے اور آپ لوگوں کی دلجوئی کرتے تھے لوگوں اور منافقین کی سخت باتوں کو برداشت کرتے تھے، تاکہ مسلمانوں کی شوکت قوی ہو اور اسلام کی دعوت مکمل ہو جائے اس سے مؤلفۃ القلوب کا بیان واضح ہوتا اور اس حسن سلوک سے دوسرے لوگ اسلام کی طرف راغب ہوتے اسی سبب سے آپ ان کو بکثرت عطیات دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے منافقین کو قتل نہیں کرتے تھے، نیز یہ کہ منافقین کا ظاہر اسلام تھا اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر ہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور بظاہر منافقین کا شمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ہوتا تھا اور وہ آپ کے ساتھ جہاد میں شامل ہوتے تھے اس کی وجہ یا تو حمیت اور غیرت تھی یا طلب دنیا یا اپنے قبائل کی عصبیت تھی قاضی عیاض نے کہا یہ بات وضاحت طلب ہے کہ اب منافقین کا کیا حکم ہے، آیا اب بھی ان کے معاملہ میں سکوت کیا جائے گا اور ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا یا اسلام کے ظہور اور غلبہ کے بعد اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ (التوبہ: ۷۳)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

یہ آیت اس سے پہلے احکام کے لیے ناسخ ہے، میرا قول یہ ہے کہ منافقین سے عفو اور درگزر کا حکم اس وقت تھا جب تک کہ وہ اپنے نفاق کو ظاہر نہ کریں، اور جب وہ اپنے نفاق کو ظاہر کر دیں تو پھر ان کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ [1]

اس مسئلہ میں مصنف کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کے تین درجے ایمان، کفر اور نفاق صرف عہد رسالت میں تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی وحی الٰہی کے ذریعہ کسی شخص پر نفاق کا قطعی حکم لگا سکتے تھے نفاق ایک امر باطن ہے اور امور باطنیہ پر قطعیت کے ساتھ حکم صرف وحی الٰہی سے لگایا جا سکتا ہے اور اب چونکہ نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اس لیے اب کسی شخص کو منافق نہیں قرار دیا جا سکتا اس لیے اب لوگوں کے صرف دو درجے ہیں ایمان اور کفر۔

بَابُ ۹۱۲ تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ

مومنین کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اتحاد

۶۴۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے بہ منزلہ عمارت ہے، جس طرح ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔

٦٤٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی آپس میں دوستی اور رحمت اور شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے جب جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔

٦٤٦٣ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٤٦٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكَى رَأْسُهُ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ۔

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔

٦٤٦٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنِ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے، اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

٦٤٦٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السِّبَابِ

گالی دینے کی ممانعت

٦٤٦٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا گناہ ابتداء کرنے والے کو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ۔

ہوگا بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

گالی دینے والے کا حکم اور گالی کا بدلہ لینے کی تفصیل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا تمام گناہ گالی دینے کی ابتداء کرنے والے کو ہوگا، بشرطیکہ دوسرا شخص بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس حدیث میں بدلہ لینے کے جواز کا بیان ہے، اس پر کتاب اور سنت میں بہ کثرت دلائل ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی آمر ہے کہ اگر انسان بدلہ لینے کے بجائے صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون ۝ وجزاؤا سیئۃ سیئۃ مثلھا ۚ فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ ۚ انہ لا یحب الظالمین ۝ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیھم من سبیل ۝ انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق ۚ اولئک لھم عذاب الیم ۝ ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور ۝

(الشوریٰ: ۴۳-۳۹)

اور وہ لوگ جب انہیں (کسی کی طرف سے) سرکشی پہنچتی ہے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے، بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور بے شک جو لوگ اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیں تو ان پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں، (گرفت کی) راہ صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق سرکشی کرتے ہیں، ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے، اور جو صبر کر دے اور معاف کر دے تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں سے ہے۔

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے" جس شخص کو گالی دی جائے وہ جواب میں اتنی ہی گالی دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ گالی جھوٹ، تہمت (زنا کی تہمت) اور اسلاف کے خلاف بدزبانی نہ ہو، ظالم یا احمق اور ان جیسے الفاظ کے ساتھ بدلہ لینا جائز ہے کیونکہ بہت کم لوگ ان اوصاف سے خالی ہوتے ہیں، گالی کھانے والا جب جواباً گالی دے چکے تو گالی دینے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے، البتہ اس پر ابتداء کرنے کا گناہ ہوگا اور یہ صرف اللہ کا حق ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب گالی کھانے والا جواباً گالی دے دے تو اب گالی دینے والے پر کوئی حق اور کوئی گناہ نہیں رہا، البتہ ابتداءً گالی دینے کی وجہ سے وہ مذمت اور ملامت کا مستحق ہے۔ [1]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو نازیبا کلمہ کہہ کر اذیت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نے دوبارہ اذیت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے، جب اس نے سہ بارہ اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے بدلہ لیا، جب حضرت ابوبکر نے بدلہ لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت ابوبکر نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے خفا ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس شخص نے تم کو برا کہا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کر رہا تھا اور جب تم نے خود بدلہ لیا تو شیطان آپہنچا اور جہاں شیطان آپہنچے تو میں وہاں نہیں بیٹھتا، ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اس کے آخر میں آپ کا یہ ارشاد ہے: اے ابوبکر! جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دے تو اس شخص کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیتا ہے۔[1]

باب ۹۱۲ اِسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ — عفو اور انکسار کی فضیلت

۶۴۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اس حدیث کے دو محمل ہیں یا تو صدقہ کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا میں مال میں زیادتی کرتا ہے یا صدقہ کرنے سے دنیا میں جو مال میں کمی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں آخرت میں اجر عطا فرما کر اس کمی کو پورا کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا جز ہے، بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اس حدیث کے بھی دو محمل ہیں ایک یہ کہ جس شخص کا قصور معاف کیا جائے اس کے دل میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھ جاتی ہے، دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کی آخرت میں عزت بڑھائے گا۔

اس حدیث کا تیسرا جز ہے، جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے، اس حدیث کے بھی دو محمل ہیں، ایک محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا درجہ بلند کرے گا بایں طور کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا، دوسرا محمل یہ ہے کہ آخرت میں اس کے درجات بلند ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کے درجات بلند ہوں۔[2]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، تہذیب الایمان ج ۵ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ ۹۱۵ تَحْرِيْمِ الْغِيْبَةِ

غیبت کی حرمت

۶۴۶۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو جس کا ذکر اس کو ناپسند ہو، کہا گیا: یہ بتائیے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں ہے تبھی تو تم نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر وہ عیب بیان کیا ہے جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔

غیبت، بہتان اور چغلی کی تعریفیں

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:
جب کوئی شخص کسی غائب انسان کا عیب بیان کرے یا اس کے متعلق کوئی ایسی بات بیان کرے جس سے وہ غمزدہ ہو تو اگر اس انسان میں وہ عیب ہو تو اس کو غیبت کہتے ہیں اور اگر اس نے جھوٹ کہا تو اس کو بہتان کہتے ہیں اسی طرح حدیث میں ہے، غیبت وہ ہوتی ہے جو پس پشت ہو، قرآن مجید میں ہے ولا یغتب بعضکم بعضا (حجرات: ۱۲) یعنی کوئی شخص کسی کے پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان نہ کرے۔[1]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والغیبة ان یذکر الانسان غیرہ بما فیہ من عیب من غیر ان احوج الی ذکرہ۔[2]

غیبت یہ ہے کہ ایک آدمی بلا ضرورت دوسرے شخص کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہو۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھو ان یذکر الانسان فی غیبتہ بسوء وان کان فیہ فاذا ذکرتہ بما لیس فیہ فھو البھت والبہتان۔[3]

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کی پیٹھ کے پیچھے اس کی برائی کا ذکر کرو، بہ شرطیکہ وہ برائی اس میں ہو، اور اگر تم وہ برائی ذکر کرو جو اس میں نہیں ہے تو بہتان ہے۔

۱۔ علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۶۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۳۹۹، مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

امام غزالی لکھتے ہیں :

الغیبۃ ان تذکر اخاک بما یکرھہ لو بلغہ سواء ذکرتہ بنقص فی بدنہ او نسبہ او فی خلقہ او فی فعلہ او فی قولہ او فی دینہ او فی دنیاہ حتی فی ثوبہ و دارہ و دابتہ ۔[1]

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جس کا ذکر اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو، خواہ اس کے بدن کا نقص ذکر کرو یا اس کے نسب کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے قول و فعل کا یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا حتیٰ کہ اس کے کپڑوں یا مکان یا سواری کے متعلق کسی عیب کا ذکر کرو۔

کسی شخص کے اندھے، لنگڑے، کالے، لمبے یا بھینگے ہونے کا ذکر کرنا بدن کا عیب ہے، یہ کہنا کہ اس کا باپ حبشی، موچی یا فاسق ہے، نسب کا عیب ہے، یہ کہنا کہ وہ بخیل، متکبر یا بزدل ہے، خلق کا عیب ہے، یہ کہ وہ چور، جھوٹا، شرابی، نماز، روزے کا تارک یا نجاسات سے بچنے والا نہیں ہے، اس کے دینی افعال کا عیب ہے، یہ کہنا کہ وہ لوگوں سے اچھی طرح نہیں ملتا، بہت باتونی ہے، بہت کھاتا ہے، سست ہے یا بہت سوتا ہے یہ اس کے دنیاوی افعال کا عیب ہے، یہ کہنا کہ اس کے کپڑے میلے یا لمبے ہیں یہ اس کے کپڑوں کا عیب ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں :

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جو اس کو ناگوار ہو، عام ازیں کہ وہ اس کے بدن کا عیب ہو، یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا یا اس کے نفس کا یا اس کی جسمانی بناوٹ کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے مال کا یا اس کی اولاد کا یا اس کی بیوی کا یا اس کے والد کا یا اس کے خادم کا یا اس کے نوکر کا یا اس کے لباس کا یا اس کی چال ڈھال کا یا اس کے متعلق کسی اور چیز کا خواہ یہ ذکر کلام سے ہو یا تحریر سے یا اشارہ اور کنایہ سے۔[2]

چغلی کی تعریف میں علامہ نووی لکھتے ہیں :

فھی نقل کلام الناس بعضھم الی بعض علی جھۃ الافساد ۔[3]

فساد پیدا کرنے کی نیت سے بعض کی باتیں بعض کو پہنچانا، یہ چغلی ہے۔

غیبت کی حرمت کے متعلق قرآن مجید کا حکم

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے :

یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، بعید نہیں کہ وہ (ان مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑائیں)

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۳۹، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ ھ
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، الاذکار ص ۲۹۹ - ۲۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۳۷۵ ھ
[3] 〃　〃　〃　الاذکار ص ۲۹۹　〃　〃

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون ○ یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحیم ○

(الحجرات: ۱۱-۱۲)

کریں) ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے، اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور (کسی کے عیبوں کی) جستجو نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت (بھی) نہ کرو کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تو تم اس سے انتہائی کراہت محسوس کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کو بہت قبول کرنے والا ہے، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

غیبت کی حرمت کے متعلق احادیث و آثار

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تغتابوا المسلمین ولا تردوا الهدیة ولا تضربوا المسلمین۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، نہ ہدیہ واپس کرو اور نہ مسلمانوں کو مارو۔

عن ابی حازم قال نظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الکعبة فقال مرحبا بک من بیت ما اعظمک واعظم حرمتک وللمؤمن اعظم حرمة عند الله منک ان الله حرم منک واحدة وحرم من المؤمن ثلاثا دمه وماله وان یظن به ظن السوء۔[2]

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: اے بیت! تجھے مرحبا! تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے! اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق ایک چیز (قتال) کو حرام کیا اور مومن کے متعلق تین چیزوں کو حرام کیا، اس کا خون، اس کا مال اور اس کے متعلق بدگمانی کرنا۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم یقول ان الربا نیف وسبعون بابا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے ستر سے

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

۲۔ شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۶-۲۹۷

اھونھن بابا من الربوا مثل من اتی امہ فی الاسلام و درھم الربوا واخبث الربا انتھاک عرض المسلم وانتھاک حرمتہ۔[1]

زیادہ درجے ہیں اور سب سے ہلکا درجہ کا گناہ اسلام میں اپنی ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے اور سود کا سب سے خبیث درجہ مسلمان کو بے عزت کرنا اور اس کی پردہ دری کرنا ہے۔

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام رجل فقال: یا رسول اللہ ما اعجز - او قال ما اضعف فلانا - فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اغتبتم صاحبکم واکلتم لحمہ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! فلاں شخص کتنا عاجز یا کمزور ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنی ساتھی کی غیبت کی ہے اور اس کا گوشت کھایا ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی عزوجل مررت بقوم لھم اظفار من نحاس یخمشون وجوھھم وصدورھم فقلت من ھؤلاء یا جبریل؟ قال: ھؤلاء الذین یاکلون لحوم الناس و یقعون فی اعراضھم۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے مجھے معراج کرائی تو میرا ایک قوم سے گزر ہوا جن کے پیتل کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں پر خراشیں ڈال رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت کے درپے آزار ہوتے تھے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر الناس ان یصوموا یوما ولا یفطرن احد حتی اذن لہ فصام الناس فلما امسوا جعل الرجل یجیٔ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقول ظللت منذ الیوم صائما فاذن لی فلافطر فیاذن لہ حتی جاء رجل فقال یا رسول اللہ ان فتاتین من اھلک ظلتا منذ الیوم صائمتین فاذن لھما فلتفطرا فاعرض عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ افطار نہ کرے، لوگوں نے روزہ رکھا، جب شام ہوئی تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں سارے دن روزہ سے رہا ہوں، آپ مجھے افطار کی اجازت دیں، آپ نے اس کو افطار کی اجازت دی، پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ کے گھر کی دو کنیزیں صبح سے روزے سے ہیں، آپ انہیں افطار کی اجازت

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ
[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۵ ص ۲۲۵، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

صامتتا۔ وكيف صام من ظل يأكل لحوم الناس اذهب فمرهما ان كانتا صائمتين ان يستقيئا ففعلتا فقاءت كل واحدة منهما علقة علقة فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فأخبره فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو ماتتا او بقيتا فيهما لأكلتهما النار۔ [1]

ہیں آپ نے اس شخص سے اعراض کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا روزہ نہیں ہے، ان لوگوں کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو سارا دن جو لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہوں، جاؤ انھیں جاکر کہو کہ اگر وہ روزہ دار ہیں تو قے کریں، انھوں نے قے کی تو ہر ایک سے جما ہوا خون نکلا، پھر اس شخص نے جاکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مر جاتیں یا وہ جما ہوا خون ان میں باقی رہ جاتا تو ان دونوں کو دوزخ کی آگ کھا جاتی۔

عن ابن عباس ان رجلين صليا صلوة الظهر او العصر وكانا صائمين فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم الصلوة قال: اعيدوا وضوءكما وصلاتكما وامضيا في صومكما واقضيا يوما آخر قالا لم يا رسول الله؟ قال اغتبتم فلانا۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی وہ دونوں روزہ دار تھے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: اپنے وضو اور نماز کو دہراؤ اور اس روزے کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو، ان دو آدمیوں نے پوچھا کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی۔

یہ حکم مستحب ہے سعیدی غفرلہ: امام بیہقی لکھتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا آپ نے وضو، نماز اسی طرح روزہ کو دہرانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مسلمانوں کی غیبت کرنے یا ان کو اذیت پہنچانے سے جو گناہ صرزد ہوا ہے اس کا کفارہ ادا ہو جائے۔ [3]

عن جابر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم فهاجت ريح منتنة فقال: اتدرون ما هذه؟ قالوا لا قال: قوم من المنافقين اغتابوا اناسا من المؤمنين۔ [4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک بدبو پھیل گئی، آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا منافقین کی ایک جماعت نے مسلمانوں کی ایک جماعت کی غیبت کی ہے۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ
۲۔ 〃 〃 〃 شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۲ 〃 〃 〃 〃
۳۔ 〃 〃 〃 شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۴ 〃 〃 〃 〃
۴۔ 〃 〃 〃 شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۳ 〃 〃 〃

عن الاوزاعی یقول بلغنی انہ یقال للعبد یوم القیامۃ قم فخذ حقک من فلان. فیقول مالی قبلہ حق. فیقال بلی ذکرک یوم کذا وکذا بکذا وکذا۔[1]

امام اوزاعی کہتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندے سے کہا جائے گا اٹھو فلاں شخص سے اپنا حق وصول کر لو، وہ شخص کہے گا میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے کہا جائے گا، کیوں نہیں اس شخص نے فلاں، فلاں دن تیرا اس، اس طرح ذکر کیا تھا۔

عن ابی سعید و جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھم قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ اشد من الزنا قالوا یا رسول اللہ وکیف الغیبۃ اشد من الزناء؟ قال ان الرجل لیزنی فیتوب فیتوب اللہ علیہ وفی روایۃ حمزۃ فیتوب فیغفر لہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفرھا لہ صاحبہ۔[2]

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! غیبت زنا سے زیادہ شدید ہے، صحابہ نے عرض کیا! یا رسول اللہ! غیبت کس طرح زنا سے زیادہ شدید ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے، پھر اللہ تعالے سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اور حمزہ کی روایت میں ہے وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اس کو معاف کر دیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوگی، جب تک وہ شخص اس کو معاف نہیں کرے گا جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

عن عبد اللہ بن المبارک قال: اذا اغتاب رجل رجلا فلا یخبرہ بہ ولکن یستغفر اللہ۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی شخص کی غیبت کرے تو اس کو خبر نہ دے، لیکن اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

قال الامام احمد رحمہ اللہ قد روینا فی حدیث مرفوع باسناد ضعیف کفارۃ الغیبۃ ان تستغفر لمن اغتبتہ۔[4]

امام احمد فرماتے ہیں ایک سند ضعیف سے حدیث مرفوع میں ہے: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

عن حذیفۃ قال: کان فی لسانی ذرب علی اھلی لم یعدھم الی غیرھم فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال این انت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے صرف میرے اہل کے متعلق بہت فحش کلمات نکلتے تھے۔ میں نے اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۶، " " " "

[3] " " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۷، " " " "

[4] " " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸، " " " "

من الاستغفار یا حذیفۃ انی لاستغفر اللّٰہ کل یوم مأۃ مرۃ [1]

دریافت کیا، آپ نے فرمایا اے حذیفہ تم استغفار کیوں نہیں کرتے! میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال احمد وان صح حدیث حذیفۃ فیحتمل ان یکون النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امرہ بالاستغفار رجاء ان یرضی اللّٰہ تعالٰی خصمہ یوم القیامۃ ببرکۃ استغفارہ واللّٰہ اعلم [2]

امام احمد نے کہا اگر حضرت حذیفہ کی حدیث صحیح ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس امید پر استغفار کرنے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ اس استغفار کی برکت سے مطالبہ کرنے والے کو قیامت کے دن راضی کر دے گا۔

غیبت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

پس پشت کسی کا عیب ذکر کرنا غیبت ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا غیبت کی تین قسمیں ہیں اور ان تینوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

(۱)۔ غیبت: اپنے بھائی کے متعلق تم وہ عیب بیان کرو جو اس میں ہے۔

(۲)۔ افک: اپنے بھائی کے متعلق تم سنی سنائی بات بیان کرو۔

(۳)۔ بہتان: اپنے بھائی کے متعلق تم وہ عیب بیان کرو جو اس میں نہیں ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے معاویہ بن قرہ نے بیان کیا کہ اگر تمہارے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا شخص گذرے اور تم کہو کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو یہ بھی غیبت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور چار مرتبہ اپنے زنا کرنے کا اقرار کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کا پردہ رکھا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، آپ کچھ دیر خاموش چلتے رہے پھر آپ کا ایک مردہ گدھے کے پاس سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا ہم یہاں ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ اس مردار گدھے کو کھاؤ، انہوں نے کہا یا نبی اللہ! اس کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا تم جو ابھی ابھی اپنے بھائی کی عزت کو خراب کر رہے تھے، وہ اس مردار گدھے کو کھانے سے زیادہ بری بات تھی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مردار کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ جب مردار کا گوشت کھایا جائے تو اس کو اپنے گوشت کے کھائے جانے کا علم نہیں ہوتا، اسی طرح زندہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس کے پس پشت کون اس کی غیبت کر رہا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے غیبت کی یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ جس طرح مردار کا گوشت کھانا دین میں حرام ہے اسی طرح غیبت دین میں حرام ہے اور دل اس سے گھن کھاتے ہیں، تم دیکھتے کہا اس

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ۔۔۔ شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸

کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم مُردار کا گوشت کھانے کو بُرا جانتے ہو اور اس سے اجتناب کرتے ہو، اسی طرح غیبت کرنے کو بھی بُرا جانو اور اس سے اجتناب کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا وہ روزہ دار نہیں ہے، سو جو شخص کسی مسلمان کی تنقیص کرے یا اس کی جناب عزت کرے وہ گویا اس زندہ آدمی کا گوشت کھا رہا ہے، اور جو شخص غیبت کرے وہ اس مردہ آدمی کا گوشت کھا رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جتنا کسی مسلمان کا گوشت کھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی جہنم کی آگ کھلائے گا، اور آپ کا ارشاد ہے: اے وہ لوگو جو زبان سے مسلمان ہوئے ہو اور جن کا دل مومن نہیں ہوا مسلمان کی غیبت نہ کرو، ابو قلابہ رقاشی نے کہا ابو عاصم کہتے تھے جب سے مجھے علم ہوا کہ غیبت کا اس قدر گناہ ہے اس کے بعد میں نے کسی کی غیبت نہیں کی، میمون بن سیاہ کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے، ان کے سامنے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرتا تو وہ اس کو منع کرتے تھے اگر وہ رک جاتا تو فبہا ورنہ وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے تھے، ثعلبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص اٹھا اس کے اٹھنے میں کچھ لنگ تھا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ شخص اٹھنے سے کس قدر عاجز ہے! آپ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا اور اس کی غیبت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے ذکر سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ بیماری ہے اور اللہ کا ذکر کیا کرو، کیونکہ اس میں شفا ہے، عمرو بن عبید سے کسی نے کہا فلاں شخص آپ کی اس قدر برائی بیان کرتا ہے کہ ہمیں آپ پر رحم آتا ہے، انھوں نے کہا قابل رحم تو وہ شخص ہے، ایک شخص نے حسن بصری سے کہا: مجھے معلوم ہے کہ آپ میری غیبت کرتے ہیں، حسن بصری نے کہا میرے نزدیک تم اتنے رتبہ کے نہیں ہو کہ میں اپنی نیکیوں پر تمہیں حاکم بنا دوں۔[1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام ابن المبارک نے کہا اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے ماں باپ کی غیبت کرتا کیونکہ وہ میری نیکیوں کے زیادہ مستحق ہیں۔[2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ غیبت کا تعلق صرف امور دینیہ سے ہے (مثلاً فلاں شخص بے نماز ہے) اور امور خلقیہ (مثلاً فلاں شخص کانا یا بھینگا ہے) اور کسبیہ (مثلاً فلاں شخص موچی ہے) بیان کرنے میں غیبت نہیں ہے، ایک قوم نے اس کے برعکس یہ کہا کہ غیبت کا تعلق صرف خَلق (جسمانی عیوب) خُلق (فطری عیوب مثلاً بخل اور بزدلی) اور حسب (پیشہ کے عیوب مثلاً جلاہا اور موچی) سے ہے اور جسمانی عیوب کا بیان کرنا زیادہ سخت گناہ ہے، کیونکہ صنعت کی مذمت کرنا صانع کی مذمت کے مترادف ہے، یہ تمام نظریات مردود ہیں اور ہر قسم کی غیبت کرنا گناہ اور حرام ہے جسمانی بناوٹ کی غیبت کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے متعلق یہ کہا کہ وہ کوتاہ قد ہیں تو آپ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو تمام پانی کا ذائقہ بدل جائے اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۶ - ۳۳۵ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، الاذکار ص ۳۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

کہ جس وصف کو بطور عیب بیان کیا جائے وہ غیبت ہے، اور یہ صحیح نظریہ ہے کہ ابطال پر دلیل یہ ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین کے نزدیک بالاتفاق غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے دینی وصف کی مذمت کی جائے، کیونکہ دین میں عیب نکالنا سب سے بڑا عیب ہے، اور ہر مومن بدنی عیب کی بہ نسبت دینی عیب کو زیادہ ناپسند کرتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت تم اپنے بھائی کے متعلق وہ بات کہو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو یہ غیبت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں، اور یہ حدیث دین اور دنیا دونوں کو شامل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "جس شخص نے اپنے بھائی کے مال یا اس کی عزت میں کوئی زیادتی کی ہو وہ اس کو معاف کرالے" یہ حدیث ہر قسم کی عزت کو شامل ہے اور جو شخص دینی اوصاف میں غیبت کو جائز کہتا ہے وہ ان احادیث سے معارضہ کرتا ہے۔ [1]

مصنف یہ کہتا ہے کہ اس سلسلہ میں زیادہ واضح حدیث یہ ہے کہ جن دو شخصوں نے حضرت ماعز کے زنا کرنے کے متعلق غیبت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک مردہ گدھے کے پاس لے گئے اور فرمایا اس کو کھاؤ، انھوں نے کہا اس کو کون کھا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا تم ابھی اپنے بھائی کی غیبت کر رہے تھے وہ اس کو کھانے سے زیادہ گندا اور گناہ ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۸)

غیبت کے حرام ہونے کا بیان اور مکث و مغفرت

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے اور جس شخص نے کسی کی غیبت کی اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے توبہ کرے، باقی اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہے آیا اس سے بھی معافی طلب کرے یا نہیں؟ ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے معافی طلب کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے اس نے اپنے رب کی خطا کی ہے اس نے اس شخص کا مال لیا ہے نہ اس کے بدن کو نقصان پہنچایا ہے، لہٰذا یہ ایسی زیادتی نہیں ہے جس کو وہ اس شخص سے معاف کرائے، جیسی زیادتی کو معاف کرانے کی ضرورت ہوتی ہے یہ وہ ہے جس کا عوض مال یا بدن میں واجب ہوتا ہے، ایک گروہ نے کہا یہ مظلمہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے شخص کے لیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے، ان کا استدلال حسن بصری کی اس روایت سے ہے، "غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے" اور ایک گروہ نے یہ کہا ہے کہ یہ مظلمہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے اس کو معاف کرائے، اور ان کا استدلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے: "جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت یا اس کے مال میں کوئی ظلم (زیادتی) کی ہو وہ اس کو اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن کوئی دینار ہوگا نہ درہم، اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں تو صاحب حق کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جائے گا"،

اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی جب وہ جانے لگی تو ایک عورت نے کہا اس عورت کا دامن کتنا لمبا تھا، حضرت عائشہ نے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

فرمایا تم نے اس کی غیبت کی ہے، اب اس غیبت کو اس سے معاف کراؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہو اس سے معاف کرانا ضروری ہے اور ان احادیث کے مقابلہ حضرت حسن کی روایت حجت نہیں ہے۔ [1]

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنا حرام ہے، علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، اور امام غزالی اور صاحب العدۃ نے یہ تصریح کی ہے کہ غیبت کرنا گناہ صغیرہ ہے، ان حضرات کا یہ قول بہت عجیب ہے کیونکہ بکثرت احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، غیبت کے صغیرہ ہونے پر انتہائی دلیل یہ ہے کہ اگر غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہو تو ماسوائے معدودے چند کے تمام مسلمانوں کا فاسق ہونا لازم آئے گا اور یہ حرج عظیم ہے، لیکن یہ دلیل اس لیے مردود ہے کہ کسی معصیت کا پھیل جانا حتیٰ کہ تمام لوگ اس معصیت کا ارتکاب کرنے لگیں یہ بھی اس معصیت کے صغیرہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے چہ جائیکہ اکثر، ان کا کسی معصیت کا ارتکاب کرنا، مثلاً ہمارے زمانے میں بینک کا سود، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور ٹیپ کے ذریعہ موسیقی کا سماع، خواتین کی بے پردگی اور فرض نمازوں کا ترک عام ہو گیا ہے حتیٰ کہ معدودے چند لوگ ہی اس گناہ سے مجتنب ہیں تو کیا معصیت کا یہ عموم اور شیوع اس کے صغیرہ ہونے کو مستلزم ہو گا؟ سعیدی غفرلہٗ نیز معصیت پر اصرار اس معصیت کو بالاجماع کبیرہ بنا دیتا ہے اور جو لوگ غیبت کرتے ہیں وہ اس پر اصرار کرتے ہیں یعنی ایک غیبت کے بعد نادم اور تائب ہوئے بغیر وہ بار بار اور سو بار غیبت کرتے ہیں اور یہی معصیت پر اصرار ہے۔ سعیدی غفرلہٗ نیز اس اعتبار سے غیبت کو صغیرہ قرار دینے سے بھی حرج عظیم لازم آئے گا سو اس حرج عظیم کا دفعیہ تو تب ہو گا جب غیبت اصلاً معصیت نہ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، ہاں البتہ غیبت کی بعض اقسام وہ ہیں جو گناہ صغیرہ ہیں جن سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے مثلاً سواری اور لباس کا عیب بیان کرنا اور بعض اقسام اکبر الکبائر ہیں مثلاً اولیاء اللہ اور علماء کی غیبت کرنا اور ان کو فاسق و فاجر کہنا۔ [2]

کیا امام غزالی نے غیبت کو گناہ صغیرہ کہا ہے؟

علامہ آلوسی نے جو امام غزالی کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ حرج عظیم کی بناء پر غیبت کو گناہ صغیرہ قرار دیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے اس سلسلہ میں علامہ آلوسی کو یقیناً تسامح ہوا ہے، امام غزالی نے غیبت پر بہت مفصل بحث کی ہے اور قرآن مجید کی آیات اور بکثرت احادیث اور آثار سے غیبت کا حرام ہونا بیان کیا ہے اور غیبت پر توبہ کرنے اور صاحب حق سے معاف کرانے کو واجب قرار دیا ہے۔ اور ہر قسم کی غیبت کو حرام کہا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں:

اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفہیم الغیر نقصان اخیک وتعریفہ بما یکرھہ	زبان سے غیبت کرنا اس لیے حرام ہے کہ زبان کے ذریعہ دوسرے شخص کو تم اپنے بھائی کا عیب بتاتے

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ١٦ ص ٣٣٨، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ١٣٨٧ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ، روح المعانی ج ٢٦ ص ١٦٠-١٥٩، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

فالتعریض بہ کالتصریح بہ والفعل فیہ کالقول والاشارۃ والایماء والغمز واللمز والکتابۃ والحرکۃ وکل ما یفہم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام [1]

ہو اور ناپسند یدہ وصف سے کسی کی شناخت کراتے ہو سو اس معاملہ میں تعریض بھی تصریح کرنے کے برابر ہے اور فعل بمنزلہ قول ہے اسی طرح اشارہ کنایہ سے کسی کا عیب بیان کرنا لکھنا یا کوئی حرکت کرنا اور ہر وہ طریقہ جس سے کسی کا عیب بتایا جا سکتا ہو غیبت کرنے میں داخل ہے اور وہ حرام ہے۔

دیکھئے امام غزالی نے کتنی تفصیل اور تصریح کے ساتھ غیبت کو حرام قرار دیا ہے! لہٰذا تعجب امام غزالی پر نہیں علامہ آلوسی کی نقل پر ہے۔

غیبت سننے کی حرمت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس طرح متکلم پر غیبت کرنا حرام ہے، اسی طرح سامع پر غیبت سننا اور اس کو برقرار رکھنا حرام ہے، اس لیے جب کوئی شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی غیبت کرنے کی ابتداء کر رہا ہے تو اس کو غیبت کرنے سے منع کرے، بہ شرطیکہ اس کو کسی ظاہر نقصان کا خدشہ نہ ہو، اور اگر اس کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس غیبت کو دل سے برا جانے، اور اگر اس وقت اس مجلس سے اٹھنے میں اس کو کوئی ضرر نہ ہو تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے اور اگر اس کو غیبت سے منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کرے یا اس شخص کی بات کاٹ کر کوئی اور بات شروع کر دے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو گنہگار ہوگا، اور اگر اس نے بظاہر زبان سے کہا چپ ہو جاؤ اور اس کا دل اس بات کو سننے کے لیے مشتاق تھا اور سلسلہ کلام جاری رکھنا چاہتا تھا، تو امام ابو حامد غزالی نے یہ کہا ہے کہ یہ نفاق ہے اور زبانی روکنے سے اس کا گناہ ساقط نہیں ہوگا اس لیے زبان سے منع کرنے کے علاوہ دل سے بھی غیبت کو برا جاننا ضروری ہے، اگر کوئی ایسی مجلس ہو کہ وہاں غیبت کو منع کرنے سے یا اس مجلس سے اٹھ کر چلے جانے سے اس کو ضرر کا اندیشہ ہو تو کان لگا کر توجہ سے غیبت سننے بلکہ اس طرف سے توجہ ہٹا کر امور آخرت کی طرف ذہن کو متوجہ کرے اور چپکے چپکے زبان اور دل سے اللہ کا ذکر شروع کر دے اس طریقہ پر عمل کرنے کے باوجود اگر کوئی بات اس کے کان میں پڑ جائے تو پھر اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ [2]

جس شخص کی غیبت کی جائے اس کی حمایت کے متعلق احادیث

اگر کوئی شخص کسی عالم دین یا صالح مسلمان کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر بقدر استطاعت فرض ہے کہ وہ اس کی غیبت کو رد کرے اور اس عالم دین یا صالح مسلمان کی فضیلت بیان کرے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

[1] امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۲۱، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۳۰۲۔۳۰۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رد عن عرض اخیہ رد اللہ عن وجھہ النار یوم القیامۃ۔[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت سے تہمت کو دور کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے آگ کو دور کر دے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن معاذ بن انس الجھنی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمی مؤمنا من منافق اراہ قال بعث اللہ ملکا یحمی لحمہ یوم القیامۃ من نار جھنم۔[3]

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی منافق کے مقابلہ میں مومن کی حمایت کی، میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

عن جابر بن عبد اللہ وابی طلحۃ بن سھل الانصاری یقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من امرئ یخذل امرأ مسلما فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ الا خذلہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ وما من امرئ ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب نصرتہ۔[4]

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جگہ پر کسی مسلمان شخص کی بے عزتی اور آبرو ریزی کی جا رہی ہو وہاں جو شخص اس مسلمان کو رسوا کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس جگہ رسوا کر دے گا جہاں وہ اپنی عزت کا خواہش مند ہوگا، اور جس جگہ پر کسی مسلمان کی بے عزتی اور توہین کی جا رہی ہو وہاں پر جو شخص اس مسلمان کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس جگہ مدد کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰۔ ۴۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۳،

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں ہے:

فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقمنا فصففنا فصلى ركعتين ثم سلم قال وحبسناه على خزيرة صنعناها له قال فثاب في البيت رجال من اهل الدار ذوو عدد فاجتمعوا فقال قائل منهم اين ابن الدخيشن فقال بعضهم ذلك منافق لا يحب الله ورسوله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقل ذلك الا تراه قد قال لا اله الا الله يريد بذلك وجه الله قال الله ورسوله اعلم قال فانا نرى وجهه ونصيحته الى المنافقين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فان الله عزوجل قد حرم على النار من قال لا اله الا الله يبتغي بذلك وجه الله۔[1]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیا، حضرت عتبان بن مالک کہتے ہیں: ہم نے آپ کے لیے ایک کھانا تیار کیا تھا وہ کھانا کھلانے کے لیے ہم نے آپ کو روک لیا، پھر اس گھر میں بہت سے گھرانوں کے لوگ آ گئے، ان میں سے ایک نے پوچھا: ابن الدخیشن کہاں ہے؟ حاضرین میں سے بعض نے کہا: وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیونکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور محض اللہ کی رضا کے لیے یہ کلمہ پڑھا ہے، اس شخص نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، ہم نے اس کو منافقین کی طرف متوجہ اور ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک مجلس میں حضرت مالک بن دخیشن کی غیبت کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دفاع کیا اور ان کی نصرت و حمایت کی۔

امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں یہ جملے ہیں:

فقال وهو جالس في القوم بتبوك ما فعل كعب فقال رجل من بني سلمة يا رسول الله حبسه برداه ونظره في عطفه فقال معاذ بن جبل بئس ما قلت والله يا رسول الله ما علمنا عليه الا خيرا فسكت

تبوک میں پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب نے کیا کیا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو لباس کے تکبر نے روک لیا، حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بری بات کہی ہے! بخدا! یا رسول اللہ! ہمیں کعب کے متعلق سوا خیر کے اور کسی بات کا علم نہیں، پھر رسول اللہ صلی

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۱-۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ان عائذ بن عمرو وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی عبید اللہ بن زیاد فقال ای بنی انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شر الرعاء الحطمة فایاک ان تکون منہم فقال لہ اجلس فانما انت من نخالۃ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال وہل کانت لہم نخالۃ انما کانت النخالۃ بعدہم وفی غیرہم [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا: اے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے بدترین حاکم وہ ہوتے ہیں جو بے درد اور ظالم ہوں، تم اپنے آپ کو ان لوگوں میں ہونے سے بچانا، اس نے کہا بیٹھیے آپ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بھوسی ہیں، حضرت عائذ نے کہا کیا صحابہ کرام میں سے کوئی بھوسی بھی تھا؟ بھوسی تو صحابہ کے بعد آنے والے لوگوں میں سے ہو سکتے ہیں جو غیر صحابہ ہوں گے!

غیبت کی توبہ اور اس کے کفارہ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کوئی گناہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ فوراً اس گناہ سے توبہ کر لے، یہ توبہ اللہ کے حقوق سے ہے اور اس کی تین شرطیں ہیں:

(۱) علی الفور گناہ کو ترک کر دے، (۲) اس گناہ پر نادم ہو، (۳) آئندہ کے لیے اس گناہ کو بالکلیہ ترک کرنے کا عزم کرے۔

(یہاں ایک اور شرط کا بھی ذکر ضروری ہے اور وہ ہے بہ قدر امکان تلافی اور تدارک مثلاً نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضاء کرے اسی طرح روزہ، حج اور نذر وغیرہ کی قضاء، اور جن گناہوں میں تلافی اور تدارک ممکن نہیں ان میں صرف نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا توبہ ہے، مثلاً جھوٹی قسم کھائی، جھوٹ بولا، اجنبی عورت سے جنسی تلذذ حاصل کیا، عاشقانہ دل لگی کی، کوئی کلمہ کفریہ کہا، العیاذ باللہ! سعیدی غفرلہ)

اور جو توبہ بندوں کے حقوق سے ہے اس میں ان مذکور الصدر تین شرطوں کے علاوہ چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق واپس کر دے یا اس سے وہ حق معاف کرا لے اور اپنے آپ کو اس حق سے بری کرا لے، اس لیے غیبت سے توبہ کرنے والے پر یہ چار شرطیں پوری کرنا ضروری ہیں، کیوں کہ غیبت آدمی کا حق ہے، اس لیے جس کی غیبت کی ہے اس سے اس کو معاف کرانا ضروری ہے، اس صورت میں آیا اس کے لیے یہ کافی ہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی تھی تم مجھے معاف کر دو، یا اس شخص کو یہ بھی بتائے کہ اس نے کیا غیبت کی تھی؟ فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں، اور اگر جس کی غیبت کی ہے وہ مر چکا ہو یا غائب ہو تو اس سے معاف کرانا متعذر ہے، اب وہ اس کے لیے دعا اور استغفار کرے۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲، " " " " " "

اور جس شخص سے غیبت کرنے والا غیبت کرنے پر معافی مانگے اس شخص کے لیے اس کو معاف کر دینا مستحب ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ (آل عمران: ۱۳۴)

اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عبدا کانت لاخیہ عندہ مظلمۃ فی عرض او مال فجاءہ فاستحلہ قبل ان یؤخذ ولیس ثم دینار ولا درھم فان کانت لہ حسنات اخذ من حسناتہ وان لم تکن لہ حسنات حملوا علیہ من سیاتھم ھذا حدیث صحیح۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس پر اس کے بھائی کی عزت یا مال کا کوئی حق تھا اس نے اس شخص کے پاس جا کر اس کا حق معاف کرا لیا اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں کسی کے پاس کوئی درہم یا دینار نہیں ہوگا پھر اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس کی وہ نیکیاں حقدار کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے اوپر حقدار کے گناہ ڈال دیے جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیء فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر اس کے بھائی کی عزت یا کسی اور چیز کا کوئی حق ہو وہ اس کو آج معاف کرا لے۔ اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس درہم یا دینار نہیں ہوں گے، اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو وہ اس سے بہ قدر حق وصول کر لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو حقدار کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام غزالی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ حقدار سے غیبت کا جرم معاف کرانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا کافی ہے' اس نظریہ پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو' اور مجاہد نے کہا اگر تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس کے حق میں دعا کرو۔ [2]

جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے دعا و ثناء کافی ہونے کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو' امام حارث بن ابی اسامہ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے' اور امام خرائطی نے "مساوی" میں بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان (ج ۵ ص ۳۱۷) اور امام ابوالشیخ نے توبیخ میں اور امام دینوری نے المجالسۃ میں اور خطیب نے التاریخ میں اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے لیکن ان سب کی سند از عنبسہ از خالد بن یزید از انس کی طرف رجوع کرتی ہے اور عنبسہ ضعیف راوی ہے۔ امام خرائطی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ از ابو سلیمان کوفی از ثابت از انس روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو اور یہ کہو "اللھم اغفر لنا ولہ" یہ سند بھی ضعیف ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں' امام ابو نعیم نے حلیہ میں اور امام ابن عدی نے کامل میں از ابو داؤد سلیمان بن عمر نخعی از ابی حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کی غیبت کی پھر اس کے لیے استغفار کیا تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے لیکن نخعی پر حدیث وضع کرنے کی تہمت ہے' امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جس شخص نے اپنے کسی بھائی کی غیبت کی پھر اس کے بعد اس کے لیے استغفار کیا تو اس کی غیبت کو معاف کر دیا جائے گا' یہ حدیث ضعیف ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں دو سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غیبت روزہ توڑ دیتی ہے اور استغفار اس کو جوڑ دیتا ہے' سو جو شخص یہ جانتا ہو کہ اس کا روزہ ٹوٹا ہوا ہو وہ استغفار کرے' عقیلی نے کہا یہ حدیث موقوف ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ [3]

نیز علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۶' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ' احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۹ - ۵۵۸' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۹ - ۵۵۸' " " "

کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس کے لیے دعائے خیر کرو نیز امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ ابو الرجاء سے روایت کیا ہے جو آدمی اپنے بھائی کی غیبت کرے وہ اس کے لیے استغفار کرے یہ اس کا کفارہ ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مبارک سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی کسی کی غیبت کرے وہ اس کو خبر نہ دے لیکن استغفار کرے، محبوب بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن بکار سے سوال کیا کہ میں نے ایک شخص کی غیبت کی پھر میں نادم ہوا، انھوں نے کہا تم اس کو خبر نہ دو، اس کا دل رنجیدہ ہوگا، لیکن اس کے لیے دعا کرو اور اس کی خوبیاں بیان کرو، حتیٰ کہ نیکی سے برائی مٹ جائے اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ. (مومنون: ۹۶) برائی کو نیکی سے دور کرو۔

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری زبان سے اپنے اہل کے متعلق بہت فحش کلمات نکلتے ہیں آپ نے فرمایا: اے حذیفہ تم استغفار کیوں نہیں کرتے؟ اس کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے، ان تمام احادیث کے مجموعہ سے ان پر ترجیح کا حکم لگانا مستبعد ہو جاتا ہے۔ [1]

علامہ زبیدی نے غیبت کیے جانے والے شخص کے لیے استغفار سے متعلق مختلف احادیث پر مفصل بحث کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ ان میں سے اکثر احادیث اسانید ضعیفہ سے مروی ہیں اور انفرادی طور پر الگ الگ ہر سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن ان کا مجموعہ علم کا مفید ہے اور اعتبار کے لائق ہے۔

کیا صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا ضروری ہے؟

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:
علامہ حناطی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اگر وہ غیبت اس تک نہیں پہنچی تو پھر غیبت کرنے والے کے لیے غیبت پر ندامت اور استغفار کرنا کافی ہے۔ ابن الصباغ نے اسی قول پر اعتماد کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ اگر اس نے کسی جماعت کے سامنے یہ غیبت کی تھی تو ان کے پاس جائے اور ان کو یہ بتائے کہ حقیقۃً یہ بات نہیں تھی، اکثر علماء نے اس کو اختیار کیا ہے ان میں علامہ نووی بھی ہیں، علامہ ابن الصلاح نے بھی اپنے فتاویٰ میں اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ زرکشی نے کہا یہی مختار ہے، علامہ ابن عبد البر مالکی نے امام ابن المبارک سے اس کو نقل کیا اور یہ کہا کہ انھوں نے سفیان ثوری سے اس پر مناظرہ کیا تھا، اور جن احادیث سے صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانے پر استدلال کیا جاتا ہے ان کا محمل یہ ہے کہ صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا افضل ہے یا اس سے علی الفور گناہ بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، یہ حکم غیر غائب اور غیر میت کے متعلق ہے اور اگر میت کی غیبت کی ہے تو اس کے لیے زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔ [2]

غیبت کی توبہ کے طریقہ میں مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو علم نہیں ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ پر توبہ

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کرے اور اس شخص کے لیے استغفار کرے اور اس غیبت کی تلافی کے لیے جن کے سامنے اس کی غیبت کی تھی اب ان کے سامنے اس شخص کے محاسن اور فضائل بیان کرے کیونکہ اگر وہ اس شخص کو جاکر یہ بتائے گا کہ میں نے تمہاری غیبت کی تھی تو اولاً تو اس کو رنج ہوگا اور مسلمان کو رنجیدہ کرنا منع ہے، ثانیاً اس فعل سے غیبت کرنے والا اس کے سامنے اپنے گناہ کا اظہار اور اعلان کرے گا، اور گناہ کا اظہار اور اعلان کرنا منع ہے، جن احادیث میں حقدار کو حق واپس کرنے کا حکم ہے، ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقدار کو لازماً یہ بتلائے کہ میں نے تمہاری فلاں حق تلفی کی تھی اور اب میں اس کی تلافی کر رہا ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے علانیہ اس کا حق مار لیا تھا، تو اس کو بتا کر اس کا حق واپس کر دے یا اس کے منہ پر اس کو کوئی برا کلمہ کہا تھا تو اس سے اس کی معافی مانگ لے اور اگر خفیہ طریقہ سے اس کی کوئی حق تلفی کی تھی تو اس کا خفیہ طریقہ سے ازالہ کر دے مثلاً اس کی چوری کی تھی تو خفیہ طریقہ سے اس کا مال واپس کر دے اور اگر اس کی غیبت کی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اس کے لیے استغفار کرے اور جن محافل میں اس کی برائی کی تھی اب وہاں اس کی اچھائی بیان کرے، یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب اس شخص کو علم نہ ہو کہ فلاں شخص نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر اس کو علم ہو گیا ہو تو اب اس سے جاکر معافی مانگنا زیادہ بہتر ہے۔

فقہاء مذاہب کے نزدیک غیبت کی جائز صورتیں

علامہ نووی لکھتے ہیں: چھ اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے کسی کی غیبت کرنا شرعاً جائز ہے:

(۱)۔ مظلوم کا قاضی یا حاکم کے سامنے داد رسی کی خاطر ظالم کا ظلم بیان کرنا مثلاً یہ کہے کہ فلاں شخص نے میری جان یا میرے مال یا میری عزت پر یہ ظلم کیا ہے۔

(۲)۔ کسی برائی کو مٹانے کی جدوجہد میں لوگوں کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنا، مثلاً لوگوں کو بتلائے کہ محلہ میں فلاں شخص نے جوئے کا اڈہ قائم کیا ہے۔

(۳)۔ استفتاء کے لیے یعنی کسی شخص کی برائی کے خلاف فتویٰ طلب کرنے کے لیے، مثلاً مفتی سے پوچھے کہ میرا شوہر خرچ نہیں دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے اس کا کیا حل ہے؟

(۴)۔ کسی شخص کے عیب کے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کا عیب بیان کرنا، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(الف)۔ مجروح راویوں، گواہوں اور مصنفوں پر جرح کرنا یہ بالاجماع جائز ہے بلکہ واجب ہے تاکہ احکام شرعیہ صحیح طریقہ سے مدون ہوں۔

(ب)۔ جب کوئی شخص کسی آدمی کے متعلق مشورہ لے تو اس کا عیب بتا دے مثلاً ایک آدمی کسی کو قرض دینے کے متعلق مشورہ لیتا ہے تو اس کو بتا دے کہ یہ آدمی قرض لے کر واپس نہیں دیتا، یا کسی درزی سے کپڑا سلوانا چاہتا ہے تو اس کو بتا دے یہ کپڑا چرا لیتا ہے، یا کسی لڑکی سے نکاح کے لیے مشورہ لیتا ہے تو بتا دے کہ اس کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے (یعنی جب ان میں یہ عیوب ہوں۔) کیونکہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔

(ج)۔ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کوئی عیب والی چیز خرید رہا ہے اور اس کو اس عیب کا علم نہیں ہے تو اس کی خیر خواہی کی نیت سے اس کو وہ عیب بتا دو، بشرطیکہ اس سے بیچنے والے کو ایذاء دینے اور ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو۔

(۵)۔ جب تم دیکھو کہ ایک نیک اور صالح آدمی کسی فاسق یا بدعقیدہ کے پاس علم حاصل کرنے جا رہا ہے اور اس کی صحبت میں اس نیک شخص کے عقیدہ اور عمل کے بگڑنے کا خدشہ ہو تو اس کی خیر خواہی کے قصد سے اس کو پڑھانے والے کی بدعقیدگی اور فسق پر مطلع کر دو۔

(۶)۔ جب تم دیکھو کہ نا اہل یا غلط کار شخص کسی منصب پر فائز ہے تو لوگوں کو اس کے پاس اپنے معاملات لے جانے سے روکو یا اس کو اس منصب سے ہٹانے کے لیے لوگوں کو یا حاکم شہر کو اس کی نا اہلی یا غلط کاری پر مطلع کرو۔

(۷)۔ ایک آدمی علی الاعلان فسق یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہو۔ مثلاً ایک آدمی علانیہ شراب پیتا ہو، لوگوں سے جبراً ٹیکس وصول کرتا ہو۔ علانیہ رشوت لیتا ہو تو اس کے انہی عیوب کا ذکر کرنا جائز ہے۔

(۸)۔ کسی شخص کو متعین کرنے اور اس کی شناخت کے لیے اس کے عیوب کو بیان کرنا بشرطیکہ وہ ان عیوب کے ساتھ مشہور ہو جیسے ایک شخص اعمش (رتراندا)، ایک شخص اعرج (لنگڑا) ہے اور ایک شخص اصم (بہرا) کے لقب سے مشہور ہو۔ اس کے باوجود اس کی شناخت ان عیوب کے علاوہ دوسرے القاب کے ساتھ ہو سکے تو وہ افضل ہے۔[1]

امام غزالی شافعی[2] اور علامہ آلوسی حنفی نے بھی غیبت کی ان چھ مباح صورتوں کا ذکر کیا ہے۔[3]

علامہ قرطبی مالکی نے فاسق معلن، بدعتی، اور ظالم حاکم کی غیبت کو جائز کہا ہے۔ نیز فتویٰ طلب کرتے وقت اور مشورہ دیتے وقت بھی غیبت کو جائز کہا ہے۔[4]

علامہ شامی حنفی نے گیارہ صورتوں میں غیبت کو جائز کہا ہے جن میں سے بعض صورتوں میں غیبت کرنا واجب ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ مجہول شخص کی غیبت جائز ہے۔ مثلاً کہے بعض لوگ سود کھاتے ہیں یا فلاں دیہات (مثلاً دار جہا) کے لوگ بدعہد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کسی شخص کی تعیین نہیں ہے۔

(۲)۔ جو شخص علانیہ معصیت کرے اس کی غیبت جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے چہرے سے حیاء کی چادر اتار دے اس کی کوئی غیبت نہیں ہے۔" ہاں جو شخص چھپ کر معصیت کرے اس کی غیبت جائز نہیں ہے۔

(۳)۔ جو شخص نکاح، سفر، شرکت، پڑوس، امانت رکھوانے اور اس قسم کے دوسرے کاموں میں مشورہ طلب کرے تو اس معاملہ میں مشورہ دیتے ہوئے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۴)۔ جو شخص اپنی بدعقیدگی کو مخفی رکھتا ہو اس کے ضرر سے بچانے کے لیے اس کی غیبت کرنا واجب ہے اور جو شخص علی الاعلان بدعقیدہ ہو اس کا حکم دوسری قسم سے واضح ہو گیا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۳، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
[3] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶، ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[4] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

(۵)۔ حاکم یا قاضی کے سامنے داد رسی کے لیے ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے۔

(۶)۔ کسی برائی کو مٹانے اور نہی عن المنکر پر مدد حاصل کرنے کے لیے کسی کی غیبت کرنا واجب ہے۔

(۷)۔ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی برائیوں کو غم اور افسوس کی وجہ سے بیان کرے تو یہ غیبت نہیں ہے، مثلاً یہ کہے کہ افسوس فلاں شخص جواری ہو گیا! کیونکہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی کی برائی غصہ اور غضب سے یا اس کو بدنام اور رسوا کرنے کی غرض سے بیان کرے، اس صورت میں غیبت اس وقت مباح ہے جب وہ اپنے غم اور افسوس میں صادق ہو ورنہ وہ نہ صرف غیبت کرنے والا بلکہ ریاکار، منافق اور خود ستائی کرنے والا ہوگا کیونکہ اس نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ اس کام کو برا جانتا ہے اور اس کا قصد اصلاح ہے اور اس نے ان عیوب کو بطور غیبت نہیں بلکہ افسوس اور حسرت کی بناء پر بیان کیا ہے حالانکہ درحقیقت وہ اپنے مسلمان بھائی کی مذمت کر کے اس کو رسوا کر رہا ہے سو اس شخص نے غیبت کے علاوہ نفاق، دکھاوا اور خود ستائی کا بھی ارتکاب کیا۔

نعوذ باللہ من تلک القبائح۔

(۸)۔ مفتی سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے کسی شخص کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۹)۔ بائع خریدار کو عیب والی چیز بیچ رہا ہو یا خریدار بائع کو کھوٹے یا جعلی سکے دے رہا ہو تو ان کو ضرر سے بچانے کے لیے ان میں سے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۱۰)۔ جو آدمی کسی عیب (مثلاً اندھا یا لنگڑا) والے لقب سے معروف ہو تو اس کا اس عیب کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔

(۱۱)۔ مجروح راویوں، گواہوں اور مصنفوں کے عیوب بیان کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ [۱]

فقہاء مذاہب نے جن صورتوں میں غیبت کرنے کو مباح کہا ہے ہم چاہتے ہیں کہ قرآن اور سنت سے ان کے دلائل اور ان کی اصل کو بیان کر دیں: فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق

قاضی یا حاکم کے سامنے مظلوم کی غیبت کا جواز

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم (نساء: ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ اور کسی شخص سے بری بات کا آشکارا کرنا پسند نہیں فرماتا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقاضاہ فاغلظ فھم بہ اصحابہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (یہ کافر یا یہودی تھا نووی) نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے (اپنے حق کا) تقاضا کیا اور درشت کلام کیا

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۱-۲۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فان لصاحب الحق مقالاً [۱]

آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو کیونکہ حقدار کو بولنے کا حق ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم [۲] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطل الغنی ظلم [۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار آدمی کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [۵]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لی الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ [۶]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مالدار کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا اس کی عزت (پر حملہ) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شرید عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی الواجد یحل عرضہ وعقوبتہ یحبس لہ۔ [۷]

عمرو بن شرید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا مالدار کا ادائیگی میں تاخیر کرنا اس کی عزت (پر حملہ) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے، ابن المبارک نے کہا عزت حلال کرنے کا مطلب ہے اس سے درشت کلام کرنا اور سزا سے مراد ہے اس کو قید کرنا۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۱، ۳۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۳] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۶، ۳۱۶، ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۴] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۵] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۶] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۷] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اس حدیث کو امام نسائی[1] اور امام احمد[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

فتویٰ سے متعلق شخص کی غیبت کرنے کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں

عن عائشۃ ان ھند بنت عتبۃ قالت یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت وھو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ خرچ کے لیے مجھے اتنی رقم نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، الا یہ کہ میں ان کی لاعلمی میں کچھ رقم لے لوں آپ نے فرمایا اتنی رقم لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

اس حدیث کو امام مسلم،[4] امام ابوداؤد[5] اور امام احمد[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان امراۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان رفاعۃ طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر القرظی وانما معہ مثل الھدبۃ۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور کہنے لگی یارسول اللہ! بے شک رفاعہ نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی، پھر میں نے ان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زبیر قرظی سے نکاح کیا، ان کے پاس تو صرف کپڑے کا پلو ہے! (یعنی نامرد ہیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[8]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۹، ۳۸۸، ۲۲۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۳۔۳۲، ج ۲ ص ۸۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۶، ۵۰، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[7] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۹، ج ۲ ص ۸۶۲، ۷۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن ابی هريرة وزيد بن خالد قالا كنا عند النبی صلی الله عليه وسلم فقام رجل فقال انشدك الا قضيت بيننا بكتاب الله فقام خصمه وكان افقه منه فقال اقض بيننا بكتاب الله وائذن لی قال قل قال ان ابنی كان عسيفاً علی هذا فزنی بامراته الحديث .[1]

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان صرف کتاب اللہ سے فیصلہ کریں، دوسرے فریق نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کھڑے ہو کر کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں اور مجھے بیان کرنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا: کہو، اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا ....

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے ۔[2]

برائی کے ازالہ کے لیے غیبت کا جواز

عن ابی الدرداء قال كنت جالساً عند النبی صلی الله عليه وسلم اذ اقبل ابوبكر آخذاً بطرف ثوبه حتی ابدی عن ركبتيه فقال النبی صلی الله عليه وسلم اما صاحبكم فقد غامر فسلم فقال انما كان بينی وبين ابن الخطاب شیء فاسرعت اليه ثم ندمت فسالته ان يغفر لی فابی علی ذلك فاقبلت اليك فقال يغفر الله لك يا ابا بكر ثلثاً ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بكر فسال اثم ابوبكر قالوا لا فاتی النبی صلی الله عليه وسلم فجعل وجه النبی صلی الله عليه وسلم يتمعر حتی اشفق ابوبكر فجثا علی ركبتيه فقال يا رسول الله والله انا كنت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر اپنی چادر کا پلو اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے ظاہر ہو گئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا صاحب غصہ میں بھرا ہوا ہے! حضرت ابوبکر نے سلام کرنے کے بعد عرض کیا: میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ کشمکش ہو گئی، میں نے جلدی میں کچھ کہا سنا، پھر میں نادم ہوا اور میں نے عمر سے کہا مجھے معاف کر دیں، عمر نے اس کا انکار کیا، پھر میں آپ کے پاس آیا! سو آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے! پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا کہ کیا یہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں! پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا، حضرت ابوبکر ڈر

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ٢ ص ١٠٠٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٨١ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ٢ ص ٦٩، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکوالی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا۔ ۱؎

گئے اور انہوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو بار کہا یا رسول اللہ زیادتی میری ہی تھی! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا تو تم لوگوں نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی، اور اپنے مال اور جان سے میری غم خواری کی، آپ نے دو بار فرمایا تو کیا تم میری خاطر میرے صاحب کو (ایذاء رسانی سے) چھوڑ دو گے؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذاء نہیں دی گئی۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے معاف نہ کرنے کی غیبت ان کی اصلاح کے لیے کی تھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث جیشا وامر علیہم رجلا فاوقد نارا وقال ادخلوھا فاراد ناس ان یدخلوھا وقال الآخرون انا فررنا منھا فذکر ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذین ارادوا ان یدخلوھا لو دخلتموھا لم تزالوا فیھا الی یوم القیامۃ وقال للآخرین قولا حسنا قال لا طاعۃ لمعصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف۔ ۲؎

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو امیر بنایا، اس نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا اس آگ میں داخل ہو، بعض نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا دوسروں نے کہا ہم آگ سے ہی تو بھاگ کر آئے ہیں! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (امیر کے اس حکم کا واقعہ) ذکر کیا گیا، تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جنہوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا، اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں رہتے؛ اور دوسروں کی تعریف کی اور فرمایا گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہے۔

صحابہ نے اس امیر کی غیبت اس کی اصلاح کے لیے کی تھی۔

مشورہ دینے کے لیے غیبت کا جواز

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت قیس ان اباعمرو بن حفص طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ بشعیر فسخطتہ فقال واللہ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے ان کو طلاق مغلظہ دے دی، دراں حالیکہ وہ اس وقت غائب تھے، حضرت ابوعمرو نے

۱؎ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲؎ ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مالك علينا من شيء فجاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال ليس لك عليه نفقة فامرها ان تعتد في بيت ام شريك ثم قال تلك امرأة يغشاها اصحابي اعتدي عند ابن ام مكتوم فانه رجل اعمى تضعين ثيابك فاذا حللت فآذنيني قالت فلما حللت ذكرت له ان معاوية بن ابي سفيان وابا جهم خطباني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه واما معاوية فصعلوك لا مال له انكحي اسامة بن زيد فكرهته ثم قال انكحي اسامة فنكحته فجعل الله فيه خيرا واغتبطت۔[1]

اپنے وکیل کے ہاتھ حضرت فاطمہ کے لیے کچھ جو بھیجے حضرت فاطمہ بنت قیس اس پر ناراض ہوئیں، اس وکیل نے کہا بہ خدا آپ کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے، حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمہارا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے، اور ان کو ام شریک کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا اس عورت کے ہاں میرے اصحاب جمع رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گذارو، وہ ایک نابینا آدمی ہے تم اپنے (زائد) کپڑے اتار سکتی ہو، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہے ابوجہم تو وہ اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، اور رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، میں نے حضرت اسامہ کو ناپسند کیا، آپ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا اور پھر مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دینے کے لیے تین آدمیوں کے پس پشت عیوب بیان فرمائے، حضرت ابن ام مکتوم کے متعلق فرمایا وہ نابینا ہے، حضرت ابوجہم کے متعلق فرمایا وہ کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا، یعنی مارتا بہت ہے، اور حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا وہ مفلس ہیں اور اس حدیث کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ مشورہ کے وقت خیر خواہی کی نیت سے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فاتاه رجل فاخبره انه تزوج امرأة من الانصار فقال له رسول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے آکر خبر دی کہ وہ انصار کی ایک عورت سے

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظرت الیها قال لا قال فاذهب فانظر الیها فان فی اعین الانصار شیئا۔[1]

نکاح کا ارادہ رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا جاؤ اس کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔

فاسق معلن کی غیبت کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة اخبرته استاذن رجل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال ائذنوا له بئس اخو العشیرة او ابن العشیرة فلما دخل الان له الکلام قلت یا رسول اللہ قلت الذی قلت ثم النت له الکلام قال ای عائشة ان شر الناس من ترکه الناس او ودعه الناس اتقاء فحشه۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (ملاقات کی) اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو، یہ بُرا آدمی ہے جب وہ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق وہ کہا جو آپ نے کہا تھا پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی! آپ نے فرمایا: اے عائشہ! بدترین لوگ وہ ہیں جن کی بدکلامی کی بناء پر لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے سامنے اس شخص کی برائی اس لیے بیان کی تاکہ اس کے ساتھ نرم گفتگو کی وجہ سے اس کو نیک اور صالح آدمی نہ سمجھ لیا جائے اور یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص مفسد اور فاسق معلن ہو اس کی غیبت جائز ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اترعون عن ذکر الفاجر ان تذکروه فاذکروه یعرفه الناس رواه الخطیب ورواه ابن ابی الدنیا عن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اترعون ذکر الفاجر متی یعرفه الناس

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاسق کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو؟ اس کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، اس حدیث کو امام خطیب نے روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی الدنیا نے بہز بن حکیم کے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اذکروہ بما فیہ یحذرہ الناس واخرجہ کذالک ابو یعلی والترمذی الحکیم فی نوادر الاصول والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب والعقیلی والبیہقی والخطیب۔[1]

سو پھر اس کو لوگ کیسے پہچانیں گے، اس میں جو عیب ہے اس کو بیان کرو تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں، اس حدیث کو امام ابو یعلی، حکیم ترمذی، امام حاکم، امام شیرازی، امام عقیلی، امام بیہقی اور امام خطیب نے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عیینة یقول ثلاثة لیست لھم غیبة الامام الجائر والفاسق المعلن والمبتدع الذی یدعو الناس الی بدعتہ۔[2]

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ تین آدمیوں کی غیبت نہیں ہے، ظالم حاکم، فاسق معلن اور وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے۔

عن الحسن قال لیس فی اصحاب البدع غیبة۔[3]

حسن بصری کہتے ہیں کہ بدعتیوں کی بدعت کا ذکر کرنا غیبت نہیں ہے۔

عن زید بن اسلم قال انما الغیبة لمن لم یعلن بالمعاصی۔[4]

زید بن اسلم کہتے ہیں اس کی غیبت (ممنوع) ہوتی ہے جو علانیہ معصیت نہ کرے۔

وصف مشہور کا ذکر غیبت نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرة قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظھر رکعتین ثم سلم ثم قام الی خشبة فی مقدم المسجد ووضع یدہ علیھا وفی القوم یومئذ ابوبکر وعمر فھابا ان یکلماہ وخرج سرعان الناس فقالوا قصرت الصلوة وفی القوم رجل کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعوہ ذا الیدین۔[5]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھادی پھر سلام پھیر کر مسجد کے اگلے حصہ میں لگے ہوئے ایک لکڑی کے ستون کے پاس کھڑے ہوگئے اور اس پر ہاتھ رکھ دیا، حاضرین میں اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے وہ آپ کو کچھ بتلانے سے ڈرے، لوگ جلدی سے نکلنے لگے، حاضرین نے کہا نماز کی رکعتیں کم ہوگئی ہیں، نمازیوں میں ایک شخص تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (لمبے) ہاتھوں والا فرماتے تھے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادة المتقین ج ۷ ص ۵۵۷ ملخصاً مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹ " " " " " "

[4] " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹ " " " " " "

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم بن سويد قال صلى بنا علقمة الظهر خمسا فلما سلم قال القوم يا ابا شبل قد صليت خمسا قال كلا ما فعلت قالوا بلى وكنت فى ناحية القوم وانا غلام فقلت بلى قد صليت خمسا قال لى وانت ايضا يا اعور تقول ذلك قال قلت نعم۔[1]

ابراہیم بن سوید بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں، جب انھوں نے سلام پھیرا تو نمازیوں نے کہا اے ابوشبل! آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہیں، انھوں نے کہا ہرگز نہیں میں نے نہیں پڑھیں! لوگوں نے کہا کیوں نہیں! ابراہیم بن سوید کہتے ہیں میں اس وقت لڑکا تھا اور ایک کونے میں کھڑا تھا، میں نے کہا ہاں ہاں آپ نے پانچ رکعت پڑھی ہیں؛ علقمہ نے کہا اے کانے! تم بھی یہ کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا جی!

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان اليهود اتوا النبى صلى الله عليه وسلم برجل وامرأة منهم قد زنيا فقال ما تجدون فى كتابكم فقالوا نسخم وجوههما ونخزيان فقال كذبتم ان فيها الرجم فاتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين فجاء وا بالتوراة وجاؤا بقارئ لهم اعور۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود ایک ایسے مرد اور عورت کو لے کر آئے جنھوں نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا تمہاری کتاب میں ان کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو رسوا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا تورات میں رجم کا حکم ہے، اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر پڑھو، وہ تورات لے کر آئے اور اس کو پڑھنے کے لیے ایک کانے قاری کو لائے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبدة بن سليمان قال سمعت ابن المبارك وسئل عن فلان القصير وفلان الاعرج وفلان الاصفر وحميد الطويل قال اذا اراد صفته ولم يرد عيبه فلا باس۔[3]

عبدہ بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ امام ابن مبارک سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کوتاہ قامت، فلاں لنگڑا، فلاں ٹھنگنا، حمید لمبا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب اس کا قصد اس کا عیب بیان کرنا نہ ہو، بلکہ صرف اس کی شناخت مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

ہم نے غیبت کے جواز کی گیارہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے چھ کی اصل پر قرآن اور سنت سے تصریحات پیش کی ہیں، غیبت کی باقی اقسام کا جواز بھی انہی دلائل سے مستنبط ہے۔

غیبت کرنے کے مشہور اسباب

امام غزالی نے غیبت کے گیارہ اسباب بیان کیے ہیں ہم ان میں سے بعض بیان کر رہے ہیں:

۱۔ جب آدمی کو کسی پر غصہ ہو تو اس کی برائی بیان کر کے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہے۔

۲۔ بعض اوقات انسان کسی محفل میں اپنے دوست یا اہل مجلس کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے کسی کی برائی بیان کرتا ہے۔

۳۔ بعض مرتبہ اپنے کسی عیب میں تخفیف کے لیے دوسروں میں بھی اس عیب کا بیان کرتا ہے کہ صرف میں تو اس برائی میں منفرد نہیں ہوں فلاں فلاں بھی اس برائی کے مرتکب ہیں۔

۴۔ کبھی انسان اپنی بڑائی، اہمیت اور شان جتلانے کے لیے دوسروں کی تنقیص کرتا ہے اور ان کے عیوب نکالتا ہے تاکہ لوگ دوسروں کے مقابلہ میں اس کو اہم اور بڑا سمجھیں۔ [۱]

غیبت کس طرح ترک کی جائے؟

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

غیبت کرنے میں اکثر لوگ مبتلا ہیں، غیبت میں کھجوروں کی سی مٹھاس ہے اور شراب کی سی تیزی اور سرور ہے، اور حقیقت میں غیبت لوگوں کے گوشت کا سالن ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ [۲]

غیبت سے اجتناب کے لیے انسان کو چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث میں غیبت پر عذاب کی جو وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان میں غور و فکر کرے اور یہ سوچے کہ غیبت کر کے دنیا میں وقتی طور پر اس کو جو لذت حاصل ہو گی جو غیبت میں شیطان کے شکر گھولنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کے بدلہ میں انتہائی محنت و مشقت اٹھا کر اور مال و دولت خرچ کر کے جو عبادتیں کی ہیں وہ اس کو آخرت میں دینی ہوں گی اور اگر عبادتیں نہ ہوئیں تو گناہ برداشت کرنے پڑیں گے، تو کیا یہ سودا سود مند ہے؟

آدمی مخالفین کی غیبت تو کرتا ہی ہے، اپنے دوستوں کی بھی غیبت کرتا ہے، جو دوست سامنے نہ ہوں ان کی دوسروں کے سامنے اور دوسروں کی غیبت اس کے سامنے کرتا ہے اس معاملہ میں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ اگر اس کے دوست کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس شخص کی دوستی کا میں دم بھرتا تھا جس کی دوستی پر میں مان کرتا تھا وہ محفلوں میں کس طرح میرے عیوب بیان کرتا ہے تو اس پر کیا گزرے گی! اور یہ دوستی پھر کیسے قائم رہے گی اور دوستی رہے گی بھی یا دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی!۔

جب آدمی کسی شخص کی برائی بیان کرے تو ایک بات تو یہ سوچے کہ جس برائی کی وجہ سے میں اس کی مذمت کر رہا ہوں

۱۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۴۴-۵۴۵ مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

آیا وہ برائی مجھ میں تو موجود نہیں ہے اگر وہ برائی مجھ میں بھی ہے تو دوسروں کی مذمت کا کیا جواز ہے ؟ سو اگر آدمی اپنے عیوب پر غور کرتا رہے تو اس کو دوسروں کے عیوب بیان کرنے کی فرصت نہیں ملے گی۔

کراچی میں ایک شاہ صاحب رہتے ہیں، اکثر و بیشتر میری مذمت کرتے رہتے ہیں، مجھ سے ایک دوست نے کہا شاہ صاحب آپ سے بڑی دشمنی رکھتے ہیں، اکثر و بیشتر آپ کی برائی کرتے رہتے ہیں، میں نے کہا شاہ صاحب تو مجھ پر مہربانی کرتے ہیں دشمنی تو دراصل میں ان سے کر رہا ہوں، انہوں نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا شاہ صاحب تو دن رات نیکیاں کر کے میرے نامہ اعمال میں داخل کر رہے ہیں، اور میں ان کی برائی بالکل نہیں کرتا تاکہ میری کوئی نیکی ان کے نامہ اعمال میں نہ چلی جائے !

غیبت کے موضوع پر بھی میں نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے اگر اس کو پڑھ کر کسی غیبت کرنے والے نے غیبت ترک کر دی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی ! الٰہ العالمین میری اس تحریر کو نفع آور بنا دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

باب ۹۱۶ بَشَارَةِ مَنْ سَتَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْبَهٗ فِي الدُّنْيَا بِاَنْ يَّسْتُرَ عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ

جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی اس کو آخرت میں پردہ پوشی کی بشارت

۶۴۷۰ - حَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص (کے عیب) پر اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔

۶۴۷۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی کے عیب کا پردہ رکھے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ رکھے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ اس کی شرح میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو اہل محشر سے مخفی رکھے گا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ ان کے عیوب کا حساب نہیں لے گا اور ان کا ذکر نہیں فرمائے گا لیکن پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا پھر فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کی پردہ پوشی کی تھی اور آج تمہیں بخش دیتا ہوں۔

بَابُ ۹۱ مُدَارَاةِ مَنْ يُتَّقَى فُحْشُهُ.

جس شخص سے درشت کلامی کا خدشہ ہو اس سے نرم گفتگو کرنا

۶۴۷۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ) عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَلَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْتَ لَهُ الَّذِي قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو، یہ شخص اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے، جب وہ شخص آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی، حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس سے نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہوگا جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا ترک کر دیں۔

۶۴۷۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْقَوْمِ وَابْنُ الْعَشِيرَةِ.

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، اس میں بئس اخو القوم اور ابن العشیرۃ کا لفظ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام عیینہ بن حصن تھا، یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، اگرچہ اس نے اسلام ظاہر کر دیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ اس کا حال بیان کریں تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، اور جو شخص اس کا حال نہ جانتا ہو وہ اس سے دھوکا نہ کھائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور آپ کی حیات ظاہرہ کے بعد اس سے ایسے امور صادر ہوئے جو اس کے ضعف ایمان پر دلالت کرتے تھے، یہ مرتدین کے ساتھ مرتد ہو گیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قید کر کے لایا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق یہ ارشاد کہ "یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے": آپ کی نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ آپ نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ظاہر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے ساتھ نرم گفتاری سے پیش آنا اس کی اور اس جیسے لوگوں کی تالیف کے لیے تھا تاکہ

ان کو اسلام پر مائل کیا جا سکے، اس حدیث میں فاسق معلن کی غیبت کے جواز کا بیان ہے۔ [۱]

باب ۹۱۸: فَضْلِ الرِّفْقِ!

نرمی کی فضیلت

۶۴۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ سُفْیَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (یَعْنِی ابْنَ غِیَاثٍ) کُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِیِّ قَالَ سَمِعْتُ جَرِیْرًا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۶ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حُرِمَ الرِّفْقَ حُرِمَ الْخَیْرَ اَوْ مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۷ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیَی التُّجِیْبِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ حَیْوَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ (يَعْنِي بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ۔

فرمایا: اے عائشہ اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق اور نرمی کو پسند کرتا ہے، وہ نرمی کی وجہ سے اتنی چیزیں عطا فرماتا ہے جو سختی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔

۶۴۷۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمِقْدَامِ (وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ) عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے اس کو بدصورت کر دیتی ہے۔

۶۴۷۹ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ رَكِبَتْ عَائِشَةُ بَعِيرًا فَكَانَتْ فِيهِ صُعُوبَةٌ فَجَعَلَتْ تُرَدِّدُهُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سرکش اونٹ پر سوار ہوئیں اور اس کو چکر دینے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ نرمی کرو، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

اللہ تعالیٰ پر "رفیق" کے اطلاق کا محمل

حدیث نمبر: ۶۴۷۷ میں ہے: اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق سے محبت کرتا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رفیق کا معنی ہے جو بہت رفق اور نرمی کرتا ہے اور رفق کا معنی ہے کسی چیز کو آسان اور سہل کرنا، یہ عنف کی ضد ہے، عنف کا معنی ہے تشدید اور تصعیب (کسی چیز کو مشکل اور دشوار کرنا) رفق ارفاق کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کی آسانی اور سہولت کے اسباب مہیا کرنا، یہ دونوں معنی صحیح ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رفق کی نسبت اس لیے ہے کہ وہ مسہل (آسانی کرنے والا) اور معطی ہے (کبھی رفق تانی (عدم عجلت) کے معنی میں بھی آتا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر رفیق کا اطلاق حلیم کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔ ۱؎

۱؎ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ کی ذات پر اُن اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سنت میں نہیں ہے

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ عزوجل پر اسی نام کا اطلاق کیا جائے گا جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے یا جس نام پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس نام کے متعلق اذن ثابت نہ ہو اس میں اختلاف ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا اس کو جائز یا ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے اسماء کا اطلاق ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولله الاسماء الحسنٰی (اعراف: ۱۸۰) "سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں" اور سب سے اچھے نام وہی ہیں جو کتاب و سنت میں وارد ہوں۔

توقف کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نام کا خبر واحد سے ثبوت ہو اس کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کسی نام کے اطلاق کے لیے قیاس کافی نہیں ہے۔ [۱]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ کتاب و سنت میں جو اسماء وارد نہیں ہیں اور کمال، جلال اور مدح کے جو اوصاف شریعت میں ثابت نہیں ہیں ان اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موسوم کرنا اور ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز ہے یا نہیں، ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت پر عمل ہے۔ [۲]

ولله الاسماء الحسنٰی فادعوه بها (اعراف: ۱۸۰) — سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں سو اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کے ساتھ پکارو۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر انہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے اور جن اسماء اور صفات کے متعلق اجازت ہے نہ ممانعت ان میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ان پر جواز یا عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور بعض نے اس سے منع کیا۔۔۔۔ جن اسماء کا ثبوت

۱۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۴۰ - ۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خبر واحد سے ہے ان میں بھی اختلاف ہے، بعض اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ "خدا" کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد نہیں ہوا ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں علم اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنگری کہنا بالاتفاق جائز ہے البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب و سنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے اگر اس کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے۔ جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب متکلمین اور مفسرین کے حوالوں سے بیان کریں گے۔

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ پر لفظ خدا کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا العیاذ باللہ گناہ اور عذاب نار کا موجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو توقیفی اور غیر توقیفی کی بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ با حوالہ بیان کریں گے دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر توقیفی اسم وہ ہے جس کے اطلاق پر علماء کا اجماع نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی اور قاضی عیاض وغیرہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے، اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام علماء اللہ پر لفظ خدا کا اطلاق کرتے رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں ان لوگوں کے لیے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی جو عربی میں اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ولو کبر بالفارسیۃ جاز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ بناء علی اصلہ ان المقصود ھو الذکر و ذلک حاصل بکل لسان ولا یجوز عندابی یوسف و محمد رحمہما اللہ الا ان لا یحسن العربیۃ (الی قولہ) وابو حنیفۃ رحمہ اللہ استدل بما روی ان الفرس کتبوا الی سلمان رضی اللہ عنہ ان یکتب لہم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکانوا یقرؤن ذلک فی الصلوۃ حتی لانت السنتہم للعربیۃ۔ [2]

اگر فارسی میں تکبیر تحریمہ پڑھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے خواہ کسی زبان میں ہو، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ عربی میں اچھی طرح نہ پڑھ سکے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے پاس سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر بھیجیں پھر وہ نمازوں میں سورۂ فاتحہ کو فارسی میں پڑھتے رہے حتیٰ کہ ان کی زبانوں پر عربی رواں ہو گئی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۳-۳۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

اور علامہ قاضی خان اوزجندی لکھتے ہیں:

ولو قال بالفارسیۃ خدائے بزرگ است او قال خدائے بزرگ او قال بنام خدائے بزرگ یصیر شارعا فی الصلوۃ فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔[1]

اگر فارسی میں خدا بزرگ است یا خدائے بزرگ کہا یا بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو افتتح الصلوۃ بالفارسیۃ بان قال خدائے بزرگ تر اور خدائے بزرگ یصیر شارعا عند ابی حنیفۃ۔[2]

اگر فارسی میں نماز پڑھنی شروع کی اور خدائے بزرگ تر یا خدائے بزرگ کہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔

علامہ بدر الدین عینی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وان افتتح الصلوۃ بالفارسیۃ ثم بان قال موضع اللہ اکبر خدائے بزرگ ام وسمی بالفارسیۃ ثم بان قال بنام خدائے بزرگ ام اجزاہ عند ابی حنیفۃ۔[3]

اگر کسی نے فارسی میں نماز کو شروع کیا بایں طور کہ اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہا یا فارسی میں بسم اللہ پڑھی بایں طور کہ بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جائز ہے۔

تکبیر تحریمہ کو غیر عربی میں کہنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی موقف ہے وہ لکھتے ہیں:

لان التکبیر ذکر اللہ وذکر اللہ تعالٰی یحصل بکل لسان۔[4]

کیونکہ تکبیر اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اور اللہ تعالٰی کا ذکر ہر زبان سے حاصل ہوتا ہے۔

ان حوالہ جات کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کو خدا کہنا جائز ہے اور ہر زمانہ میں ائمہ اور فقہاء، اللہ تعالٰی کی ذات کو خدا سے تعبیر کرنے کو جائز کہتے رہے ہیں ہر چند کہ افضل اور اولٰی یہی ہے کہ اللہ تعالٰی کو لفظ اللہ سے ہی تعبیر کیا جائے لیکن اللہ تعالٰی کو خدا سے تعبیر کرنا بھی جائز ہے اور اس کا مسئلہ توقیف سے کوئی تعلق نہیں اولاً اس لیے کہ اللہ تعالٰی پر خدا کا اطلاق اجماعاً جائز ہے اور جس کے جواز پر اجماع ہو وہ غیر توقیفی نہیں ہے، ثانیاً اس لیے کہ اطلاق کے جواز اور عدم جواز کی یہ بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے اور اللہ تعالٰی پر کسی صفت کے اطلاق کے لیے ثبوت شرع کی ضرورت ہے اور اس کی ذات کو کسی اسم سے تعبیر کرنے کے لیے ثبوت شرع کی احتیاج نہیں ہے۔

* * * *

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی معروف بہ قاضی خان متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۶۰۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[4] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

تسمیۃ اللہ تعالٰی بالاسماء توقیفیۃ ای یتوقف اطلاقہا علی الاذن ولیس الکلام فی اسماء الاعلام الموضوعۃ فی اللغات و انما النزاع فی اسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال۔[1]

اللہ تعالیٰ پر اسماء کا اطلاق کرنا توقیفی ہے یعنی شارع کی اجازت پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

علامہ شعرانی اس بحث میں فرماتے ہیں:

ولیس الکلام فی اسمائہ الموضوعۃ فی اللغات و انما الخلاف فی الاسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال (الی ان قال)

وقد قال اللہ تعالٰی سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون فنزہ نفسہ فی ہذہ الایۃ عن الصفۃ لا من الاسم۔[2]

یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آپ کا رب، رب العزت (مشرکین کی) بیان کردہ صفات سے پاک ہے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کی بیان کردہ صفات سے منزہ کیا ہے اپنی ذات پر ان کے اطلاق کردہ اسم سے منزہ نہیں فرمایا۔

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

اعلم انہ لا کلام فی جواز اطلاق اسمائہ الاعلام الموضوعۃ فی اللغات بل انما النزاع فی الاسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال۔[3]

جان لو کہ مختلف لغات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے موضوع ہیں ان کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

واختلفوا حیث لا اذن ولا منع فی جواز

جس لفظ کے اطلاق کی شارع کی طرف سے نہ اجازت

---

[1] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۵۰۵، مطبوعہ نولکشور، ہند

[2] علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ بمصر

[3] علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیۃ السیالکوٹی علی الخیالی ص ۴۹، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ۔

اطلاق ما کان سبحانه وتعالی متصفا بمعناه ولم یکن من الاسماء الاعلام الموضوعة فی سائر اللغات اذ لیس جواز اطلاقها علیه تعالی محل نزاع لاحد [1]

ہو نہ شارع نے منع کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا علَم (نام) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں علماء کا اختلاف ہے جو لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا علَم (نام) ہو اس کے اطلاق میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان مسئلة التوقیف اختلف فیها اختلافا کثیرا فقال بعض المحققین لا نزاع فی جواز اطلاق اسمائه الاعلام الموضوعة فی اللغات کخدائی بالفارسیة وتنکری بالترکیة وانما النزاع فی الاسماء المأخوذة من صفات الافعال وقال المعتزلة والکرامیة یجوز اطلاق کل ما دل العقل علی اتصافه تعالی به ولو لم یاذن به الشرع وقال قوم یجوز ما یرادف الاسماء الشرعیة الا ما کان مخصوصا بلغة الکفار [2]

جان لو کہ مسئلہ توقیف میں بہت اختلاف ہے۔ بعض محققین نے کہا کہ جو اسماء مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علَم (نام) ہیں جیسے فارسی میں لفظ خدا اور ترکی میں تنکری ان کے اطلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ وہ اسماء جو صفات سے ماخوذ ہیں ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، معتزلہ اور کرامیہ نے کہا جس لفظ کے معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا عقلاً معلوم ہو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو۔ اور ایک قوم نے کہا جو الفاظ اسماء شرعیہ کے مترادف ہیں ان کا اطلاق جائز ہے ماسوا ان الفاظ کے جو قوم کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

خاص طور پر لفظ خدا کے بارہ میں متکلمین اور مفسرین نے جواز کی تصریح کی ہے علامہ پرہاروی شرح عقائد کی شرح میں لفظ خدا کو ذکر کرتے ہیں۔

فان قیل کیف صح اطلاق الموجود والواجب والقدیم ونحو ذلک کلفظ خدا بالفارسیة مما لم یرد به الشرع قلنا بالاجماع [3]

اگر کہا جائے کہ موجود، واجب اور قدیم اور ان کی مثل الفاظ مثلاً فارسی میں لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے جائز ہوگا ہم کہیں گے کہ یہ اطلاق اجماع سے ثابت ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خدا وتنکری من غیر نکیر

اور قاضی ابوبکر کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ مثل لفظ خدا اور تنکری کا اطلاق بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۱۷۲ - ۱۷۳، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال

[3] ،، ،، نبراس ص ۱۷۳ - ۱۷۲ ،، ،،

فکان اجماعا والاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت۔[ل] اور اجازت شرعیہ کے لیے اجماع کافی دلیل ہے۔

اللہ میاں کہنا ناجائز ہے

ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے کیونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں بعض لوگ اللہ میاں یا اللہ سائیں بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے میاں یا سائیں کا لفظ استعمال کرنا ناجائز ہے کیونکہ میاں شوہر، بزرگ شخص اور دلال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور سائیں فقیر یا غریب اور سادہ لوح آدمی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو الفاظ نقص کے موہم ہوں ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے اور جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں اس بات کو سمجھنے کے لیے وافر روشنی موجود ہے۔

باب ۹۱۹ النهي عن لعن الدواب وغيرها

جانوروں وغیرہ پر لعنت کرنے کی ممانعت

۶۴۸۰ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب جميعا عن ابن علية قال زهير حدثنا اسماعيل بن ابراهيم حدثنا ايوب عن ابي قلابة عن ابي المهلب عن عمران بن حصين قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض اسفاره وامراة من الانصار على ناقة فضجرت فلعنتها فسمع ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خذوا ما عليها ودعوها فانها ملعونة قال عمران فكاني اراها الآن تمشي في الناس ما يعرض لها احد۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی اچانک وہ اونٹنی مضطرب ہوئی۔ اس عورت نے اس پر لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا آپ نے فرمایا اونٹنی پر جو سامان ہے وہ لے لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے، حضرت عمران کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ وہ اونٹنی لوگوں کے درمیان پھر رہی ہے اور اس سے کوئی شخص تعرض نہیں کر رہا۔

۶۴۸۱ - حدثنا قتيبة بن سعيد وابو الربيع قالا حدثنا حماد (وهو ابن زيد) ح وحدثنا ابن ابي عمر حدثنا الثقفي كلاهما عن ايوب باسناد اسماعيل نحو حديثه الا ان في حديث حماد قال عمران فكاني انظر اليها ناقة ورقاء وفي حديث الثقفي فقال خذوا ما عليها واعروها فانها ملعونة۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے مروی ہے حضرت عمران نے کہا گویا کہ میں اس خاکی اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں، دوسری سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے جو سامان اس اونٹنی پر ہے وہ لے لو اور اس کی پیٹھ کو خالی کر کے چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

۶۴۸۲ - حدثنا ابو كامل الجحدري فضيل بن

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

ل۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ بَيْنَمَا جَارِيَةٌ عَلَى نَاقَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ إِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَضَايَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ حَلْ اللّٰهُمَّ الْعَنْهَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ۔

کہ ایک باندی ایک اونٹنی پر سوار تھی جس پر لوگوں کا کچھ سامان رکھا ہوا تھا، اچانک اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دراں حالیکہ ان کے درمیان پہاڑ کا تنگ درہ تھا، اس باندی نے کہا "چل" اے اللہ اس پر لعنت کر، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ ہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔

۶۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ ح وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ الْمُعْتَمِرِ لَا أَيْمُ اللّٰهِ لَا تُصَاحِبُنَا رَاحِلَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ مِنَ اللّٰهِ أَوْ كَمَا قَالَ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں ایک سند کے ساتھ آپ کا یہ ارشاد مروی ہے "بخدا ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر اللہ کی طرف سے لعنت ہے۔"

۶۴۸۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ) عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق کو زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔

۶۴۸۵ - حَدَّثَنِيهِ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۶۴۸۶ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَعَثَ إِلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ بِأَنْجَادٍ مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنَ اللَّيْلِ فَدَعَا خَادِمَهُ فَكَأَنَّهُ أَبْطَأَ عَلَيْهِ فَلَعَنَهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَتْ لَهُ أُمُّ الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُكَ اللَّيْلَةَ لَعَنْتَ خَادِمَكَ حِينَ دَعَوْتَهُ فَقَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے پاس سے حضرت ام درداء کو گھر کا کچھ آرائشی سامان بھیجا، پھر ایک رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی اس نے دیر کر دی عبدالملک نے اس پر لعنت کی جب صبح ہوئی تو حضرت ام درداء نے کہا میں نے رات کو سنا تم نے جس وقت اپنے خادم کو بلایا تم نے اس پر لعنت کی، ۔۔۔۔ اور میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کریں گے نہ گواہی دیں گے۔

٦٣٨٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ .

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کیں۔

٦٣٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَأَبِي حَازِمٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّعَّانِينَ لَا يَكُونُونَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شہادت دیں گے نہ شفاعت کریں گے۔

٦٣٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ) عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِينَ قَالَ إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: مشرکین کے خلاف دعا کیجئے آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں مبعوث کیا گیا، مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زیادہ لعنت کرنے والے سے شہادت کی نفی کی توجیہات

حدیث نمبر ۶۳۸۸ میں ہے: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شہادت نہیں دیں گے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نفی شہادت کے تین محمل ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن دوسری امتوں کے سامنے ان کے رسولوں کی تبلیغ کی شہادت نہیں دیں گے، دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کے فسق کی وجہ سے دنیا میں ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی نعمت سے محروم رہیں گے، اس حدیث میں آپ نے زیادہ لعنت کرنے کی مذمت کی ہے، اسی طرح آپ نے فرمایا صدیق کو زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ لعنت کرنا مذموم ہے اور ایک دو بار (لعنت کے مستحق پر) لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر اس قاعدے وہ لعنت خارج ہو جائے جس کا شرع میں ثبوت ہے مثلاً ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، شراب پینے والے اور سود کھانے والے پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنا نسب اپنے باپ کے غیر سے منسوب کرے اس پر لعنت ہو، وغیرہا۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لعنت کی تعریف، اقسام، اور لعنت کرنے کی تحقیق

امام غزالی لکھتے ہیں:
لعنت کا معنی ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے دور اور مسترد کرنا، اس لیے لعنت اسی شخص پر کرنا جائز ہے جو ایسی صفات سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود اور دور ہونے کو مستلزم ہوں، اور یہ صفات کفر اور ظلم ہیں مثلاً یوں کہے کافروں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، لعنت انہی پر کرنی چاہیے جن پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے کیونکہ کسی شخص پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ اس نے فلاں شخص کو مسترد اور دور کر دیا اور یہ غیب ہے جس پر سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی مطلع نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہیں۔

تین صفات لعنت کی مقتضی ہیں، کفر، بدعت اور فسق اور ہر صفت کے اعتبار سے لعنت کی تین اقسام ہیں، وصف عام کے ساتھ، وصف خاص کے ساتھ اور تعیین شخص کے ساتھ، وصف عام کے ساتھ جیسے کافروں، بدعتیوں اور فاسقوں پر لعنت ہو، وصف خاص کے ساتھ جیسے یہود و نصاریٰ، منکرین تقدیر، خارجیوں، رافضیوں اور زانیوں، سود خوروں اور ظالموں پر لعنت ہو، یہ تمام اقسام جائز ہیں لیکن بدعت کی معرفت بہت دقیق ہے اس لیے عام لوگوں کو بدعتیوں پر لعنت کرنے سے منع کرنا چاہیے، تیسری قسم ہے شخص معین پر لعنت کرنا اس میں خطرہ ہے مثلاً زید کافر، بدعتی یا فاسق ہے تو زید پر اللہ کی لعنت ہو، کہنا درست نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے علم میں زید کا خاتمہ ایمان، ہدایت یا توبہ پر ہو، اس لیے جس شخص معین پر شریعت میں لعنت ثابت ہے اسی پر لعنت کرنا جائز ہے مثلاً فرعون پر اللہ کی لعنت ہو، ابو جہل پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ ان کا کفر پر مرنا شریعت میں معلوم ہے، ہمارے زمانہ میں اگر کوئی شخص معین یہودی ہو تب بھی اس پر لعنت جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہو اس لیے اس کو ملعون اور مردود کہنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ چونکہ اس حال میں وہ کافر ہے اس لیے اس کو اس وقت تک ملعون کہہ سکتے ہیں جیسے جو شخص اس وقت مسلمان ہو اس پر سلام اور رحمت بھیجنا جائز ہے، اگرچہ (العیاذ باللہ) اس کا مرتد ہونا متصور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان پر سلام اور رحمت بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام پر قائم اور ثابت رکھے جو سلامتی اور رحمت کا سبب ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کافر کو لعنت کی جائے اور یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کفر پر ثابت رکھے جو لعنت کا سبب ہے، کیونکہ یہ کفر کی دعا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔

مرے ہوئے کافروں پر بھی اس طرح لعنت نہ کی جائے جس سے زندہ مسلمانوں کو تکلیف ہو کیونکہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے سعید بن العاص پر لعنت کی جس سے اس کے بیٹے حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم کفار کا ذکر کرو تو بر سبیل عموم ذکر کرو کیونکہ جب تم کسی کو خاص کر کے اس کا ذکر کرو گے تو باپ کی (بدگوئی کی) وجہ سے بیٹے ناراض ہوں گے، اور حضرت نعیمان نے شراب پی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کئی بار حد لگائی گئی، ایک صحابی نے ان پر لعنت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معین کر کے کسی پر لعنت کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور ابلیس پر بھی لعنت کرنے سے سکوت میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور شخص پر لعنت کی جائے۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا نہیں؟ کیونکہ اس

نے حضرت حسین سے قتال کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، ہم کہتے ہیں کہ یہ ہرگز ثابت نہیں ہے، اس لیے لعنت تو الگ رہی یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس میں ایک مسلمان کی طرف بلا تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو اور ابو لؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا کیونکہ یہ خبر تواتر سے ثابت ہے اس لیے بلا تحقیق کسی مسلمان کی طرف کفر یا فسق کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسرے شخص پر کفر یا فسق کی تہمت لگاتا ہے تو اگر وہ اس کا مصداق نہ ہو تو وہ تہمت کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے یا قتل کا حکم دینے والے پر لعنت ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل یا قتل کا حکم دینے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس پر لعنت ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا پھر انہوں نے کفر اور قتل سے توبہ کر لی، اس لیے ان قیود اور شرائط کے بغیر لعنت کرنے میں خطرہ ہے اور لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، لہٰذا مومن کو چاہیے کہ صرف انہی پر شخصی لعنت کرے جن کی کفر پر موت دلیل قطعی سے معلوم ہو، اور یا عمومی اوصاف پر لعنت کرے اور ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا کسی پر لعنت کرنے سے بہتر ہے۔[1]

یزید پر لعنت کرنے کے متعلق تفصیلی بحث جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کا مطالعہ کریں۔

بَابُ ۹۲ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سَبَّهُ أَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ أَهْلًا لِذٰلِكَ كَانَ لَهُ زَكٰوةً وَّ أَجْرًا وَّرَحْمَةً

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مستحق پر لعنت کرنا یا اس کے خلاف دعا ضرر کرنا اس کے لیے اجر اور رحمت ہے

۶۴۳۹ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ فَلَعَنَهُمَا وَسَبَّهُمَا فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَا أَصَابَهُ هٰذَانِ قَالَ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ قُلْتُ لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا قَالَ أَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي قُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكٰوةً وَّأَجْرًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے اور نہ جانے کسی مسئلہ پر آپ سے گفتگو کی جس کے نتیجہ میں انہوں نے آپ کو ناراض کر دیا، آپ نے ان پر لعنت کی اور ان کی مذمت کی، جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا: ان دونوں کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ کسی اور کو نہ پہنچی ہو گی! آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ نے ان کو لعنت اور سب کی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہے؟ میں نے کہا اے اللہ! میں صرف بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو لعنت یا سب

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۴۹۱ - ۴۸۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

کروں تو تو اس لعنت کو اس کے گناہوں کی پاکیزگی اور اجر کا سبب بنا دے۔

۶۴۹۱ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيعًا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِ عِيسَى فَخَلَوَا بِهِ فَسَبَّهُمَا وَلَعَنَهُمَا وَأَخْرَجَهُمَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں عیسیٰ کی سند سے مروی ہے آپ نے ان سے خلوت میں ملاقات کی ان پر سب اور لعنت کی اور ان کو نکال دیا۔

۶۴۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ أَوْ لَعَنْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكٰوةً وَرَحْمَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں صرف بشر ہوں سو میں جس مسلمان کو سب کروں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے۔

۶۴۹۳ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّ فِيهِ زَكٰوةً وَأَجْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی اس میں پاکیزگی اور اجر کا ذکر ہے۔

۶۴۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ مِثْلَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى جَعَلَ وَأَجْرًا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَعَلَ وَرَحْمَةً فِي حَدِيثِ جَابِرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے اجر اور دوسری سے رحمت مروی ہے۔

۶۴۹۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ آذَيْتُهُ شَتَمْتُهُ لَعَنْتُهُ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَزَكَاةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

صرف ایک بشر ہوں سو میں جس بشر کو اذیت دوں اس کو سب کروں، اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں اس سب وغیرہ کو اس شخص کے لیے رحمت، پاکیزگی اور ایسا درجہ قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

٦٤٩٦ - حَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ أَوْ جَلَدْتُهُ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ وَهِيَ لُغَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هِيَ جَلَدْتُهُ۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں او جلدتہ ہے، ابوالزناد نے کہا یہ ابوہریرہ کی لغت ہے یہ لفظ جلدتہ ہے۔

٦٤٩٧ - حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٤٩٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى النَّصْرِيِّينَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَإِنِّي قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صرف بشر ہے جس طرح بشر کو غصہ آتا ہے اسے غصہ آتا ہے اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا، سو میں جس مومن کو ایذا دوں یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے کفارہ اور ایسا قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

٦٤٩٩ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ فَأَيُّمَا عَبْدٍ مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں جس بندہ مومن کو سب کروں، تو اس کو اس بندے کے لیے قیامت کے دن قرب بنا دے۔

٦٥٠٠ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ میں محمد

حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْ ذَلِكَ كَفَّارَةً لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

سے عہد کرتا ہوں تو عہد کے خلاف نہیں کرتا میں جس مومن کو بھی سب کروں یا سزا دوں تو قیامت کے دن اس کو اس کے لیے کفارہ بنا دے۔

٦٥٠١ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَيُّ عَبْدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ میں بشر ہوں اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ عہد کیا ہے کہ میں جس بندہ مسلمان کو سب وشتم کروں تو اس سب وشتم کو اس کے لیے پاکیزگی اور اجر بنا دے۔

٦٥٠٢ - حَدَّثَنِيهِ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

٦٥٠٣ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ فَقَالَ أَنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ سِنُّكِ فَرَجَعَتِ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتِ الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہ ام انس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا تو تو وہی ہے تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر بڑی نہ ہو، وہ لڑکی روتی ہوئی حضرت ام سلیم کے پاس گئی، حضرت ام سلیم نے پوچھا: اے بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا ضرر کی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر ہرگز زیادہ نہ ہو گی، یا کہا اب میرا زمانہ زیادہ نہیں ہو گا، حضرت ام سلیم جلدی سے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی نکلیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ نے میری یتیم لڑکی کے خلاف دعا ضرر کی ہے؟ آپ نے پوچھا

اللہ علیہ وسلم ما لک یا ام سلیم فقالت یا نبی اللہ ادعوت علی یتیمتی قال وما ذاک یا ام سلیم قالت زعمت انک دعوت ان لا یکبر سنها ولا یکبر قرنها قال فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال یا ام سلیم اما تعلمین ان شرطی علی ربی انی اشترطت علی ربی فقلت انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر واغضب کما یغضب البشر فایما احد دعوت علیه من امتی بدعوة لیس لها باهل ان یجعلها له طهورا وزکاة وقربة یقربه بها منه یوم القیامة وقال ابو معن یتیمة بالتصغیر فی المواضع الثلاثة من الحدیث.

اس سوال کا کیا سبب ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: وہ کہتی ہے کہ آپ نے دعا کی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو یا فرمایا اس کا قرن زیادہ نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلیم کیا تم کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ عہد لیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں، جس طرح بشر راضی ہوتے ہیں میں راضی ہوتا ہوں اور جس طرح بشر غضبناک ہوتے ہیں میں غضبناک ہوتا ہوں، پس اپنی امت میں سے جس غیر مستحق کے لیے دعا ضرر کروں، اس دعا کو اس کے لیے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنا دے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن اللہ کے قریب ہو، راوی ابو معن نے تینوں جگہ تصغیر کے ساتھ یتیمہ کہا ہے۔

٦٥٠٤ - حدثنا محمد بن المثنی العنزی ح وحدثنا ابن بشار واللفظ لابن المثنی قالا حدثنا امیة بن خالد حدثنا شعبة عن ابی حمزة القصاب عن ابن عباس قال کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتواریت خلف باب قال فجاء فحطانی حطاة وقال اذهب وادع لی معاویة قال فجئت فقلت هو یاکل قال ثم قال لی اذهب فادع لی معاویة قال فجئت فقلت هو یاکل فقال لا اشبع اللہ بطنه قال ابن المثنی قلت لامیة ما حطانی قال قفدنی قفدة.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے آ کر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا: جاؤ میرے لیے معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آ کر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے پھر مجھ سے فرمایا جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آ کر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: "اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے" ابن المثنی کہتے ہیں میں نے امیہ سے حطانی کا معنی پوچھا انہوں نے کہا تھپکی دینا۔

٦٥٠٥ - حدثنی اسحق بن منصور اخبرنا النضر بن شمیل حدثنا شعبة اخبرنا ابو حمزة سمعت ابن عباس یقول کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاختبات منه فذکر بمثله.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں آپ سے چھپ گیا۔

غیر مستحق کے لیے آپ کی دعا ضرر کی توجیہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر کس قدر شفقت اور رحمت تھی، اور آپ ان کی خیر خواہی پر بہت حریص تھے، حدیث نمبر ۶۵۰۳ میں ہے "اگر میں غیر مستحق کے خلاف دعا ضرر کروں تو اے اللہ تو اس کو ان کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے" یہ قید تمام احادیث میں معتبر ہے، اس لیے آپ کی دعا ضرر اس مسلمان کے حق میں رحمت ہوگی جو دعا ضرر کا مستحق نہ ہو، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار اور منافقین کے لیے جو دعا ضرر کی وہ ان کے حق میں رحمت نہیں ہوتی بلکہ کسی رد و بدل کے بغیر وہ دعا مستجاب ہوگئی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مستحق کے لیے دعا ضرر کیوں کی؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور باطن میں دعا ضرر کا غیر مستحق تھا اور ظاہر میں مستحق تھا، ظاہری علامات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا استحقاق ظاہر ہوا ہر چند کہ باطن میں وہ ایسا نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کے مکلف ہیں، باطن کے مکلف نہیں ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے بہ ظاہر ضرر کے جو کلمات فرمائے، ان سے آپ نے ان کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ ان کلمات کی طرح ہیں جن کو اہل عرب معنی کی نیت اور قصد کے بغیر بولتے ہیں، جیسے تربت یمینک (تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں) ، عقری (زخمی) ، حلقی (سر منڈی) ، وغیرہ، اور ان کلمات کا صدور بھی شاذ و نادر ہوا، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درشت کلام نہیں تھے، لعنت کرنے والے تھے نہ اپنے نفس کا بدلہ لینے والے، صحابہ نے آپ سے کہا دوس پر لعنت کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے، اور فرمایا اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما وہ میرا مقام نہیں پہچانتے۔ [1]

حدیث نمبر ۶۵۰۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کو شکم سیر نہ کرے" علامہ نووی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کے متعلق یہ ارشاد یا بلا نیت اور بلا قصد جاری ہوا اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے آنے میں تاخیر کی، امام مسلم نے یہ سمجھا کہ یہ حضرت معاویہ کے خلاف دعا ضرر ہے اس لیے انہوں نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت معاویہ کے حق میں دعا خیر قرار دیا اور اس کو ان کے مناقب میں شمار کیا۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر کوئی کھیل حرام نہ ہو تو بچوں کو اس کھیل سے منع نہیں کرنا چاہیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کھیل سے منع نہیں فرمایا۔ [2]

اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے، اس لیے ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کرنا چاہتے ہیں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ
[2] ،، ،، ،، ،، ،، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۵، ،، ،، ،، ،،

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابی عمیرۃ و کان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ ھذا حدیث حسن غریب۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد الرحمن بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا: اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو امیۃ عمرو بن یحیی بن سعید قال سمعت جدی یحدث ان معاویۃ اخذ الاداوۃ بعد ابی ھریرۃ یتبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھا واشتکی ابو ھریرۃ فبینا ھو یوضئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع راسہ الیہ مرۃ او مرتین فقال یا معاویۃ ان ولیت امرا فاتق اللہ عز وجل واعدل قال فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلیت۔[2]

ابو امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر انہیں ایک یا دو بار دیکھا پھر فرمایا: اے معاویہ! اگر تم حاکم ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضؤا قال فلما توضأ نظر الی فقال یا معاویۃ ان ولیت امرا فاتق اللہ واعدل فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ولیت۔[3]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرو، جب آپ نے وضو کیا تو میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاویہ! جب تم کسی جگہ حکومت کرو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں ہمیشہ یہ گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا کیا جاؤں گا، حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۴۴۳، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۸ھ

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام ابو یعلیٰ کی اس روایت کے راوی صحیح ہیں۔[1]

عن العرباض بن سارية قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب رواه البزار واحمد في حديث طويل۔[2]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھا، اور اس کو عذاب سے بچا، اس حدیث کو امام بزار اور امام احمد نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال جاء جبريل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا محمد استوص معاوية فانه امين على كتاب الله ونعم الامين هو رواه الطبراني في الاوسط وفيه محمد بن فطر ولم اعرفه وعلى بن سعيد الرازي فيه لين، وبقية رجاله رجال الصحيح۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد! معاویہ سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور وہ کیا ہی اچھے امین ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فطر ہیں اور میں اس کو نہیں پہچانتا، اور دوسرا علی بن سعید رازی ہے اس میں ضعف ہے اور اس کے باقی راوی صحیح ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو ان معاوية كان يكتب بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الطبراني واسناده حسن۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتے تھے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن يزيد بن الاصم قال قال علي رضي الله عنه قتلاي وقتلى معاوية في الجنة رواه الطبراني ورجاله وثقوا وفي بعضهم خلاف۔[5]

حضرت یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے بعض راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

عن ابي الدرداء قال ما رأيت احدا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶، ،، ،، ،، ،،

[3] ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، ،، ،، ،، ،،

[4] ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، ،، ،، ،، ،،

[5] ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، ،، ،، ،، ،،

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبہ صلوٰۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امیرکم ھذا یعنی معاویۃ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر قیس۔ [۱]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت معاویہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی قرشی رضی اللہ عنہما بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ کے سال اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ خالد بن معدان نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ طویل القامت تھے، رنگ سفید تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ کے کاتب تھے، مدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کو جو خطوط بھیجتے تھے ان خطوط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔ ابو نعیم نے کہا حضرت معاویہ حلیم، حساب دان اور کاتب تھے۔ حضرت عمر نے ان کو شام کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر تا حیات برقرار رکھا، حضرت معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، ان سے جنگ کی اور ملک شام کے مستقل فرمانروا ہو گئے، پھر مصر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو پھر وہ تمام دنیائے اسلام کے واحد سربراہ اور خلیفہ اسلام ہو گئے، عبدالملک بن مروان نے کہا حضرت معاویہ بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے، محمد بن اسحاق نے اسی پر اعتماد کیا ہے، لیکن یہ تغلیب ہے کیونکہ حضرت حسن سے صلح کے بعد انیس سال سے کچھ کم عرصہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا، ۲۲ رجب ۶۰ھ میں حضرت معاویہ کا انتقال ہوا تھا۔ [۲]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ کا انتقال ۱۵ رجب ۶۰ھ میں ہوا اور ایک قول انیس رجب کا ہے، اس وقت حضرت معاویہ کی عمر بیاسی سال تھی، حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی، حضرت معاویہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے تراشے تھے، حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی کہ ان کے منہ اور آنکھوں پر وہ ناخن رکھ دیئے جائیں انہوں نے کہا اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے پاس تنہا چھوڑ دینا حضرت معاویہ کی وفات کے وقت یزید موجود نہیں تھا، ضحاک نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [۳]

باب ۹۲ ذَمِّ ذِی الْوَجْھَیْنِ وَتَحْرِیْمِ فِعْلِہٖ

دو رُخے آدمی کی مذمت

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۳۔۴۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۹۷۸ء

۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

۶۵۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین شخص وہ ہے جو دو رخا ہو، ان لوگوں سے ایک چہرے سے ملاقات کرے اور ان لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

۶۵۰۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین شخص وہ ہے جو دو چہروں والا ہو، ان لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملاقات کرے اور ان لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ ملاقات کرے۔

۶۵۰۸ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھو گے کہ لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، ان لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملاقات کرے اور ان لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو رخا شخص وہ ہے جو فساد اور باطل نیت سے ایک شخص کے سامنے اس کے کاموں کی تعریف اور دوسرے کی مذمت کرے اور دوسرے کے سامنے اس کی تعریف اور پہلے کی مذمت کرے، اس کے برخلاف اصلاح اور ملازمت میں ہر ایک کے سامنے دوسرے کی طرف سے معذرت اور اس کے کام کی کوئی عمدہ توجیہ پیش کی جاتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اصطلاح میں دو رخا پن محمود ہے خواہ اس کو جھوٹ لڑانا پڑے جیسا کہ عنقریب حدیث میں آئے گا کہ جو شخص لوگوں میں صلح کراتے وہ جھوٹا نہیں ہے کلمہ خیر کہے اور دوسرے کی طرف خیر منسوب کرے۔ [۱]

باب ۹۲۲ تَحْرِيمِ الْكَذِبِ وَبَيَانِ مَا يُبَاحُ مِنْهُ . جھوٹ کی حرمت اور اس کے جواز کی صورتیں

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

٦٥٠٩ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ الْحَرْبُ وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا.

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جو ان مہاجرات میں سے ہیں جنہوں نے ابتداءً ہجرت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرائے، اچھی بات کہے اور دوسرے کی طرف اچھی بات منسوب کرے۔ ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے صرف تین موقعوں پر جھوٹ کی اجازت سنی ہے، جنگ اور جہاد میں، دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے اور ایک شخص کا بیوی کو راضی کرنے کے لیے اس سے جھوٹ بولنا اور عورت کا اپنے خاوند سے جھوٹ بولنا۔

٦٥١٠ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ وَقَالَتْ وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ بِمِثْلِ مَا جَعَلَهُ يُونُسُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ شِهَابٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس سند کے ساتھ ان تین باتوں میں جھوٹ کی اجازت حضرت ام کلثوم بنت عقبہ سے مروی ہے۔

٦٥١١ - وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَنَمَى خَيْرًا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں دوسرے کی طرف خیر کی نسبت کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد حدیث کا باقی حصہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ جس جگہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولنا پڑے تو توریہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے، تاہم بعض مواقع پر صراحۃً جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے، اس کو تفصیلاً ذکر امام غزالی اور علامہ شامی نے کیا ہے، کہ مسلمان کے لیے اپنی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہ رخصت ہے اور عزیمت اس کے برعکس ہے اور دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔
اس بحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۹۶ ۔ ۲۱۰ کا مطالعہ کریں۔

باب ۹۲۳ تحریم النمیمۃ

چغلی کی حرمت

۶۵۱۲ - حدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ سمعت ابا اسحق یحدث عن ابی الاحوص عن عبد اللہ بن مسعود قال ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قال الا انبئکم ما العضہ ہی النمیمۃ القالۃ بین الناس وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الرجل یصدق حتی یکتب صدیقا ویکذب حتی یکتب کذابا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ کیا چیز سخت حرام ہے؟ یہ چغلی ہے جو لوگوں کے درمیان پھیل جاتی ہے اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان سچ بولتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتا رہتا ہے حتی کہ اس کو کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

چغلی کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

النم اظہار الحدیث بالوشایۃ۔[1]

کسی بات کا بہ طریق چغلی اظہار کرنا، نمیمہ ہے۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

النمیمۃ نقل الحدیث من قوم الی قوم علی جہۃ الافساد والشر۔[2]

شر اور فساد ڈالنے کے لیے ایک قوم کی بات دوسری قوم تک پہنچانا نمیمہ (چغلی) ہے۔

علامہ زبیدی قاموس سے نقل کرتے ہیں:

النم التوریش والاغراء ورفع الحدیث اشاعۃ لہ وافسادا وتزیین الکلام بالکذب۔[3]

لگائی، بھڑکانے اور فساد ڈالنے کے لیے کسی بات کو پھیلانا اور اپنی بات کو جھوٹ سے مزین کرنا نمیمہ (چغلی) ہے۔

قرآن مجید سے چغلی کی ممانعت کا بیان

اللہ عزوجل مذموم عیوب کے بیان میں فرماتا ہے:

ہماز مشاء بنمیم۔ (قلم: ۱۱)

بڑا طعنہ زن، بہت چلتا پھرتا چغلخور۔

ویل لکل ہمزۃ لمزۃ۔ (ہمزۃ: ۱)

ہر پس پشت طعنہ دینے والے، لوگوں کا عیب جوئی کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۰۶، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

احادیث سے چغلی کی ممانعت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورہما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدہما لا یستتر من بولہ وکان الآخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرہا کسرتین فوضع علی کل قبر منہما کسرۃ فقیل لہ یا رسول اللہ لم فعلت ہذا قال لعلہ ان یخفف عنہما ما لم ییبسا [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گزر ہوا آپ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جن کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، پھر فرمایا کیوں نہیں! ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا، پھر آپ نے ایک شاخ کو لے کر دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حذیفۃ انہ بلغہ ان رجلا ینم الحدیث فقال حذیفۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل الجنۃ نمام [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص چغلی کرتا ہے، حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کو امام احمد[3] اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن غنم یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار عباد اللہ الذین اذا رؤوا ذکر اللہ وشرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ الباغون البرآء العنت [5]

عبد الرحمن بن غنم یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جو دکھائی دیں تو اللہ یاد آئے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چلتے پھرتے چغلی کرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بے قصور لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔

---

1. امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ١ ص ٣٥-٣٤، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٨١ھ
2. امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ١ ص ٧٠، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ
3. امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ، مسند احمد ج ٥ ص ٤٠٢، ٣٩٩، ٣٩٧، ٣٩٢، ٣٩١، ٣٨٩، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ١٣٩٨ھ
4. امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ٢٩٦، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
5. امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ، مسند احمد، ج ٤ ص ٢٢٧، ج ٦ ص ٤٥٩، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ١٣٩٨ھ

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔ [1]

عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النميمة والاستماع الى النميمة رواه الطبراني فى الكبير والاوسط وفيه فرات بن السائب وهو متروك [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چغلی کرنے اور چغلی سننے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس میں ایک راوی فرات بن سائب ہے اور وہ متروک ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول النميمة والشتيمة والحمية فى النار رواه الطبرانى من رواية محمد بن يزيد بن سنان عن ابيه وكلاهما ضعيف وقد وثقا [3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا چغلی، گالی اور تعصب جہنم میں ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو محمد بن یزید بن سنان سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے، یہ دونوں ضعیف راوی ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

چغلی سننے کا حکم

امام غزالی لکھتے ہیں:

جو آدمی ایک شخص سے جاکر یہ کہے کہ فلاں آدمی تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا اس کو چغلی کہتے ہیں، چغلی کی صرف اتنی ہی تعریف نہیں ہے بلکہ جس چیز کا افشاء کرنا ناپسندیدہ ہو اس کا افشاء کرنا چغلی ہے، عام ازیں کہ یہ افشاء کرنا قول سے ہو فعل سے ہو، تحریر سے ہو یا اشارہ وکنایہ سے، چغلی کی حقیقت ہے کسی راز کا افشاء کرنا اور کسی شخص کی پردہ دری کرنا۔

جب انسان لوگوں کے احوال میں ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھے تو ان پر سکوت کرے، ہاں اگر اس کے بیان کرنے میں کسی انسان کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کا سد باب ہو تو پھر اس کو بیان کرسکتا ہے، جب کوئی شخص کسی انسان سے دوسرے شخص کی چغلی کرے یعنی فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا تو اس کو چھ چیزیں لازم ہیں:

۱۔ اس کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلی کرنے والا فاسق ہے اور فاسق مردود الشہادۃ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يايها الذين امنوا ان جاءكم فاسق بنبا فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو (اس کی) تحقیق کرلو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۱، " " "

[3] ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۱، " " "

۲۔ اس شخص کو چغلی کرنے سے منع کرے اور چغلی کی قباحت اس پر ظاہر کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وامر بالمعروف وانہ عن المنکر (لقمان: ۱۷) اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

۳۔ اس شخص سے بغض رکھے کیونکہ اللہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے کسی سے بغض نہ رکھے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

۴۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے اپنے غائب بھائی کے متعلق بدگمانی نہ کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو! بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔

۵۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے تم اس چھان بین میں نہ لگ جاؤ کہ آیا اس شخص نے وہ بات کہی ہے یا نہیں کیونکہ یہ تجسس ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تجسسوا (حجرات: ۱۲) تجسس نہ کرو۔

۶۔ اس چغلی کو تم پسند نہ کرو اور نہ آگے اس چغلی کو نقل کرو ورنہ تم بھی چغلی کرنے والے ہو جاؤ گے۔ حکایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اور شخص آپ کے متعلق یہ کہہ رہا تھا، عمر بن عبد العزیز نے کہا اگر تم چاہو تو ہم اس معاملہ کی تحقیق کریں اگر جھوٹ نکلے تو تم اس آیت کے مطابق فاسق قرار پاؤ گے ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶) اور اگر جھوٹ نہ ہو تو تم اس آیت کے مطابق چغلخور ہو گے ھماز مشاء بنمیم (قلم: ۱۱) "عیب جو، بہت چغلی کرنے والا، چغلخور" اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیں اس شخص نے کہا اے امیر المومنین مجھے معاف کر دیجئے میں آئندہ چغلی نہیں کروں گا۔[1]

باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ
جھوٹ کا قبح اور سچ کی فضیلت

۶۵۱۳۔ حدثنا زھیر بن حرب وعثمان بن ابی شیبۃ واسحٰق بن ابراھیم قال اسحٰق اخبرنا وقال الاخران حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ وان الرجل لیصدق حتی یکتب صدیقا وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب کذابا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق جہنم کا راستہ دکھاتا ہے ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۱۴۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وھناد بن السری قالا حدثنا ابو الاحوص عن منصور

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ نیکی ہے اور

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۵۶۵-۵۶۴، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ فُجُورٌ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے اور بندہ سچ کا قصد کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق ہے اور فسق جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور بندہ جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے، ابن ابی شیبہ کی روایت میں عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

۶۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کو لازم رکھو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کا راستہ دکھاتا ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے، انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۱۶ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِ عِيسَى وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ حَتَّى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں عیسی کی روایت میں ہے صدق کا قصد کرتا ہے اور کذب کا قصد کرتا ہے اور ابن مسہر کی روایت میں ہے حتی کہ اللہ اس کو لکھ لیتا ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث میں صدق کا قصد کرنے پر اور کذب سے اجتناب کرنے پر برانگیختہ کیا ہے، اور لکھنے سے مراد یہ ہے کہ فرشتوں کے نزدیک لکھ دیا جاتا ہے، یا لوگوں کے دلوں اور ان کی زبانوں پر لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص صادق یا کاذب ہے۔

بَابُ ۹۲۵ فَضْلِ مَنْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَبِأَيِّ شَيْءٍ يَذْهَبُ الْغَضَبُ

غصہ کے وقت نفس پر قابو پانے کی فضیلت اور کس چیز سے غصہ جاتا رہتا ہے

۶۵۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّونَ الرَّقُوبَ فِيكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِي لَا يُولَدُ لَهُ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ بِالرَّقُوبِ وَلَكِنَّهُ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَلَدِهِ شَيْئًا قَالَ فَمَا تَعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَيْسَ بِذَلِكَ وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ رقوب کا کیا معنی سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جو شخص لاولد ہو، آپ نے فرمایا یہ رقوب نہیں ہے، رقوب وہ شخص ہے جس نے (آخرت میں پیشوائی کے لیے) پہلے اولاد کو نہ بھیجا ہو، آپ نے فرمایا تم پہلوان کسے کہتے ہو؟ ہم نے کہا جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، آپ نے فرمایا وہ پہلوان نہیں ہے، پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔

۶۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۵۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ كِلَاهُمَا قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص طاقت ور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے، پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھ سکے۔

۶۵۲۰ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ قَالُوا فَالشَّدِيدُ أَيُّمَ هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص طاقتور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے، صحابہ نے پوچھا پھر طاقت ور کون ہے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جو خود کو غصہ میں قابو میں رکھ سکے۔

٦٥٢١ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو بَهْرَامَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس روایت کو ذکر کیا۔

٦٥٢٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ وَهَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ فَقَالَ وَهَلْ تَرَى وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّجُلَ.

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی جھگڑے، ان میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس کا غصہ چلا جائے گا وہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، اس شخص نے کہا کیا آپ کے خیال میں میں پاگل ہوں؟ ابن العلاء کی روایت میں فقط ھل تری کا لفظ ہے رجل نہیں ہے۔

٦٥٢٣ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا يَغْضَبُ وَيَحْمَرُّ وَجْهُهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ ذَا عَنْهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَامَ إِلَى الرَّجُلِ رَجُلٌ مِمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَدْرِي مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آنِفًا قَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ ذَا عَنْهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَمَجْنُونًا تَرَانِي.

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی لڑے، ان میں سے ایک کا غصے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس سے اس کا غصہ چلا جائے گا، وہ کلمہ ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر اس شخص کو جا کر یہ بات بتائی اور کہا کیا تم جانتے ہو ابھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں جس کو یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا وہ کلمہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے، اس شخص نے کہا کیا تمہارے خیال میں میں پاگل ہوں؟

۶۵۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۶۵۱۱ میں، اولاد کی موت کی فضیلت اور ان کی موت پر صبر کے اجر کا بیان ہے اور یہ اس بات کو متضمن ہے کہ نکاح کرنا تجرد سے افضل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، نیز اس حدیث میں غصہ کو ضبط کرنے اور انتقام لینے اور جھگڑا کرنے سے اپنے آپ کو روکنے کی فضیلت ہے، حدیث نمبر ۶۵۲۲ میں جس غضب ناک شخص کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، اور اس نے جواب میں یہ کہا کیا تمہارے خیال میں میرا دماغ خراب ہے؟ یہ شخص یا تو منافق تھا یا سخت دل اعرابی تھا، اس شخص کو دین کی کچھ نہیں تھی اور نہ اس کا دل انوارِ شریعت سے منور تھا اور اس کو یہ وہم تھا کہ اعوذ باللہ پڑھنا صرف مجنونوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ غصہ کا سبب شیطان ہے اور غصہ کی وجہ سے انسان حالت اعتدال سے نکل جاتا ہے اور اعمال باطلہ اور افعال مذمومہ کرتا ہے۔

بَابُ خُلِقَ الْإِنْسَانُ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ
بے قابو ہونا انسان کی سرشت میں ہے

۶۵۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللَّهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتْرُكَهُ فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی صورت بنائی تو جب تک چاہا ان کے جسم کو وہاں رکھا، ابلیس اس کے ارد گرد گھوم کر دیکھنے لگا، جب اس نے یہ دیکھا کہ یہ جسم اندر سے کھوکھلا ہے تو اس نے جان لیا کہ یہ ایسی سرشت پر پیدا کیا گیا کہ یہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے گا۔

۶۵۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں: انسان شہوات پر قابو پانے کی طاقت نہیں رکھتا یا وسوسوں کو دفع نہیں کر سکتا یا غصہ کے وقت خود پر قابو نہیں رکھ سکتا، ذکر حضرت آدم کا ہے اور مراد جنس انسان ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ
چہرے پر مارنے کی ممانعت

۶۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

۶۵۲۸ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ

ایک اور سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص مارے۔

۶۵۲۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو چہرہ کو مارنے سے اجتناب کرے۔

۶۵۳۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلَا يَلْطِمَنَّ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر طمانچہ نہ مارے۔

۶۵۳۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔

۶۵۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَالِكٍ الْمَرَاغِيِّ (وَهُوَ أَبُو أَيُّوبَ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

اللہ تعالیٰ پر صورت کے اطلاق کی توجیہ اور صورت کی وجہ تخصیص

حدیث نمبر ۶۵۳۱ میں ہے "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے" علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء اس قسم کی احادیث میں بحث کرنے سے تعرض نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ احادیث حق ہیں، ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، یہاں ایسا معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، جمہور سلف کا یہی مذہب ہے اور اسی میں زیادہ سلامتی اور احتیاط ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے مطابق ان احادیث میں تاویل کرنی چاہیے اور یہ کہ اللہ کسی چیز کے مماثل نہیں ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ ثابت ہے، بعض علماء نے اس طرح روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو صورت رحمٰن پر پیدا کیا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، جس نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں اس نے روایت بالمعنی کی ہے، اور معنی کی تعیین میں اس کو مغالطہ ہوا ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ علامہ ابن قتیبہ نے اس حدیث میں غلطی کی اور اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صورت ہے جو عام صورتوں کی طرح نہیں ہے، علامہ ابن قتیبہ کا یہ قول بداہۃً باطل ہے، کیونکہ صورت ایک ہیئت ترکیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ حدوث سے پاک ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک ہے تو پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس حدیث کا کیا محمل ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ اس حدیث میں ضمیر مضروب کی طرف راجع ہے اور اس کا معنی یہ ہے: اپنے بھائی کے چہرے پر نہ مارو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اس (یعنی اس کے بھائی) کی صورت پر بنایا ہے، بعض علماء نے کہا یہ ضمیر آدم کی طرف لوٹتی ہے یعنی حضرت آدم کو ان کی صورت پر بنایا، لیکن یہ تاویل ضعیف ہے اور بعض علماء نے کہا کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور صورت کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تعظیم اور تشریف کی وجہ سے ہے، جیسے حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ اور کعبہ کو بیت اللہ فرمایا، حضرت عیسیٰ کی روح کو روح اللہ فرمایا اسی طرح حضرت آدم کی صورت کو صورت اللہ فرمایا۔ [1] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صورت پر بنایا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صورت کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور یہ اضافت تشریفاً ہے اور حضرت آدم کی صورت کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا وہ ارحام میں منقلب نہیں ہوئے اور نہ ان کی نشوونما تدریجاً ہوئی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ چہرے پر مارنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ حضرت آدم کے چہرے کے مشابہ ہے تو باقی اعضاء بھی تو حضرت آدم کے اعضاء کے مشابہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چہرے میں ایسی خصوصیات ہیں جو باقی اعضاء میں نہیں ہیں، چہرے میں کان ہیں جو سماعت کا آلہ ہیں، آنکھیں ہیں جو بصارت کا آلہ ہیں اور سننے اور دیکھنے سے انسان کو تمام علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں، چہرے میں زبان ہے جو نطق کا آلہ ہے اور دماغ ہے جس میں عقل ہے جس کی وجہ سے انسان کو تمام حیوانوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صورت سے یہاں صفت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم، حیات، سمع بصر اور دیگر صفات کمالیہ پر پیدا کیا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مماثل کوئی چیز نہیں ہے۔ [1]

چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ

مصنف کی رائے یہ ہے کہ چہرے پر مارنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں سب سے مکرم عضو چہرہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی چہرے سے تعبیر فرمایا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ (بقرہ: ۱۱۵)

مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں سو تم جس طرف منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ۔ (بقرہ: ۲۷۲)

اور تم صرف اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔

کل من علیہا فان ○ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ (رحمان: ۲۷-۲۶)

زمین پر جو کچھ ہے فانی ہے، صرف آپ کے رب کی ذات باقی ہے، جو صاحب عظمت اور صاحب جلال ہے۔

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔ (الدھر: ۹)

ہم تمہیں صرف اللہ کی ذات کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے صلہ چاہتے ہیں نہ شکر۔

لا الٰہ الا ھو کل شیء ھالک الا وجہہ۔ (قصص: ۸۸)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ حضرت آدم کے چہرے کا اپنی طرف تشریفاً اضافت کی ہے اور وجہ تشریف یہ ہے کہ انسان کا چہرہ عقل اور حواس کے آلات پر مشتمل ہے اور یا اس کی تشریف اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چہرے سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے اور یہ تمام اطلاقات تعظیم کے لیے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کسی شئے کے مماثل نہیں ہے اور ہر چیز سے منزہ ہے۔ فتبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام۔

بَابُ ۹۲۸ الْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ لِمَنْ عَذَّبَ النَّاسَ بِغَيْرِ حَقٍّ

انسانوں کو ناحق عذاب دینے پر سخت وعید کا بیان

۶۵۴۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ مَرَّ بِالشَّامِ

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ملک شام میں کچھ لوگوں پر گزر ہوا، جن کو دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا اور ان کے سروں پر روغن زیتون بہایا

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

عَلٰى اُنَاسٍ وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِى الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِى الْخَرَاجِ فَقَالَ اَمَا اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ فِى الدُّنْيَا۔

مارا گیا تھا، انھوں نے پوچھا ان کو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بتایا گیا کہ ان کو خراج (نہ دینے) کی وجہ سے یہ سزا دی جا رہی ہے، حضرت حکیم بن حزام نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

۶۵۳۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرَّ هِشَامُ بْنُ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْبَاطِ بِالشَّامِ قَدْ اُقِيْمُوْا فِى الشَّمْسِ فَقَالَ مَا شَاْنُهُمْ قَالُوْا حُبِسُوْا فِى الْجِزْيَةِ فَقَالَ هِشَامٌ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِى الدُّنْيَا۔

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا شام کے چند قبطیوں پر گزر ہوا جو دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے پوچھا ان کو یہ عذاب کیوں ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا ان کو جزیہ وصول کرنے کے لیے بند کیا گیا ہے، حضرت ہشام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

۶۵۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِىْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ قَالَ وَاَمِيْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ عُمَيْرُ بْنُ سَعْدٍ عَلٰى فِلَسْطِيْنَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَحَدَّثَهُ فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوْا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں ایک سند میں ہے اس وقت ان کا فلسطین میں امیر عمیر بن سعد تھا، ہشام ان کے پاس گئے ان کو حدیث سنائی تو اس نے ان کو چھوڑنے کا حکم دیا اور ان کو چھوڑ دیا گیا۔

۶۵۳۶ - حَدَّثَنِىْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلٰى حِمْصَ يُشَمِّسُ نَاسًا مِّنَ النَّبَطِ فِىْ اَدَاءِ الْجِزْيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِى الدُّنْيَا۔

حضرت ہشام بن حکیم نے دیکھا کہ حمص کے حاکم نے کچھ قبطیوں کو ادائے جزیہ کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے، پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ احادیث ناحق سزا دینے پر محمول ہیں اور جس شخص کو اس کے واقعی جرم پر سزا دی جائے وہ اس میں داخل نہیں ہے مثلاً قصاص، حدود اور تعزیر کے مطابق سزا دی جائے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

بَابُ ۹۲۹ اَمْرِ مَنْ مَرَّ بِسِلَاحٍ فِيْ مَسْجِدٍ اَوْ سُوْقٍ اَوْ غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَوَاضِعِ الْجَامِعَةِ لِلنَّاسِ اَنْ يُّمْسِكَ بِنِصَالِهَا

جو شخص مسجد، بازار اور مجمعوں میں تیر لے کر چلے تو اس کے پیکان پکڑنے کا حکم

۶۵۳۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ بِسِهَامٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں چند تیر لے کر گزرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے تیروں کے پیکان پکڑ لو۔

۶۵۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيٰى (وَاللَّفْظُ لَهُ) اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا مَرَّ بِاَسْهُمٍ فِي الْمَسْجِدِ قَدْ اَبْدٰى نُصُوْلَهَا فَاُمِرَ اَنْ يَّاْخُذَ بِنُصُوْلِهَا كَيْ لَا يَخْدِشَ مُسْلِمًا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں چند تیر لے کر گزرا جن کے پیکان کھلے ہوئے تھے، آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کے پیکان پکڑ لے تاکہ وہ کسی مسلمان کے چبھ نہ جائیں۔

۶۵۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ رَجُلًا كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِي الْمَسْجِدِ اَنْ لَّا يَمُرَّ بِهَا اِلَّا وَهُوَ اٰخِذٌ بِنُصُوْلِهَا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ كَانَ يَصَّدَّقُ بِالنَّبْلِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں تیر صدقہ کرتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ تیروں کے پیکان پکڑ کر مسجد میں آیا کرے، ابن رمح نے "یصدق بالنبل" کہا ہے۔

۶۵۴۰ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مَجْلِسٍ اَوْ سُوْقٍ وَبِيَدِهٖ نَبْلٌ فَلْيَاْخُذْ بِنِصَالِهَا ثُمَّ لِيَاْخُذْ بِنِصَالِهَا ثُمَّ لِيَاْخُذْ بِنِصَالِهَا قَالَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى وَاللّٰهِ مَا مُتْنَا حَتّٰى سَدَّدْنَاهَا بَعْضُنَا فِيْ وُجُوْهِ بَعْضٍ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد یا بازار میں جائے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہوں تو وہ اس کے پیکان کو پکڑ لیا کرے، پھر اس کے پیکان کو پکڑے، پھر اس کے پیکان کو پکڑے، حضرت ابو موسیٰ نے کہا: اور ہمارا حال یہ ہے کہ بہ خدا ہم میں سے بعض لوگ تا حیات ایک دوسرے کے چہروں پر تیر مارتے رہے۔

۶۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِیُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ اللّٰهِ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مَسْجِدِنَا اَوْ فِيْ سُوْقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ اَوْ قَالَ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا۔

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں جائے اور اس کے پاس تیر ہو تو وہ اس کے پیکان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے تاکہ کسی مسلمان کو کوئی چیز چبھ نہ جائے یا فرمایا اس کے پیکان کو اپنے قبضہ میں رکھے۔

ف: ہر ضرر دینے والی چیز کا یہی حکم ہے۔ اس چیز کو اس طرح رکھا جائے کہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچنے کا خطرہ نہ ہو۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِشَارَةِ بِالسِّلَاحِ اِلٰى مُسْلِمٍ

مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت

۶۵۴۲ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰى يَدَعَهُ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہو۔

۶۵۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۶۵۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ اَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهِ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث ذکر کیں، ان میں سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ کر کسی کو لگا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس جگہ لوگوں کا اجتماع ہو وہاں ہتھیاروں کو اس طرح پکڑ کر نہ لایا جائے

جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے مسلمانوں کو ضرر ہو اس سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

بَابُ ۹۳۱ فَضْلِ اِزَالَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کی فضیلت

۶۵۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص جا رہا تھا راستہ میں اس نے ایک خاردار شاخ دیکھی اس نے اس کو اٹھا کر ایک طرف کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کر لی اور اس کو بخش دیا۔

۶۵۴۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَاُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ میں درخت کی ایک شاخ کے پاس سے گزرا اس نے کہا بخدا میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستے سے ہٹا دوں گا تاکہ یہ ان کو ایذاء نہ دے پھر وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔

۶۵۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو جنت میں پھرتے ہوئے دیکھا کیونکہ اس نے راستہ میں کھڑے ہوئے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔

۶۵۴۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ شَجَرَةً كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَطَعَهَا فَدَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک درخت مسلمانوں کو ایذاء دیتا تھا، ایک شخص نے اس کو کاٹ دیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

۶۵۴۹ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْوَازِعِ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَنْتَفِعُ بِهِ قَالَ اعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے ایسی چیز بتایئے جس سے میں نفع حاصل کروں، آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کر دو۔

طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ

۶۵۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَبِي الْوَازِعِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّ أَبَا بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَدْرِي لَعَسَى أَنْ تَمْضِيَ وَأَبْقَى بَعْدَكَ فَزَوِّدْنِي شَيْئًا يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ كَذَا افْعَلْ كَذَا أَبُو بَكْرٍ نَسِيَهُ وَأَمِرَّ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ۔

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نہیں جانتا شاید آپ دنیا سے تشریف لے جائیں اور میں آپ کے بعد رہ جاؤں سو آپ مجھے آخرت کے لیے کوئی زادِ راہ بیان کر دیجئے، جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کرو، اس طرح کرو، (راوی ابوبکر نے ابوبرزہ کا نسیہ بھی بیان کیا تھا) اور راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرو۔

ف: اس باب کی احادیث میں راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کی فضیلت اور اجر وثواب کا بیان ہے، خواہ وہ کوئی درخت ہو، درخت کی شاخ ہو، پتھر ہو ۔۔۔ کسی پھل کا پھسلانے والا چھلکا یا شیشہ کا ٹکڑا ہو یا کوئی گندگی اور مردار ہو۔

بَابُ ۹۳۲ تَحْرِيمِ تَعْذِيبِ الْهِرَّةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْحَيَوَانِ الَّذِي لَا يُؤْذِي

بلی اور دیگر ایذاء نہ دینے والے جانوروں کو عذاب دینے کی حرمت

۶۵۵۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ (يَعْنِي ابْنَ أَسْمَاءَ) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کو عذاب دینے کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس عورت نے بلی کو باندھ رکھا تھا حتیٰ کہ وہ مر گئی اور وہ اس سبب سے جہنم میں داخل ہو گئی، کیونکہ عورت نے جب بلی کو باندھا تو اس نے اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو کھولا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

۶۵۵۲ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَالِدٍ جَمِيعًا عَنْ مَعْنِ بْنِ عِيسَى عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ جُوَيْرِيَةَ۔

حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۶۵۵۳ - وَحَدَّثَنِيهِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ اَوْثَقَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَسْقِهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا جس نے بلی کو باندھے رکھا اس کو کھانے کو دیتی تھی نہ پینے کو دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

۶۵۵۴ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل مروی ہے۔

۶۵۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ النَّارَ مِنْ جَرَّاءِ هِرَّةٍ لَهَا اَوْ هِرٍّ رَبَطَتْهَا فَلَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ اَرْسَلَتْهَا تُرَمِّمُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ هَزْلًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت اپنی بلی ہی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی جس کو اس نے باندھ کر رکھا تھا، اس کو خود کھلایا نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی چبا لیتی حتیٰ کہ وہ لاغری سے مر گئی۔

تاہم قاضی عیاض نے کہا کہ اس عذاب سے مراد حساب میں مناقشہ ہے یا بلی قیامت کے دن کہے گی آپ نے مجھے کیوں قتل کیا اس وجہ سے کہ یہ فعل معصیت ہے کیونکہ اس فعل سے اس نے کوئی نفع حاصل کیا نہ کسی ضرر کو دور کیا، یا یہ عورت کافر تھی اور اس ظلم کی وجہ سے اس کے عذاب میں زیادتی ہوئی۔

پرندوں اور دیگر جانوروں کو مقید کر کے رکھنے کا حکم

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بلی کے مالک پر واجب ہے کہ یا تو اس کو خوراک مہیا کرے اور یا پھر اس کو چھوڑ دے تاکہ وہ زمین میں چل پھر کر کھائے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: یہ حدیث حیوانات کو عذاب دینے کی حرمت پر دلیل ہے اور اس کو عذاب دینے کی ایک صورت اس کو بھوکا پیاسا رکھنا ہے۔ جو لوگ پرندوں کو پنجروں میں رکھتے ہیں اس کے متعلق بعض شیوخ نے کہا کہ انسان کو قید کرنے اور پرندوں کو قید کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، ابن عبدالسلام نے بیان کیا ہے کہ ابن الزیتون نے چڑیوں کی آواز سننے کے لیے چڑیوں کو پنجروں میں رکھا اور چھ ماہ کے بعد ان کو آزاد کر دیا اور یہ مال کو ضائع کرنا نہیں تھا، کیونکہ اس نے اس فعل سے خیر کا ارادہ کیا تھا اور ہو سکتا ہے اس کو چڑیوں کے آزاد کرنے پر اجر ملے۔

پرندوں کو پنجروں میں رکھنے کے مسئلہ میں نہ باوجود ظاہر ممانعت ہے اور حدیث نغیر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ایک بچہ کا معاملہ تھا یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا اور اس سے تمام موانع منتفی تھے اسی طرح امام مالک کے اس قول سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کسی شخص نے پنجرہ کا دروازہ کھول دیا اور پرندہ اڑ

گیا تو پنجرہ کھولنے والا ضامن ہوگا۔ کیونکہ امام مالک نے اس مسئلہ کا حل بتلایا ہے پرندوں کو پنجروں میں بند کرنے کا حکم نہیں بتلایا۔ [1]

علامہ ابی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی کی یہی رائے ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں بند کرنا منع ہے اور یہ اس کو انسان کے قید کرنے پر قیاس کرتے ہیں، لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ پرندوں اور دیگر جانوروں کو بند کر کے رکھنا جائز ہے بہ شرطیکہ ان کے کھانے پینے اور ان کی دیگر ضروریات کا خیال رکھا جائے کیونکہ اس حدیث میں بلی کو باندھنے پر وعید نہیں ہے اس کو بھوکا مارنے پر وعید ہے اور جو موذی جانور ہوں ان کی ایذاء سے بچنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے۔

بَابُ ۹۳۲ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ — تکبر کی حرمت

۶۵۵۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَغَرِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِزُّ إِزَارُهُ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ.

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عزت اللہ عزوجل کی ازار ہے اور کبریائی اس کی رداء ہے جو شخص مجھ سے ان صفات کو چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ازار وہ چادر ہے جس کو کمر پر باندھتے ہیں اور رداء وہ چادر ہے جس کو کندھوں پر ڈالتے ہیں، یہ دونوں چادریں لباس ہیں اور لباس اجسام کے خواص میں سے ہے اور اللہ عزوجل جسم سے منزہ ہے لہٰذا ان چادروں سے مراد اس کی صفات ہیں یعنی عزت اور کبریاء اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جو شخص ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا۔

تکبر کی اقسام اور اسباب کا بیان

امام غزالی لکھتے ہیں:

تکبر کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر کرنا (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔ (۳) مخلوق کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کیا جائے جیسا کہ گزشتہ دور میں فرعون وغیرہ نے تکبر کیا اور اس دور میں ملحد اور دہریئے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے قائل نہیں ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۵۹ - ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً لله ولا الملئکۃ المقربون ط ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعا۔ (النساء: ۱۷۲)

مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز عار محسوس کریں گے نہ (اللہ کے) مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنے حضور لائے گا۔

انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ ان کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا جائے، اللہ تعالیٰ کفار کا قول نقل فرماتا ہے:

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء ان انتم الا تکذبون (یٰس: ۱۵)

کافروں نے کہا تم تو صرف ہم جیسے بشر ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔

مخلوق کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے سے حقیر جانے اور جب اس سے کوئی حق بات کہی جائے تو وہ غرور اور تکبر کی وجہ سے اس کو ماننے سے انکار کر دے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم (البقرہ: ۲۰۶)

اور جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈرو تو اس کو تکبر گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے سو اس کو جہنم کافی ہے۔

تکبر خود کو بڑا سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے اور انسان کسی کمال کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھتا ہے کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی دینی کمال علم اور زہد و تقویٰ ہے، بعض لوگ کمال علم کی وجہ سے اور بعض کمال عبادت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں، اور دنیاوی کمال میں نسب، حسن و جمال، قوت، مال و دولت اور احباب کی کثرت وغیرہ شامل ہیں سو بعض لوگ ان کمالات کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔[1]

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقْنِيطِ الْإِنْسَانِ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کرنے کی ممانعت

۶۵۵۷۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدَبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَّا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَ اَحْبَطْتُ عَمَلَكَ اَوْ كَمَا قَالَ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا بخدا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون شخص ہے جو میرے متعلق یہ قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا، میں نے اس فلاں شخص کو بخش دیا اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا۔ یا جس طرح فرمایا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۲-۳۴۳، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ

اس شخص نے قطعی طور پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے جہالت ہے اور اس نے قسم کھا کر یہ بتلایا کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام یہ ہے کہ جس طرح وہ کہے گا اللہ ویسا کرے گا اور اللہ کے نزدیک وہ گنہ گار بہت ذلیل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ادب سے کلام کرنا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، قاضی عیاض نے کہا اس میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی گناہ بخش دیتا ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں لیکن اس میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے ایسی پر قطعی حکم لگایا وہ کافر ہو گیا اور کفر سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۳۵ فَضْلِ الضُّعَفَاءِ وَالْخَامِلِيْنَ

ضعیفوں اور خاک نشینوں کی فضیلت

۶۵۵۸ - حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں اور دروازوں سے دھتکارے جانے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ خاک نشین لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اس کام کو کر دیتا ہے اور ان کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔ اور ان کی قسم کو جھوٹی ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ عظیم ہوتا ہے اگرچہ لوگ ان کو حقیر جانتے ہیں۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر وہ کسی کام کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں قسم کھانا مراد ہو، علامہ خطابی نے کہا یہاں قسم سے دعا مراد لینا بہت بعید ہے، اس کی تائید یہ ہے کہ ایک بار کفار کے خلاف جنگ بہت طویل ہو گئی تو حضرت براء نے کہا اے اللہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ان کافروں پر ہم کو فتح عطا فرما اور مجھے اپنے نبی کے ساتھ لاحق کر دے تو ایسا ہی ہو گیا۔

علامہ ابی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو مخفی رکھا ہے، ان میں سے ایک اللہ کا ولی ہے جس کو اللہ نے لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اس کی تائید میں بے شمار واقعات ہیں۔ [3]

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ، ص ۷۱ - ۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ، ص ۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ ۹۲ النَّهْيِ مِنْ قَوْلِ هَلَكَ النَّاسُ

یہ کہنے کی ممانعت کہ "لوگ ہلاک ہو گئے"

۶۵۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ لَا أَدْرِي أَهْلَكَهُمْ بِالنَّصْبِ أَوْ أَهْلَكُهُمْ بِالرَّفْعِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں تو وہ ان سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

۶۵۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ جَمِيعًا عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہوئے کہے لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ شخص خود تکبر کے عذاب میں ہلاک ہونے والا ہے، اور اگر کوئی شخص صالحین کے فوت ہو جانے کے تاسف کے اظہار کے لیے کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے یا قحط، کسی آفت اور بلاء کے نازل ہونے کے وقت کہے لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۹۳ الْوَصِيَّةِ بِالْجَارِ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ

ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کرنا

۶۵۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَيَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ كُلُّهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہمسایہ کو وارث بنا دیں گے۔

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸ص ۹۲۔۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ (وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ) أَنَّ عَمْرَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَيُوَرِّثَنَّهُ۔

۶۵۶۲۔ **حَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۶۵۶۳۔ **حَدَّثَنِي** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل ہمیشہ مجھ کو پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ اس کو وارث بنادیں گے۔

۶۵۶۴۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحَقَ) قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔

۶۵۶۵۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنَّ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي إِذَا طَبَخْتَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی کہ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ رکھو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی چیز ان کو بھیج دو۔

مَرَقًا فَاكْثِرْ مَاءَهُ ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ.

ہمسایہ کی تعریف اور اس کے حقوق

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں: جس شخص کا گھر یا دکان تمہارے گھر یا دکان سے متصل ہو وہ تمہارا پڑوسی ہے، بعض علماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان تھا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے گا، حضور نے یہ کلام مبالغۃً فرمایا ورنہ حضور کے ظن کے مطابق احکام شرعیہ نازل ہو جاتے تھے علامہ خطابی نے کہا آپ نے حکم فرمایا ہے سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو یہ امر استحباب ہے اس میں حسن سلوک کی ہدایت دی ہے اس عمل سے ہمسایوں کی الفت اور محبت حاصل ہوگی اور پڑوسیوں کی ضروریات پوری ہوں گی کیونکہ کبھی پڑوسی اپنے ضعف، کثرت عیال اور تنگ دستی کی وجہ سے سالن پکانے پر قادر نہیں ہوتا اور کبھی اس کے پڑوس میں یتیم بچے اور بیوائیں ہوتی ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۳۸ اِسْتِحْبَابِ طَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

ملاقات کے وقت کشادہ چہرے سے ملنے کا استحباب

۶۵۶۶ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ (يَعْنِي الْخَزَّازَ) عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقَى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ جانو خواہ اپنے بھائی کے ساتھ کشادہ روئی سے ملنا ہو۔

ف: اس حدیث میں ملاقات کے وقت کشادہ روئی سے ملنے کا استحباب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی خلق کریم تھا۔

بَابُ ۹۳۹ اِسْتِحْبَابِ الشَّفَاعَةِ فِيْمَا لَيْسَ بِحَرَامٍ

جو کام حرام نہ ہوں ان میں شفاعت کا استحباب

۶۵۶۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَائِهِ فَقَالَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو آپ اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے تم (اس کی) شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی حکم جاری کرے گا جو اس کو پسند

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ۔ ہوگا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن لوگوں کو بادشاہ یا کسی حاکم کے ہاں کوئی جائز کام ہو ان کی سفارش کرنا مستحب ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ۚ ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا۔ (نساء: ۸۵)

جو اچھی سفارش کرے اس میں سے اس کے لیے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس میں سے اس کے لیے حصہ ہے۔

جو شخص قول یا فعل سے کسی نیک کام میں مدد دیتا ہے اس کو بھی اجر ملتا ہے، اگر کسی شخص سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کی معافی کے لیے سفارش کرنی چاہیے بشرطیکہ وہ اس پر نادم ہو اور اس کی اصلاح کی امید ہو، لیکن جو شخص کسی باطل کام پر اصرار کرے اس کے حق میں شفاعت نہیں کرنی چاہیے اور حدود میں شفاعت کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

بَابُ ۹۴ اِسْتِحْبَابِ مُجَالَسَةِ الصَّالِحِيْنَ وَمُجَانَبَةِ قُرَنَاءِ السُّوْءِ

نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور بروں کی صحبت سے اجتناب کرنے کا استحباب

۶۵۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے مشک والا یا تو تم کو یونہی مشک دے دے گا، یا تم اس سے مشک خرید لو گے، ورنہ کم از کم تم کو اس سے اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا ورنہ تم کو اس سے بدبو آئے گی۔

مشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے مشک اور اس کے نافہ کی

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۹۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

طہارت پر اجماع نقل کیا ہے: نافہ چمڑے کا وہ مردہ ٹکڑا ہے جس میں مشک ہوتی ہے اور غیر مسلم کا کیا ہوا شکار مردہ کے حکم میں ہے، اگر یہ اجماع منقول نہ ہوتا تو ہم ان دونوں کو نجس قرار دیتے، نافہ کو اس لیے کہ وہ مردار چمڑے کا ٹکڑا ہے، بانفیر مسلم کا کیا ہوا شکار ہے، اور غیر مسلم کا شکار مردار ہے اور اگر زندہ ہرن سے نافہ کو کاٹ کر نکال لیا جائے تب بھی زندہ کے جسم سے جو ٹکڑا کاٹ کر الگ کیا جائے وہ مردار ہے، اور مشک اس لیے نجس ہے کہ مشک وہ خون ہے جو نافہ میں جمع ہو کر منعقد ہو جاتا ہے سو یہ خون کے حکم میں ہے اور خون نجس ہے اس لیے مشک کے طاہر ہونے پر اجماع دلیل ہے یا اس کی طہارت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو استعمال کرنا اس کی تعریف کرنا اس کے بیچنے والے اور خریدنے والے، اور اس کے استعمال کرنے والے کی تعریف کرنا دلیل ہے، ہمارے بعض اصحاب (بعض مالکی فقہا) نے کہا ہے کہ مشک نجس ہے لیکن اس کو لگا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے یعنی قیاساً یہ نجس ہے لیکن شرعاً یہ نجاست معاف ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشک کی کراہت منقول ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر نے مدینہ کی عورتوں میں مشک کو تقسیم کیا اور حضرت ابن عمر کا مشک کو استعمال کرنا مشہور ہے، ہمارے بعض شیوخ نے مشک کی طہارت کو انڈے کی طہارت پر قیاس کیا ہے، دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ یہ دونوں حیوان میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کے مادے سے حیات حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ انڈا حیوان کی زندگی میں اس سے بصفت منفصل ہو جاتا ہے اور مردہ حیوان کے جسم سے منفصل نہیں ہوتا اس لیے وہ پیدا ہونے والے بچے کی طرح ہے، اس کے برخلاف نافہ چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور مشک جما ہوا خون ہے اس لیے ان کی طہارت پر اجماع اور اتباع سنت کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مشک ایک خون ہے جو ہرن کے غدود میں جمع ہو جاتا ہے اور اس غدود میں متعفن ہو کر سوکھ کر منجمد ہو جاتا ہے، اس غدود کو نافہ کہتے ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۴۳ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَى الْبَنَاتِ — بیٹیوں کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت

۶۵۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں میرے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، اس نے مجھ سے (کھانے کا) سوال کیا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہیں تھا، میں نے وہ کھجور اس کو دے دی، اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ کھڑی ہوئی، اور وہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۶۵-۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَأَلَتْنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَأَخَذَتْهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کے سامنے اس عورت کا واقعہ بیان کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر ان بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے حجاب ہو جاتی ہیں۔

۶۵۷۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ) عَنِ ابْنِ الْهَادِ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَهُ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس نے دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی، پھر جس کھجور کو وہ کھانا چاہتی تھی اس کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی ان کو کھلا دی، مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کا ایثار بیان فرمایا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس ایثار کی وجہ سے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا یا (فرمایا) اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔

۶۵۷۱ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

حدیث نمبر ۶۵۶۹ میں دخول جنت کی بشارت اس شخص کے لیے ہے جو لڑکیوں کی پرورش میں مبتلا ہو، اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اس پرورش کو بلا سمجھے یہ اس کے لیے بشارت ہے اور جو خوشی سے ان کی پرورش کرے اس کے لیے یہ بشارت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر لوگ لڑکیوں کی پیدائش سے ناخوش ہوتے ہیں اور ان کی پرورش کو بلا اور بار سمجھتے ہیں اس لیے آپ کا ارشاد اکثر اور غالب لوگوں کے اعتبار سے ہے۔

بَابُ ۹۴۲ فَضْلِ مَنْ يَمُوتُ لَهُ وَلَدٌ فَيَحْتَسِبُهُ

بچوں کی وفات پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے کی فضیلت

۶۵۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں اس کو آگ صرف قسم پورا کرنے کے لیے چھوئے گی۔

۶۵۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ وَبِمَعْنَى حَدِيثِهِ إِلَّا أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، سفیان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں وہ صرف قسم پوری ہونے کے لیے آگ میں داخل ہوگا۔

۶۵۷۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لَا يَمُوتُ لِإِحْدَاكُنَّ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَهُ إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ أَوِ اثْنَيْنِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَوِ اثْنَيْنِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہوجائیں اور وہ ان پر صبر کرے تو وہ جنت میں داخل ہوجائے گی ان میں سے ایک عورت نے کہا یا دو۔ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یا دو۔

۶۵۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ قَالَ اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا: یا رسول اللہ! آپ کی احادیث تو مرد لے گئے آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں، اور آپ ہم کو ان چیزوں کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کی ہیں، آپ نے فرمایا تم فلاں، فلاں دن جمع ہونا، ہم جمع ہوگئیں، پھر ان کے پاس رسول اللہ صلے

فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ۔

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا اس میں سے ان کو تعلیم دی، آپ نے فرمایا تم میں سے جو عورت خود سے پہلے اپنے تین بچے روانہ کرے گی، وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے، ایک عورت نے کہا اور دو، اور دو اور دو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور دو اور دو، اور دو۔

۶۵۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَزَادَا جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔ شعبہ کی روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ نے کہا تین ایسے بچے جو بالغ نہ ہوئے ہوں۔

۶۵۷۷۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي السَّلِيْلِ عَنْ أَبِيْ حَسَّانَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ إِنَّهُ قَدْ مَاتَ لِي ابْنَانِ فَمَا أَنْتَ مُحَدِّثِيْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيْثٍ تُطَيِّبُ بِهِ أَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ قَالَ نَعَمْ صِغَارُهُمْ دَعَامِيْصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقّٰى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ أَوْ قَالَ أَبَوَيْهِ فَيَأْخُذُ بِثَوْبِهِ أَوْ قَالَ بِيَدِهِ كَمَا آخُذُ أَنَا بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هٰذَا فَلَا يَتَنَاهٰى أَوْ قَالَ فَلَا يَنْتَهِيْ حَتّٰى يُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَأَبَاهُ الْجَنَّةَ وَفِيْ رِوَايَةِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو السَّلِيْلِ۔

ابوحسان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ سے کہا میرے دو بچے فوت ہو گئے کیا آپ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنا سکتے ہیں جس سے اپنے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کی تسلی ہو؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں! چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں، ان میں سے جس کی ملاقات اپنے باپ، یا ماں باپ سے ہوگی وہ اس کے کپڑے یا ہاتھ کے دامن کو پکڑے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑے ہوئے ہوں پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔

۶۵۷۸۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا تُطَيِّبُ بِهِ أَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ۔

اس سند سے مروی ہے کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیث سنی ہے جس سے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کو تسلی ہو، حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں۔

۶۵۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنُونَ ابْنَ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّهِ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ لَهَا فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ لَهُ فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً قَالَ دَفَنْتِ ثَلَاثَةً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ. قَالَ عُمَرُ مِنْ بَيْنِهِمْ عَنْ جَدِّهِ وَقَالَ الْبَاقُونَ عَنْ طَلْقٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا الْجَدَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بچے کو لے کر آئی اور کہا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کیجئے، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں، آپ نے فرمایا تو نے بچوں کو دفن کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تمہارے لیے دوزخ سے مضبوط بندش ہو گئی۔

۶۵۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيِّ أَبِي غِيَاثٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَشْتَكِي وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْهِ قَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ. قَالَ زُهَيْرٌ عَنْ طَلْقٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكُنْيَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ بیمار ہے اور مجھے اس (کی موت) کا خدشہ ہے، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں، آپ نے فرمایا تم نے دوزخ سے مضبوط آڑ مہیا کر لی۔

ف: قرآن مجید میں ہے وان منکم الا واردھا (مریم: ۷۱) "تم میں سے ہر شخص دوزخ سے گذرے گا" اس سے پہلے قسم مقدر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا پل صراط سے گذرنے سے اس آیت کا تقاضا پورا ہو جائے گا یا ہر شخص کو تھوڑی دیر کے لیے جہنم سے گذرنا ہوگا اس باب کی احادیث کا یہ مطلب ہے کہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے ان لوگوں کا جہنم سے گذر ہو گا۔

مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کے (نابالغ) بچے جنت میں ہوں گے، قرآن مجید میں ہے:

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم۔ (طور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دینگے۔

بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

غیر مسلموں کے نابالغ بچے بھی جنت میں ہوں گے

غیر مسلموں کی اولاد آخرت میں کہاں ہوگی، ان کو عذاب ہوگا یا ثواب؟ صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا اور وہ جنت میں ہوں گے،

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا.
(بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور نابالغ بچوں کے حق میں بعثت رسل متحقق نہیں ہوتی، انسان بالغ ہونے کے بعد اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور دیگر احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے اس لیے نابالغ بچے مکلف ہیں نہ ان سے کسی امر پر بازپرس ہوگی۔

امام بخاری نے حضرت سمرہ بن جندب کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا حضرت جبرائیل اور میکائیل نے آپ کو جنت کی سیر کرائی ایک جگہ آپ نے دیکھا:

حتى اتينا الى روضة خضراء فيها شجرة عظيمة وفي اصلها شيخ وصبيان.

حتی کہ ہم ایک سرسبز باغ میں گئے اس میں ایک عظیم درخت تھا اس کی جڑ میں ایک بزرگ شخص اور بچے بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر حضرت جبرائیل نے آپ کو بتایا:

والشيخ الذي في اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله فاولاد الناس.[1]

درخت کی جڑ میں آپ نے جس بزرگ کو دیکھا وہ حضرت ابراہیم تھے، اور ان کے پاس جو بچے تھے وہ لوگوں کی اولاد تھی۔

اس حدیث میں آپ نے لوگوں کی اولاد فرمایا، مسلمانوں کی اولاد نہیں فرمایا، اس عموم سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہوں یا کافر سب کی اولاد جنت میں ہوگی۔

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهذا صريح في كون اولاد الناس كلهم في الجنة ويدخل فيه اولاد المشركين.[2]

یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ تمام لوگوں کی اولاد جنت میں ہوگی، اور اس عموم میں مشرکین کی اولاد بھی داخل ہے۔

اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التعبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

واما الرجل الطويل الذي في الروضة

وہ دراز قامت شخص جو باغ میں تھے وہ حضرت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

فانہ ابراھیم واما الولدان الذین حولہ فکل مولود مات علی الفطرۃ قال فقال بعض المسلمین یارسول اللہ! واولاد المشرکین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واولاد المشرکین۔ [1]

ابراہیم تھے، اور ان کے پاس جو بچے تھے، سو یہ وہ تمام بچے تھے جو فطرت (کسی دین کو اختیار کرنے سے پہلے) پر فوت ہوئے تھے، (راوی نے کہا) بعض مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! مشرکین کی اولاد بھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وظاھرہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم الحقھم باولاد المسلمین فی حکم الاخرۃ ولا یعارض قولہ: ھم من اٰبائھم لان ذٰلک حکم الدنیا [2]

ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی اولاد کو آخرت کے حکم میں مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ لاحق کر دیا، اس کے معارض یہ حدیث نہیں ہے "اولاد مشرکین اپنے آباء سے ہیں" کیونکہ یہ دنیا کا حکم ہے۔

آخرت میں غیر مسلموں کی نابالغ اولاد کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

مشرکین کی اولاد کے حکم آخرت کے متعلق صحیح مذہب بیان کرنے کے بعد ہم اس مسئلہ میں فقہاء کے تمام اقوال نقل کر رہے ہیں، علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱)۔ کفار کی اولاد آخرت میں اللہ کی مشیت پر موقوف ہیں، یہ مسلک حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، اسحاق اور امام شافعی سے منقول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵)

(۲)۔ نابالغ بچے اپنے آباء کے حکم میں ہوں گے، مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اس نظریہ کو شیخ ابن حزم نے خوارج سے نقل کیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہوں گے، اور میں نے آپ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دوزخ میں، اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے دوزخ میں چلانے کی آواز سنا دوں" میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابوعقیل ہے جو متروک الحدیث ہے۔

(۳)۔ مشرکین کی اولاد جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہوگی کیونکہ نہ ان کی نیکیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ جنت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

میں جائیں، وہ ان کی برائیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ دوزخ میں جائیں۔

(۴)۔ مشرکین کے بچے جنت میں اہل جنت کے خدام ہوں گے (امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت سمرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(۵)۔ اولاد مشرکین کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی، ان کے لیے ایک آگ جلائی جائے گی جو اس میں داخل ہو جائیگا اس پر وہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی، اور جو انکار کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ زمانہ فترت میں فوت ہونے والے، کم عقل اور نابالغ بچوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا فترت میں فوت ہونے والے کہیں گے ہمارے پاس کتاب آئی نہ نبی آیا کم عقل کہے گا اے اللہ! تو نے مجھے عقل کیوں نہ دی میں اس سے خیر اور شر کو پہچانتا اور بچہ کہے گا میں نے عمل کا زمانہ نہیں پایا، آپ نے فرمایا پھر ان کے لیے آگ بلند کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ، سو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید ہوگا یا عقل پانے والا ہوگا وہ اس میں داخل ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں شقی ہوگا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے تو میری نافرمانی کی ہے تم میرے رسولوں کی اطاعت کیسے کرتے، امام بزار کہتے ہیں اس حدیث کو صرف فضیل نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے، امام بزار نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک سے بھی روایت کیا ہے اس میں ان تینوں کے علاوہ شیخ فانی کا بھی ذکر ہے، امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں بیان کیا ہے کہ فترت میں فوت ہونے والوں اور مجنونوں کے متعلق امتحان کا مسئلہ مذہب صحیح ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے اس میں کوئی عمل ہے جس کا ذکر آزمائش ہوگی اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جنت اور دوزخ میں دخول اور استقرار کے بعد عمل نہیں ہوگا اس سے پہلے میدان قیامت میں عمل سے کوئی مانع نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون۔ (القلم: ۴۲)

جس دن ساق (کی تجلی) ظاہر کی جائے گی اور وہ (نافرمان) سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ لوگوں کو سجدہ کا امر کیا جائے گا تو منافقوں کی کمر طباق کی طرح ہو جائے گی اور وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

(۶)۔ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے، اور اسی کو محققین نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور جب عاقل شخص کو اس لیے عذاب نہیں دیا جاتا کہ اس کے پاس رسولوں کا پیغام نہیں پہنچا تو غیر عاقل شخص کو بطریق اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا، علامہ نووی نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو جنت میں دیکھا اور ان کے گرد لوگوں کی اولاد بھی، اور جس حدیث میں ہے اللہ اعلم بما کانوا عاملین. "اللہ ہی زیادہ جانتا ہے وہ کیا کرنے والے تھے" اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دوزخ میں جائیں گے[1]

بَابُ ۹۴۳ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اَمَرَ جِبْرِيْلَ فَاَحَبَّهُ وَاَحَبَّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ

جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو اس سے محبت کا حکم دیتا ہے، پھر آسمان اور زمین والے اس سے محبت کرتے ہیں

۶۵۸۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ قَالَ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهُ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْاَرْضِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، سو جبریل اس سے محبت کرتا ہے پھر جبریل آسمان میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی فلاں سے محبت کرو، پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم اس سے بغض رکھو، سو جبرائیل اس سے بغض رکھتا ہے پھر وہ آسمان والوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے بغض رکھتا ہے تم اس سے بغض رکھو، تو وہ اس سے بغض رکھتے ہیں پھر اس کے لیے زمین میں بغض رکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) ح وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ (وَهُوَ ابْنُ اَنَسٍ) كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، علاء بن مسیب کی روایت میں بغض کا ذکر نہیں ہے۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْبُغْضِ.

۶۵۸۳ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ كُنَّا بِعَرَفَةَ فَمَرَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَامَ النَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنِّي أَرَى اللَّهَ يُحِبُّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ لِمَا لَهُ مِنَ الْحُبِّ فِي قُلُوبِ النَّاسِ فَقَالَ بِأَبِيكَ أَنْتَ سَمِعْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ

سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ ہم عرفہ میں تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز کا وہاں سے گزر ہوا درآں حالیکہ وہ حج کے امیر تھے (لوگ کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگے تو میں نے اپنے والد سے کہا) اے ابا جان! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے، انہوں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے، میں نے کہا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہے، انہوں نے کہا تمہیں اپنے باپ کی قسم! تم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی ہوگی۔

ف: اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے اس کی خیر اور صلاح کا ارادہ فرمائے اس کو ہدایت فرمائے اور اس پر انعام فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کے بغض کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے، اور حضرت جبرئیل اور دیگر فرشتوں کی محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ بندے کے لیے استغفار کریں اور اس کی تعریف و توصیف کریں۔

بَابُ ۹۲۳ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ

روحیں باہم مجتمع تھیں

۶۵۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام روحیں باہم مجتمع تھیں جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہو گئی اور جو (اس وقت) اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔

۶۵۸۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِحَدِيثٍ يَرْفَعُهُ قَالَ النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا وَالْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح معدنیات ہیں جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں بشرطیکہ فقیہ ہوں، تمام روحیں باہم مجتمع تھیں جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہو گئی، اور جو (اس وقت) اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔

الارواح جنود مجندۃ کا معنی

علامہ وشتانی لکھتے ہیں:

جنود و مجندہ کا معنی ہے جماعات مجتمعہ یا اجناس مختلفہ، تعارف کا مطلب ہے بعض جبلی صفات میں تناسب اور تشابہ، یا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہر روح کو دوسری روح کی خصوصیات سے مطلع فرما دیا تھا، یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو اجتماعی طور پر پیدا فرمایا پھر ان کو مختلف جسموں میں متفرق کر دیا، پھر جس شخص کی روح اس کے جسم کے موافق ہو گئی وہ روح اس جسم سے محبت کرتی ہے اور جس شخص کی روح اس کے جسم کے ناموافق ہوتی ہے وہ اس سے متنفر ہوتی ہے، علامہ خطابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں اجسام کو سعادت اور شقاوت کے اعتبار سے پیدا فرمایا پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا، ایک گروہ آپس میں موافق ہوتا اور دوسرا گروہ مخالف ہوتا، جیسے دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوں۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ روحیں بہ حیثیت روح کے تو ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن نوع اور شخص کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پس جن روحوں کی صفات عالم ارواح میں ایک دوسرے کے موافق تھیں وہ ایک دوسرے سے مانوس تھیں اور الفت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ تھیں اور جن روحوں کی صفات ایک دوسرے کے مخالف اور مباین تھیں وہ روحیں عالم ارواح میں دوسری روحوں سے الگ تھیں۔ [1]

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے ارواح عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس تھیں وہ عالم اجسام میں بھی ایک دوسرے سے مانوس ہو سکتی ہیں۔ ۱۲ [illegible]

باب ۹۴۵ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

جو شخص جن کے ساتھ محبت رکھے گا اسی کے ساتھ ہو گا

۶۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم کو محبت ہوگی۔

۶۵۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا فَلَمْ يَذْكُرْ كَبِيْرًا قَالَ وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کسی بڑی عبادت کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا کہ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تمہیں محبت ہوگی۔

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رَسُولَهُ قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ.

٦٥٨٨ - حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرٍ أَحْمَدُ عَلَيْهِ نَفْسِي.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا، اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اس روایت میں ہے کہ میں نے اتنی زیادہ تیاری نہیں کی جس پر میں اپنی تعریف کروں۔

٦٥٨٩ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ قَالَ حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے محبت ہوگی، حضرت انس کہتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بڑھ کر اور کسی چیز سے خوشی نہیں ہوئی "تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہوگی" حضرت انس کہتے ہیں سو میں اللہ، اس کے رسول اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا ہر چند کہ میرے اعمال ان کے اعمال کی طرح نہیں ہیں۔

٦٥٩٠ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَنَسٍ فَأَنَا أُحِبُّ وَمَا بَعْدَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو روایت کیا، اس حدیث میں حضرت انس کا یہ قول کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، اور اس کے بعد والا جملہ نہیں ہے۔

٦٥٩١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجَيْنِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَنَا رَجُلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے جا رہے تھے تو مسجد کی چوکھٹ کے پاس ہماری ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کیا تیاری کی

عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ.

سے ؟ وہ خاموش سا ہو گیا، پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے قیامت کے لیے زیادہ (نفلی) نمازیں، زیادہ (نفلی) روزے اور زیادہ (نفلی) صدقات تو تیار نہیں کیے، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا تم کو جس کے ساتھ محبت ہوگی، اسی کے ساتھ رہو گے۔

٦٥٩٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْيَشْكُرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

٦٥٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا ح وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

٦٥٩٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس شخص کے متعلق کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو اور ان سے واصل نہ ہو؟ آپ نے فرمایا جو شخص جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہوگا!

٦٥٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۶۵۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر حسب سابق حدیث بیان کی

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صالحین اور اہل خیر کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت معلوم ہوتی خواہ وہ حیات ہوں یا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے افضل محبت یہ ہے کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے اور مستحبات شرعیہ پر عمل کیا جائے۔ صالحین سے محبت کی شرط یہ نہیں ہے کہ ان کے اعمال کے مطابق عمل کیا جائے، نیز صالحین اور اہل خیر کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو ان کا درجہ من کل الوجوہ مل جائے گا۔[1]

بَابُ ۹۲ إِذَا أُثْنِيَ عَلَى الصَّالِحِ فَهِيَ بُشْرَى وَلَا تَضُرُّهُ

نیک آدمی کی تعریف اس کے حق میں بشارت ہے۔

۶۵۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یہ فرمائیے کہ ایک شخص اچھے کام کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔

۶۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی اور سندیں ذکر کیں، ایک روایت میں ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ بِإِسْنَادِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ عَبْدِ الصَّمَدِ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ كَمَا قَالَ حَمَّادٌ۔

تعریف کرتے ہیں۔

لوگوں کا کسی نیک شخص سے محبت کرنا اور اس کی تعریف کرنا اس کے حق میں دنیاوی بشارت اور جزا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا۔
(مریم: ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (اپنے بندوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین۔
(شعراء: ۸۴)

اور میرے لیے میرے بعد آنے والوں میں ذکر جمیل (نیکیوں کی تعریف) کو جاری رکھ۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب القدر

(تقدیر کا بیان)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقنٰه بقدر ○ (القمر: [illegible]) بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔

یعنی دنیا کی کوئی چیز ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے، بلکہ ہر چیز کو ایک منصوبہ سے بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا، اس علم کے مطابق اس کو ایک مقرر وقت پر ایک خاص شکل و صورت میں بنایا گیا، اس کو ایک خاص مدت تک نشوونما دی گئی، ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہو جانے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا، اسی طرح ایک وقت پورا ہو جانے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی، یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔

علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بان یجعلها علی مقدار مخصوص و وجه مخصوص حسبما اقتضت الحکمة۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مخصوص مقدار اور مخصوص شکل و صورت پر اشیاء کو پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرماتا ہے۔ بعض چیزوں کو ابتداءً علی وجہ الکمال پیدا فرماتا ہے اور ان میں فنا ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہوتا جیسے آسمان وغیرہ، اور بعض چیزوں کے پہلے اصول پیدا فرماتا ہے پھر تدریجاً ان کی نشوونما کرتا ہے، جیسے گٹھلی سے کھجور پیدا ہوتی ہے سیب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوتا۔[1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کا علم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سابق کے مطابق ان اشیاء کو پیدا فرمایا، عالم علوی ہو یا سفلی ہر عالم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے وجود میں آتی ہے کسی چیز کی ایجاد میں مخلوق کے کسب اور سعی اور اضافت کے علاوہ مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ کسب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت، توفیق، الہام اور تیسیر سے حاصل ہوتا ہے

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، ص ۳۹۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

جیسا کہ قرآن اور سنت کی نصوص اس پر شاہد ہیں اس کے برخلاف قدریہ نے یہ کہا ہے کہ عمل کو ہم نے خلق کیا اور اعمال کو ہمارے غیر نے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے وفد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ اعمال ہمارے قبضہ میں ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، میری شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ یہ مجھ سے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی شخص پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی چیز کا علم، ارادہ اور قول کے مطابق موجود ہونا تقدیر ہے، علامہ کرمانی نے کہا قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے علماء نے بیان کیا ہے کہ ازل میں حکم کلی اجمالی قضاء ہے اور اس حکم کی تفصیلات اور جزئیات قدر ہیں، علامہ سمعانی نے کہا اس کو جاننے میں عقل اور قیاس کا دخل نہیں ہے اس کو جاننا صرف کتاب اور سنت پر موقوف ہے، جو شخص کتاب و سنت کے بغیر تقدیر کو جاننا چاہے گا وہ یا گمراہ ہو جائے گا یا دریائے حیرت میں غرق ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کا علم کسی نبی مرسل کو ہے نہ ملک مقرب کو، ایک قول یہ ہے کہ جنت میں دخول کے بعد تقدیر کا علم منکشف ہو جائے گا اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو، امام مسلم نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ میں نے متعدد صحابہ رسول سے یہ سنا کہ ہر چیز تقدیر سے ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ دانائی اور نادانی بھی تقدیر سے ہے۔ [2]

بَابُ ۹۴۷ كَيْفِيَّةِ خَلْقِ الْآدَمِيِّ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَكِتَابَةِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ

ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کی کیفیت، اس کے رزق، مدت حیات، عمل اور سعادت و شقاوت کا لکھا جانا

۶۵۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق اور مصدوق اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۴۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۷۸، ۴۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ قَالُوا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ فِي ذٰلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُونُ فِي ذٰلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا.

۶۶۰۰ - **حَدَّثَنَا** عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ فِي حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَةَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَأَمَّا فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَعِيسٰى أَرْبَعِينَ يَوْمًا.

۶۶۰۱ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي

سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے، پھر اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی مدت حیات، اس کا عمل، اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے، پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے پھر وہ جہنمیوں کے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں ہیں وکیع کی روایت میں ہے تم میں سے ہر شخص کی تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس راتوں تک ہوتی ہے، شعبہ کی روایت میں چالیس راتوں یا چالیس دنوں کا ذکر ہے، جریر اور عیسیٰ کی روایت میں چالیس دنوں کا ذکر ہے۔

حذیفہ بن اسید بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب چالیس یا پینتالیس راتوں میں نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے تو فرشتہ (رحم میں) داخل ہوتا

الطفيل عن حذيفة بن أسيد يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال يدخل الملك على النطفة بعد ما تستقر في الرحم بأربعين أو خمسة وأربعين ليلة فيقول يا رب أشقي أو سعيد فيكتبان فيقول أي رب أذكر أو أنثى فيكتبان ويكتب عمله وأثره وأجله ورزقه ثم تطوى الصحف فلا يزاد فيها ولا ينقص.

ہے اور کہتا ہے اے رب یہ شقی ہے یا سعید ہے؟ پھر یہ امر لکھ دیے جاتے ہیں، پھر کہتا ہے کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث، پھر یہ امر لکھ دیے جاتے ہیں، پھر اس کے عمل اثر، مدت حیات اور اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور ان میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

۶۶۰۲ - حدثني أبو الطاهر أحمد بن عمرو بن سرح أخبرنا ابن وهب أخبرني عمرو بن الحارث عن أبي الزبير المكي أن عامر بن واثلة حدثه أنه سمع عبد الله بن مسعود يقول الشقي من شقي في بطن أمه والسعيد من وعظ بغيره فأتى رجلا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقال له حذيفة بن أسيد الغفاري فحدثه بذلك من قول ابن مسعود فقال وكيف يشقى رجل بغير عمل فقال له الرجل أتعجب من ذلك فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا مر بالنطفة ثنتان وأربعون ليلة بعث الله إليها ملكا فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها ثم قال يا رب أذكر أم أنثى فيقضي ربك ما شاء ويكتب الملك ثم يقول يا رب أجله فيقول ربك ما شاء ويكتب الملك ثم يقول يا رب رزقه فيقضي ربك ما شاء ويكتب الملك ثم يخرج الملك بالصحيفة في يده فلا يزيد على ما أمر ولا ينقص.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہو، اور سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت قبول کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھے جن کا نام حضرت حذیفہ بن اسید غفاری تھا، عامر بن واثلہ نے ان کو حضرت ابن مسعود کا یہ قول سنایا انہوں نے کہا وہ شخص کوئی عمل کیے بغیر شقی کیسے ہو جاتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کیا آپ اس پر تعجب کرتے ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان آنکھیں، کھال، گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے پھر کہتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے، اے رب اس کی مدت حیات؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر نکل جاتا ہے اس میں اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

۶۶۰۳ - حدثنا أحمد بن عثمان النوفلي أخبرنا أبو عاصم حدثنا ابن جريج أخبرني أبو الزبير أن أبا الطفيل أخبره أنه سمع عبد الله

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ۔

٦٦٠٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ حَدَّثَهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَيَّ هَاتَيْنِ يَقُولُ إِنَّ النُّطْفَةَ تَقَعُ فِي الرَّحِمِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ يَتَصَوَّرُ عَلَيْهَا الْمَلَكُ قَالَ زُهَيْرٌ حَسِبْتُهُ قَالَ الَّذِي يَخْلُقُهَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى فَيَجْعَلُهُ اللهُ ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ أَسَوِيٌّ أَوْ غَيْرُ سَوِيٍّ فَيَجْعَلُهُ اللهُ سَوِيًّا أَوْ غَيْرَ سَوِيٍّ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ مَا رِزْقُهُ مَا أَجَلُهُ مَا خُلُقُهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ اللهُ شَقِيًّا أَوْ سَعِيدًا۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رحم میں چالیس راتیں نطفہ ٹھہرا رہتا ہے پھر فرشتہ اس کی صورت بناتا ہے، زہیر نے کہا میرا گمان ہے تخلیق کرتا ہے پھر کہتا ہے: اے رب مذکر یا مونث! پھر اللہ تعالیٰ اس کو مذکر یا مونث بنا دیتا ہے، پھر کہتا ہے اے رب اس کو کامل الاعضاء بناؤں یا ناقص الاعضاء؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو کامل الاعضاء یا ناقص الاعضاء بنا دیتا ہے، پھر کہتا ہے: اے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو شقی یا سعید بنا دیتا ہے۔

٦٦٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ بْنُ كُلْثُومٍ حَدَّثَنِي أَبِي كُلْثُومٌ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ الْحَدِيثَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ مَلَكًا مُوَكَّلًا بِالرَّحِمِ إِذَا أَرَادَ اللهُ أَنْ يَخْلُقَ شَيْئًا بِإِذْنِ اللهِ لِبِضْعٍ وَأَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رحم پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو چالیس اور کچھ راتیں گزرنے کے بعد ...... پھر حسب سابق حدیث ہے۔

٦٦٠٦ - حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَرَفَعَ الْحَدِيثَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ أَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ أَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللهُ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقًا قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ کہتا ہے: اے رب یہ نطفہ ہے اے رب یہ جما ہوا خون ہے، اے رب یہ گوشت کا لوتھڑا ہے، جب اللہ تعالیٰ کوئی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے، تو فرشتہ کہتا ہے اے رب مذکر یا مونث، شقی یا سعید، اس

الْمَلَكُ أَيْ رَبِّ ذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.

کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ پھر اس کے مطابق اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۶۰۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللَّهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا وَقَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَقَالَ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے، ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کرید نے لگے، پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص، ہر جاندار شخص کا ٹھکانا جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے، اور اہل شقاوت کے لیے برے اعمال آسان کر دیے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی ہم اس کے لیے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لیے برائیوں کو آسان کر دیں گے

۶۶۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَاهُ وَقَالَ فَأَخَذَ عُودًا وَلَمْ يَقُلْ مِخْصَرَةً وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

۶۶۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن

بْنُ حُبَابٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ نَفْسٍ إِلَّا وَقَدْ عُلِمَ مَنْزِلُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلِمَ نَعْمَلُ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى إِلَى قَوْلِهِ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، اس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت یا دوزخ میں ایک مقام معلوم ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم کس لیے عمل کریں، ہم اسی پر توکل کیوں نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تم عمل کرو، ہر شخص کے لیے اسی کاموں کو آسان کیا جاتا ہے جن کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ:) جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی، ہم اس کے لیے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لیے برائیوں کو آسان کر دیں گے۔

۶۶۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ أَنَّهُمَا سَمِعَا سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ۔

حضرت علی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۶۶۱۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَيِّنْ لَنَا دِينَنَا كَأَنَّا خُلِقْنَا الْآنَ فِيمَا الْعَمَلُ الْيَوْمَ أَفِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ أَمْ فِيمَا نَسْتَقْبِلُ قَالَ لَا بَلْ فِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ قَالَ فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ زُهَيْرٌ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَسَأَلْتُ مَا قَالَ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے دین کو بیان کیجئے گویا کہ ہم ابھی پیدا کیے گئے ہیں، ہم آج جو عمل کر رہے ہیں کیا یہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں، یا ہم نیا عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں تمہارا عمل اس کے مطابق ہے جس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور جو تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے، انھوں نے کہا پھر ہم کس لیے عمل کریں؟ زہیر کہتے ہیں پھر ابو الزبیر نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سمجھ نہیں سکا، میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا: عمل کرو، ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

٦٦١٢ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى وَفِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَامِلٍ مُيَسَّرٌ لِعَمَلِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عمل کرنے والے کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

٦٦١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ قِيلَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اہل نار سے اہل جنت کا علم متعین ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کہا پھر عمل کرنے والے کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا ہر شخص جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیے وہ عمل آسان کر دیا گیا ہے۔

٦٦١٤ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، عبد الوارث کی سند میں ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

٦٦١٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ قَالَ قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى عَلَيْهِمْ مِنْ قَدَرِ مَا سَبَقَ أَوْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقُلْتُ بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى عَلَيْهِمْ قَالَ فَقَالَ أَفَلَا يَكُونُ ظُلْمًا قَالَ فَفَزِعْتُ مِنْ ذَلِكَ فَزَعًا شَدِيدًا

ابو الاسود دیلی بیان کرتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ آج لوگ کس لیے عمل کر رہے ہیں؟ اور مشقت برداشت کر رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر یعنی مقرر ہو چکی ہے؟ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق یہ لوگ عمل کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ان کا عمل ان چیزوں کے متعلق ہے جن کا حکم ہو چکا ہے اور تقدیر ثابت ہو گئی ہے، انھوں نے کہا کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں میں اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا، میں نے کہا ہر چیز

وَقُلْتُ كُلُّ شَيْءٍ خَلْقُ اللَّهِ وَمِلْكُ يَدِهِ فَلَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ فَقَالَ لِي يَرْحَمُكَ اللَّهُ إِنِّي لَمْ أُرِدْ بِمَا سَأَلْتُكَ إِلَّا لِأَحْزِرَ عَقْلَكَ إِنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ أَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ مِنْ قَدَرٍ قَدْ سَبَقَ أَوْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا.

اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہے وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور مخلوق سے ہر چیز کے متعلق سوال ہوگا، انھوں نے مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! میں نے اس سوال سے صرف آپ کی عقل کا امتحان لینا چاہا تھا، مزینہ کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! آج لوگ جس لیے عمل کر رہے اور عمل کی مشقت اٹھا رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی ثابت ہو چکی ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق وہ آئندہ عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان کا عمل اس کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر ثابت ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے (ترجمہ:) قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا، اور اس کو نیکی اور بدی کا الہام فرمایا۔

۶۶۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيلَ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيلَ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص مدت طویل تک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اس کا اہل نار کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے، اور ایک شخص زمانہ دراز تک اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے اور اس کا اہل جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے۔

۶۶۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل نار میں سے ہوتا ہے اور ایک شخص لوگوں کے نزدیک اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے

کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۶۶۰۷ میں ہے: تم میں سے ہر شخص (ہر جاندار شخص) کا ٹھکانا جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو، اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے، اور اہل شقاوت کے لیے برے اعمال آسان کر دیے جائیں گے۔ الحدیث۔

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب انسان کا جنتی یا جہنمی ہونا پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو انسان کو افعال کا مکلف کیوں کیا گیا ہے اور اس کو جزا یا سزا کیوں دی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے ہم اس کے تابع ہیں اور اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور اس نے اپنے اس علم کو لکھ کر لوح میں محفوظ کر لیا، یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

وکل شیء فعلوہ فی الزبر (القمر: ۵۲)
اور انہوں نے جو کچھ کام کیے وہ سب کام نوشتوں میں (لکھے ہوئے) ہیں۔

یعنی ان کے کیے ہوئے کام لوح میں لکھے ہوئے ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ لوح میں لکھا ہوا ہے وہی ان کو کرنا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ کراچی سے اسلام آباد بک کرا لیتے ہیں، اب ہمیں ایک ماہ پہلے یہ علم ہوتا ہے کہ فلاں دن اتنے بجے ہوائی جہاز کراچی سے اڑے گا اور اسی دن اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا اور ہم نے اپنے اس پروگرام کو اپنی ڈائری میں لکھ کر محفوظ کر لیا، اب واقعہ یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا کہ فلاں دن جہاز اتنے بجے کراچی سے پرواز کر کے اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا اس لیے ہمارے علم اور ہماری ڈائری کے تابع ہو کر جہاز پرواز کر رہا ہے اور اس مقررہ وقت میں کراچی سے اسلام آباد پہنچ رہا ہے، بلکہ جہاز تو اپنے پروگرام اور شیڈول کے مطابق پرواز کر رہا ہے، ہمیں اس کے شیڈول کا پہلے علم ہو گیا ہے، سو ہمارا علم جہاز کے شیڈول کے تابع ہے جہاز کا شیڈول ہمارے علم کے تابع نہیں ہے، ہم گھڑی میں ایک سال کی کارکردگی والا سیل ڈال دیں تو ہمیں پہلے علم ہوتا ہے کہ یہ سیل ایک سال چلے گا اب اگر ایک سال بعد وہ سیل ختم ہو جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ سیل ہمارے پیشگی علم کی وجہ سے ختم ہو گیا اور اس کی ایک سال تک کی کارکردگی ہمارے علم کے مطابق تھی بلکہ ہمارا علم اس کی مدت کارکردگی کے مطابق تھا، ایک انجینئر ایک ڈیم بنانے سے پہلے اس کے مادہ اور دیگر اجزاء کی استعداد اور صلاحیت کا جائزہ لے کر یہ پیش گوئی کرتا ہے کہ یہ سو سال تک کام کرے گا تو اب اس کی سو سال تک کی کارکردگی انجینئر کے علم کے تابع نہیں ہے بلکہ ڈیم کے اجزاء ترکیبی اور اس کی صلاحیت کے مطابق انجینئر کا علم ہے علیٰ ہذا القیاس مختلف مشینوں کی کارکردگی کی مدت کی گارنٹی دی جاتی ہے، تو ان مشینوں کی کارکردگی اس گارنٹی کے تابع نہیں بلکہ گارنٹی ان کی کارکردگی کے تابع ہوتی ہے، لیکن مخلوق

کا علم ناقص ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات ان کے قبل از وقت اندازے غلط ہو جاتے ہیں اس کے برخلاف اللہ عزوجل کا علم کامل ہے اور اس نے جو اپنی مخلوق کی کارکردگی کا قبل از وقت اندازہ لگایا ہے وہ صحیح علم اور صحیح تقدیر ہے اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی نہ ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)
بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔

قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔ (طلاق: ۳)
بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ (تقدیر) مقرر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ روزانہ لاتعداد مخلوق کو پیدا فرما رہا ہے، اگر اس کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ کس چیز میں کیا صلاحیت اور استعداد ہے، وہ دنیا میں کیا کرے گی اور کتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس نظام کائنات میں اس کا کیا رول ہے تو اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس لاعلمی کے ساتھ اس عظیم کائنات کا یہ محیر العقول نظام کیا ایک دن بھی جاری رکھ سکتا ہے؟ جب ایک ڈیم بنانے والا انجینیر اپنے ڈیم کی کارکردگی سے بے خبر نہیں ہوتا تو یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس عظیم کائنات کا خالق اور مربی اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو، اور اس کو کسی شخص کے نیک اور بد افعال کا اسی وقت علم ہو جب وہ ان افعال کو انجام دے چکے! اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اس کو ازل میں اسی بات کا علم تھا کہ جس وقت جو انسان پیدا ہوگا وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا، انسان کو جزاء اور سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے، انسان اگر نیکی کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کو پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی کو، اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ اور اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے نہ ان پر جزاء اور سزا کے استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔

جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب

اس مقام پر دوسری بحث جبر و قدر کی ہے، جبریہ کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کا اصلاً کوئی فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات بمنزلہ جمادات کی حرکات ہیں، انسان کی کوئی قدرت ہے نہ اختیار، اس کا قصد ہے نہ ارادہ، یہ نظریہ قطعاً باطل ہے کیونکہ ہم رعشہ کے مریض اور صحت مند انسان کی حرکات میں بداہۃً فرق کرتے ہیں، صحت مند آدمی اپنے قصد اور اختیار سے حرکت کرتا ہے اور رعشہ کے مریض کی حرکت غیر اختیاری ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر انسان مجبور ہوتا تو اس کو مکلف کرنا اور اس کے افعال پر جزاء اور سزا کا ترتب صحیح نہ ہوتا اور نہ حقیقۃً یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اس نے مثلاً نماز پڑھی، روزہ رکھا، کتاب لکھی یا اور سفر کیا، اس کے برخلاف جب ہم کہتے ہیں کہ لڑکا جوان ہو گیا، جوان بوڑھا ہو گیا، فلاں بیمار ہو گیا، فلاں مر گیا تو ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ پہلی قسم کے افعال اختیاری ہیں اور دوسری قسم کے افعال غیر اختیاری ہیں اور پہلی قسم کے افعال میں انسان مختار ہے اور دوسری قسم کے افعال میں انسان مجبور ہے۔ نیز قرآن مجید کی متعدد آیات جبر کی نفی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ
ان کے لیے جو آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے وہ کسی

اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ (سجدہ: ۱۷) — کو معلوم نہیں، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

اولٰئک اصحٰب الجنۃ خٰلدین فیہا جزاءً بما کانوا یعملون (احقاف: ۱۴) — وہ لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

جزاءً بما کانوا یعملون۔ (واقعہ: ۲۴) — یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

انہم رجس ومأوٰہم جہنم جزاءً بما کانوا یکسبون۔ (توبہ: ۹۵) — یہ (منافقین) بے شک ناپاک ہیں، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان (برے) کاموں کی سزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ (کہف: ۲۹) — جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے،

دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہے ورنہ رسولوں کو بھیجنا، جزا اور سزا اور جنت اور جہنم تمام امور کا عبث ہونا لازم آئے گا یہ مذہب بھی باطل ہے، قرآن مجید میں ہے:

واللّٰہ خلقکم وما تعملون (صٰفّٰت: ۹۶) — تمہیں اور تمہارے تمام اعمال کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

ذٰلکم اللّٰہ ربکم لا الٰہ الا ہو خالق کل شیء فاعبدوہ۔ (انعام: ۱۰۲) — یہ ہے تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہ) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو۔

اللّٰہ خالق کل شیء۔ (زمر: ۶۲) — اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

وما تشاءون الا ان یشاء اللّٰہ (المرسلٰت: ۳۰) — اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔

وما تشاءون الا ان یشاء اللّٰہ رب العٰلمین٥ (تکویر: ۲۹) — اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ رب العلمین نہ چاہے۔

اہل سنت وجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے، انسان کسب کرتا ہے اور اللہ خلق کرتا ہے، خلق کا معنی ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور کسب کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں، علامہ محب اللہ بہاری نے لکھا ہے کہ کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے، چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے اس لیے اہل سنت نے یہ کہا کہ انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا جنہوں نے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لیے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لیے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اور اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء اور سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر قصد مصمم (پختہ ارادہ) کا خالق کون ہے؟ اگر اس کا خالق

اللہ تعالیٰ ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر اس کا خالق انسان ہے تو پھر یہ معتزلہ کے مذہب کی طرف رجوع ہے، یہ بہت مشکل سوال ہے، اس کا صحیح جواب اور حقیقی کشف تو ان شاء اللہ آخرت میں ہوگا، تاہم علماء اہل سنت نے اس سوال کے متعدد جواب دیئے ہیں جن سے کچھ نہ کچھ تسکین ہو جاتی ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، یہ عام مخصوص البعض ہے یعنی قصد مصمم کے سوا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور قصد اور کسب کا انسان خالق ہے اور اس تخصیص کی اصل تخصیص عقلی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کے لیے خالق ہونا اپنے عموم پر ہے اور انسان نے قصد کو خلق نہیں احداث کیا ہے اور انسان خالق تو نہیں ہو سکتا لیکن محدث ہو سکتا ہے، کیونکہ خلق کا تعلق موجود بالذات سے ہوتا ہے اور قصد موجود بالذات ہے نہ معدوم بالذات، بلکہ بالتبع موجود ہے اس کو اصطلاح میں "حال" کہتے ہیں، علامہ بہاری نے کہا انسان ادراکات جزئیہ جسمانیہ میں مختار ہے اور علوم کلیہ عقلیہ میں مجبور ہے، علامہ عبدالحق خیرآبادی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ بہاری نے نظرتاً ایسے ہی لکھا ہے کہ انسان وہماً مختار ہے اور عقلاً مجبور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا تعلق امور جزئیہ مثلاً نماز اور روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے انسان میں مبادی جزئیہ قریبہ ہوتے ہیں، مثلاً تخییل جزئی، شوق جزئی خاص اور ارادہ خاصہ اور انہی کے اعتبار سے افعال جزئیہ صادر ہوتے ہیں اور ارادہ ہی کے سبب سے انسان کے افعال اختیار یہ افعال قسریہ اور افعال طبعیہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے مبادی کلیہ بعیدہ ہوتے ہیں جو بلا ارادہ واجبۃ التحقق ہیں اور مبادی جزئیہ کا وہم سے ادراک ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی جزئیہ ہیں اور مبادی کلیہ کا ادراک عقل سے ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کلیہ ہیں، سو انسان علوم جزئیہ کے اعتبار سے مختار ہے اور ادراکات کلیہ کے اعتبار سے غیر مختار ہے اور جب کہ احکام شرعیہ امور جزئیہ ہیں تو اس میں وہم کے حکم کا اعتبار ہے، اور مکلف ہونے کی صحت مبادی قریبہ کے اعتبار سے ہے، خلاصہ یہ ہے کہ انسان وہم کے حکم کے اعتبار سے مختار ہے اور عقل کے حکم کے اعتبار سے مجبور ہے۔

علامہ خیرآبادی نے علامہ تفتازانی سے بھی ایک جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ کے کچھ اسباب قریب ہیں اور کچھ اسباب بعیدہ ہیں، اسباب قریبہ کے اعتبار سے وہ مختار ہے اور اسباب بعیدہ کے اعتبار سے وہ مجبور ہے۔ [1]

مؤلف اللہ کہ دونوں جوابوں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ادراکات جزئیہ یا اسباب قریبہ کے اعتبار سے جب انسان کسی فعل کو صادر کرتا ہے تو وہ اس کے صدور میں مستقل ہے یا نہیں اگر وہ اس کے صدور میں مستقل ہے تو یہ اعتزال کی طرف رجوع ہے ورنہ جبر کی طرف رجوع ہے، میں اس اشکال کے حل میں مدتوں سرگرداں رہا بالآخر مجھے اس حدیث سے تسکین ہوگئی:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن الدیلمی قال اتیت ابی بن کعب فقلت له وقع فی نفسی شیء من القدر فحدثنی

ابن دیلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل

---

[1] علامہ عبدالحق خیرآبادی متوفی ۱۳۱۶ھ، شرح مسلم الثبوت ص ۴۲-۴۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

لعل الله تعالیٰ ان یذهبه من قلبی فقال لو ان الله تعالیٰ عذب اهل سمٰوٰته واهل ارضه عذبهم وهو غیر ظالم لهم ولو رحمهم کانت رحمته خیرا لهم من اعمالهم ولو انفقت مثل احد ذهبا فی سبیل الله تعالیٰ ما قبله الله تعالیٰ منك حتی تؤمن بالقدر وتعلم ان ما اصابك لم یکن لیخطئك وان ما اخطاك لم یکن لیصیبك ولو مت علی غیر هذا لدخلت النار ـــــ

قال ثم اتیت عبد الله بن مسعود فقال مثل ذلك ثم اتیت حذیفة بن یمان فقال مثل ذلك ثم اتیت زید بن ثابت فحدثنی عن النبی صلی الله علیه وسلم مثل ذلك۔ لہ

ہیں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے، آپ مجھے کوئی حدیث بیان کیجئے شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو زائل کر دے، حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے، اور اگر تم اللہ کے راستے میں احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، اور جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم سے ٹل گئی ہے وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی، اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے، پھر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ ثہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ سہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان تمام احادیث میں اہل سنت وجماعت کی تائید ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خواہ خیر ہوں یا شر، مفید ہوں یا مضر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون۔ (انبیاء: ۲۳) "اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے اس سے ان کے متعلق سوال نہیں ہو سکتا اور ان سب سے سوال کیا جائے گا" تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے، وہ جو چاہے کرے، مالک سے اپنی

لہ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

ثہ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹-۸، مطبوعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

سہ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲، ۱۸۹، ج ۶ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

حکمت میں تصرف پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا، نیز اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے، اس مسئلہ میں عقل اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے، اور صرف کتاب اور سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے، اور جو شخص اس سے عدول کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا، اس کے نفس کو شفاء حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی عالم کو نہیں دیا، کسی نبی مرسل کو نہ کسی مقرب فرشتہ کو، ایک قول یہ ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مسئلہ تقدیر منکشف ہو جائے گا، ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے، بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، جس شخص کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان ہو جائے گا، نیکوکاروں کے لیے نیکی اور بدکاروں کے لیے بدی۔[1]

باب ۹۳۶: حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ

۶۶۱۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ حَاتِمٍ وَابْنِ دِينَارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰى فَقَالَ مُوسٰى يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ مُوسٰى اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ بِيَدِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى وَفِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ وَابْنِ عَبْدَةَ قَالَ أَحَدُهُمَا خَطَّ وَقَالَ الْآخَرُ كَتَبَ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا، حضرت موسیٰ نے کہا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں اور آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: تم موسیٰ ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمکلامی کے لیے منتخب فرمایا، اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لیے تورات لکھا، کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے، حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔ ایک روایت میں حضرت آدم کے کلام میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لیے تورات لکھی۔

۶۶۱۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ ہوا، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ تَحَاجَّ آدَمُ وَمُوسَى فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى فَقَالَ لَهُ مُوسَى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَغْوَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ وَاصْطَفَاهُ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ.

پر غالب آ گئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم وہ آدم ہو جس نے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کو جنت سے نکال دیا! حضرت آدم نے فرمایا تم وہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم دیا اور جس کو رسالت کے سبب سے لوگوں پر فضیلت دی؟ انھوں نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے پہلے مقدر کر دیا تھا!

٦٦٢٠ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ هُرْمُزَ) وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى قَالَ مُوسَى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوسَى بِأَرْبَعِينَ عَامًا قَالَ آدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے سامنے مباحثہ کیا، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم وہ آدم ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور تم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں سے تم کو سجدہ کرایا اور تم کو اپنی جنت میں رکھا، پھر تم نے اپنی خطا کے سبب لوگوں کو جنت سے زمین کی طرف نکالا! حضرت آدم نے فرمایا تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی اور تم کو (تورات کی) وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور تم کو سرگوشی کے لیے اپنا مقرب بنایا، بتاؤ تمہاری معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے کتنا عرصہ پہلے تورات کو لکھ دیا تھا، حضرت موسیٰ نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا تم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ آدم نے اپنے رب کی (ظاہراً) معصیت کی اور وہ (صورۃً) گمراہ ہوا! انھوں نے کہا ہاں! حضرت آدم نے فرمایا کیا تم میرے اس عمل پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا کہ میں یہ عمل کروں گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے!

٦٦٢١ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰى فَقَالَ لَهُ مُوسٰى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجَتْكَ خَطِيئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُومُنِي عَلٰى أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہوئی، حضرت موسیٰ نے فرمایا تم وہ آدم ہو جس کی خطا نے اس کو جنت سے نکالا، حضرت آدم نے کہا تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی رسالت اور اپنی ہم کلامی سے مشرف کیا، پھر تم مجھ کو اس چیز پر ملامت کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے پہلے مقدر کر دیا تھا، پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔

۶۶۲۲ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت ذکر کی۔

۶۶۲۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت ذکر کی۔

۶۶۲۴ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور عرش پانی پر تھا۔

۶۶۲۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي هَانِئٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عرش پانی پر تھا۔

لَفۡرِیۡدٗ کُوۡا وَعَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ۔

کیا معصیت کے ارتکاب پر تقدیر کا عذر پیش کیا جا سکتا ہے

حدیث نمبر ۶۶۲۰ میں ہے: حضرت آدم نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کیا تم میرے اس عمل پر ملامت کر رہے ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا؟

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ تقدیر سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے، یا تورات کے صحیفوں یا اس کی تختیوں میں لکھنا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم کے کلام کا معنیٰ یہ ہے کہ اے موسیٰ علیک السلام! تم کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے یہ امر لکھ دیا تھا، اور میرے حق میں مقدر کر دیا تھا، اس لیے اس کا وقوع یقینی تھا، اور اگر میں تمام مخلوق کے ساتھ مل کر بھی اس امر میں سے ایک ذرہ کے برابر بھی رد کرنا چاہتا تو نہ کر سکتا! تو تم مجھے اس پر کیوں ملامت کرتے ہو، نیز ذنب پر شرعاً ملامت ہوتی ہے، عقلاً ملامت نہیں ہوتی، اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی اور ان کی مغفرت کر دی تو ان سے ملامت کی وجہ زائل ہو گی، اب جو شخص ان کو ملامت کرے گا اس کی حجت شرعاً مغلوب ہو گی۔

اب یہ اعتراض ہو کہ اگر ہم میں سے کوئی گناہ کرنے والا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ معصیت مقدر کر دی تھی تو اس سے ملامت اور سزا ساقط نہیں ہو گی، تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملامت کے سقوط کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ گناہ کرنے والا دار التکلیف میں ابھی باقی ہے اور اس پر مکلفین کے احکام جاری ہیں اور ان احکام میں سزا اور ملامت بھی ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے جس وقت یہ مکالمہ ہوا وہ دار التکلیف سے رحلت فرما چکے تھے اور جس وقت وہ دار التکلیف میں تھے اس وقت انہوں نے شجر ممنوعہ کھانے پر تقدیر کا عذر نہیں پیش کیا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس فعل پر مسلسل توبہ اور استغفار کرتے رہے۔

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان یہ مکالمہ عالم ارواح میں ان کی روحوں کے درمیان ہوا، یا یہ دونوں حضرات جسد عنصری کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے اور باہم مکالمہ ہوا، جیسے شب معراج انبیاء علیہم السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملا دیا ہو اور ان کی زیارت کرا دی ہو۔ [1]

حدیث نمبر ۶۶۲۴ میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ زمانہ سورج کی حرکت سے مقدر ہوتا ہے جو افلاک کی حرکت کے تابع ہے تو آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے سے پہلے پچاس ہزار سالوں کا کیسے ثبوت ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد کثرت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

ہے یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں؟ یہ عرصہ اتنا تھا جو پچاس ہزار سال کے برابر تھا۔ ؎۱

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو شجرِ ممنوعہ کھانے پر ملامت کی اور یہ کہا کہ تم نے اپنے گناہ کے سبب لوگوں کو جنت سے نکلوایا، اور حضرت آدم نے اس پر تقدیر کا عذر پیش کیا اور حضرت موسیٰ پر غلبہ پایا۔ تقدیر کی بحث سے پہلے یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، اگر ان سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے تو پھر ان کے معصوم ہونے کا کیا معنی، اور اگر ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تو پھر ان کی طرف گناہوں کی نسبت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس لیے ہم پہلے عصمت کی تحقیق کر رہے ہیں، اس بحث میں ہم پہلے عصمت کا لغوی معنی بیان کریں گے، پھر عصمت کا اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر عصمت اور حفاظت کا فرق بیان کریں گے، پھر عصمت انبیاء پر دلائل ذکر کریں گے، پھر انبیاء علیہم السلام کی طرف جو بعض آیات اور احادیث میں گناہوں کی نسبت کی گئی ہے اس کی توجیہ بیان کریں گے۔ اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔

عصمت کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

العصمۃ: المنعۃ والعاصم المانع الحامی والاعتصام الامتساک بالشیء۔ ؎۲

عصمت کا معنی ہے روک لینا، محفوظ رکھنا، عاصم کا معنی ہے محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا، اعتصام کا معنی ہے کسی شے کو مضبوطی سے پکڑنا، دبائے رکھنا۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

العصمۃ فی کلام العرب: المنع، وعصمۃ اللہ عبدہ: ان یعصمہ مما یوبقہ۔ ؎۳

کلام عرب میں عصمت کا معنی ہے روکنا، محفوظ رکھنا، اور جب اللہ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنی ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

عصمۃ الانبیاء حفظہ ایاھم اولا بما خصھم بہ من صفاء الجوھر ثم بما اولاھم من الفضائل الجسمیۃ والنفسیۃ ثم بالنصرۃ وبتثبیت اقدامھم ثم بانزال السکینۃ علیھم وبحفظ قلوبھم وبالتوفیق۔ ؎۴

عصمت انبیاء کا معنی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا، پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا، پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا، پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔

؎۱۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۸۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

؎۲۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۲۴۹، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

؎۳۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۴۰۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ

؎۴۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۳۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال الزجاج العصمة الحبل — وکل ما امسك شيئا فقد عصمه وقال المناوی العصمة ملكة اجتناب المعاصی مع التمكن منها۔[1]

زجاج نے کہا عصمت کا معنی ہے رسی، ہر وہ چیز جو کسی چیز کو روک لے وہ اس کے لیے عصمت ہے، علامہ مناوی نے کہا: گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے رکنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالى فى العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره وهذا معنى قولهم هى لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء ولهذا قال الشيخ ابو منصور الماتريدی العصمة لا تزيل المحنة وبهذا يظهر فساد قول من قال انها خاصية فى نفس الشخص فى بدنه يمتنع بسببها صدور الذنب عنه كيف ولو كان الذنب ممتنعا لما صح تكليفه بترك الذنب ولما كان مثابا عليه۔[2]

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح ہے اس لیے شیخ ابومنصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے بھی اسی عبارت کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس سے اتفاق کیا ہے۔[3]

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

هى ملكة اجتناب المعاصى مع التمكن فيها۔[4]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۹۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۳۳، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[4] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

مولانا عصام الدین نے عصمت کی تعریف، ملکہ اجتناب معاصی کیساتھ کرنے سے اختلاف کیا ہے اور یہ تعریف کی ہے:

بل ماھیۃ العصمۃ عند اھل السنۃ ان لا یخلق اللہ الذنب فی العبد الی قولہ قال الشارح فی شرح المقاصد غیر المعصوم من لیس لہ ملکۃ العصمۃ لا یلزم ان یکون عاصیا بالفعل فضلا عن ان یکون ظالما لکن یحتمل ان یکون تفسیر الشارح العصمۃ تسامحا منہ توسعۃ فی الجواب [1]

بلکہ اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے ـــــ علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد میں لکھا ہے کہ جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گنہ گار ہو، چہ جائیکہ ظالم ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہو تاکہ یہ جواب دیا جا سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب معصوم کی تعریف یہ کی جائے گی کہ "اللہ تعالیٰ اس میں گناہ پیدا نہ کرے" تو غیر معصوم وہ شخص ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ گناہ پیدا کرے اور اس اعتبار سے ہر غیر معصوم شخص کا بالفعل گنہ گار ہونا لازم آئے گا، اس وجہ سے علامہ شمس الدین خیالی نے اس تعریف سے عدول کر کے دوسری تعریف کی کہ عصمت ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچا رہتا ہے اور شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی کا بھی اسی طرف میلان ہے، کیونکہ انہوں نے کہا:

غیر المعصوم من لیس لہ ملکۃ العصمۃ [2]

غیر معصوم وہ ہے جس کو عصمت کا ملکہ نہ ہو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال الشیخ ابو منصور: العصمۃ لا تزیل المحنۃ - ای التکلیف المتضمن للکلفۃ لا انھا خاصیۃ فی نفس الشخص و بدنہ و لسانہ یمتنع بسببھا صدور الذنب عنہ کما قیل لانہ لو کان الذنب ممتنعا لما صح تکلیفہ بترک الذنب کالاعمی لا ینھی عن النظر والمرتعش لا ینھی عن السکون لانہ تحصیل الحاصل [3]

شیخ ابو منصور نے کہا عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا، یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفس، شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان میں کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں سے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا، جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع

---

[1] مولانا عصام الدین متوفی ۹۴۴ھ، حاشیۃ العصام علی شرح العقائد ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۴۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

کیا جاتا۔ کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

والجمهور قائل بانهم معصومون من ذلك من قبل الله معتصمون باختيارهم وكسبهم الا حسينا النجار فانه قال لا قدرة لهم على المعاصي اصلا[1]

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے برخلاف حسین نجار (معتزلی) نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

وقد تقرر ان العصمة عند المتكلمين ان لا يخلق الله في النبي ذنبا وعند الحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالقبائح والمحاسن فانه الزاجر عن المعاصي والداعي للطاعة ويتاكد في الانبياء بالوحي الالهي[2]

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم (الیقین) سے حاصل ہوتا ہے، یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے، انبیاء علیہم السلام میں وحی الٰہی سے یہ علم اور موکد ہو جاتا ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

وهي عندنا ان لا يخلق فيهم ذنبا وهي عند الحكماء ملكة تمنع الفجور[3]

ہمارے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء میں گناہ نہ پیدا فرمائے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:

حقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالى في العبد الذنب مع قدرته عليه واختياره[4]

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو نہ پیدا کرے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۴۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۵۹۰، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[4] علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۸۹ھ، شرح المسایرہ ص ۲۹۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان

وهی عدم قدرة المعصیة او خلق غیر ملجیٔ بہا[1]

عصمت گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے یا ایسا وصف ہے جو اختیاری ہے

علامہ ابن ہمام نے پہلی تعریف وہ ذکر کی ہے جو بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کی بیان کردہ ہے اور دوسری تعریف وہ ہے جو اہل سنت نے بیان کی ہے، اس کی وضاحت مسلم الثبوت اور اس کی شرح سے ہوتی ہے، مولانا عبد العلی لکھتے ہیں:

(وهی عدم قدرة المعصیة) عند البعض ونسبه بعض الروافض الی الشیخ ابی الحسن الاشعری قدس سره (او) هی (خلق مانع عن ارتکاب المعصیة (غیر ملجیٔ) حتی لا یکون المعصوم مضطرا فی ترک المعصیة وفی فعل الواجب وهو المختار عند الجمهور.[2]

بعض کے نزدیک عصمت معصیت پر قدرت نہ ہونا ہے، بعض روافض نے اس قول کو شیخ ابو الحسن اشعری کی طرف منسوب کر دیا ہے، یا عصمت وہ وصف ہے جو قدرت اور اختیار سے ارتکاب معصیت سے مانع ہو حتی کہ معصوم نیکی کرنے اور گناہ نہ کرنے میں مجبور نہ ہو، یہ تعریف جمہور کے نزدیک مختار ہے۔

میر سید شریف جرجانی نے "تعریفات" میں حکماء کی تعریف ذکر کی ہے:

العصمة ملكة اجتناب المعاصی مع التمكن منها.[3]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

علامہ شرتونی لکھتے ہیں:

العصمة ملكة اجتناب المعاصی مع التمكن منها.[4]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے دو تعریفیں ذکر کی ہیں، اشاعرہ کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

عدم خلق الله الذنب فی العبد.

اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا۔

اور حکماء کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

ملكة نفسانية تمنع علی المعاصی.[5]

عصمت ایک ملکہ نفسانیہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ ابن ابی شریف لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، تحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ
[2] بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ
[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
[4] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد، ج ۲ ص ۷۹۱، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران، ۱۴۰۳ھ
[5] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۲/ ۵۲۱، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۰ھ

قال صاحب البداية ومعنا قول ابي منصور انها لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله يحمله على فعل الخير ويزجره عن فعل الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء۔[1]

صاحب بدایہ نے یہ کہا ہے کہ امام ابو منصور ماتریدی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عصمت عبادت پر مجبور کرتی ہے نہ معصیت سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو بندہ کو قدرت اور اختیار کے باوجود نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے کہ "بندہ میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود اللہ تعالیٰ گناہ کو پیدا نہیں کرتا" اور حکماء اسلام نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے، عصمت ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے بندہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہوں سے مجتنب رہتا ہے، ان دونوں تعریفوں کا مآل واحد ہے، علماء شیعہ کے مابین عصمت کی تعریف میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہ سے بچے رہتے ہیں اور بعض نے کہا انھیں گناہ پر قدرت نہیں ہوتی اور ان کے لیے گناہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

علماء شیعہ کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی اور بحث و نظر

شیخ محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں:

باید دانست کہ معصوم بر ترک گناہ مجبور نیست ولیکن حق تعالیٰ بلطفے چند نسبت باو کند کہ باو با اختیار خود ترک معصیت کند۔[2]

جاننا چاہیے کہ معصوم گناہ کے ترک پر مجبور نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس پر ایسے لطف کی نسبت کرتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے معصیت کو ترک کر دیتا ہے۔

اس کے برخلاف شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

ان الانبياء عليهم السلام لا يجوز عليهم فعل شيء من القبيح لا قبل النبوة ولا بعدها لا صغيرها ولا كبيرها۔[3]

انبیاء علیہم السلام کے لیے کوئی برا کام کرنا ممکن نہیں ہے، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد، صغیرہ نہ کبیرہ۔

اور شیخ نصیر الدین طوسی لکھتے ہیں:

العصمة عند الاشاعرة هي القدرة على الطاعة وعدم القدرة على المعصية۔[4]

اشاعرہ کے نزدیک عصمت عبادت پر قدرت اور معصیت پر عدم قدرت ہے۔

دراصل یہ نظریہ بعض شیعہ کا ہے جس کو شیخ طوسی نے تلبیس کر کے اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا ہے جیسا

---

[1] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ص ۲۰۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان
[2] ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران، ۱۳۵۷ھ
[3] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،
[4] شیخ نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد طوسی متوفی ۶۷۲ھ، شرح تجرید ص ۱۰۹،

کو بحر العلوم مولانا عبد العلی نے شرح مسلم الثبوت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا ہم نے ابھی باحوالہ ذکر کیا ہے روافض کی اسی تلبیس سے مغالطہ کھا کر بعض علماء اہل سنت نے بھی اس تعریف کو اپنی تصانیف میں ذکر کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اہل سنت کی تعریف کا بھی ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے تحریر اور مسائرہ میں، علامہ محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں اور ملا علی قاری نے شیخ قونوی کے حوالے سے اس تعریف کو ذکر کیا ہے اور پھر اہل سنت کی تعریف کو امام ابو منصور ماتریدی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کی تحقیق کی ہے^۱ پھر اسی کتاب کے آخر میں روافض کی اس تعریف کو رد کر دیا۔^۲ ہم ملا علی قاری کی اس عبارت کو شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد (ص ۱۰۹) علامہ پرہاروی نے نبراس (ص ۴۳۵) علامہ خفاجی نے نسیم الریاض (ج ۴ ص ۳۶) میر سید شریف جرجانی نے شرح مواقف (ص ۹۹۹)، ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر (ص ۱۲۷) بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت (ج ۲ ص ۹۱) اور علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی نے شرح المسائرہ (ص ۲۰۹) میں روافض کی اس تعریف کو رد کر دیا ہے اور اہل سنت کی بیان کردہ تعریف کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ہم نے روافض کے رد میں علامہ تفتازانی، ملا علی قاری اور بحر العلوم کی عبارات نقل کی ہیں، اور باقی علماء نے بھی چونکہ یہی دلائل دیئے تھے اس لیے ان کا اختصار کی بناء پر ذکر نہیں کیا، البتہ حوالہ جات ذکر کر دیئے ہیں جو حضرات چاہیں اصل کتاب کی طرف مراجعت کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔

عصمت کی تعریف پر اعتراضات کے جوابات

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں بعض شیعہ علماء نے عصمت کی اپنی تعریف کو اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا اور اس نسبت سے مغالطہ کھا کر بعض علماء اہل سنت نے بھی شیعہ کی تعریف کو اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ البتہ ان میں سے محققین نے، اہل سنت کی تعریف کو بھی ذکر کیا اور بعض نے شیعہ کی تعریف کا صراحۃً رد بھی کر دیا، اور بعض متاخرین علماء نے صرف شیعہ کی تعریف کو ذکر کیا، شیعہ کی اسی تلبیس کی وجہ سے بعض معاصر اہل علم بھی متاثر ہوئے وہ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام گناہ کبیرہ وصغیرہ پر ہرگز ہرگز قادر نہیں، وہ ہستیاں گناہ کر سکتی ہی نہیں، گناہ کے معاملے میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل بے اختیار و بے قدرت ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام صرف امر میں مکلف ہوتے ہیں نہی میں مکلف نہیں ہوتے، قرآن پاک میں جتنی بھی نواہی اور ممانعتیں وارد ہوئی ہیں ان میں بظاہر اگرچہ انبیاء سے خطاب ہے مگر حقیقتہً وہ تمام ممانعتیں امت کو ہیں۔ امر میں انبیاء پاک مکلف ہوتے ہیں اور ان کو عبادات بلکہ ہر فعل پر یہاں تک کہ سونے جاگنے، کھانے پینے پر ثواب ملتا ہے۔

(العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۲۷۷، ۲۷۸، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

معاصر مذکور نے اس عبارت میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام امر میں مکلف ہیں اور ان کو عبادات اور تمام

---

۱ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

۲ ,, ,, ,, ,, شرح فقہ اکبر ص ۱۲۷، ,, ,,

افعال پر ثواب ملتا ہے اور انبیاء علیہم السلام مکلف اسی وقت ہوں گے جب مامور بہ کا کرنا اور نہ کرنا دونوں ان کی قدرت اور اختیار میں ہو اور مامور بہ مثلاً نماز کا پڑھنا ثواب اور نہ پڑھنا گناہ ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کو امر میں مکلف ماننا اور مامور بہ کو ان کے زیر قدرت ماننا ان کے لیے بعینہٖ گناہوں پر قدرت تسلیم کرنا ہے۔ اور کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے پر قدرت اور اختیار کے بغیر مکلف کرنا صحیح ہے نہ اس پر ثواب ملنے کی کوئی وجہ ہے۔

اس عبارت کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ممتنع بالذات ہو تو اس کی ضد یعنی عبادت واجب بالذات ہوگی، اور انبیاء علیہم السلام ممکن بالذات ہیں اور ممکن بالذات کی کوئی صفت واجب بالذات نہیں ہو سکتی۔

اس عبارت کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ معاصر مذکور کے والد رحمہ اللہ حضرت مفتی احمد یار خان بدایونی مذکور ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ (نساء: ۸۷) اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے، کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا ہونا واجب بالذات ہونا چاہیے، ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۱۴۴، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

اس عبارت میں حضرت مفتی احمد یار خان نے نبی کے جھوٹ کو ممتنع بالغیر لکھا ہے اور ممتنع بالغیر، ممکن بالذات اور تحت قدرت ہوتا ہے ——— اس عبارت سے واضح ہوا کہ جھوٹ انبیاء علیہم السلام کے لیے ممکن بالذات اور تحت قدرت ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام اپنے قصد اور اختیار سے جھوٹ اور باقی تمام معاصی اور معایب سے مجتنب رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عصمت اگر بمعنی امتناع صدور و عدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن و درخشندہ صادق آیا کہ ومن اصدق من اللہ قیلا اور العزۃ للہ بھول نہ صادق آئے کہ آخر ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ دیکھیو یہ منشاء تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذیر آیہ کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیوں کر اصدق ہو سکے کہ اس پر تو کذب محال اور اوروں پر ممکن والحمد للہ رب العالمین۔

(سبحان السبوح ص ۳۰، مطبوعہ دار الاشاعت جامع گنج بخش لاہور)

اعلیٰ حضرت نے یہاں عصمت کی تعریف بر سبیل تنزل کی ہے، یعنی اول تو عصمت کی تعریف یہ ہے کہ انبیاء باوجود گناہوں پر قدرت کے گناہوں سے مجتنب رہتے ہیں اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے کذب کا ممتنع بالذات اور انبیاء علیہم السلام کے کذب کا ممکن بالذات (ممتنع بالغیر) ہونا بالکل واضح ہے، اور اگر عصمت کی تعریف امتناع صدور اور عدم قدرت کر دی جائے (جیسا کہ بعض شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے) تب بھی ہمارے استدلال کے خلاف نہیں کیونکہ عصمت جائز السلب ہے اور جب عصمت کا سلب ممکن بالذات ہے تو کذب کا ثبوت بھی ممکن بالذات ہوا یعنی عصمت کی ہر دو تعریفوں پر انبیاء علیہم السلام کا کذب ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے، اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت نے یوں لکھا ہے کہ "اس پر تو کذب محال اور اوروں پر ممکن"۔

حضرت مفتی احمد یار خان اور اعلیٰ حضرت دونوں کی ان عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک عصمت کی تعریف وہی ہے جو تمام اہل سنت کی متفق علیہ تعریف ہے" یعنی گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے باز رہنا۔

انبیاء علیہم السلام نہی کے مخاطب ہیں

معاصر مذکور کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قرآن مجید میں حقیقتاً نہی سے خطاب نہیں کیا گیا، قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام کو نہی سے مخاطب کیا گیا ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر صرف ایک آیت پیش کر رہے ہیں اور اس کا ترجمہ کے لیے ہے ترجمہ اعلیٰ حضرت کا ہے اور تفسیر مفتی احمد یار خان کی:

واذ بوأنا لابراهيم مكان البيت ان لا تشرك بي شيئا وطهر بيتي للطائفين والقائمين والركع السجود.

(الحج: ۲۶)

اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا، اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں:

یعنی شرک نہ کرنے پر قائم رہو۔ یعنی جس طرح پہلے شرک نہیں کیا آئندہ بھی نہ کرنا۔ (سیدی اعلیٰ حضرت) ورنہ انبیاء کرام ایک آن کے لیے بھی شرک نہیں کرتے، وہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۵۴۳ مطبوعہ گجرات)

اس آیت میں حضرت ابراہیم کو شرک کی ممانعت کی گئی ہے اور شرک کرنے کی حرمت بدیہی ہے۔

معاصر مذکور نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو یہ لکھا کہ وہ گناہوں پر قادر نہیں ہوتے اور اس معاملہ میں ان کا قلعاً بے بس اور بے اختیار ہونا بیان کیا اور اس کا یہ ان کی فضیلت خیال کیا یہ ان کا کم فہمی ہے، انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو معصیت پر قدرت نہ ہو تو پھر ان کا معصیت کو ترک کرنا لائق تحسین اور موجب ثواب نہیں ہو گا اور نہ ان کا معصیت کو ترک کرنا امت کے لیے حجت اور نمونہ ہو گا، پھر معاصر انبیاء علیہم السلام کو مکلف مانتے ہیں، اور جب وہ احکام کے مکلف ہوتے تو ان کے لیے مامور بہ کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ماننا پڑے گا اور مامور بہ کو نہ کرنا گناہ ہے اس لیے مامور بہ پر قدرت اور اختیار ماننا گناہ پر قدرت ماننے کو مستلزم ہے۔

امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے

معاصر مذکور کو یہ اشکال لاحق ہوا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر قدرت ہو اور ان کا کذب ممکن بالذات ہو تو ساری آیات قرآنیہ و احادیث مشکوک ہو گئیں، اس اشکال کو کس طرح دور کیا جائے۔ (العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۵۰۴ ملخصاً)

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے کیونکہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام جو کچھ فرماتے ہیں وہ ان کا کلام نہیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممتنع بالذات ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

اجمع اهل الملل والشرائع کلها علی وجوب عصمتهم عن تعمد الکذب فیما دل المعجز القاطع علی صدقهم فیه کدعوی الرسالة وما یبلغونه من الله الی الخلائق اذ لو جاز علیهم التقول والافتراء فی ذلك عقلاً لادی الی ابطال دلالة المعجزة وهو محال۔ [1]

تمام ادیان اور مذاہب والوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن امور میں معجزہ انبیاء علیہم السلام کے صدق پر قطعی دلالت کرتا ہے ان میں عمداً کذب سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت واجب ہے، مثلاً دعوی رسالت اور وہ احکام جو اللہ کی طرف سے بندوں کو پہنچاتے ہیں کیونکہ احکام تبلیغیہ میں اگر ان پر کذب اور افتراء عقلاً جائز ہو تو اس سے معجزہ کی دلالت باطل ہو جائے گی اور یہ محال ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

ما یتعلق بالتبلیغ فقد اجمعت الامة علی کونهم معصومین عن الکذب والتحریف فیما یتعلق بالتبلیغ والا لارتفع الوثوق بالاداء واتفقوا علی ان ذلك کما لا یجوز وقوعه منهم عمداً لا یجوز ایضاً سهواً ومن الناس من جوز ذلك سهواً قالوا لان الاحتراز عنه غیر ممکن۔ [3]

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو امور تبلیغ سے متعلق ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کذب اور تحریف سے معصوم ہیں ورنہ شریعت پر اعتماد نہیں رہے گا، اور اس پر اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں کذب عمداً ممکن ہے نہ سہواً، بعض لوگوں نے کہا کہ ان امور میں سہو ممکن ہے کیونکہ اس سے احتراز نا ممکن ہے۔

عصمت انبیاء سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب

امام رازی نے عصمت انبیاء کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱)۔ حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲)۔ اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں، البتہ عمداً گناہ صغیرہ کا صدور جائز ہے، البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳)۔ جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویل جائز ہے۔

(۴)۔ انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطاء کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، لیکن ان سے سہو اور خطاء پر بھی مواخذہ

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۸۸، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ۔
[2] علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ
[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہوتا ہے۔

(۵)۔ رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطأً۔ ؎۱

مذکور الصدر اقوال نقل کرنے کے بعد امام رازی اپنا مختار بیان کرتے ہیں،

عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب

امام رازی لکھتے ہیں:

والمختار عندنا انه لم يصدر عنهم الذنب حال النبوة البتة لا الكبيرة ولا الصغيرة ؎۲

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والمذهب عندنا منع الكبائر بعد البعثة مطلقاً والصغائر عمداً لا سهواً لكن لا يصرون ولا يقرون بل ينبهون فينتبهون ؎۳

ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے، اور صغائر عمداً نہیں کرتے، البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔

میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

المختار عندنا وهوان الانبياء في زمان نبوتهم معصومون عن الكبائر مطلقاً وعن الصغائر عمداً ؎۴

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وجاز تعمد غيرها بلا اصرار عند الشافعية والمعتزلة ومنعه الحنفية وجوزوا الزلة فيهما بان يكون القصد الى مباح فيلزم معصية كوكز

شافعیہ اور معتزلہ نے بغیر اصرار کے عمداً صغیرہ کے صدور کو جائز کہا ہے اور حنفیہ نے اس کا انکار کیا ہے البتہ حنفیوں نے کہا کہ انبیاء سے کبیرہ اور صغیرہ کا لغزش

؎۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
؎۲۔ 〃 〃 〃 〃 تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۳
؎۳۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ
؎۴۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۷۰۹، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ۔

موسٰی علیہ السلام و یقترن بالتنبیہ و کانہ شبہ عمد فلم یسموہ خطأ۔[1]

کے سبب سے صدور ہو سکتا ہے بایں طور کہ وہ کوئی جائز کام کرنے کا ارادہ کریں اور اس سے معصیت لازم آ جائے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا گھونسا مارنا جس سے قبطی ہلاک ہو گیا، اس پر تنبیہ کی جاتی ہے، یہ شبہ عمد ہے وہ اس کو خطاء نہیں کہتے۔

علامہ اسنوی شافعی لکھتے ہیں:

والحق فی هذا ما قالہ صاحب جمع الجوامع والجلال علیہ من ان الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام معصومون لا یصدر عنهم ذنب اصلا لا کبیرۃ ولا صغیرۃ لا عمدا ولا سهوا وفاقا للاستاذ ابی اسحٰق الاسفرائنی وابی الفتح الشهرستانی والقاضی عیاض والشیخ الامام والد صاحب جمع الجوامع لکرامتهم علی اللّٰہ تعالٰی عن ان یصدر منهم ذنب والمراد کما قال العطار انہ لا یصدر عنهم ذنب ولو قبل النبوۃ وتسمیتہ حینئذ ذنبا مجاز اذ لا حکم قبل الشرع۔[2]

اس مسئلہ میں حق وہ ہے جس کو صاحب جمع الجوامع اور علامہ جلال نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلاً کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ عمداً نہ سہواً، استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی، ابو الفتح شہرستانی قاضی عیاض مالکی اور صاحب جمع الجوامع کے والد کا یہی مختار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کی ایسی کرامت ہے کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، عطار نے کہا انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اور اعلان نبوت سے پہلے کسی کام کو گناہ کہنا بھی مجاز ہے، کیونکہ ورود شرع سے پہلے کوئی حکم نہیں ہوتا۔

علامہ اسنوی شافعی نے قاضی عیاض مالکی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

والصحیح ان شاء اللّٰہ تنزیههم من کل عیب وعصمتهم من کل ما یوجب الریب۔[3]

ان شاء اللہ صحیح مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر عیب سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے معصوم ہیں جس سے گناہ کا شک پیدا ہو۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

المذکور فی کلام الشارح هو مذهب عامۃ المتکلمین وخالفهم جمهور جم من العلماء فذهبوا الی العصمۃ عن الصغائر والکبائر

شرح عقائد میں جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے کبیرہ اور اعلان نبوت کے بعد صغیرہ کا صدور جائز ہے، یہ عام متکلمین کا مذہب ہے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، تحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ

[2] علامہ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ، شرح المنہاج للبیضاوی علی ہامش التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

قبل الوحی وبعدہ وھو مختار ابی المنتھی شارح الفقہ الاکبر والشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی (الی قولہ) فان قلت فھذہ العصمۃ مذھب الشیعۃ قلت اولاً لا باس فی الاتفاق الاتفاقی اذ مقصود المشائخ اتباع الحق لا رفاق الشیعۃ وثانیاً ان بین الفریقین بعد المشرقین لان الشیعۃ علی تجویز الکفر تقیۃ۔ لہ

اور جمہور علماء کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ابوالمنتہیٰ شارح فقہ اکبر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بھی یہی مختار ہے، اگر تم یہ کہو کہ عصمت میں یہ مذہب شیعہ کا ہے تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اتفاقاً کسی مسئلہ میں شیعہ سے موافقت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مشائخ کا مقصود حق کی اتباع کرنا ہے نہ کہ شیعہ کی موافقت کرنا، اور ثانیاً یہ کہ ہمارے اور شیعہ کے مذہب میں بہت فرق ہے، کیونکہ وہ عصمت کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے تقیۃً کفر کے صدور کے قائل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، اعلان نبوت سے پہلے نہ اعلان نبوت کے بعد، اور قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے جن بعض افعال پر ترک، گناہ، ظلم اور معصیت کا اطلاق کیا گیا ہے، وہ اطلاق مجازی ہے، وہ افعال حقیقت میں نسیان ہیں یا اجتہادی خطاء ہیں یا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہیں، اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کر رہے ہیں، عصمت انبیاء میں فقہاء اسلام کے مذاہب کے بیان میں ہم نے امام رازی اور دیگر علماء کی جو عبارات نقل کی ہیں، ان سب نے انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کی نفی کی ہے کسی نے یہ نہیں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ممکن نہیں ہیں اور محال بالذات ہیں جیسا کہ بعض شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے معصیت کا صدور ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے۔

معصوم اور محفوظ میں فرق

دوسری اہم بحث یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ ہمارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ محفوظ ہیں تو یہ جاننا ضروری ہے کہ معصوم اور محفوظ میں فرق کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے یا اس کا ثبوت قطعی ہے اور خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کے لیے عصمت کا ثبوت واجب نہیں ہے یا ظنی الثبوت ہے، علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

اگر عصمت کی تعریف یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معصوم میں گناہ پیدا نہیں کرتا تو لازم آئے گا کہ غیر معصوم میں اللہ تعالیٰ گناہ پیدا کرے، اس اعتبار سے مثلاً حضرت ابوبکر کا گنہگار ہونا لازم آئے گا اور یہ کلمہ خبیث ہے۔ اور اگر عصمت کی یہ تعریف کی جائے کہ وہ ایک ملکہ نفسانیہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ سے مجتنب رہتا ہے تو لازم آئے گا کہ غیر معصوم میں یہ ملکہ نہ ہو اور اس کا بالفعل گنہگار ہونا لازم نہیں آئے گا اس لیے تعریف اول کے لحاظ سے یہ کہا جائے گا

لہ ۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۵۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

کہ مثلاً حضرت ابوبکر کے لیے عصمت واجب نہیں یا اس کا ثبوت قطعی نہیں۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وعصمة الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام حفظهم من النقائص وتخصیصهم بالکمالات النفیسة والنصرة والثبات فی الامور وانزال السکینة، والفرق بینهم وبین غیرهم ان العصمة فی حقهم بطریق الوجوب وفی حق غیرهم بطریق الجواز۔[2]

ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالات نفیسہ نصرت الٰہی، ثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے)۔ اور غیر انبیاء کے حق میں جائز ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

والفرق بین عصمة المؤمنین وعصمة الانبیاء علیہم السلام ان عصمة الانبیاء ـــــ بطریق الوجوب وفی حق غیرهم بطریق الجواز۔[3]

انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ اس کا ثبوت قطعی ہے۔ سعیدی) اور ان کے غیر کی عصمت جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت چونکہ قرآن مجید کے قطعی دلائل سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب الثبوت ہے اور خلفاء راشدین، اکابر صحابہ اور کبار اولیاء کی عصمت پر ظنی یا خطابی دلائل قائم ہیں اس لیے وہ ظنی الثبوت یا جائز الثبوت ہے اس لیے عرف میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کو عصمت سے اور دیگر مومنین کاملین کی عصمت کو حفاظت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ملائکہ کی عصمت کا بیان

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مشکل کاموں کی طاقت رکھتے ہیں وہ عباد مکرمون ہیں، ہمیشہ اطاعت اور عبادت کرتے ہیں اور تذکیر و تانیث کے ساتھ متصف نہیں ہیں، مسلمانوں کے درمیان ان کی عصمت میں اختلاف ہے جو علماء عصمت ملائکہ کے قائل ہیں ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

وهم لا یستکبرون ۝ یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون ما یؤمرون ۝
(نحل: ۵۰-۴۹)

وہ فرشتے تکبر نہیں کرتے وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

---

[1] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۴۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۸ھ
[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
[3] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

عباد مکرمون ○ لا یسبقونه بالقول وھم بامرہ یعملون ۔
(انبیاء : ۲۷-۲۶)

(وہ سب فرشتے) اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون ○ یسبحون اللیل والنھار لا یفترون ○ (انبیاء : ۲۰-۱۹)

وہ اس کی عبادت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے، اور نہ تھکتے ہیں، رات اور دن اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اور وہ اس میں) سستی نہیں کرتے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ (تحریم : ۶)

وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی معصیت نہیں کرتے اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

اس قسم کی آیات سے اگرچہ عموم حکم کا یقین حاصل نہیں ہوتا تاہم ظن حاصل ہو جاتا ہے، اور ظنی دلائل سے عقیدہ قطعیہ تو ثابت نہیں ہوتا لیکن عقیدہ ظنیہ ثابت ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کی عصمت پر اعتراضات کے جوابات

جو علماء فرشتوں کی عصمت کا انکار کرتے ہیں ان کے شبہات اور شبہات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ چونکہ ابلیس کو فرشتوں میں شامل کر کے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھا، حالانکہ اس نے سجدہ نہیں کیا اور وہ علم الٰہی میں کافروں میں سے تھا، یہ دلیل مردود ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ط کان من الجن ففسق عن امر ربہ ۔ (کہف : ۵۰)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا اس نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

قرآن مجید کی اس نص صریح سے معلوم ہوا کہ ابلیس جن تھا، فرشتہ نہیں تھا، اور فرشتوں میں شامل کر کے اس کو سجدہ کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ فرشتوں میں ہل مل کر رہتا تھا۔

(۲)۔ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک ۔ (بقرہ : ۳۰)

کیا تو زمین میں ایسے (خلیفہ) کو بنائے گا جو وہاں فساد کرے اور خون بہائے؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں!

فرشتوں کا یہ قول خلیفہ کی غیبت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر اعتراض ہے یعنی اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے، ظن کی اتباع اور رجم بالغیب ہے اور اپنی خودستائی ہے اور اس قسم کا قول اعتقاد عصمت کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب دوسرے کی تنقیص اور تذلیل مقصود ہو اور یہ علام الغیوب کے سامنے غیر متصور ہے۔ اور تزکیہ اور خودستائی اس وقت ہوتی ہے جب اپنی شان بیان کرنی مطلوب ہو، فرشتوں کی اس کلام سے غرض استفسار اور تعجب اور خلیفہ بنانے کی حکمت معلوم کرنا تھا، فرشتوں کو انسان کے فساد کرنے کا علم اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے یا لوح محفوظ کے مطالعہ سے یا جنوں پر قیاس کرنے سے ہوا، اگر یہ سوال ہو کہ لوح محفوظ میں تو خلیفہ بنانے کی حکمت بھی لکھی ہوئی تھی

اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں پر وہ حکمت منکشف نہیں کی گئی تھی، اور جب ان پر حکمت منکشف ہو گئی تو انھوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۳)۔ ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتوں کو بابل میں عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ انھوں نے جادو کیا تھا اور یہ عصمت کے منافی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت نے جادو نہیں کیا نہ اس کی تاثیر کا اعتقاد رکھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے ان پر جادو نازل کیا، جو اس کا سیکھنا اور اس پر عمل کرتا وہ کافر ہو جاتا، اور جو اس سے مجتنب رہتا وہ مومن رہتا، وہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور کہتے تھے جادو نہ سیکھو اس کی تاثیر کا اعتقاد نہ رکھو اور اس پر عمل نہ کرو یہ کفر ہے۔ انھوں نے کسی کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا اور ان کو جو عذاب دیا جا رہا ہے وہ بہ طریق عتاب ہے جیسے انبیاء کو سہو اور زلت پر عتاب ہوتا ہے۔ [۱]

علامہ تفتازانی کا ہاروت ماروت کے عذاب کو انبیاء علیہم السلام پر عتاب سے تشبیہ دینا باطل ہے، انبیاء پر عتاب عذاب نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ایک قسم کا لطف و کرم ہے۔ پھر علامہ تفتازانی نے ہاروت ماروت سے کبیرہ گناہ کی نفی کی اور عذاب کا اقرار کیا، حالانکہ عذاب کبیرہ گناہ پر ہی ہوتا ہے، درحقیقت ہاروت ماروت کی طرف منسوب شدہ قصہ باطل ہے کہ فرشتوں نے بنو آدم کے مقابلہ میں اپنی عبادات پر فخر کیا، اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ میں نے انسان میں شہوت رکھی ہے، اگر تم میں شہوت رکھی گئی تو تم بھی معصیت کرو گے، انھوں نے کہا اگر ہم میں شہوت رکھی گئی تو ہم پھر بھی معصیت نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دو فرشتے منتخب کر لو، تو فرشتوں نے ہاروت اور ماروت کو منتخب کیا، ان میں شہوت رکھی گئی اور ان کو زمین پر عراق کے شہر بابل میں اتار دیا گیا، وہ زہرہ نام کی ایک عورت پر عاشق ہو گئے، زہرہ نے ان کو زنا کرنے اور شراب پینے پر برانگیختہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک عذاب کا اختیار دیا تو انھوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کر لیا۔ وہ بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور وہ عورت آسمان پر چڑھ کر ستارہ بن گئی! امام رازی، قاضی عیاض اور قاضی بیضاوی نے اس قصہ کو رد کر دیا اور کہا ہے کہ یہودیوں کا گھڑا ہوا جھوٹا اور باطل قصہ ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

فهذه القصة قصة ركيكة يشهد كل عقل سليم بنهاية ركاكتها۔ [۲]

یہ قصہ انتہائی رکیک ہے اور ہر عقل سلیم اس کی رکاکت پر شاہد ہے۔

ملائکہ کے مکلف ہونے اور نیکی اور بدی پر قادر ہونے کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و لله يسجد ما في السموٰت و ما في الارض من دابة و الملٰئكة و هم لا يستكبرون ○

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں (تمام جاندار اور سب) فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور

---

[۱] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۰ - ۱۹۹، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[۲] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

يخافون ربهم من فوقهم ويفعلون ما يؤمرون ○

(نحل : ۵۰-۴۹)

وہ تکبر نہیں کرتے، وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتے احکام الٰہیہ کے مکلف ہیں اور وہ معصیت پر قدرت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی نہیں کرتے اور یہی ان کی عظمت کا تقاضا ہے کہ وہ خوف خدا کے سبب معصیت سے مجتنب رہتے ہیں۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

وقال الكرماني والملائكة موصوفون بالخوف لانهم قادرون على العصيان وان كانوا لايعصون (الى قوله) وفى نسبة الخوف لمن نسب اليه السجود والملائكة خاصة دليل على تكليف الملائكة كسائر المكلفين وانهم بين الخوف والرجاء مدارون على الوعد والوعيد كما قال تعالى وهم من خشيته مشفقون .[1]

علامہ کرمانی نے کہا کہ فرشتوں کا خوف زدہ ہونا بیان فرمایا ہے کیونکہ فرشتے معصیت پر قادر ہیں، اگرچہ کہ وہ معصیت نہیں کرتے، سجدہ کرنے والوں خصوصاً فرشتوں کی طرف جو خوف کی نسبت ہے اس میں باقی مکلفین کی طرح فرشتوں کے مکلف ہونے کا بیان ہے اور یہ کہ وہ بھی وعد اور وعید کی وجہ سے (عذاب کے) خوف اور (ثواب کی) امید کے درمیان دائر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے خوف کی وجہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

دلت هذه الآية على ان الملائكة مكلفون من قبل الله تعالى وان الامر والنهى متوجه عليهم كسائر المكلفين ومتى كانوا كذلك وجب ان يكونوا قادرين على الخير والشر .[2]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے اللہ کی طرف سے مکلف ہیں، اور باقی مکلفین کی طرح ان کی طرف بھی امر اور نہی متوجہ ہیں، اور جب وہ مکلف ہیں تو پھر واجب ہے کہ وہ نیکی اور بدی دونوں پر قادر ہوں۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

وفيه دليل على ان الملائكة مكلفون مدارون بين الخوف والرجاء .[3]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امید اور خوف کے درمیان دائر ہیں۔

---

[1] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۵ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ

[3] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۵ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون علی الامر والنھی وانھم بین الخوف والرجاء۔[1]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور ان کا امر اور نہی پر مدار ہے اور وہ خوف اور امید کے درمیان متردد ہیں۔

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

وفیہ ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء۔[2]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور خوف اور امید کے درمیان دائر ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وفیہ ان الملائکۃ مکلفون مدارون علی الامر والنھی والوعد والوعید وبین الخوف والرجاء۔[3]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امر اور نہی اور وعد اور وعید پر ان کا مدار ہے اور وہ امید اور خوف کے درمیان متردد ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بالآیۃ علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء، اما دلالتھا علی التکلیف فلمکان الامر واما علی خوف فھو اظھر من ان یخفی واما علی الرجاء فلاستلزام الخوف لہ علی ما قیل (الی قولہ) وزعم بعضھم ان خوفھم لیس الا خوف اجلال وھیبۃ لاخوف وعید وعذاب ویردہ قولہ تعالٰی وھم من خشیتہ مشفقون ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم ولا یتأتی ذلک بعصمتھم۔[4]

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امید اور خوف کے درمیان متردد ہیں، ان کے مکلف ہونے کی دلیل امر ہے اور خوف کی دلیل بالکل ظاہر ہے، اور امید خوف کو مستلزم ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ فرشتوں کو صرف جلال ذات کا خوف ہے عذاب کا خوف نہیں ہے، ان کا یہ قول قرآن مجید کی اس آیت کی وجہ سے مردود ہے: "وہ فرشتے اللہ کے رعب اور جلال سے ڈرتے ہیں، اور ان میں سے جو کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے۔ (انبیاء: ۲۸-۲۹) فرشتوں کا مکلف ہونا اور عذاب الٰہی سے ڈرنا ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے سورۂ انبیاء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفسیر میں علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوالسعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۵ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۵۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وھذا دلیل علی انھم وان اکرموا بالعصمۃ فھم متعبدون ولیسوا مضطرین الی العبادۃ کما ظنہ بعض الجھال۔[1]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہر چند کہ فرشتے معصوم ہیں لیکن وہ اپنے اختیار سے عبادت کرتے ہیں اور وہ جبراً عبادت نہیں کرتے ہیں جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے۔

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں فرشتوں کا مکلف ہونا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا اور ان کا معصوم ہونا بیان کیا ہے۔[2]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ سورہ نحل کی آیت ۵۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلف ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ نے بھی حاشیہ نور العرفان میں یہی لکھا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہوں تو ان کی اتباع حرام ہوگی، حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(۲) جس شخص سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۳) فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

قال لا ینال عھدی الظلمین۔ (بقرہ: ۱۲۴)

اللہ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

(۴) اگر نبی سے گناہ صادر ہوں تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا، اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (احزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

(۵) انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذکر عبدنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب

ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۹۵-۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اولی الایدی والابصار ٥ انا اخلصناهم۔ (ص: ۴۶ - ۴۵)
جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں، ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين ٥ الا عبادك منهم المخلصين۔ (ص: ۸۳ - ۸۲)
ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم! تیرے مخلص بندوں کے سوا میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

(۶)۔ گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار (ص: ۴۷)
اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔

(۷)۔ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون۔ (صف: ۳)
اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کا سبب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے راضی ہے، ارشاد ہے:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا ٥ الا من ارتضى من رسول۔ (جن: ۲۷ - ۲۶)
وہ عالم الغیب ہے، تو وہ اپنے غیب پر کسی کو (بذریعہ وحی) مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے، اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

(۸)۔ اگر معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن يعص الله ورسوله فان له نار جهنم خالدين فيها ابدا۔ (جن: ۲۳)
اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت الفردوس ہے۔

(۹)۔ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے، فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الله اصطفى ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران على العالمين۔ (آل عمران: ۳۳)
بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

(۱۰)۔ اگر انبیاء علیہم السلام معصیت کریں تو ہم پر معصیت کرنا واجب ہوگی کیونکہ ان کی اتباع واجب ہے اور دوسرے دلائل سے ہم پر معصیت کرنا حرام ہے سو لازم آئے گا کہ ہم پر معصیت کرنا واجب بھی اور حرام بھی ہو اور یہ اجتماع

شدید ہے۔

تفسیر کبیر، شرح مقاصد اور شرح مواقف کا مطالعہ کر کے ہم نے یہ دلائل جمع کیے اور ان کو اپنے انداز اور اپنی ترتیب سے پیش کیا ہے، ان میں سے اکثر دلائل ان کتابوں سے لیے ہیں اور بعض ہماری فکر کا نتیجہ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں، یہ تمام واقعات اخبار آحاد سے مروی ہیں اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں، اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف عصیان، غوایت اور ذنب کی نسبت ہے وہ سہو، نسیان، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع، انکسار اور امتثال امر ہے، اس کے بعد ہم انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر کیے جانے والے اعتراضات کے تفصیلی جوابات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر اعتراض کا جواب

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فعصى آدم ربه فغوى.
(طٰہٰ: ۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، تو وہ سکونت جنت کی (راہ سے) بے راہ ہو گئے۔

اس آیت میں حضرت آدم کی معصیت کا ثبوت ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم کی طرف ظاہراً اور صورۃً معصیت کا اسناد کیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم نے بھول کر شجر ممنوعہ کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصد اور ارادہ سے معصیت کا ارتکاب کیا جائے، مثلاً اگر کوئی روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو گناہ ہے نہ اس سے روزہ ٹوٹتا ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے بھول کر شجر ممنوعہ کھانے پر یہ آیت دلیل ہے:

ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى
ولم نجد له عزما.
(طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں، تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی قصد نہیں پایا۔

اس جواب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت آدم نے بھول کر نہیں بلکہ قصد اور ارادہ سے شجر ممنوعہ کھایا تھا وہ آیت یہ ہے:

وقال ما نهكما ربكما عن هذه الشجرة
الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخلدين۔
وقاسمهما انى لكما لمن النصحين۔
فدلهما بغرور فلما ذاقا الشجرة
بدت لهما سواتهما۔
(اعراف: ۲۲،۲۰)

اور شیطان نے کہا (اے آدم و حوا) تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور اس نے قسم کھا کر کہا بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، پھر شیطان نے انہیں اپنی طرف فریب سے جھکا لیا تو جب انہوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لیے ظاہر

ہو گئیں۔

اس آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت آدم نے شیطان کے اس قول کی تصدیق کی اور اس کے بعد اس درخت سے کھایا، اور حضرت آدم سے شیطان کے اس قول کی تصدیق کیونکر متصور ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ اگر شیطان کے اس قول کی تصدیق کرتے تو یہ شجر ممنوعہ کھانا بڑا گناہ تھا، کیونکہ شیطان نے انہیں اللہ سے بدگمان ہونے کے لیے کہا اور اللہ کا حکم نہ ماننے کی دعوت دی اور اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا، اگر حضرت آدم علیہ السلام ان امور کی تصدیق کر دیتے تو یہ بڑا شدید گناہ تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے اور اس کے بغض و حسد کا علم تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا تھا:

فقلنا یادم ان هذا عدو لك ولزوجك فلا يخرجنكما من الجنة فتشقى۔ (طٰہٰ: ۱۱۷)

تو ہم نے فرمایا اے آدم یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا پکا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو اور آپ کی بیوی کو جنت سے نکال دے اور آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حضرت آدم شیطان کی خیر خواہی کی تصدیق نہیں کر سکتے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم یہ بھول گئے کہ یہ نہی تحریم ہے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ نہی تنزیہہ ہے سو انہوں نے اپنے اجتہاد سے شجر ممنوعہ عمداً کھا لیا اور یہ ان کی اجتہادی خطا تھی اور اجتہادی خطا گناہ نہیں ہے بلکہ اس پر اجر ملتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی تواضع اور انکسار ہے۔ اور ان کو جنت سے زمین کی طرف آنے کا حکم دینا سزا نہیں ہے، بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل ہے کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا، یہ خیال کیا جائے کہ اس معرکہ میں شیطان کامیاب ہو گیا، کیونکہ شیطان حضرت آدم کے جنت میں عارضی قیام کو بھی برداشت نہیں کر سکا، اور اب وہ دنیا میں آ کر اور فرائض عبودیت پورے کر کے دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے، نیز وہ ان کے تنہا وجود کو برداشت نہیں کر سکا اور دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم اپنی بے شمار ذریت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان لعنتی ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلتا رہے گا۔ اس لیے حضرت آدم کا دنیا میں آنا ایک بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ تھا اور شیطان کی ناکامی اور نامرادی کا مقدمہ تھا سو اس معرکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کامیاب ہوئے اور شیطان خائب و خاسر ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

فلما اتهما صالحا جعلا له شركاء فيما اتهما۔ (اعراف: ۱۹۰)

جب اللہ نے انہیں بہترین بچہ دے دیا تو دونوں (میاں بیوی) اللہ کے لیے (دوسروں کو) اس چیز میں شریک بنانے لگے جو اللہ نے انہیں دی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ضمیریں حضرت آدم اور حواء کی طرف راجع ہیں، حالانکہ اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی نے شرک کیا ہو اور یہ خلاف اجماع ہے، اس لیے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ ضمیریں حضرت آدم اور حضرت حواء کی طرف نہیں مطلقاً مرد اور عورت کی طرف راجع ہیں اور یہی قرآن مجید سے ظاہر ہے اگر اس جگہ مرد اور عورت سے حضرت آدم اور حواء مراد ہوں تو یہاں اولادھما محذوف ہے یعنی ان کی اولاد نے اس میں اللہ کا شریک بنایا۔

٭

حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت نوح کے متعلق یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح نے کہا تھا:

فقال رب ان ابنی من اھلی. (ھود: ۴۵)

نوح نے عرض کیا اے میرے رب بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح. (ھود: ۴۶)

اے نوح وہ آپ کے اہل سے نہیں، بیشک اس کے برے کام ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی تکذیب کر دی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکذیب نہیں ہے، بلکہ حضرت نوح کو اس پر متنبہ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے اہل کے متعلق وعدہ کیا تھا وہ اہل صالح کے متعلق تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے تھے، ھذا ربی، بل فعلہ کبیرھم، انی سقیم۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو چاند سورج وغیرہ کو ھذا ربی کہنا بر تقدیر فرض تھا جیسے کسی چیز پر بطلان کا حکم لگانے کے لیے اس کو فرض کیا جاتا ہے یا یہاں پر استفہام محذوف ہے یعنی اھذا ربی؟ کیا یہ میرا رب ہے؟ اور جو یہ فرمایا تھا بل فعلہ کبیرھم۔ خود بتوں کو توڑ کر فرمایا: بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے!" یہ بطور تعریض اور استہزاء فرمایا تاکہ کفار خود اعتراف کریں کہ یہ بڑا بت تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا یہ ان بتوں کو کیسے توڑ سکتا ہے اور یہ جو فرمایا تھا انی سقیم میں بیمار ہوں۔ اس سے یہ مراد تھی کہ میں قوم کی بت پرستی کی وجہ سے غم و غصہ میں مبتلا ہوں، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس کتاب الفضائل میں بیان کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے ایک گھونسا مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا، قرآن مجید میں ہے:

فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ قال ھذا من عمل الشیطن انہ عدو مضل مبین ۞ قال رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی فغفر لہ. (قصص: ۱۶ - ۱۵)

موسیٰ نے اس کے مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا (اس کے بعد کہا) یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا (موسیٰ نے اللہ سے) عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے معاف فرما دے، تو اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کرنے کے قصد سے گھونسا نہیں مارا، بلکہ تادیباً ایک گھونسا مار دیا اور وہ قضاء الٰہی سے ہلاک ہو گیا، آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا، اس پر آپ کا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا آپ کے عجز و انکسار کا کمال ہے انبیاء علیہم السلام سے نسیاناً اور خطاءً جو کوئی ایسا کام ہو جائے جس کا عمداً کرنا گناہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تورات کی الواح گرا دی تھیں تو وہ شدت غضب اور دہشت کی وجہ سے آپ کے ہاتھ سے

سے ساقط ہو گئیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کو سر پکڑ کر کھینچنا ان کو ایذاء پہنچانے کی قصد سے نہیں کیا تھا بلکہ وہ ان کو قریب کرنا چاہتے تھے، ان میں سے کوئی کام بھی گناہ نہیں تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

سورۂ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق چند آیات ہیں، ان کے شان نزول میں بعض اسرائیلی روایات میں ایسے امور مذکور ہیں جو منصب نبوت کے خلاف ہیں، ہم پہلے وہ آیات بیان کریں گے، اس کے بعد ان آیات کا صحیح محمل بیان کریں گے اور اخیر میں اسرائیلی روایات بیان کریں گے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وهل اتٰك نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب ٥ اذ دخلوا على داؤد ففزع منهم قالوا لا تخف خصمٰن بغى بعضنا على بعض فاحكم بيننا بالحق ولا تشطط واهدنا الى سواء الصراط ٥ ان هذا اخى له تسع وتسعون نعجة ولى نعجة واحدة فقال اكفلنيها وعزنى فى الخطاب ٥ قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك الى نعاجه وان كثيرا من الخلطاء ليبغى بعضهم على بعض الا الذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت وقليل ما هم وظن داؤد انما فتنٰه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب ٥ (سجدہ) فغفرنا له ذٰلك وان له عندنا لزلفٰى وحسن مٰاٰب ٥

(ص: ۲۵ - ۲۱)

کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار پھاند کر (حضرت داؤد کے عبادت کے) حجرے میں آ گئے، جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گئے، انھوں نے کہا آپ نہ گھبرائیں، ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیں اور حق کے خلاف نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں، بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے اور مجھ پر اپنی تقریر سے دباؤ ڈالتا ہے، داؤد نے کہا بے شک اس نے اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے تجھ سے دنبی مانگ کر زیادتی کی، اور بے شک اکثر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں ماسوا ان کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، اور اس وقت داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انھوں نے فوراً اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر گئے، تو ہم نے ان کو معاف کر دیا اور بے شک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب خاص اور بہترین ٹھکانا ہے۔

ان آیات کے آخر میں ذکر ہے کہ داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انھوں نے فوراً اپنے رب سے استغفار کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے کس آزمائش کا گمان کیا تھا اور کس چیز پر استغفار کیا؟ اس کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: قرآن مجید کی ان ظاہر آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے چار دن مخصوص عبادت کے لیے مقرر کیا تھا، حضرت داؤد نے ایک دن عام لوگوں سے خطاب کے لیے، ایک دن مقدمات کے فیصلہ کے لیے ایک دن اہل وعیال کے لیے اور ایک دن محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مقرر کیا تھا، اور جس دن وہ مقدمات کا فیصلہ نہیں کرتے تھے اس دن اچانک چند انسان حجرے کی دیوار پھاند کر آ گئے، حضرت داؤد گھبرا گئے اور یہ گمان کیا کہ یہ لوگ لوٹ مار کے لیے آئے ہیں کیونکہ اس وقت حضرت داؤد حجرے میں بالکل تنہا تھے اور جب ان پر یہ واضح ہوا کہ یہ لوگ ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے آئے ہیں اور ان میں سے دو انسانوں نے آگے بڑھ کر اپنا مقدمہ پیش کیا جیسا کہ تفصیل سے ان آیات میں مذکور ہے، تب حضرت داؤد پر منکشف ہوا کہ ان لوگوں کا آنا کسی لوٹ مار کے لیے نہ تھا بلکہ وہ صرف فیصلہ کرانے آئے تھے اور حضرت داؤد نے یہ گمان کر لیا تھا کہ یہ لوٹ مار کے لیے آتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے، اور جب ان کے گمان کے مطابق واقعہ پیش نہیں آیا تو ان کو اس گمان پر ندامت ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی تعریف و تحسین فرمائی۔

ہر چند کہ حضرت داؤد کا یہ گمان عین تقاضا فطرت تھا، اور یہ گناہ نہیں تھا، لیکن چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، اس لیے وہ ہر آن اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور معمولی سی بات پر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں اور ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کا کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا اور اگر ہم بالفرض ان سے گناہوں کا صدور اور وقوع مان لیں تو تمام شریعتیں باطل ہو جائیں گی اور ان کی کسی بات پر اعتماد نہیں رہے گا، اور جس چیز کو وہ وحی الٰہی کہتے ہیں اس پر ایمان لانے کا کوئی داعیہ نہیں رہے گا۔

قرآن مجید میں صرف یہ مذکور ہے کہ حضرت داؤد نے یہ گمان کیا کہ ”ہم نے ان کی آزمائش کی ہے“ اور اپنے رب سے استغفار کیا، سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس کو نہیں مانتے جو قصہ گو راویوں نے بیان کیا ہے جس میں منصب رسالت کی تنقیص ہے۔[1]

علامہ ابوالحیان اندلسی کے حوالہ سے علامہ آلوسی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہی ان آیات کا صحیح محمل ہے تاہم تحقیق کو مکمل کرنے کے لیے ہم ان آیات کی وہ تفسیر بھی بیان کر رہے ہیں جو بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات کے حوالے سے بیان کی ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی قوم کے مسلمانوں میں سے اوریا نام کے ایک شخص کی بیوی کو دیکھ لیا، (بعض روایات میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا) حضرت داؤد کا دل اس عورت کی طرف مائل ہوا (اس کا نام ام سلیمان تھا) حضرت داؤد نے اس شخص سے کہا اس عورت کو طلاق دے دو، وزیر کو ان کی بات رد کرنے سے حیاء آئی، اس نے طلاق دے دی اور آپ نے اس سے شادی کر لی، یہ امر ان کی شریعت میں جائز تھا اور اس پر عموماً عمل ہوتا تھا اور اس کو مروت کے خلاف

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۸۱۔۱۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷ ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

نہیں سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ جس شخص کو کسی کی بیوی اچھی لگتی وہ اس کے خاوند سے طلاق کے لیے کہتا اور اس سے شادی کر لیتا۔ لیکن چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کا مرتبہ اور مقام بہت بلند تھا اس لیے ان آیات میں ان کو اس فرضی مقدمہ سے یہ تنبیہ کی گئی کہ عام لوگ جو کام کرتے ہیں حضرت داؤد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے، جب کہ ان کے نکاح میں بکثرت ازواج ہیں تو ان کو اس شخص سے طلاق کا سوال نہیں کرنا چاہیے جس کے نکاح میں صرف ایک بیوی ہے بلکہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنے میلان طبعی کو مغلوب کرتے اور اس آزمائش کے موقع پر صبر سے کام لیتے، بعض روایات میں ہے کہ اوریا نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا، نکاح کا پیغام دیا تھا، حضرت داؤد نے اس کے پیغام کے اوپر اپنا پیغام دیا، بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ کو اوریا کے پیغام دینے کا علم نہیں تھا، بعض روایات میں یہ ہے کہ ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ جب کوئی شخص مر جائے تو اس کی بیوی کے رشتہ دار اس کے ساتھ نکاح کے زیادہ حقدار ہوتے الا یہ کہ وہ اس عورت کو ناپسند کریں، اوریا ایک جنگ میں قتل ہو گیا تو حضرت داؤد نے اس عورت کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور اس عورت کے رشتہ دار حضرت داؤد کی جلالت شان کی وجہ سے اس پیغام کو مسترد نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں جو زیادہ بعید ہیں، لیکن یہ تمام اقوال اور روایات حضرت داؤد علیہ السلام کے مرتبہ اور مقام سے بہت فروتر ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ان قصوں کو بیان کرے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا اور انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانے والے کی یہی حد ہے، حضرت علی نے اپنے اجتہاد سے یہ حد مقرر کی جو آزاد مسلمان پر تہمت لگانے کی دگنی حد ہے اور یہ مستحسن ہے، البتہ زین عراقی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [۱]

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت سلیمان علیہ السلام پر متعدد اعتراضات کیے گئے ہیں، ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اذ عرض علیہ بالعشی الصفنت الجیاد ۵ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ۵ ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق ۵ (ص: ۳۱ - ۳۳)

جب پچھلے پہر سلیمان کو نہایت اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے تو انہوں نے کہا میں نے اس مال کی محبت محض اپنے رب کو یاد کرنے کی وجہ سے پسند کی (پھر ان گھوڑوں کو دوڑایا) حتیٰ کہ وہ گھوڑے پس پردہ چھپ گئے، (پھر حکم دیا) ان کو واپس لاؤ، تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اس آیت کے تحت یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر زیادہ مشغول رہے کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا، اس پر ان کو ملال ہوا اور ان گھوڑوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی نے یہ روایت اوسط میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے، اس کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [۲]

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۹۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

یہ روایت صحیح نہیں ہے قرآن مجید میں سورج کے چھپنے کا ذکر ہے نہ گھوڑوں کو قتل کرنے کا، حتیٰ توارت بالحجاب کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے معائنہ کے لیے ان گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے پھر ان کو واپس بلایا اور محبت سے ان کی گردن اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے، فطفق مسحا کا معنی تلوار سے قتل کرنا نہیں ہے ہر چند کہ آلات جہاد میں اشتغال کی وجہ سے بلا قصد نماز کا قضاء ہو جانا گناہ نہیں ہے، لیکن یہ ثابت نہیں ہے اور گھوڑوں کو قتل کرنا مال کو ضائع کرنا ہے جو مقام نبوت سے بعید ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنا بھی اس سبب سے تھا کہ وہ آلہ جہاد ہیں اگر اللہ تعالیٰ آلات جہاد کو مہیا کرنے کا حکم نہ دیتا تو وہ ان سے محبت نہ کرتے یہ محبت بھی اللہ کی وجہ سے تھی۔

دوسرا الزام قرآن مجید کی اس آیت کے تحت ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ (ص: ۳۴)

اور بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر انھوں نے ہماری طرف رجوع کیا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس ابتلاء کا اس آیت میں ذکر ہے اس میں زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک دن کہا آج رات میں ستر ازواج کے پاس جاؤں گا اور ہر عورت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا اور ان شاء اللہ نہیں کہا تو ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا تو دائی نے وہ نامکمل بچہ لا کر کرسی پر ڈال دیا اس آیت میں اسی جسم کے کرسی پر ڈالنے کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان شاء اللہ نہ کہنا گناہ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے اور یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے۔

امامیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جنات اور شیاطین نے کہا اگر یہ بیٹا زندہ رہا تو ہم پر اس کی وجہ سے وہ آفات نازل ہوں گی جو اس کے باپ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان سے خوف لاحق ہوا اور آپ نے اس بچے اور اس کی دایہ کو بادل میں چھپا دیا، پھر ایک دن اچانک وہ بچہ کرسی پر مردہ پڑا ہوا تھا اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ تنبیہ کی گئی کہ احتیاط تقدیر کو نہیں ٹال سکتی، نیز انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر کے توکل کریں، تاہم یہ بھی گناہ نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے۔ نیز یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس آزمائش کے بعد آپ کے لیے ہوا مسخر کی گئی تھی، اس لیے بادل میں چھپانے کا واقعہ اس سے پہلے کس طرح ہو سکتا ہے!

امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم اور علامہ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء جانے لگے تو انھوں نے اپنی انگوٹھی اپنی بیوی جرادہ کو دے دی، شیطان نے حضرت سلیمان کی صورت میں آ کر ان سے کہا لاؤ میری انگوٹھی دو، جرادہ نے اس کو انگوٹھی دے دی، جب اس نے وہ انگوٹھی پہن لی تو تمام انسان جن اور شیاطین اس کے مطیع ہو گئے، حضرت سلیمان نے جب آ کر جرادہ سے انگوٹھی مانگی تو انھوں نے کہا میں تو وہ

انگوٹھی سلیمان کو دے چکی ہوں، آپ نے کہا میں سلیمان ہوں! انھوں نے کہا تم جھوٹے ہو تم سلیمان نہیں ہو۔ حضرت سلیمان جس کے پاس بھی گئے اس نے آپ کی تکذیب کی حتیٰ کہ بچوں نے پتھر مارے، جب حضرت سلیمان نے یہ ماجرا دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ اللہ کا امر ہے، ادھر شیطان نے لوگوں پر حکومت کرنا شروع کر دی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ان کا ملک واپس کرنا چاہا تو لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف شکوک پیدا کر دیے، پھر لوگوں نے حضرت سلیمان کی ازواج سے پوچھا کیا تم سلیمان سے کوئی اجنبیت محسوس کرتی ہو! انھوں نے کہا ہاں وہ حیض کی حالت میں ہم سے مقاربت کرتے ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں کرتے تھے، جب شیطان نے یہ جانا کہ اب اس کا بھانڈا پھوٹنے والا ہے تو اس نے شیاطین کو حکم دیا کہ جادو کو کتابوں میں لکھ دو اور ان کو حضرت سلیمان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا، پھر شیاطین نے لوگوں کے سامنے کرسی کے نیچے سے ان کتابوں کو نکالا اور کہا سلیمان اس جادو کے بل بوتے پر حکومت کرتے تھے، سو لوگوں نے حضرت سلیمان کا انکار کر دیا اور کافر ہو گئے، شیطان نے اس انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا اور ایک مچھلی نے اس کو نگل لیا، ادھر حضرت سلیمان سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے، ایک آدمی نے مچھلیاں خریدیں جن میں وہ مچھلی بھی تھی اس نے حضرت سلیمان سے کہا وہ مچھلیاں اٹھا کر ان کے گھر لے جائے اور اجرت میں وہ مچھلی دے دی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی کو چاک کیا تو اس میں سے وہ انگوٹھی نکلی، حضرت سلیمان نے انگوٹھی کو پہن لیا، اور تمام انسان، جنات اور شیاطین آپ کے مطیع ہو گئے اور دوبارہ آپ کی سلطنت قائم ہو گئی، اور شیطان سمندر کے کسی جزیرہ پر بھاگ گیا، حضرت سلیمان نے اس کی تلاش کرائی اور بالآخر اس کو باندھ کر لایا گیا، حضرت سلیمان نے اس کو ایک صندوق میں بند کر کے سمندر میں پھینکوا دیا، اس شیطان کے نام میں اختلاف ہے، سدی سے مروی ہے کہ اس کا نام حبقیق ہے اور اکثرین سے مروی ہے کہ اس کا نام صخر ہے اور قرآن مجید میں جو ہے «والقینا علی کرسیہ جسدا» اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، اس جسم سے اس شیطان کا جسم مراد ہے جس نے حضرت سلیمان کی صورت بنائی تھی۔

علامہ ابوالحیان اور دیگر محققین نے کہا ہے کہ یہ مقالہ یہودیوں اور سوفسطائی زندیقوں کا وضع کردہ ہے اور کسی صاحب عقل کو اس پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیے، شیطان کے لیے نبی کی صورت میں متشکل ہونا حتیٰ کہ لوگوں پر اس کا معاملہ ملتبس ہو جائے کسی طرح ممکن نہیں ہے اور اگر یہ ممکن ہو تو کسی نبی کی رسالت پر اعتقاد نہیں رہے گا اور اس روایت میں سب سے قبیح بات یہ ہے کہ نبی کی ازواج پر بھی اس شیطان کا معاملہ ملتبس ہو گیا اور وہ ان کے حیض کے ایام میں ان سے وطی کرتا رہا، نعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ اکبر! یہ بہتان عظیم ہے اور اس روایت کی حضرت ابن عباس کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔[۱]

حضرت یونس علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

وذاالنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان

اور ذوالنون (یونس) کو یاد کیجیے جب وہ قوم پر

[ے] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۹، ص ۳۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۹۹ - ۱۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

لن نقدر علیہ۔ (انبیاء: ۸۷) غضب ناک ہو کر نکلے انھوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہ کریں گے۔

اس آیت کے اعتبار سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت یونس اللہ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ گمان کیا کہ اللہ ان کو نہ پکڑ سکے گا، معاذ اللہ!

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حضرت یونس اپنی قوم کے معاند کفار پر غضب ناک ہوئے تھے، نہ کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ پر، اور ان لن نقدر کا معنی ہے ان لن نضیق علیہ، یعنی انھوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر جانے پر اللہ ان پر گرفت اور تنگی نہیں کرے گا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ کو ان پر قدرت نہیں ہوگی یا وہ ان کو پکڑ نہیں سکے گا، معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک نہیں تھا، ان کا بلا اجازت جانا گناہ نہیں تھا ایک خلاف اولیٰ کام تھا اور حضرت یونس نے جو اس کو انی کنت من الظالمین میں ظلم سے تعبیر کیا یہ ان کی تواضع اور انکسار ہے[1]

قرآن مجید میں ہے: ولا تکن کصاحب الحوت (قلم: ۴۸) "اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں" یعنی جس طرح حضرت یونس نے کفار اور معاندین پر صبر نہیں کیا تھا آپ بھی اس طرح نہ کریں۔

شیخ محمود الحسن نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

وذا النون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ۔ (انبیاء: ۸۷) اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔

اس ترجمہ میں حضرت یونس کی طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال الفراء فاما من اعتقد ان یونس علیہ السلام ظن ان لن یقدر اللہ علیہ فھو کافر لان من ظن ذلک غیر مومن ویونس علیہ السلام رسول لا یجوز الظن علیہ الی قولہ۔ قال الازھری فاما ان یکون قولہ ان لن نقدر علیہ من القدرۃ فلا یجوز لان من ظن ھذا کفر، والظن شک، والشک فی قدرۃ اللہ کفر، وقد عصم اللہ انبیاءہ عن مثل ما ذھب الیہ ھذا المتاول ولا یتاول

فراء نے کہا کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پکڑ نہیں سکے گا، وہ کافر ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کے متعلق عدم قدرت کا گمان رکھے وہ مومن نہیں ہے اور حضرت یونس علیہ السلام رسول ہیں ان کا یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، ازہری نے کہا ان لن نقدر کو قدرت سے ماخوذ ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ جس نے اللہ کی عدم قدرت کا گمان کیا وہ کافر ہے، گمان شک ہے اور اللہ کی قدرت میں شک کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اس کی مثل سے معصوم رکھا ہے اور اس آیت کا یہ

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۵ ص ۵۱، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

مثله الا الجاهل بكلام العرب ولغاتها [1]

معنی وہی شخص کرے گا جو کلام عرب اور اس کی لغات سے جاہل ہو۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال الازهری واما ان يكون من القدرة فلا يجوز لان من ظن هذا كفر والظن شك والشك فی قدرة الله تعالى كفر [2]

ازہری نے کہا ان لن نقدر کو قدرت سے ماخوذ ماننا جائز نہیں ہے، کیونکہ جس نے اللہ کی عدم قدرت کا گمان کیا وہ کافر ہے اور ظن شک ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے (اس کے بعد مکمل وہی عبارت ہے جس کو ہم ابھی لسان العرب سے نقل کر چکے ہیں)۔

شیخ محمود الحسن نے جو ان لن نقدر کا معنی عدم قدرت کیا ہے اور حضرت یونس کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت کا گمان کیا جس کو لسان العرب اور تاج العروس میں کفر لکھا ہے، اس کی شیخ عثمانی نے یہ تاویل کی ہے:

یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب ہم اس کو پکڑ کر واپس نہیں لا سکیں گے، گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں متبادر ہو سکتا تھا۔ [3]

شیخ محمود الحسن نے حضرت یونس کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت کے گمان کی نسبت کی ہے، شیخ عثمانی نے اس کو ظاہر سے ہٹا کر ایک بعید تاویل کی ہے یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو توہین آمیز کلمات کہے جائیں اکابر دیوبند کے نزدیک بھی ان میں تاویل معتبر نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی حضور کو صنم یا بت کہنے کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بیانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا، بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں (الیٰ قولہ) پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ [4]

شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وقد ذكر العلماء أن التهور فی عرض

علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

[4] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاوی رشیدیہ کامل مبوب ص ۴۲۔ ۴۱، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

الانبیاء وان لم یقصد السب کفر (اکفار الملحدین ص ۸۶) یعنی جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

نیز شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواہر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله۔ (اکفار الملحدین ص ۳۰)

کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں۔

یہاں تک ہم نے انبیاء سابقین علیہم السلام کی عصمت پر منکرین عصمت کے اعتراضات اور ان کے جوابات بیان کیے ہیں اب ہم بالخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان کریں گے اور آپ کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ آپ سے مطلقاً گناہ کا صدور نہیں ہوا کبیرہ نہ صغیرہ، بعثت سے پہلے نہ بعثت کے بعد، عمداً نہ سہواً، صورۃً نہ حقیقۃً، البتہ تکمیل تبلیغ اور احکام کی مشروعیت بیان کرنے کے لیے آپ سے بظاہر بعض ایسے کاموں کا صدور ہوا جو فی نفسہ خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہیں، بعض کاموں سے آپ نے منع کیا اور پھر ان کاموں کو کیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کام فی نفسہ جائز ہیں حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہیں، ہر چند کہ اگر آپ خود عمل نہ کرتے اور ان کاموں کو جائز ہونا صرف بتا دیتے تب بھی مسئلہ معلوم ہو جاتا لیکن آپ نے اس لیے ان کاموں کو کیا تاکہ امت کو شرعت با اقتدار اس ہو جائے اور ہر کام کے لیے آپ کا اسوہ مہیا ہو جائے، لیکن ان کاموں کا کرنا کسی قسم کا گناہ نہیں ہے نہ صورۃً نہ حقیقۃً کیونکہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب کوئی گناہ نہیں ہے نہ صغیرہ اور نہ کبیرہ اور چونکہ احکام شرعیہ کی تعلیم اور مسائل کے جواز یا عدم جواز کا بیان فرائض نبوت سے ہے اس لیے ان کاموں پر بھی آپ کو اجر و ثواب ملے گا اور یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کاموں کو خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے ان کا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہونا امت کے اعتبار سے ہے یعنی اگر امت ان کاموں کو کرے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہلائیں گے اور آپ نے جو ان کاموں کو کیا تو آپ کے اعتبار سے وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ نہیں ہیں بلکہ ان کاموں کو کر کے ان کا جواز بیان کرنا امت کو ثبوت یا اجتہاد کا موقع فراہم کرنا اور عمل کے لیے نمونہ اور مقتدا مہیا کرنا آپ کی نبوت اور رسالت سے ہے اور آپ کو ان کاموں کے کرنے پر بھی اجر و ثواب ملے گا۔

یاد رہے کہ حضور کا کوئی کام صورۃً بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ قصد اور ارادہ سے حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا جائے یا قصداً فرض یا واجب کو ترک کیا جائے، آپ نے کسی فرض یا واجب کو ترک کیا نہ حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا قصداً نہ سہواً، اس لیے آپ کا کوئی فعل حقیقۃً گناہ ہے نہ صورۃً۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات اجتہادی خطا بھی ہوئی، لیکن اس اجتہادی خطا کے نتیجے میں بھی زیادہ سے زیادہ بنا بر خلاف اولیٰ یا خلاف افضل کام کا صدور ہوا، اور اس کا صدور بھی تکمیل دین، تبلیغ شریعت اور تعلیم امت کی وجہ سے ہوا حتیٰ یہ کہ آپ کا کوئی فعل کسی اعتبار سے بھی گناہ نہیں ہے، اب ہم ان امور کا بیان کریں گے جن کی وجہ سے آپ کی عصمت پر شبہ کیا جاتا ہے اور ان کے جوابات بیان کریں گے۔

واستغفر لذنبک سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ۔ (مؤمن : ۵۵)

اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ یا ترک افضل ہے گناہ نہیں ہے، دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں آپ کو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم محض تعبداً دیا ہے، یعنی ہر چند کہ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن آپ محض اپنی عبدیت کے اظہار کے لیے توبہ کیجئے جیسا کہ ان آیات میں ہمیں محض تعبداً دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

ربنا و اتنا ما وعدتنا علی رسلک ۔ (آل عمران : ۱۹۴)

اے ہمارے رب! ہمیں وہ عنایت فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے دینے کا وعدہ فرمالیا ہے اس کو دینا ضروری ہے، ہم دعا نہ کریں تب بھی وہ ضرور عنایت فرمائے گا، اس کے باوجود ہم کو محض تعبداً دعا کرنے کا حکم دیا تاکہ ہماری عبدیت ظاہر ہو اور ہماری اللہ کی طرف احتیاج کا اظہار ہو۔

نیز فرمایا:

قال رب احکم بالحق ۔ (انبیاء : ۱۱۲)

(اللہ کے رسول نے) عرض کیا: اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ ناحق نہیں ہوتا اس کے باوجود اللہ کے رسول نے اظہار عبدیت کے لیے یہ دعا کی، سو اسی طرح ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا اس کے باوجود آپ کو توبہ اور استغفار کا حکم دیا تاکہ آپ کی عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہو۔ [1]

نیز قرآن مجید میں ہے:

فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات ۔ (محمد : ۱۹)

تو آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کریں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

آپ کے ذنب سے مراد ترک افضل ہے کیونکہ آپ کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ذنب سے استغفار کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق پر ہمیشہ برقرار رکھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا مطلب ہے مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا مطلب ہے برائی چیزوں پر ستر کرنا (یعنی ڈھانپنا) اور جس شخص کو گناہوں سے معصوم کر لیا گیا اس کو نفسانی خواہشوں

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

کے وبال سے ڈھانپ لیا گیا اس لیے طلب مغفرت کا معنی ہے "ہم کو بے سوا نہ کر" اور یہ مدعا کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے کہ اس سے گناہوں کا صدور ہی نہیں ہوتا تاکہ عذاب کی نوبت آئے اور کبھی یہ مدعا گناہوں کے ارتکاب کے بعد ستر سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مومنین اور مومنات کے حق میں ہے، سو آپ کے حق میں استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو عصمت پر برقرار رکھے اور مومنین اور مومنات کے حق میں استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر ستر کرے یعنی ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

اس آیت میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تین حکم دیے گئے ہیں، اللہ کو واحد ماننے کا، اپنے لیے استغفار کا اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کا، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تین احوال ہیں، ایک حال صرف اللہ کے ساتھ ہے، ایک اپنے نفس کے ساتھ اور ایک عام مسلمانوں کے ساتھ، جو حال اللہ کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو واحد مانیے اور جو حال اپنے نفس کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے اپنی عصمت پر برقرار رہنے کی دعا کیجیے اور جو حال مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے ان کے لیے عذاب سے نجات اور حفاظت کی دعا کیجیے۔ [۱]

ووجدک ضالا فھدی سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ووجدک ضالا فھدی۔ (ضحیٰ: ۷)　　اور آپ کو اپنی محبت میں گم پایا تو (اپنی طرف) راہ دی۔

اس آیت سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ضال کے معنی گمراہ ہیں اور یہ عصمت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گمراہی اور کج روی کی نفی کر دی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی۔ (نجم: ۲)　　تمہارے آقا نہ (کبھی) گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

علامہ زبیدی نے ضلالت کا ایک معنی فرط محبت ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقال اولاد ان اباک لفی ضلال مبین اشارۃ الی شغفہ بیوسف وشوقہ الیہ۔ [۲]　　حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا ہمارا باپ ضلال مبین میں مبتلا ہے، یعنی یوسف کی فرط محبت میں مبتلا ہے۔

اس اعتبار سے اس آیت کا معنی ہے "ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا"

علامہ زبیدی نے اس کا ایک معنی گم ہونا اور غائب ہونا بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

وضل الشیء اذا خفی وغاب ومنہ　　جب کوئی شے مخفی اور غائب ہو تو کہا جاتا ہے

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷ ص ۱۴۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ضل الماء فی اللبن [1] ضل الشئ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے پانی دودھ میں گم ہو گیا۔

اس اعتبار سے یہ معنی ہے "ہم نے آپ کو اپنی محبت میں گم پایا۔"

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

بچپن میں آپ مکہ کی گھاٹیوں میں راستہ بھول گئے تھے تو ابو جہل نے آپ کو ابو طالب تک پہنچا دیا، بہر حال اس آیت کی معصیت اور ضلالت پر دلالت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ما ضل صاحبکم وما غوی۔ [2]

امام رازی لکھتے ہیں:

جو درخت جنگل میں منفرد ہو اس کو اہل عرب شجرة ضالة کہتے ہیں گویا کہ یہ تمام شہر ایک جنگل کی مانند تھے اور یہاں پر کوئی ایسا درخت نہ تھا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی معرفت کا حامل ہو ماسوا آپ کی ذات کے، پس تمام عرب کے کفر اور جہل میں معرفت الٰہی کے حامل صرف آپ ایک تنہا درخت تھے تو ہم نے آپ کے سبب سے مخلوق کو ہدایت دی۔

ضلال بمعنی محبت ہے جیسے انک لفی ضلالک القدیم (یوسف ۹۵) "یقیناً آپ اسی اپنی پرانی محبت میں ہیں" یعنی آپ اللہ سے محبت کرنے والے تھے تو اللہ نے آپ کو احکام شرعیہ کی رہنمائی کی تاکہ آپ اپنے محبوب کا تقرب حاصل کر سکیں۔

امام رازی نے اس آیت کے بیس محامل بیان کیے ہیں۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

شجرة ضالة کے معنی ہیں تنہا اور اکیلا درخت اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ایسا نہ تھا کہ آپ تنہا اور اکیلے تھے کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا تو ہم نے لوگوں کو آپ کی طرف ہدایت دی اور آپ کو تنہا نہ رہنے دیا۔

جنید قدس سرہ نے کہا: جو کتاب آپ پر نازل کی گئی تھی، ہم نے اس کے بیان میں آپ کو متحیر پایا تو ہم نے آپ کو اس کے بیان کرنے کی ہدایت دی۔

بعض علماء نے کہا ہم نے آپ کو اپنی ذات کے مرتبہ اور قدر و منزلت سے غافل پایا تو آپ کو آپ کے عظیم مقام سے مطلع کیا۔

امام جعفر صادق نے کہا: مجھے جو آپ سے محبت ہے ازل میں آپ اس سے ناواقف تھے سو میں نے اپنی معرفت عطا کر کے آپ پر احسان فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ محل محبت سے ناواقف تھے تو اللہ نے آپ کو محبت اور قربت کے پیالہ سے پلایا اور

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷ ص ۱۱۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۷ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

آپ کے سبب سے معرفت الٰہی کی ہدایت دی۔

علامہ آلوسی کی مختار تفسیر یہ ہے: وہ احکام شرعیہ جن تک از خود عقول کی رسائی نہیں ہے آپ کو ان سے ناواقف پایا تو مسلسل وحی کر کے آپ کو ان احکام کی طرف ہدایت دی اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ ۱

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیے اور علوم ما کان وما یکون آپ کو عطا کیے، اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور مراتب کی بھی خبر نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کی ذات و صفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں نبوت ملنے سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

ووضعنا عنک وزرک سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ووضعنا عنک وزرک ○ الذی انقض ظہرک ○ (الانشراح: ۲-۳)

اور آپ سے آپ (کی امت کے غم) کا وہ بوجھ اتار لیا جس نے آپ کی پشت (مبارک) کو گراں بار کر رکھا تھا۔

وزر کے معنی ہیں گناہ اور بوجھ۔ منکرین عصمت اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معصیت ثابت کرتے ہیں، امام رازی نے اس اعتراض کے دس سے زیادہ جواب دیے ہیں، ہم ان جوابات میں سے چند جوابات ذکر کر رہے ہیں:

(۱)۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اس بوجھ کو کم کر دیا جس سے آپ کی پشت مبارک گراں بار ہو گئی تھی بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے حقوق کی خود حفاظت فرمائی اور اس کی ذمہ داریوں کو آسان کر دیا۔

(۲)۔ قوم نے حضرت ابراہیم کی ملت کو متغیر کر دیا تھا یہ چیز آپ کو ناپسند تھی جس کا آپ پر بوجھ تھا، اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دے کر آپ کا قلق دور کر دیا۔

(۳)۔ امت کے گناہوں کے غم کا آپ پر بوجھ تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب شفاعت عطا فرما کر وہ بوجھ ہلکا کر دیا۔

(۴)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنا دیا تاکہ آپ پر گناہوں کا بوجھ نہ آسکے۔

(۵)۔ پہلی وحی کے موقع پر جو آپ کو حضرت جبرائیل کی ملاقات سے دہشت طاری ہوئی تھی اس دہشت کو دور کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کو وحی کا اشتیاق ہونے لگا۔

(۶)۔ کفار کے سب و شتم سے جو آپ پر بوجھ طاری ہوتا تھا اس کو دور کر دیا، حتیٰ کہ بعض اوقات انہوں نے آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا اور آپ نے ان کو دعا دی اور فرمایا: اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے! ۲

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

عبس وتولّٰی سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

عبس وتولی ٥ ان جاءه الاعمٰی ٥ وما یدریك لعله یزکّٰی ٥ او یذکر فتنفعه الذکرٰی ٥ اما من استغنٰی ٥ فانت له تصدّٰی ٥ وما علیك الا یزکّٰی ٥ واما من جاءك یسعٰی ٥ وھو یخشٰی ٥ فانت عنه تلھّٰی ۔

(عبس: ۱۰ - ۱)

انھوں نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا، اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا، آپ کو کیا پتا شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرے یا وہ نصیحت قبول کرے تو آپ کی نصیحت اس کو نفع دے جس نے بے پرواہی کی تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، حالانکہ اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں اور جو دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا درآں حالیکہ وہ (اپنے رب سے) ڈر رہا تھا تو آپ اس سے بے پرواہی فرماتے ہیں۔

ان آیات کے تحت یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا دار کافروں کی وجہ سے ایک نابینا صحابی سے اعراض کرنا عصمت کے خلاف تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عصمت کے خلاف تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو اس کام سے تحریماً منع فرما دیا ہوتا اور پھر آپ اس کام کو کرتے اور جب کہ پہلے اس سے ممانعت نہیں کی گئی تھی تو آپ کا اس کام کو کرنا عصمت کے خلاف کیسے ہوگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان دنیا دار کافروں کی طرف دنیا کی وجہ سے متوجہ نہیں تھے، بلکہ ان کو اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور آپ کو توقع تھی کہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کے باقی متبعین بھی اسلام لے آئیں گے اور اسلام کو تقویت حاصل ہوگی، ایسے میں ایک نابینا صحابی کا آپ کی تبلیغ کے دوران ایک مسئلہ پوچھنا اور آپ کے کام میں خلل ڈالنا بظاہر صحیح نہ تھا، قابل اعتراض اس صحابی کا فعل تھا کیونکہ اگرچہ وہ دیکھ نہیں رہے تھے لیکن سن تو رہے تھے کہ آپ تبلیغ میں مشغول ہیں اور ان کی بے وقت دخل اندازی پر آپ کا کبیدہ خاطر ہونا بالکل بجا اور فطرت کے مطابق تھا لیکن اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو علم تھا کہ ان دنیا دار کافروں میں سے اکثر و بیشتر اسلام نہیں لائیں گے اور آپ کی کاوش سے یہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کریں گے، اور ان کے ایمان نہ لانے سے اسلام کی نشر و اشاعت میں کوئی کمی نہیں ہوگی اس کے برخلاف اس نابینا صحابی کو آپ کی تعلیم سے فائدہ ہوگا سو آپ اپنی توانائی وہاں خرچ کریں جہاں فائدہ ہو اور جو لوگ آپ کی تبلیغ سے فائدہ اٹھائیں انھیں تبلیغ کریں، لہٰذا با اعتبار ظاہر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بالکل صحیح تھا، اور بہ اعتبار غیب اور مآل کار کے زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ تھا، اور آپ ظاہر حال کے اعتبار سے مکلف ہیں بہ اعتبار غیب کے مکلف نہیں ہیں، اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب اور انجام کار کی طرف متوجہ کیا ہے اور آپ کے کبیدہ خاطر ہونے کی ادا کا صیغہ غائب کے ساتھ تعظیم اور تکریم سے ذکر کیا ہے۔

امام رازی نے اس سوال کا یوں جواب دیا ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابن ام مکتوم آئے درآں حالیکہ آپ کے پاس اس وقت قریش کے سرداروں میں سے عتبہ، شیبہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور آپ کو توقع تھی ان کے اسلام قبول کرنے سے دوسرے بھی اسلام قبول کر لیں گے،

عبداللہ ابن ام مکتوم نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم دیا وہ مجھے سکھائیے اور قرآن پڑھائیے اور بار بار یہ کلام دہرایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کا آپ کی بات کو کاٹنا ناگوار ہوا، آپ نے ماتھے پر بل ڈالے اور ان سے منہ موڑ لیا اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اس مداخلت کی وجہ سے حضرت ابن ام مکتوم تادیب اور فہمائش کے مستحق تھے، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناگواری پر کیوں عتاب فرمایا؟ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم تادیب کے مستحق تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ نابینا تھے لیکن وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کفار سے مخاطب ہونا سن تو رہے تھے اور گفتگو سننے سے ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہیں تبلیغ کرنے کو خصوصی اہمیت دے رہے تھے پھر درمیان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کاٹنا بجائے خود معصیت ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بات یہی صحیح ہے لیکن اس واقعہ سے بظاہر اغنیاء کو فقراء پر مقدم کرنے کا وہم پیدا ہوتا ہے اور اس سے فقراء کی دل آزاری ہوتی ہے، اس لیے آپ پر عتاب کیا گیا۔

ولا تطرد الذین یدعون ربہم سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝

(انعام: ۵۲-۵۳)

اور ان نادار (مساکین مومنین) کو دور نہ کیجئے جو برقرار رہیں جو صرف اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے صبح اور شام اس کو پکارتے ہیں آپ سے ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ان سے آپ کا کوئی حساب نہیں ہوگا، پھر بھی اگر آپ نے ان کو (بالفرض) دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمایا تاکہ یہ خوشحال کافر (فقراء مومنین کو دیکھ کر حقارت سے) کہیں: کیا یہی ہیں وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے ہم سے (الگ کر کے) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام طبرانی اور دیگر ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت خباب اور دیگر ضعفاء مسلمین بیٹھے ہوئے تھے اس وقت قریش کی ایک جماعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذری اور انہوں نے یہ کہا: اے محمد! کیا آپ ان لوگوں سے خوش ہیں! کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ رہ گئے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے! کیا ہم ان لوگوں کی پیروی کریں؟ آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں، اگر آپ نے ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا تو پھر شاید ہم آپ کی اتباع کر لیں گے![1]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

یہ آیت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے خلاف نہیں ہے، عصمت کے خلاف اس وقت ہوتا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے کہنے سے ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا ہوتا اور یہ قرآن مجید میں ہے اور نہ کسی حدیث صحیح میں ہے یہ وہم نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستضعف مسلمین کو اپنی مجلس سے اٹھایا تھا یا اٹھانے لگے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ کسی کام کو منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلے وہ کام کیا گیا ہو۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الامر لا یقتضی سابقا ترکہ ولا النھی سابقۃ فعلہ۔[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا حکم دینا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ پہلے آپ نے اس کو ترک کیا ہو اور کسی چیز سے منع کرنا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ منع کرنے سے پہلے آپ نے اس کام کو کیا ہو۔

بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو مساکین مومنین کو دور کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس حالت پر مداومت کرنے اور برقرار رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ہم نے ان آیات کے ترجمہ سے واضح کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء مسلمین اور مساکین مومنین کو کبھی اپنی مجلس سے نہیں اٹھایا اور جب صنادید قریش نے آپ سے یہ کہا کہ آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور کفار کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

غزوہ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض ط تریدون عرض الدنیا ق واللہ یرید الاخرۃ ط واللہ عزیز حکیم ۵ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔

(الانفال: ۶۸ - ۶۷)

کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں (اچھی طرح) کافروں کا خون بہا دے، تم لوگ (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے، اور اللہ بڑا غالب بہت حکمت والا ہے، اگر پہلے سے اللہ کی طرف سے (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) لیا تھا اس میں تمہیں ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔

امام رازی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غزوۂ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر قیدی لائے گئے، ان میں آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابی طالب بھی تھے، آپ نے ان کے معاملہ میں حضرت ابوبکر سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا یہ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں ان کو چھوڑ دیجئے، شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان سے فدیہ لیجئے اس سے آپ کے اصحاب کو قوت حاصل ہوگی، حضرت عمر کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو بے وطن

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کیا: آپ آگے بڑھ کر ان کی گردنیں اڑا دیجئے، یہ لوگ کفر کے سرغنہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے فدیہ سے مستغنی کر دیا ہے، آپ حضرت علی سے کہیں کہ وہ عقیل کو قتل کریں اور حمزہ سے کہیں کہ وہ عباس کو قتل کریں، اور مجھے حکم دیں میں فلاں شخص کو قتل کر دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، اے ابوبکر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہو جنہوں نے کہا تھا:

فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم ۝ (ابراھیم: ۳۶)

تو جس نے میری پیروی کی تو بے شک وہ میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہو جنہوں نے کہا تھا:

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم ۝ (مائدہ: ۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخشش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا۔

اور حضرت عمر سے کہا اے ابن خطاب! تمہاری مثل حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے کہا تھا:

رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا (نوح: ۲۶) اے میرے رب! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ۔

اور تمہاری مثل حضرت موسیٰ کی طرح ہے جنہوں نے کہا تھا:

ربنا اطمس على اموالهم واشدد على قلوبهم ۔ (یونس: ۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے مشورہ کی طرف میلان کر لیا (امام احمد نے اس حدیث کو حضرت عمر سے اور امام ابو یعلیٰ موصلی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳ - ۳۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۵ ص ۹۵ - ۹۳، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۶ - ۸۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ)

عبیدہ سلمانی سے روایت ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ بیس اوقیہ تھا، اور عباس کا فدیہ چالیس اوقیہ تھا، محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ان کا فدیہ سو اوقیہ تھا اور ایک اوقیہ چالیس درہم یا چھ دینار کے مساوی ہے۔

روایت ہے کہ جب انہوں نے فدیہ لے لیا تو یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ اور حضرت ابوبکر رو رہے تھے، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے رونے کا سبب بتائیے تاکہ میں بھی روؤں ورنہ رونے کی شکل بنا لوں، آپ نے فرمایا مجھ پر ان لوگوں کا (فدیہ لینے والوں کا) عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت (قریب ہی ایک درخت تھا) کے قریب پہنچ گیا تھا، اگر آسمان سے یہ عذاب آتا تو عمر اور سعد بن معاذ (انہوں نے بھی قتل کا مشورہ دیا تھا) کے سوا (فدیہ لینے والوں میں سے) کوئی بھی نہ بچتا۔ [1]

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام رازی لکھتے ہیں کہ منکرین عصمت کہتے ہیں کہ:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ قید کر لیا حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر ان کا خون بہانا لازم تھا اور فدیہ لے کر ان کو رہا کرنا جائز نہ تھا، اس اعتبار سے آپ کا ذنب لازم آیا!

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (اچھی طرح) کافروں کا خون بہا دے۔" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو قید کرنا جائز ہے بشرطیکہ پہلے ان کا خون بہا دیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ بدر کے دن صحابہ نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا، اور خون بہانے کے لیے لازم نہیں ہے کہ تمام کافروں کو قتل کر دیا جائے، سو کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کو قید کرنا معصیت نہیں ہے اور یہ معصیت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق ق فاما منا بعد واما فداء ۔

(محمد: ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارنا ہے، حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو قیدیوں کو مضبوط باندھ لو، پھر ان کو محض احسان کر کے رہا کر دو یا فدیہ لے کر۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب صحابہ نے ایک جائز کام کیا تھا تو پھر اس آیت میں یہ کیوں فرمایا کہ اگر پہلے سے ان کی معافی کا حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے پر ان کو عذاب پہنچتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ زمین میں اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کیا جا سکتا ہے اور کفار کو قتل کرنے کی کوئی معین مقدار نہیں بتائی گئی اس لیے یہ مسئلہ اجتہاد کی طرف مفوض ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظن غالب یہ تھا کہ جتنے افراد (ستر) کو قتل کر دیا گیا ہے اس سے زمین میں خون بہانے کا منشاء پورا ہو گیا، جبکہ اللہ کے نزدیک ابھی اس قدر خون ریزی نہیں ہوئی تھی سو جس معاملہ میں کوئی صریح نص نہیں تھی اس میں آپ نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطاء واقع ہوئی اور اجتہادی خطاء ذنب اور معصیت نہیں ہے اس میں آپ معذور بلکہ ماجور ہیں۔[1]

قرآن مجید میں ہے: تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ "تم لوگ اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔" اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنہوں نے مال دنیا ہی کی طمع کی وجہ سے فدیہ کی رائے دی تھی اور فدیہ لینے پر جو عذاب دینے کا ذکر ہے وہ بھی انہی سے متعلق ہے اور مسند احمد کی روایت میں درخت کے قریب تک جس عذاب کے آنے کا ذکر ہے وہ بھی انہی سے متعلق ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا وہ دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ آخرت کی وجہ سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اس مشورہ کو قبول کیا تھا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور دوسرے آخرت کا ارادہ کرنے والے صحابہ کا اس عذاب کی وعید سے کوئی

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۸۸-۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

تحقیق نہیں ہے، اس وعید کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے مال دنیا وی کی طمع سے فدیہ کی رائے دی، اور شاید یہ وہ لوگ ہوں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ یہ نکتہ ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے بیان فرمایا تھا۔

عفا اللہ عنک لم اذنت لہم سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

عفا اللہ عنک لم اذنت لہم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین۔ (توبہ: ۴۳)

اللہ نے آپ کو معاف فرمایا، آپ نے انہیں کیوں اذن دے دیا تھی کہ آپ پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جنہوں نے سچ بولا اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔

غزوہ تبوک بہت مشکل اور دشوار تھا، تبوک کا سفر بہت دور تھا اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی کمی اور جنگ کے ساز و سامان کی بہت قلت تھی، اس غزوہ میں منافقین آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ بعض منافقین نے جھوٹے حیلے بہانے کر لیے اور قسمیں کھائیں کہ وہ اس سفر میں جانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، اور بعض نے آپ سے اس غزوہ میں نہ جانے کی پیشگی اجازت حاصل کر لی تھی۔

منکرین عصمت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے ان کو اجازت دے دی تھی۔ آپ کا یہ فعل گناہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کی گرفت کی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل گناہ اس وقت ہوتا جب پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دینے سے منع کیا ہوتا اور آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ان کو اجازت دے دیتے، اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اس سے منع نہیں کیا تھا تو یہ گناہ کیسے ہو گیا؟ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی نص نہ ہو اس کا کرنا یا نہ کرنا آپ کی صوابدید اور اجتہاد پر موقوف ہوتا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کے اجتہاد کی تائید کر دیتا ہے یا اجتہادی خطا پر تنبیہ کر دیتا ہے اس لیے آپ کا منافقین کو غزوہ تبوک میں نہ جانے کی اجازت دینا اجتہادی خطا ہے اور زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا کمال محبت یہ ہے کہ عفا اللہ عنک پہلے فرمایا اور اجتہادی خطا پر تنبیہ بعد میں کی، نیز محاورات عرب میں عفا اللہ عنک ایک محبت آمیز کلمہ ہے۔ اس کا محل استعمال یہ نہیں ہے کہ کسی نے کوئی قصور کیا ہو اور اس کی معافی کے اظہار کے لیے عفا اللہ عنک کہا جائے۔

علامہ ابو الحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ابن عطیہ نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو بہت پختہ منافق تھے، ان لوگوں نے کوئی عذر تراشے بغیر آپ سے غزوہ تبوک میں نہ جانے اور مدینہ میں رہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، رفاعہ بن تابوت، اور ان کے متبعین نے اجازت طلب کر لی تھی۔ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں اجازت دیں اور آزمائش میں مبتلا نہ کریں، اور بعض نے کہا ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں، آپ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے ان کو اجازت دے دی اور زیادہ سہل معاملہ کو اختیار کر لیا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت میں عتاب کیا گیا ہے، حالانکہ آپ اس سے بری ہیں۔

جب تک کسی معاملہ میں وحی نازل نہ ہو آپ کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب غزوہ تبوک میں نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے اور آپ سے نہ جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دو کاموں میں سے آسان کو اختیار کر لیا کیونکہ آپ کے مزاج پر فضل وکرم کا غلبہ تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے اور ان کا دلی نفاق اور اطاعت رسول کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کلام کے افتتاح میں فرمایا عفا اللہ عنک (اللہ نے آپ کو معاف فرمایا) اور یہ ظاہر فرمایا کہ آپ کے اجازت دینے میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے، اور یہ کسی گناہ کی معافی نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا تھا کہ آپ ان کو اجازت نہ دیں، بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ محاورات عرب میں یہ ایک کلمہ افتتاح ہے اگر کسی شخص کی قدر ومنزلت اور تعظیم وتکریم کا اظہار مقصود ہو تو ابتداء میں اس قسم کا دعائیہ کلمہ کہتے ہیں جیسے اصلح اللہ الامیر۔ بہر حال اس کلمہ سے آپ کی ثناء اور قدر ومنزلت کا اظہار مقصود ہے کسی گناہ کی معافی کا بیان نہیں ہے۔ [1]

امام رازی،[2] علامہ قرطبی[3] اور علامہ آلوسی[4] نے بھی حضور کے اجازت دینے کو اجتہادی خطاء اور ترک افضل پر محمول کیا اور عفا اللہ عنک کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کلمہ ثناء ہے۔

تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات آپ سے اجتہادی خطاء واقع ہو جاتی تھی، اس کے صرف دو واقعات ہیں، ایک غزوۂ بدر میں ان کفار کے تعین میں خطاء واقع ہوئی جن کا جان جانا مطلوب تھا اور ایک ان منافقین کو اجازت دینے کے معاملہ میں ان کے سوا باقی تمام معاملات میں آپ کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا، اور ان دو معاملات میں خطاء واقع ہونا بھی رحمت تھا تاکہ اجتہادی خطاء کے لیے بھی آپ کی زندگی میں اسوہ اور نمونہ ہو اور بالمومنین رءوف رحیم کا ظہور تام ہو۔

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر

قرآن مجید میں ہے:

انا فتحنا لک فتحا مبینا ○ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطا مستقیما ○ وینصرک اللہ نصرا عزیزا ○ (فتح: ۱-۳)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ذنب کا معنی ہے اثم، جرم اور معصیت۔ [5]

---

[1] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۵ ص ۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۳، " " ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۵۴-۱۵۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] علامہ ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[5] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۳۸۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ زبیدی نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔ [1]

لغت میں ذنب کا معنی اثم اور گناہ ہے جیسا کہ مذکور الصدر حوالہ سے ظاہر ہوا لیکن جب ذنب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو پھر اس سے مجازاً اجتہادی خطاء، ترک اولیٰ یا کراہت تنزیہی کا ارتکاب مراد ہوتا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اثم یا جرم سرزد نہیں ہوتا اس لیے جب لفظ ذنب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو اس کو گناہ سے تعبیر کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور یہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ادب کے منافی ہے جس طرح قرآن مجید کے بعض ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق وارد ہوئے جن کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور ان کا مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے سو یہاں بھی ایسا ہی کہا جائے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے استہزاء کا لفظ استعمال ہوا جس کا معنی ہے مذاق اڑانا، لیکن جب اس لفظ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوئی تو اس کا معنی ہے:

اللہ یستھزئ بھم۔ (بقرہ: ۱۵) اللہ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دیتا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کے معاف کر دینے کا ذکر ہے اور ذنب کو معاف کرنا فرع ہے ذنب کے ثبوت کی، اس وجہ سے منکرین عصمت اس آیت سے آپ کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد صغیرہ یا کبیرہ کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ ذنب کا اطلاق یہاں خلاف اولیٰ یا ترک افضل یا اجتہادی خطا پر کیا گیا ہے اور یہ امور ہر چند کہ حقیقۃً ذنب میں نہ صورۃً لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عالی منزلت اور رفیع مقام کے اعتبار سے ان امور کو ذنب خیال فرماتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان امور کو ذنب سے تعبیر فرما کر ان کی بھی معافی کا اعلان کر دیا۔

لیغفر لک اللہ ۔ کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال

امام رازی نے اس اعتراض کے کئی جوابات دیے ہیں جو باہم متضاد اور متعارض ہیں مثلاً بعض نے کہا اس آیت سے یا مومنوں کے گناہوں کو معاف کرنا مراد ہے، یا حضور کے صغیرہ گناہوں کو معاف کرنا مراد ہے اور یہ دونوں جواب متصادم ہیں، صحیح جواب صرف دو ذکر کیے ہیں۔

۱۔ اس آیت میں ترک افضل پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۲۔ اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دیا۔ [2]

علامہ خازن نے بھی متعارض اور متضاد جوابات ذکر کیے ہیں اور بعض جواب خلاف تحقیق ہیں مثلاً صغائر کی معافی کا ذکر کیا ہے، ان میں صحیح جواب یہ ہے کہ آپ سے سہو، نسیان اور اجتہاد سے جو امور سرزد ہوئے اس آیت میں ان کے معاف کرنے کا اعلان کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذنب عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، اس لیے یہاں پر ذنب سے مراد سہو وغیرہ ہے کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہوتی ہیں لہٰذا سہو وغیرہ پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج اص ۲۵۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے اس قسم کے امور کو بھی معاف کر دینے کا اعلان کر دیا۔ [1]

علامہ قرطبی نے متعدد خلاف تحقیق اقوال نقل کیے ہیں، مثلاً سفیان ثوری اور واحدی کا قول نقل کیا کہ زمانہ جاہلیت میں نزول وحی سے پہلے آپ نے جو کام کیے ان کی معافی کا اعلان کیا گیا، ایک قول یہ نقل کیا ماتقدم سے مراد آپ کے باپ ابراہیم کے گناہ ہیں اور ماتأخر سے دوسرے نبیوں کے گناہ ہیں۔ ایک قول یہ نقل کیا کہ ماتقدم سے مراد غزوہ بدر میں آپ کی یہ دعا ہے کہ "اے اللہ اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو تیری کبھی عبادت نہیں ہو گی" یہ آپ کا پہلا گناہ ہے، اور ماتأخر سے مراد یہ ہے کہ غزوہ حنین میں آپ نے کفار کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکی اور ہر کافر کی آنکھ میں ریت اور کنکریاں جا کر لگیں اور مشرکین شکست کھا کر بھاگے تب آپ نے اپنے اصحاب سے کہا اگر میں کنکریاں نہ پھینکتا تو یہ شکست نہ کھاتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی "آپ نے (حقیقت میں) کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے (بظاہر) کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں" یہ آپ کا پچھلا گناہ تھا۔ [2]

ان کے علاوہ علامہ قرطبی نے عطا خراسانی کا قول بھی نقل کیا ہے جس پر ان شاء اللہ ہم مفصل گفتگو کریں گے۔

علامہ قرطبی نے تمام خلاف تحقیق اور باطل اقوال نقل کیے ہیں اور اس آیت کی کوئی صحیح اور قابل ذکر توجیہ بیان نہیں کی۔

علامہ اسماعیل حقی نے ان مذکور الصدر باطل اقوال کے علاوہ ابن عطا کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ کا سدرہ پر جبرائیل کو تنہا چھوڑنا گناہ تھا، اس آیت کی توجیہ میں علامہ اسماعیل حقی نے جو صحیح بات کہی وہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیٰ کام کو جو ترک کر دیا یہاں اس کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے اور ترک اولیٰ کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب فرمایا کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہیں، اسی توجیہ کو علامہ اسماعیل حقی نے سب سے پہلے بیان کیا ہے اور یہی ان کی مختار توجیہ ہے اور باقی باطل اقوال انھوں نے صرف اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ دیگر علماء کے نظریات کا بیان کر دیا جائے۔ [3]

علامہ نسفی نے لکھا ہے کہ آپ سے جس قدر تفریط (فروگذاشت) ہوئی ہے وہ سب معاف کر دی گئی، یا ماتقدم سے مراد ماریہ کی حدیث ہے اور ماتأخر سے مراد زید کی عورت کا معاملہ ہے۔ [4]

علامہ نسفی نے تفریط کا جو ذکر کیا ہے اگر اس سے مراد ترک اولیٰ یا خلاف افضل ہے تو یہ توجیہ صحیح ہے، ورنہ یہ توجیہ مردود ہے، اور دوسری توجیہ جو ذکر کی ہے وہ باطل روایات پر مبنی باطل توجیہ ہے۔

علامہ ابو سعود لکھتے ہیں:

آپ کے وہ تمام کام جو ترک اولیٰ تھے معاف کر دیے گئے اور ترک اولیٰ کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب کہا گیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۶۳-۲۶۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۹-۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[5] علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابی السعود علی ہامش الکبیر ج ۸ ص ۳۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے معصیت کا ارتکاب کیا ہو کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہوتی ہیں اور آخر میں انہوں نے عطاء خراسانی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ [۱]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ذنب سے مراد وہ کام ہیں جو خلاف اولیٰ ہیں اور ان کاموں کو آپ کے بلند مقام کے اعتبار سے ذنب کہا گیا ہے اور یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد وہ کام ہیں جو فی نفسہ گناہ تھے نہ خلاف اولیٰ لیکن آپ اپنی نظر عالی کے اعتبار سے ان کاموں کو ذنب خیال فرماتے تھے، واضح رہے ذنب کی جو آپ کی طرف اضافت ہے اس میں یہی رمز ہے۔ [۲]

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ آپ کے جن کاموں پر عتاب کیا گیا تھا ان کو معاف کر دیا گیا، اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا کوئی حقیقی ذنب نہیں ہے بلکہ یہ اطلاق حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے کیونکہ انبیاء معصوم ہیں۔ [۳]

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:

ولهم علي ذنب فاخاف ان يقتلون (الشعراء: ۱۴)
انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

ان آیات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے، غفر کا معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ ما تقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ما تأخر سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے لگایا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے الزامات نیست و نابود ہو جائیں گے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے، وہ یہ ہیں یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ دوسروں سے سن سن کر افسانے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور سکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۳، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۲۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۔ قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۸ ص ۵۷، مطبوعہ دار صادر بیروت

یہ قوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے اولاد کو ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے، وغیرہ، وغیرہ۔ [1]

علامہ جمل نے لکھا کہ مغفرت کا معنی ہے ستر، امت کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس کے گناہ اور عذاب کے درمیان ستر حائل ہو اور انبیاء کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ ان کی ذوات اور گناہوں کے درمیان ستر حائل ہو اور ان سے کوئی گناہ صادر نہ ہو، اس کا خلاصہ ہے انبیاء کو معصوم کر دینا۔ [2]

علامہ سیوطی کا بھی یہی مختار ہے۔ [3]

لیغفر لک اللہ کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال کا خلاصہ اور محاکمہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ ابو سعود حنفی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کہا اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ ہے، امام رازی نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا معنی ہے آپ کی اگلی پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دینا، علامہ سیوطی اور شیخ سلیمان جمل کا بھی یہی مختار ہے، علامہ خازن نے کہا کہ ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آپ سے بہ طور سہو و نسیان صادر ہوئے، علامہ خفاجی نے کہا اس سے مراد حسنات الابرار سیئات المقربین ہے، علامہ آلوسی نے کہا ذنب سے مراد وہ کام ہیں جن کو آپ اپنے مقام رفیع اور نظر عالی کے اعتبار سے ذنب خیال فرماتے تھے فی نفسہ وہ کام گناہ تھے نہ خلاف اولیٰ اور پیر محمد کرم شاہ الازہری نے کہا ذنب سے مراد کفار کے لگائے ہوئے الزام ہیں۔

یہ صحیح اور مقبول جوابات ہیں جن کو مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں درج فرمایا ہے، یہ جوابات قرآن اور سنت کے مطابق اور عقائد اہل سنت کے موافق ہیں، ان جوابات کے علاوہ مفسرین کرام نے جو دوسرے جوابات ذکر کیے ہیں وہ ان صحیح جوابات کے معارض اور مزاحم ہیں، مثلاً یہ کہ ذنب سے مراد مومنین کے گناہ ہیں، یا ذنب سے مراد وہ گناہ ہیں جو آپ سے قبل از نبوت صادر ہوئے، یا اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں خواہ نبوت سے پہلے ہوں یا بعد یا وہ امور جو ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی ہیں یا عطا خراسانی کا یہ قول کہ ما تقدم سے مراد آپ کے ماں باپ آدم اور حواء کے گناہ ہیں اور ما تاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں، یہ تمام جوابات باطل اور بے اصل ہیں۔

امام رازی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ خازن، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ نے صحیح جوابات کے ساتھ ان باطل جوابات کو بھی ذکر کر دیا، کیونکہ مفسرین کی عادت ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں تمام اقوال کو جمع کر دیتے ہیں خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط، خود امام رازی کی تحقیق ہے کہ نبی سے صغیرہ گناہ کا صدور نہیں ہوتا لیکن انہوں نے یہاں اس قول کا بھی ذکر کیا کہ ذنب سے مراد گناہ صغیرہ ہے قبل از بعثت ہو یا بعد از بعثت، حالانکہ یہ قول خود امام رازی کی اپنی تحقیق کے خلاف ہے۔

1۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۲۳ - ۵۲۲ ملخصا، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

2۔ علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۴ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ

3۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ا ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

لیغفر لک اللہ کی تاویل میں غیر مقبول اقوال کا بیان

علامہ سیوطی نے اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے القول المحرر فی قولہ تعالیٰ لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ اس رسالہ میں علامہ سیوطی نے اس آیت کے بارہ وہ جوابات بیان کیے ہیں جو غیر مقبول ہیں، علامہ یوسف نبہانی نے الجواہر البحار جلد رابع میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے ہم اختصار کے ساتھ علامہ سیوطی کے بیان کردہ بارہ غیر مقبول جوابات کو ذکر کر رہے ہیں:

(۱)۔ مقاتل نے کہا ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آپ سے زمانہ جاہلیت میں سرزد ہوئے، یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ آپ کے لیے کوئی جاہلیت نہیں۔

(۲)۔ ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو قبل از نبوت صادر ہوئے، یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ آپ قبل از نبوت بھی معصوم تھے۔

(۳)۔ سفیان ثوری نے بھی ذنب سے امور جاہلیت مراد لیے یہ جواب بھی باطل ہے۔

(۴)۔ مجاہد نے کہا ماتقدم سے مراد حدیث ماریہ اور ماتاخر سے مراد زید کی عورت کا قصہ ہے۔ یہ قول باطل ہے کیونکہ ان واقعات میں کوئی گناہ نہیں۔

(۵)۔ زمخشری نے کہا اس سے مراد آپ کی تقصیرات ہیں، یہ قول باطل ہے، کیونکہ آپ کی کوئی تقصیر نہیں، اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور تفریط اور تقصیر میں اتباع جائز نہیں۔

(۶)۔ ذنب سے مراد بچپن میں آپ کا لڑکوں کے ساتھ کھیل کے لیے جانا ہے، یہ قول باطل ہے کیونکہ جب آپ کو لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا میں کھیل کے لیے پیدا نہیں ہوا۔

(۷)۔ علامہ خراسانی نے کہا ماتقدم سے مراد آپ کے باپ آدم اور حوا کے گناہ ہیں اور ماتاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں، یہ قول تین وجوہ سے ضعیف ہے۔ (الف) حضرت آدم بھی معصوم ہیں ان کی طرف کوئی گناہ منسوب نہیں ہے سویہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔ (ب) جس شخص سے گناہ صادر نہ ہوئے ہوں اس کی طرف خطاب کے صیغہ سے دوسروں کے گناہ منسوب نہیں کیے جاتے۔ (ج) تمام امت کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے بلکہ بعض کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور بعض کے معاف نہیں کیے جائیں گے۔

(۸)۔ حضرت ابن عباس نے کہا ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آئندہ ہوں گے، علامہ سبکی نے کہا اس میں یہ تاویل ہے کہ اگر بالفرض آپ کے ماضی اور مستقبل میں گناہ ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجاہت کی وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔

(۹)۔ قاضی عیاض نے شفاء میں کہا آپ سے گناہ ہوتے یا نہیں ہوتے، اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔

(۱۰)۔ ماتقدم سے مراد ہے نبوت سے پہلے اور ماتاخر سے مراد ہے نبوت کے بعد آپ کو معصوم رکھنا۔

(۱۱)۔ علامہ طبری اور علامہ قشیری نے کہا آپ سے جو امور سہو، غفلت اور تاویل سے سرزد ہوئے، ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

(۱۲)۔ مکی نے کہا اس آیت میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

یہ بارہ اقوال ہیں اور یہ سب غیر مقبول ہیں، ان میں سے بعض مردود ہیں، بعض ضعیف اور بعض میں تاویل ہے۔[۱]

۱۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، الجواہر البحار ج ۴ ص ۱۳ - ۲۱۱، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی بعض مردود جوابات کا ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی کے مسترد کیے ہوئے بارہ جوابات کا حوالہ دیا ہے۔[1]

عطاء خراسانی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عطاء بن مسلم خراسانی، اس کو ابو محمد اور ابو صالح بلخی بھی کہتے ہیں، یہ صحابہ کرام سے مرسلاً روایات کرتے تھے، حافظ ابونعیم نے بیان کیا کہ یہ سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کے بیٹے عثمان بن عطاء نے کہا ان کی سنہ ۱۳۵ھ میں وفات ہوئی، انھوں نے حضرت ابن عباس سے جو احادیث مرسلاً روایت کی ہیں بعض لوگوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ عطاء بن ابی رباح کی روایات ہیں۔

امام بخاری نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے، امام ابن حبان نے کہا ان کا حافظہ ردی تھا اور یہ خطاء کرتے تھے اور ان کو اس خطاء کا علم نہیں ہوتا تھا اس لیے ان کی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے۔[2]

علامہ ابن خلکان نے عطاء خراسانی نام کے ایک اور شخص کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

عطاء خراسانی بہت بدشکل تھا، یہ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں حلول کیا پھر حضرت نوح علیہ السلام میں، پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں حلول کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے ابومسلم خراسانی میں حلول کیا، یہ الوہیت کا مدعی تھا۔ یہ سنہ ۱۶۳ھ میں مر گیا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔[3]

جس شخص کی حدیث اور تفسیر میں روایات ہیں وہ عطاء بن مسلم خراسانی ہے جس کا سنہ ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا۔

عمر رضا کحالہ نے لکھا ہے کہ عطاء بن ابی مسلم خراسانی سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال سنہ ۱۳۳ھ میں ہوا ایک روایت ہے سنہ ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا، یہ محدث اور مفسر تھے، شام میں رہے اور ان کا انتقال بیت المقدس میں ہوا، ان کی ایک تفسیر ہے۔[4]

عطاء خراسانی کی تاویل پر مبنی ترجمہ کی تحقیق

بعض ثقہ اور مستند علماء نے بھی عطاء خراسانی اور شیخ مکی کے اقوال کی اتباع میں یہ ترجمہ کیا:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

ظاہر ہے ان علماء نے انتہائی نیک نیتی اور حسن عقیدت سے یہ ترجمہ کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر حرف نہ آئے، ہمارے دل میں ان علماء کا غایت درجہ احترام ہے اور علمی اعتبار سے ہم ان کی گرد راہ کے بھی برابر نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۱۵-۲۱۲ ملخصاً، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند۔

[3] علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۶۴-۲۶۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

[4] عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین ج ۶ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کے خلاف ہے اور اس پر عقلی و نقلی شواہد اور ایرادات بھی ہیں، ہمارے نزدیک جواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ذنب کی نسبت کی ہے اس نسبت کو قائم اور برقرار رکھتے ہوئے ذنب کے معنی میں تاویل کی جائے اور یہ کہا جائے کہ ذنب سے مراد بظاہر خلاف اولیٰ یا بظاہر ترک افضل ہے یا اس سے مراد وہ امور ہیں جن کو آپ اپنے مقام رفیع اور نظر عالی کے اعتبار سے ذنب قرار دیتے تھے اور فی نفسہٖ وہ امور گناہ تھے نہ ترک اولیٰ، ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ ہم نے اس بحث میں ذنب کا ترجمہ "بظاہر خلاف اولیٰ" کیا ہے یا پھر ذنب کا ترجمہ نہیں کیا اور اس کو ذنب ہی لکھا ہے اور قرآن اور حدیث میں جہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذنب کا لفظ وارد ہوا ہم نے اس کے ترجمہ میں "گناہ" لکھنے سے احتراز کیا ہے جبکہ بعض علماء اہل سنت نے ایسے مقامات پر ذنب کا ترجمہ "گناہ" بھی کیا ہے۔

شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کا ترجمہ مشہور ہے اس کے علاوہ بعض دوسرے علماء اہل سنت نے بھی ایسے مقامات پر ذنب کا ترجمہ "گناہ" کیا ہے، البتہ ہمارے نزدیک جب ذنب کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہو تو پھر اس کا ترجمہ گناہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ ان کی عظمت اور عصمت کے منافی ہے اور عوام کے ذہنوں میں تشویش کا موجب ہے۔

اس وضاحت کے بعد ہم پھر اصل بحث کی طرف لوٹ رہے ہیں، اب ہم یہ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کی طرف جو ذنب کی اضافت کی ہے اس اضافت کو بغیر قرینہ اور عقلی مانع کے تبدیل کرنا اور ذنب کو آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی طرف منسوب کرنا، اور اسی طرح اس میں حرف لام کو تعلیل کے لیے قرار دے کر یہ ترجمہ کرنا صحیح نہیں ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے" اب ہم کتب لغت کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ جب غفر کا صلہ حرف لام ہو تو وہ متعدی کرنے کے لیے ہوتا ہے تعلیل کے لیے نہیں ہوتا۔

غفر کے بعد حرف لام کے معنی کی کتب لغت سے تحقیق

کتب لغت میں مذکور ہے کہ غفر حرف لام کے ذکر اور حذف دونوں کے ساتھ متعدی ہوتا ہے غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کو معاف کر دیا، (یہ معنی نہیں ہے اس کے سبب سے معاف کر دیا) اور غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی۔

مولانا غلام رسول رضوی، صحیح بخاری کی ایک حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فقالت عائشۃ: لم تصنع ھذا وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا احب ان اکون عبدًا شکورًا۔

ام المؤمنین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ کس لیے کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں اور آپ مغفور ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار رہوں۔

اس سے پہلی حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

۱ے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب اور بے ضرورت تاویل ناجائز (فصول الاسلام ص ۱۰، مطبوعہ کراچی)۔

فقیل لہ غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔

آپ سے عرض کیا گیا حضور آپ تو مغفور ہیں۔ اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۴۲، مطبوعہ لاہور)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال فغفرہ ای قال غفر اللہ لہ و استغفر اللہ ذنبہ علی حذف الحرف طلب منہ غفرہ۔[1]

غفرہ کا معنی ہے غفر اللہ لہ اور استغفر اللہ ذنبہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ اس استعمال میں لام محذوف ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری لکھتے ہیں:

فغفر لہ ذنبہ واغتفر ذنبہ مثلہ۔[2]

فغفر لہ ذنبہ اور اغتفر ذنبہ کا ایک معنی ہے۔

یعنی غفر حرف لام کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کے حذف کے ساتھ بھی۔

علامہ زبیدی قاموس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

غفرہ یغفرہ سترہ (الی قولہ) غفر اللہ لہ ذنبہ غطی علیہ وعفا عنہ۔[3]

غفرہ (حذف لام کے ساتھ) کا معنی ہے اس پر ستر کیا اور غفر اللہ ذنبہ (حرف لام کے ذکر کے ساتھ) کا معنی ہے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا اور اس کو معاف کر دیا۔

علامہ سعید شرتونی لکھتے ہیں:

غفر الشیء غفر استرہ - اللہ لہ ذنبہ غطی علیہ وعفا عنہ۔[4]

غفر الشیء کا معنی ہے اس پر ستر کیا اور غفر اللہ ذنبہ کا معنی ہے اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی اور اس کو معاف کر دیا۔

لوئیس معلوف لکھتے ہیں:

غفر لہ الذنب غطی علیہ وعفا عنہ و غفر الشیء سترہ۔[5]

غفر لہ الذنب کا معنی ہے اس کی پردہ پوشی کی اور اس کو معاف کر دیا اور غفر الشیء کا معنی ہے اس پر ستر کیا۔

مسلم اور مستند کتب لغت کے حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ غفر کے بعد حرف لام متعدی کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اس کو تعلیل اور سببیت پر محمول کرنا لغت کے خلاف ہے۔ کتب لغت کے حوالہ جات کے بعد اب ہم قرآن مجید کی آیات سے یہ واضح کر رہے ہیں کہ غفر کے بعد حرف لام تعلیل اور سببیت کے لیے نہیں ہوتا۔

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۲ ص ۷۷۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۵۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی اقرب الموارد ج ۲ ص ۸۷۹، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ

[5] لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد ج ۱ ص ۵۵۵، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، طبع ۱۷، ۱۹۶۰ء

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے غفر کے بعد لام کا تعلیل کے لیے نہ ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان

قرآن مجید میں چوتیس مقامات پر مغفرت کا مادہ یعنی ا یغفر اور استغفر وغیرہ کا صلہ حرف لام ہے اور ہر جگہ اس کا معنی معاف کرنا اور بخشنا یا بخشش طلب کرنا ہے اور کسی جگہ بھی یہ لام تعلیل اور سبب کے لیے نہیں ہے۔ سر دست ہم قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کر رہے ہیں اور ان آیات کا ترجمہ ہم اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان سے نقل کر رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱)۔ واستغفر لذنبك (مؤمن: ۵۵) — اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔

سورۂ فتح کی زیر بحث آیت کے ترجمہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے تھا "اور اپنوں کے گناہوں کے سبب سے معافی چاہو۔"

(۲)۔ واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹) — اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

یہ دونوں آیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں ان میں استغفر کے بعد لام ہے اور اعلیٰ حضرت نے یہاں حرف لام کا ترجمہ سببیت کے اعتبار سے نہیں کیا۔

(۳)۔ قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين ○ (اعراف: ۲۳) — دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

یہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوا کی دعا ہے، اگر لام سببیت کے لیے ہوتا تو ترجمہ یوں ہوتا "اگر تو ہمارے سبب سے نہ بخشے"

(۴)۔ رب اغفر لي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنت (نوح: ۲۸) — اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

(۵)۔ ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب۔ (ابراهيم: ۴۱) — اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(۶)۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

والذي اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين۔ (شعراء: ۸۲) — اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

(۷)۔ واغفر لابی انہ کان من الضالین ۔ (شعراء: ۸۶) اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔
یہ منقول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں اگر امام بہیبت کے لیے ہوتا تو آخری دعا کا ترجمہ ہوتا "اور میرے ماں باپ کے سبب سے بخش دے"!

(۸) قال رب اغفرلی ولاخی ۔ (اعراف: ۱۵۱) عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔
یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی تھی۔

(۹)۔ فاغفرلی فغفر لہ ۔ (قصص: ۱۶) تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا۔
یہ آیت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔

(۱۰)۔ فغفرنا لہ ذٰلک ۔ (ص: ۲۵) اور جو رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف کر دیا۔
یہ آیت حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے، اور اس آیت میں حضرت داؤد کی طرف مغفرت کی نسبت کی گئی ہے، اور اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ میں اس نسبت کو برقرار رکھا ہے۔

(۱۱) قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے

ب۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کے ترجمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو گمراہ لکھا ہے، اسی طرح سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۴ کے ترجمہ میں لکھا ہے "جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو" اور سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ کے ترجمہ میں لکھا ہے "اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا" قرآن مجید کی ان آیات میں "اب" کا لفظ وارد ہوا ہے، اور محاورات عرب میں "اب" کا اطلاق چچا پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید کی ایک آیت میں "اب" کا چچا پر اطلاق ہے قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق (بقرہ: ۱۳۳) اس آیت میں حضرت اسماعیل پر بھی "اب" کا اطلاق ہے، حالانکہ وہ فرزندان یعقوب کے چچا تھے۔ سو اسی طرح ان آیات میں بھی حضرت ابراہیم کے چچا پر "اب" کا اطلاق کیا گیا ہے اور چونکہ اردو محاورہ میں چچا پر باپ کا اطلاق نہیں ہوتا اس لیے ان آیات میں "اب" کا صحیح تفسیری ترجمہ چچا ہے، اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ لکھتے ہیں: اہل تواریخ و اہل کتابین کا اجماع ہے کہ آذر باپ نہ تھا سیدنا خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا (شمول الاسلام ص ۱۸، مطبوعہ کراچی) نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں: تمام آباء و امہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن و ثابت ہے، بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا سب کا یہی معتقد مذہب ہے۔ (شمول الاسلام ص ۴۲، مطبوعہ کراچی) اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے ہیں۔ اس لیے وہ بالیقین مومن ہیں، گمراہ بت پرست یا دشمن خدا نہیں ہیں، اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ناموس کا تحفظ ہر چیز اور ہر شخص سے بڑھ کر عزیز نہ ہوتا تو ہم اس امر پر تنبیہ نہ کرتے۔

* * *

ینبغی لاحد من بعدی (ص: ٣٥) یعنی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کی ہیں جن میں غفر، یغفر اور استغفر وغیرہا کے بعد حرف لام مذکور ہے اور یہ لام تعلیل کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجموں سے واضح ہے، اور چونکہ غفر کے بعد لام اللغۃً تعلیل کے لیے نہیں ہوتا اس لیے مفسرین میں سے کسی نے بھی اس لام کو تعلیل کے لیے نہیں قرار دیا، لہٰذا اس لام کو تعلیل کے لیے قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ بعض علماء نے جو اس لام کو تعلیل کے لیے کہا ہے انہوں نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے اس کو تعلیل کے لیے کہا ہے، کیونکہ لغت میں قیاس نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے: ”تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔“

دوسری اہم بات جو ان آیات سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان آیات کے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ایوب، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کو متعلق کیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اس تعلق کو برقرار رکھا ہے اور اس مغفرت کا تعلق ان کی امتوں کے ساتھ نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کا تعلق کرنا ان کی عصمت اور ادب کے منافی نہیں ہے، اور یہ صحیح بھی یہی ہے کہ جبکہ عقلی اور شرعی کوئی مانع نہ ہو تو قرآن مجید میں جس کو جس کے ساتھ متعلق کیا گیا ہو اس تعلق کو اسی کے ساتھ برقرار رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تعلق کو تبدیل نہ کیا جائے، اس لیے صحیح ترجمہ یہ ہے: ”تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے۔“

قرآن مجید کی نظم اور سیاق معانی کے ربط سے آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان

قرآن مجید میں ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبينا ○ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما ○ وينصرك الله نصرا عزيزا ○ (الفتح: ٣-١)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی ○ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے ○ اور آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے ○ اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلاواسطہ پانچ نعمتیں عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے، فتح مبین، مغفرت ذنوب، نعمت پوری کرنا، صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھنا اور قوی مدد فرمانا، اب اگر یہ کہا جائے کہ درمیان میں مغفرت

ف۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: ”اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔“

ذنوب کی ایک نعمت آپ کو نہیں امت کو دی ہے تو اس سے نظم قرآن مختل ہو جائے گی انا فتحنا لک سے ینصرک اللہ تک پانچوں نعمتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خطاب ذکر کر کے خصوصیت سے آپ کو خطاب کیا ہے، اب یہ کہنا کہ اس کلام کے اول اور آخر میں خطاب آپ کو ہے اور اس سے مراد بھی آپ ہیں اور درمیان میں خطاب آپ کو اور مراد اس سے اگلے اور پچھلے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو بے ربط اور سلک معانی کو منتشر کرنا ہے۔

مفسرین کرام اور مستند علماء عظام نے ان پانچوں نعمتوں کا آپ کے ساتھ اختصاص بیان کیا ہے۔

امام بخاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فجئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ فقال لقد انزل علی اللیلۃ سورۃ لھی احب الی مما طلعت الشمس ثم قرأ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے پڑھا انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

علامہ کرمانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لما فیہ من مغفرۃ ما تقدم وما تاخر والفتح والنصر واتمام النعمۃ وغیرھا۔[2]

کیونکہ اس آیت میں آپ کی اگلی اور پچھلی مغفرت، فتح، مدد، اتمام نعمت اور دوسری نعمتوں کا ذکر ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

قال ابن عطاء جمع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ السورۃ نعم مختلفۃ من الفتح المبین وھو من اعلام الاجابۃ والمغفرۃ وھی من اعلام المحبۃ وتمام النعمۃ وھی من اعلام الاختصاص والھدایۃ وھی من اعلام الولایۃ الخ فالمغفرۃ تبرئۃ من العیوب وتمام النعمۃ ابلاغ الدرجۃ الکاملۃ والھدایۃ وھی الدعوۃ الی المشاھدۃ۔[3]

ابن عطاء نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں آپ کے لیے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا، فتح مبین آپ کی مقبولیت کی علامت ہے، مغفرت آپ سے محبت کی علامت ہے، اور اتمام نعمت آپ کی خصوصیت کی علامت ہے اور ہدایت آپ کی ولایت کی علامت ہے، مغفرت سے مراد ہے آپ کو عیوب سے بری رکھنا، اتمام نعمت سے مراد ہے آپ کو درجہ کاملہ پر پہنچانا، اور ہدایت سے مراد ہے آپ کو مشاہدہ کی دعوت دینا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

حق سبحانہ اثبات کرد برائے او تحت فتح مبین و

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے فتح مبین کا ذکر

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ص ۷۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکوکب الدراری ج ۱۰ص ۹۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ص ۴۲، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

بعد ازاں ذکر کرد مغفرت ذنوب را و ذکر کرد بعد ازاں وے اتمام نعمت و اثبات ہدایت و صراط مستقیم و نصر عزیز را پس یقین شد کہ مقصود اثبات ذنوب نیست بلکہ نفی آنست۔ ؎۱

کیا اس کے بعد مغفرت ذنوب کا ذکر کیا، اس کے بعد اتمام نعمت کا ذکر کیا، اس کے بعد ہدایت پر ثابت قدم رکھنے اور غالب مدد کا ذکر کیا، اس سے یقین حاصل ہو گیا کہ اس آیت سے گناہوں کا ثابت کرنا نہیں ان کی نفی کرنا مقصود ہے (یعنی آپ کے گناہ ہیں ہی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلی اور پچھلی زندگی میں معصوم بنا دیا ہے۔)

اس ترجمہ پر دوسرا اشکال یہ ہے کہ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۵ میں مومنین کی مغفرت کا ذکر ہے (لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری الآیۃ) اس کی تفصیل آگے آرہی ہے اب اگر آیت نمبر ۲ (ما تقدم من ذنبک) میں بھی مومنین کی مغفرت مراد ہو تو یہ محض تکرار ہوگا، جب کہ آیت نمبر ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت مراد لی جائے تو پھر تکرار نہیں رہے گا۔

اس ترجمہ پر تیسرا اشکال یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ تمام اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اگر بعض اگلوں اور بعض پچھلوں کی مغفرت مراد لی جائے تو اس میں آپ کی تخصیص نہیں، کیونکہ دوسرے انبیاء اور رسل کے واسطے سے بھی مغفرت ہوگی۔ اس لیے لامحالہ یہ معنی مراد لینا ہوگا کہ "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اکثر اگلوں اور اکثر پچھلوں کے" سو یہ ترجمہ ایک ایسی تاویل پر مبنی ہے جو خود تاویل کا محتاج ہے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

عن انس بن مالک قال لما نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وسلم انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر مرجعه من الحديبية وهم يخالطهم الحزن والكآبة وقد نحر الهدي بالحديبية فقال لقد انزلت علي آية هي احب الي من الدنيا جميعا قالوا يا رسول الله قد علمنا ما يفعل بك فما يفعل بنا فانزلت ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ويكفر عنهم سيأتهم وكان ذلك عند الله فوزا عظيما قال عبد الوهاب في حديثه واصحابه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی "انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر" درآں حالیکہ صحابہ رنج و اندوہ میں مبتلا تھے اور آپ حدیبیہ میں قربانی کر چکے تھے تو آپ نے فرمایا مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے دریا بہتے ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہوں کو مٹا دے اور [illegible] کر

؎۱ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

يخالطون الحزن والكآبة وقال فيه هنيئا مريئا لك يا رسول الله قد بين الله عز وجل ماذا يفعل بك[1]

دے) اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ عبدالوہاب کی سند میں ہے حدیبیہ سے لوٹتے وقت صحابہ غمگین تھے اور صحابہ نے حضور سے کہا یا رسول اللہ! آپ کو خوشی مبارک ہو، اللہ عزوجل نے بتادیا آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اس سند کے علاوہ امام احمد نے اس حدیث کو یزید[2]، بہز[3]، عبدالرزاق[4]، محمد بن بکر[5] اور عفان[6] کی اسانید سے بھی اسی طرح تفصیل سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح تفصیل سے روایت کیا ہے[7]، امام بخاری نے اس کو اختصار سے روایت کیا ہے۔[8]

امام مسلم نے بھی اس کو اختصار سے روایت کیا ہے۔[9]

حافظ ابن کثیر نے اس کو امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی کی اسانید کے ساتھ، اس آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔[10]

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر، امام ابن مردویہ، امام ابونعیم، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن منذر، امام حاکم اور امام سعید بن منصور کے حوالوں سے اس آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔[11]

اس حدیث کو تمام مشہور اور مسلم ائمہ حدیث نے متعدد اسانید اور طرق سے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب آپ نے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کی تلاوت کی تو صحابہ کرام نے کہا یا نبی اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " مسند احمد ج ۳، ص ۱۲۲، " " " " "

[3] " " مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۴، " " " " "

[4] " " مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، " " " " "

[5] " " مسند احمد ج ۳، ص ۱۷۳، " " " " "

[6] " " مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۲، " " " " "

[7] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[8] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۲، ۶۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[9] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷، " " "

[10] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[11] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۶۷، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ

تب آپ نے بعد والی آیت پڑھی جس میں مومنین کی مغفرت کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں یہ صریح نص ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں آپ کے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کا بیان ہے، اگلوں پچھلوں یا امت کے ذنوب کی مغفرت کا ذکر نہیں ہے۔

بعض دیگر احادیث میں بھی اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات قرار دیا گیا ہے،

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: فضلت علی الانبیاء بست لم یعطهن احد کان قبلی، غفر لی ما تقدم من ذنبی وما تاخر واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد کان قبلی، وجعلت امتی خیر الامم، وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا، واعطیت الکوثر، ونصرت بالرعب، والذی نفسی بیده ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامة تحته آدم فمن دونه۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، میرے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، میری امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے، میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور مطہر بنا دیا گیا ہے، مجھے کوثر دیا گیا ہے اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تمہارا پیغمبر قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کا حامل ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

رواه البزار واسناده جید۔[2]

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عکرمة قال سمعت ابن عباس یقول، ان الله عز وجل فضل محمدا صلی الله علیه وسلم علی اهل السماء وعلی الانبیاء قالوا: یا ابن عباس! فما فضله علی اهل السماء قال الان الله عز وجل قال لاهل السماء: ومن یقل منهم انی اله من دونه فذلک

عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام نبیوں پر فضیلت دی ہے لوگوں نے کہا اے ابن عباس! آسمان والوں پر آپ کی فضیلت کی کیا دلیل ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے متعلق فرمایا: اور فرشتوں میں

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۴۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ
[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

نجزیه جهنم کذالك نجزی الظّٰلمین ، وقال الله تعالٰی لمحمد صلی الله علیه وسلم انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر قالوا یا ابن عباس ما فضله علی الانبیاء ؟ قال ، لان الله تعالٰی یقول : وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه وقال الله لمحمد صلی الله علیه وسلم وما ارسلناك الا كافة للناس فارسله الله عز وجل الی الانس والجن۔[1]

سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں، تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے، اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں" اور اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا: "بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی، تاکہ اللہ تعالٰی آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب یعنی (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے" لوگوں نے کہا اے ابن عباس! حضور کی انبیاء پر کیا فضیلت ہے، انہوں نے کہا کیونکہ اللہ تعالٰی انبیاء کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے، اور اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا ہے، سو آپ کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو یعلی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔[2]

حافظ نور الدین الہیثمی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر الحکم بن ابان وهو ثقة ورواه ابویعلی باختصار کثیر۔[3]

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں ماسوا حکم بن ابان کے اور وہ بھی ثقہ ہے، امام ابو یعلی نے بھی اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو شیخ ولی الدین عراقی[4] اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔[5]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد فی قوله عز وجل نافلة لك قال : لم تكن النافلة لاحد الا للنبی

"نفل آپ کی خصوصیت ہے" اس کی تفسیر میں مجاہد نے بیان کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لیے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۶ - ۴۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] امام ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ ھ، مسند ابو یعلی موصلی ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ ھ
[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۴ - ۲۵۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ
[4] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی
[5] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ج ۴ ص ۲۹، مطبوعہ مکۃ المکرمہ۔

صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ من اجل انہ قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فما عمل من عمل مع المکتوبۃ فھو نافلۃ سوی المکتوب من اجل انہ لا یعمل ذلک فی کفارۃ الذنوب والناس یعملون ما سوی المکتوبۃ فی کفارۃ ذنوبھم فلیس للناس نوافل انما ھی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ۔[1]

نفلی عبادت زائد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی ہے، اس لیے آپ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ نفل یعنی زائد از ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ باقی لوگ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، لہٰذا لوگوں کی کوئی عبادت نفل یعنی زائد نہیں ہے، عبادت کا نفل (زائد) ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

وذکر وھب بن منبہ فی قصۃ داؤد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما اوحی الیہ فی الزبور یا داؤد انہ سیاتی من بعدک نبی یسمی احمد ومحمد صادقا سیدا لا اغضب علیہ ابدا ولا یغضبنی ابدا وقد غفرت لہ قبل ان یعصینی ما تقدم من ذنبہ وما تاخر وامتہ مرحومۃ الحدیث۔[2]

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ میں ذکر کیا کہ زبور میں ان کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ اے داؤد! آپ کے بعد ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا وہ صادق اور سید ہوں گے، میں ان پر کبھی ناراض ہوں گا نہ وہ کبھی مجھ سے ناراض ہوں گے، میں نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو ارتکاب سے پہلے ہی معاف کر دیا ہے اور ان کی امت پر رحمت کی گئی ہے۔

ان تمام احادیث میں تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے سو یہ کہنا کہ یہ مغفرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کو حاصل ہوئی ہے، ان تمام احادیث کے خلاف ہے۔

آثارِ صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرتِ ذنوب کے تعلق کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک یقول جاء ثلاثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا فقالوا واین نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غفر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں تین صحابی آئے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب ان کو خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ″ ″ ″ ″ ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۰، ″ ″ ″

له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فقال احدهم اما انا فانی اصلی اللیل ابداً وقال آخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال آخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا اما والله انی لاخشاکم لله واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔[1]

علیہ وسلم! آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے، ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا دوسرے نے کہا میں تمام عمر روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا تم لوگوں نے ایسے ایسے کہا ہے؟ سنو! بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی کھاتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور ازواج سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ یہ تین صحابی، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔[2] یہ حدیث مشکوٰۃ ص ۲۷ پر بھی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس آیت میں مغفرت ذنوب کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وحال آنکہ بہ تحقیق آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مراورا آنچہ پیش گذشتہ از گناہان او و آنچہ پس آمدہ او را گنجائش دارد کہ کم کند عبادت بخلاف ماکہ محتاجیم بآمرزیدہ شدن گناہان و ندانستند آن عزیزاں و نیک نگریستند کہ اندک عبادت از حضرت وے صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر از ہر بیش است از جہت کمال معرفت و وفور حضور و تمام احسان وے در عبادت و نیز آں از جہت وفور رحمت و کمال شفقت او ست بر امت و در وے تعلیم رعایت حقوق نفس و اہل و عیال است و نیز استقامت در رعایت اعتدال و ادامت عمل است و لہذا باشد کہ تکثیر و افراط در عمل بنقترو

حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کر دیے ہیں اس لیے آپ کے لیے یہ گنجائش ہے کہ آپ کم عبادت کریں، اس کے برخلاف ہم گناہوں کی بخشش کے محتاج ہیں، ان بزرگوں نے اس پر توجہ نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کم عبادت بھی ہر ایک کی بڑی سے بڑی اور زیادہ سے زیادہ عبادت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ کو جو اللہ کی کامل معرفت حاصل ہے اور جس طرح آپ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا جمال آپ کے سامنے ہوتا ہے وہ کسی اور کے لیے متصور نہیں ہے نیز کم

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

وطال گردد وجہ توجیہ غفران ذنوب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ قرآن مجید بداں ناطق است اقوال است بہترین اقوال آنست کہ ایں کلمہ تشریف است مر آں حضرت را از جانب حق تعالی بے آں کہ ذنب وجود داشتہ باشد چنانکہ صاحب مر بندہ خود را بگوید کہ گناہان ترا بخشیدیم تو فارغ البال باش و ہیچ اندیشہ مکن اگرچہ آں بندہ گناہ نداشتہ باشد و توجیہ مشہور آنست کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ [1]

عبادت کرتے ہیں امت پر رحمت اور شفقت بھی ملحوظ تھی تاکہ امت کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کی تعلیم دی جائے اور اعتدال اور توازن کی رعایت کی تربیت کی جائے تاکہ ہمیشہ عمل کیا جا سکے، کیونکہ اکثر و بیشتر زیادہ عبادت کرنے سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنوب کی مغفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی متعدد توجیہات ہیں بہترین توجیہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے تعظیم اور تشریف کا کلمہ ہے، بغیر اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گناہ ہو، جس طرح مالک اپنے غلام سے کہتا ہے: میں نے تمہارے گناہ بخش دیے ہیں اب تم فارغ ہو کوئی فکر نہ کرو، خواہ اس غلام کا کوئی گناہ نہ ہو، اور اس آیت کی مشہور توجیہ یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ یعنی ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہوں کے درجہ میں ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ روزے میں اپنی ازواج کا بوسہ لیتے ہیں تو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

فقال یا رسول اللہ! قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ انی لاتقاکم للہ واخشاکم لہ۔ [2]

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالی نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہوں۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا کوئی شخص حالت جنابت میں روزہ کی نیت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات تاخیر کی وجہ سے) ایسا کرتا ہوں۔ اس پر اس صحابی نے کہا:

فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال

اس صحابی نے کہا: یا رسول اللہ آپ تو ہماری مثل نہیں ہیں! اللہ تعالی نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ، اشعۃ اللمعات ج ١ ص ١٢٨ - ١٢٧، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ١ ص ٣٥٢، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

واللہ انی لارجوان اکون اخشاکم للہ و اعلمکم بما اتقی۔ [1]

کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا یارسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو (بہت) قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے، حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اتنا قیام کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس آیت میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ نہیں تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا اعلان آپ کی عظیم خصوصیت ہے

سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کر دیا ہے، قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلہ میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے اور صرف آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے، لیکن آپ کی یہ خصوصیت صرف اسی وقت ہو گی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا اس کو برقرار رکھا جائے اور اس کو تسلیم کیا جائے اور اگر بغیر کسی عقلی اور شرعی استحالہ کے اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تعلق کو بدل کر اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق کیا تو پھر اس مغفرت کلی کا قطعی اعلان اگلوں اور پچھلوں کے لیے ہو گا، حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں ہو گا، اور مغفرت کلی کا قطعی اعلان آپ کی خصوصیت نہیں رہے گا اور یہ حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، 〃 〃 〃 〃

اس کی مغفرت کے اعلان کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے:

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی حاتم وعثمان بن سعید الدارمی فی (کتاب الرد علی الجهمیة) عن عبادة بن الصامت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج فقال ان جبرائیل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمة اللہ التی انعم بها علیک فبشرنی بعشر لم یؤتها نبی قبل ان اللہ بعثنی الی الناس جمیعا وامرنی ان انذر الجن و تعالی بکلامه وانا ابی قد اوتی داؤد الزبور وموسی الالواح وعیسی الانجیل وغفر لی ما تقدم من ذنبی وما تاخر الحدیث [1]

امام ابن ابی حاتم اور امام دارمی اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا باہر جائیے اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو بیان فرمائیے پھر مجھے دس ایسی نعمتوں کی بشارت دی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا (۲) مجھے جنوں کے لیے نذیر بنایا (۳) حضرت داؤد کو زبور، حضرت موسیٰ کو (تورات کی) الواح اور حضرت عیسیٰ کو انجیل دی گئی اور حالانکہ میں ان سے افضل ہوں پھر بھی اللہ نے مجھے اپنے کلام سے نوازا (۴) اور میرے اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی الحدیث۔

تمام مسالک کے مستند علماء نے اس مغفرت کلی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کے حق میں عظیم نعمت قرار دیا ہے، حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

قوله تعالی (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر) هذا من خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم التی لا یشارکه فیها غیره اذ لیس فی حدیث صحیح فی ثواب الاعمال لغیره غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر، وهذا فیه تشریف عظیم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]

اللہ تعالیٰ کا یہ قول "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے کسی عمل کے ثواب کے متعلق کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں آیا کہ اس کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب کی مغفرت کر دی گئی، اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور فضیلت ہے۔

علامہ یوسف نبہانی، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی کے رسالہ "القول المحرر" سے علامہ عزالدین ابن عبد السلام کا کلام نقل کرتے ہیں:

ان اللہ تعالی اخبره انه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر ولم ینقل انه تعالی اخبر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دے دی ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں)

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

احدًا من الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام بمثل ذٰلک بل الظاہر انہ سبحانہ وتعالٰی لم یخبرہم لان کل واحد منہم اذا طلبت منہ الشفاعۃ فی الموقف ذکر خطیئتہ التی اصاب وقال نفسی نفسی ولو علم کل واحد منہم بغفران خطیئتہ لم ینکل منہا فی ذٰلک المقام واذا استشفعت الخلائق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذٰلک الموقف قال انا لہا۔[1]

کی مغفرت کر دی گئی ہے، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام میں سے اور کسی کو بھی یہ خبر دی ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے اور کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی کیونکہ جب حشر کے دن انبیاء سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی کو اپنی (ظاہری) اخطاء یاد آئے گی اور وہ نفسی نفسی کہیں گے اگر ان میں سے کسی کو بھی اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کا انکار نہ کرتا اور جب تمام لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے "میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں لکھتے ہیں:

واز آں جملہ آنست کہ آمرزیدہ شد آں حضرت علیہ السلام را ما تقدم من ذنبہ وما تاخر، شیخ عز الدین بن عبدالسلام گفتہ رحمہ اللہ تعالٰی از خصائص آں حضرت ست کہ خبر دادہ شد اورا در دنیا بمغفرت ونقل کردہ نشد کہ حق تعالٰی خبر داد ہیچ یکے را از انبیاء بمانند ایں تا آنکہ گویند روز قیامت نفسی نفسی انتہٰی یعنی اگرچہ ہمہ انبیاء مغفور اند وتعذیب انبیاء جائز نیست ولیکن بہ تصریح خبر دادہ نشد ہیچ یکے را بایں فضیلت وا ظہار کردہ نشد بداں وتصریح آں مخصوص بحضرت محمد است صلی اللہ علیہ وسلم کہ از غم واندیشہ خود فارغ شدہ بخاطر جمع بحال امت مے پرداز ودر شفاعت در مغفرت ذنوب ورفع درجات ایشاں میکوشد۔[2]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام متقدم اور مؤخر ذنوب کو بخش دیا گیا ہے، شیخ عز الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کو دنیا میں مغفرت کی خبر دے دی گئی ہے اور اللہ تعالٰی نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی ہے اسی وجہ سے وہ قیامت کے دن نفسی نفسی کہیں گے (علامہ عز الدین کی عبارت ختم ہوئی، اس کے بعد شیخ محقق لکھتے ہیں:) یعنی اگرچہ تمام انبیاء مغفور ہیں اور انبیاء کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے، لیکن اللہ تعالٰی نے اس کی صراحۃً خبر نہیں دی اور کسی نبی کو بھی اس فضیلت کی خبر نہیں دی، اور مغفرت کی تصریح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ آپ اپنے متعلق تشویش سے فارغ ہو کر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

1۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار ج ۳ ص ۲۱۲ - ۲۱۳، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ مصر

2۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۲۵ - ۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

پس گفتہ شد مر آں حضرت را چرا اے چنیں میکنی ایں ہمہ ریاضت و میکشی ایں ہمہ تعب و عنا و حالانکہ آمرزیدہ شدہ است برائے تو ہمہ گناہان تو آنچہ پیش رفتہ و آنچہ پس آمدہ گفت اگر گناہان حبہ بخشیدہ باشد آیا پس نباشم من بندہ شکر گزیندہ بر نعمت ہائے حق خصوصاً ایں نعمت عظیم کہ مغفرت ذنوب است۔ [1]

پس آں حضرت سے عرض کیا گیا کہ آپ عبادت و ریاضت میں اس قدر کوشش و تھکاوٹ کو کیوں اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ کے تمام گناہ (یعنی ترک افضل یا خلاف اولیٰ) بخش دیئے گئے ہیں خواہ وہ پہلے کے ہوں یا بعد کے! آپ نے فرمایا اگر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں تو کیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے والا نہ بنوں! خصوصاً مغفرت ذنوب کی اس عظیم نعمت پر!

یہ حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے اور مشکوٰۃ ص ۱۰۷-۱۰۸، مطبوعہ دہلی اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶ مطبوعہ کراچی میں مذکور ہے۔

مغفرت کی خصوصیت پر ایک معارضہ کا جواب

مستند فقہائے اسلام کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا قطعی اعلان ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی عظیم نعمت اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے جس عام امتی اور صحابہ کی بات چھوڑیں اولوالعزم انبیاء اور رسل میں سے بھی کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بھی ہم نے اس دلیل کا اختصاراً ذکر کیا ہے اس پر بعض لوگوں نے یہ معارضہ کیا کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اسی دنیا ہی میں مغفرت کی نوید نہیں سنا دی گئی!

الجواب عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مغفرت کی نہیں جنت کی نوید دی گئی ہے، لیکن جنت کی بشارت اور شے ہے اور مغفرت کی نوید اور چیز ہے اور ثانیاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کو مغفرت کی نوید سنائی ہے لیکن یہ نوید بہر حال خبر واحد سے ثابت ہے اور ظنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا اعلان قرآن مجید میں ہے اور قطعی ہے اور اس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے [2]

علماء اہل سنت کی عبارات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فیأتونہ فیقول لست ھناکم ایتوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقد غفر لہ

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس وقت تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا تم

۱؎ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۲۰، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

۲؎ دخول جنت کی نوید مغفرت کلی کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ ہر مومن جنت میں جائے گا، البتہ دخول جنت کی شخصی بشارت ایمان پر خاتمہ کو مستلزم ہے اور نفس مغفرت کی نوید بھی ابتداءً جنت میں دخول کو مستلزم نہیں ہے، البتہ مغفرت کلی کی بشارت میں ابتداءً جنت دخول کو مستلزم ہے اور اس کی شخصی بشارت پوری کائنات میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ آپ کی منفرد فضیلت اور عظیم خصوصیت ہے۔

ما تقدم من ذنبہ وما تاخر [۱]

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کردی گئی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس مے آیند عیسیٰ را پس مے گوید عیسیٰ من نیستم اہل ایں کار و لیکن بیاید محمد را صلے اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مر او را ہر چہ پیش گذشتہ از گناہان وے و ہر چہ پس آمدہ۔ [۲]

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں اس کام کا اہل نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے تمام گناہ (یعنی ترک افضل) بخش دیے ہیں خواہ پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

اور علامہ فضل حق خیر آبادی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس بیایند بہ عیسیٰ علیہ السلام پس بگوید برائے شفاعت نیستم لیکن بر شما لازم است کہ بروید بہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مر او را از گناہان پیشیں و پسین او۔ [۳]

علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی اس عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لیے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کر دیے ہیں۔ [۴]

مولانا غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمہاری شفاعت کروں تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، اللہ تعالےٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ [۵]

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[۲] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۸۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[۳] علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء، تحقیق الفتویٰ ص ۳۲۱ - ۳۲۰، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ

[۴] علامہ عبدالحکیم شرف قادری، نقشبندی، ترجمہ تحقیق الفتویٰ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ

[۵] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱۰ ص ۴۰۴، اسجد ہ پرنٹرز

[۲] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ غلام رسول رضوی اور بعض دیگر علماء اہل سنت نے ان مواقع پر جو ذنب کا ترجمہ گناہ کیا ہے اس سے ہم کو اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک جب ذنب کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو تو پھر اس کا ترجمہ خلاف اولیٰ یا اجتہادی خطاء کے ساتھ کرنا چاہیے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا اور ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں تشویش ہوگی، اور ہمارے عرف میں گناہ کا لفظ ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اعلیٰ حضرت کی عبارت میں لیغفر لک اللہ الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کیساتھ تعلق

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز سورۂ شعراء میں حضرت ابراہیم سے متعلق اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین۔ (شعراء: ۸۲) اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

اس آیت کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خطاؤں کی نسبت کی ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم بھی نبی معصوم ہیں، سو اگر لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت کرنا آپ کی عصمت اور ادب کے منافی ہے تو اس آیت میں آپ کے جد کریم حضرت ابراہیم کی طرف خطا کی نسبت کرنا بھی عصمت اور ادب کے منافی ہوگا، اور اگر اس آیت میں خطاء کو معنی خلاف اولیٰ ہے کہ حضرت ابراہیم کی طرف خطاء کی نسبت جائز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے لیے مستعمل نہیں ہے اسلیے اس لفظ سے عصمت کے خلاف وہم پیدا ہوگا۔ اس لیے ان مواقع پر ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جن بزرگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے اعتقاد کے باوجود ذنب کا ترجمہ گناہ کیا وہ ان کے علمی تسامح پر محمول ہے۔

ایک علمی مذاکرہ میں بعض افاضل نے قرآن مجید کی اس آیت سے مجھ پر معارضہ کیا:

ید اللہ فوق ایدیھم۔ (فتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور یہ کہا کہ پھر ید کا ترجمہ "ہاتھ" نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک اور منزہ ہے اور اس ترجمے سے عام مسلمانوں کا ذہن مشوش ہوگا، اس لیے "ید" کے ترجمے میں "ید" کو ذکر کیا جائے یا پھر قدرت اور غلبہ کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے ید (ہاتھ)، ساق (پنڈلی) اور وجہ (چہرہ) پر مشتمل جو آیات ہیں یہ سب آیات متشابہات ہیں، ان کا معنی ہمیں معلوم ہے اور ان کی مراد صرف اللہ عزوجل کو معلوم ہے اس لیے ہم ان آیات کے ترجمہ میں ان الفاظ کے معانی ذکر کریں گے اور ان کی تفسیر میں یہ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے منزہ ہے اور ہاتھ، پنڈلی اور چہرے سے اس کی کیا مراد ہے یہ وہی جانتا ہے، اس کے برخلاف جن آیات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف ذنب یا معصیت کی نسبت ہے وہ آیات متشابہات میں سے نہیں ہیں اور بر تقدیر تنزل، دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو واضح معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا عقیدہ رکھنا کفر ہے اس لیے جب ید اللہ کا ترجمہ "اللہ کے ہاتھ" کیا جائے گا تو کسی مسلمان کا ذہن اس ترجمہ سے اللہ تعالیٰ کی جسمیت کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اس کے برخلاف جب ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے گا تو اس سے معروف گناہ کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کی گنجائش ہے کیونکہ شافعیہ اور معتزلہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے سہوا صغیرہ کا صدور بھی جائز ہے (دیکھیے شرح مقاصد ج ۵ ص ۲۲۳) ہر چند کہ محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغیرہ اور کبیرہ کسی قسم کے گناہ کا صدور نہیں ہوتا۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ادب کا یہ تقاضا ہے کہ جب کسی آیت یا حدیث میں ان کے متعلق ذنب کا لفظ ہو تو اس کا ترجمہ گناہ نہ کیا جائے۔

ت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "میری خطائیں" فرمانا تواضع اور انکسار ہے، ورنہ نبی سے خطاء سرزد نہیں ہوتی۔

ہے تو لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر میں بھی ذنب کو بمعنی خلاف اولیٰ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کا تعلق جائز ہوگا اور یہ لفظ خلاف عصمت اور منافی ادب نہیں ہوگا۔ نیز اعلیٰ حضرت نے خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق کیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ گنگوہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کیا، کہ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (بہ خدا میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ ترجمہ از سعیدی غفرلہ)۔

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

خود قرآن عظیم واحادیث صحیحہ، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیت کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔ اتری یعنی تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ صحابہ نے عرض کی: ھنیئا لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے یہ تو صاف صاف فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا، اس پر یہ آیت اتری لیدخل المؤمنین (الی قولہ تعالیٰ) فوزا عظیما۔ تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے ہاں بڑی مراد پانا ہے، یہ آیات اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل شہیر الیسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔ [1]

اعلیٰ حضرت نے اس عبارت میں یہ تصریح کر دی ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نہ کہ امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ۔

حضرت صدر الافاضل کی عبارت میں لیغفر لک اللہ الایۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق

قرآن مجید میں ہے:

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (احقاف: ۹)	اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (کنز الایمان)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت منسوخ ہے، مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال یکساں ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔ نازل فرمائی، صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتھا الانھر اور یہ آیت نازل ہوئی: بشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا۔

[1] اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، انباء المصطفیٰ ص ۹۔۸، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

کر اللہ نے بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا اور مومنین کے ساتھ کیا۔

حضرت صدر الافاضل کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نہ کہ امت اور اگلے پچھلوں کے ساتھ۔

حضرت مفتی احمد یار خاں کی عبارت میں لیغفر لک اللہ الایۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق

مفتی احمد یار خاں سورہ حقاف کی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رب فرماتا ہے: لیغفر لک اللہ ما تقدم الخ اور صحابہ کے لیے فرماتا ہے وکلا وعد اللہ الحسنی۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان)

مفتی احمد یار خاں نے جاء الحق میں اس کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

جب یہ آیت وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (احقاف: ۹) نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے، ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا ان کو بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری: لیغفر لک اللہ ما تقدم الآیۃ۔ پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو کہ آپ کے ساتھ ہوگا، ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں الآیۃ (الی قولہ) یہ حضرت انس اور قتادہ وعکرمہ کا قول ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت (یعنی وما ادری ما یفعل بی ولا بکم) اس آیت (یعنی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) سے پہلے کی ہے جب کہ حضور کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی، مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (الی قولہ) آیت ما ادری کو ابن عباس وانس بن مالک رضی اللہ عنہم نے انا فتحنا لک سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر، در منثور، روح البیان)[1]

مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ نے یہاں اس تفسیر میں یہ تصریح کر دی ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ نہیں ہے۔

دو ترجموں میں سے راجح ترجمہ کا بیان

ہم نے اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل اور مفتی احمد یار خاں رحمہم اللہ کی صریح عبارت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی احمد یار خاں نے دوسرے مقامات پر اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے" ایک ترجمہ میں مغفرت کا تعلق حضور کے ساتھ اور دوسرے ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ ہے، یہ دونوں ترجمے متصادم اور متضاد ہیں اور دونوں کو مراد نہیں لیا جا سکتا، اب ان میں سے کون سا ترجمہ صحیح ہے اور کون سا غلط ہے اور کس ترجمہ کو برقرار رکھا جائے گا اور کس ترجمہ کو ترک کیا جائے گا

---

[1] مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، جاء الحق ص ۴۹، مطبوعہ پنجاب الیکٹرک پریس گجرات بار دوم

اس کا جواب یہ ہے کہ جس ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ لغت، قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق، نظم قرآن، احادیث، آثار اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے اس لیے وہی ترجمہ صحیح ہے جس میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کے مطابق بھی یہی ترجمہ ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا قرآن مجید میں اور کسی نبی کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان نہیں کیا گیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے، چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مغفرت کی نوید نہیں سنائی گئی اس لیے وہ مغفور ہونے کے باوجود قیامت کے دن اپنے متعلق فکر مند ہوں گے اور پہلی مرتبہ شفاعت سے گریز کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ دنیا میں مغفرت کلی کی بشارت دے دی گئی ہے اس لیے آپ پہلی بار ہی تسلی سے شفاعت فرمائیں گے۔

زیر بحث ترجمہ پر بحث سے مصنف کا نقطۂ نظر

ہم نے سورۂ فتح کی مذکور الصدر آیت کے ترجمہ پر جو اس قدر تفصیل سے بحث کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ ہم اپنے اکابر علماء کے تراجم کی غلطیاں نکال رہے ہیں اور سوء ادب کے مرتکب ہو رہے ہیں بلکہ ہماری اس تحقیق کو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے طریقہ کی اتباع پر محمول کرنا چاہیے، جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنے اکابر کی علمی غلطیوں پر گرفت کی اور اس کو تطفل سے تعبیر فرمایا سو اس معاملہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے نیز تحقیق اور تفحص کے دروازے بند نہیں ہوئے ہیں، اگر ہمیں اپنے اکابر کی عبارات میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے تو ہمیں فراخ دلی اور وسیع النظری کے ساتھ یہ مان لینا چاہیے کہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، اور یہی حق پرستی کی علامت ہے، ہمیں آج تک اپنے مخالفین سے یہ گلہ رہا ہے کہ وہ اپنے اکابر کی غلط عبارات کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور غلط اور بے جا تاویلات کر کے ان عبارات کو صحیح بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ چیز اکابر پرستی ہے، حق پرستی نہیں ہے۔

ہم نے اپنے اکابر کے جس ترجمہ پر تنبیہ کی ہے وہ ترجمہ ہر چند کہ لغت، اسلوب قرآن، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ، مستند علماء کے اقوال اور خود ان اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے، لیکن اس کو زیادہ سے زیادہ خلاف تحقیق کہا جا سکتا ہے یا علمی تسامح پر محمول کیا جا سکتا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں، اس ترجمہ کی اصل عطاء خراسانی اور شیخ مکی کے اقوال میں موجود ہے، ہمارے علماء نے حسن نیت اور خوش عقیدگی کی بناء پر یہ ترجمہ اختیار کیا، اگرچہ اس ترجمہ کی بنیاد کمزور اور غلط ہے لیکن ان مترجمین کی نیت بہر حال مستحسن اور محمود تھی اللہ تعالیٰ ان محترم ہستیوں کی مغفرت فرمائے، اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)۔

کسی مسلم بزرگ ہستی، مستند عالم دین، بلند پایہ محقق اور مایہ ناز فقیہ اور محدث سے اگر کوئی ایک آدھ علمی فروگذاشت ہو جائے تو اس سے ان کی جلالت علمی اور قدر و منزلت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، بلکہ وہ بدستور آسمان علم کے آفتاب نصف النہار ہی رہتے ہیں اور علماء اور فقہاء کے ایسے تسامحات کی مثالیں خیر القرون سے لے کر عہد حاضر تک کے سب محققین اور مجتہدین کے ہاں مل جائیں گی اور اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک دقیع دفتر تیار ہو جائے گا۔

تلک الغرانیق العلیٰ سے اعتراض کا جواب

امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے

آپ نے سورۂ نجم پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے افرءیتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخری (نجم: ۲۰۔۱۹) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے تلک الغرانیق العلی الشفاعۃ منہم ترتجی۔ "یہ بلند مرتبہ بت ہیں ان کی شفاعت متوقع ہے" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ (حج: ۵۲)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں کچھ القاء کر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مستحکم کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو، یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے۔[1]

علامہ ہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا، اس حدیث میں ہے:

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افرءیتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخری پڑھا تو شیطان نے تولا کا ذکر ڈال دیا اور کہا "انہم من الغرانیق العلی وان شفاعتہن لترتجی۔" یہ کلمات شیطان کے بنائے ہوئے تھے اور اس کے فتنہ میں سے تھے، یہ کلمات ہر مشرک کے دل میں جاگزیں ہو گئے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور انہوں نے خوش ہو کر کہا محمد اپنے اور اپنی قوم کے دین کی طرف لوٹ گئے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ النجم کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مسلمان اور مشرک نے سجدہ کیا۔ (الیٰ قولہ) شام کو آپ کے پاس جبرائیل آئے اور آپ سے اس واقعہ کی شکایت کی، آپ نے جبرائیل کو پڑھنے کا حکم دیا، جب وہ ان کلمات پر پہنچے تو انہوں نے ان کلمات سے برأت کا اظہار کیا اور کہا معاذ اللہ ان کلمات کو میرے رب نے نازل کیا نہ مجھے ان کے پہنچانے کا حکم دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ کو اس کا رنج ہوا اور آپ نے فرمایا: اطعت الشیطان وتکلمت بکلامہ وشرکنی فی امر اللہ (اطعت الشیطان؟) میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کلام کو پڑھا اور اس نے مجھے اللہ کے امر میں شریک کیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس القاء کو منسوخ کر دیا اور آپ پر یہ آیت نازل کی:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ (حج: ۵۲)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں القاء کر دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو منسوخ کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے القاء سے بری کر دیا تو مشرکین اپنی دشمنی اور گمراہی کی

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۷۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

طرف پھر لوٹ گئے۔ [1]

ان روایات کی بناء پر بعض اکابر نے سورۂ حج کی اس آیت کا حسب ذیل ترجمہ کیا ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله ايته.

(حج: ۵۲)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے، کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ ایسی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے، اور سننے والے اس کی آواز کو آپ کی آواز قرار دیں، اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اٹھ جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا ارشاد نہ ہو بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو، نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل بن کر نہیں آسکتا، اور جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ نیند میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے، امام ابو منصور ماتریدی، امام بیہقی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ قسطلانی، علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین علماء نے اس روایت کو مسترد کر دیا ہے،

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے، ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے، اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو ان عجیب و غریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ واقعہ بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا، جب کہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے، پھر صرف حضرت ابن عباس سے ہی یہ واقعہ کیوں مروی ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی [2] تو کیا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق جب (معاذ اللہ) شیطان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات (تلك الغرانيق العلى) کہلوا لیے اور حضرت جبرائیل نے آکر کہا آپ نے وہ کلمات پڑھے جو اللہ نے نازل نہیں کیے تو آپ رنجیدہ ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے سورۂ حج کی یہ آیت [3] کئی سال بعد نازل فرمائی، یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے اور اس روایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اس روایت میں ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبرائیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۷۲-۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۰۴، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمداً، خطاءً، نسیاناً اور سہواً کسی طرح کی غلطی نہیں ہو سکتی، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس روایت کے بموجب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات صادر ہو گئے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ شیطان کو کسی انسان پر یہ غلبہ نہیں ہے کہ وہ جبراً کسی سے کوئی کام کرا لے، قرآن مجید نے شیطان کا یہ اعتراف بیان کیا ہے:

وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ (ابراھیم: ۲۲)

اور مجھے تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا مگر میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔

اور جب شیطان عام انسان سے جبراً کوئی کام نہیں کرا سکتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات کیسے کہلوا سکتا ہے! ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

جن علماء نے اس روایت پر مبنی ترجمہ کیا ہے، انھوں نے سورۂ حج کی اس آیت میں تمنّیٰ کا معنیٰ "پڑھا" کیا ہے، اور جن علماء نے اس باطل روایت کو مسترد کر دیا ہے انھوں نے تمنّیٰ کا معنیٰ "آرزو کی، یا تمنا کی" کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ونفرستادیم پیش از تو ہیچ فرستادہ ونہ ہیچ صاحب وحی الا چوں آرزو کرد بخاطر بست افگند شیطان چیزے در آرزوئے وے پس دور مے کند خدا آنچہ شیطان انداختہ است باز محکم مے کند آیات خود را۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا، ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اس کی کے، پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ نشانیاں اپنی کو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمنّیٰ کا معنیٰ "پڑھا" کرنا صحیح بخاری کی اس حدیث پر مبنی ہے:

وقال ابن عباس فی امنیتہ اذا حدث القی الشیطٰن فی حدیثہ فیبطل اللہ ما یلقی الشیطان ویحکم ایاتہ ویقال امنیتہ قراءتہ[1]

حضرت ابن عباس نے امنیتہ کی تفسیر میں کہا جب آپ بات کرتے تو شیطان آپ کی بات میں کچھ ڈال دیتا، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر دیتا اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا، امنیتہ کا معنی ہے اس کا پڑھنا۔

یہ امام بخاری کی (سند کے ساتھ) روایت نہیں ہے، انھوں نے بغیر سند کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب قول کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق امام بخاری کی تعلیقات میں شدید ترین ضعیف احادیث بھی ہیں۔

حافظ بدر الدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

فانہ قد قامت الحجۃ واجمعت الامۃ

اس قسم کے واقعہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

على عصمته صلى الله عليه وسلم ونزاهته عن مثل هذه الرذيلة وحاشاه عن ان تجرى على قلبه او لسانه شيء من ذلك لا عمدا ولا سهوا او يكون للشيطان عليه سبيل او ان يتقول على الله عز وجل لا عمدا ولا سهوا والنظر والعرف ايضا يحيلان ذلك لو وقع لارتد كثير ممن اسلم ولم ينقل ذلك ولا كان يخفى على من كان بحضرته من المسلمين[1]

اور نزاہت پر دلیل قائم ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے، آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے دل یا زبان پر ایسی کوئی چیز بھی جاری ہو، عمداً نہ سہواً، یا شیطان کسی طرح سے آپ پر کوئی سبیل نکال سکے یا آپ اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں، عمداً نہ سہواً، عقل اور عرف کے نزدیک بھی یہ واقعہ محال ہے، اگر یہ واقعہ ہوتا تو بکثرت مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے اور آپ کے پاس جو مسلمان تھے ان سے یہ واقعہ مخفی نہ رہتا۔

تنویر المقباس، جامع البیان، کشاف، مدارک، روح البیان، جلالین، در منثور، جمل، تفسیر مظہری اور تفاسیر شیعہ میں سے تبیان، مجمع البیان اور قمی میں ان روایات پر اعتماد کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ والنجم کی آیات تلاوت کر رہے تھے تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات کہلوا دیے تلک الغرانیق العلی ان شفاعتهن لترتجی اور سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا تو جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا۔ اس کے برخلاف الجامع لاحکام القرآن قرطبی، احکام القرآن لابن العربی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ثعالبی، احکام القرآن للجصاص، غرائب القرآن و رغائب الفرقان، زاد المسیر، فتح البیان اور تفسیر منیر میں ان روایات کو مسترد کر دیا ہے اور تسہیل تنزیل ان کی یہ توجیہ کی ہے کہ جب آپ نے تلاوت کے دوران وقفہ کیا تو شیطان نے آپ کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر اس وقفہ میں یہ کہا تلک الغرانیق العلی ان شفاعتهن لترتجی اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں اور تفسیر مراغی، نظم الدرر اور تفسیر بیضاوی نے سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول یا نبی کو بھیجا اور اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کے سننے والوں کے دلوں میں اس تلاوت کے خلاف شبہات ڈال دیے اور البحر المحیط، تفسیر بیضاوی، خفاجی، تفسیر ابو سعود، خازن، روح المعانی، تفسیر کبیر، الاساس فی التفسیر، المحرر الوجیز، اضواء البیان، تفسیر قاسمی، الجواہر للطنطاوی، فی ظلال القرآن، فتح القدیر اور تفاسیر شیعہ میں سے منہج الصادقین اور تفسیر نمونہ میں ان روایات کو بکثرت دلائل سے مسترد کر دیا ہے اور سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا اور اس نے (اپنی امت کے ہدایت پانے) کی تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر) اس تمنا میں خلل ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں کو مٹا دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا۔ اور ہمارے نزدیک یہی تفسیر صحیح ہے اور جن اہل سنت مفسرین اور مترجمین نے اس کے خلاف ترجمہ اور تفسیر کیا ہے وہ صحیح العقیدہ علماء ہیں اگر وہ بھی زیادہ غور و خوض سے کام لیتے اور زیادہ تحقیق اور جستجو کرتے تو امید ہے کہ وہ بھی اسی ترجمہ اور تفسیر کو اختیار کرتے۔

بَابُ ۹۲۹ تَصْرِيفِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْقُلُوْبَ كَيْفَ شَآءَ

اللہ تعالیٰ کا جس طرح چاہے دلوں کو پھیر دینا

۶۶۲۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّابْنُ نُمَيْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُقْرِئِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ قَالَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی طرح ہیں

[1] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ

وہ جس طرح چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

رحمن کی انگلیوں کی تشریح

اس حدیث میں رحمن کی انگلیوں کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں اس کی تشریح میں دو قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ بغیر کسی تاویل کے اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ہیں اور اس کی معرفت کے درپے نہ ہوا جائے اور کہا جائے کہ یہ حق ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیس کمثلہ شیء "کوئی چیز اللہ کی مثل نہیں ہے" دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں تاویل ہے اور انگلیوں سے مراد قبضہ ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں چیز میری مٹھی اور میرے قبضہ میں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا مطلب ہے تمام بنو آدم کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۵ كُلِّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ

ہر چیز کا تقدیر سے وابستہ ہونا

۶۶۲۷ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى ابْنُ حَمَّادٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّهُ قَالَ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُونَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ قَالَ وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزُ وَالْكَيْسُ أَوِ الْكَيْسُ وَالْعَجْزُ.

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے ملاقات کی وہ سب کہتے تھے کہ ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے، اور میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز تقدیر سے متعلق ہے حتیٰ کہ عجز اور قدرت یا قدرت اور عجز۔

۶۶۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُومِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ مُشْرِكُو قُرَيْشٍ يُخَاصِمُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش تقدیر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرتے ہوئے آئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ: (جس دن وہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے دوزخ کا عذاب چکھو، بے شک ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ بنائی ہے۔)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶ - ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ٩٥ قُدِّرَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا وَغَيْرِهِ

ابن آدم پر زنا وغیرہ کا حصہ مقدر ہے۔

٦٦٢٩ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحٰقَ) قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ قَالَ عَبْدٌ فِي رِوَايَتِهِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے علم میں "لمم" کی سب سے زیادہ صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا سے اس کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور ملے گا۔ آنکھوں کا زنا (حرام چیزوں کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا حرام بات کہنا ہے، دل، تمنا اور خواہش کرتا ہے اور فرج (شرمگاہ) اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

٦٦٣٠ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم پر جو اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو لامحالہ ملے گا، پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور فرج اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

"لمم" کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

الذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرة ط

جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا کبیرہ گناہوں اور بےحیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، تو بےشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے لمم یعنی صغیرہ گناہ ساقط ہو جاتے ہیں، لمم کی دوسری تفسیر ہے گناہ کا ارادہ ہو لیکن گناہ نہ کرے، اور تیسری تفسیر ہے، گناہ کی طرف میلان ہو لیکن اصرار نہ کیا جائے، لمم کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو طلب کرنا اور اس پر اصرار نہ کرنا، حضرت ابن عباس نے فرمایا لمم کی بہترین تفسیر وہ ہے

جو اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یعنی کسی (نا جائز) چیز کو دیکھنا یا چھونا۔

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، بعض لوگ حقیقی زنا کرتے ہیں یعنی اپنی شرمگاہ کو فرج حرام میں داخل کرتے ہیں اور بعض لوگ مجازاً زنا کرتے ہیں بایں طور کہ حرام چیزوں کو دیکھتے ہیں یا حرام چیزوں کو سنتے ہیں یا حرام چیزوں کو چھوتے ہیں مثلاً کسی اجنبی عورت کو چھونا یا اس کو بوسہ دینا یا اس کے پاس چل کر جانا اس کو دیکھنا، یہ انسان کے اعضاء کا زنا ہے اور اس کو زنا مجازاً فرمایا ہے۔ [1]

بَابُ ۱۵۳ مَعْنَى كُلِّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَحُكْمِ مَوْتِ أَطْفَالِ الْكُفَّارِ وَأَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ

"ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے" کا معنیٰ اور کفار اور مسلمانوں کے بچوں کا حکم

۶۶۳۱ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ الْآيَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے جانور کا کامل الاعضاء بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی عضو کٹا ہوا جانور محسوس ہوتا ہے، پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (ترجمہ) (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت (دین اسلام) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

۶۶۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً وَلَمْ يَذْكُرْ جَمْعَاءَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، دوسری سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں جیسے جانور کے ہاں جانور پیدا ہوتا ہے اور اس روایت میں سالم الاعضاء کا ذکر نہیں ہے۔

۶۶۳۳ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا تم پڑھو: (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت کو لازم کر لو، جس پر اس نے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ يَقُولُ اقْرَءُوا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ.

لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا، یہی دینِ مستقیم ہے۔"

۶۶۳۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يَلِدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُشَرِّكَانِهِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ لَوْ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مشرک بنا دیتے ہیں، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے اگر وہ اس سے پہلے مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرتے۔

۶۶۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَهُوَ عَلَى الْمِلَّةِ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ إِلَّا عَلَى هٰذِهِ الْمِلَّةِ حَتَّى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ لَيْسَ مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا عَلَى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ حَتَّى يُعَبِّرَ عَنْهُ لِسَانُهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں: ہر مولود ملت پر پیدا ہوتا ہے اور دوسری سند کے ساتھ ہے اس ملت پر پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ زبان سے اس چیز کا اظہار کر دے اور ابو معاویہ کی روایت میں ہے ہر مولود اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی زبان اس کی تعبیر کر دے۔

۶۶۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُولَدُ يُولَدُ عَلَى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ كَمَا تُنْتِجُونَ الْإِبِلَ فَهَلْ تَجِدُونَ فِيهَا جَدْعَاءَ حَتَّى تَكُونُوا أَنْتُمْ تَجْدَعُونَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ صَغِيرًا قَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں جیسے اونٹ کا بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا ان میں کوئی کان کٹا ہوتا ہے؟ بلکہ تم اس کے کان کاٹ دیتے ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے جو بچپن میں مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ زیادہ جاننے والا ہے وہ بچے کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان کو اس کی ماں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ فَإِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَمُسْلِمٌ كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ يَلْكُزُهُ الشَّيْطَانُ فِي حِضْنَيْهِ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا.

فطرت پر جنم دیتی ہے اور اس کے ماں باپ بعد میں اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں اور اگر ماں باپ مسلمان ہوں تو وہ مسلمان رہتا ہے اور ہر انسان کو جب اس کی ماں جنم دیتی ہے تو شیطان اس کی کوکھ میں ٹھونگا لگاتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

۶۶۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَيُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَهْرَامَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ح وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ) كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ يُونُسَ وَابْنِ أَبِي ذِئْبٍ مِثْلَ حَدِيثِهِمَا غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعَيْبٍ وَمَعْقِلٍ سُئِلَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، اس حدیث میں اولاد کی بجائے مشرکین کی ذریت کا لفظ ہے۔

۶۶۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَطْفَالِ الْمُشْرِكِينَ مَنْ يَمُوتُ مِنْهُمْ صَغِيرًا فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ مشرکین کے جو بچے بچپن میں فوت ہو جائیں ان کا آخرت میں کیا انجام ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۴۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَطْفَالِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ إِذْ خَلَقَهُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب ان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

۶۶۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَسْقَلَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغُلَامَ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَ أَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَكُفْرًا۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا اس کے دل پر کفر کی مہر لگی ہوئی تھی، اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔

٦٦٤٣ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ تُوُفِّيَ صَبِيٌّ فَقُلْتُ طُوبَى لَهُ عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَا تَدْرِينَ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ النَّارَ فَخَلَقَ لِهٰذِهِ أَهْلًا وَلِهٰذِهِ أَهْلًا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بچہ فوت ہوا تو میں نے کہا اس کے لیے خوشی ہو یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور نار کو پیدا کیا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا۔

٦٦٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ طُوبٰى لِهٰذَا عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ قَالَ أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کا جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ اس کے لیے خوشی ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، اس نے کوئی گناہ کیا نہ اس کو زمانہ پایا آپ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ ہے، اے عائشہ اللہ تعالے نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا دراں حالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے، اور بعض لوگوں کو دوزخ کا اہل بنایا دراں حالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

٦٦٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى ح وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى بِإِسْنَادِ وَكِيعٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں۔

مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قابل شمار علماء مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کا جو بچہ فوت ہو جاتے وہ جنتی ہے اور بعض ناقابل شمار علماء نے اس مسئلہ میں حدیث نمبر ۶۶۴۲ اور ۶۶۴۳ کی وجہ سے توقف کیا، معتبر علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو بغیر دلیل قطعی کے کسی شخص پر جنتی کا حکم لگانے سے منع فرمایا، جس طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک شخص کے متعلق کہا تھا: میرے نزدیک یہ مومن ہے تو آپ نے فرمایا: یا مسلمان ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہوتے ہیں، اور جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو پھر آپ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحمت اور فضل کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم

مشرکین کے بچوں کے متعلق تین مذاہب ہیں:

(۱) اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ وہ اپنے آباء کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

(۲) بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

(۳) محققین کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے، اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت میں دیکھا تو ان کے گرد لوگوں کی اولاد بھی تھی، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۲، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)، دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور نابالغ بچہ احکام شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا، اور یہ امر اتفاقی ہے۔[1]

فطرت کا بیان

اس باب کی احادیث میں ذکر ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس حدیث میں فطرت سے کیا مراد ہے، علامہ مازری نے بیان کیا اپنے آباء کی پشتوں میں بچوں سے جو عہد لیا گیا وہ فطرت ہے، بچے اسی عہد پر پیدا ہوتے ہیں، پھر ماں باپ کی وجہ سے وہ فطرت متغیر ہو جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ان کی سعادت یا شقاوت ہے وہ فطرت ہے، اگر اللہ کے علم میں وہ سعید ہو تو وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اگر اللہ کے علم میں وہ شقی ہو تو فطرت کفر پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ قول اس روایت کے مطابق ہے جس میں مطلق لفظ فطرت وارد ہے اور جس روایت (۶۶۵۲) میں ہے ہر مولود "اس ملت" پر پیدا ہوتا ہے اس کے مطابق یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اب اس حدیث کا مطلب ہے ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ نووی لکھتے ہیں :

ایک قول یہ ہے کہ ہر مولود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اقرار پر پیدا ہوتا ہے ، سو جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کا کوئی صانع (پیدا کرنے والا) ہے ، خواہ وہ اس کا کچھ نام رکھے اور خواہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی پرستش کرے ، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر مولود اسلام کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے ، سو اگر اس کے ماں باپ مسلمان ہوں تو وہ دنیا اور آخرت میں اسلام پر قائم رہتا ہے ، اور اگر اس کے ماں باپ یہودی ، نصرانی یا مجوسی ہوں تو وہ اس کو اپنے دین پر کر دیتے ہیں لیکن اس میں اسلام کی استعداد باقی رہتی ہے ، یہی وجہ ہے کہ وہ بعض اوقات اسلام قبول کر لیتا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اگر یہ لڑکا بالغ ہو گیا تو یہ کافر ہو گا ، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اس وقت کافر تھا ۔ [1]

باقی شیطان کے ٹھونگ لگانے کی تشریح جلد اول میں گذر چکی ہے ۔

بَابُ ٥٣ بَيَانِ أَنَّ الْآجَالَ وَالْأَرْزَاقَ وَغَيْرَهَا لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ عَمَّا سَبَقَ بِهِ الْقَدَرُ

عمر اور رزق وغیرہ تقدیر میں مقرر ہیں ، ان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی

٦٦٣٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ بَكْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَشْكُرِيِّ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ أَمْتِعْنِيْ بِزَوْجِيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَبِيْ أَبِيْ سُفْيَانَ وَبِأَخِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَأَلْتِ اللهَ لِآجَالٍ مَضْرُوْبَةٍ وَأَيَّامٍ مَعْدُوْدَةٍ وَأَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَةٍ لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ أَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ وَلَوْ كُنْتِ سَأَلْتِ اللهَ أَنْ يُعِيْذَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ أَوْ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَأَفْضَلَ قَالَ وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ الْقِرَدَةُ قَالَ مِسْعَرٌ وَأُرَاهُ قَالَ وَالْخَنَازِيْرُ مِنْ مَسْخٍ فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ لِمَسْخٍ نَسْلًا وَلَا عَقِبًا وَقَدْ كَانَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ نے دعا کی اے اللہ ! مجھے اپنے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، اپنے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متمتع کرنا ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں کا سوال کیا ہے جو مقرر ہیں ، جو دن معین ہیں اور جو رزق تقسیم ہو چکا ہے ، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی چیز کو وقت سے مقدم کرے گا ، نہ وقت کے بعد مؤخر کرے گا ، اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو عذاب نار یا عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے تو بہتر اور افضل ہوتا ، راوی کہتے ہیں کہ کسی نے ان بندروں کا ذکر کیا اور شاید خنزیروں کا بھی ذکر کیا ، (آیا یہ انہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا) ، حضور نے فرمایا ! اللہ تعالیٰ نے کسی مسخ شدہ قوم کی آگے نسل نہیں چلائی بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تو ہوتے تھے ۔

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٣٨ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ١٣٧٥ھ

قبل ذلك۔

۶۶۴۷ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِ عَنِ ابْنِ بِشْرٍ وَوَكِيعٍ جَمِيعًا مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں عذاب نار اور عذاب قبر کے الفاظ ہیں۔

۶۶۴۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ (وَاللَّفْظُ لِحَجَّاجٍ) قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ مَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِزَوْجِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَبِي أَبِي سُفْيَانَ وَبِأَخِي مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكِ سَأَلْتِ اللَّهَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَةٍ وَأَيَّامٍ وَآثَارٍ مَوْطُوءَةٍ وَأَرْزَاقٍ مَقْسُومَةٍ لَا يُعَجِّلُ شَيْئًا مِنْهَا قَبْلَ حِلِّهِ وَلَا يُؤَخِّرُ مِنْهَا شَيْئًا بَعْدَ حِلِّهِ وَلَوْ سَأَلْتِ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ لَكَانَ خَيْرًا لَكِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيرُ هِيَ مِمَّا مُسِخَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُهْلِكْ قَوْمًا أَوْ يُعَذِّبْ قَوْمًا فَيَجْعَلَ لَهُمْ نَسْلًا وَإِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ نے دعا کی: اے اللہ! میرے زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے والد ابو سفیان اور میرے بھائی (کی درازیٔ عمر) سے مجھے متمتع فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں کا سوال کیا ہے جو مقرر ہیں اور ان چلائے ہوئے قدموں کا جو معین ہیں اور ان رزقوں کا جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان میں سے کوئی چیز وقت پورا ہونے سے پہلے مقدم ہوگی اور نہ وقت پورا ہونے کے بعد مؤخر ہوگی اور اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا (موجودہ) بندر اور خنزیر انہی لوگوں کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے (یا فرمایا) کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی آگے نسل نہیں چلائی، بے شک بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تھے۔

۶۶۴۹ - حَدَّثَنِيهِ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَآثَارٍ مَبْلُوغَةٍ قَالَ ابْنُ مَعْبَدٍ وَرَوَى بَعْضُهُمْ قَبْلَ حِلِّهِ أَيْ نُزُولِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

صلہ رحم سے عمر میں زیادتی کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ عمر اور رزق مقدر ہے اور اللہ کی تقدیر میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں جو علم تھا اس میں زیادتی یا کمی محال ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ صلہ رحم سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور یہ اس باب کی احادیث کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تقدیر معلق کے اعتبار سے ہے تقدیر

مبرم جو علم الٰہی ہے اس میں تغیر محال ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب اللہ کو یہ علم ہو کہ مثلاً زید سنہ ۶۰ھ میں مرے گا تو اب زید کا اس سے پہلے یا بعد مرنا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا، اس لیے عمر میں زیادتی یا کمی محال ہے، اور بعض احادیث میں جو زیادتی یا کمی کا ذکر ہے اس کا تعلق ملک الموت اور دوسرے روح قبض کرنے والے فرشتوں سے ہے، مثلاً پہلے ملک الموت نے لوح محفوظ میں دیکھا زید سنہ ۶۰ھ میں مرے گا، زید نے کوئی نیکی کی اب اس کی عمر دس سال بڑھا دی اور پہلی مدت مٹا کر لکھ دیا کہ وہ سنہ ۷۰ھ میں مرے گا، قرآن مجید میں ہے:

يمحوا الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتب . (الرعد: ۳۹)

اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے ثابت رکھتا ہے اور اصل تقدیر اسی کے پاس ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ زید نے نیکی کرنی ہے یا نہیں اور اس کی عمر کو بڑھایا جائے گا یا نہیں اور یہی اصل تقدیر اور اس کا ازلی علم ہے جس میں کوئی تغیر نہیں ہے، عمر کا بڑھنا یا نہ بڑھنا صرف تقدیر معلق میں ہوتا ہے جس کا تعلق ملک الموت کے علم کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس حدیث پر دوسرا سوال یہ ہے کہ جس طرح عمر تقدیر میں مقرر ہے اسی طرح عذاب کا ہونا نہ ہونا بھی تقدیر میں مقرر ہے پھر کیا سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر میں زیادتی کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور عذاب قبر اور عذاب نار سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ تمام امور تقدیر میں طے ہو چکے ہیں لیکن عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا عبادت ہے، اس لیے آپ نے اس دعا کا حکم دیا جس طرح تقدیر میں اعمال مقرر ہونے کے باوجود آپ نے نیکی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا عمل کرو، جس شخص کو جس عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ عمل اس کے لیے آسان کر دیا جائے گا، پس جس طرح تقدیر پر تکیہ کر کے نماز اور روزہ کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح عذاب سے نجات کی دعا کو ترک کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اس کے برخلاف عمر میں زیادتی کی دعا عبادت نہیں ہے۔ [1]

باب ۱۹۵: الْإِيمَانِ بِالْقَدَرِ وَالْإِذْعَانِ لَهُ
تقدیر کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۶۶۵۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوی مومن ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر ہے، جو چیز تم کو نفع دے اس میں حرص کرو، اللہ کی مدد چاہو اور تھک کر نہ بیٹھو، اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کاش میں ایسا ایسا کر لیتا، البتہ یہ کہو یہ اللہ کی تقدیر ہے اس نے جو چاہا کر دیا، یہ کاش کا لفظ شیطان کا عمل کھولتا ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مسئلہ تقدیر میں "اگر یا کاش" کہنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ کاش اور اگر کے لفظ کی ممانعت اس وقت ہے جب کسی شخص کا یہ حتمی اعتقاد ہو کہ وہ یہ کام کر لیتا تو اس کو یہ مصیبت ہرگز نہ پہنچتی، اور جو شخص اس امر کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے حوالے کر دے اور یہ کہے کہ اللہ کی مشیئت کے بغیر اس کو کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی وہ اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے غار میں کہا اگر ان میں سے کوئی شخص سر بلند کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا، قاضی عیاض نے کہا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کا یہ قول مستقبل سے متعلق ہے اور اس میں کسی واقع شدہ مصیبت کے متعلق اگر کا لفظ نہیں ہے حتیٰ کہ یہ تقدیر کو ماننے کے خلاف ہو، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو حضرت ابراہیم کی قائم کی ہوئی بنیادوں پر منتقل کر دیتا، اسی طرح یہ ارشاد کہ "اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو ان کو مسواک کرنے کا وجوبی حکم دیتا"، ان تمام احادیث میں اگر کا کلمہ مستقبل سے متعلق ہے اور اس میں تقدیر سے کوئی تعرض نہیں ہے، لہٰذا اس قسم کے کلام میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے کہا میرے نزدیک حدیث میں نہی اپنے عموم پر ہے لیکن یہ نہی تنزیہی ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں حدیث میں کاش یا اگر کے لفظ کو ماضی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے "اگر میں پہلے اس چیز کو جان لیتا جس کو بعد میں جانا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا"، اس لیے حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بغیر کسی فائدہ کے اس لفظ کا استعمال نہ کیا جائے اس لیے یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے، ہاں جو شخص کسی عبادت کے رہ جانے پر بطور افسوس کہے مثلاً اگر میں جلدی جاگ اٹھتا تو میری نماز قضا نہ ہوتی یا کسی مشکل درپیش ہونے پر اگر کا لفظ کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور احادیث میں اسی میں جو اگر کا لفظ آیا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح اگر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے جس سے تقدیر کے انکار کا وہم ہو۔



[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العلم

حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

حکماء کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

حصول صورة الشیء فی العقل۔　　کسی شے کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا۔

یہ تعریف وہم، شک، ظن، جہل مرکب، تقلید اور یقین کو شامل ہے۔

متکلمین کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

ھو صفة یتجلی بھا المذکور لمن قامت ھی بہ۔　　عالم کے ذہن میں کسی چیز کا انکشاف، علم ہے۔

اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ علم انکشاف ذہنی کا نام ہے، یہ انکشاف تام اور غیر مشتبہ ہونا چاہیے، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے یا مقولہ اضافت سے یا مقولہ انفعال سے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے کیونکہ علم کیفیت نفسانیہ کا نام ہے۔ علم کی یہ دونوں تعریفیں ذوی العقول کے ساتھ خاص ہیں اور حیوانات کے ادراکات پر حقیقۃً علم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

علم کا اطلاق علوم مدونہ پر بھی کیا جاتا ہے مثلاً نحو اور فقہ وغیرہ پر، اسی طرح مسائل مخصوصہ پر بھی علم کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص کو نحو کا، یا فقہ کا علم ہے، یعنی اس شخص کو نحو یا فقہ کے مسائل کا علم ہے، اور کبھی علم کا اطلاق ملکہ استحضار پر کیا جاتا ہے یعنی کسی شخص کو مثلاً فقہ کے مسائل کی بہ کثرت تکرار سے ایسی مہارت ہو جائے کہ جب بھی اس سے فقہ کا کوئی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے تو اس کی اس مہارت (ملکہ یعنی علاحیت) کو علم سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص فقہ کا عالم ہے۔ [1]

محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علم، مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے، یہ علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کے ادراک کا نام ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے، اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلا واسطہ حاصل ہو تو علم لدنی ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادة المتقین ج ۱ ص ۴۴-۴۵ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علم لدنی کی تین قسمیں ہیں، وحی الہام اور فراست، وحی کا لغوی معنی ہے سرعت سے اشارہ کرنا اور اصطلاحی معنی ہے "وہ کلام الٰہی جو نبی کے دل میں حاصل ہو" جس کلام کے الفاظ اور معانی کا حضرت جبرائیل کے واسطے سے نبی پر نزول ہو وہ کلام الٰہی یعنی قرآن مجید ہے اور جس کلام کے صرف معانی کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نزول ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس معنی کو ـــــ اپنے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمائیں وہ حدیث نبوی ہے، الہام کا لغوی معنی ابلاغ ہے اور اصطلاح میں وہ علم حق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر القاء کرتا ہے اور ان کو امور غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے، اور فراست وہ علم ہے جس میں ظاہری صورت کو دیکھ کر امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں، الہام میں ظاہری صورت کا واسطہ نہیں ہوتا بلا واسطہ کشف ہوتا ہے اور فراست میں ظاہری صورتوں کا واسطہ ہوتا ہے اور الہام اور وحی میں یہ فرق ہے کہ الہام وحی کے تابع ہے اور وحی الہام کے تابع نہیں (نیز وحی سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہے اور الہام سے حاصل ہونے والا علم ظنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علم الیقین دلائل سے حاصل ہوتا ہے عین الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور حق الیقین تجرد سے واصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔[1]

علم دین کی تفصیل

امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

جب علم کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی معرفت کا علم، اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔

(۲) اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم، اس میں علم نبوت اور علم احکام اللہ بھی داخل ہے۔

(۳) کتاب وسنت کی نصوص اور ان کے معانی کا علم، اس میں مراتب نصوص، ناسخ اور منسوخ، اجتہاد، قیاس، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا علم اور ان کے اتفاق اور اختلافات کا علم بھی داخل ہے۔

(۴) جن علوم سے کتاب وسنت کی معرفت اور احکام شرعیہ کا علم ممکن ہو، اس میں لغت عرب، نحو، صرف اور محاورات عرب کی معرفت داخل ہے۔

جو شخص علم دین کے حصول کا ارادہ کرے اور وہ اہل عرب سے نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت پیدا کرے، پھر قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے اور بغیر احادیث کی معرفت کے قرآن مجید کے معانی کی وضاحت ممکن نہیں ہے اور احادیث کا علم، آثار صحابہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور آثار صحابہ کی معرفت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی معرفت ضروری ہے، کیونکہ علم دین ہم تک اسی طرح درجہ بدرجہ پہنچا ہے اور جب قرآن اور سنت، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کا علم حاصل ہو جائے تو پھر اجتہاد کرے اور متقدمین کے مختلف اقوال میں غور کرے اور جو قول اس کے نزدیک دلائل سے راجح ہو اس کو اختیار کرے اور جو نئے مسائل پیدا ہوں ان کا قیاس کے ذریعہ حل تلاش کرے۔[2]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۴۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، ۱۴۱۰ھ

عوام کے لیے قدر ضروری علم کا بیان

امام بیہقی لکھتے ہیں:
امام شافعی نے فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں عوام کا علم اور خواص کا علم۔

عوام کا علم: عوام کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے اور ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے اور زنا، قتل، چوری اور شراب نوشی کو ان پر حرام کر دیا ہے، اسی طرح وہ احکام جن کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف کیا ہے، جن کا کرنا یا جن سے اجتناب اس پر ضروری ہے ان سب کا جاننا اس پر ضروری ہے ان احکام کی صراحت قرآن مجید میں مذکور ہے اور یہ احکام اہل اسلام میں تواتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، یہ وہ علم ہے جس میں غلطی، تاویل یا اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

خواص کے لیے قدر ضروری علم کا بیان

احکام شرعیہ کی تمام فروعات کا علم حاصل کرنا، قرآن مجید کی صریح عبارات، دلالت، اشارت اور اقتضاء نصوص کو جاننا اسی طرح احادیث اور آثار کا علم حاصل کرنا، قیاس اور اس کی شرائط کو جاننا اور ایسی صلاحیت حاصل کرنا کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا کتاب اور سنت سے حل بتایا جا سکے، ہر شخص کے لیے علم میں اتنی مہارت حاصل کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن مسلمانوں میں سے چند افراد کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ سب گنہ گار ہوں گے[1] قرآن مجید میں ہے:

وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔ (توبہ: ۱۲۲)

اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں، تو ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی تاکہ وہ لوگ دین کی فقہ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچے رہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ مختلف شہروں میں رہتے ہیں، تو ہر شہر کے رہنے والوں میں سے ایک جماعت پر یہ واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم سیکھے اور حلال اور حرام کی معرفت حاصل کرے اور جب وہ لوگ اپنے وطنوں کو واپس جائیں تو اپنے اپنے وطن کے لوگوں کو حرام اور معصیت کے ارتکاب سے ڈرائیں، اس اعتبار سے تفقہ اور تعلیم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا واجب ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ہر زمانہ میں علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر علم دین کا حصول سفر پر موقوف ہو تو سفر کرنا واجب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں یہ ضروری تھا کہ تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے لیے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ اس وقت شریعت مدون اور منضبط نہیں ہوئی تھی بلکہ نوبہ نوبہ احکام نازل ہو رہے تھے، اس لیے آپ کی خدمت میں رہ کر ان احکام کا علم حاصل کرنا ضروری تھا، لیکن اب جب کہ شریعت مدون اور منضبط ہو چکی ہے تو اگر وطن میں رہ کر بغیر سفر کے علم حاصل کرنا ممکن ہو تو سفر کرنا واجب نہیں ہوگا۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

لیکن اس آیت میں چونکہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو ہمارے خیال میں علم نافع کی برکتیں حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا ضروری ہے۔ [1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام غزالی نے کہا ہے کہ صدر اول میں علم آخرت اور دقائق آفات نفوس اور خشیت الہٰی کی معرفت کے لیے فقہ کا لفظ مخصوص تھا، بعد میں علماء نے ادراک اور تخریجات حاصل ہو اس کو فقہ کہتے تھے، مثلاً نکاح، طلاق اور بیع و شراء کی جزئیات جاننے کا۔ ایک بار فرقد سبخی نے حسن بصری سے کہا فقہاء آپ کی مخالفت کرتے ہیں، حسن نے کہا تم نے کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ فقیہ وہ شخص ہوتا ہے جو دنیا میں زاہد، آخرت میں راغب، اپنے دین پر بصیرت رکھنے والا، اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا، متقی، لوگوں کی عزتوں سے بچنے والا، ان کے اموال سے احتراز کرنے والا اور ان کی خیر خواہی کرنے والا ہو۔ لیکن اب مشہور یہ ہے کہ فقیہ وہ شخص ہے جو احکام جزئیہ کا حافظ ہو، عام ازیں کہ اسے ان احکام کے دلائل مستحضر ہوں یا نہیں (التحریر)، بحر اور منتقی میں بھی اسی طرح ہے اور تنقیح میں لکھا ہے فقیہ وہ شخص ہے جس کو تمام احکام شرعیہ مع دلائل کے حاصل ہوں، امام ابو جعفر سے منقول ہے کہ فقیہ وہ شخص ہے جو علم فقہ میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو، اور زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں علم دین کی طلب میں سفر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین فرض کفایہ ہے، حضرت ابو سعید سے جو مروی ہے کہ "علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ جس علم پر فرائض کی ادائیگی موقوف ہو اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ اتنا وسیع علم حاصل کرنا جو احکام شرعیہ کی تمام فروع اور جزئیات پر مع ان کے دلائل کے محیط ہو یہ فرض کفایہ ہے اور ان جزئیات کے حافظ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مسائل اور ان کے دلائل زبانی یاد ہوں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں ایسی مہارت ہو کہ جب بھی اس سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ قرآن مجید، احادیث اور کتب فقہ سے دلائل کے ساتھ اس کا جواب دے سکے اور ایسے شخص کو عالم، مفتی اور فقیہ کہتے ہیں۔

مروجہ علوم دینیہ کی تعریفات

علم تفسیر کی تعریف میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انه علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذالك كمعرفة النسخ وسبب النزول وقصة توضح ما ابهم القرآن ونحو ذالك۔

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۴۹-۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

تاویل اور تفسیر میں یہ فرق ہے کہ تفسیر مفردات میں ہوتی ہے اور تاویل جملوں میں ہوتی ہے۔ امام ماتریدی نے کہا تفسیر میں اس بات کا قطعی بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے، اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔[۱]

علم حدیث (روایۃ) کی تعریف میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعاله واحواله۔[۲]

یہ وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال (صفات، لباس اور تقریرات وغیرہ) کی معرفت ہوتی ہے۔

علم حدیث (درایۃ) کی تعریف میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اصول الحديث علم باصول تعرف بها احوال حديث الرسول صلى الله عليه وسلم من حيث صحة النقل عنه وضعفه والتحمل والاداء۔[۳]

اصول حدیث ان قواعد کا علم ہے جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بہ حیثیت صحت نقل و ضعف نقل معرفت حاصل ہوتی ہے اور راوی کی ادائیگی کے طریقہ کا علم ہوتا ہے۔

علم کلام کی تعریف میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

الكلام معرفة النفس ما عليها من العقائد المنسوبة الى دين الاسلام عن الادلة علما و ظنا فى البعض منها۔[۴]

جو عقائد دین اسلام کی طرف منسوب ہیں ان کی قطعی دلائل سے نفس انسان کو معرفت اور بعض عقائد کی ظنی دلائل سے معرفت، علم کلام ہے۔

فقہ کی تعریف میں علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسبة من ادلتها التفصيلية بالاستدلال۔[۵]

احکام شرعیہ عملیہ جو دلائل تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ حاصل ہوں، ان کا علم فقہ ہے۔

علامہ ابن نجیم نے امام اعظم سے فقہ کی یہ تعریف نقل کی ہے:

معرفة النفس ما لها وما عليها۔[۶]

نفس انسان کو اس بات کی معرفت کہ کس کام میں اس کا نفع ہے اور کس کام میں اس کا نقصان۔

۱۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ
۴۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسامرہ مع المسایرہ ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان
۵۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۶۔ " " " " البحر الرائق ج ۱ ص ۷

علم اصول فقہ کی تعریف میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

هو ادراك القواعد التي يتوصل بها الى استنباط الفقه۔ [1]

یہ ان قواعد کی معرفت کا نام ہے جن سے فقہی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔

ادب کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

في المصباح هو تعلم رياضة النفس ومحاسن الاخلاق وقال ابو زيد الانصاري الادب يقع على كل رياضة محمودة يتخرج بها الانسان في فضيلة من الفضائل وعن الجواليقي الادب في اللغة حسن الاخلاق وفعل المكارم واطلاقه على العلوم العربية مولد حدث في الاسلام۔ [2]

مصباح میں ہے نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کو ادب کہتے ہیں، ابو زید انصاری نے کہا ہر وہ ریاضت محمودہ جس سے انسان کوئی فضیلت حاصل کرے ادب ہے۔ جوالیقی سے منقول ہے، لغت میں اچھے اخلاق اور عمدہ کاموں کو ادب کہتے ہیں اور علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق، اسلام میں نیا ہے اور کافی بعد میں جاری ہوا۔

لغت کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال ابن سيده اللغة اللسن وحدها انها اصوات يعبر بها كل قوم عن اغراضهم وقال غيره هو الكلام المصطلح عليه بين كل قبيل۔ [3]

ابن سیدہ نے کہا لغت زبان ہے اس کی تعریف یہ ہے: وہ الفاظ جن سے کوئی قوم اپنی اغراض کو تعبیر کرتی ہے۔ دوسروں نے یہ تعریف کی، ہر قبیلہ میں کلام کو جن معنی کے لیے متعین کر لیا گیا وہ اس قبیلہ کی لغت ہے۔

علم معانی کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به احوال اللفظ العربي التي بها يطابق اللفظ مقتضى الحال۔ [4]

یہ وہ علم ہے جس سے لفظ عربی کے ان احوال کی معرفت ہوتی ہے جن سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔

علم بیان کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به ايراد المعنى الواحد بطرق وتراكيب مختلفة في وضوح الدلالة عليه۔ [5]

یہ وہ علم ہے جس سے ایک معنی کو متعدد طریقوں اور مختلف ترکیبوں سے بیان کرنے کی معرفت حاصل ہوتی ہے تاکہ اس پر دلالت واضح ہو۔

علم نحو کی تعریف میں میر سید شریف لکھتے ہیں:

---

1. علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، التحریر مع التقریر ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ ھ
2. علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ ھ
3. " " " " تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۳۸ " " "
4. علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ ھ، مختصر المعانی ص ۱۷، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
5. " " " " مختصر المعانی ص ۳۰۹

هو علم بقوانین یعرف بها احوال التراکیب العربیة من الاعراب والبناء وغیرهما۔ [1]

یہ ان قوانین کا علم ہے جن سے عربی الفاظ کے احوال کی بہ حیثیت معرب اور مبنی وغیرہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صرف کی تعریف میں میر سید شریف لکھتے ہیں:

علم یعرف بہ احوال الکلم من حیث الاعلال۔ [2]

یہ وہ علم ہے جس سے بہ حیثیت تعلیل (وغیرہ) کلمہ کے احوال کی معرفت ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے علم کی فضیلت کا بیان

شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط۔ (آل عمران: ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور فرشتوں اور علم والوں نے (یہ گواہی دی) درآں حالیکہ وہ قائم بالعدل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی شہادت کا ذکر کیا پھر فرشتوں کی شہادت کا اور پھر اہل علم کی شہادت کا اور یہ اہل علم کی بڑی عزت افزائی ہے۔

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات۔ (مجادلہ: ۱۱)

تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنت میں عام مسلمانوں کی بہ نسبت علماء سات سو درجہ بلند ہوں گے۔ (احیاء العلوم و قوت القلوب)

قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون۔ (زمر: ۹)

آپ فرما دیجئے کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہیں؟

انما يخشى الله من عباده العلماء۔ (فاطر: ۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔

قل كفى بالله شهيدا بيني وبينكم ومن عنده علم الكتاب۔ (رعد: ۴۳)

آپ فرما دیجئے میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ اللہ ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون۔ (عنکبوت: ۴۳)

اور یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔

ولو ردوه الى الرسول والى اولي الامر منهم

اور اگر وہ اس کو رسول اور صاحبان امر کی طرف لوٹا

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] " " " " " ، کتاب التعریفات ص ۵۸ "

لعلمه الذين يستنبطونه منهم۔ (نساء: ۸۳)

دیتے تو اس کی مصلحت کو وہ لوگ جان لیتے جو ان میں سے استنباط کر سکتے ہیں۔

بل هو آيات بينات في صدور الذين اوتوا العلم۔ (عنکبوت: ۴۹)

بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں روشن آیتیں ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے۔

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ (نساء: ۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی، اور جن چیزوں کا آپ کو (پہلے) علم نہیں تھا ان کا علم دے دیا اور (یہ) آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔

وقل رب زدني علما۔ (طٰہٰ: ۱۱۴)

اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما!

احادیث سے علم کی فضیلت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن معاوية يقول سمعت النبي صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينما انا نائم اتيت بقدح لبن فشربت حتى اني لارى الري يخرج في اظفاري ثم اعطيت فضلي عمر بن الخطاب قالوا فما اولته يا رسول الله قال العلم۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے دودھ پیا، حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (سیر ہونے کی وجہ سے) دودھ میرے ناخنوں سے نکل رہا تھا، پھر میں نے اپنا پس خوردہ حضرت عمر بن الخطاب کو دیا، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس سے کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا: علم!

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو کھینچ کر نکالے گا، لیکن علما کو اٹھا کر علم اٹھائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸، " " " "

جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔ [1]

جائے گا اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لاحسد الا فی اثنتین رجل اتاه الله مالا فسلطه علی هلكته فی الحق ورجل اتاه الله الحكمة فهو يقضی بها ويعلمها۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو نیکی کے راستہ میں خرچ کرتا ہو، اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الی الجنة وما اجتمع قوم فی بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم الا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده ومن بطأ به عمله لم يسرع به نسبه۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی علم کو تلاش کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من خرج فی طلب العلم فهو فی سبيل الله حتی يرجع هذا حديث حسن غريب۔ [4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے راستہ میں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷، 〃 〃 〃 〃

[3] امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵، 〃 〃 〃 ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

عن سخبرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من طلب العلم كان كفارة لما مضى هذا حديث ضعيف الاسناد [1]

حضرت سخبرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص علم کو طلب کرے وہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یاتیکم رجال من قبل المشرق یتعلمون فاذا جاءوکم فاستوصوا بهم خیرا۔ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس مشرق کی طرف سے کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔

عن زید بن ثابت قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول نضر الله امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه غیره فرب حامل فقه الی من هو افقه منه ورب حامل فقه لیس بفقیه [3]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر اس کو یاد رکھتا ہے حتیٰ کہ کسی اور شخص کو وہ حدیث پہنچا دیتا ہے، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچاتا ہے اور بعض اوقات ایک فقہ کا حامل خود فقیہ نہیں ہوتا۔

عن انس بن مالک قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم رجل یستحمله فلم یجد عنده ما یحمله فدله علی اخر فحمله فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبره فقال ان الدال علی الخیر کفاعله [4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سواری طلب کی، آپ کے پاس سواری نہیں تھی آپ نے اس کی کسی اور شخص کی طرف رہنمائی کی، اس نے اس کو سواری دے دی، اس شخص نے آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اس نے سواری دے دی، آپ نے فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔

عن جریر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سن سنة خیر فاتبع علیها فله اجره ومثل اجور من اتبعه غیر منقوص من اجورهم شیئا و

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی اچھے کام کو شروع کیا پھر اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور نیکی کی پیروی کرنے والوں کا

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] // // // // جامع ترمذی ص ۳۸۰ // //

[3] // // // // جامع ترمذی ص ۳۸۰ // //

[4] // // // // جامع ترمذی ص ۳۸۲ // //

من سن سنة شر فاتبع عليها كان عليه وزره ومثل اوزار من اتبعه غير منقوص من اوزارهم شيئا [1]

بھی اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی، اور جس نے کسی بُرے کام کی ابتداء کی اور اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی بُرائی کا گناہ بھی ہوگا اور پیروی کرنے والے کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

عن كثير بن عبد الله عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لبلال بن الحارث اعلم قال اعلم يا رسول الله! قال انه من احيى سنة من سنتي قد اميتت بعدي كان له من الاجر مثل من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئا ومن ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه مثل آثام من عمل بها لا ينقص ذلك من اوزار الناس شيئا [2]

کثیر بن عبد اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "یاد رکھو" انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں یاد رکھوں گا، آپ نے فرمایا جس شخص نے میری سُنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر عمل ترک کیا جا چکا تھا تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کسی ایسی بدعت سیئہ کو شروع کیا جس سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں تو اس کو اس بدعت پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

عن ابي هريرة قال يوشك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلا يجدون احدا اعلم من عالم المدينة هذا حديث حسن وعن ابن عيينة انه قال في هذا من عالم المدينة انه مالك بن انس قال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنقریب لوگ اونٹوں پر بہت زیادہ سفر کر کے علم کی طلب کریں گے تب بھی ان کو مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملے گا ابن عیینہ اور امام عبد الرزاق نے کہا عالم مدینہ کی اس بشارت کا مصداق امام مالک ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۳،
[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۴،
[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۴،

الله عليه وسلم خصلتان لا تجتمعان في منافق حسن سمت ولا فقه في الدين [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دین کا علم۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تسمعون ويسمع منكم ويسمع ممن يسمع منكم [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم (مجھ سے احادیث) سنتے ہو اور تم سے سماع کیا جائے گا اور جنہوں نے تم سے سنا ہے ان سے سماع کیا جائے گا۔

عن سهل بن سعد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال والله لان يهدي الله بهداك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم [3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے، تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضلكم من تعلم القرآن وعلمه [4]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور سکھائے۔

عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأ القرآن وحفظه ادخله الله الجنة وشفعه في عشرة من اهل بيته كلهم قد استوجب النار [5]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو یاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور اسے اس کے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

عن ابي ذر قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابا ذر لان تغدو فتعلم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اگر تم

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ٣٨٤، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ٢٧٥ھ، سنن ابوداؤد ج ٢ ص ١٥٩، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ١٤٠٥ھ

[3] سنن ابوداؤد ج ٢ ص ١٥٩

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ، سنن ابن ماجہ ص ١٩، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] سنن ابن ماجہ ص ١٩

آية من كتاب الله خير لك من ان تصلي مائة ركعة ولان تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به اولم يعمل خير من ان تصلي الف ركعة [1]

صبح اٹھ کر قرآن مجید کی ایک آیت کا علم حاصل کر لو تو وہ تمہارے لیے سو رکعات پڑھنے سے بہتر ہے، اور اگر تم صبح اٹھ کر علم کا ایک باب (سبق) پڑھ لو، خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو تو وہ ایک ہزار رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن واثلة بن الاسقع يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم فادركه كان له كفلان من الاجر، فان لم يدركه كان له كفل من الاجر [2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے علم کو طلب کیا اور اس کو پالیا اس کو دو اجر ملیں گے اور جو نہ پا سکا اس کو ایک اجر ملے گا۔

عن الضحاك قال عبد الله بن مسعود: اغد عالما او متعلما ولا خير فيما سواهما [3]

ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس حال میں صبح کرو کہ تم عالم ہو یا متعلم ان کے علاوہ اور کسی میں خیر نہیں ہے۔

عن ابي امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ستكون فتنة يصبح الرجل فيها مؤمنا ويمسي كافرا الا من احياه الله بالعلم [4]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے صبح انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر، سوا اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔

عن الحسن قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجلين كان في بني اسرائيل: احدهما كان عالما يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير والآخر يصوم النهار ويقوم الليل ايهما افضل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذي

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بنو اسرائیل کے دو آدمیوں کے متعلق سوال کیا گیا، ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا اور دوسرا شخص عابد تھا جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ان میں سے کون سا افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عالم فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے اس کی دن میں روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے عابد پر ایسی فضیلت

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] " " " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲ " "

[4] " " " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲ " "

يصوم النهار، ويقوم الليل. كفضلي على ادناكم رجلا.[1]

ہے جیسی میری تم میں سے کسی ادنیٰ درجہ کے شخص پر فضیلت ہے۔

عن ابن عباس قال: معلم الخير يستغفر له كل شيء حتى الحوت في البحر.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نیکی کے معلم کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بمجلسين في مسجده فقال كلاهما على خير، واحدهما افضل من صاحبه. اما هؤلاء فيدعون الله ويرغبون اليه فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم واما هؤلاء فيتعلمون الفقه والعلم ويعلمون الجاهل فهم افضل وانما بعثت معلما. ثم جلس فيهم.[3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گذرے آپ نے فرمایا: یہ دونوں نیکی پر ہیں، اور ایک دوسرے سے افضل ہے، بہرحال یہ گروہ نیکی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کر رہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو دے اور چاہے تو نہ دے، اور یہ لوگ فقہ اور علم کو حاصل کر رہے ہیں اور ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں سو یہ افضل ہیں اور میں بطور معلم ہی مبعوث ہوا ہوں، پھر آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من جاءه الموت وهو يطلب العلم ليحيي به الاسلام فبينه وبين النبيين درجة واحدة في الجنة.[4]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص احیاء اسلام کے لیے علم کو طلب کر رہا تھا اور اسی حال میں اس کو موت آگئی اس کے اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ ہوگا۔

عن ابن عباس قال: ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم الا اظلتهم الملائكة باجنحتها حتى يخوضوا في حديث غيره ومن سلك طريقا يبتغي به العلم سهل الله طريقه من الجنة ومن ابطأ به عمله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر جو لوگ کتاب اللہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں ان پر فرشتے اپنے پروں سے اس وقت تک سایہ کیے رہتے ہیں جب تک وہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے اور جو شخص علم کی تلاش میں کسی

---

[1] الامام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ٢٥٥ھ، سنن دارمی ج ١ ص ٨٢، مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

[2] 〃 〃 〃 〃 سنن دارمی ج ١ ص ٨٣ 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 سنن دارمی ج ١ ص ٨٤ 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 سنن دارمی ج ١ ص ٨٥ 〃 〃

لم یسرع به نسبه [1]

رات پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل موخر کر دیتا ہے اس کا نسب مقدم نہیں کرتا۔

عن عطاء اطیعوا الله و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال اولی العلم والفقه وطاعة الرسول اتباع الكتاب والسنة [2]

عطاء نے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر میں کہا اصحاب امر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں اور اطاعت رسول سے مراد کتاب اور سنت کی اتباع ہے۔

عن الاحنف قال قال عمر تفقهوا قبل أن تسودوا۔ [3]

احنف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: عہدہ کی ذمہ داری لینے سے پہلے فقہ حاصل کر لو۔

عن ابن عباس قال: تدارس العلم ساعة من الليل خير من احيائها وقال ابو هريرة انى لاجزء الليل ثلثة اجزاء فثلث انام وثلث اقوم وثلث اتذكر احاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رات کی ایک ساعت میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے، اور حضرت ابوہریرہ نے کہا میں رات کے تین حصے کرتا ہوں تہائی رات میں سوتا ہوں، تہائی رات میں قیام کرتا ہوں اور تہائی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کرتا ہوں۔

عن ابراهيم قال: من ابتغى شيئا من العلم يبتغى به وجه الله اتاه الله منه ما يكفيه [5]

ابراہیم نے کہا جو شخص اللہ کے لیے تھوڑا سا علم بھی حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بقدر کفایت عطا فرمائے گا

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابى جعفر قال موت عالم احب الى ابليس من موت سبعين عابدا [6]

ابو جعفر نے کہا ابلیس کے نزدیک عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل شىء دعامة ودعامة الاسلام الفقه فى الدين ولفقيه اشد على الشيطان من الف عابد [7]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا ستون ہے اور اسلام کا ستون دین کی فقہ ہے اور ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

---

[1] امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۲۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] سنن دارمی ج ۱ ص ۹۳، " " " "

[3] سنن دارمی ج ۱ ص ۷۹، " "

[4] سنن دارمی ج ۱ ص ۷۱، " "

[5] سنن دارمی ج ۱ ص [illegible]، " "

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[7] شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۶،

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ الباھلی قال ذکر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلان احدھما عابد والاخر عالم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملائکتہ واھل السموات والارضین حتی النملۃ فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر[1]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ پر فضیلت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی بھی لوگوں کے معلم خیر کے لیے دعا کرتی ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یشبع المؤمن من خیر یسمعہ حتی یکون منتھاہ الجنۃ[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومن نیکی کی بات سننے سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے وہ بات جہاں سے ملے مومن ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔

العلماء ورثۃ الانبیاء کی تحقیق

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقا یبتغی فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضی لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض حتی الحیتان

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے، اور بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۵-۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] جامع ترمذی ص ۳۸۵

[3] جامع ترمذی ص ۳۸۵

الماء وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب ان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. وليس اسناده عندي بمتصل۔[1]

تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی تمام ستاروں پر، اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کر لیا۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے۔

امام ترمذی نے ہر چند کہ اس حدیث کی سند کو غیر متصل قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اگر یہ بفرض ضعیف ہوتی تب بھی اس کا فضائل میں ذکر صحیح تھا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد[2] امام ابن ماجہ[3] امام دارمی[4] امام احمد[5] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اور امام بخاری نے اس حدیث کے بعض اجزا کا ذکر کیا ہے۔[7]

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام حاکم اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی صحت کا التزام کیا ہے، اور "العلماء ورثۃ الانبیاء" متعدد اسانید صالحہ کے ساتھ مروی ہے، خطیب بغدادی نے کہا اس حدیث کی اصل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات باذن الله ط ذلك هو الفضل الكبير ۝ جنت عدن يدخلونها يحلون فيها من اساور من ذهب ولؤلؤا ولباسهم فيها حرير ۝ وقالوا الحمد لله الذي اذهب عنا

پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تو کوئی ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی متوازن ہے، اور ان میں سے بعض اذن الٰہی سے نیک کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے، یہ دائمی جنت ہیں داخل ہوں گے جہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا ریشم کا لباس ہوگا، اور وہ

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان، ۱۴۰۵ھ

[3] امام عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۶، ۲۳۵، ۲۵۲، ج ۵ ص ۱۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[7] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الحزن ط ان ربنا لغفور شکور ۝ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ ج لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب ۝[1]
(فاطر: ۳۴-۳۲)

کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا قدر دان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشگی کے گھر میں ٹھہرایا جہاں ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں ہمیں تھکن محسوس ہو گی۔

امام رازی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الظالم الذی اخذ القرآن ولم یعمل بہ والمقتصد الذی عمل بہ والسابق الذی اخذہ وعمل بہ وبین للناس العمل بہ فعملوا بہ بقولہ فھو کامل ومکمل والمقتصد کامل والظالم ناقص[2]

ظالم سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہیں کیا اور مقتصد وہ شخص ہے جس نے علم کے تقاضے پر عمل کیا اور سابق سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کر کے خود بھی عمل کیا اور لوگوں کو بھی قرآن مجید پر عمل کی دعوت دی اور لوگوں نے ان کی دعوت سے قرآن مجید پر عمل کیا، پس سابق، کامل اور مکمل ہے اور مقتصد کامل ہے اور ظالم ناقص ہے۔

قاضی بیضاوی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(الذین اصطفینا من عبادنا) یعنی علماء الامۃ من الصحابۃ ومن بعدھم۔[3]

اس آیت سے مراد امت کے علماء ہیں، صحابہ اور ان کے بعد کے علماء۔

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وحملھم علی علماء الامۃ اولی من [illegible] التخصیص[4]

اس آیت میں (الذین اصطفینا من عبادنا) کو علماء امت پر محمول کرنا علماء اہل بیت کی تخصیص سے زیادہ اولیٰ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات اور مفسرین کرام کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ان آیات میں علماء کو وارث کتاب بنانے کا ذکر ہے اور انہی کو جنت کی عظیم بشارت دی گئی ہے اور یہ العلماء ورثۃ الانبیاء کی عظیم اصل اور علماء کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

اہل علم کے فضائل اور اخروی درجات

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال النبی صلی اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۴ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ ابو الفضل محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علیہ وسلم ان مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یھتدی بھا فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشک ان تضل الھداۃ رواہ احمد وفیہ رشدین بن سعد واختلف فی الاحتجاج بہ وابو حفص صاحب انس مجھول۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر علماء آسمان پر ستاروں کی طرح ہیں جن سے سمندر اور خشکی پر ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اور جب ستارے چھپ جائیں گے تو قریب ہے کہ ہدایت حاصل کرنے والے بھٹک جائیں۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فضل العالم علی العابد سبعین درجۃ ما بین کل درجتین کما بین السماء والارض رواہ ابو یعلی وفیہ الخلیل بن مرۃ قال البخاری منکر الحدیث وقال ابن عدی لم ار حدیثا منکرا۔[2]

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے۔ اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی خلیل بن مرہ ہے امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث کہا ابن عدی نے کہا اس کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے۔

عن ابی ھریرۃ وابی ذر قالا لباب من العلم یتعلمہ الرجل احب الی من الف رکعۃ تطوعا وقالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء الموت لطالب العلم وھو علی ھذہ الحالۃ مات وھو شھید رواہ البزار وفیہ ھلال بن عبد الرحمن وھو متروک۔[3]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اگر آدمی علم کا ایک باب پڑھ لے تو وہ میرے نزدیک ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب طالب علم کو طلب علم کی حالت میں موت آئے تو وہ شہید ہے اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا یا رسول اللہ ما ریاض الجنۃ قال مجالس العلم رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ رجل لم یسم۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چرلیا کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۲، " " " " "
[3] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴، " " " " "
[4] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶، " " " " "

عن ابي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العلماء خلفاء الانبياء قلت له في السنن العلماء ورثة الانبياء رواه البزار ورجاله موثقون [1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے خلفاء ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سنن میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن ثعلبة بن الحكم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله عزوجل للعلماء يوم القيامة اذا قعد على كرسيه لفصل عباده اني لم اجعل علمي وحلمي فيكم الا وانا اريد ان اغفر لكم على ما كان فيكم ولا ابالي رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون [2]

حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے کے لیے اپنی کرسی پر رونق افروز ہوگا تو علماء سے فرمائے گا: میں نے اپنا علم اور حلم تم میں صرف اس لیے رکھا تھا کہ میں باوجود ان خطاؤں کے جو تم میں ہیں تمہاری مغفرت کردوں اور مجھے پرواہ نہیں ہوگی۔ اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن ابي موسى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يبعث الله العباد يوم القيمة ثم يميز العلماء فيقول يا معشر العلماء اني لم اضع فيكم علمي لاعذبكم اذهبوا فقد غفرت لكم رواه الطبراني في الكبير وفيه موسى بن عبيدة الربذي وهو ضعيف جدا . [3]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو الگ کرے گا، پھر فرمائے گا: اے علماء کی جماعت! میں نے تم میں اپنا علم تم کو عذاب دینے کے لیے نہیں رکھا تھا، جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی بہت ضعیف ہے۔

علامہ علی متقی، ابن عبد البر کی کتاب العلم سے نقل کرتے ہیں:

عن معاذ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العالم امين الله في الارض [4]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا امین ہے۔

علامہ علی متقی دیلمی کی مسند فردوس سے نقل کرتے ہیں:

---

[1] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] - مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶

[3] - مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۷

[4] - علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیہ فقد ھلک[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا سلطان ہے، جو اس کی مذمت کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔

ابن نجار سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء یحبھم اھل السماء ویستغفر لھم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامۃ[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں، اور جب وہ فوت ہو جائیں تو قیامت تک سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی ہیں۔

امام دیلمی کی مسند الفردوس سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا العلماء فانھم سرج الدنیا ومصابیح الاخرۃ[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء کی اتباع کرو کیونکہ وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں۔

عن زیاد بن الحارث الصدائی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم تکفل اللہ لہ برزقہ[4]

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طلب علم میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے۔

مسند بزار سے نقل کرتے ہیں:

عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت العالم ثلمۃ فی الاسلام لا تسد ما اختلف اللیل والنھار[5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی موت سے اسلام میں سوراخ ہو جاتا ہے جو وقت کے گزرنے سے پر نہیں ہوتا۔

مرہبی سے نقل کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یشفع یوم القیامۃ الانبیاء

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۵، " " " "

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۵، " " " "

[4] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " " "

[5] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " " "

ثم العلماء ثم الشهداء [1]

"اس دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء، پھر شہداء۔"

ابن عدی فی الکامل اور ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی امامة وواثلة قالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیامة جمع الله العلماء فقال: انی لم استودع حکمتی قلوبکم وانا ارید ان اعذبکم ادخلوا الجنة [2]

حضرت ابو امامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ علماء کو جمع کر کے فرمائے گا میں نے تمہارے دلوں میں اپنی حکمت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تم کو عذاب دینا چاہتا تھا، جاؤ جنت میں چلے جاؤ۔

ابن النجار سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیامة یوزن دم الشهداء بمداد العلماء فیرجح مداد العلماء علی دم الشهداء [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن علماء کے لکھنے کی روشنائی کو شہداء کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا شہداء کے خون سے زیادہ وزن ہوگا۔

اہل علم کے حقوق

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لیس من امتی لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقه رواه احمد والطبرانی فی الکبیر واسناده حسن [4]

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابی امامة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ثلثة لا یستخف بهم الا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین شخصوں

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ
[2] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۷۲، " " " "
[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۷۳، " " " "
[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت،

منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط رواہ الطبرانی فی الکبیر من روایۃ عبید اللہ بن زحر عن علی بن یزید وکلاھما ضعیف[1]

کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے، جو شخص اسلام میں سفید ریش ہو، عالم، امام عادل، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے۔

عن ابی امامۃ الباھلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم عبدا ایۃ من کتاب اللہ فھو مولاہ لا ینبغی ان یخذلہ ولا یستأثر علیہ رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عبید بن رزین اللاذقی ولم ار من ذکرہ[2]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی وہ اس کا مولیٰ ہے وہ اس کو نامراد کرے نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ قال اغد عالما او متعلما ولا تغد بین ذلک فان لم تفعل فاحب العلماء ولا یبغضھم رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح الاعبد الملک بن عمیر لم یدرک ابن مسعود[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں صبح کرا کرو کہ تم عالم ہو یا متعلم، اس کے سوا صبح نہ کرو، اگر تم یہ نہ کر سکو تو علماء سے محبت رکھو اور ان سے بغض نہ رکھو۔

علامہ علی متقی ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرموا العلماء فانھم ورثۃ الانبیاء[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء کی عزت کرو کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

خطیب بغدادی کی تاریخ سے نقل کرتے ہیں:

عن علی قال: من حق العالم علیک ان تسلم علی القوم عامۃ وتخصہ دونھم بالتحیۃ وان تجلس امامہ ولا تشیرن عندہ بیدک ولا تغمزن بعینیک ولا تقولن قال فلان خلافا لقولہ ولا تغتابن عندہ احدا ولا تسار فی مجلسہ ولا تأخذ بثوبہ ولا تلح

حضرت علی نے فرمایا: عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو، تم ان کے سامنے بیٹھو، ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو، اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو۔ جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، نہ اس

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۸، " " " "

[3] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۳، " " " "

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۵۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عليه اذا ملّ ولا تعرض من طول صحبته فانما هي بمنزلة النخلة تنتظر متى يسقط عليك منها شيء فان المؤمن العالم اعظم اجرا من الصائم القائم الغازي في سبيل الله، فاذا مات العالم انثلمت في الاسلام ثلمة لا يسدها شيء الى يوم القيامة۔ [1]

کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو، اس کے کپڑے کو نہ پکڑو، جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ، اس کی لمبی صحبت سے احتراز نہ کرو، کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے، کیونکہ مومن عالم کا اجر روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے شخص سے زیادہ ہے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔

اہل علم کے اختلاف کا باعث یسر اور رحمت ہونا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لنا لما رجع من الاحزاب لا يصلين احد العصر الا في بني قريظة فادرك بعضهم العصر وقال بعضهم لا نصلي حتى ناتيها وقال بعضهم بل نصلي لم يرد منا ذلك فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فلم يعنف احدا منهم۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: "بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز عصر پڑھنا"۔ راستہ میں نماز کا وقت آگیا، بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض صحابہ نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی، ہم نماز پڑھیں گے، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن حميد قال: قلت لعمر بن عبد العزيز: لو جمعت الناس على شيء فقال: ما يسرني انهم لم يختلفوا. قال ثم كتب الى الآفاق او الى الامصار ليقضي كل قوم بما اجتمع عليه فقهاؤهم۔ [3]

حمید کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کاش آپ تمام فقہاء کو ایک مسلک پر مجتمع کر دیتے! عمر بن عبد العزیز نے کہا اگر فقہاء اختلاف نہ کریں تو میں اس سے خوش نہیں ہوں، پھر عمر بن عبد العزیز نے تمام شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ ہر شہر کے لوگ اس حکم پر عمل کریں جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام عبداللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عن عون بن عبد الله قال، ما احب ان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم لم یختلفوا. فانهم لو اجتمعوا علی شیء فترکه رجل ترك السنة ولو اختلفوا فاخذ رجل بقول احد اخذ بالسنة.[1]

عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اختلاف نہ ہو، کیونکہ اگر تمام صحابہ کا کسی ایک بات پر اتفاق ہوتا اور پھر کوئی شخص اس کو ترک کر دیتا تو وہ تارک سنت ہوتا اور جب صحابہ کا اختلاف ہے تو جس صحابی کے قول پر بھی کوئی شخص عمل کرے گا وہ سنت کو پالے گا۔

عن طاؤس قال: ربما رای ابن عباس الرای ثم ترکه.[2]

طاؤس کہتے ہیں کہ بعض اوقات حضرت ابن عباس ایک رائے کو اختیار کرتے پھر اس کو ترک کر دیتے۔

عن مروان بن الحکم قال: قال لی عثمان بن عفان: ان عمر قال لی: انی قد رایت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوه. فقال عثمان ان نتبع رایك فانه رشد، وان نتبع رای الشیخ قبلك فنعم ذی الرای کان، قال وکان ابو بکر یجعله ابا.[3]

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ حضرت عمر نے مجھ سے فرمایا کہ دادا کے متعلق میری ایک رائے ہے اگر تم اس کی اتباع کرنا چاہو تو اتباع کرو، حضرت عثمان نے کہا اگر ہم آپ کی رائے کی اتباع کریں تو وہ بھی ہدایت ہے اور اگر ہم آپ سے پہلے خلیفہ کی رائے کی اتباع کریں تو ان کی رائے بھی صحیح تھی حضرت ابوبکر (میراث میں) دادا کو باپ قرار دیتے تھے۔

علامہ علی متقی نصر مقدسی، بیہقی، حلیمی، قاضی حسین اور امام الحرمین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

اختلاف امتی رحمة.[4]

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

علامہ مناوی نے اس کی تائید میں امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء فبایهم اقتدیتم اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمة.[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کر لی، ہدایت پا جاؤ گے، اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

---

[1] امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ″ ″ ″ ″ ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″ ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، ″ ″

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] علامہ محمد عبد الرؤف مناوی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

طلب علم کے متعلق بعض مشہور احادیث کی تحقیق

امام بیہقی نے چار سندوں کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ عثمان بن عبد الرحمن القرشی عن حماد بن ابی سلیمان و عثمان ہذا قال البخاری مجہول ولا یقبل من حدیث حماد الا ما رواہ عنہ القدماء شعبۃ وسفیان الثوری والدستوائی ومن عدا ہؤلاء بعد الاختلاط۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مسلمان پر علم کا طلب کرنا فرض ہے" اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں عثمان مجہول ہے اور اس کا شیخ حماد ضعیف ہے۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے اس کی سند میں یحییٰ بن ہشام کذاب ہے نیز امام طبرانی نے معجم اوسط میں اس کو حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے اس کی سند میں عبد اللہ بن عبد العزیز بن ابی ثابت ہے جو بہت ضعیف راوی ہے۔[3]

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق روایت کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی عاتکۃ وفی روایۃ ابی عبد اللہ ثنا ابو عاتکۃ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلبوا العلم ولو کان بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم، ہذا الحدیث شبہ مشہور واسنادہ ضعیف وقد روی من اوجہ کلہا ضعیفۃ۔[4]

ابو عاتکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کو طلب کرو خواہ چین جانا پڑے، کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ حدیث، حدیث مشہور کے مشابہ ہے، اور اس کی سند ضعیف ہے یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو عقیلی کی کتاب الضعفاء، ابن عدی کی کامل، امام بیہقی کی شعب الایمان اور امام ابن عبد البر

---

[1] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰ ،، ،، ،، ،،

[4] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

کی جامع العلم کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس کو مذکور الصدر حوالوں سے بیان کیا ہے [2]

علامہ سخاوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں، خطیب نے رحلۃ میں ابن عبد البر نے جامع العلم میں اور دیلمی نے (مسند الفردوس میں) بیان کیا ہے، ان سب نے اس کو ابو عاتکہ طریف بن سلمان سے روایت کیا ہے، البتہ فقط عبد البر نے اس کو از عبید بن محمد از ابن عیینہ از زہری از انس مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ دونوں وجہوں سے ضعیف ہے بلکہ امام ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور امام ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [3]

علامہ مناوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حسن ضعیف ہے، ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے، میزان میں ہے ابو عاتکہ از انس اس کے نام میں اختلاف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے، علامہ سخاوی وغیرہ نے کہا یہ حدیث دو وجہوں سے ضعیف ہے، بلکہ امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، امام ابن جوزی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے، مزی نے کہا اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں، ان کے مجموعہ سے یہ حسن ہے، امام ذہبی نے تلخیص الواہیات میں کہا اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔ [4]

علامہ زبیدی اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

عراقی نے کہا کہ ابن عدی نے اس حدیث کو کامل میں، امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان اور مدخل میں اور امام ابن عبد البر نے "علم" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابو عاتکہ ہے یہ منکر الحدیث ہے، امام بیہقی نے کہا یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی اسانید ضعیف ہیں، امام ابن عبد البر نے بھی اس کو از زہری از حضرت انس روایت کیا ہے، اس کی سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے، اس کو امام بیہقی نے کاذب کہا ہے، علامہ سخاوی نے کہا امام بیہقی نے اس کو از عبید بن محمد از ابن عیینہ از زہری بھی روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، پھر کہا یہ حدیث اس سند سے باطل ہے اس کو جویباری نے وضع کیا ہے، (الخ) میں کہتا ہوں کہ حضرت انس کی روایت کو خطیب نے "الرحلۃ" میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اور امام بیہقی اور امام ابن عبد البر کی طرح اس کے آخر میں یہ زیادہ کیا ہے کہ "کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے" حافظ عسقلانی نے لسان المیزان میں کہا ہے کہ نخعی کی سند میں ہے "میں نے انس سے سنا ہے" یہ بھی باطل ہے کیونکہ نخعی کا حضرت انس سے سماع نہیں ہے، یہ حدیث ابو عاتکہ نام کے چھ آدمیوں سے مروی ہے، محمد بن غالب تمتام، جعفر بن ہشام، حسین بن علی بن شیاد، ابو بکر الاعین، عباس بن طالب اور حسن بن عطیہ، خطیب نے "الرحلۃ" میں ان تمام کی اسانید ذکر کی ہیں، اسی طرح امام بیہقی

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، جامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبع الثانی ۱۳۹۱ ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۱۳۹-۱۳۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ ھ

[3] ابو الخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ ھ، المقاصد الحسنۃ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع علوی ہند، ۱۳۰۴ ھ

[4] علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ ھ

امام دیلمی، امام ابن عدی، اور امام عقیلی نے بھی ان اسانید کو ذکر کیا ہے۔ میں نے اس حدیث کی تخریج میں ایک رسالہ لکھا ہے اور مجھے اس حدیث کی جتنی اسانید میسر آسکیں ان کو میں نے اس رسالہ میں جمع کیا ہے۔ [1]

علامہ ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما الحسن بن عطية فضعفه ابو حاتم الرازي واما ابو عاتكة فقال البخاري: منكر الحديث قال ابن حبان وهذا الحديث باطل لا اصل له۔ [2]

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے، حسن بن عطیہ کو ابو حاتم رازی نے ضعیف قرار دیا اور ابو عاتکہ کے متعلق امام بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے اور امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اہل علم کو تحذیر اور نصیحت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سئل عن علم علمه ثم كتمه الجم يوم القيامة بلجام من نار۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کا اس کو علم تھا پھر اس نے اس کو مخفی رکھا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

عن كعب بن مالك قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من طلب العلم ليجاري به العلماء او ليماري به السفهاء ويصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار۔ [4]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے علماء پر فخر کرنے، جاہلوں سے بحث کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے علم کو طلب کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم دین کو صرف مال دنیا کے حصول کی خاطر طلب کیا وہ قیامت

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۹۹–۱۰۰، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ,, ,, ,, ,, جامع ترمذی ص ۳۸۹ ,, ,, ,, ,,

من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها [1]

کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا، اس کا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال: من اراد ان یکرم دینه فلا یدخل علی السلطان ولا یخلون بالنسوان ولا یخاصمن اصحاب الاهواء [3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے دین کی تکریم چاہتا ہو وہ سلطان کے پاس جائے نہ عورتوں کے ساتھ خلوت کرے، اور نہ بدمذہبوں (بدعتیوں) سے بحث کرے۔

عن کثیر بن مرة قال: لا تحدث الباطل للحکماء فیمقتوك ولا تحدث الحکمة للسفهاء فیکذبوك ولا تمنع العلم اهله فتاثم ولا تضعه فی غیر اهله فتجهل ان علیك فی علمك حقا کما ان علیك فی مالك حقا [4]

کثیر بن مرہ بیان کرتے ہیں دانش مندوں کے سامنے باطل کو نہ بیان کرو وہ تم سے ناراض ہوں گے اور جاہلوں کے سامنے حکمت نہ بیان کرو وہ تمہاری تکذیب کریں گے جو علم کا اہل ہو اس کو علم سے منع نہ کرو ورنہ گناہ گار ہوگے۔ نااہل کو تعلیم نہ دو ورنہ تمہاری تجہیل ہوگی تمہارے علم کا تم پر اسی طرح حق ہے جس طرح تمہارے مال کا تم پر حق ہے۔

عن مسروق قال کفی بالمرء علما ان یخشی الله وکفی بالمرء جهلا ان یعجب بعلمه [5]

مسروق نے کہا کسی شخص کے عالم ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور کسی شخص کے جاہل ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے علم پر تکبر کرتا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سمرة بن جندب قال قال النبی صلی الله علیه وسلم قال جبرائیل والذی رایته یشدخ راسه فرجل علمه الله القرآن

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل نے بتایا کہ آپ نے جس شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے پھاڑا

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، " " "

[3] امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] " " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۸۸، " " "

[5] " " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۸۹، " " "

فنام عنه بالليل ولم يعمل فيه بالنهار يفعل به الى يوم القيامة [1]

جارہا تھا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا، اس نے رات کو اس سے اعراض کیا اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا، اس شخص کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل علم وبال على صاحبه يوم القيمة الا من عمل به رواه الطبراني وفيه هانى بن المتوكل قال ابن حبان لا يحل الاحتجاج به بحال [2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عالم کے لیے اس کا علم وبال ہوگا ماسوا اس عالم کے جو علم کے تقاضے پر عمل کرے گا، اس حدیث کی سند میں ہانی بن المتوکل نام کا راوی ضعیف ہے۔

علامہ علی متقی ہندی ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن على انه قال يا حملة القرآن اعملوا به فان العالم من عمل بما علم ووافق عمله علمه وسيكون اقوام يحملون العلم لا يجاوز تراقيهم يخالف سريرتهم علانيتهم ويخالف عملهم علمهم يجلسون حلقا فيباهى بعضهم بعضا حتى ان احدهم ليغضب على جليسه حين يجلس الى غيره ويدعه اولئك لا تصعد اعمالهم فى مجالسهم تلك الى الله [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہ شخص ہے جو اپنے علم پر عمل کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو، عنقریب کچھ لوگ علم حاصل کریں گے لیکن وہ علم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی ظاہری حالت ان کی خلوت کے خلاف ہوگی، اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا وہ حلقوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے، حتیٰ کہ اگر ایک عالم کا حلقہ نشین اس کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے حلقہ میں بیٹھ جائے تو وہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو چھوڑ دیگا، ان حلقوں سے ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچیں گے۔

علامہ علی متقی مسند جابر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن جابر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: اطلع قوم من اهل الجنة على قوم من اهل النار فقال: بم دخلتم النار فانما دخلنا الجنة بتعليمكم؟ قالوا انا كنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے بعض لوگوں نے جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا، انہوں نے ان سے کہا تم جہنم میں کیسے چلے گئے؟ حالانکہ ہم تمہاری تعلیم کی وجہ سے جنت میں گئے

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۲، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

نامر ولا نفعل [1]

ہیں! انھوں نے کہا ہم لوگوں کو حکم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔

علامہ علی متقی ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اشد الناس عذابا یوم القیامة عالم لم ینفعه الله بعلمه [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع اندوز نہیں کیا۔

علامہ علی متقی ابن عدی فی الکامل کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی جهنم وادیا تستعیذ منه کل یوم سبعین مرة اعد ه الله تعالیٰ للقراء المرائین باعمالهم وان ابغض الخلق الی الله تعالیٰ عالم السلطان [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو دکھاوے کے لیے قرآن پڑھنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے مبغوض شخص وہ عالم ہے جو بادشاہ کا حاشیہ نشین ہو۔

علامہ علی متقی سنن ابوداؤد والطیالسی، مسند احمد، عبد بن حمید، طبرانی فی الاوسط، ابونعیم فی الحلیۃ اور سنن سعید بن منصور سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مررت لیلة اسری بی علی قوم تقرض شفاههم بمقاریض من نار فقلت لجبریل: من هؤلاء؟ قال خطباء من اهل الدنیا ممن کانوا یامرون الناس بالبر وینسون انفسهم وهم یتلون الکتاب افلا یعقلون [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبرائیل سے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا یہ دنیادار خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے، کیا یہ عقل نہیں رکھتے تھے؟

علامہ علی متقی مسند الفردوس للدیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن جندب قال العالم بغیر عمل

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بغیر عمل

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹ " " " "

[4] " " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹ " " " "

كالمصباح يحرق نفسه ويضيء للناس[1]

کہ عالم اس چراغ کی طرح ہے جو اپنے آپ کو جلا کر لوگوں کے لیے روشنی کرتا ہے۔

علامہ علی متقی ابن جوزی کی علل متناہیہ سے نقل کرتے ہیں:

عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كاتم العلم يلعنه كل شيء حتى الحوت في البحر والطير في السماء[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کے چھپانے والے پر ہر چیز لعنت کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں اور آسمان میں پرندے۔

علامہ متقی عقیلی کی ضعفاء سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العلماء امناء الرسل ما لم يخالطوا السلطان ويداخلوا الدنيا فاذا خالطوا السلطان وداخلوا الدنيا فقد خانوا الرسل فاحذروهم[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء جب تک سلطان (بادشاہ) سے نہ ملیں اور دنیا داری نہ کریں وہ رسولوں کے امین ہیں اور جب وہ سلطان سے ملیں اور دنیا داری کریں تو انہوں نے رسولوں سے خیانت کی، ان سے احتیاط کرو۔

علامہ علی متقی ابن لال سے نقل کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ابغض الخلق الى الله تعالى العالم يزور العمال[4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے مبغوض شخص وہ عالم ہے جو حکام کی زیارت کرے۔

علامہ علی متقی دیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال امرنا ان نكلم الناس على قدر عقولهم[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۹۰ " " " "

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۸۳ " " " "

[4] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۸۸ " " " "

[5] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۴۲ " " " "

علامہ علی متقی دیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی قال ینبغی للعالم ان یکون قلیل الضحک کثیر البکاء لا یمازح ولا یصاخب ولا یماری ولا یجادل ان تکلم تکلم بحق وان صمت صمت عن الباطل وان دخل دخل برفق وان خرج خرج بحلم [1]

حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عالم کو ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے، وہ مذاق کرے، نہ شور کرے اور نہ لڑائی جھگڑا کرے، بات کرے تو حق بات کرے چپ رہے تو بُری بات سے چپ کرے، اگر آئے تو ملائمت سے آئے اور اگر جائے تو علم سے جائے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتِّبَاعِ مُتَشَابِهِ الْقُرْاٰنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ مُتَّبِعِيْهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاِخْتِلَافِ فِي الْقُرْاٰنِ

قرآن مجید میں اختلاف کرنے اور متشابہات قرآن مجید کے درپے ہونے کی ممانعت

۶۶۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (ترجمہ:) "وہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی، اس کی بعض آیتیں محکم ہیں (جن کا معنی صاف اور واضح ہے) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیات متشابہ ہیں (جن کا معنی مخفی ہے) سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو قرآن مجید میں متشابہ ہیں فتنہ کی طلب اور ان کے معنی تلاش کرنے کے لیے، اور ان کی اصل مراد اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جن کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت کو صرف عقل مند قبول کرتے ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے درپے ہیں تو ان سے بچو، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

۶۶۵۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۴۴۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ.

میں ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے چہرے سے غضب نمودار تھا۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ہیں۔

٦٦٥٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو قُدَامَةَ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ فَقُومُوا.

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا دل اور زبان کی موافقت کرتا ہے قرآن مجید پڑھتے رہو یعنی جب تک اکتاہٹ نہ ہو اور جب دل اور زبان میں اختلاف ہو جائے تو اٹھ جاؤ۔

٦٦٥٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدَبٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا.

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تمہارا دل موافق رہے قرآن مجید پڑھتے رہو اور جب دل موافق نہ رہے تو اٹھ جاؤ۔

٦٦٥٥ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ قَالَ لَنَا جُنْدَبٌ وَنَحْنُ غِلْمَانٌ بِالْكُوفَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا.

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو، حسب سابق ہے۔

٦٦٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت مبغوض وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

٦٦٥٧ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے، بالشت کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا فِيْ جُحْرِ ضَبٍّ لَاتَّبَعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔

برابر بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی اتباع کروگے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہود اور نصاریٰ؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟

۶۶۵۸۔ وَحَدَّثَنَا عِدَّةٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ غَسَّانَ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۶۵۹۔ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی مزید ایک سند بیان کی۔

۶۶۶۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَيَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيْقٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بال کی کھال نکالنے والے ہلاک ہو گئے۔

متشابہات کی تفسیر کا بیان

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا محکم اور متشابہ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ حروف مقطعہ ہیں جو سورتوں کی ابتداء میں مذکور ہیں، اور محکم باقی قرآن مجید ہے، ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ آیات ہیں جن کے الفاظ میں اتفاق ہو اور معانی میں اختلاف ہو، اور ان کے معانی میں فرق کا ادراک کرنا بہت غامض اور دقیق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول اضله الله على علم (جاثیہ: ۲۳) ”اس کو اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے گمراہ کر دیا“ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول واضل فرعون قومه (طٰہٰ: ۷۹) ”اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا“ لفظ اضلال ایک ہے اور دونوں آیتوں میں اس کے معنی میں فرق ہے، پہلی آیت میں اضل کا معنی ہے گمراہی کو پیدا کرنا، اور دوسری آیت میں اس کا معنی ہے ظاہراً گمراہ کرنا، اور اس فرق کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے، اسی طرح معصیت کرنے والوں کو عذاب دینے اور ان کی مغفرت کرنے کی آیات میں بھی بظاہر تعارض ہے اور ان میں تطبیق اور توافق بہت مشکل اور دشوار ہے۔

علامہ خطابی نے کہا محکم وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو منسوخ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ محکم احکام کی آیات ہیں اور متشابہ وعید کی آیات ہیں، ایک قول ہے وقت وقوع قیامت کی آیات متشابہ ہیں اور باقی آیات محکم ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جن آیات کی دلالت واضح ہے اور ان میں اشتباہ نہیں ہے وہ محکم ہیں اور جن آیات میں اشتباہ ہے وہ متشابہ ہیں اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ لغت کے مطابق ہے لغت میں احکام کا معنی اتقان ہے اور جس معنی میں کوئی اشتباہ نہ ہو وہ واضح اور محکم ہے۔

امام غزالی نے مستصفیٰ میں بیان کیا ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر میں کوئی حدیث یا اثر منقول نہ ہو تو پھر اس کی تفسیر لغت اور لفظ کی وضع کے اعتبار سے کرنی چاہیے، اس لیے یہ تعریف مناسب نہیں ہے کہ متشابہ حروف مقطعات ہیں، اور محکم باقی قرآن ہے اور نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کا علماء راسخین کو علم ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا علم صرف اللہ عزوجل کو ہے، اور نہ یہ قول صحیح ہے کہ محکم، وعد، وعید اور حلال و حرام کی آیات ہیں اور متشابہ قصص اور امثال کی آیات ہیں، اور یہ سب مستبعد قول ہیں، صحیح قول یہ ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کا معنی واضح ہو اور جن میں کوئی دوسرا احتمال اور اشکال نہ ہو اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معنی میں کئی احتمال ہوں، یا جن میں کوئی تاویل ہو، الفاظ مشترک ہوں مثلاً قرء اور لمس وغیرہ متشابہ ہیں کیونکہ قرء کا لفظ حیض اور طہر میں مشترک ہے اور لمس کا لفظ وطی کرنے اور ہاتھوں سے چھونے میں مشترک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر ہے جن سے جسمیت اور جہت کا اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور ان میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے۔ [1]

علماء راسخین کے لیے متشابہات کی تاویل کے علم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے یا نہیں؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے کلام کے ساتھ خطاب کرے جس کا کسی کو علم نہ ہو اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور دیگر محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مفید کے ساتھ کلام کرنا محال ہے۔ [2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے وہ الراسخون فی العلم پر وقف کرتے ہیں:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا (آل عمران: ۷) — متشابہ کی تاویل کو اللہ اور علماء راسخین کے سوا کوئی نہیں جانتا، درآں حالیکہ وہ کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

اور فقہاء احناف کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا متشابہات کا کسی کو علم نہیں ہے وہ الا اللہ پر وقف کرتے ہیں:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۝ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا۔ — متشابہ کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علماء راسخین یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کے ثبوت میں فقہاء شافعیہ کے دلائل

فقہاء شافعیہ کے نظریہ

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کی ترجیح اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اگر متشابہ کا معنی کسی کو معلوم نہ ہوتا تو پھر علم کو رسوخ سے مقید کرنے کی ضرورت نہ تھی، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تقدیر پر آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں رہے گا، کیونکہ جن آیات کا معنی واضح نہ ہو اور علماء راسخین کو ان آیات کا معنی معلوم ہو وہ محکم ہوں گی نہ متشابہ، تیسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا کی اور کہا: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ دے اور تاویل کا علم عطا فرما! اگر متشابہ کی تاویل کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ ہوتا تو اس دعا کا کوئی مطلب نہ تھا، چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے میں ان لوگوں سے ہوں جن کو متشابہ کا علم ہے، پانچویں وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین کی مدح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو متشابہ کے علم سے وافر حصہ عنایت فرمایا ہے، چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے کلام سے خطاب کرے جس کی مخلوق کے لیے معرفت کی کوئی سبیل نہ ہو۔ ۱؎

علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کی نفی میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کے نظریہ کی تائید اس سے ہوتی ہے، اکثر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا یہ مذہب ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو متشابہ کا علم نہیں ہے، خصوصاً اہل سنت کا یہی مذہب ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت بھی یہی ہے اور ایک قلیل جماعت کے سوا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس یوں پڑھتے تھے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم اٰمنّا، ہر چند کہ اس روایت سے اس آیت کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہو گا لیکن اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک الا اللہ پر وقف ہے، اور فراء نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب بھی اسی طرح قراءت کرتے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا خوف ہے، ان کے پاس مال کی کثرت ہو گی اور وہ ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور آپس میں لڑیں گے، ان پر کتاب کھول دی جائے گی اور مومن اس کی تاویل تلاش کرے گا اور اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابن مردویہ نے از عمرو بن شعیب از والد از جد، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: قرآن اس لیے نہیں نازل ہوا کہ بعض آیات، بعض کی تکذیب کریں جن آیات کا تم کو معنی معلوم ہو ان پر عمل کرو اور جو آیات متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کے سات ابواب ہیں اور وہ سات اقسام پر نازل ہوا ہے، زاجر، آمر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال، پس قرآن مجید کے حلال کو حلال قرار دو، اس کے حرام کو حرام قرار دو، جس کا تمہیں حکم ہے اس کو کرو، اور جس کی تم کو ممانعت ہے اس سے رکو، اس کی امثال سے عبرت پکڑو، اس کے محکم پر عمل کرو اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ، اور کہو ہم ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

۱؎ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۲-۸۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: قرآن مجید چار حرفوں (قسموں) پر نازل ہوا ہے، حلال، حرام ان سے جہالت کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں ہوگا اور تفسیر (محکم) جس کی علماء تفسیر کرتے ہیں، اور متشابہ جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے علم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تمام متشابہات کی تین قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس پر واقف ہونے کی کوئی سبیل نہیں جیسے قیامت کے وقت کا علم اور دابۃ الارض کے خروج کے وقت کا علم، اور ایک قسم وہ ہے جس پر اطلاع کی سبیل ہے جیسے الفاظ غریبہ اور مشکل احکام کا علم اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے درمیان دائر ہے، اس کی معرفت علماء راسخین کے ساتھ مخصوص ہے اور عام لوگوں سے اس کا علم مخفی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا فرمائی تھی "اس کو تاویل کا علم عطا فرما" اس سے اسی قسم کی تاویل کا علم مراد تھا۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے شوافع کے دلائل کے جوابات میں کہا کہ علم کو رسوخ کے ساتھ مبالغہ کے لیے مقید کیا ہے، یعنی جب علماء راسخین بھی متشابہ کی تاویل نہیں جانتے تو عام لوگ کس طرح جان سکتے ہیں اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (نحل ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وہ (کلام) صاف صاف بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن آیات کے بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ محکم ہیں نہ متشابہ، محکم اس لیے نہیں ہیں کہ ان کی معرفت بیان پر موقوف نہیں ہے اور متشابہ اس لیے نہیں ہیں کہ ان کا بیان متوقع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں ہے، تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تاویل کے علم کے لیے دعا نہیں کی جن پر واقف ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہے متشابہات کی تیسری قسم کے لیے دعا کی تھی جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

چوتھی دلیل حضرت ابن عباس کی یہ روایت تھی کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو متشابہ کی تاویل کا علم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معارض اس سے زیادہ صحیح روایات ہیں جن میں حضرت ابن عباس نے متشابہ کی تاویل کے علم کی نفی کی ہے، اور بر تقدیر تسلیم اس سے مراد متشابہ کی تیسری قسم ہے۔ پانچویں دلیل میں یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین کی مدح فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو متشابہ کی تاویل کا علم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ علماء راسخین کی مدح متشابہ کی تاویل کے علم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ علم راسخ کے باوجود متشابہ کی تاویل کرنے کے درپے نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو حد مقرر کی تھی اس پر رک گئے اور ان لوگوں کی طرح متشابہ کی تاویل نہیں کی جن کے دلوں میں

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کج ہے، چھٹی دلیل یہ تھی کہ جن آیات کا معنی کسی کو معلوم نہ ہو سکے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا کیا فائدہ؛ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش اور ابتلاء ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی عبادات کے ساتھ مکلف کیا ہے جن کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں، اور اس ابتلاء میں عقل کے پرکھنا ہے اور حکم کی حد کو توڑنا ہے اور نفس کے ناز اس کا غرور ختم کرنا ہے تاکہ انسان بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کی تاویل میں تحقیق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو آیات متشابہات نازل ہوئی ہیں مثلاً استواء، ید، ساق وغیرہ، اسی طرح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول، ضحک اور تعجب کا ذکر ہے، ان کے متعلق سلف اور امام اشعری کا مذہب یہ ہے کہ یہ صفات عقل کے ماوراء ثابت ہیں، ہم اس کے مکلف ہیں کہ ان کے ثبوت کا اعتقاد رکھیں اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جسمیت اور تشبیہ سے پاک ہے، تاکہ نقل عقل کے مخالف نہ ہو، اور متاخرین نے ان صفات کی تاویل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ استواء سے مراد استیلاء اور غلبہ ہے، حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد استقرار ہے، حضرت ام سلمہ نے فرمایا کیفیت غیر معقول ہے اور استواء غیر مجہول ہے، اس کا اقرار کرنا ایمان اور اس کا انکار کفر ہے۔ علامہ آلوسی کا رجحان یہ ہے کہ متقدمین کے مذہب میں زیادہ سلامتی ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کے لیے متشابہات کے علم کی تحقیق

فقہاء احناف کے نزدیک علماء راسخین کو متشابہات کی تاویل کا دنیا میں علم نہیں لیکن آخرت میں ان پر متشابہات کی تاویل منکشف ہو جائے گی، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھی متشابہات کی تاویل کا علم ہے۔ ملا جیون لکھتے ہیں:

وحکمه اعتقاد ان المراد به حق وان لم نعلم قبل یوم القیامة واما بعد القیامة فیصیر مکشوفا لکل احد ان شاء الله وهذا فی حق الامة واما فی حق النبی علیه السلام فکان معلوما والا تبطل فائدة التخاطب ویصیر التخاطب بالمهمل کالتکلم بالزنجی مع العربی۔ [3]

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد حق ہے اگرچہ ہم کو اس کی مراد قیامت سے پہلے معلوم نہیں ہوگی، اور قیامت کے بعد اس کی مراد ہر شخص پر منکشف ہو جائے گی، لیکن یہ امت کے حق میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہ کی مراد دنیا میں معلوم ہے، ورنہ تخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا، اور مہمل الفاظ کے ساتھ خطاب کرنا ایسے ہوگا جیسے عربی حبشی سے عربی میں بات کرے۔

علامہ آلوسی اس بحث میں لکھتے ہیں:

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ متشابہات کا علم صرف اللہ کو ہے وہ شاید اس کا انکار نہیں کریں گے کہ نبی صلی اللہ

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] روح المعانی ج ۳ ص ۸۵-۸۴ " " " "

[3] علامہ احمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

علیہ وسلم کو وحی کے واسطے سے متشابہات کی تعلیم دی گئی ہے ورنہ اس کا انکار کریں گے کہ ولی کامل کو الہام کے ذریعہ متشابہات کا تفصیلی علم جائز ہے، البتہ ان کا علم اللہ کے علم کی طرح محیط نہیں ہوگا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کو متشابہات کا تفصیلی علم نہ بھی ہو تو اجمالی علم ضرور ہوگا، اور ان کے لیے علم اجمالی کا انکار وہی کرے گا جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اولیاء کاملین کی قدر و منزلت نہ ہو۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اولیاء کاملین کو حروف مقطعات کی تاویل کی معرفت ہے کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ان کی معرفت عطا ہوتی ہے، اور بعض اوقات یہ حروف خود ان کے سامنے اپنا معنی بیان کرتے ہیں جیسا کہ بعض صحابہ کی ہتھیلی میں کنکریاں تسبیح کرتی تھیں اور جیسا کہ ہمارے ائمہ اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ گوہ اور ہرن نے آپ سے کلام کیا۔ بلکہ جب بندہ قرب نوافل سے مظہر صفات الوہیت ہونے کا مقام حاصل کرے تو وہ ان حروف مقطعات اور دیگر اشیاء کے علم کو اللہ کے علم سے جان لیتا ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ [2]

علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے متشابہات کی تفسیر میں وقت وقوع قیامت کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہات کا علم ہے اور ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم ہے۔ میرے استاذ علامہ عطا محمد بندیالوی مد ظلہ نے دوران تعلیم یہ دلیل بیان فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں لفظی تحریف کا محال ہونا

حدیث نمبر ۵۱۹۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر چلو گے، (جامع ترمذی میں ہے: بنو اسرائیل نے جو کچھ کیا تھا میری امت قدم بہ قدم وہ سب کرے گی حتیٰ کہ اگر بنو اسرائیل میں سے کسی شخص نے علانیہ بدکاری کی تھی تو میری امت میں سے بھی ضرور کوئی شخص ایسا کرے گا۔ [3]

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل نے تو کلام الٰہی میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی تھی تو کیا یہ امت بھی کلام الٰہی میں لفظاً اور معنیً تحریف کرے گی؟ جب کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی محال ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں خفی اور جلی، وحی خفی حدیث ہے اور وحی جلی قرآن مجید ہے، وحی جلی یعنی قرآن مجید میں تحریف معنوی کی گئی بایں طور کہ باطل فرقوں نے قرآن مجید کی آیات کے باطل معنی کیے، مثلاً مرزا قادیانی نے خاتم النبیین کا معنی یہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی مہر ہیں آپ جس پر نبوت کی مہر لگا دیتے ہیں وہ نبی بن جاتا ہے اور یہ قرآن مجید میں معنوی تحریف ہے، خاتم النبیین کا جو معنی تواتر سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا، اور وحی خفی یعنی احادیث میں لفظی تحریف کی گئی جب کہ بعض زندیقوں اور ملحدوں نے احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں، اس کی ایک مثال یہ ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] روح المعانی ج ۱ ص ۱۰۰

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اللہ علیہ وسلم شرار کم معلمو کم اقلهم رحمة علی الیتیم واغلظهم علی المسکین۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بدترین لوگ وہ ہیں جو یتیم پر کم رحمت کریں اور مسکین پر سختی کریں۔

علامہ ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

هذا حديث موضوع بلا شك[1]

یہ حدیث بلا شک وشبہ موضوع ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ وحی خفی میں تحریف لفظی کی گئی ہے اور وحی جلی میں تحریف ممتنع ہے، اور وحی جلی یعنی قرآن مجید میں تحریف لفظی محال ہے تاہم سخت حیرت کی بات ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری قرآن مجید میں تحریف لفظی کے قائل رہے وہ لکھتے ہیں:

والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضاً اما انه عن عمد منهم او لمغلطة[2]

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمداً کی ہے یا کسی مغالطہ کی بناء پر ہے۔

ہمارے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی کا قول کرنا، قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کا صریح انکار ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ۰ (حجر: ۱۵)

بے شک ہم ہی نے قرآن مجید نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (حٰم السجدة: ۴۲)

اس میں باطل سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

بَابُ ۹۵ رَفْعِ الْعِلْمِ وَقَبْضِهٖ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ وَالْفِتَنِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ

آخر زمانہ میں علم کا اٹھ جانا اور جہل اور فتنوں کا غلبہ ہونا

۶۶۶۱ - حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَثْبُتَ الْجَهْلُ وَیُشْرَبَ الْخَمْرُ وَیَظْهَرَ الزِّنَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا اٹھ جانا، جہل کا ہونا، شراب نوشی اور زنا کا ظہور قیامت کی علامات سے ہے۔

۶۶۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہ بیان کروں! میرے بعد تم کو کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہیں بیان کرے گا،

---

[1] علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۴۳، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی

[2] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۵۹۵، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعَهُ مِنْهُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَتَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ۔

آپ نے فرمایا: علم کا اٹھ جانا، جہل کا ظہور، زنا کا عموم، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا باقی رہنا حتی کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگران ہونا، قیامت کی علامات میں سے ہے۔

۶۶۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بِشْرٍ وَعَبْدَةَ لَا يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بعد تم کو کوئی شخص اس طرح حدیث نہیں بیان کرے گا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۶۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبِي قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے چند دن پہلے علم اٹھ جائے گا، جہل پھیل جائے گا اور بکثرت خونریزی ہوگی۔

۶۶۶۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى وَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

۶۶۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحَاقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کیا۔

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

۶۶۶۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ إِنِّي لَجَالِسٌ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى وَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ابووائل کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مثل سابق حدیث ہے۔

۶۶۶۸ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ باہم قریب ہو جائے گا اور علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے، (دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا، ہرج بکثرت ہوگا، صحابہ نے پوچھا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کثرت قتل۔

۶۶۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اٹھ جائے گا پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۶۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِهِمَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اٹھ جائے گا، پھر ان حدیثوں کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۶۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي

امام مسلم نے چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت ذکر کی، جو زہری کی روایت کی مثل ہے، البتہ اس میں بخل کے ڈالے جانے کا ذکر نہیں ہے۔

أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُلُّهُمْ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا وَيُلْقَى الشُّحُّ.

٦٦٧٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

٦٦٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَعَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ فَسَأَلْتُهُ فَرَدَّ عَلَيْنَا الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی آٹھ سندیں بیان کیں، آٹھویں سند میں ہے سال کے اختتام پر عمر بن علی کی حضرت عبداللہ بن عمرو سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انھوں نے حسب سابق اس حدیث کو دہرایا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

٦٦٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمْرَانَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي جَعْفَرٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ۔

٦٦٧٥ ۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي بَلَغَنِي أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو مَارٌّ بِنَا إِلَى الْحَجِّ فَالْقَهُ فَسَائِلْهُ فَإِنَّهُ قَدْ حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا كَثِيرًا قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَاءَلْتُهُ عَنْ أَشْيَاءَ يَذْكُرُهَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرْوَةُ فَكَانَ فِيمَا ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِي فِي النَّاسِ رُءُوسًا جُهَّالًا يُفْتُونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا حَدَّثْتُ عَائِشَةَ بِذَلِكَ أَعْظَمَتْ ذَلِكَ وَأَنْكَرَتْهُ قَالَتْ أَحَدَّثَكَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا قَالَ عُرْوَةُ حَتَّى إِذَا كَانَ قَابِلٌ قَالَتْ لَهُ إِنَّ ابْنَ عَمْرٍو قَدْ قَدِمَ فَالْقَهُ ثُمَّ فَاتِحْهُ حَتَّى تَسْأَلَهُ عَنِ الْحَدِيثِ الَّذِي ذَكَرَهُ لَكَ فِي الْعِلْمِ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَاءَلْتُهُ فَذَكَرَهُ لِي نَحْوَ مَا حَدَّثَنِي بِهِ فِي مَرَّتِهِ الْأُولَى قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا أَخْبَرْتُهَا بِذَلِكَ قَالَتْ مَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ أَرَاهُ لَمْ يَزِدْ فِيهِ شَيْئًا وَلَمْ يَنْقُصْ ۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھتیجے مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر ہمارے پاس سے گذرنے والے ہیں، تم ان سے ملاقات کر کے سوالات کرنا، کیوں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت علم حاصل کیا ہے، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے ان چند باتوں کے متعلق سوالات کیے جن کے بارے میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے تھے، عروہ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں انھوں نے یہ ذکر کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے علم نہیں نکالے گا، البتہ علماء کو اٹھالے گا اور ان کے ساتھ علم کو اٹھالے گا، اور لوگوں میں جاہل سردار رہ جائیں گے جو بغیر علم کے جواب دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے، عروہ کہتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی تو انھوں نے اسے سخت جانا اور اس کا انکار کیا اور فرمایا کیا انھوں نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے، عروہ کہتے ہیں کہ جب دوسرا سال آیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ابن عمرو آگئے ہیں، تم ان سے ملاقات کرو، اور پھر اسی حدیث کا سوال کرو، جو انھوں نے علم کے متعلق ذکر کی تھی، عروہ کہتے ہیں میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا تو انھوں نے پھر پہلی بار کی طرح حدیث بیان کی، عروہ کہتے ہیں جب میں نے حضرت عائشہ کو یہ حدیث سنائی تو آپ نے فرمایا میرا گمان ہے

کہ وہ سچے ہیں اور انہوں نے اس حدیث میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوتی

حدیث نمبر ٦٦٦١ میں ہے: علم کا اٹھ جانا اور جہل کا ہونا قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض (متوفی ٥٤٤ ھ) نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خبر دی ہے اس کا مصداق ہمارے زمانہ میں متحقق ہو گیا، کیونکہ اب لوگوں نے جہلاء کو امیر بنا لیا ہے اور وہ اللہ کے دین میں اپنی رائے سے حکم لگاتے ہیں اور اپنے جہل سے فتوے دے رہے ہیں۔ شیخ قطب الدین نے کہا: قاضی عیاض نے یہ کیسے کہہ دیا کہ حالانکہ ان کے زمانہ میں علماء بکثرت تھے۔ اور اگر ان کے زمانہ میں علم اٹھ چکا تھا تو ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور علامہ عینی فرماتے ہیں: ان کے زمانہ میں تو مذاہب اربعہ کے بہ کثرت علماء اور فقہاء تھے اور بڑے بڑے محدثین تھے۔ ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا جس میں شہر علماء سے خالی ہو چکے ہیں اور مجلسوں میں ان پڑھ لوگ صدر بن گئے ہیں اور جاہل لوگ فتوے دے رہے ہیں اور ناخواندہ لوگ مدارس میں تدریس کر رہے ہیں! اور ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت طلب کر رہے ہیں۔[1] اللہ اکبر! چھٹی صدی اور نویں صدی کے یہ علماء اپنے اپنے زمانوں میں علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کا ذکر کر رہے ہیں تو ہم لوگ جو پندرھویں صدی میں جاہلوں کے عروج اور علماء کی ناقدری کے مصائب سے دوچار ہیں زیادہ یہ کہنے کے حقدار ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی دراصل ہمارے زمانہ کے لیے ہے۔

قیامت کی علامات میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ٦٦٦٢ میں ہے: علم کا رفع، جہل کا ظہور، زنا کا عموم، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا زیادہ ہونا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگران ہونا قیامت کی علامات سے ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض، علامہ نووی اور دیگر علماء نے کہا کہ بکثرت قتل و خون ریزی سے مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اور مردوں کے قتل سے فساد اور جہل کا ظہور ہو گا۔ ابو عبد الملک نے کہا: اس حدیث میں کثرت فتوحات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کثرت فتوحات کی وجہ سے باندیاں اور کنیزیں زیادہ ہوں گی اور ایک شخص کے پاس بکثرت باندیاں ہوں گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخر زمانہ میں عورتیں زیادہ پیدا ہوں اور مرد کم پیدا ہوں، اور مردوں کے کم پیدا ہونے کی وجہ سے علم اٹھ جائے اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے علم کم ہو اور جہل کا غلبہ ہو اور زنا عام ہو کیونکہ عورتیں شیطان کا جال ہیں اور ان کی عقل اور دین ناقص ہے پچاس عورتوں کے لیے جو ایک مرد کے نگران ہونے کا ذکر ہے، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حقیقۃً پچاس کا عدد

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ، عمدۃ القاری ج ٢ ص ٨٣، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ١٣٤٨ ھ

مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کثرت مراد ہو۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: میرے بعد کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہیں بیان کرے گا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت انس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان کے بعد کوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان نہیں کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق خبر سن لی تھی یا ان کا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کو ان کے علاوہ اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، یا حضرت انس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحابہ میں ان کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا تھا، اور یا انھوں نے یہ خطاب خاص اہل بصرہ سے کیا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حدیث نمبر ۶۶۷ میں قیامت کی علامت علم کا کم ہونا بیان فرمائی ہے اور اس سے پہلی احادیث میں علم کا اٹھ جانا قیامت کی علامت بیان کی ہے، اور ان میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی قلت کو مبالغۃً عدم سے تعبیر کر لیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم دو زمانوں کے اعتبار سے ہے، یعنی پہلے علم کم ہوگا اور پھر اٹھ جائے گا۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں ان پانچ چیزوں کی کیوں تخصیص کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام ادیان اور مذاہب میں معاش اور معاد کی صلاح اور دارین کی فلاح ان پانچ چیزوں پر ہے، دین، عقل، نفس، نسب اور مال، علم کے اٹھ جانے سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے، شراب نوشی سے عقل میں فتور اور مال میں کمی ہوتی ہے، مردوں کی قلت سے نفس فتنہ میں پڑتا ہے اور زنا کے ظہور سے نسب محفوظ نہیں رہتا، اور جب ان پانچوں چیزوں میں فساد ہوگا اور اصلاح کی کوئی امید نہیں رہے گی تو قیامت آجائے گی کیونکہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ علامہ قرطبی نے کہا اس حدیث میں آپ کی نبوت پر دلیل ہے، کیونکہ آپ کی بیان کی ہوئی پیش گوئی بتدریج پوری ہو رہی ہے۔[1]

جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت

حدیث نمبر ۶۶۷۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں نکالے گا، بلکہ علماء کو اٹھا لے گا، علامہ ابن بطال نے کہا: اللہ تعالیٰ علم کی نعمت دینے کے بعد واپس نہیں لے گا کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شریعت کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے، ہاں جب لوگ علم کو ضائع کریں گے تو پھر بعد کے آنے والوں میں بتدریج علماء کم ہوتے جائیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو اس سے ڈرایا تھا جیسا کہ امام احمد اور امام طبرانی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔

اس حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، اس سے مراد جہل بسیط ہے یا جہل مرکب، جہل بسیط سے مراد ہے کسی چیز کا علم نہ ہونا اور جہل مرکب سے مراد یہ ہے کہ انسان کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور اس کو یہ اعتقاد ہو کہ اس کو اس

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

چیز کا علم ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں قسم کا جہل مراد ہے، اور جاہلوں کو سردار بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو مفتی یا قاضی بنا لیا جائے گا، یا جاہلوں کو شیخ طریقت بنا لیا جائے گا کیونکہ لوگ مفتی اور قاضی کی بہ نسبت اپنے شیخ کے قول کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے، البتہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور یہ کہ اصل ریاست اور قیادت اس شخص کے لیے ہے جو مفتی اور عالم دین ہو اور بغیر علم کے کسی کو رئیس اور قائد یا شیخ طریقت بنا لینا مذموم ہے، امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر گامزن رہے گی حتیٰ کہ امر اللہ آجائے" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷) یہ حدیث اس باب کی حدیث کے معارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی حدیث کا مصداق امر اللہ آنے کے بعد متحقق ہوگا جب کہ امر اللہ کی تفسیر قیامت سے کی جائے یا اس باب کی حدیث کا مصداق دنیا کے کسی ایک علاقہ میں ہوگا اور دنیا کے اکثر حصوں میں قیامت تک علماء حق کی ایک جماعت راہ حق پر گامزن رہے گی۔ [1]

بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً وَّ مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى اَوْ ضَلَالَةٍ ۹۵

مسلمانوں میں نیک طریقہ یا بُرے طریقہ کی ابتداء کرنے کا شرعی حکم

۶۶۷۰ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَاَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ الصُّوْفُ فَرَاٰى سُوْءَ حَالِهِمْ قَدْ اَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ فَحَثَّ النَّاسَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَاَبْطَؤُا عَنْهُ حَتّٰى رُئِيَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ ثُمَّ اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ بِصُرَّةٍ مِّنْ وَّرِقٍ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ ثُمَّ تَتَابَعُوْا حَتّٰى عُرِفَ السُّرُوْرُ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا، پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ پر برانگیختہ کیا، لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ کے چہرہ انور پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری، دراہم کی تھیلی لے کر آیا، پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی بُرے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۳۲ - ۱۳۱، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۶۶۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرٍ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔

۶۶۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ قَالَ قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُنُّ عَبْدٌ سُنَّةً صَالِحَةً يُعْمَلُ بِهَا بَعْدَهُ ثُمَّ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی نیک طریقہ کو ایجاد کرتا ہے جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۶۷۹ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی چار مزید اسناد ذکر کی ہیں۔

۶۶۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے

تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا۔

والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

نیک کاموں کو ایجاد کرنے اور ان کی دعوت دینے کا اجر و ثواب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نیک کاموں کو ایجاد کرنا مستحب ہے اور بُرے کاموں کو ایجاد کرنا حرام ہے، اور جس شخص نے کسی نیک کام کو ایجاد کیا تو اس کو قیامت تک اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا اجر ملتا رہے گا، اور جس شخص نے کسی بُرائی کو ایجاد کیا تو قیامت تک اس بُرائی کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ جس ہدایت یا گمراہی کی طرف لوگوں کو بلایا جائے گا وہ اس سے عام ہے کہ وہ اس کو ایجاد کرنے والا ہو یا وہ ہدایت یا گمراہی پہلے سے موجود ہو اور عام ازیں کہ وہ ہدایت کسی علم کی تعلیم ہو یا عبادت ہو، یا ادب ہو یا اور کوئی مستحسن چیز ہو۔[1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے قیامت تک مسلمان جو نیک عمل کرتے رہیں گے ان تمام مسلمانوں کی تمام نیکیوں کا اجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور یہ اتنا اجر ہے جس کی مقدار عدد اور حساب سے خارج ہے، اسی طرح مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور ائمہ مجتہدین کا اجر بھی عدد اور حساب سے باہر ہے۔

کسی برائی کی ابتداء کرنے کے بعد توبہ کر لینے سے گناہ لکھے جانے کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن حجر نے کہا کہ کسی برائی کو ایجاد کرنے والا یا کسی گناہ کی دعوت دینے والا توبہ کرے اور اس برائی اور گناہ پر عمل ہوتا رہے تو آیا اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس نے جو گناہ کا راستہ دکھایا تھا اس پر عمل کرنے کا گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا، کیونکہ توبہ پچھلے گناہ کو مٹا دیتی ہے، یا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، کیونکہ قبولیت توبہ کی شرط یہ ہے کہ اس برائی کا قلع قمع کر دیا جائے اور جب تک اس کی رہنمائی سے وہ عمل موجود رہے گا وہ فعل اس کی طرف منسوب رہے گا۔ (مثلاً ایک شخص نے بلو پرنٹ کو ایجاد کیا اور دنیا میں اس کا رواج ہو گیا اب اگرچہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے لیکن دنیا میں بلو پرنٹ کی نمائش تو ہو رہی ہے اور جس نمائش کو اس نے ایجاد کیا تھا اس کا چلن جاری ہے۔) تو گویا اس نے اس بُرائی کو ختم نہیں کیا، سو یہاں توبہ کے قبول ہونے اور نامقبول ہونے دونوں کا احتمال ہے، اور میں نے اس مسئلہ میں کوئی نقل نہیں دیکھی، اور میرے نزدیک دوسرا احتمال ہے۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں:) زیادہ ظاہر پہلا احتمال ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ہم کہیں کہ اس کی توبہ صحیح نہیں ہے اور اس کا کسی نے قول نہیں کیا، نیز قبولیت دعا میں جو برائی کو مٹانے کی شرط ہے وہ حسب استطاعت ہے، نیز نیکی کی ایجاد پر جو دائماً ثواب ملتا ہے وہ بھی اس وقت ملتا ہے جب نیکی کو ایجاد کرنے والا اس نیکی کے جاری رہنے پر راضی رہے مثلاً اگر العیاذ باللہ کسی نیکی کو ایجاد کرنے والا بعد میں اس نیکی کا

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انکار کردے اور اس سے رجوع کرے تو اب اس کو وبالاً اجر نہیں ملے گا اسی طرح اگر برائی کو ایجاد کرنے والا اگر اس برائی سے تائب ہو جائے تو اس کو بھی وبالاً عذاب نہیں ہوگا، نیز کتنے کفار تھے گمراہی کی دعوت دینے والے تھے اور پھر وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام مقبول ہو گیا اور اسلام گذشتہ گناہ مٹا دیتا ہے، اسی طرح توبہ سے بلکہ توبہ سے گناہ مٹنا زیادہ قوی ہے حدیث میں ہے گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔ [1]

میلاد، عرس اور دیگر معمولات اہل سنت کے استحسان پر دلیل

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جس شخص نے نیک طریقہ کو ایجاد کیا" اس میں بدعت حسنہ بھی داخل ہے، جیسے رمضان میں تراویح کی ابتداء، منارہ پر چڑھ کر تثویب کرنا (یعنی دوبارہ جماعت کی اطلاع دینا) اسی طرح طلوع فجر کے وقت لوگوں کو بیدار کرنا، حضرت علی اور حضرت عمر لوگوں کو فجر کے وقت نماز کے لیے اٹھاتے تھے، یہ تمام وہ کام ہیں جن سے عبادت پر معاونت حاصل ہوتی ہے، تیونس کے بعض علماء نے "تثویب" کا انکار کیا، لیکن یہ انکار صحیح نہیں ہے کیونکہ تثویب بدعت حسنہ ہے اور شریعت میں اس کی اصل موجود ہے اور اس کی مصلحت ظاہر ہے (قیام رمضان اور تلاوت کے اجتماع (یعنی نماز تراویح) کی طرح اس کا بھی انکار نہیں کیا گیا، جس طرح نماز دخول وقت کی اطلاع کے لیے ہے، اسی طرح یہ بھی دخول وقت کی اطلاع کے لیے ہے۔ [2] علامہ سنوسی مالکی نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔ [3]

محفل میلاد، بزرگان دین کے لیے معروف تاریخوں میں ایصال ثواب، فوت شدہ رشتہ داروں کے لیے سوئم اور چہلم کا ایصال ثواب ان تمام نیک کاموں کی اصل اسی حدیث میں ہے، کیونکہ صدقہ اور خیرات کرنے اور بزرگان دین اور عام مسلمانوں کو ایصال ثواب کی اصل شریعت میں ثابت ہے، اس لیے معروف دنوں میں ایصال ثواب کرنا بھی جائز ہے اور بدعت حسنہ ہے، البتہ ان تاریخوں کو ضروری خیال کرنا صحیح نہیں ہے اور ان کاموں کو فرض یا واجب خیال کرنا یا ان کے ساتھ فرض اور واجب ایسا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی کا سالگرہ کو جائز اور میلاد النبی کو ناجائز کہنا

پیدائش کا ایک سال گزرنے کے بعد اس نعمت پر خوشی منانا اور اس موقع پر دوستوں اور رشتہ داروں کی ضیافت کرنا اور فقراء پر صدقہ و خیرات کرنا نعمت الہی پر شکر بجالانے کا ایک طریقہ ہے، اس کو عرف عام میں سالگرہ کہتے ہیں یہ بھی بدعت حسنہ ہے، اور جائز ہے، بشرطیکہ غیر شرعی امور سے خالی ہو اور جب عام مسلمان کا اپنی پیدائش کی نعمت پر ضیافت اور صدقہ و خیرات سے شکر بجالانا جائز ہے تو حضور سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی تاریخ آنے پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا، خوشی منانا، چراغاں کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا اور آپ کے خصائص اور فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کا بیان کرنا تو ہزار درجہ افضل اور اولیٰ ہوگا۔

لیکن سخت حیرت ہے کہ شیخ گنگوہی نے سالگرہ منانے کو جائز لکھا ہے اور میلاد رسول کو ناجائز لکھا ہے۔

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۳۲ - ۲۳۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے:

سوال: سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اور بعد سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالیٰ کھلانا بھی درست ہے۔ فقط رشید احمد۔ [1]

سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اگر پڑھو گے تو حوالہ کتب معلوم ہو جاویں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا فقط والسلام کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی [2]

شیخ گنگوہی کے استدلال پر بحث و نظر

شیخ گنگوہی کا یہ استدلال اس باب کی احادیث کے صریح مخالف ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نیک کام پر دعوت دینے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا ہے اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے اجر کی بشارت دی ہے، اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے اور شیخ گنگوہی لکھتے ہیں کہ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے، یعنی کسی مستحب اور نیک کام کی دعوت دینا منع ہے، ہو سکتا ہے کہ شیخ گنگوہی نے فقہاء کرام کی اس عبارت سے مغالطہ کھایا ہو کہ نوافل کی جماعت کے لیے تداعی مکروہ تنزیہی ہے، سو یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہاں کراہت تنزیہی کی علت تداعی نہیں ہے کیونکہ چار یا چار سے زیادہ آدمیوں کا جماعت کے ساتھ نفل پڑھنا فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے خواہ تداعی ہو یا نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض یا واجب کے ساتھ مستقرن ہے اس لیے نفل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة [3] نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی کے استدلال کے باطل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی یا حرام نہیں ہے اس لیے یہ ناجائز نہیں ہے، سو بر تقدیر تنزل بھی یہ کہنا کب صحیح ہو گا کہ انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔

اس استدلال کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر کسی نیک کام کے لیے لوگوں کو دعوت دینا منع ہو تو مساجد اور دینی مدارس کے لیے چندہ کرنا، دینی جلسوں میں شرکت کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، سیرت کے جلسوں کے اشتہار چھاپنا اور دوسرے صدہا نیک کاموں کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، منع اور ناجائز ہو گا۔

اس استدلال کے بطلان کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ کسی نیک کام پر دعوت دینے کو ناجائز کہنا قرآن مجید کی اس وعید کا

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۴، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی

[2] " " " " فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۳ " "

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مصداق ہے۔

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ۔ (قلم ۱۲)

بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا سخت گنہگار۔

اور اس استدلال کے بطلان کی پانچویں وجہ اس باب کی احادیث کی مخالفت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو نیک کام پر دعوت دینے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا اور شیخ گنگوہی نے نیک کام پر دعوت دینے کو ناجائز لکھا فیا للاسف!



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار

اللہ کے ذکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

واذکر ربک فی نفسک تضرعًا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغفلین ۔ (انفال: ۲۰۵)

اپنے رب کا صبح و شام ذکر کرو، اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور آہستگی کے ساتھ زبان سے، اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ (بقرہ: ۲۰۰)

پھر جب تم اپنے حج کی عبادات پوری کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔ (نساء: ۱۰۲)

پس جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔

یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (انفال: ۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ۝ وسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ (احزاب: ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو! بکثرت اللہ کا ذکر کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرو۔

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ (جمعہ: ۱۰)

اور جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ (اور کاروبار کے ذریعہ) اللہ کا فضل تلاش کرو، اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ (بقرہ: ۱۵۲)

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ

مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے

وجلت قلوبهم۔ (انفال: ۲)

دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔

الله نزل احسن الحديث كتبا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله۔ (زمر: ۲۳)

اللہ نے ایسا عمدہ کلام نازل فرمایا جس کی تمام آیات ایک جیسی ہیں، بار بار دہرائی جاتی ہیں جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اس کلام سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

وبشر المخبتين ٥ الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم۔ (حج: ۳۴، ۳۵)

اور تواضع کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔

فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هداكم۔ (بقرہ: ۱۹۸)

جب تم عرفات سے واپس آؤ تو (مزدلفہ میں) مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اس کا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم کو ہدایت دی ہے۔

اللہ کے ذکر کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لا ظل الا ظله الامام العادل وشاب نشأ فی عبادة ربه ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل طلبته ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق اخفاء حتی لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی اس دن اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ایک دوسرے سے ملیں اور جدا ہوں، جس شخص کو کوئی با اختیار اور حسین عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو خفیہ طور پر دائیں ہاتھ سے صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس نے کیا خرچ کیا ہے، وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول الله انا عند ظن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عبدی بی و انا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی و ان ذکرنی فی ملا ذکرتہ فی ملأ خیر منھم و ان تقرب الی بشبر تقربت الیہ ذراعا و ان تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا و من اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ۔ [1]

ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں، اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

عن ابی موسیٰ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربہ والذی لایذکر مثل الحی والمیت۔ [2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

عن عبد اللہ بن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا یخسفان لموت احد ولا لحیاتہ فاذا رایتم ذلک فاذکروا اللہ۔ [3]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان پر کسی کی حیات کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ موت کی وجہ سے، جب تم ان میں گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ [4]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ [5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے رحمان کے نزدیک محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، اور میزان میں بھاری ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۴ " " " " "

[4] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴ " " " " "

[5] " " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۹ " " " " "

قال من قال سبحان الله وبحمده فی یوم مائة مرة حطت خطایاه وان کانت مثل زبد البحر ۔[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے خواہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی موسٰی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ والبیت الذی لایذکر اللہ فیہ مثل الحی والمیت ۔[2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ اخرجوا من النار من ذکرنی یوما اوخافنی فی مقام ۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس شخص نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا یا جو کسی مقام پہ مجھ سے ڈرا اس کو جہنم سے نکال دو۔

عن عبد اللہ بن بسران رجلا قال یا رسول اللہ ان شرائع الاسلام قد کثرت علی فاخبرنی بشیء اتشبث بہ قال لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ ۔[4]

حضرت عبد اللہ بن بسر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کے (نفلی) احکام میرے لیے بہت زیادہ ہیں مجھ کو ایسا عمل بتلایئے جس پر میں پابندی سے عمل کروں، آپ نے فرمایا تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العباد افضل درجۃ عند اللہ یوم القیمۃ قال الذاکرین اللہ کثیرا قال قلت یا رسول اللہ ومن الغازی فی سبیل اللہ قال لو ضرب بسیفہ فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر ویختضب لکان الذاکرین اللہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والوں کا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کفار اور مشرکین

---

[1] امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " " " " " جامع ترمذی ص ۴۸۶

كثيرًا افضل منه درجة [1]

پھر تلوار مارے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ افضل ہوگا۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها في درجاتكم وخير لكم من انفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم ويضربوا اعناقكم قالوا بلى قال ذكر الله قال معاذ بن جبل ما من شيء انجى من عذاب الله من ذكر الله. [1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا ہے، اور تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ ہے اور تمہارے درجات میں سب سے زیادہ بلند ہے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس سے افضل ہے کہ تمہارا دشمنوں سے مقابلہ ہو اور تم ان کی گردنیں مارو، اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر! حضرت معاذ بن جبل نے کہا اللہ کے عذاب سے نجات کے لیے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

عن ابی هريرة وابی سعيد الخدری انهما شهدا على رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال ما من قوم يذكرون الله الا حفت بهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده. [2]

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری یہ گواہی دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم اللہ کا ذکر کرتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

عن ثوبان قال لما نزلت والذين يكنزون الذهب والفضة قال كنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم في بعض اسفاره فقال بعض اصحابه انزلت في الذهب والفضة لو علمنا اى المال خير فنتخذه فقال افضله لسان ذاكر وقلب شاكر

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت میں آیت نازل ہوئی اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ کے بعض اصحاب نے کہا سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی، کاش ہم کو معلوم ہو جاتا کہ کون سا مال اچھا ہے تو ہم اس مال کو

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، ۴۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] ،، ،، ،، ،، جامع ترمذی ص ۴۸۶، ،، ،، ،، ،،
[3] ،، ،، ،، ،، جامع ترمذی ص [illegible]، ،، ،، ،، ،،

زوجة مومنة تعينه على ايمانه [1]

جمع کرتے، آپ نے فرمایا: سب سے افضل مال (عمل) ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو ایمان پر اس کی مدد کرے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يتحسر اهل الجنة الا على ساعة مرت بهم لم يذكروا الله تعالى فيها رواه الطبرانی ورجاله ثقات [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کو صرف اس بات کی حسرت ہوگی کہ انہوں نے کچھ اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن معاذ بن انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رجلا سأله فقال اى الجهاد اعظم اجرًا قال اكثرهم لله تبارك وتعالى ذكرًا قال فاى الصالحين اعظم اجرا قال اكثرهم لله تبارك وتعالى ذكرًا ثم ذكر الصلوٰة والزكوٰة والحج والصدقة كل ذلك ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اكثرهم لله تبارك وتعالى ذكرا فقال ابوبكر لعمر يا اباحفص ذهب الذاكرون بكل خير فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل رواه احمد والطبرانی [3]

معاذ بن انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ کون سے جہاد کا زیادہ عظیم اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس جہاد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر ہو، اس نے کہا عمل صالح کرنے والوں میں کس کا زیادہ عظیم اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر کرتا ہو، پھر اس نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ہر ایک کے متعلق سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر کرتا ہو، حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: اے ابوحفص! ذکر کرنے والے ہر خیر کو لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من صدقة افضل من ذكر الله رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله وثقوا [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر سے افضل کوئی صدقہ نہیں ہے۔

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۹۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴-۷۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] ، ، ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، ، ، ، ، ،

[4] ، ، ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، ، ، ،

عن معاذ بن جبل قال قلت یا رسول اللہ! اوصنی قال علیک بتقوی اللہ ما استطعت واذکر اللہ عند کل حجر وشجر وما عملت من سوء فاحدث اللہ فیہ توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن۔ ۱؎

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرو، اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور جب بھی تم کوئی برا کام کرو تو فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ، اور ظاہر کی ظاہر، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ام انس انہا قالت یا رسول اللہ اوصنی قال اھجری المعاصی فانہا افضل الھجرۃ وحافظی علی الفرائض فانہا افضل الجہاد واکثری من ذکر اللہ فانک لا تاتین بشیء احب الیہ من کثرۃ ذکرہ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ اسحاق بن ابراھیم بن نسطاس وھو ضعیف۔ ۲؎

حضرت ام انس بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا گناہوں کو ترک کردو، یہ سب سے اچھی ہجرت ہے، اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، کیونکہ تم اللہ کے بکثرت ذکر سے زیادہ اور کوئی محبوب عمل نہیں کر سکتیں! اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی الدرداء قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فقال سبق المفردون قالوا یا رسول اللہ وما المفردون قال المفردون بذکر اللہ وضع الذکر عنہم اثقالہم فیاتون یوم القیمۃ خفافا رواہ الطبرانی عن شیخہ عبد اللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم وھو ضعیف۔ ۳؎

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ نے فرمایا مفردون سبقت لے گئے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا صرف اللہ کا ذکر کرنے والے، اس ذکر نے ان کے گناہوں کا بوجھ کم کر دیا، وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے اٹھیں گے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثروا ذکر اللہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بکثرت

۱؎ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲؎ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۵، " " " "

۳؎ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۵، " " " "

حتی یقولوا مجنون رواہ احمد وابو یعلی وفیہ دراج وقد ضعفہ جماعۃ وضعفہ غیر واحد وبقیۃ رجال احد اسنادی احمد ثقات .[1]

ذکر کیا کرو حتی کہ لوگ کہیں یہ دیوانہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، امام احمد کی ایک سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذکروا اللہ ذکرا حتی یقول المنافقون انکم مراؤون رواہ الطبرانی وفیہ الحسن بن ابی جعفر الجفری وھو ضعیف .[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافق کہیں یہ ریاکار ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ سیعلم اھل الجمع من اھل الکرم فقیل من اھل الکرم یا رسول اللہ قال مجالس الذکر فی المساجد رواہ احمد باسنادین واحدھما حسن وابو یعلی کذلک .[3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا عنقریب اہل محشر عزت والوں کو جان لیں گے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ عزت والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں منعقد کرنے والے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہر ایک کی ایک سند حسن ہے۔

عن سھیل بن حنظلۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلسا یذکرون اللہ عز وجل فیہ فیقومون حتی یقال لھم قوموا فقد غفر اللہ لکم وبدلت سیئاتکم حسنات رواہ الطبرانی وفیہ المتوکل بن عبد الرحمن ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات .[4]

حضرت سہیل بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو جب وہ اٹھتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے اٹھو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی کا مجھے علم نہیں اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶ - ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] ” ” ” ” ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶، ” ” ” ”
[3] ” ” ” ” ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶، ” ” ” ”
[4] ” ” ” ” ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۷، ” ” ” ”

صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیامۃ فی وجوههم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء قال فجثی اعرابی علی رکبتیه فقال یا رسول اللہ حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونه رواه الطبرانی واسناده حسن ۔[1]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو موتیوں کے منبروں پر بھیجے گا، ان کے چہروں پر نور ہوگا، لوگ ان پر رشک کریں گے (یعنی ان کی تعریف کریں گے) حالانکہ وہ نبی ہوں گے نہ شہید، ایک اعرابی گھٹنوں کے بل بیٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے ان لوگوں کو بیان کریں ہم ان کو پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا: جو لوگ مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں سے ہوں اور اللہ کے لیے آپس میں محبت کریں اور اللہ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوں اور اللہ کا ذکر کریں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ من اولیاء اللہ قال الذین اذا رؤوا ذکر اللہ رواه البزار عن شیخه علی بن حرب الرازی ولم اعرفه وبقیة رجاله وثقوا ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کے ولی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جب دکھائی دیں تو خدا یاد آئے اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، ان کے شیخ کا مجھے علم نہیں اور بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بقعة یذکر اللہ فیه بصلوۃ الا فخرت علی ما حولها من البقاع وما من عبد یقوم بفلاۃ من الارض الا استبشرت لذکر اللہ الی منتهاها الی سبع ارضین ۔[3]

(رواه الطبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کے جس ٹکڑے پر اللہ تعالیٰ کا نماز کے ساتھ ذکر کیا جائے وہ اپنے اردگرد کی باقی زمین پر فخر کرتا ہے، اور جو بندہ جنگل میں کسی جگہ قیام کرتا ہے تو اللہ کے ذکر کی وجہ سے وہ جگہ ساتویں زمین تک خوش ہوتی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی هریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالی یقول یا ابن آدم انك اذا ذکرتنی شکرتنی واذا نسیتنی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر کرتا ہے اور

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۸ " " " " "

[3] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۹ " " " " "

کشف تتی رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ ابوبکر الھذلی وھو ضعیف [1]

جب تو مجھے بھولتا ہے تو میری ناشکری کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔

(البقرہ: ۱۸۶)

اور (اے رسول) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ فرما دیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں جب کوئی دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو (اپنی حکمت کے مطابق) قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ (نمل: ۶۲)

(بتاؤ) بے قرار جب اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کون قبول کرتا ہے؟ اور کون تکلیف دور کرتا ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین۔

(اعراف: ۵۵)

اپنے رب سے گڑ گڑا کر دعا کرو اور چپکے چپکے دعا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وادعوہ خوفا وطمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ (اعراف: ۵۶)

اور خوف اور طمع میں (اپنے رب سے) دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔

(مؤمن: ۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا (بہ تقاضائے حکمت) قبول کروں گا۔

واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا او قائما فلما کشفنا عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا الی ضر مسہ کذلک زین للمسرفین ما کانوا یعملون۔

(یونس: ۱۲)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے ہوئے بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے اور جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چل پڑتا ہے جیسے اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے پر کبھی ہم سے دعا نہیں کی تھی، حد سے بڑھنے والوں کے لیے ان کے عمل اسی طرح مزین کر دیے گئے ہیں۔

واذا مس الانسان ضر دعا ربہ منیبا الیہ ثم اذا خولہ نعمۃ منہ نسی ما

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتا

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

ما كان يدعوا اليه من قبل

(زمر : ۸)

فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولنه نعمة منا قال انما اوتيته على علم بل هي فتنة ولكن اكثرهم لا يعلمون.

(زمر : ۴۹)

هو الذى يسيركم فى البر والبحر حتى اذا كنتم فى الفلك وجرين بهم بريح طيبة وفرحوا بها جاءتها ريح عاصف وجاءهم الموج من كل مكان وظنوا انهم احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين ٥ فلما انجاهم اذا هم يبغون فى الارض بغير الحق ط يايها الناس انما بغيكم على انفسكم متاع الحيوة الدنيا ثم الينا مرجعكم فننبئكم بما كنتم تعملون.

(یونس : ۲۲، ۲۳)

فاذا ركبوا فى الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجهم الى البر اذا هم يشركون ٥ (عنکبوت : ۶۵)

قل من ينجيكم من ظلمت البر والبحر تدعونه تضرعا وخفية لئن انجنا من هذه لنكونن من الشاكرين ٥ قل الله ينجيكم منها ومن كل كرب ثم انتم تشركون ٥ (انعام : ۶۳-۶۴)

ہے، پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے اس سے پہلے وہ اللہ سے دعا کرتا تھا۔

سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اپنے پاس سے اسے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے مجھے تو یہ نعمت صرف ایک علم کی وجہ سے ملی ہے، بلکہ (در حقیقت) یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے، حتیٰ کہ جب تم ان کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ لوگوں کو لے کر ہوا کے موافق چلیں، اور وہ اس پر خوش ہوں، تو اچانک آندھی کا تیز جھونکا کشتیوں پر آیا اور سمندر کی موجوں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ سمجھے کہ ہم بھنور میں آ گئے اس وقت وہ انتہائی صدق نیت کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس گرداب سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے، پھر جب اللہ نے انہیں بچا لیا تو وہ ناگہاں زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہاری ہی جانوں کا (نقصان) ہے، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ اٹھا لو پھر ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت ہم تمہیں بتائیں گے تم جو کچھ کرتے تھے۔

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو صدق نیت کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں، پھر جب اللہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں

فرمائیے! تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے، جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس مصیبت سے بچانے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے، آپ فرمائیے اللہ ہی تمہیں اس مصیبت سے اور تکلیف سے بچاتا ہے

پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو!

وإذا مس الناس ضر دعوا ربهم منيبين إليه ثم إذا أذاقهم منه رحمة إذا فريق منهم بربهم يشركون ۔ (روم: ۳۳)

اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرکے دعا کرتے ہیں، پھر جب وہ ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يتنزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول من يدعوني فأستجيب له من يسألني فأعطيه ومن يستغفرني فأغفر له۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (توجہ فرماتا ہے) اور فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کروں! کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کروں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ليس شيء أكرم على الله من الدعاء۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں ہے۔

عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الدعاء مخ العبادة۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

عن النعمان بن بشير عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الدعاء هو العبادة۔ [4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے۔

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنه من لم يسأل الله يغضب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے سوال

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۶ " " " "

۴۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۶ " " " "

علیہ [1]

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سره ان يستجيب الله له عند الشدائد والكرب فليكثر الدعاء فی الرخاء [2]

نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ تکلیفوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے، وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

عن ابن عباس قال كنت خلف النبی صلى الله عليه وسلم يوما فقال يا غلام انی اعلمك كلمات احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك اذا سألت فاسئل الله و اذا استعنت فاستعن بالله الحديث۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يدع الله سبحانه غضب عليه۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سبحانہ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينفع حذر من قدر والدعاء ينفع مما لم ينزل القضاء وان البلاء والدعاء ليلتقيان بين السماء والارض فيعتلجان الى يوم القيامة رواه البزار وفيه ابراهيم بن خيثم بن عراك وهو متروك ــــــ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر کے مقابلہ میں احتیاط سے فائدہ نہیں ہوتا جب تک تقدیر کا حکم نافذ نہ ہو دعا نفع دیتی ہے، مصیبت اور دعا زمین اور آسمان کے درمیان ملتی ہیں اور ایک دوسرے سے قیامت تک جھگڑتی رہتی ہیں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " جامع ترمذی ص ۴۸۴، " "

[3] " " جامع ترمذی ص ۳۶۶ " "

[4] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

لہ

کیا ہے اور اس میں ایک راوی متروک ہے۔

عن ابی هريرة قال ان ابخل الناس من بخل بالسلام واعجز الناس من عجز عن الدعاء رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے بخیل شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں (بھی) بخل کرے اور سب سے عاجز شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ادلكم على ما ينجيكم من عدوكم ويدر لكم ارزاقكم تدعون الله في ليلكم ونهاركم فان الدعاء سلاح المؤمن رواه ابو يعلى وفيه محمد بن ابي حميد وهو ضعيف[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں جس سے تم کو دشمنوں سے نجات ملے اور جو تمہارے رزقوں کو گردش میں رکھے، رات اور دن میں اللہ سے دعا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن انس انه حدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالى انا عند ظن عبدى بى وانا معه اذا دعانى رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله حيى كريم يستحيى من عبده ان يرفع يديه فيردهما صفرا ليس فيهما شيء رواه ابو يعلى والطبرانى فى الاوسط وفيه يوسف بن محمد بن المنكدر وقد وثق على ضعفه و

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حیا دار اور کریم ہے، اسے اپنے بندہ سے حیا آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹا دے، ان میں کچھ نہ ہو۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷-۱۴۶، " " " " " "

[3] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷، " " " " " "

[4] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸، " " " " " "

بقية رجالهما رجال الصحيح ۔[1]

عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل يستحي من ذي الشيبة المسلم اذا كان مسددا لزوما للسنة ان يسأل الله فلا يعطيه رواه الطبراني في الاوسط وفيه صالح بن راشد وثقه ابن حبان وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات ۔[2]

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله في كل يوم وليلة عتقاء من النار في شهر رمضان وان لكل مسلم دعوة يدعوا بها فيستجاب له قلت رواه ابن ماجة باختصار الدعوة رواه البزار ورجاله ثقات ۔[3]

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اعطي اربعا اعطي اربعا وتفسير ذلك في كتاب الله تعالى من اعطي الذكر ذكره الله عز وجل لان الله تعالى يقول (فاذكروني اذكركم) ومن اعطي الدعاء اعطي الاجابة لان الله تعالى يقول (ادعوني استجب لكم) ومن اعطي الشكر اعطي الزيادة لان الله تعالى يقول (لئن شكرتم لازيدنكم) ومن اعطي الاستغفار اعطي المغفرة لان الله تعالى

ایک راوی کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بوڑھا مسلمان ہدایت یافتہ ہو اور سنت کا پابند ہو، اللہ تعالیٰ اس سے حیاء فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو نہ دے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں جہنم سے لوگ آزاد ہوتے ہیں، اور ہر مسلمان کے لیے ایک دعا ہے جس کو وہ مانگے تو اس کی وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے دعا کے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو چار چیزیں عطا کی جائیں، اس کو چار چیزیں دی جاتی ہیں اور اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے، جس کو ذکر عطا کیا جائے، اللہ عزوجل اس کا ذکر کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا" جس کو دعا عطا کی جائے اس کو قبولیت دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور جس کو شکر عطا کیا جائے اس کو زیادتی دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں زیادہ دوں گا" اور جس کو استغفار عطا کیا جائے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، " " " "

[3] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، " " " "

يقول (استغفروا ربكم انه كان غفارا) رواه الطبراني في الصغير والاوسط وفيه محمود بن العباس وهو ضعيف۔ [1]

اس کو مغفرت دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم اپنے رب سے استغفار کرو کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی محمود بن عباس ہے اور وہ ضعیف ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليسئلن احدكم ربه حاجته او حوائجه كلها حتى يسئله شسع نعله اذا انقطع وحتى يسئله الملح قلت رواه الترمذي غير قوله وحتى يسئله الملح۔ رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير سيار بن حاتم وهو ثقة۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص اپنے رب سے اپنی حاجت طلب کرے یا اپنی تمام حاجات اس سے طلب کرے حتیٰ کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے، اس حدیث کے ایک جملہ "حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے" کے سوا باقی حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور اس پوری حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور ایک راوی ثقہ ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تمنى احدكم فليكثر فانما يسأل ربه عز وجل رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تمنا کرو تو زیادہ تمنا کرو کیونکہ وہ اپنے رب عزوجل سے سوال کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان العبد يدعو الله وهو يحبه فيقول الله عز وجل يا جبريل اقض لعبدي هذا حاجته واخرها فاني احب ان اسمع صوته وان العبد ليدعو الله وهو يبغضه فيقول الله عز وجل

حضرت جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے درآں حالیکہ اللہ اس کو پسند فرماتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے اے جبرائیل میرے اس بندے کی حاجت کو دیر سے پورا کرنا کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو پسند کرتا ہوں، اور ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے درآں حالیکہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۰،

[3] " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۰،

یا جبریل اقض لعبدی هذا حاجته وعجلها فانی اکره ان اسمع صوته رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروۃ وھو متروک۔ [1]

اللہ اس کو ناپسند کرتا ہے پس اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے جبرائیل! میرے اس بندے کی حاجت کو جلد پورا کر دو، کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی متروک ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوۃ المظلوم مستجابۃ وان کان فاجرا ففجورہ علی نفسہ رواہ احمد والبزار بنحوہ واسنادہ حسن۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگر وہ فاجر ہے تو اس کا گناہ اس کی ذات پر ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث حق علی اللہ ان لا یرد لھم دعوۃ الصائم حتی یفطر والمظلوم حتی ینتصر والمسافر حتی یرجع رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تین آدمی اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہیں کہ وہ ان کی دعا رد نہ کرے، روزہ دار حتی کہ وہ روزہ افطار کر لے، مظلوم حتی کہ وہ بدلہ لے لے اور مسافر حتی کہ وہ لوٹ آئے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا المرء لاخیہ بظاھر الغیب قالت الملائکۃ آمین ولک مثلہ رواہ البزار ورجالہ ثقات۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آمین، اللہ تجھے بھی اس کی مثل عطا کرے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوتان لیس بینھما وبین اللہ حجاب دعوۃ المظلوم ودعوۃ المرء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعاؤں کی قبولیت کے درمیان حجاب نہیں ہوتا مظلوم کی دعا اور کسی شخص کی

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ
[2] ״ ״ ״ ״ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، ״ ״ ״ ״
[3] ״ ״ ״ ״ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، ״ ״ ״ ״
[4] ״ ״ ״ ״ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲، ״ ״ ״ ״

لاخيه بظهر الغيب رواه الطبراني وفيه عبد الرحمن بن ابي بكر المليكي وهو ضعيف [1]

اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن عائشة قالت قلت يا رسول الله اى الدعاء افضل قال دعاء المرء لنفسه رواه البزار باسنادين واحدهما جيد [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ! کون سی دعا افضل ہے، آپ نے فرمایا انسان کی اپنے لیے دعا۔ اس حدیث کو امام بزار نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ایک سند جید ہے۔

دعا کی شرائط اور آداب کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دعا احدكم فليعزم المسئلة ولا يقولن اللهم ان شئت فاعطني فانه لا مستكره له [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے اور یوں نہ کہے "اے اللہ اگر تو چاہے تو دے دے، کیونکہ اس پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتمنين احدكم الموت لضر نزل به فان كان لابد متمنيا للموت فليقل اللهم احيني ما كانت الحيوة خيرا لي وتوفني اذا كانت الوفاة خيرا لي [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو یوں کہے "اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھ پر موت طاری کر دے۔"

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من احد يدعو بدعاء الا اتاه الله ما سئل او كف عنه من السوء مثله ما لم يدع باثم او قطيعة

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے یا اس کے بدلہ میں اس سے کوئی

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ ھ
[2] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲ " " " "
[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ
[4] " " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۰ " " " "

اللہ علیہ وسلم کان اذا ذکر احدا فدعا لہ بدأ بنفسہ ۔ [۲]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو یاد کر کے اس کے لیے دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے ۔

عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ ۔ [۳]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو ان کو چہرے پر ملنے سے پہلے نیچے نہیں کرتے تھے ۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی ۔ [۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے وہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی ۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد والکرب فلیکثر الدعاء فی الرخاء ۔ [۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو مصیبت میں دعا کا قبول ہونا پسند ہو وہ راحت میں اللہ سے بکثرت دعا کرے ۔

عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات ۔ [۶]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ؟ آپ نے فرمایا : آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد ۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں :

عن ابن سعد قال سمعنی ابی وانا اقول اللہم انی اسئلک الجنۃ ونعیمہا وبہجتہا

ابن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا : اے اللہ ! میں تجھ سے جنت اور اس کی

---

۱ ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ ، جامع ترمذی ص ۴۸۷ ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲ ۔ 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۴۸۷ ، 〃 〃 〃
۳ ۔ 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۴۸۸ ، 〃 〃 〃
۴ ۔ 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۴۸۸ ، 〃 〃 〃
۵ ۔ 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۴۸۸ ، 〃 〃 〃
۶ ۔ 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۵۰۲ ، 〃 〃 〃

دکذا وکذا واعوذ بك من النار وسلاسلها واغلالها وکذا وکذا فقال یا بنی انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سیکون قوم یعتدون فی الدعاء فایاك ان تکون منهم انك ان اعطیت الجنة واعطیتها وما فیها من الخیر وان اعذت من النار اعذت منها وما فیها من الشر[1]

نعمتوں اور اس کی تروتازگی کا سوال کرتا ہوں، اور فلاں فلاں چیز کا، اور میں تجھ سے جہنم اور اس کے طوق اور زنجیروں سے پناہ مانگتا ہوں اور فلاں فلاں چیز سے، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب لوگ دعا میں حد سے تجاوز کریں گے تم ان میں سے نہ ہو جانا، اگر تم کو جنت مل گئی تو جنت میں جو خیر ہے وہ بھی مل جائے گی اور اگر تم جہنم سے بچا لیے گئے تو جہنم میں جو عذاب ہیں ان سے بھی بچا لیے جاؤ گے۔

عن فضالة بن عبید یقول سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا یدعو فی صلوته لم یمجد الله ولم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم عجل هذا ثم دعاه فقال له او لغیره اذا صلی احدکم فلیبدء بتمجید ربه والثناء علیه ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم یدعو بما شاء[2]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا وہ نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے اللہ کی حمد و ثنا کی تھی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے عجلت کی ہے پھر آپ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر جو چاہے دعا کرے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال القلوب اوعیة وبعضها من بعض فاذا سالتم الله عز وجل ایها الناس فسئلوه وانتم موقنون بالاجابة فان الله لا یستجیب لعبد دعاه عن ظهر قلب غافل رواه احمد واسناده حسن[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک دل (یقین کا) ظرف ہیں اور بعض دل بعض کے مشابہ ہیں سو اے لوگو! جب تم اللہ عز و جل سے سوال کرو تو قبولیت کے یقین سے سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل قلب کے ساتھ دعا کرے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸، " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیہا اثم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بہا احدی ثلاث اما یعجل لہ دعوتہ واما ان یدخرہا فی الاخرۃ واما ان یصرف عنہ من السوء مثلہا قالوا اذا نکثر قال اللہ اکثر رواہ احمد وابو یعلی بنحوہ والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجال احمد وابی یعلی واحد اسنادی البزار رجالہ رجال الصحیح غیر علی بن علی الرفاعی وھو ثقۃ۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ کی طلب ہو نہ قطع رحم کی، اس کو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک عطا کرتا ہے یا تو فوراً اس کی دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کو آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے یا اس سے اتنی کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، صحابہ نے کہا پھر تو ہم بہت دعا کریں گے، آپ نے فرمایا اللہ بہت قبول کرنے والا ہے، اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ، امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام بزار کی ایک سند صحیح ہے سوا علی بن علی کے اور وہ ثقہ ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال کان احب الدعاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعوا ثلاثا رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دعا کا زیادہ پسندیدہ طریقہ یہ تھا کہ تین بار دعا فرماتے، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے البتہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۳)۔

عن ابی ایوب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا بدء بنفسہ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن۔[3]

حضرت ابو ایوب بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال اذا اراد احدکم ان یسال فلیبدء بالمدحۃ والثناء علی اللہ تعالی بما ھو اہلہ ثم لیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسئل بعد فانہ اجدر

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص جب دعا کا ارادہ کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کرے جس کا وہ اہل ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے، پھر اس کے بعد دعا کرے تو

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹-۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ ،، ،، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، ،، ،،

۳۔ ،، ،، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، ،، ،,

ان ینجح رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ۔ [1]

اس کی قبولیت متوقع ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح ہیں، البتہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔ (ہمارے نزدیک یہ سماع ثابت ہے۔)

عن علی بن ابی طالب قال کل دعا محجوب حتی یصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وال محمد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات۔ [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دعا کی مقبولیت پر اس وقت تک حجاب رہتا ہے، جب تک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صلوٰۃ نہ پڑھ لی جائے۔

قبولیت دعا پر ایک اعتراض اور اس کے جوابات

قرآن مجید میں ہے: أجیب دعوۃ الداع اذا دعان (بقرہ: ۱۸۶) "جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں" اس آیت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کئی بار ہم دعا کرتے ہیں اور وہ دعا قبول نہیں ہوتی! اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ تقاضاء قدر کے مطابق ہو، کیونکہ ہر چند کہ یہاں قبولیت کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسری جگہ پر اللہ نے اس کو مقید کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء۔ (انعام: ۴۱)

بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرو گے۔

(۲) سورۂ بقرہ کی آیت میں ارشاد باری ہے:

أجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔ (بقرہ: ۱۸۶)

جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

اس آیت میں لطیف انداز سے قبولیت دعا کی یہ شرط بیان کی گئی ہے کہ بندے اللہ کا حکم مانیں تو اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا، اور جب بندے اس کے محتاج ہونے کے باوجود اس کے کہنے پر عمل نہیں کریں تو وہ جو ان سے مستغنی ہے وہ ان کے کہنے کے مطابق کیوں عمل کرے گا؟

(۳) قبولیت دعا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ استحضار قلب کے ساتھ دعا کی جائے اور جب ذہن اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو پھر دعا قبول نہیں ہوگی جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

(۴) قبولیت دعا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ راحت اور سکھ میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کرے تاکہ مصیبت اور دکھ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰ " " " "

میں اس کی دعا قبول ہو۔ جیسا کہ حدیث ترمذی میں ہے۔

(۵)۔ قبولیت دعا کے لیے جلدی اور بے صبری نہ کرے۔ جس طرح ترمذی کی روایت میں ہے۔

(۶)۔ قبولیت دعا کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جو اس نے دعا کی تھی اس کو بعینہٖ وہی مل جائے بسا اوقات اس دعا کے عوض اس کو آخرت میں اجر ملتا ہے اور بسا اوقات اس سے کوئی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے۔

آداب دعا کا خلاصہ

دعا کے آداب یہ ہیں:

(۱)۔ ہتھیلیوں کے باطن کی جانب سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

(۲)۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کے بعد دعا کرے اور آخر میں پھر درود پڑھے۔ (معجم طبرانی)۔

(۳)۔ پہلے اپنے لیے دعا کرے پھر دوسروں کے لیے دعا کرے۔ (معجم طبرانی)

(۴)۔ تین بار دعا کرے۔ (معجم طبرانی)

(۵)۔ اصرار اور الحاح کے ساتھ دعا کرے گڑگڑا کر مانگے۔ یوں نہ کہے اگر تو چاہے تو دے دے (صحیح بخاری)

(۶)۔ گناہ کی، قطع رحم کی اور موت کی دعا نہ کرے۔ (صحیح بخاری و ترمذی)

(۷)۔ دعا میں قیود نہ لگائے اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد۔)

(۸)۔ اس یقین سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ (مسند احمد)

(۹)۔ اگر دعا قبول نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا نہ چھوڑے۔ (جامع ترمذی)

(۱۰)۔ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ (جامع ترمذی)

(۱۱)۔ آدھی رات کو اور فرض نماز کے بعد دعا کرے۔ (جامع ترمذی)

امام غزالی نے دعا کے آداب بیان کیے ہیں ان میں سے بعض کا بیان آگیا ہے اور باقی آداب کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱)۔ اوقات شریفہ میں دعا کرے مثلاً سال میں یوم عرفہ، مہینوں میں رمضان شریف، ہفتہ کے دنوں میں جمعہ اور اوقات میں سحری کے وقت دعا کرے، قرآن مجید میں ہے:

والمستغفرین بالاسحار۔ (آل عمران ۱۷)　　اور رات کے آخری حصوں میں بخشش مانگنے والے

کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون۔ (ذاریات: ۱۷-۱۸)　　وہ رات کو کم سوتے تھے اور رات کے پچھلے پہر میں مغفرت طلب کرتے تھے۔

اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (یعنی متوجہ ہوتا ہے) اور فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں؟ اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں؟

(۲)۔ احوال شریفہ میں دعا کرے، اللہ کے راستہ میں دعا کرے، بارش کے نزول کے وقت، (امام ابوداؤد، امام دارمی

—— اور امام ابن خزیمہ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ دو وقتوں میں دعا رد نہیں ہوتی اذان کے وقت اور جہاد کی صف میں اور ابوحازم نے بارش کا بھی اضافہ کیا ہے۔ مجاہد نے کہا بہترین وقت فرض نماز کے بعد دعا کرنا ہے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی، اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بندہ اپنے رب کے قریب سب سے زیادہ سجدہ میں ہوتا ہے پس سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو، اس کو امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو، اور سجدہ میں دعا کی کوشش کرو کیونکہ اس میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

(۳)۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

(۴)۔ آہستہ آہستہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ (اعراف: ۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

(۵)۔ تکلف اور تصنع کے ساتھ منظوم، موزون، مسجع اور مقفی الفاظ کے ساتھ دعا نہ کرے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے دعا میں مسجع الفاظ سے اجتناب کرو، تاہم بغیر تکلف اور تصنع کے موزوں الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے، قرآن مجید اور احادیث میں ایسی بکثرت دعائیں ہیں۔

(۶)۔ خضوع، خشوع اور خوف اور رغبت سے دعا کرے۔

(۷)۔ توبہ کرے اور جو حقوق ضائع کیے ہیں ان کا تدارک اور تلافی کر کے دعا کرے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی ذلت اور اس کی طرف احتیاج کا اظہار کر کے دعا کرے۔ لہ

انبیاء سابقین علیہم السلام کی بعض دعائیں

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین (اعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات ولا تزد الظلمین الا تبارا۔ (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور سب ایمان والے مردوں اور سب ایمان والی عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کے لیے صرف ہلاکت میں زیادتی کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

لہ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۳۲-۳۱، المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ

الذی خلقنی فھو یھدین ۝ والذی ھو یطعمنی ویسقین ۝ واذا مرضت فھو یشفین ۝ والذی یمیتنی ثم یحیین ۝ والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین ۝ رب ھب لی حکما والحقنی بالصّٰلحین ۝ واجعل لی لسان صدق فی الآخرین ۝ واجعلنی من ورثة جنة النعیم ۝ واغفر لابی انه کان من الضآلین ۝ ولا تخزنی یوم یبعثون ۝ یوم لا ینفع مال ولا بنون ۝

(شعراء: ۷۸ تا ۸۸)

جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے ہدایت دیتا ہے، وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے، میں جب بیمار ہوں تو وہی شفا دیتا ہے، وہی مجھے وفات دے گا پھر وہی مجھے زندہ کرے گا، وہی جس سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری (بظاہر) خطائیں معاف فرمائے گا، اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ داخل کر، اور میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ اور مجھے جنت کی نعمتوں کے وارثوں میں شامل کر دے اور میرے (عرفی) باپ (یعنی چچا) کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے، اور حشر کے دن مجھے رسوا نہ کرنا جس دن مال نفع دے گا نہ بیٹے۔

الحمد للّٰه الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء ۝ رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ۝ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۝

(ابراھیم: ۳۹ تا ۴۱)

اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا رکھ، اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما، اے ہمارے رب مجھے، میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

رب اشرح لی صدری ۝ ویسر لی امری ۝ واحلل عقدة من لسانی ۝ یفقھوا قولی ۝

(طٰہٰ: ۲۵ تا ۲۸)

اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کشادہ فرما دے اور میرا کام میرے لیے آسان فرما دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا:

رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰه وادخلنی برحمتك فی عبادك الصّٰلحین ۝

(نمل: ۱۹)

اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم رکھ کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دی اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن کو تو پسند فرمائے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا:

فاطر السموت والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصلحین ۰
(یوسف : ۱۰۱)

اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھا اور مجھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ داخل کر دے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین ۰ (انبیاء : ۸۹)

اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور سب وارثوں سے تو بہتر وارث ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چند دعائیں

قل رب زدنی علما۔
(طٰہٰ : ۱۱۴)

آپ دعا کریں کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔
(بنی اسرائیل : ۸۰)

آپ دعا کریں کہ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقہ سے داخل فرما اور (مجھے جہاں سے باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک یقول کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انی اعوذ بک من الکسل والجبن والھرم اعوذ بک من عذاب القبر و اعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات۔[1]

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی، بزدلی اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اللھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم والماثم والمغرم ومن فتنۃ القبر وعذاب القبر ومن فتنۃ النار وعذاب النار ومن شر فتنۃ الغنی واعوذ بک من فتنۃ الفقر واعوذ بک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ، قرض، قبر کے فتنہ، قبر کے عذاب، آگ کے فتنہ، آگ کے عذاب اور دولت کے شر کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں فقر کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

من فتنة المسيح الدجال اللهم اغسل عني خطاياى بماء الثلج والبرد ونق قلبي من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وباعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب۔ [1]

کہتا ہوں: اے اللہ! میری (ظاہری) خطاؤں کو برف اور اولوں سے دھو دے، اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح صاف رکھ جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف رکھتا ہے اور میرے درمیان اور خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری رکھ جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری رکھی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم عافني في جسدي وعافني في بصري واجعله الوارث مني لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے جسم کو عافیت کے ساتھ رکھ، میری آنکھوں کو عافیت کے ساتھ رکھ، اور اس کو میرا وارث بنا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو حلیم اور کریم ہے، اللہ پاک ہے، عرش عظیم کا مالک، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اني اعوذ بك من قلب لا يخشع ومن دعاء لا يسمع ومن نفس لا تشبع ومن علم لا ينفع الحديث۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! جو دل (تجھ سے) ڈرتا نہ ہو، جو دعا قبول نہ ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو علم نافع نہ ہو میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

عن انس بن مالك قال كثيرا ما كنت اسمع النبي صلى الله عليه وسلم يدعو بهؤلاء الكلمات اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن والعجز والكسل والبخل وضلع الدين وقهر الرجال۔ [4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بکثرت یہ دعا سنی ہے: اے اللہ! فکر، غم، عجز، سستی، بخل، قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

عن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ
[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، " " "
[4] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، " " "

کان یدعو اللھم انی اسئلک الھدٰی والتقٰی والعفاف والغنٰی۔ [1]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

عن عبد اللہ بن یزید الخطمی الانصاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول فی دعائہ اللھم ارزقنی حبک و حب من ینفعنی حبہ عندک اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللھم و ما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور وہ محبت دے جس کی محبت مجھے تیرے نزدیک نفع دے، اے اللہ! تو نے مجھے جو میری پسند کی چیزیں دی ہیں ان میں ایسی صلاحیت پیدا کر دے کہ وہ تجھے پسند ہوں، اے اللہ! تو نے میری پسندیدہ چیزیں جو اٹھا لی ہیں مجھے ان سے اپنی پسندیدہ چیزوں کے لیے فارغ کر دے۔

عن ابن عمر قال ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقوم من مجلس حتی یدعو بھؤلاء الکلمات لاصحابہ اللھم اقسم لنا من خشیتک ما یحول بیننا و بین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تھون بہ علینا مصیبات الدنیا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھے ہوں اور آپ نے اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا نہ کی ہو: اے اللہ! ہمارے لیے اپنا ایسا خوف مقدر کر دے جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمارے لیے ایسی اپنی اطاعت مقدر کر دے جو ہمیں تیری جنت تک پہنچا دے، اور ایسا یقین مقدر کر دے جس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں، اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہماری قوت سے نفع پہنچا اور اس کو ہمارا وارث کر دے، ہمارا غضب صرف ان پر کر دے جو ہم پر ظلم کرے، ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما، ہمارے دین کو مصیبت سے محفوظ رکھ، ہماری دنیا کو ہماری بڑی فکر اور ہمارا مبلغ علم نہ بنا اور ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " " " " جامع ترمذی ص ۵۰۳

[3] " " " " " " " جامع ترمذی ص ۵۰۴

توبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

تاب الی اللہ رجع عن المعصیۃ الی الطاعۃ و تاب اللہ علیہ ای عاد بالمغفرۃ۔[1]

جب توبہ کا فاعل بندہ ہو تو اس کا معنی ہے بندہ نے معصیت سے اطاعت کی طرف رجوع کیا اور جب توبہ کا فاعل اللہ ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی طرف رجوع کیا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

توبہ کے چار ارکان ہیں، پہلا رکن یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے، اس پر نادم ہو، دوسرا رکن یہ ہے کہ اس گناہ کو فی الفور ترک کر دے، تیسرا رکن یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا عزم مصمم کرے اور چوتھا رکن یہ ہے کہ حسب مقدور اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرے مثلاً نماز چھوٹ گئی ہے تو اس کی قضاء پڑھے اور کسی کا مال غصب کیا تھا تو اس کو واپس کر دے اور کسی کو گالی دی ہے تو اس سے معافی مانگ لے۔[2]

توبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات

انہ من عمل منکم سوء بجہالۃ ثم تاب من بعدہ و اصلح فانہ غفور رحیم۔

(انعام: ۵۴)

بے شک تم میں سے جو کوئی (عذاب آخرت سے) ناواقفی کی وجہ سے برا کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور (اپنی) اصلاح کرے، تو بے شک وہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب فاولٰئک یتوب اللہ علیہم و کان اللہ علیما حکیما ○ ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وہم کفار اولٰئک اعتدنا لہم عذابا الیما۔

(نساء: ۱۸-۱۷)

اللہ کے (وعدہ کرم) پر صرف ان لوگوں کی توبہ (کی قبولیت) ہے جو (عذاب آخرت سے) ناواقفی کی وجہ سے گناہ کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے، اور ان لوگوں کی توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ یہ (قبولیت) ان لوگوں کے لیے ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں، ہم نے ان کے

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم مع اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۵۰۲-۵۰۰، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ

لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

ومن لم یتب فاولئک هم الظلمون۔ (حجرات: ۱۱)

اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ (نور: ۳۱)

اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم سب فلاح پاؤ۔

یا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔ (تحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کرو۔

ان اللہ یحب التوابین۔ (بقرۃ: ۲۲۲)

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

توبہ کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للہ افرح بتوبۃ العبد من رجل نزل منزلا وبہ مھلکۃ ومعہ راحلتہ علیھا طعامہ وشرابہ فوضع راسہ فنام نومۃ فاستیقظ وقد ذھبت راحلتہ حتی اذا اشتد علیہ الحر والعطش او ما شاء اللہ قال ارجع الی مکانی فرجع فنام نومۃ ثم رفع راسہ فاذا راحلتہ عندہ۔ [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو بندے کے توبہ کرنے سے اس شخص کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے کسی جگہ قیام کیا ہو اور وہیں اس کی ہلاکت کی جگہ ہو اور اس کے ساتھ ایک سواری ہو جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں وہ وہاں سر رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو اس کی سواری غائب ہو چکی ہو حتیٰ کہ جب اس کی بھوک اور پیاس زیادہ ہو جائے یا جو اللہ چاہے تو وہ سوچے میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں پھر وہ سو جائے اور جب بیدار ہو تو سواری اس کے پاس ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطھر ثم یصلی ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ۔ [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص گناہ کرے، پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تاب قبل موتہ بفواق ناقۃ تاب اللہ علیہ رواہ الطبرانی فی الاوسط[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص موت سے اتنے وقت پہلے توبہ کر لے جتنے وقت میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ورجالہ رجال الصحیح[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس کی مثل ہے جس کا گناہ نہ ہو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن عقبۃ بن عامر ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ احدنا یذنب قال یکتب علیہ قال ثم یستغفر منہ ویتوب قال یغفر لہ ویتاب علیہ قال فیعود فیذنب قال فیکتب علیہ قال ثم یستغفر منہ ویتوب قال یغفر لہ ویتاب علیہ ولا یمل اللہ حتی تملوا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط واسنادہ حسن[4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرتا ہے، آپ نے فرمایا وہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ اس پر توبہ اور استغفار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور توبہ قبول کی جاتی ہے۔ اس نے عرض کیا وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے آپ نے فرمایا اس پر گناہ لکھ دیا جاتا ہے اس نے عرض کیا وہ اس پر پھر توبہ اور استغفار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے، اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

---

[1] - امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[3] - مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰

[4] - مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰

استغفار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعا حسنا الی اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ۔

(ھود: ۳)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس سے توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک معین وقت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کا زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔

ویقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا۔

(ھود: ۵۲)

اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔

واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

(مزمل: ۲۰)

اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہو بےشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بےحد رحم فرمانے والا ہے۔

استغفار کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن شداد بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سید الاستغفار ان یقول العبد اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت قال ومن قالھا من النھار موقنا بھا فمات من یومہ قبل ان یمسی فھو من اھل الجنۃ ومن قالھا من اللیل وھو موقن بھا فمات قبل ان یصبح فھو من اھل الجنۃ۔ [1]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یہ کہے کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر بہ قدر استطاعت قائم ہوں میں اپنے کاموں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں ان کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ آپ نے فرمایا جو شخص یقین کے ساتھ ان کلمات کو دن میں کہے اور اسی دن شام سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اہل جنت سے ہوگا، اور جس نے یقین کے ساتھ ان کلمات کو رات میں کہا اور وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہوگا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی ھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: بہ خدا میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

بَابُ ۹۵۵ الْحَثِّ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ذکر الٰہی کی ترغیب

۶۶۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَیْبَۃَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ ھُمْ خَیْرٌ مِّنْھُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں تنہا اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بقدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

۶۶۸۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔

۶۶۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ ھٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْھَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ اِذَا تَلَقَّانِیْ عَبْدِیْ بِشِبْرٍ تَلَقَّیْتُہٗ بِذِرَاعٍ وَاِذَا تَلَقَّانِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب بندہ بہ قدر ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف بہ قدر ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف بہ قدر ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جب وہ بہ قدر چار ہاتھ میری طرف

؎ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بِذِرَاعٍ تَلَقَّيْتُهُ بِبَاعٍ وَإِذَا تَلَقَّانِي بِبَاعٍ أَتَيْتُهُ بِأَسْرَعَ۔

بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف زیادہ تیزی سے بڑھتا ہوں۔

۶۶۸۴ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيرُوا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے، آپ کا ایک پہاڑ سے گزر ہوا جس کو جمدان کہتے تھے، آپ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمدان ہے مفردون سبقت لے گئے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔

انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے کی توجیہات

حدیث نمبر ۶۶۸۱ میں ہے:

میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ دعا کرنے کے بعد قبولیت کی امید رکھے تو میں اس کی دعا قبول کر لیتا ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور جب توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور جب کچھ طلب کرے تو اس کو عطا کر دیتا ہوں۔

اسی حدیث میں ہے: جب بندہ میرا ذکر کرے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، یعنی میری رحمت، میری توفیق، میری ہدایت، میری رعایت اور میری اعانت اس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ جو قرآن مجید میں ہے هو معكم اينما كنتم (حدید: ۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم تم کو محیط ہے۔

اسی حدیث میں ہے بندہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، لغت میں نفس کا اطلاق خون پر اور نفس حیوان پر ہوتا ہے اور یہ دونوں معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں، نفس کا اطلاق ذات پر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقۃً ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جب بندہ میرا تنہا ذکر کرے، تو میں اس کو اس عمل کی ایسی جزا دیتا ہوں جس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں ہے: بندہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے رسول یا کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اللہ کا ذکر کیا تو اللہ اس کا ذکر فرشتوں کی جماعت میں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور انسان عموماً اللہ کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جس میں انبیاء علیہم السلام نہیں ہوتے، باقی رہا یہ کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں، اس پر دلیل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

ان الله اصطفى ادم و نوحا و ال ابراهيم وال عمران على العالمين - (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور تمام جہانوں میں فرشتے بھی داخل ہیں۔

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس۔ (بقرہ: ۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔

تمام فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا اور سجدہ تعظیمی کا حکم ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ اگر بندہ بہ قدر ایک بالشت کے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ کے نزدیک ہوتا ہوں الی قولہ، اور اگر بندہ چلتا ہوا آئے تو میں دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اور اس کا ظاہری معنی محال ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو شخص عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے، میں اپنی توفیق، رحمت اور اعانت کو اس کے قریب کر دیتا ہوں اور وہ جس قدر زیادہ عبادت کرتا ہے میں اس قدر زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس پر اپنی رحمت بہاتا ہوں اور وہ جس قدر قرب حاصل کرتا ہے میں اس کی مناسبت سے اس سے کہیں زیادہ اجر عطا کرتا ہوں۔ [1]

بَابُ ۹۵۹ فِي أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفَضْلِ مَنْ أَحْصَاهَا

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور ان کو یاد کرنے کی فضیلت

۶۶۸۵ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ اسْمًا مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ مَنْ أَحْصَاهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اللہ وتر (طاق، فرد) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے ابن ابی عمر کی روایت میں ہے جو ان کو شمار کرے گا۔

۶۶۸۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دَخَلَ الْجَنَّةَ وَزَادَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ. کرتا ہے۔

اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اشاعرہ کہتے ہیں کہ اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اسم مسمیٰ کا عین ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اسم کا اطلاق کبھی کلمہ پر ہوتا ہے اور کبھی اسم کا اطلاق ذات اور مسمیٰ پر ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ حقیقی اطلاق کونسا ہے، اشاعرہ نے کہا کہ اسم کا اطلاق کلمہ پر حقیقت ہے اور مسمیٰ پر مجاز ہے اور معتزلہ کا قول اس کے برعکس ہے اور استاذ ابومنصور نے کہا کہ اسم دونوں میں مشترک ہے۔

اشاعرہ کے دلائل میں سے یہ ہے کہ جب کسی معین شخص کا نام پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے اس شخص کا اسم کیا ہے؟ پھر جواب میں وہ کلمہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے وہ شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسم کی حقیقت وہ کلمہ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں سو اگر اسم مسمیٰ کا عین ہو تو متعدد خداؤں کا ہونا لازم آئے گا۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سبح اسم ربک الاعلیٰ (الاعلیٰ: ۱) ”اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کیجئے“ اور تسبیح اللہ کی ذات کی ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسم اس کی ذات کا عین ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں ہر فریق کے دلائل اور ان کے جوابات موجود ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ تعالیٰ پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسم کا اطلاق کیا ہو یا اس اسم کے اطلاق پر اجماع منعقد ہو چکا ہو (مثلاً اللہ تعالیٰ پر صانع کا اطلاق کرنا) اور جس اسم کے اطلاق پر اذن شرعی ہو، نہ ممانعت ہو اس میں اختلاف ہے، اس میں ایک قول توقف کا ہے اور ایک قول ممانعت کا ہے، علامہ ابن رشد نے اس قول کو امام اشعری اور امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے، مقترح نے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ ممانعت حکم شرعی ہے اور بغیر دلیل سمعی کے ممانعت شرعی کا حکم صحیح نہیں ہے، مقترح نے کہا اگر اس لفظ سے کسی محال معنی کا وہم ہو تو پھر اس اسم کا اطلاق جائز ہے اور اگر کسی محال معنی کا وہم نہ ہو تو پھر اس قسم کا اطلاق جائز ہے، علامہ باقلانی نے کہا ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے بشرطیکہ اس کی ممانعت پر اجماع نہ ہو، اس لیے سید اور حنان کا اطلاق جائز ہے اور عاقل اور فقیہ کا اطلاق ناجائز ہے، البتہ امام مالک نے سید اور حنان کے اطلاق سے منع کیا ہے، علامہ باقلانی نے کہا اللہ تعالیٰ نے جن افعال کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے ان کے اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں ہے کیونکہ جن چیزوں کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور وہ قرآن میں مذکور ہیں تو ان کا جتنا اطلاق قرآن مجید میں آگیا ہے بس اتنا اطلاق جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے مثلاً الله يستهزئ بهم اس کی وجہ سے مستہزی کا اور سخر الله منهم اس کی وجہ سے ساخر

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ اور متکلمین اللہ تعالیٰ پر صانع، واجب الوجود اور مؤثر کا اطلاق بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ [۵]
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اسماء حسنیٰ میں اختلاف ہے، آیا یہ توقیفی ہیں یا نہیں، توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور سنت کی نص کے علاوہ کسی اسم کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہ ہو، امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور معتزلہ اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی لفظ کی اللہ پر دلالت عقلاً صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے، قاضی ابوبکر اور امام غزالی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور صفات توقیفی نہیں ہیں (اس کے برخلاف جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اسماء غیر توقیفی ہیں اور صفات توقیفی ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) امام غزالی کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام رکھیں جو آپ کے والد نے رکھا تھا آپ نے خود رکھا، اسی طرح مخلوق میں سے کسی بھی بزرگ شخص کا نام ہم از خود نہیں رکھ سکتے اور جب مخلوق کا نام از خود رکھنا ممنوع ہے تو خالق کا نام از خود رکھنا بہ طریق اولیٰ منع ہونا چاہیے، اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی ایسے اسم یا صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے جس سے نقص کا وہم ہو خواہ نص میں اس لفظ کا اطلاق ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماہد، زارع اور فالق کہنا جائز نہیں ہے، اگرچہ نص قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں: فنعم الماهدون (ذاریات: ۴۸) ام نحن الزارعون (واقعہ: ۶۴) فالق الحب والنوى (انعام: ۹۵)

امام ابو القاسم قشیری نے کہا کہ کتاب سنت اور اجماع سے جن اسماء کا ثبوت ہو ان اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور جس اسم کا ان میں ثبوت نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز نہیں ہے خواہ اس کا معنی صحیح ہو اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جس کے اطلاق کا شریعت میں ثبوت ہو عام ازیں کہ وہ مشتق ہو یا غیر مشتق وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، اور ہر وہ لفظ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہے، عام ازیں کہ اس میں تاویل ہو یا نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اس پر اسم کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

امام رازی نے کہا کہ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کی صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثبوت قطعی ہے ان کا اطلاق مفرد اور مضاف دونوں اعتبار سے صحیح ہے جیسے قادر، قاہر یا فلاں پر قادر فلاں پر قاہر۔

(۲)۔ جن صفات کا بطور مفرد اطلاق صحیح ہے اور بطور مضاف خاص شرائط کے ساتھ صحیح ہے، مثلاً خالق یا ہر چیز کا خالق کہنا صحیح ہے لیکن بندر اور خنزیر کا خالق کہنا صحیح نہیں ہے۔

(۳)۔ جن صفات کا بطور مضاف اطلاق صحیح ہے اور بطور مفرد صحیح نہیں ہے مثلاً منشی کہنا صحیح نہیں ہے اور منشی الخلق کہنا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اگر شریعت میں اس کا سماع ثابت ہو تو اس کا اطلاق کیا جائے گا ورنہ نہیں اور تیسری قسم وہ ہے کہ شریعت میں اس کا بہ حیثیت افعال سماع ہے تو اس کا اطلاق کیا جائے گا اور ان پر قیاس کر کے ان

[۵]- علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مشتقات کا اطلاق نہیں کیا جائے گا جیسے مکر اللہ، ویستہزئ بھم، سو اللہ تعالیٰ پر ماکر اور مستہزئ کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ [۱]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جن اسماء اور صفات کے اطلاق کا اذن شرعی ثابت ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز ہے اور جن کی ممانعت ثابت ہے، ان کا اطلاق منع ہے، اور جن اسماء کا شریعت میں اذن ہو نہ ممانعت ہو ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، بہ شرطیکہ وہ ان اسماء میں سے نہ ہوں جو باقی لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم (نام) ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسماء اعلام کا اطلاق کسی کے نزدیک محل نزاع نہیں ہے، نیز ان اسماء کا اطلاق نقص کا موہم نہ ہو بلکہ مدح کا مظہر ہو، سو ایسے اسماء کے اطلاق کو اہل حق نے منع کیا ہے اور جمہور معتزلہ نے جائز کہا ہے قاضی ابوبکر کا اسی طرف میلان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر خدا اور تنگری کا اطلاق جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اس پر اجماع ہوگیا، لیکن یہ استدلال مردود ہے کیونکہ اگر اجماع ثابت ہو تو وہ اذن شرعی کے ثبوت کے لیے کافی ہے اور بحث ان اسماء کے اطلاق میں ہے جن کے لیے اذن شرعی نہ ہو۔ [۲]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ پر موجود، واجب اور قدیم وغیرہا کا اطلاق کیسے صحیح ہوگا کیونکہ ان کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اطلاق اجماع سے ثابت ہے اور اجماع بھی دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ [۳]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، یعنی ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق اذن شرعی پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جو لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے بطور علم (نام) وضع کیے گئے ہیں بلکہ بحث ان اسماء میں ہے جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں سو ان اسماء میں معتزلہ اور کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عقل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کسی صفت سے متصف ہونا صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ اس کا شرع میں ثبوت ہو یا نہ ہو، اور ہمارے اصحاب میں سے قاضی ابوبکر نے یہ کہا کہ جب کوئی لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اللہ کے لیے ثابت ہو اور اس میں نقص کا وہم نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق جائز نہیں، کیونکہ لفظ معرفت سے غفلت کے بعد علم کا ادراک بھی کیا جاتا ہے، اسی طرح فقیہ کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو متکلم کی غرض کو سمجھ لے، اسی طرح عاقل کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ عاقل اس شخص کو کہتے ہیں جو غلط کام کرنے سے رک جائے، اور شیخ اور ان کے متبعین نے یہ کہا ہے کہ توقیف ضروری ہے اور یہی مختار ہے۔ [۴]

[۱]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۲۔۲۲۳، مطبوعہ دار نشر الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[۲]۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۳]۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح العقائد ص ۳۱، مطبوعہ سکندر علی بہادر علی تاجران کتب کراچی

[۴]۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۹۸۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

ح۔ اس مسئلہ میں امام غزالی کا اختلاف اجماع کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ اس اجماع سے ایسا اجماع مراد نہیں ہے جس پر روئے زمین کے تمام علماء کا اتفاق ہوگیا ہو، اور کسی مسئلہ پر بھی ایسا اجماع ثابت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ علامہ میر سید شریف نے شیخ کے جس قول میں ترقیت کو مختار کہا ہے اس کا تعلق ان اسماء سے ہے — جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہوں کیونکہ نزاع اور بحث انہی میں ہے رہے وہ اسماء جو ذات میں اللہ تعالیٰ کے لیے اعلام ہیں تو ان کے متعلق علامہ میر سید شریف نے تصریح کر دی ہے کہ وہ محل نزاع سے خارج ہیں اور ان کے اطلاق کے جواز پر سب کا اتفاق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماع اور اتفاق سے ثابت ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل

حدیث نمبر ۶۶۹۰ میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، ان اسماء کی تفصیل جامع ترمذی میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ هو الله الذي لا اله الا هو الرحمن الرحيم الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السميع البصير الحكم العدل اللطيف الخبير الحليم العظيم الغفور الشكور العلي الكبير الحفيظ المقيت الحسيب الجليل الكريم الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد الباعث الشهيد الحق الوكيل القوي المتين الولي الحميد المحصي المبدئ المعيد المحيي المميت الحي القيوم الماجد الواجد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاهر الباطن الوالي المتعالي البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالك الملك ذو الجلال والاكرام المقسط الجامع الغني المغني المانع الضار النافع النور الهادي البديع الباقي الوارث الرشيد الصبور[1]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر نہیں ہے اور اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہ وہ ننانوے نام ہیں جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں یہ ہے "میں تجھ سے ہر اسم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس اسم کے ساتھ تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے علم غیب میں مخصوص کر لیا ہے، حافظ ابوبکر بن العربی المالکی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں، ابن العربی نے کہا یہ بہت کم ہیں ان اسماء کی تعیین کا ذکر جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے، بعض اسماء میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعیین اسم اعظم اور لیلۃ القدر کی طرح مخفی ہے۔[2]

علامہ قرطبی نے کہا کہ جس شخص نے صحت نیت کے ساتھ جس طرح بھی ان کلمات کو گن لیا اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔[3]

اسم اعظم کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر طبری، امام ابوالحسن الاشعری، امام ابو حاتم بن حبان، قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے اسم اعظم کا

---

1. امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
2. علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
3. حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کو بعض دوسرے اسماء پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے، اور امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کو اعظم کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور جن احادیث میں اعظم کا ذکر ہے اس سے مراد عظیم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں، امام ابوجعفر طبری نے کہا میرے نزدیک اس سلسلہ میں تمام اقوال صحیح ہیں، کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ فلاں اسم اعظم ہے اور کوئی اسم اس سے زیادہ اعظم نہیں ہے، امام ابن حبان نے کہا کسی اسم کے اعظم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس اسم کے ساتھ دعا کرنے والے کو عظیم اجر ملے گا، امام جعفر صادق اور جنید وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اسم اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

بعض علماء اسم اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعیین میں ان کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں کل چودہ قول ہیں:

(۱)۔ امام فخر الدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا کہ اسم اعظم "ھو" ہے۔

(۲)۔ اسم اعظم "اللہ" ہے، کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔

(۳)۔ اسم اعظم "اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

(۴)۔ اسم اعظم "الرحمٰن الرحیم الحی القیوم" ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم، اور سورۂ آل عمران کی ابتداء اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم، اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵)۔ "الحی القیوم" کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے، بقرہ، آل عمران اور طٰہٰ، حضرت ابوامامہ کہتے ہیں، میں نے ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ "الحی القیوم" ہے، امام فخر الدین رازی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر اس کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔

(۶)۔ الحنان المنان بدیع السموٰت والارض ذوالجلال والاکرام الحی القیوم امام احمد اور امام حاکم نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۷)۔ بدیع السموٰت والارض ذوالجلال والاکرام اس کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(۸)۔ "ذوالجلال والاکرام" امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے "یا ذا الجلال والاکرام" کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی دعا قبول ہوگی۔

(۹)۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسم اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روایت کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔

(۱۰) ”یا رب یا رب“ امام حاکم نے حضرت ابو درداء اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا: اللہ کا اسم اکبر رب رب ہے اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب بندہ رب رب کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”لبیک میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا۔“

(۱۱) ”لا الٰه الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين“ امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

(۱۲) ”ھو اللہ الذی لا الٰه الا ھو رب العرش العظیم“ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انھوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

(۱۳) اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

(۱۴) اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے، اس کو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ [1]

بَابُ الْعَزْمِ بِالدُّعَآءِ وَلَا يَقُلْ اِنْ شِئْتَ

اصرار سے دعا کرے یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو دیدے

۶۶۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ فِي الدُّعَاءِ وَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِيْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو دعا میں اصرار کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دیدے، کیونکہ اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

۶۶۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ اَعْطَاهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، لیکن وہ اصرار سے سوال کرے اور بہت رغبت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز دینا مشکل نہیں ہے۔

۶۶۸۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بْنُ أَبِي ذُبَابٍ) عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ لِيَعْزِمْ فِي الدُّعَاءِ فَإِنَّ اللّٰهَ صَانِعٌ مَا شَاءَ لَا مُكْرِهَ لَهُ.

کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے! اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، وہ دعا میں اصرار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(ف ۱: علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عزم اور اصرار کے ساتھ سوال کرنا مستحب ہے اور دعا کو اس کی مشیت پر معلق کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سوال کو اس وقت مشیت پر معلق کیا جاتا ہے جب جبر کی نفی کرنا مقصود ہو، یعنی تم چاہو تو دے دو تم پر کوئی جبر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پہ جبر غیر متصور ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب سوال کرنے والا یہ کہے کہ تم چاہو تو دو تو یہ صورۃً استغناء ہے اور سب اللہ کے محتاج ہیں اور کوئی اس سے مستغنی نہیں ہے۔

بَابُ ۹۶ تَمَنِّي كَرَاهَةِ الْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ — مصیبت پر موت کی تمنا نہ کرے

۶۶۹۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے خواہی نخواہی موت کی تمنا کرنا ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔

۶۶۹۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ) كِلَاهُمَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی، البتہ اس میں نزل کی بجائے اصاب کا لفظ ہے۔

۶۶۹۲ - حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ وَأَنَسٌ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ قَالَ أَنَسٌ لَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ "تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے" تو میں موت کی تمنا کرتا۔

۶۶۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم حضرت خباب رضی

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ فِي بَطْنِهِ فَقَالَ لَوْمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ ـ

اللہ عنہ کے پاس گئے وراں حالیکہ ان کے پیٹ پر سات داغ لگائے گئے تھے۔ انھوں نے کہا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو موت کی دعا سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا۔

۶۶۹۴ ـ حَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَجَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ ـ

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں۔

۶۶۹۵ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ إِنَّهُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ وَإِنَّهُ لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهُ إِلَّا خَيْرًا ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا کرے نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ تم میں سے جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور مومن کی عمر زیادہ ہونے سے خیر ہی زیادہ ہوتی ہے۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: مرض، غربت، دشمن کا خوف اور دنیا کی کسی اور مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی شخص کو اپنے دین میں کسی ضرر یا فتنہ کا خوف ہو تو پھر موت کی تمنا میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ حدیث میں دنیا کی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا سے منع کیا ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دین کے فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا جائز ہے اور سلف صالحین میں سے بہت سے بزرگوں نے دین میں فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا کی ہے۔

بَابُ ۹۶۲ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ

جو اللہ سے ملنے کو محبوب رکھے اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے

۶۶۹۶ ـ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَادَةَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے

بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهُ ۔

ملنے کو محبوب رکھے، اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔

٦٦٩٧ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

٦٦٩٨ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ فَقَالَ لَيْسَ كَذٰلِكِ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهُ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهِ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهُ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے، اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ میں نے کہا اے نبی اللہ! کیا موت کی ناپسندیدگی مراد ہے؟ ہم میں سے ہر شخص (طبعاً) موت کو ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کو اللہ کی رحمت، رضوان اور جنت کی بشارت دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

٦٦٩٩ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

٦٧٠٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ هَانِئٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهُ وَالْمَوْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا

قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰهِ.

۶۷۰۱ - حَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ.

ہے، اور موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا.

۶۷۰۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ قَالَ فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا إِنْ كَانَ كَذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكْنَا فَقَالَتْ إِنَّ الْهَالِكَ مَنْ هَلَكَ بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَلَيْسَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ فَقَالَتْ قَدْ قَالَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ بِالَّذِي تَذْهَبُ إِلَيْهِ وَلٰكِنْ إِذَا شَخَصَ الْبَصَرُ وَحَشْرَجَ الصَّدْرُ وَاقْشَعَرَّ الْجِلْدُ وَتَشَنَّجَتِ الْأَصَابِعُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کرنا ناپسند کرتا ہے، شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ام المؤمنین میں نے حضرت ابوہریرہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے، اگر واقعی اسی طرح ہے تو ہم تو مارے گئے، حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے جو ہلاک ہوا وہ واقعی ہلاک ہو گیا، بتاؤ وہ کیا حدیث ہے؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور ہم میں ایسا کوئی نہیں ہوگا جو موت کو ناپسند نہ کرتا ہو! حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا، لیکن اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم نے سمجھا ہے، لیکن جب آنکھیں اوپر اٹھ جائیں اور سینے میں دم گھٹ جائے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں ٹیڑھی ہو جائیں اس وقت جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کرنا ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا ناپسند کرتا ہے.

۶۷۰۳ - وحدثناه اسحق بن ابراهيم الحنظلي اخبرني جرير عن مطرف بهذا الاسناد نحو حديث عبثر.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۰۴ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابو عامر الاشعري وابو كريب قالوا حدثنا ابو اسامة عن بريد عن ابي بردة عن ابي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من احب لقاء الله احب الله لقاءه ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند یا ناپسند کرنے کا موقع اور محل

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا محل وہ وقت ہے جب انسان حالت نزع میں ہوتا ہے، جس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، اس وقت انسان کو اس کے انجام کی خبر دی جاتی ہے اور آخرت میں اس کی جو جگہ یا منزل تیار کی گئی ہے وہ اس پر منکشف کر دی جاتی ہے پس اہل سعادت موت کو اور اللہ سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں تاکہ اپنی جزاء کی طرف منتقل ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور ان پر انعام واکرام کرتا ہے اور اہل شقاوت اپنے عذاب کو دیکھ کر اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں اور اللہ بھی ان سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور ان سے اپنی رحمت اور کرامت کو دور کر دیتا ہے۔ [1]

باب ۹۶۲ فضل الذكر والدعاء والتقرب الى الله تعالى

ذکر اور دعا کی فضیلت، اور اللہ کے تقرب کا بیان

۶۷۰۵ - حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء حدثنا وكيع عن جعفر بن برقان عن يزيد بن الاصم عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يقول انا عند ظن عبدي بي وانا معه اذا دعاني.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

۶۷۰۶ - حدثنا محمد بن بشار بن عثمان العبدي حدثنا يحيى (يعني ابن سعيد) وابن ابي عدي عن سليمان (وهو التيمي) عن انس بن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب بندہ مجھ سے بہ قدر ایک بالشت قریب ہوتا ہے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَقَرَّبَ عَبْدِي مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا أَوْ بُوعًا وَإِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً ۔

تو میں اس سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جب وہ مجھ سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے بہ قدر چار ہاتھ قریب ہوتا ہے اور وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۷۰۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ إِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۰۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُ وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوں، اگر وہ میرا تنہا ذکر کرے تو میں بھی اس کا تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا جماعت میں ذکر کرے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بہ قدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۷۰۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاؤُهُ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے اس کی دس مثل اجر ملتا ہے اور میں مزید اجر دیتا ہوں اور زیادہ دیتا ہوں اور جو شخص ایک برائی کرتا ہے اسے صرف ایک برائی کی سزا ملتی ہے، یا میں اس کو معاف کر دیتا ہوں، اور جو بہ قدر ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے بقدر چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چلتا

بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً قَالَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

ہوا آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں اور جو شخص تمام روئے زمین کے برابر گناہ کر کے مجھ سے ملے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو میں اس سے اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔

۶۷۱۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِيْدُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، البتہ اس میں یہ ہے کہ اسے اس کی دس مثل اجر ملتا ہے اور میں مزید اجر دیتا ہوں۔

اجر وثواب میں مختلف النوع اضافوں کی حکمتیں

قرآن مجید میں اجر میں زیادتی سے متعلق حسب ذیل آیات ہیں:

۱۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (انعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی لائے تو اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ملے گا۔

۲۔ مثل الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فى كل سنبلة مائة حبة والله يضعف لمن يشاء والله واسع عليم (بقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور جس کے لیے اللہ چاہے اس کو دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

۳۔ انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب (زمر: ۱۰)

صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تین طرح اجر میں اضافہ فرماتا ہے، دس گنا اجر دیتا ہے، سات سو گنا عطا فرماتا ہے اور بے حساب اجر دیتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اجر میں یہ مختلف النوع اضافہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں حساب سے خرچ کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو حساب سے اجر عطا فرمائے اور جو اللہ کی راہ میں بے حساب خرچ کرے وہ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اجر میں یہ فرق نیت میں صدق اور اخلاص کے فرق کی وجہ سے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے راہ خدا میں دینا آسان ہے اور کسی ناگہانی افتاد اور نقصان پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لیے جو اپنی مرضی اور خوشی سے راہ خدا میں دیں ان کو اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک اجر عطا فرماتا ہے اور جو کسی ناگہانی نقصان پر صبر کریں ان کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، یہ وہ نکات ہیں جو ہماری سمجھ میں آئے اور اپنے کلام کے اسرار و رموز کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

بَابُ ۹۶۷ كَرَاهَةِ الدُّعَاءِ بِتَعْجِيلِ الْعُقُوبَةِ فِي الدُّنْيَا

دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی کراہت

٦٧١١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللَّهَ لَهُ فَشَفَاهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی عیادت کی جو چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا کرتا تھا یا اس سے کسی چیز کا سوال کرتا تھا، اس نے کہا جی! میں یہ سوال کرتا تھا: اے اللہ! تو مجھ کو آخرت میں جو سزا دینے والا ہے سو اس کے بدلہ میں مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے یا فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے تم نے یہ دعا کیوں نہ کی: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھی چیزیں عطا کر اور آخرت میں بھی عمدہ نعمتیں عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، راوی نے کہا آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کو شفا دے دی۔

٦٧١٢ - حَدَّثَنَاهُ عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَلَمْ يَذْكُرِ الزِّيَادَةَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں "ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" تک حدیث ہے، اور اس کے بعد نہیں ہے۔

٦٧١٣ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ وَقَدْ صَارَ كَالْفَرْخِ بِمَعْنَى حَدِيثِ حُمَيْدٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ لَا طَاقَةَ لَكَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فَدَعَا اللَّهَ لَهُ فَشَفَاهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے: تم اللہ کے عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی، تو اللہ نے اس کو شفا دے دی۔

٦٧١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ الْعَطَّارُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

سے اس حدیث کو روایت کیا۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث میں دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی ممانعت ہے اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کی دعا کی فضیلت ہے، مریض کی عیادت کا استحباب ہے، اور بخار اور آزمائش میں دعا کا استحباب ہے، دنیا میں حسنہ یہ ہے کہ عبادت اور عافیت حاصل ہو اور آخرت میں حسنہ یہ ہے کہ مغفرت اور جنت حاصل ہو۔

بَابُ ۹۶۵ فَضْلِ مَجَالِسِ الذِّكْرِ ! — مجالس ذکر کی فضیلت

۶۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُونِي قَالُوا يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونَنِي قَالُوا مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا وَيَسْتَغْفِرُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ فَيَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے گشت کرنے والے فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں، جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (ذاکرین) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض فرشتے بعض دوسرے فرشتوں کو (اوپر تلے) ڈھانپ لیتے ہیں، حتیٰ کہ زمین سے لے کر آسمان دنیا تک جگہ بھر جاتی ہے جب ذاکرین مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں، پھر اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کو ان سے زیادہ علم ہوتا ہے "تم کہاں سے آئے ہو؟" وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں، جو سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ کہہ رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے

مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔

تو فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب تیری دوزخ سے پناہ مانگتے تھے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے! فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے استغفار کرتے تھے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انھوں نے مانگا وہ میں نے ان کو عطا کر دیا اور جس چیز سے انھوں نے پناہ مانگی اس سے میں نے ان کو پناہ دے دی، آپ نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں: اے میرے رب ان میں فلاں بندہ خطاکار تھا، وہ اس مجلس کے پاس سے گزرا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا!

مجلس ذکر کے مصادیق اس حدیث میں ہے کہ فرشتے جب مجلس ذکر کو دیکھتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں: علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے: جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کا بیان کیا جاتے وہ مجلس ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس مجلس میں قرآن مجید اور احادیث کی تعلیم ہو اور فقہی احکام کا بیان کیا جائے اور لوگوں پہ حلال و حرام کو واضح کیا جائے وہ بھی مجلس ذکر ہے، اور تسبیح سے مراد عام ہے تسبیح حالی ہو یا قولی۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کہا جائے لا الٰہ الا اللہ پڑھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کی جائے، جنت کا سوال کیا جائے اور دوزخ سے پناہ مانگی جائے وہ مجلس ذکر ہے، ہر چند کہ علامہ ابی کی ذکر کردہ مجالس بھی مجلس ذکر ہیں، جب کہ تسبیح اور تہلیل سے مراد عام ہو قولاً یا حالاً۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے تم کہاں سے آئے ہو؟ اس سوال کی حکمت فرشتوں کو اس پر متنبہ کرنا ہے کہ تم نے تو ابن آدم کے متعلق کہا تھا کہ یہ زمین میں فتنہ و فساد اور خونریزی کرے گا، جیسے اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کو فرشتوں سے فرماتا ہے دیکھو میرے بندے پریشان حال اور غبار آلود بالوں کے ساتھ میرے پاس آتے ہیں، میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔

ذکر کی اقسام قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر باللسان اور ذکر بالقلب اور ذکر بالقلب کی دو

قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی عظمت اور جلال میں غور و فکر کیا جائے اور زمین و آسمان میں جو اس کی ذات اور صفات پر نشانیاں ہیں ان میں تدبر کیا جائے، دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے امر اور نہی کے موقع پر عمل کرنا ہو جیسے امر کو بجالائے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رک جائے۔ ان اقسام میں ذکر خفی کرنا سب سے افضل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے افضل ذکر خفی ہے اور ذکر خفی سے مراد غور و فکر کرنا ہے اور سب سے ضعیف درجہ کا ذکر، زبان سے ذکر کرنا ہے، لیکن اس کی بہت فضیلت ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت روایات ہیں۔

ذکر بالجہر اور ذکر خفی میں کون سا ذکر افضل ہے؟

علامہ طبری نے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا ذکر باللسان افضل ہے یا ذکر بالقلب، میرے نزدیک یہ اختلاف اس وقت ہے جب ذکر بالقلب فقط تہلیل اور تسبیح کے ساتھ ہو اور زبان سے تلفظ نہ کیا جائے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ذکر خفی جو غور و فکر کا نام ہے وہ ذکر باللسان سے افضل ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ ذکر بالقلب افضل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پوشیدہ عمل ہے اور جس نے ذکر باللسان کو افضل کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ عمل اور زیادہ مشقت ہے اور جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا اجر زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ذکر بالقلب کا فرشتوں کو علم ہوتا ہے اور وہ اس کو لکھتے ہیں یا نہیں، بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر بالقلب کی کوئی علامت مقرر کی ہے جس سے فرشتوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے اور وہ اس کو لکھ لیتے ہیں اور بعض علماء نے کہا فرشتے ذکر بالقلب پر مطلع ہوتے ہیں نہ لکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فرشتے ذکر بالقلب کو لکھتے ہیں اور ان کو اس کا علم ہوتا ہے اور یہ کہ حضور قلب کے ساتھ ذکر باللسان، ذکر بالقلب سے افضل ہے۔ [1]

اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مرتبہ

اس حدیث کے آخر میں ہے: "یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا۔"

اس حدیث میں علماء، صالحین اور اولیاء اللہ کی عظیم فضیلت کا بیان ہے۔ کیونکہ کعبہ اور لیلۃ القدر بھی کریم ہیں اور ان کی وجہ سے اجر و ثواب بڑھتا ہے، لیکن جو کعبہ میں جا کر عبادت کرے یا لیلۃ القدر کو پا کر عبادت کرے اس کا اجر و ثواب بڑھتا ہے اور جو عبادت نہ کرے اس کو اجر و ثواب نہیں ملتا، لیکن اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ جو ان کی مجلس میں چلا جائے عبادت کرے یا نہ کرے بخشا جاتا ہے، نیز کعبہ اور لیلۃ القدر کی وجہ سے اجر و ثواب میں اضافہ تو ہوتا ہے لیکن بخشش کی ضمانت نہیں ہے اور جو ذکر کرنے والوں کی مجلس میں آکر بیٹھ جائے اسے مغفرت اور بخشش کی نوید سنائی گئی ہے۔

بَابُ ۹٦٦ أَكْثَرُ دُعَاءِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اکثر اوقات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بیان

۶۷۱۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۲۳-۱۲۱ ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَأَلَ قَتَادَةُ أَنَسًا أَيُّ دَعْوَةٍ كَانَ يَدْعُو بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا يَقُولُ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ وَكَانَ أَنَسٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهِ.

۶۷۱۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کون سی دعا زیادہ کرتے تھے، حضرت انس نے کہا آپ اکثر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی دے اور آخرت میں بھی اچھائی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، راوی نے کہا کہ حضرت انس جب دعا کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے اور جب وہ کسی اور دعا کا ارادہ کرتے تو اس میں یہ دعا شامل کر لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(سند) اس دعا کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامع دعا ہے، دنیا اور آخرت کی خیر کو شامل ہے، دنیا کی خیر سے مراد عبادت، کثیر مخلوق سے استغنا اور ثنا جمیل ہے اور آخرت کی خیر سے مراد اللہ کی رضا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب اور شفاعت، جنت کا حصول اور اجر وثواب میں زیادتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ

لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ کہنے اور دعا کرنے کی فضیلت

۶۷۱۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ — اس شخص کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے سو گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور یہ کلمات صبح سے شام تک اس کی شیطان سے حفاظت کا سبب رہتے ہیں، اور کوئی شخص اس سے زیادہ افضل عمل نہیں کر سکتا، ماسوا اس شخص کے جو ان کلمات کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے، اور جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے

جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۶۷۱۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھتا ہے، قیامت کے دن کوئی شخص اس سے زیادہ افضل عمل نہیں لا سکتا، ماسوا اس شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کلمات کو پڑھا ہو۔

۶۷۲۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ (يَعْنِي الْعَقَدِيَّ) حَدَّثَنَا عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مِرَارٍ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ بِمِثْلِ ذَلِكَ قَالَ فَقُلْتُ لِلرَّبِيعِ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ فَأَتَيْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ فَأَتَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے دس بار یہ پڑھا: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ سلیمان نے اس حدیث کو ربیع بن خثیم سے روایت کیا، شعبی کہتے ہیں میں نے ربیع سے پوچھا تم نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا عمرو بن میمون سے، پھر میں نے عمرو سے پوچھا آپ نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا ابن ابی لیلیٰ سے، پھر میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا آپ نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا میں نے اس حدیث کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۶۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان پر بھاری ہیں اور اللہ کو محبوب ہیں:
سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

۶۷۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

۶۷۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِي كَلَامًا أَقُولُهُ قَالَ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ قَالَ فَهَؤُلَاءِ لِرَبِّي فَمَا لِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي قَالَ مُوسَى أَمَّا عَافِنِي فَأَنَا أَتَوَهَّمُ وَمَا أَدْرِي وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي حَدِيثِهِ قَوْلَ مُوسَى۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے کچھ کلمات پڑھنے کی تعلیم دیجئے؛ آپ نے فرمایا: یہ کہو لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ رب العلمین لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔
اس شخص نے کہا: یہ کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں، میرے لیے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہو اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی۔ راوی نے کہا مجھے عافنی کا بھی خیال ہے لیکن مجھے یاد نہیں ہے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں اس راوی کا قول ذکر نہیں کیا۔

۶۷۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ مَنْ أَسْلَمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي۔

ابو مالک اشجعی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جو شخص اسلام قبول کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ان کلمات کی تعلیم دیتے تھے: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی۔

۶۷۲۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَزْهَرَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُوَ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي۔

ابو مالک اشجعی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نماز کی تعلیم دیتے، پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی۔

۶۷۲۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا أَبُو مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ

ابو مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَقُولُ حِينَ أَسْأَلُ رَبِّي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي وَيَجْمَعُ أَصَابِعَهُ إِلَّا الْإِبْهَامَ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ.

٦٧٢٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ.

بَابُ ٩٦ فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الذِّكْرِ

٦٧٢٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ

ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! جب میں اپنے رب سے دعا کروں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہو اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی وارزقنی ۔ آپ نے انگوٹھے کے سوا تمام انگلیاں جمع کیں اور فرمایا: یہ کلمات تمہاری دنیا اور آخرت کے لیے جامع ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں کرنے سے عاجز ہے؟ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے سوال کیا: ہم میں سے کوئی شخص ایک ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہے اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے۔

تلاوت قرآن اور ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کر دے گا، اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کر دے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا، اور جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے، اور جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کچھ

بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فیمن عنده ومن بطأ به عمله لم یسرع به نسبه۔

لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت اور اس کے درس کے لیے جب بھی جمع ہوتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس شخص کے اعمال اس کو پیچھے کر دیں اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھائے گا۔

۶۷۲۹۔ حدثنا محمد بن عبد الله بن نمیر حدثنا ابی ح وحدثناه نصر بن علی الجهضمی حدثنا ابو اسامة قالا حدثنا الاعمش حدثنا ابن نمیر عن ابی صالح وفی حدیث ابی اسامة حدثنا ابو صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بمثل حدیث ابی معاویة غیر ان حدیث ابی اسامة لیس فیه ذکر التیسیر علی المعسر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس کی ایک سند کے ساتھ تنگ دست پر آسانی کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۳۰۔ حدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة سمعت ابا اسحق یحدث عن الاغر ابی مسلم انه قال اشهد علی ابی هریرة وابی سعید الخدری انهما شهدا علی النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لا یقعد قوم یذکرون الله عز وجل الا حفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله فیمن عنده۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گواہی دی کہ آپ نے فرمایا: جو قوم بھی اللہ عزوجل کے ذکر کے لیے بیٹھتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔

۶۷۳۱۔ وحدثنیه زهیر بن حرب حدثنا عبد الرحمن حدثنا شعبة فی هذا الاسناد نحوه۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۷۳۲۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا مرحوم بن عبد العزیز عن ابی نعامة السعدی عن ابی عثمان عن ابی سعید الخدری قال خرج معاویة علی حلقة فی المسجد فقال ما اجلسکم قالوا جلسنا نذکر الله قال آلله ما اجلسکم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ کا گزر مسجد کے حلقے میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ہوا، انہوں نے کہا: تم کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے مسجد میں بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا: بخدا کیا تم صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: بخدا

اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِّنِّيْ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ.

ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو میں سب سے کم روایت کرنے والا ہوں، اور بے شک ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب کے ایک حلقہ سے گزر ہوا، آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، اور اللہ نے ہم کو اسلام کی ہدایت دے کر جو ہم پر احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا! بخدا تم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا بہ خدا ہم اسی وجہ سے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، لیکن ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پہ فخر کر رہا ہے۔

بَابُ ٩٦٩ اِسْتِحْبَابِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِنْهُ

استغفار کرنے کا استحباب اور بہ کثرت استغفار کرنے کا بیان

٦٧٣٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ صحابی ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر کبھی (انوار کے غلبہ سے) ابر چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر غین (ابر) چھانے کی توجیہات

اس باب کی حدیث میں ہے: انہ لیغان علی قلبی "میرے دل پر ابر آجاتا ہے":

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الغين الغيم هو السحاب [1]　　غین کے معنی ابر ہیں۔

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل لغت نے کہا ہے کہ غین کے معنی ابر اور بادل ہیں، یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے دل پر حجاب ہو، قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ضعف اور غفلت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دائماً اللہ کا ذکر کریں اور جب آپ اس میں کمی یا غفلت کرتے (زیادہ بہتر یہ کہنا ہے کہ جب آپ فرائض نبوت اور حوائج بشریہ میں مشغولیت کے سبب ذکر نہ کر سکتے) تو آپ اس ترک ذکر کو ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ امت کے معاملات اور ان کی مصلحتوں میں غور و فکر، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی مدارات اور تالیف میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر نہ کر پاتے تو آپ اس کو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے ذنب خیال فرماتے اور اس پر استغفار فرماتے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس ابر سے مراد وہ سکینہ (طمانیت اور وقار) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر نازل فرمایا تھا، اور آپ کا استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج اور عبودیت کے اظہار، خضوع و خشوع، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے لیے تھا، محاسبی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہوتے ہیں، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے خوفزدہ رہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جس وقت آپ پر خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت آپ کے دل پر ایک ابر آجاتا ہے اور آپ کا استغفار کرنا، اللہ کی نعمتوں پر شکر کی وجہ سے ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاف اور شفاف دلوں میں بھی بعض اوقات کچھ خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور خیالات آتے ہیں جن کو حدیث نفس کہتے ہیں، اس کو ابر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی پر یہ نفوس قدسیہ استغفار کرتے ہیں۔ [1]

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عام لوگوں کے حق میں غین کا معنی ہے معصیت کی وجہ سے دل پر زنگ آجانا، قرآن مجید میں ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (تطفیف: ۱۴)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے غین کا لفظ استعمال فرمایا اس کی مختلف توجیہات ہیں جن میں سے بعض کو ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ وشتانی آبی مالکی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض شیوخ نے بیان کیا کہ یہ تمام توجیہات تکلف ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات میں ہر روز ترقی ہوتی تھی اور جب آپ اگلے مقام پر ترقی فرماتے تو آپ کو پچھلا مقام بہ منزلہ ابر اور حجاب کے محسوس ہوتا تب آپ اس مقام سے استغفار کرتے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کی کیفیت سے بحث کرنا ہماری حدود میں نہیں ہے اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور امام ابوالحسن شاذلی نے کہا یہ ابر، انوار کا ابر ہے اغیار کا ابر نہیں ہے۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا ذکر ہے اور استغفار کرنا وقوع معصیت کو مستلزم ہے، حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، فقہاء اسلام نے اس اشکال کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) - شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا غین (ابر) کی وجہ سے ہے، اور غین کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ یہ کمال ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر ہم کسی شے کو مسلسل دیکھتے رہیں تو اس سے ہم کو مشقت ہوتی ہے، لیکن اگر دیکھنے کے دوران ہم ایک آن کے لیے پلک جھپکالیں تو یہ منظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود ہمارے حق میں رحمت ہوگا اور اس سے ہمارے دیکھنے کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا، اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انوار الہیہ کے مشاہدہ میں مشغول رہتے ہیں اور اگر آپ لگاتار یہ مشاہدہ کرتے رہیں تو اس سے آپ کو مشقت ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ گاہے گاہے آپ کے قلب پر ابر نازل کر دیتا ہے یا امور دنیاوی میں مشغول کر کے کچھ وقت کے لیے یہ مشاہدہ منقطع کر دیتا ہے اور ہر چند کہ اس ابر یا انقطاع سے آپ کے مشاہدہ کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق واقع نہیں ہوتا پھر بھی آپ اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس ابر کو ذنب شمار کر کے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۲) - ابن الجوزی نے کہا ہے کہ بشری کمزوریوں سے کوئی شخص محفوظ نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر چند کہ کبائر سے معصوم ہیں لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہیں، ابن الجوزی کا یہ قول مذہب مختار کے علاوہ ہے۔ اور صحیح راجح مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔

(۳) - علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام عبادت کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے رہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ ہوسکنے پر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۴) - نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھاتے، پیتے، سوتے، آرام کرتے، ازواج کے حقوق ادا کرتے، لوگوں سے گفتگو کرتے ان کی مصلحتوں میں غور کرتے، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرتے اور کبھی ان کی تالیف اور مدارات کرتے اور دیگر مباح امور میں مشغول رہنے کی وجہ سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے مشاہدہ اور مراقبہ سے قاصر رہتے اور اپنے عظیم مقام اور حضرت احدیت میں اپنی وجاہت کے پیش نظر آپ اس کو بھی ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے۔

(۵) - آپ کا یہ استغفار امت کی تعلیم اور تشریع کے لیے ہے۔

---

[1] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

(۹)۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائماً ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب آپ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تو اپنے پہلے حال کو ذنب خیال فرماتے ہیں اور اس پر استغفار کرتے ہیں لے

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ آپ معصوم اور مغفور تھے، اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱)۔ استغفار کرنا عبادت ہے۔

(۲)۔ آپ امت کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے تھے کہ جب آپ معصوم اور مغفور ہونے کے باوجود استغفار سے مستغنی نہیں ہیں تو امت کو کس قدر استغفار کرنا چاہیے۔

(۳)۔ آپ ترک اولیٰ کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

(۴)۔ آپ تواضعاً استغفار کرتے تھے۔

(۵)۔ آپ سے جو سہو واقع ہوئے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۶)۔ امت کے معاملات اور اپنے نجی معمولات میں مشغول رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور اور استغراق میں فرق آجاتا آپ اس کو ذنب خیال کرتے تھے، اگرچہ یہ تمام امور اعظم عبادات اور افضل اعمال پر مشتمل تھے لیکن چونکہ ان میں درجہ عالی سے نزول ہے اس لیے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۷)۔ بشری تقاضوں سے کبھی بے توجہی اور غفلت طاری ہوتی ہے، آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

علامہ عینی نے بھی ابن جوزی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ آپ صغائر پر استغفار کرتے تھے اور یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔ ہے

اس بحث میں یہ جواب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فسبح بحمد ربك واستغفره　　سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں۔ (نصر: ۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو آپ امتثال امر اور اس کو حکم ماننے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللّٰہ یحب التوابین　　اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (بقرہ: ۲۲۲)

تو آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے دن میں سو بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔

ان سطور کے لکھنے وقت یہ دو جواب اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں القاء کیے۔ و للّٰہ الحمد علی ذالک۔

لے۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۰۲-۱۰۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

ہے۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ التَّوْبَةِ

توبہ کا بیان

٦٧٣٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَغَرَّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ اِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اغر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں سو بار اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

٦٧٣٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٧٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے اس سے پہلے توبہ کر لی، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(ف) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توبہ اور استغفار کرنے کی توجیہات اس سے پہلے باب میں بیان کردی گئی ہیں۔

توبہ کا معنی اور توبہ کے ارکان

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

توبہ کا معنی یہ ہے کہ معصیت سے طاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف اور غیاب سے حضور کی طرف رجوع کرے، اور اللہ کے توبہ قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں بندے کے گناہ پر ستر کرے بایں طور کہ کوئی شخص اس کے گناہ پر مطلع نہ ہو اور آخرت میں اس کو سزا نہ دے۔ علامہ طیبی نے کہا کہ توبہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ گناہ کو برا جان کر فی الفور ترک کر دے، اس سے جو تقصیر ہوئی ہے اس پر نادم ہو، اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم مصمم کرے اور جو گناہ اس سے ہو گیا ہے اس کا تدارک اور تلافی کرے۔ علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو بغیر توبہ کے قبول ہونے کی یہ زائد شرط ہے کہ وہ صاحب حق کو

اس کا حق واپس کر دے یا اس سے معاف کرالے، علامہ ابن حجر نے کہا اور اگر اس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں تو وہ نوافل اور فرض کفایہ میں مشغول ہونے کے بجائے ان فوت شدہ فرائض کو ادا کرے، کیونکہ جس شخص کی نمازیں اور روزے قضاء ہوں اور وہ نوافل میں مشغول ہو تو نفل ادا کرنے کی حالت میں بھی وہ فسق سے خارج نہیں ہوگا۔ [1]

قبول توبہ کی شرائط حدیث نمبر ۶۷۳۲ میں ہے: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے اس سے پہلے توبہ کرلی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ توبہ قبول ہونے کی حد ہے، اور حدیث صحیح میں ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا توبہ دروازہ بند ہو جائے گا اور جس نے اس سے پہلے توبہ نہ کی ہو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ غرغرہ موت اور وقت نزع سے پہلے توبہ کرے، کیونکہ وقت نزع میں توبہ قبول نہیں ہوتی اور نہ وصیت نافذ ہوتی ہے۔ [2]

بَابُ ۹۷۱ اسْتِحْبَابِ خَفْضِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ إِلَّا فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي وَرَدَ الشَّرْعُ بِرَفْعِهِ

جہاں شریعت نے ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے اس کے سوا میں ذکر بالسر کرنے کا استحباب

۶۷۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُونَ بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ قَالَ وَأَنَا خَلْفَهُ وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے لوگ بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر کہنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ اس وقت میں آپ کے پیچھے یہ کہہ رہا تھا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ "گناہوں سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ کے بغیر ممکن نہیں ہے" آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہاری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر دلالت نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۶۷۳۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۶۷۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَصْعَدُوْنَ فِيْ ثَنِيَّةٍ قَالَ فَجَعَلَ رَجُلٌ كُلَّمَا عَلَا ثَنِيَّةً نَادٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تُنَادُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا قَالَ فَقَالَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِّنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گھاٹی پر چڑھ رہے تھے ایک شخص جب بھی کسی گھاٹی پر چڑھتا تو بلند آواز سے کہتا: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں: پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، پھر کہا: اے ابوموسیٰ! یا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تم کو جنت کے خزانہ میں سے ایک کلمہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: وہ کیا ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۶۷۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۶۷۴۱۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاَبُو الرَّبِيْعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَاصِمٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۶۷۴۲۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِّنْ عُنُقِ رَاحِلَةِ اَحَدِكُمْ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، پھر اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں یہ ہے کہ جس کو تم پکار رہے ہو وہ تمہاری اونٹنی کی گردن سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، اور اس میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۴۳۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ غِيَاثٍ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم

حَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَلِمَةٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ اَوْ قَالَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰی فَقَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

کو جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ پر دلالت نہ کروں یا فرمایا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر دلالت نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ذکر بالجہر کی تحقیق

متوسط بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس ذکر سے کسی کی عبادت، مطالعہ، نیند اور کسی بیمار کے آرام میں خلل واقع نہ ہو اور یہ ذکر ریا کاری سے خالی ہو، امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس سے بظاہر ذکر بالجہر کی نفی ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے اس حدیث میں جہر مفرط یعنی حد سے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے اور گلا پھاڑ کر چلانے سے منع فرمایا ہے جیسے بہرے آدمی سے چلا چلا کر بات کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب: ۱۳۱، مغازی کے باب: ۳۸، دعوات کے باب ۵۱، قدر کے باب: ۷ اور توحید کے باب: ۹ میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔ [۱]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں زیادہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے لکھتے ہیں:

اربعوا ولا تجهدوا انفسكم۔ [۲]

آہستگی سے ذکر کرو اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

يعنى لا تبالغوا فى الجهر۔ [۳]

یعنی جہر میں مبالغہ نہ کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وتصرف البخارى يقتضى ان ذلك خاص بالتكبير عند القتال واما رفع الصوت فى غيره فقد تقدم فى كتاب الصلوة حديث ابن عباس ان رفع الصوت بالذكر كان على عهد النبى اذا انصرفوا من المكتوبة۔ [۴]

امام بخاری نے (کتاب الجہاد میں) یہ عنوان قائم کیا ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مکروہ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف جہاد اور قتال کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مکروہ ہے، اور قتال اور جہاد کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ذکر گزر چکی ہے کہ فرض نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا عہد نبوی میں معروف اور معمول تھا۔

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۴۷۰، ج ۱۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] ″ ″ ″ ″ ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۸۸،

[۳] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۴] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ شامی اس حدیث کی توجیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یحتمل انہ لم یکن للرفع مصلحۃ فقد یعنی انہ لم یکن للرفع مصلحۃ فقد روی انہ کان فی غزاۃ ولعل رفع الصوت یجر بلاء و الحرب خدعۃ ولہذا نہی عن الجرس فی المغازی واما رفع الصوت بالذکر جائز کما فی الاذان والخطبۃ والجمعۃ والحج اھ وقد حرر المسئلۃ فی الخیریۃ وحمل ما فی فتاوی القاضی علی الجہر المضر وقال ان ھناک احادیث اقتضت طلب الجہر واحادیث طلب الاسرار والجمع بینہما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین اوالنیام والجہر افضل حیث خلا مما ذکر لانہ اکثر عملا ولتعدی فائدتہ الی السامعین ویوقظ قلب الذاکر فیجمع ہمہ الی الفکر ویصرف سمعہ الیہ ویطرد النوم ویزید النشاط[1]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند اللہ اکبر کہنے سے اس صورت میں منع فرمایا ہو جب آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے یہ ایک غزوہ (جنگ خیبر) کا واقعہ تھا اور آواز بلند کرنے سے کوئی آزمائش آ جاتی، اور جنگ ایک دھوکا ہے، اسی بنا پر جنگ میں گھنٹی بجانے سے منع فرمایا ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا بہرحال جائز ہے جیسا کہ اذان، خطبہ جمعہ اور حج میں ہے، یہ مسئلہ فتاویٰ خیریہ میں لکھا ہوا ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں جو ذکر بالجہر کی ممانعت ہے وہ جہر مضر پر محمول ہے، اور انھوں نے کہا کہ کچھ احادیث جہر کا تقاضا کرتی ہیں اور کچھ سر کا، اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ بعض احوال میں ذکر بالسر افضل ہے، جب ریا، نمازیوں کی ایذاء اور نیند میں خلل کا خدشہ ہو، اور جب ان عوارض سے خالی ہو تو ذکر بالجہر افضل ہے، کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے، اس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے، ذکر کرنے والے کا دل بیدار رہتا ہے، وہ خود اس ذکر کو سنتا ہے اور اس میں غور و فکر کرتا ہے، اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی تر و تازگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ذکر بالجہر کے خلاف احادیث کی تحقیق اور توجیہ کرنے کے بعد ہم ذکر بالجہر کی تائید میں چند احادیث بیان کرتے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول اور معروف تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رد المحتار ج ٥ ص ٢٥١، ٢٥٠، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ١٣٢٧ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ١ ص ١١٦، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٨١ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ١ ص ٢١٧، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١٣٧٥ھ

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی الزبیر ان عبد اللہ بن الزبیر کان یھلل دبر کل صلوٰۃ بمثل حدیث ابن نمیر وقال فی آخرہ ثم یقول ابن الزبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھلل بھن دبر کل صلوٰۃ۔ [1]

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور حضرت ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

ابو الزبیر کا یہ بیان کرنا حضرت ابن الزبیر ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اس پر دلیل ہے کہ انھوں نے نماز کے بعد حضرت ابن الزبیر سے یہ ذکر سنا اور یہ اسی وقت ہو گا جب حضرت ابن الزبیر یہ ذکر جہراً کرتے ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن الزبیر کا یہ بیان کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اسی وقت صحیح ہو گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد با آواز بلند لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوں اور وہ آپ سے سن کر اسی ذکر کو روایت کریں اسی لیے شیخ ولی الدین عراقی نے اس حدیث کو مسلم کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے:

عن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الحدیث [2]

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بہ آواز بلند فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الحدیث۔

بعض علماء نے اس کو صاحب مشکوٰۃ کے تسامح پر محمول کیا ہے۔ انھوں نے کہا صحیح مسلم میں یقول بصوتہ الاعلیٰ "آپ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے" یہ الفاظ نہیں ہیں اور صاحب مشکوٰۃ نے ان الفاظ کو صحیح مسلم کی طرف منسوب کر دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت بالمعنیٰ کی ہے اور چونکہ حضرت ابن الزبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کو اسی وقت سن سکتے تھے جب آپ بلند آواز سے یہ کلمات فرمائیں اس لیے انھوں نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے حضرت ابن الزبیر کی طرف یہ منسوب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بہ آواز بلند فرماتے تھے لا الہ الا اللہ الحدیث

بہرحال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان حدیثوں سے ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان ثابت ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۱ پر بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس پر مفصل گفتگو "ذکر بالجہر" میں کی ہے۔

باب ۹۷ الدعوات والتعوذ — دعائیں اور استعاذہ

۶۷۴۳ - حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا لیث ح وحدثنا محمد بن رمح اخبرنا اللیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ ھ، مشکوٰۃ ص ۸۸، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَبِيرًا وَقَالَ قُتَيْبَةُ كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

کو ایسی دعا سکھائیے جس کو میں نماز میں مانگا کروں، آپ نے فرمایا: تم یہ کہا کرو (ترجمہ:) اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے، قتیبہ کی روایت میں ہے بہت ظلم کیا ہے، اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشنے گا تو اپنے پاس سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

٦٧٤٥ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ سَمَّاهُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي وَفِي بَيْتِي ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ظُلْمًا كَثِيرًا.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھائیے جس کو میں اپنی نماز میں اور اپنے گھر میں مانگا کروں، پھر حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں "ظلم کثیر" کے الفاظ ہیں۔

٦٧٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، اور قبر کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے اور دولت کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اور میں تجھ سے مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے قلب کو خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا ہے اور میرے درمیان اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری کی ہے اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

٦٧٤٧ - وحدثناه ابو كريب حدثنا ابو معاوية ووكيع عن هشام بهذا الاسناد.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

٦٧٤٨ - حدثنا يحيى بن ايوب حدثنا ابن علية قال واخبرنا سليمان التيمي حدثنا انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اني اعوذ بك من العجز والكسل والجبن والهرم والبخل واعوذ بك من عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عاجز ہونے سے، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

٦٧٤٩ - وحدثنا ابو كامل حدثنا يزيد بن زريع ح وحدثنا محمد بن عبد الاعلى حدثنا معتمر كلاهما عن التيمي عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله غير ان يزيد ليس في حديثه قوله ومن فتنة المحيا والممات.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کی ہے، البتہ اس روایت میں زندگی اور موت کی آزمائشوں کا ذکر نہیں ہے۔

٦٧٥٠ - حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء اخبرنا ابن مبارك عن سليمان التيمي عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم انه تعوذ من اشياء ذكرها والبخل.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی اشیاء سے پناہ مانگی جن میں بخل کا ذکر بھی ہے۔

٦٧٥١ - حدثنا ابو بكر بن نافع العبدي حدثنا بهز بن اسد العمي حدثنا هارون الاعور حدثنا شعيب بن الحبحاب عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يدعو بهؤلاء الدعوات اللهم اني اعوذ بك من البخل والكسل وارذل العمر وعذاب القبر وفتنة المحيا والممات.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کرتے تھے: اے اللہ! میں بخل، سستی، ارذل عمر، عذاب قبر اور زندگی اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

٦٧٥٢ - حدثني عمرو الناقد وزهير بن حرب قالا حدثنا سفيان بن عيينة حدثني سمي عن ابي صالح عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ من سوء القضاء ومن درك الشقاء ومن شماتة الاعداء ومن جهد البلاء قال عمرو في حديثه قال سفيان اشك

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بری تقدیر سے، بدبختی کے پانے سے، دشمنوں کی خوشی سے، اور سخت آزمائش سے پناہ مانگتے تھے۔

أَنِّي زِدْتُ وَاحِدَةً مِنْهَا۔

۶۷۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَعْقُوبَ أَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ بُسْرَ بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ۔

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے جو شخص کسی منزل پر پہنچ کر یہ دعا کرے تو جب تک وہ اس جگہ سے روانہ نہیں ہوگا اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی، "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔"

۶۷۵۴ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَأَبُو الطَّاهِرِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ (وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنَا عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ وَالْحَارِثَ بْنَ يَعْقُوبَ حَدَّثَاهُ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةِ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا نَزَلَ أَحَدُكُمْ مَنْزِلًا فَلْيَقُلْ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْهُ۔

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص کسی منزل پر پہنچ کر یہ کلمات کہے "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں" تو جب تک وہ اس جگہ سے روانہ نہ ہو اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی۔

۶۷۵۵ - قَالَ يَعْقُوبُ وَقَالَ الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَقِيتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ قَالَ أَمَا لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! گذشتہ رات مجھ کو بچھو نے کاٹ لیا، آپ نے فرمایا اگر تم شام کے وقت یہ کہہ دیتے: "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں" تو تم کو یہ بچھو ضرر نہ دیتا۔

۶۷۵۶ - وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ يَعْقُوبَ أَنَّهُ ذَكَرَ لَهُ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ مَوْلَى غَطَفَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو بچھو نے کاٹ لیا۔ اس کے بعد مثل سابق ہے۔

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تُغْنِيْنِيْ عَقْرَبٌ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ وَهْبٍ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگی ہے ان کی تشریح

حدیث نمبر ۶۷۸۲ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دولت اور فقر کے فتنوں سے پناہ مانگی ہے، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فقر کی وجہ سے انسان میں غصہ اور صبر کی کمی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ حرام کاموں یا مشتبہ کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دولت کی وجہ سے فخر اور غرور پیدا ہوتا ہے وہ مال کے حقوق پورا کرنے میں بخل کرتا ہے اسراف کرتا ہے یا مال کو ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے یا مال کو فخر کے لیے خرچ کرتا ہے، یہ دولت اور فقر کے فتنے ہیں۔

اس حدیث میں سستی سے بھی آپ نے پناہ مانگی ہے، کیونکہ سستی کی وجہ سے انسان نیک کاموں کو شوق سے نہیں کرتا اور نیکیوں میں کم رغبت کرتا ہے اور بے دلی سے عبادت کرتا ہے، اور آپ نے عاجز ہونے سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ جب انسان میں کسی کام کی قدرت نہیں ہوگی تو وہ نوافل اور واجبات کو ادا نہیں کر سکے گا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس فقر سے مراد قلت مال نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد نفس کا مفتقر اور محتاج ہونا ہے، قاضی عیاض نے کہا آپ نے قلت مال کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے اور قلت مال کا فتنہ یہ ہے کہ انسان مال کی کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوش اور راضی نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ نے فقر کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے فقر سے پناہ نہیں مانگی۔ اور بہ کثرت احادیث صحیحہ میں فقر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے اس سے مراد ارذل عمر ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ارذل عمر سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جب عقل میں خلل آجائے اور حواس بے کار ہو جائیں، قویٰ مضمحل ہو جائیں، انسان کسی چیز کو ضبط کر سکے نہ یاد کر سکے، عبادات کر سکے نہ دنیاوی کام کر سکے اور انسان اپنی ضروریات میں دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جب انسان مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور بعض اوقات انسان قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہو جاتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بزدلی اور بخل سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ بزدلی کی وجہ سے واجبات کی ادائیگی میں تقصیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی، برائیوں کے رد کرنے، فاسقوں پر سختی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور انسان طاقت اور بہادری کی وجہ سے عبادات کو انجام دیتا ہے، جہاد کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے لیے کمر بستہ ہوتا ہے۔ اور بخیل نہ ہونے کی وجہ سے انسان مال کے حقوق ادا کرتا ہے اس میں خرچ کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، وہ سخاوت کرتا ہے اور لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے اور جو اس کا حق نہ ہو اس کی طمع نہیں کرتا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ان امور سے پناہ مانگنا اس لیے تھا تاکہ تمام احوال میں آپ کی صفات کامل ہوں اور امت کی تعلیم ہو۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ مانگنا مستحب ہے، یہی صحیح مذہب ہے جس پر

تمام علماء اور اہل فتاویٰ کا اجماع ہے، اور بعض صوفیوں نے یہ کہا ہے کہ دعا ترک کر کے اپنے حال کو قضاء و قدر کے سپرد کرنا زیادہ افضل ہے، اور بعض زاہدوں نے یہ کہا کہ احسن یہ ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرے اور اپنے لیے دعا نہ کرے اور بعض نے کہا اگر اس کے دل میں دعا کا محرک ہو تو دعا مستحب ہے ورنہ نہیں، فقہاء کی دلیل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دعا کرنے کا حکم ہے، اور انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ہیں۔ [1]

بَابُ ٩٧٣ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ النَّوْمِ!

سونے کے وقت کی دعا

٦٧٥٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ وَاجْعَلْهُنَّ مِنْ آخِرِ كَلَامِكَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ وَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَرَدَّدْتُهُنَّ لِأَسْتَذْكِرَهُنَّ فَقُلْتُ آمَنْتُ بِرَسُوْلِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ -

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنی خوابگاہ میں جانے لگو تو وضو کرو، جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دیا، اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا، اور اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تیرا خوف کھاتے ہوئے، تیرے علاوہ تجھ سے بچنے کے لیے کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ نجات کی جگہ، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، یہ دعا تمہارا آخری کلام ہونا چاہیے، اگر تم اسی رات فوت ہو جاؤ تو تم فطرت پر مرو گے۔ حضرت براء کہتے ہیں میں نے ان کلمات کو یاد کرنے کے لیے دہرایا تو میں نے آمنت برسولک الذی ارسلت کہا، آپ نے فرمایا آمنت بنبیک الذی ارسلت کہو۔

(ف): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعاؤں میں جو کلمات منقول ہوں ان کو تبدیل کرنا صحیح نہیں ہے، اور یہ کہ سونے سے پہلے وضو کرنا، دائیں کروٹ لیٹنا اور یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

٦٧٥٨ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيْسَ) قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنًا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

حضرت براء بن عازب نے اس حدیث کو روایت کیا، اس روایت میں یہ اضافہ ہے، اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر حاصل ہو گی۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٤٧، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

غَيْرَ أَنَّ مَنْصُورًا أَتَمُّ حَدِيثًا وَزَادَ فِي حَدِيثِ حُصَيْنٍ وَإِنْ أَصْبَحَ أَصَابَ خَيْرًا۔

۶۷۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مَاتَ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ مِنَ اللَّيْلِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جب تم رات کو اپنی خواب گاہ میں جاؤ تو یہ دعا کرو، اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی، اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر دیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی اور تیری رغبت اور تیرے خوف سے اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا، تیرے علاوہ کوئی بچنے کے لیے کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ نجات کی، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا اور تیرے اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، سو اگر وہ شخص مر گیا تو فطرت پر مرے گا، ابن بشار نے اپنی روایت میں رات کا ذکر نہیں کیا۔

۶۷۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ يَا فُلَانُ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے فلاں شخص جب تم اپنے بستر پر جاؤ اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اس روایت میں ہے اور میں اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو فطرت پر فوت ہو گے، اور اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر پاؤ گے۔

۶۷۶۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا، پھر اس کی مثل روایت ہے "اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر پاؤ گے" اس روایت میں یہ جملہ نہیں ہے۔

۶۷۶۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ قَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ میں جاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تیرے نام سے جیتا ہوں اور تیرے نام سے وفات پاؤں گا، اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے:

اللهم باسمك احيا وباسمك اموت واذا استيقظ قال الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور۔

اللہ کی حمد ہے جس نے ہم کو وفات دینے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

٦٧٦٣ - حدثنا عقبة بن مكرم العمي و ابو بكر بن نافع قالا حدثنا غندر حدثنا شعبة عن خالد قال سمعت عبد الله بن الحارث يحدث عن عبد الله بن عمر انه امر رجلا اذا اخذ مضجعه قال اللهم خلقت نفسي وانت توفاها لك مماتها ومحياها ان احييتها فاحفظها وان امتها فاغفر لها اللهم اني اسالك العافية فقال له رجل اسمعت هذا من عمر فقال من خير من عمر من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابن نافع في روايته عن عبد الله بن الحارث ولم يذكر سمعت۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ جب وہ اپنے بستر پر جائے تو یہ دعا کرے اے اللہ! تو نے میری جان کو پیدا کیا اور تو ہی اس کو فوت کرے گا، موت اور زندگی تیرے ہی لیے ہے، اگر تو اس جان کو زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کر، اور اگر تو اس کو فوت کرے تو اس کی مغفرت کر، اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں، ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث حضرت عمر سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر سے بہتر شخص سے سنی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔

٦٧٦٤ - حدثني زهير بن حرب حدثنا جرير عن سهيل قال كان ابو صالح يامرنا اذا اراد احدنا ان ينام ان يضطجع على شقه الايمن ثم يقول اللهم رب السموت ورب الارض ورب العرش العظيم ربنا ورب كل شيء فالق الحب والنوى ومنزل التوراة والانجيل والفرقان اعوذ بك من شر كل شيء انت اخذ بناصيته اللهم انت الاول فليس قبلك شيء وانت الاخر فليس بعدك شيء وانت الظاهر فليس فوقك شيء وانت الباطن فليس دونك شيء اقض عنا الدين واغننا من الفقر وكان يروي ذلك عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

سہیل کہتے ہیں کہ ابو صالح ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص جب سونے کا ارادہ کرے تو بستر پر دائیں کروٹ لیٹے پھر دعا کرے: اے آسمانوں کے رب، اے زمین کے رب، عرش عظیم کے رب، اے ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، دانے اور گٹھلی کے چیرنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، جس کی پیشانی تیرے قبضہ میں ہے، اے اللہ! تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، اے اللہ! تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے، تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، تو باطن ہے تجھ سے دور کوئی چیز نہیں ہے، ہم سے قرض کو دور کر دے اور ہم کو فقر سے مستغنی کر دے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

٦٧٦٥ - وحدثني عبد الحميد بن بيان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

الواسطي حدثنا خالد (يعني الطحان) عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا إذا أخذنا مضجعنا أن نقول بمثل حديث جرير وقال من شر كل دابة أنت آخذ بناصيتها.

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہم سونے کے لیے جائیں تو یہ دعا کریں، اس کے بہ مثل سابق ہے اور فرمایا: میں ہر اس جانور کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کو تو نے پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔

۶۷۶۶ - وحدثنا أبو كريب محمد بن العلاء حدثنا أبو أسامة ح وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب قالا حدثنا ابن أبي عبيدة حدثنا أبي كلاهما عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال أتت فاطمة النبي صلى الله عليه وسلم تسأله خادما فقال لها قولي اللهم رب السموات السبع بمثل حديث سهيل عن أبيه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے خادم مانگا، آپ نے فرمایا تم کہو اے اللہ سات آسمانوں کے رب۔ پھر سہیل سے اپنے والد سے روایت کی مثل ہے۔

۶۷۶۷ - وحدثنا إسحاق بن موسى الأنصاري حدثنا أنس بن عياض حدثنا عبيد الله حدثني سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا أوى أحدكم إلى فراشه فليأخذ داخلة إزاره فلينفض بها فراشه وليسم الله فإنه لا يعلم ما خلفه بعده على فراشه فإذا أراد أن يضطجع فليضطجع على شقه الأيمن وليقل سبحانك اللهم ربي بك وضعت جنبي وبك أرفعه إن أمسكت نفسي فاغفر لها وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو تہبند کے اندرونی حصے کو بستر پر جھاڑے اور بسم اللہ پڑھے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد بستر پر کون (جانور) آیا تھا اور جب لیٹنے کا ارادہ کرے تو دائیں کروٹ لیٹے، اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میرے رب تو پاک ہے، میں تیرے نام کے ساتھ کروٹ لیتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ اٹھوں گا، اگر تو میری جان کو روک لے تو اس کو بخش دینا اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اس کی اسی طرح حفاظت کرنا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۶۷۶۸ - وحدثنا أبو كريب حدثنا عبدة عن عبيد الله بن عمر بهذا الإسناد وقال ثم ليقل باسمك ربي وضعت جنبي فإن أحييت نفسي فارحمها.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں ہے یہ دعا کرے: اے میرے رب! تیرے نام کے ساتھ میں نے کروٹ لی، اگر تو میری جان کو زندہ رکھے تو اس پر رحم فرما۔

۶۷۶۹ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا يزيد بن هارون عن حماد بن سلمة عن ثابت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ.

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور ہم کو کافی ہوا اور ہم کو ٹھکانا دیا کیونکہ کتنے لوگ ہیں کہ ان کا کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ ٹھکانا دینے والا۔

بَابٌ ٩٧٣ فِي الْأَدْعِيَةِ

دعاؤں کا بیان

٦٧٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَا أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالٍ ـــــ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِ اللَّهَ قَالَتْ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

فروہ بن نوفل اشجعی کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کیا دعائیں کرتے تھے، حضرت عائشہ نے کہا آپ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

٦٧٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُو بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

فروہ بن نوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا دعا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا آپ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

٦٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک سند کے ساتھ ومن شر مالم اعمل کے الفاظ مروی ہیں۔

٦٧٧٣ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے: اے اللہ! میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

دُعَائِهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ۔

۶۷۷۴ - حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ حَدَّثَنِي ابْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں نے تیری ہی اطاعت کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے جنگ کی، اے اللہ! میں تیرے گمراہ کرنے سے تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو ہی زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی اور سب جن اور انس مر جائیں گے۔

۶۷۷۵ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ وَأَسْحَرَ يَقُولُ سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں صبح اٹھتے تو یہ دعا مانگتے، سننے والے نے اللہ کی حمد کو اور اس کی ہم پر انعامات کے حسن کو سن لیا، اے اللہ! ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر فضل فرما اور اس حال میں کہ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے والے ہیں۔

۶۷۷۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطَئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میری خطا، میری نادانی، میرے معاملہ میں میری زیادتی کو اور جن کاموں کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، ان کو معاف فرما دے، اے اللہ! جو کام میں نے سنجیدگی سے کیے اور جو مذاق سے کیے جو غلطاً کیے اور جو قصداً کیے اور ہر وہ کام جو میرے نزدیک گناہ ہیں معاف فرما، اے اللہ! ان کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے، اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہر کیے اور جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، تو مقدم کرنے والا ہے اور تو مؤخر کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(ف:) یہ دعا تعلیم امت کے لیے ہے، یا آپ نے تواضعاً یہ دعا کی، یا آپ نے تبلیغی مصلحت سے جو خلاف اولیٰ کام

گئے ان کی معافی چاہی، اور امور طبعیہ اور امور مباحہ میں شغل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں جو فرق آیا اپنے رفیع مقام کے اعتبار سے آپ نے ان کو ذنب قرار دیا اور ان پر معافی چاہی، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کسی قسم کا کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔

٦٧٧٧ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٦٧٧٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ الْقُطَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونِ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ مُوسَى عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے دین کو درست کر دے جو میرے معاملہ کا محافظ ہے، اور میری دنیا کو درست کر دے جس میں میری روزی ہے، اور میری آخرت کو درست کر دے جس میں میرا تیری طرف لوٹنا ہے اور میری زندگی کو ہر خیر میں میری زیادتی کا سبب بنا دے اور میری وفات کو ہر شر سے میری راحت بنا دے۔

٦٧٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

٦٧٨٠ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ الْمُثَنَّى قَالَ فِي رِوَايَتِهِ وَالْعِفَّةَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں عفت کا لفظ ہے۔

٦٧٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ وَعَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں تم سے اسی طرح کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، آپ فرماتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی، بزدلی، بخل، بڑھاپے (ارذل عمر) اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میرے نفس

قَالَ لَا أَقُولُ لَكُمْ إِلَّا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا.

کو تقویٰ عطا فرما، اس کو پاکیزہ کر، تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اسی کا ولی اور مولیٰ ہے، اے اللہ! جو علم نفع نہ دے، جو دل نہ ڈرتا ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو دعا قبول نہ ہو، میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۸۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ النَّخَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ الْحَسَنُ فَحَدَّثَنِي الزُّبَيْدُ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي هَذَا لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے تھے: ہم نے شام کی، اور اللہ کے ملک نے شام کی، اللہ کے لیے حمد ہے، اللہ وحدہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ ہی کے لیے ملک ہے اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں سستی سے، اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۸۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ أُرَاهُ قَالَ فِيهِنَّ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے: ہم نے شام کی، اور اللہ کے ملک نے شام کی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ وحدہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ نے ان کلمات میں یہ بھی فرمایا: اللہ کے لیے ہی ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے رب! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس رات کے بعد کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد کے شر سے

الْكِبَرِ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ۔

سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں سستی سے اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب صبح ہوتی تو آپ صبح بھی یہ دعا کرتے ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے صبح کی۔

۶۷۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَزَادَنِي فِيهِ زُبَيْدٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَفَعَهُ أَنَّهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے تھے، ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے شام کی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس رات کے شر سے اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، بڑھاپے کی خرابی، دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۷۸۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، جس نے اپنے لشکر کو غلبہ عطا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تنہا لشکروں کو مغلوب کیا ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔

۶۷۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے

حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا کرو: اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور سیدھا رکھ اور ہدایت کے وقت تمہیں راستہ کی ہدایت، اور سیدھا کرنے کی دعا کے وقت، تیر کے سیدھے ہونے کو یاد کرو۔

٦٧٨٧ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيسَ) أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

اسی سند کے ساتھ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت اور راستی کا سوال کرتا ہوں۔

بَابُ التَّسْبِيحِ أَوَّلَ النَّهَارِ وَعِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت اور علی الصباح تسبیح کرنے کا بیان

٦٧٨٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد صبح کو ہی ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ اس وقت اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں، پھر آپ دن چڑھے تشریف لائے اور وہ وہیں بیٹھی تھیں، آپ نے فرمایا جس وقت سے میں تم کو چھوڑ کر گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو، حضرت جویریہ نے عرض کیا جی! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات تین بار کہے ہیں کہ جو کچھ تم نے صبح سے اب تک پڑھا ہے اگر اس کو ان کلمات کے ساتھ وزن کرو تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہوگا: اللہ کی حمد اور تسبیح ہے اس کی مخلوق کے عدد، اس کی رضا، اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

٦٧٨٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ قَالَتْ مَرَّ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ صَلَّى صَلٰوةَ الْغَدَاةِ أَوْ بَعْدَ مَا صَلَّى الْغَدَاةَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں صبح کی نماز کے وقت، یا صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، پھر حسب سابق روایت ہے اور اس روایت میں اس طرح ہے: اللہ کی تسبیح مخلوق کے عدد کے برابر، اللہ کی تسبیح اللہ کی رضا کے برابر، اللہ کی تسبیح اس کے عرش کے وزن کے برابر، اللہ کی تسبیح اس

قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

٦٧٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحٰى فِي يَدِهَا وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ وَلَقِيَتْ عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيءِ فَاطِمَةَ إِلَيْهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِهِ عَلٰى صَدْرِي ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا أَنْ تُكَبِّرَا اللّٰهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ وَتُسَبِّحَاهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدَاهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چکی پیسنے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی (یعنی غلام) تھے، حضرت فاطمہ حضور سے ملنے گئیں لیکن حضور سے ملاقات نہیں ہوئی حضرت عائشہ سے ملاقات ہوئی حضرت فاطمہ نے ان کو اپنے حال کی خبر دی، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضور سے حضرت فاطمہ کے آنے کا ذکر کیا حضرت علی فرماتے ہیں پھر جب ہم بستروں میں لیٹے ہوئے تھے اس وقت ہمارے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم اٹھنے لگے تو اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو، پھر آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک محسوس کی، آپ نے فرمایا: تم نے جو مجھ سے سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز کی خبر نہ دوں! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو چونتیس بار اللہ اکبر کہو اور تینتیس بار سبحان اللہ کہو اور تینتیس بار الحمد للہ کہو تو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

٦٧٩١ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ أَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا مِنَ اللَّيْلِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں۔

٦٧٩٢ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، اس روایت میں یہ اضافہ ہے حضرت علی نے فرمایا جب سے میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے اس کا پڑھنا ترک نہیں کیا، کہا گیا کہ صفین کی رات کو بھی ترک نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا صفین کی رات کو بھی ترک نہیں کیا، ایک روایت میں ہے

لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ عَلِيٌّ مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ قَالَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ وَفِي حَدِيثِ عَطَاءٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ قُلْتُ لَهُ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا میں نے حضرت علی سے کہا صفین کی رات کو بھی نہیں؟

۶۷۹۳ - حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا وَشَكَتِ الْعَمَلَ فَقَالَ مَا أَلْفَيْتِيهِ عِنْدَنَا قَالَ أَلَا أَدُلُّكِ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِينَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدِينَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُكَبِّرِينَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ حِينَ تَأْخُذِينَ مَضْجَعَكِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے کام کی شکایت کی اور خادم کا سوال کیا آپ نے فرمایا تم کو ہمارے پاس خادم تو نہیں ملے گا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو خادم سے بہتر ہے؟ تم جب بستر پر جاؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہو۔

۶۷۹۴ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

(ف!) بیوی پر گھر کا کام کاج کرنا اور کھانا پکانا لازم نہیں ہے، البتہ شوہر سے تعاون کرنا مستحب ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں چکی سے آٹا پیستی تھیں، جس سے آپ کے ہاتھوں پر نشان پڑ جاتے تھے، روٹی پکاتی تھیں جس سے چہرہ متغیر ہو جاتا تھا، گھر کی صفائی کرتی تھیں جس سے آپ کے بال گرد سے اٹ جاتے تھے، اس لیے خواتین کو حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی پیروی کرنی چاہیے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ عِنْدَ صِيَاحِ الدِّيكِ

مرغ کی بانگ کے وقت دعا کا استحباب

۶۷۹۵ - حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے، اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے

فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا۔

اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

بَابُ ۹۷ دُعَاءِ الْكَرْبِ

مصیبت کے وقت کی دعا

۶۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ سَعِيدٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کرب کے وقت یہ دعا کرتے تھے: اللہ عظیم حلیم کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرش عظیم کے رب کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔

۶۷۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ أَتَمُّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۷۹۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيَّ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهِنَّ وَيَقُولُهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے اور کرب کے وقت فرماتے تھے پھر حسب سابق کلمات ذکر کیے، البتہ قتادہ نے کہا آسمانوں اور زمین کے رب۔

۶۷۹۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ قَالَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ وَزَادَ مَعَهُنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی اہم کام درپیش ہوتا، تو آپ فرماتے، اس کے بعد حسب سابق کلمات ہیں، اس روایت میں یہ کلمات زائد ہیں، اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں جو عرش کریم کا رب ہے۔

بَابُ ۹۷۸ فَضْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

۶۸۰۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْجَسْرِيِّ عَنِ ابْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْكَلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ أَوْ لِعِبَادِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

۶۸۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْجَسْرِيِّ مِنْ عَنَزَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَبَّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں یا اپنے فرشتوں کے لیے منتخب فرما لیا ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ مجھے بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام یہ ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

بَابُ ۹۷۹ فَضْلِ الدُّعَاءِ لِلْمُسْلِمِينَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

۶۸۰۲ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ الْوَكِيعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

۶۸۰۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ هَرُونَ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ كَرِيزٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ حَدَّثَنِي سَيِّدِي أَنَّهُ سَمِعَ

مسلمانوں کے پس پشت دعا کرنے کی فضیلت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے آقا نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کی تو جو فرشتہ اس کے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ دَعَا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ.

ساتھ مقرب ہے وہ کہتا ہے آمین اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

۶۸۰۴ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ صَفْوَانَ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ) وَكَانَتْ تَحْتَهُ اُمُّ الدَّرْدَاءِ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَاَتَيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فِيْ مَنْزِلِهِ فَلَمْ اَجِدْهُ وَوَجَدْتُ اُمَّ الدَّرْدَآءِ فَقَالَتْ اَتُرِيْدُ الْحَجَّ الْعَامَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا بِخَيْرٍ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَاْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ قَالَ فَخَرَجْتُ اِلَى السُّوْقِ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ يَرْوِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

صفوان بن عبد اللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں حضرت ابو درداء کے گھر گیا وہ نہیں ملے، حضرت ام درداء تھیں، انھوں نے کہا کیا تم اس سال حج کرنا چاہتے ہو، میں نے کہا جی! انھوں نے کہا ہمارے لیے خیر کی دعا کرنا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، مسلمان کا اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرنا مستجاب ہوتا ہے، اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو، وہ کہتے ہیں میں بازار گیا تو میری حضرت ابو درداء سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی مجھے دعا کے لیے کہا۔

۶۸۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بَابُ ۹۸ اِسْتِحْبَابِ حَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ

کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا استحباب

۶۸۰۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّآءَ بْنِ اَبِيْ زَآئِدَةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی ہوتا ہے کہ بندہ کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کرے، یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔

۶۸۰۷ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

بَابُ ۹۸۱ بَيَانِ أَنَّهٗ يُسْتَجَابُ لِلدَّاعِيْ مَا لَمْ يَعْجَلْ

۶۸۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ فَيَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَا أَوْ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ۔

۶۸۰۹۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ لَيْثٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهٗ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ مِنَ الْقُرَّاءِ وَأَهْلِ الْفِقْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ فَيَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّيْ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِيْ۔

۶۸۱۰۔ حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ (وَهُوَ ابْنُ صَالِحٍ) عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيْبُ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ۔

جب تک قبولیت کی جلدی نہ کرے دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے وہ یہ کہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے، جب تک کوئی شخص جلدی نہ کرے، یہ نہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کوئی بندہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور قبولیت کی جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جلدی کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کہے میں نے دعا کی اور میں نے دعا کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی، پھر وہ ناامید ہوکر دعا کرنا ترک کردے۔

بَابُ ۹۸۲ أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَاءُ وَأَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

۶۸۱۱۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ

اہل جنت اکثر فقراء ہوں گے اور اہل دوزخ اکثر عورتیں ہوں گی

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بن سلمة ح وحدثني زهير بن حرب حدثنا معاذ بن معاذ العنبري ح وحدثني محمد بن عبد الأعلى حدثنا المعتمر ح وحدثنا إسحق بن إبراهيم أخبرنا جرير كلهم عن سليمان التيمي ح وحدثنا أبو كامل فضيل بن حسين (واللفظ له) حدثنا يزيد بن زريع حدثنا التيمي عن أبي عثمان عن أسامة بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قمت على باب الجنة فإذا عامة من دخلها المساكين وإذا أصحاب الجد محبوسون إلا أصحاب النار فقد أمر بهم إلى النار وقمت على باب النار فإذا عامة من دخلها النساء.

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والے عموماً مساکین تھے اور مالداروں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا، البتہ دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا تھا، اور جب میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو دوزخ میں داخل ہونے والی عموماً عورتیں تھیں۔

٦٨١٢ - حدثنا زهير بن حرب حدثنا إسمعيل بن إبراهيم عن أيوب عن أبي رجاء العطاردي قال سمعت ابن عباس يقول قال محمد صلى الله عليه وسلم اطلعت في النار فرأيت أكثر أهلها النساء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے جنت میں زیادہ تر فقراء کو دیکھا اور دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دوزخ میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔

٦٨١٣ - وحدثناه إسحق بن إبراهيم أخبرنا الثقفي أخبرنا أيوب بهذا الإسناد.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٦٨١٤ - وحدثنا شيبان بن فروخ حدثنا أبو الأشهب حدثنا أبو رجاء عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم اطلع في النار فذكر بمثل حديث أيوب.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نار پر مطلع ہوئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے

٦٨١٥ - حدثنا أبو كريب حدثنا أبو أسامة عن سعيد بن أبي عروبة سمع أبا رجاء عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر مثله.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

٦٨١٦ - حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي حدثنا شعبة عن أبي التياح قال كان لمطرف بن عبد الله امرأتان فجاء من عند إحداهما

ابو التیاح بیان کرتے ہیں کہ مطرف بن عبد اللہ کی دو بیویاں تھیں، وہ ایک بیوی کے پاس سے آئے، تو دوسری نے کہا تم فلانیہ کے پاس سے آئے ہو،

فَقَالَتِ الْأُخْرٰى جِئْتُ مِنْ عِنْدِ فُلَانَةَ فَقَالَ جِئْتُ مِنْ عِنْدِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَقَلَّ سَاكِنِي الْجَنَّةِ النِّسَآءُ۔

انھوں نے کہا میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا ہوں اور انھوں نے ہم کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے رہنے والوں میں عورتیں بہت کم ہیں۔

۶۸۱۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ بِمَعْنٰى حَدِيثِ مُعَاذٍ۔

مطرف بیان کرتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں جس طرح معاذ کی حدیث میں ہے۔

۶۸۱۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَآءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تھی: اے اللہ! میں تیری نعمت کے زوال سے اور تیری عافیت کے پھر جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۸۱۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

۶۸۲۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى جَمِيعًا عَنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِي النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ۔

حضرت اسامہ بن زید اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد لوگوں میں مردوں پر عورتوں سے زیادہ مضر فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔

۶۸۲۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں

نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

۶۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَشَّارٍ لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا شیریں اور سرسبز ہے، اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو سو تم دنیا سے اور عورتوں سے بچو کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا، اور ابن بشار کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دیکھے گا تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

(ف) ان احادیث کا منشاء یہ ہے کہ امراء اپنے معاصی کی وجہ سے رکے رہیں گے اور فقراء کے پانچ سو سال بعد ان سے حساب لیا جائے گا، ان احادیث میں فقراء اور ضعفاء کی فضیلت ہے اور عورتوں کے بکثرت دوزخ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عموماً نماز نہیں پڑھتیں، شوہر کے حقوق ادا نہیں کرتیں، اس کی تعظیم و تکریم اور شکر بجا نہیں لاتیں اور ستر اور حجاب کے احکام کی اکثر مخالفت کرتی ہیں۔

بَابُ ۹۸ قِصَّةِ أَصْحَابِ الْغَارِ الثَّلَاثَةِ وَالتَّوَسُّلِ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ

غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں کا قصہ اور نیک اعمال کا وسیلہ

۶۸۲۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ أَبَا ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰهِ فَادْعُوا اللّٰهَ تَعَالَى بِهَا لَعَلَّ اللّٰهَ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ فَقَالَ أَحَدُهُمْ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَامْرَأَتِي وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ أَرْعَى عَلَيْهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا تو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی، اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری، اور یہ لوگ بند ہو گئے، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا تم لوگوں نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو، اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے، سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں

فَإِذَا أَرَحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ وَأَنَّهُ نَأَى بِي ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللَّهُ مِنْهَا فُرْجَةً فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَتَعِبْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ عَنْهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً فَفَرَجَ لَهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي قُلْتُ اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ خُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ

چراتا تھا، جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا، اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا، ایک دن درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا، اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا، جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے میں نے حسب معمول دودھ دوہا، اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا، میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا، اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا، حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے، فجر طلوع ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا، اے اللہ! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے، اور ہم اس غار سے آسمان کو دیکھ لیں، سو اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی اور انھوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا، پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! میری ایک عم زاد تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے، میں نے اس سے مقاربت کی درخواست کی، اس نے انکار کیا اور کہا پہلے سو دینار لاؤ، میں نے بہت مشقت کر کے سو دینار جمع کیے، پھر اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا، جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لیے بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑ، سو میں اسی وقت اس سے الگ ہو گیا، اے اللہ! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضا مندی کے لیے کیا تھا، پس تو ہمارے لیے اس غار کو کچھ کھول دے، تو اللہ نے غار کو مزید کھول دیا، اور تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو ایک فرق (ایک پیمانہ آٹھ کلوگرام) چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا، جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا مجھے

لَنَا مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مَا بَقِيَ.

میری اجرت دو، میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی، اس نے اس سے اعراض کیا، میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس (کی آمدنی) سے بیل اور چرواہے جمع کر لیے، پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا، اللہ سے ڈرو، اور میرا حق نہ مارو، میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اور اپنا حق لے لو، اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو، میں نے کہا میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا، یہ بیل اور چرواہے لے لو، وہ ان کو لے کر چلا گیا، تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا تو اب تو غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے سو اللہ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔

٦٨٢٤ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَرَقَبَةُ بْنُ مَسْقَلَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنُونَ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي ضَمْرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَزَادُوا فِي حَدِيثِهِمْ وَخَرَجُوا يَمْشُونَ وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ يَتَمَاشَوْنَ إِلَّا عُبَيْدَ اللّٰهِ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ وَخَرَجُوا وَلَمْ يَذْكُرْ بَعْدَهَا شَيْئًا.

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں، موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ غار سے نکل کر چل دیے اور صالح کی روایت میں یتماشون کا لفظ ہے اور عبید کی روایت میں خرجوا کا لفظ ہے۔

٦٨٢٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ ابْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں تین شخص روانہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے رات

اَخْبَرَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰی اٰوَاهُمُ الْمَبِیْتُ اِلٰی غَارٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ غَیْرَ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ كَبِیْرَانِ فَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالًا وَقَالَ فَامْتَنَعَتْ مِنِّیْ حَتّٰی اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ السِّنِیْنَ فَجَاءَتْنِیْ فَاَعْطَیْتُهَا عِشْرِیْنَ وَمِائَةَ دِیْنَارٍ وَقَالَ فَثَمَّرْتُ اَجْرَهُ حَتّٰی كَثُرَتْ مِنْهُ الْاَمْوَالُ فَارْتَعَجَتْ وَقَالَ فَخَرَجُوْا مِنَ الْغَارِ یَمْشُوْنَ۔

کو ایک غار میں پناہ لی، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے میں رات کو ان سے پہلے اپنے بال بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا، اور دوسرے شخص نے کہا اس لڑکی نے انکار کیا حتی کہ ایک سال وہ قحط میں مبتلا ہوئی پھر وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیے اور تیسرے شخص نے کہا میں نے اس کی مزدوری کو بڑھایا حتی کہ مال میں بہت اضافہ ہو گیا اور وہ مال موجیں مارنے لگا، پھر وہ غار سے نکل کر روانہ ہو گئے۔

نیک اعمال سے توسل

علامہ نووی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان قحط سالی یا کسی اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی اور وہ قبول ہوئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور اس کو ان کے فضائل میں شمار کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی ضروریات کو اپنے بال بچوں کی ضروریات پر ترجیح دینا شریعت میں مطلوب ہے، اور اس میں پاک دامنی اور محرمات سے بچنے کا بیان ہے خصوصاً حرام پر قادر ہونے کے باوجود اس کو محض اللہ تعالیٰ کے خوف سے ترک کرنے کا ذکر ہے، اور اس میں کسی شخص سے مزدوری پر کام کرانے اس کو مزدوری دینے حسن عہد، امانت داری اور سخاوت کا بیان ہے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔

فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کسی شخص کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے بشرطیکہ بعد میں مالک اس کو صحیح قرار دے دے، ہمارے اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کو بہ طریق تعریف اور تحسین بیان کیا ہے، اور جس طرح اس حدیث کے باقی مسائل حجت ہیں یہ مسئلہ بھی حجت ہے۔

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۳ — ۳۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب التوبہ

باب ۹۸۴ (توبہ کا بیان)

۶۸۲۶ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِي وَاللَّهِ لَلَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جہاں وہ ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور بہ خدا اللہ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کی جنگل میں گم شدہ سواری مل جائے، اور جو شخص بہ قدر ایک بالشت میرا قرب حاصل کرتا ہے، میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۸۲۷ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِكُمْ بِضَالَّتِهِ إِذَا وَجَدَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک شخص کے توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کی گم شدہ سواری مل جائے۔

۶۸۲۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی۔

۶۸۲۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ أَعُودُهُ وَهُوَ مَرِيضٌ فَحَدَّثَنَا بِحَدِيثَيْنِ

حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار تھے میں ان کی عیادت کے لیے گیا، انھوں نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

حدیثنا عن نفسه وحديثا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لله اشد فرحا بتوبة عبده المؤمن من رجل في ارض دوية مهلكة معه راحلته عليها طعامه وشرابه فنام فاستيقظ وقد ذهبت فطلبها حتى ادركه العطش ثم قال ارجع الى مكاني الذي كنت فيه فانام حتى اموت فوضع راسه على ساعده ليموت فاستيقظ وعنده راحلته وعليها زاده وطعامه وشرابه فالله اشد فرحا بتوبة العبد المؤمن من هذا براحلته وزاده۔

یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں، وہ سو جائے اور جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو، وہ اس سواری کی تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے پھر وہ کہے میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا، میں وہاں سو جاؤں گا حتیٰ کہ مر جاؤں گا، وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تاکہ مر جائے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے پاس اس کی سواری ہوتی ہے اور اس پر اس کی خوراک اور کھانے اور پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زاد راہ (کے ملنے) سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۶۸۳۰ - وحدثناه ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا يحيى بن ادم عن قطبة بن عبد العزيز عن الاعمش بهذا الاسناد وقال من رجل بداوية من الارض۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔ اس روایت میں ہے کہ ایک شخص جنگل کی زمین میں تھا۔

۶۸۳۱ - وحدثني اسحق بن منصور حدثنا ابو اسامة حدثنا الاعمش حدثنا عمارة بن عمير قال سمعت الحارث بن سويد قال حدثني عبد الله حديثين احدهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والاخر عن نفسه فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لله اشد فرحا بتوبة عبده المؤمن بمثل حديث جرير۔

حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں، ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت کی اور دوسری حدیث انھوں نے از خود بیان کی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ سے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جریر کی روایت کی طرح ہے۔

۶۸۳۲ - حدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري حدثنا ابي حدثنا ابو يونس عن سماك قال خطب النعمان بن بشير فقال لله اشد فرحا بتوبة عبده من رجل حمل زاده ومزاده على بعير ثم سار حتى كان

سماک کہتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کہا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے اپنی خوراک اور مشک کو اونٹ پر لادا پھر کسی جنگل کی زمین میں سفر کے لیے روانہ

بفلاة من الأرض فأدركته القائلة فنزل فقال تحت شجرة فغلبته عينه وانسل بعيره فاستيقظ فسعى شرفا فلم ير شيئا ثم سعى شرفا ثانيا فلم ير شيئا ثم سعى شرفا ثالثا فلم ير شيئا فأقبل حتى أتى مكانه الذي قال فيه فبينما هو قاعد إذ جاءه بعيره يمشي حتى وضع خطامه في يده فلله أشد فرحا بتوبة العبد من هذا حين وجد بعيره على حاله قال سماك فزعم الشعبي أن النعمان رفع هذا الحديث إلى النبي صلى الله عليه وسلم وأما أنا فلم أسمعه.

ہوا، دوپہر کو اسے نیند آنے لگی وہ ایک درخت کے نیچے اترا اور سو گیا، اور اس کا اونٹ کسی طرف کو نکل گیا، جب وہ بیدار ہوا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا اسے کچھ نظر نہ آیا، وہ دوبارہ ایک ٹیلے پر چڑھا اسے پھر بھی کچھ نظر نہیں آیا وہ تیسری بار ٹیلہ پر چڑھا اسے پھر بھی کچھ نظر نہ آیا وہ پھر اسی جگہ لوٹ آیا جہاں سویا تھا پھر اس جگہ وہ بیٹھا تھا اچانک اس کا وہ اونٹ چلتے چلتے آ پہنچا اور اپنی مہار لا کر اس شخص کے ہاتھ میں دے دی تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جبکہ یاس کے عالم میں اس کو اونٹ مل جاتا ہے۔ سماک کہتے ہیں کہ شعبی کا خیال ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے اس بیان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا تھا۔

٦٨٣٣ - حدثنا يحيى بن يحيى وجعفر بن حميد قال جعفر حدثنا وقال يحيى أخبرنا عبيد الله بن إياد بن لقيط عن إياد عن البراء بن عازب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف تقولون بفرح رجل انفلتت منه راحلته تجر زمامها بأرض قفر ليس بها طعام ولا شراب وعليها له طعام وشراب فطلبها حتى شق عليه ثم مرت بجذل شجرة فتعلق زمامها فوجدها متعلقة به قلنا شديدا يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما والله لله أشد فرحا بتوبة عبده من الرجل براحلته قال جعفر حدثنا عبيد الله بن إياد عن أبيه.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شخص کی خوشی کے متعلق کیا کہتے ہو جس کی اونٹنی کسی سنسان جنگل میں اپنی نکیل کی رسی کھینچتی ہوئی نکل جائے، جس سرزمین میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور اس اونٹنی پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوئی ہوں، وہ شخص اس اونٹنی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جائے، پھر وہ اونٹنی ایک درخت کے تنے کے پاس سے گذرے اور اس کی نکیل اس تنے میں اٹک جائے اور اس شخص کو وہ اونٹنی اس تنے میں اٹکی ہوئی مل جائے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ شخص بہت خوش ہوگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! بخدا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص کی سواری کے ملنے کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

٦٨٣٤ - حدثنا محمد بن الصباح وزهير بن حرب قالا حدثنا عمر بن يونس حدثنا عكرمة بن عمار حدثنا إسحق بن عبد الله بن أبي طلحة حدثنا أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لله أشد فرحا بتوبة عبده حين يتوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے اور سواری اس

إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ۔

سے نکل جائے جس پر اس کے کھانے اور پینے کی چیزیں ہوں، وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے جس وقت وہ سواری سے مایوس ہو کر لیٹا ہوا ہو، اچانک وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہو، وہ اس کی مہار پکڑ لے، پھر خوشی کی شدت سے یہ کہے "اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں"، یعنی شدت مسرت کی وجہ سے الفاظ الٹ جائیں۔

۶۸۳۵ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ إِذَا اسْتَيْقَظَ عَلَى بَعِيرِهِ قَدْ أَضَلَّهُ بِأَرْضِ فَلَاةٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ کرنے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہوتے ہی جنگل کی زمین میں اپنا اونٹ پالے۔

۶۸۳۶ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

(ف): حدیث نمبر ۶۸۲۹ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، امام مسلم نے وہ حدیث نہیں بیان کی جو حضرت ابن مسعود نے اپنی طرف سے بیان کی تھی، امام بخاری نے اس کا بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا مومن اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اس کو پہاڑ کے گرنے کا خوف ہو اور فاجر اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو پھر اس نے ہاتھ سے مکھی اڑانے کا اشارہ کیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳ مطبوعہ کراچی)

بَابُ ۹۸۵ فَضِيلَةِ الْاِسْتِغْفَارِ

استغفار کی فضیلت

۶۸۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَاصِّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي صِرْمَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّهُ قَالَ حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ كُنْتُ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّكُمْ

حضرت ابو ایوب انصاری نے وفات کے وقت فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپا رکھی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا۔

تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ يَغْفِرُ لَهُمْ۔

۶۸۳۸۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ عِيَاضٌ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِهْرِيُّ) حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَوْ اَنَّكُمْ لَمْ تَكُنْ لَكُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَكُمْ لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ لَهُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَهُمْ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مغفرت کرنے کے لیے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرتا جس کے گناہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا۔

۶۸۳۹۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا اور تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی، اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس خوف سے چھپایا تھا کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے عمل کو ترک کر دیں گے اور ان پر مغفرت کی امید غالب آجائے گی اور وہ دلیری سے گناہ کرنے لگیں گے، اسی طرح واعظ پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث کو بہ کثرت بیان نہ کرے تاکہ لوگ گناہوں میں نہ ڈوب جائیں اور وعظ و نصیحت میں گناہوں سے ڈرانے کی احادیث کو زیادہ تر بیان کیا جائے لیکن اس طرح نہیں کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں اور جب انسان پر موت کا وقت آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی وسعت سے متعلق آیات اور احادیث سنانی چاہئیں تاکہ مرتے وقت بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم رہے۔[1]

اس حدیث کا منشاء یہ نہیں ہے کہ لوگ گناہ کریں اور پھر مغفرت چاہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں، عبادت گذار اور نیکوکار بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہیں، کیونکہ انسان کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی غیر متناہی نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا اس لیے ہر وقت اپنی عبادت کی کمی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے یا اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر انسان سے گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ اور استغفار کرے۔ اور توبہ سے غافل نہ ہو۔

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ ۹۸۶ فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ

٦٨٤٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ قَالَ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قَالَ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا؟ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ذکر کے دوام اور امور آخرت میں غور و فکر کی فضیلت

حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی، اور کہا اے حنظلہ! تم کیسے ہو؟ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا، حضرت ابوبکر نے کہا سبحان اللہ! تم کیسی بات کر رہے ہو، میں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحت کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہم گویا کہ جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا: بخدا اس قسم کا معاملہ تو ہمیں بھی پیش آتا ہے، پھر میں اور حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے کہا: یا رسول! حنظلہ منافق ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے ہیں حتیٰ کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور نار کو دیکھتے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم میرے پاس ذکر و فکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمہاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمہارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ!

یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

٦٨٤١ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ الْجُرَیْرِیُّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَعَظَنَا فَذَكَّرَ النَّارَ ثُمَّ قَالَ جِئْتُ اِلَى الْبَيْتِ فَضَاحَكْتُ الصِّبْيَانَ وَلَاعَبْتُ الْمَرْاَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْكُرُ فَلَقِيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَافَقَ حَنْظَلَةُ فَقَالَ مَهْ فَحَدَّثْتُهٗ بِالْحَدِيْثِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً وَلَوْ كَانَتْ تَكُوْنُ قُلُوْبُكُمْ كَمَا تَكُوْنُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّرُقِ۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ہم نے آپ کو نصیحت کی اور دوزخ کا ذکر فرمایا۔ انھوں نے کہا، پھر میں گھر آیا اور بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کیا اور بیوی سے خوش طبعی کی، پھر جب میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انھوں نے کہا میں نے بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح تم ذکر کر رہے ہو، پھر ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، میں نے کہا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا! آپ نے فرمایا: کیا کہتے ہو، تو میں نے آپ کے سامنے پورا واقعہ عرض کیا، حضرت ابوبکر نے کہا جس طرح انھوں نے بیان کیا ہے میرے ساتھ بھی اسی طرح ہوا ہے، آپ نے فرمایا: اے حنظلہ! یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے جس طرح نصیحت کے وقت تمہارے دلوں کی کیفیت ہوتی ہے اگر یہ کیفیت ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے معانقہ کریں اور راستوں پر تم کو سلام کریں۔

٦٨٤٢ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ التَّمِيْمِيِّ الْاُسَيِّدِيِّ الْكَاتِبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَّرَنَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمَا۔

حضرت حنظلہ تمیمی اسیدی کاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے تھے، پھر حسب سابق حدیث ہے۔

(ف) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا کہ حنظلہ منافق ہو گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ان کو جو آخرت کا خوف لاحق ہوتا تھا، اور خضوع اور خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی تھی، اس مجلس سے اٹھنے کے بعد جب وہ بال بچوں اور گھر کے امور میں مشغول ہوتے تھے تو وہ کیفیت نہیں ہوتی تھی، اور نفاق کی اصل یہ ہے کہ دل میں پوشیدہ شر کے برعکس خیر کا اظہار کرے، اس لیے حضرت حنظلہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہو گئے، تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ یہ نفاق نہیں ہے، اور وہ خوف خدا کی اس کیفیت کو دائماً برقرار رکھنے کے مکلف نہیں ہیں، البتہ یہ کیفیت کبھی کبھی ہونی چاہیے۔

٩٨٧ بَابٌ فِي سَعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنَّهَا سَبَقَتْ غَضَبَهٗ

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

٦٨٤٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش کے اوپر اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

٦٨٤٤ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

٦٨٤٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ عِنْدَهٗ اِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے جب مخلوق کو پیدا کر لیا تو اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی کتاب میں یہ لکھ دیا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

٦٨٤٦ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ تَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ایک سو حصے کیے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین پر نازل کیا اسی ایک حصے سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتیٰ کہ چوپایا اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر ہٹا لیتا ہے تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

٦٨٤٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَوَضَعَ وَاحِدَةً بَيْنَ خَلْقِهٖ وَخَبَاَ عِنْدَهٗ مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں ایک رحمت اس نے اپنی مخلوق میں رکھی اللہ ننانوے رحمتیں اس نے اپنے پاس رکھیں۔

٦٨٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک رحمت جن، انس، حیوانات اور حشرات الارض میں نازل کی جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

٦٨٤٩ - حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ بِهَا يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت سے مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں روز قیامت کے لیے ہیں۔

٦٨٥٠ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٨٥١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اسی دن اس نے سو رحمتیں پیدا کیں، ہر رحمت آسمان اور زمین کے جز (خلا) کے برابر ہے، اس نے ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل کی، اسی رحمت کی وجہ سے والدہ اپنی اولاد پر رحمت کرتی ہے اور درندے اور پرندے ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے ساتھ اپنی رحمتوں کو مکمل فرمائے گا۔

٦٨٥٢ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ وَاللَّفْظُ لِحَسَنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ قَدِمَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ان قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی اچانک قیدیوں میں سے اس کو اپنا بچہ مل گیا اس نے اس بچہ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ فَإِذَا امْرَأَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ تَبْتَغِیْ إِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا فِی السَّبْیِ أَخَذَتْہُ فَأَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِہَا وَأَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَتُرَوْنَ ہٰذِہِ الْمَرْأَۃَ طَارِحَۃً وَلَدَہَا فِی النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللّٰہِ وَہِیَ تَقْدِرُ عَلٰی أَنْ لَّا تَطْرَحَہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَلّٰہُ أَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ہٰذِہٖ بِوَلَدِہَا۔

کو اٹھا کر پیٹ سے چمٹا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا نہیں بخدا اگر اس سے ہو سکا تو یہ اس بچہ کو آگ میں نہیں ڈالے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عورت اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

۶۸۵۳ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ أَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِیْعًا عَنْ إِسْمٰعِیْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَیُّوْبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِیْلُ أَخْبَرَنِی الْعَلَاءُ عَنْ أَبِیْہِ عَنْ أَبِیْ ہُرَیْرَۃَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعُقُوْبَۃِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِہٖ أَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِہٖ أَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومن کو یہ علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب کتنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت کی کوئی تمنا نہ کرتا اور اگر کافر کو یہ علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہوتا۔

۶۸۵۴ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقِ بْنِ بِنْتِ مَہْدِیِّ بْنِ مَیْمُوْنٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِیْ ہُرَیْرَۃَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَّمْ یَعْمَلْ حَسَنَۃً قَطُّ لِأَہْلِہٖ إِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْہُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَہُ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَہُ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ لَیُعَذِّبَنَّہُ عَذَابًا لَّا یُعَذِّبُہُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِیْنَ فَلَمَّا مَاتَ الرَّجُلُ فَعَلُوْا مَا أَمَرَہُمْ فَأَمَرَ اللّٰہُ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ وَأَمَرَ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ ہٰذَا قَالَ مِنْ خَشْیَتِکَ یَا رَبِّ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَغَفَرَ اللّٰہُ لَہُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اس کو جلا دینا پھر اس کے نصف کو خشکی میں اڑا دینا اور نصف کو سمندر میں بہا دینا کیونکہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت کی تو اس کو اتنا سخت عذاب دے گا کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا سخت عذاب نہیں دے سکتا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی وصیت کے مطابق کر دیا، اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات جمع کر دیے اور سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات جمع کر دیے، پھر فرمایا تم نے اس طرح کرنے کا کیوں کہا تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے اور تو زیادہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

۶۸۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ

معمر کہتے ہیں مجھ سے زہری نے کہا میں تم کو دو

قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ لِيَ الزُّهْرِيُّ أَلَا أُحَدِّثُكَ بِحَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصَى بَنِيهِ فَقَالَ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ اذْرُونِي فِي الرِّيحِ فِي الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبُنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ بِهِ أَحَدًا قَالَ فَفَعَلُوا ذٰلِكَ بِهِ فَقَالَ لِلْأَرْضِ أَدِّي مَا أَخَذْتِ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ فَقَالَ خَشْيَتُكَ يَا رَبِّ أَوْ قَالَ مَخَافَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ بِذٰلِكَ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ هَزْلًا قَالَ الزُّهْرِيُّ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَتَّكِلَ رَجُلٌ وَلَا يَيْأَسَ رَجُلٌ۔

عجیب حدیثیں نہ سناؤں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے نفس پر زیادتی کی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا، پھر مجھے راکھ کر کے ہوا اور سمندر میں منتشر کر دینا کیونکہ بخدا اگر میرے رب نے گرفت کی تو وہ مجھے اتنا عذاب دے گا کہ کسی کو اتنا عذاب نہیں دے سکتا، آپ نے فرمایا اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو نے جو کچھ لیا ہے اس کو واپس کر وہ شخص کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو اس وصیت پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، اس شخص نے کہا اے رب! تیری خشیت نے یا کہا تیرے خوف نے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (دوسری حدیث یہ ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت بلی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی، اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا، اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو آزاد کیا تاکہ وہ حشرات الارض کو کھا لیتی حتیٰ کہ وہ بلی لاغری سے مر گئی۔ زہری نے کہا ان حدیثوں کا منشا یہ ہے کہ انسان اللہ کی رحمت پر کلیۃً اعتماد کرے (اور عمل ترک کر دے) اور نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو۔

٦٨٥٩ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَسْرَفَ عَبْدٌ عَلَى نَفْسِهِ بِنَحْوِ حَدِيثِ مَعْمَرٍ إِلٰى قَوْلِهِ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ حَدِيثَ الْمَرْأَةِ فِي قِصَّةِ الْهِرَّةِ وَفِي حَدِيثِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِكُلِّ شَيْءٍ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا أَدِّ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک بندے نے اپنے نفس پر زیادتی کی، جیسا کہ معمر کی روایت میں یہاں تک ہے کہ "پس اللہ نے اسے بخش دیا" اور بلی کے قصہ میں عورت کا ذکر نہیں ہے اور زبیدی کی روایت میں ہے اللہ عزوجل نے ہر اس چیز سے فرمایا جس نے اس کی راکھ کا کچھ حصہ لیا تھا "جو تم نے لیا ہے وہ واپس کرو"

٦٨٥٧ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَاشَهُ اللّٰهُ مَالًا وَوَلَدًا فَقَالَ لِوَلَدِهِ لَتَفْعَلُنَّ مَا آمُرُكُمْ بِهِ أَوْ لَأُوَلِّيَنَّ مِيرَاثِي غَيْرَكُمْ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي وَأَكْثَرُ عِلْمِي أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ اسْحَقُونِي وَاذْرُونِي فِي الرِّيحِ فَإِنِّي لَمْ أَبْتَهِرْ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا وَإِنَّ اللّٰهَ يَقْدِرُ عَلَيَّ أَنْ يُعَذِّبَنِي قَالَ فَأَخَذَ مِنْهُمْ مِيثَاقًا فَفَعَلُوا ذٰلِكَ بِهِ وَرَبِّي فَقَالَ اللّٰهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ فَقَالَ مَخَافَتُكَ قَالَ فَمَا تَلَافَاهُ غَيْرُهَا.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد سے نوازا تھا، اس نے اپنی اولاد سے کہا تم وہ ضرور کرنا جس کا میں تم کو حکم دوں، ورنہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کو تمہارے مال کا وارث بنا دوں گا، جب میں مر جاؤں تو تم مجھ کو جلا دینا، اور مجھے زیادہ یاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا پھر مجھے راکھ کر کے ہوا میں اڑا دینا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نیکی نہیں کی اور بے شک اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دینے پر قادر ہے، پھر اس نے اپنی اولاد سے پکا وعدہ لیا، سو اس کی اولاد نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف نے، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کو اور کوئی عذاب نہیں ہوا۔

٦٨٥٨ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ لِي أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ ذَكَرُوا جَمِيعًا بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَفِي حَدِيثِ شَيْبَانَ وَأَبِي عَوَانَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ النَّاسِ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا وَوَلَدًا وَفِي حَدِيثِ التَّيْمِيِّ فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا قَالَ فَسَّرَهَا قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا وَفِي حَدِيثِ شَيْبَانَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا ابْتَأَرَ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ مَا امْتَأَرَ بِالْمِيمِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کی ہیں، ابو عوانہ کی روایت میں ہے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد عطا کی تھی اور تیمی کی روایت میں ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نیکی نہیں کی، اس کی قتادہ نے یہ تفسیر کی اس نے اللہ کے نزدیک کوئی خیر نہیں کی اور شیبان کی روایت میں ہے کیونکہ اس نے بے شک اللہ کے نزدیک کوئی خیر نہیں کی اور ابو عوانہ کی روایت میں ہے اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔

رحمت اور غضب کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۸۴۳ میں ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔
علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رحمت کا معنی ہے دل کا رقیق ہونا اور غضب کا معنی ہے خون کا جوش میں آنا اور یہ دونوں معنی اللہ سبحانہ کے لیے محال ہیں، علامہ مازری نے کہا یہ دونوں لفظ ارادہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، رحمت کا معنی ہے نیکوکار کو انعام دینے کا

ارادہ کرنا اور غضب کا معنی ہے گنہ گار کو سزا دینے کا ارادہ کرنا، ایک قول یہ ہے کہ ان کا معنی انعام دینا اور سزا دینا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، یہاں غلبہ سے مراد کثرت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کرنے کا ظہور سزا دینے کی بہ نسبت کثیر اور زیادہ ہے۔ اور رحمت کے سو حصوں سے مراد کثرت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۸۵۴ میں ہے: جس آدمی نے اپنے نفس پر زیادتی کی تھی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر قادر ہوا تو اس کو اتنا سخت عذاب دے گا کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا عذاب نہیں دے سکتا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بظاہر یہ لفظ قدرت سے ماخوذ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرے وہ کافر ہے، اور یہ شخص کافر نہیں تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اے رب میں نے تیرے خوف سے یہ کہا تھا، اور نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کافر کو نہیں بخشتا، اس لیے "قدر" کی تاویل میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا یہ قضا اور حکم کے معنی میں ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے کا حکم دیا یا فیصلہ کیا اور بعض علماء نے کہا یہ ضیق کے معنی میں ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے میں تنگی کی یا گرفت کی اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ قدرت سے ہی ماخوذ ہے لیکن اس شخص کو قدرت میں شک نہیں تھا بلکہ خوف کے غلبہ اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے اسی لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا جس طرح ایک شخص نے خوشی کی شدت کی وجہ سے یہ کہا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔[1]

بَابُ ۹۸۸ قُبُوْلِ التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاِنْ تَكَرَّرَتِ الذُّنُوْبُ وَالتَّوْبَةُ

گناہوں کی توبہ کا قبول ہونا خواہ گناہ اور توبہ بار بار ہوں

٦٨٥٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا اے اللہ میرے گناہ کو بخش دے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف کر دے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۵۸، ۱۴۱۵ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَبْدِي أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى لَا أَدْرِي أَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ.

نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ کو معاف کر دے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی، عبد الاعلیٰ نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا تھا: جو چاہو کرو۔

۶۸۶۰ - قَالَ أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُويَهْ الْقُرَشِيُّ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ النَّرْسِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۸۶۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَذَكَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَذْنَبَ ذَنْبًا وَفِي الثَّالِثَةِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا، یہ روایت حسب سابق ہے، اس میں تین بار یہ ذکر ہے اس نے گناہ کیا اور تیسری بار میں یہ ذکر ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے سو کرے۔

۶۸۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل رات بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا رات کو توبہ کرے اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا (دن میں) توبہ کرے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی)۔

۶۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

(الف) ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے، اور اگر تمام گناہوں کے بعد توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔ [1]

بَابُ ۹۸۹ غَيْرَةِ اللهِ تَعَالَى وَتَحْرِيمِ الْفَوَاحِشِ!

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا بیان اور بے حیائی کے کاموں کی ممانعت

۶۸۶۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی شخص غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش (بے حیائی کے کاموں) کو حرام کردیا۔

۶۸۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور باطن کے تمام فواحش کو حرام کردیا اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی شخص تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔

۶۸۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ قُلْتُ لَهُ آنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَهُ أَنَّهُ قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی فواحش کو حرام کردیا اور نہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ.

٦٨٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ أَنْزَلَ الْكِتَابَ وَأَرْسَلَ الرُّسُلَ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے، اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش کو حرام کر دیا اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو عذر قبول کرنا پسند ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی اور رسولوں کو بھیجا۔

٦٨٦٨ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ شَيْءٌ أَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس پر غیرت آتی ہے کہ مومن وہ کام کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، ایک اور سند سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے۔

٦٨٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ وَحَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ رِوَايَةِ حَجَّاجٍ حَدِيثَ أَبِي هُرَيْرَةَ خَاصَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ حَدِيثَ أَسْمَاءَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

٦٨٧٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَسْمَاءَ عَنْ

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا شَيْءَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

۶۸۷۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ يَغَارُ وَاللهُ أَشَدُّ غَيْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ غیرت کرتا ہے۔

۶۸۷۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

باب[۹۱] قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

۶۸۷۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ) حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ فَنَزَلَتْ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ أَلِيَ هَذِهِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) "دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھو، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں" ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ (بشارت) صرف اسی شخص کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے سب کے لیے ہے۔

۶۸۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ إِمَّا قُبْلَةً أَوْ مَسًّا بِيَدٍ أَوْ شَيْئًا كَأَنَّهُ يَسْأَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے یہ ذکر کیا کہ اس نے ایک عورت کا بوسہ لیا ہے، یا اس کو ہاتھ سے چھوا ہے یا کچھ اور کیا ہے، گویا کہ وہ اس کے کفارے کے متعلق سوال کر رہا تھا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۸۷۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ

اسی سند سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیے بغیر کوئی کارروائی کی، وہ حضرت

أَصَابَ رَجُلٌ مِنِ امْرَأَةٍ شَيْئًا دُونَ الْفَاحِشَةِ فَأَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَعَظَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى أَبَا بَكْرٍ فَعَظَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ وَالْمُعْتَمِرِ.

عمر بن الخطاب کے پاس گیا، انھوں نے اس کو بہت بڑا گناہ قرار دیا، پھر وہ حضرت ابو بکر کے پاس گیا، انھوں نے بھی اس کو بہت سخت گناہ قرار دیا، پھر وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۸۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي عَالَجْتُ امْرَأَةً فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَإِنِّي أَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُونَ أَنْ أَمَسَّهَا فَأَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللهُ لَوْ سَتَرْتَ نَفْسَكَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَأَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا دَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللهِ هٰذَا لَهُ خَاصَّةً قَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے مدینہ کے آخری کنارے میں ایک عورت کو پکڑ لیا اور میں نے دخول کے علاوہ اس سے باقی کاروائی کر لی، اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ میرے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، حضرت عمر نے اس شخص سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارا پردہ رکھا تھا، کاش تم بھی اپنا پردہ رکھتے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، وہ شخص اٹھ کر چلا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر اس کو بلوایا، اور اس کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی: "دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھو بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں" حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ (بشارت) اسی کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، سب لوگوں کے لیے ہے۔

۶۸۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ خَالِهِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَقَالَ مُعَاذٌ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا لِهٰذَا خَاصَّةً أَوْ لَنَا عَامَّةً قَالَ بَلْ لَكُمْ عَامَّةً.

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو ذکر کیا، اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ اسی کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے عام ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے عام ہے۔

۶۸۷۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے

عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ حَضَرْتَ الصَّلٰوةَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ قَدْ غُفِرَ لَكَ.

۶۸۷۹ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ قُعُودٌ مَعَهُ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَسَكَتَ عَنْهُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو أُمَامَةَ فَاتَّبَعَ الرَّجُلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ وَاتَّبَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْظُرُ مَا يَرُدُّ عَلَى الرَّجُلِ فَلَحِقَ الرَّجُلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ أَبُو أُمَامَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ حِينَ خَرَجْتَ مِنْ بَيْتِكَ أَلَيْسَ قَدْ تَوَضَّأْتَ فَأَحْسَنْتَ الْوُضُوءَ قَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ شَهِدْتَ الصَّلٰوةَ مَعَنَا فَقَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ

اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے ایک ایسا جرم ہو گیا جس پر حد ہے، آپ مجھ پر حد جاری کریں، اتنے میں نماز تیار ہو گئی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب اس نے نماز پڑھ لی تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد لگنے والا کام کیا ہے، آپ کتاب اللہ کے مطابق حد قائم کیجئے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اور جماعت کھڑی ہو گئی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، ابو امامہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو وہ شخص آپ کے پیچھے گیا اور میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گیا کہ دیکھوں آپ اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں، وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ جب تم گھر سے چلے تھے کیا تم نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ حَدَّكَ أَوْ قَالَ ذَنْبَكَ۔

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو یا فرمایا تمہارے گناہ کو اس نماز سے معاف کر دیا۔

گناہوں کو دور کرنے والی حسنات کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں مذکور ہے کہ حسنات (نیکیاں) گناہوں کو دور کر دیتی ہیں حسنات کی تفسیر میں اختلاف ہے، علامہ ثعلبی نے کہا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں، امام ابن جریر اور دوسرے ائمہ تفاسیر نے اسی کو اختیار کیا ہے، مجاہد نے کہا اس سے بندہ کا "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کہنا مراد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مطلقاً حسنات مراد ہوں۔

حد کا معنی

حدیث نمبر ۶۸۷۶ میں ہے اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے ایک ایسا کام ہو گیا جس پر حد ہے، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں حد سے مراد ایسا گناہ ہے جو تعزیر کا موجب ہو، اور یہ گناہ صغیرہ ہے کیونکہ اگر یہ گناہ کبیرہ ہوتا خواہ حد کا موجب ہوتا یا نہ ہوتا، تو نماز سے معاف نہ ہوتا، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جو گناہ حد کو واجب کرتے ہیں وہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں۔ قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ یہاں حد سے مراد معروف حد ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد اس لیے نہیں جاری کی کیونکہ اس شخص نے یہ نہیں بیان کیا تھا کہ اس پر کس وجہ سے حد واجب ہے؟ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ رکھنے کو ترجیح دیتے ہوئے اس سے دریافت نہیں فرمایا، کیونکہ اگر کوئی شخص حد کا صراحۃً اقرار بھی کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو رجوع کی تلقین کی جائے، تاہم صحیح پہلی تفسیر ہے۔[1]

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔[2] اس عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ ہے اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

بَابُ ۹۹۱ قَبُولِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ وَإِنْ كَثُرَ قَتْلُهُ

قاتل کی توبہ کا قبول ہونا خواہ اس نے زیادہ قتل کیے ہوں

۶۸۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائی) بتلایا گیا،

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ
تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ
الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ
قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ
فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ
أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ
إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ
نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ إِلَى
أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ
فَاعْبُدِ اللَّهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا
أَرْضُ سَوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ
الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَ
مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ
جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللَّهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ
الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ
فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا
بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ
فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ
فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ قَالَ قَتَادَةُ فَقَالَ
الْحَسَنُ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَتَاهُ الْمَوْتُ نَأَى
بِصَدْرِهِ.

تارک الدنیا عبادت گذار) کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا نہیں، اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیے پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا دیا گیا، اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے؟ جاؤ فلاں، فلاں جگہ پر جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے، وہ شخص روانہ ہوا جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انھوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنا لیا، اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہوا اسی کے مطابق اس کا حکم ہو گا، جب انھوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا، حسن نے بیان کیا ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا۔

۶۸۸۱- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ
حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَا الصِّدِّيقِ النَّاجِيَّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ تِسْعَةً

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر وہ یہ پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے ایک راہب کے پاس جا کر یہ سوال

وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَجَعَلَ يَسْأَلُ هَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَيْسَتْ لَكَ تَوْبَةٌ فَقَتَلَ الرَّاهِبَ ثُمَّ جَعَلَ يَسْأَلُ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَى قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُونَ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ ثُمَّ مَاتَ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ مِنْهَا بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا۔

کیا کیا اس کی توبہ ہے؟ راہب نے کہا تمہاری توبہ نہیں ہو سکتی، اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا، اس نے پھر سوال کرنا شروع کیا اور وہ اس بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف جانے لگا، جس میں کچھ نیک لوگ رہتے تھے، جب اس نے راستہ کا کچھ حصہ طے کیا تھا تو اس کو موت نے آلیا اس نے اپنا سینہ کچھ دور کر دیا پھر مر گیا، پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی، وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا سو اس کو اس بستی والوں سے لاحق کر دیا گیا۔

۶۸۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ وَزَادَ فِيهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَإِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو دور ہو جا اور اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

قاتل کی توبہ کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور سلف صالحین سے جو اس مسئلہ میں اختلاف منقول ہے تو ان کی اس سے مراد صرف زجر اور توبیخ تھی، وہ قاتل کی توبہ کے باطل ہونے کے معتقد نہیں تھے، اور یہ حدیث اس مسئلہ میں واضح ہے، ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے، لیکن جب شریعت سابقہ کے خلاف ہماری شریعت میں کوئی حکم نہ ہو تو وہ حجت ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں تو ہماری شریعت میں بھی یہی حکم ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔

(فرقان: ۷۰ - ۶۸)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اور زنا نہیں کرتے اور جو ایسا کرے گا سزا بھگتے گا، قیامت کے دن اس کو دُہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ خوار ہو گا۔ لیکن جو شخص توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ قتل کرنے کے بعد بھی توبہ مقبول اور مشروع ہے۔

جو لوگ قتل کے بعد توبہ کے قائل نہیں ہیں، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ (النساء: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی) رحمت سے دور کر دے گا اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ یہ آیت عام مخصوص منہ البعض ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو قتل کرے تو اس کی یہ سزا ہے۔
۲۔ یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور مراد یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کے قتل کو جائز اور حلال سمجھ کر قتل کرے تو اس کی یہ سزا ہے اور ظاہر ہے کہ حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے۔
۳۔ جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبداء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، اس آیت میں مومن پر قتل کا حکم لگایا گیا ہے اور اس حکم یعنی قتل کی علت ایمان ہوگی، یعنی جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے اس کی یہ سزا ہے اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔
۴۔ اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ مومن کو قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا دے گا۔
۵۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے۔
۶۔ یہ آیت عدم عفو کے ساتھ مقید ہے یعنی اگر اللہ معاف نہ فرمائے تو یہ سزا دے گا۔
۷۔ یہ آیت ایک خاص شخص کے متعلق ہے اور عام حکم نہیں ہے۔
۸۔ اس آیت میں خلود سے مراد مکث طویل ہے یعنی قاتل بہت عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

تائب کے لیے بری جگہ اور برے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب

اس حدیث میں ہے: عالم نے کہا تم فلاں فلاں علاقے میں جاؤ، وہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اپنی زمین کی طرف لوٹ کر نہ جاؤ کیونکہ وہ بری زمین ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ توبہ کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جس زمین میں اس نے گناہ کیے ہوں اس کو چھوڑ دے اور جو لوگ اس کو گناہ کی دعوت دیتے ہوں اور گناہ میں اس کی معاونت کرتے ہوں ان سے مقاطعہ کرے تاوقتیکہ وہ لوگ بھی تائب نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہ علماء، صلحاء، عبادت گذاروں اور اہل تقویٰ کی صحبت اور مجلس کو اختیار کرے اور ان کی نصیحت اور مجلس سے فائدہ حاصل کرے۔[۱]

اولیاء کرام کی وجاہت

اس حدیث سے اولیاء کرام کی اللہ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت معلوم ہوئی، کہ اگر کوئی گناہ گار ان کے پاس جا کر توبہ کرنے کا صرف ارادہ کرے، ابھی وہاں گیا نہ ہو اور توبہ نہ کی ہو

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تب بھی بخش دیا جاتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں، توبہ کریں اور ان کے وظائف پر عمل کریں، ان کے مرتبہ اور مقام کا کیا عالم ہوگا، اور یہ تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی وجاہت ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء کرام خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور وجاہت کا کیا عالم ہوگا اور جو مسلمان ان کے سلسلہ سے وابستہ ہیں ان کے لیے حصول مغفرت اور وسعت رحمت کی کتنی قوی امید ہوگی!

لیلۃ القدر کا بڑا مرتبہ ہے ایک رات میں عبادت کر لی جائے تو اس رات کی عبادت کا درجہ ایک ہزار راتوں کی عبادتوں سے زیادہ ہے، لیکن اگر کوئی اس رات کو پاکر عبادت نہ کرے تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا، لیکن اولیاء اللہ کی کیا شان ہے کہ کوئی ان کے پاس جا کر عبادت اور توبہ نہیں کرتا صرف جانے کی نیت کرے لیتا ہے تو بخش دیا جاتا ہے یہی حال کعبہ کا ہے، کوئی شخص کعبہ کی زیارت اور اس میں عبادت کرے گا تو اجر و ثواب ملے گا، اگر کعبہ تک نہیں پہنچا، تو اجر و ثواب نہیں ملے گا، پھر لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے بخشش کی ضمانت نہیں ہے، لیکن جو شخص اللہ والوں کے پاس جا کر توبہ کرنے کی نیت کر لے بخش دیا جاتا ہے!

بَابُ ۹۹۲ فِي سَعَةِ رَحْمَةِ اللهِ تَعَالَى الْمُؤْمِنِينَ وَفِدَاءِ كُلِّ مُسْلِمٍ بِكَافِرٍ مِنَ النَّارِ

مومنوں پر اللہ کی رحمت کی وسعت اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر مسلمان کے عوض کافر کا فدیہ دیا جانا

۶۸۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ هَذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائے گا یہ جہنم سے تمہارا چھٹکارا ہے۔

۶۸۸۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ عَوْنًا وَسَعِيدَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا شَهِدَا أَبَا بُرْدَةَ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوتُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ إِلَّا أَدْخَلَ اللهُ مَكَانَهُ النَّارَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا قَالَ فَاسْتَحْلَفَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَلَفَ

حضرت ابوبردہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا ایک نصرانی کو دوزخ میں داخل کرتا ہے، عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبردہ کو تین بار اس ذات کی قسم دی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، انھوں نے قسم کھائی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ سعید نے مجھ سے قسم لینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ انھوں نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔

لَهُ قَالَ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي سَعِيدٌ أَنَّهُ اسْتَخْلَفَهُ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَى عَوْنٍ قَوْلَهُ .

۶۸۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عَفَّانَ وَقَالَ عَوْنُ بْنُ عُتْبَةَ .

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ أَبُو طَلْحَةَ الرَّاسِبِيُّ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَيَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى فِيمَا أَحْسِبُ أَنَا قَالَ أَبُو رَوْحٍ لَا أَدْرِي مِمَّنِ الشَّكُّ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ فَحَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ أَبُوكَ حَدَّثَكَ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ .

حضرت ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ مسلمان پہاڑ جتنے گناہ لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے وہ گناہ بخش دے گا اور وہ گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا، جہاں تک مجھے گمان ہے، ابوروح نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ شک کس کو تھا، حضرت ابوبردہ نے کہا میں نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز کو بیان کی، انھوں نے کہا تمہارے والد نے یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تھی؟ میں نے کہا ہاں۔

۶۸۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي النَّجْوٰى قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَعْرِفُ قَالَ فَإِنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَإِنِّي أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللّٰهِ .

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے "نجویٰ" (سرگوشی) کے متعلق کس طرح سنا تھا انھوں نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب عزوجل کے قریب ہوگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے پردہ میں چھپا لے گا، پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، اور فرمائے گا کیا تو (اس گناہ کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں، اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہ کو چھپایا تھا اور میں آج تیرے گناہ کو معاف کر دیتا ہوں، پھر اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا، اور کفار اور

منافقوں کو لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا)
یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی تھی۔

کافروں کے فدیہ ہونے کی وضاحت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث کی تشریح کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے: ہر شخص کی ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل دوزخ میں ہے، پس مومن جنت میں داخل ہوگا اور کافر دوزخ میں مومن کی منزل میں اپنے کفر کی وجہ سے داخل ہوگا، اور جب کفار اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ان کا یہ دخول بہ منزلہ فدیہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۶۸۸۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا، یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ معاف کر دے گا اور یہود و نصاریٰ کے اتنے ہی گناہوں پر ان کو عذاب دے گا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے "کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ ان گناہوں کو کفار نے ایجاد کیا تھا اسی لیے مسلمانوں کے گناہ کفار پر ڈال دیے جائیں گے اور مسلمانوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف کر دے گا۔

حدیث نمبر ۶۸۸۴ میں ہے: عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبردہ کو تین بار قسم دے کر پوچھا کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی، ان کا قسم دے کر یہ سوال کرنا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ زیادہ تاکید کے حصول کے لیے تھا، کیونکہ اس حدیث میں تمام مسلمانوں کے لیے جو عظیم بشارت دی گئی ہے اس سے ان کو بہت طمانیت اور مسرت حاصل ہوئی تھی، کیونکہ حضرت ابوبردہ کو اگر اس حدیث میں کوئی شک ہوتا یا نسیان اور خطاء کا خدشہ ہوتا تو وہ اس پر قسم نہ کھاتے، اور جب انھوں نے قسم کھالی تو اس قسم کے تمام امور کی نفی ہو گئی۔ عمر بن عبدالعزیز اور امام شافعی سے منقول ہے کہ اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا نصرانی کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ [1]

بَابُ ۹۹۳ حَدِيثِ تَوْبَةِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ

حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ کا بیان

۶۸۸۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ مَوْلَى بَنِي أُمَيَّةَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثُمَّ غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں گئے اور آپ کا ارادہ روم اور شام کے نصاریٰ عرب کے خلاف جہاد کرنے کا تھا، ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے (حضرت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وهو يريد الروم ونصارى العرب بالشام قال ابن شهاب فأخبرني عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب بن مالك أن عبيد الله بن كعب كان قائد كعب من بنيه حين عمي قال سمعت كعب بن مالك يحدث حديثه حين تخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك قال كعب بن مالك لم أتخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة غزاها قط إلا في غزوة تبوك غير أني قد تخلفت في غزوة بدر ولم يعاتب أحدا تخلف عنه إنما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون يريدون عير قريش حتى جمع الله بينهم وبين عدوهم على غير ميعاد ولقد شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة العقبة حين تواثقنا على الإسلام وما أحب أن لي بها مشهد بدر وإن كانت بدر أذكر في الناس منها وكان من خبري حين تخلفت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك أني لم أكن قط أقوى ولا أيسر مني حين تخلفت عنه في تلك الغزوة والله ما جمعت قبلها راحلتين قط حتى جمعتهما في تلك الغزوة فغزاها رسول الله صلى الله عليه وسلم في حر شديد واستقبل سفرا بعيدا ومفازا واستقبل عدوا كثيرا فجلا للمسلمين أمرهم ليتأهبوا أهبة غزوهم فأخبرهم بوجههم الذي يريد والمسلمون مع رسول

کعب کے نابینا ہونے کے بعد عبد اللہ ان کی رہنمائی کرتے تھے، حضرت کعب بن مالک کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کیا، حضرت کعب بن مالک نے کہا میں غزوہ تبوک کے علاوہ کبھی کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، البتہ میں غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور غزوہ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی پر بھی آپ نے عتاب نہیں کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قریش کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان اچانک مقابلہ کرا دیا، اور جب ہم نے اسلام کا عہد کیا تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ کی شب میں بھی حاضر ہوا تھا، ہر چند کہ مسلمانوں میں شہرت بدر کی وقعت بہت زیادہ ہے لیکن میں شب عقبہ کی حاضری کے بدلہ میں اور کوئی فضیلت پسند نہیں کرتا، میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا، اس وقت میں جس قدر قوی اور خوش حال تھا اس سے پہلے کبھی اس قدر قوی اور خوشحال نہیں تھا، اس وقت جہاد کے لیے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد کے وقت میرے پاس نہیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے، آپ دور دراز سفر کے لیے صحرا میں کثیر دشمنوں سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے، آپ نے مسلمانوں پر پورا معاملہ واضح کر دیا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے جہاد کے لیے پوری تیاری کر لیں۔ آپ نے مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا، اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد کا اندراج نہیں تھا، حضرت کعب نے کہا بہت کم کوئی ایسا شخص ہوگا جو اس غزوہ سے غائب ہونے کا ارادہ کرے اور اس

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر ولا یجمعھم
کتاب حافظ یرید بذلک الدیوان قال
کعب فقل رجل یرید ان یتغیب یظن
ان ذلک سیخفی لہ ما لم ینزل فیہ وحی
من اللہ عز وجل وغزا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تلک الغزوۃ حین طابت الثمار
والظلال فانا الیھا اصعر فتجھز رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون معہ
وطفقت اغدو لکی اتجھز معھم فارجع
ولم اقض شیئا واقول فی نفسی انا قادر
علی ذلک اذا اردت فلم یزل ذلک یتمادی
بی حتی استمر بالناس الجد فاصبح رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غادیا والمسلمون
معہ ولم اقض من جھازی شیئا ثم غدوت
فرجعت ولم اقض شیئا فلم یزل ذلک
یتمادی بی حتی اسرعوا وتفارط الغزو
فھممت ان ارتحل فادرکھم فیا لیتنی
فعلت ثم لم یقدر ذلک لی فطفقت اذا
خرجت فی الناس بعد خروج رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یحزننی انی لا اری لی
اسوۃ الا رجلا مغموصا علیہ فی النفاق
او رجلا ممن عذر اللہ من الضعفاء ولم
یذکرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حتی بلغ تبوک فقال وھو جالس فی القوم
بتبوک ما فعل کعب بن مالک قال رجل
من بنی سلمۃ یا رسول اللہ حبسہ براداہ
والنظر فی عطفیہ فقال لہ معاذ بن جبل
بئس ما قلت واللہ یا رسول اللہ ما علمنا
علیہ الا خیرا فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کا یہ گمان ہو کہ بغیر اللہ کی وحی نازل کرنے کے آپ پر
اس کا معاملہ مخفی رہے گا، جب درختوں پر پھل آ گئے
تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے اس وقت رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کا ارادہ کیا، میں اس
وقت پھلوں اور درختوں میں مشغول تھا اور رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جہاد کی تیاری میں تھے، میں ہر صبح
جہاد کی تیاری کا سوچتا اور واپس آجاتا اور کوئی فیصلہ نہیں
کر پایا اور یہ سوچتا کہ میں جس وقت جانے کا ارادہ کروں گا
جا سکوں گا، میں یہی سوچتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں نے سامان سفر
باندھ لیا اور ایک صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں
کو لے کر روانہ ہو گئے، میں نے ابھی تیاری نہیں کی تھی،
پھر صبح کو چلا گیا اور لوٹ آیا اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر
سکا، میں یونہی سوچ بچار میں رہا حتیٰ کہ مجاہدین آگے
بڑھ گئے اور جنگ شروع ہو گئی، اور میں یہی سوچتا رہا کہ
میں روانہ ہو کر ان کے ساتھ جا ملوں گا، کاش میں ایسا کر لیتا،
لیکن یہ چیز میرے مقدر میں نہیں تھی، رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ
کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ
صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا ضعیف
لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور رکھا تھا،
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے
میرا ذکر نہیں کیا، جس وقت آپ تبوک میں صحابہ کے ساتھ بیٹھے
ہوئے تھے آپ نے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟
بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو دو چادروں
اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا، حضرت معاذ
بن جبل نے کہا: تم نے بری بات کہی ہے! بخدا! یا رسول
اللہ! ہم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے، رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، ابھی یہ بات ہو رہی
تھی کہ آپ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے

وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُبَيِّضًا يَزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ خَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِيْ بَثِّيْ فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَاَسْتَعِيْنُ عَلٰى ذٰلِكَ كُلَّ ذِيْ رَاْيٍ مِنْ اَهْلِيْ فَلَمَّا قِيْلَ لِيْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَنْجُوَ مِنْهُ بِشَيْءٍ اَبَدًا فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَصَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ وَكَانُوْا بِضْعَةً وَثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ حَتّٰى جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِيْ مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّيْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى

ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ابوخیثمہ ہو جا، تو وہ ابوخیثمہ انصاری ہی ہو گیا، یہ وہی شخص تھے جنھوں نے ایک صاع (چار کلو گرام) چھوارے صدقہ کیے تھے تو منافقین نے انھیں طعنہ دیا تھا حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی، میں جھوٹی باتیں بنانے کے لیے سوچنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ میں کل حضور کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا، اور اپنے گھر کے اصحابِ رائے سے اس سلسلہ میں مشورہ لینے لگا، پھر جب مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عنقریب تشریف لا رہے ہیں تو میرے ذہن سے وہ سب جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے یہ جان لیا کہ میں کسی (جھوٹی) بات سے کبھی نجات نہیں پا سکوں گا پھر میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا، صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے مسجد میں جاتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے، جب حضور معمول کے مطابق فارغ ہو گئے، تو جو لوگ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ آ کر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، یہ لوگ اسّی سے زیادہ تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اعتبار سے ان کے عذر کو قبول کر لیا تھا، آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا، اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا، حتیٰ کہ میں آیا جب میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے، آپ نے فرمایا آؤ، میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا تمہارے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی، میں

بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عُقْبَى اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِي عُذْرٌ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِي أَنْ لَا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ بِهِ إِلَيْهِ الْمُخَلَّفُونَ فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونَنِي حَتّٰى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِي مِنْ أَحَدٍ قَالُوا نَعَمْ لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيلَ لَكَ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعَةَ الْعَامِرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ قَالَ فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أُسْوَةٌ قَالَ فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي قَالَ وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ قَالَ فَاجْتَنَبَ النَّاسُ وَقَالَ تَغَيَّرُوا لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ لِي فِي نَفْسِيَ الْأَرْضُ فَمَا هِيَ بِالْأَرْضِ الَّتِي أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا

نے کہا یا رسول اللہ! بہ خدا اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیونکہ مجھے کلام پر قدرت عطا کی گئی ہے، لیکن بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آج آپ سے کوئی جھوٹی بات کہہ دی جس کو آپ اس سے راضی ہو بھی گئے، تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے اور بے شک مجھ کو سچ میں اللہ تعالیٰ سے حسن عاقبت کی امید ہے، بہ خدا میرا کوئی عذر نہیں تھا، اور جس وقت میں آپ کے پیچھے رہ گیا تھا تو مجھ سے زیادہ خوش حال کوئی نہیں تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہر حال اس شخص نے سچ بولا ہے، تم یہاں سے اٹھ جاؤ، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کر دے، میں وہاں سے اٹھا اور بنو سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر میرے پاس آگئے، انھوں نے مجھ سے کہا بہ خدا ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو، کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کا کوئی عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے تھے، تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی تھا، بہ خدا وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دوبارہ جاؤں اور اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں، پھر میں نے ان سے پوچھا کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے، انھوں نے کہا دو اور شخصوں نے بھی تمہاری مثل کہا ہے ان سے بھی حضور نے وہی فرمایا ہے جو تم سے فرمایا تھا، میں نے پوچھا وہ کون ہیں، انھوں نے کہا وہ مرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں، انھوں نے مجھ سے ان دو نیک شخصوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں

وقعدا في بيوتهما يبكيان وأما أنا فكنت
أشب القوم وأجلدهم فكنت أخرج
فأشهد الصلاة وأطوف في الأسواق
ولا يكلمني أحد وآتي رسول الله صلى الله
عليه وسلم فأسلم عليه وهو في مجلسه
بعد الصلاة فأقول في نفسي هل حرك
شفتيه برد السلام أم لا ثم أصلي قريبا
منه وأسارقه النظر فإذا أقبلت على
صلاتي نظر إلي وإذا التفت نحوه
أعرض عني حتى إذا طال ذلك علي من
جفوة المسلمين مشيت حتى تسورت
جدار حائط أبي قتادة وهو ابن عمي
وأحب الناس إلي فسلمت عليه فوالله
ما رد علي السلام فقلت له يا أبا قتادة
أنشدك بالله هل تعلمن أني أحب الله
ورسوله قال فسكت فعدت فناشدته
فسكت فعدت فناشدته فقال الله ورسوله
أعلم ففاضت عيناي وتوليت حتى تسورت
الجدار فبينا أنا أمشي في سوق المدينة
إذا نبطي من نبط أهل الشام ممن قدم
بالطعام يبيعه بالمدينة يقول من يدل
على كعب بن مالك قال فطفق الناس
يشيرون له إلي حتى جاءني فدفع إلي كتابا
من ملك غسان وكنت كاتبا فقرأته فإذا
فيه أما بعد فإنه قد بلغنا أن صاحبك
قد جفاك ولم يجعلك الله بدار هوان ولا
مضيعة فالحق بنا نواسك قال فقلت حين
قرأتها وهذه أيضا من البلاء فتيممت
بها التنور فسجرتها بها حتى إذا مضت

حاضر ہوئے تھے وہ میرے لیے نمونہ (آئیڈیل) تھے،
جب ان لوگوں نے ان دو صاحبوں کا ذکر کیا تو میں اپنے
پہلے خیال پر قائم رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا،
جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے، پس مسلمانوں نے ہم سے
اجتناب کر لیا اور ہمارے لیے اجنبی ہو گئے، حتیٰ کہ زمین
بھی میرے لیے اجنبی ہو گئی یہ وہ زمین نہیں تھی جس کو میں
پہلے پہچانتا تھا، ہم لوگوں کو اسی حال پر پچاس راتیں گزر
گئیں، میرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے تھے اور وہ
اپنے گھروں میں ہی پڑے روتے رہتے تھے، لیکن
ان کی بہ نسبت میں جوان اور طاقتور تھا، میں باہر نکلتا تھا،
نمازوں میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا،
مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا، میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا، اور نماز کے بعد
جب آپ اپنی نشست پر بیٹھتے تو میں آپ کو سلام عرض
کرتا، میں اپنے دل میں سوچتا کہ آیا حضور نے سلام کا جواب
دینے کے لیے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں، پھر
میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور نظریں چرا کر آپ کو
دیکھتا سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف
دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے
اعراض کر لیتے، حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بے رخی زیادہ
بڑھ گئی تو میں ایک روز اپنے عم زاد حضرت ابو قتادہ کے
باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ مجھ کو لوگوں میں سب سے زیادہ
محبوب تھے، میں نے ان کو سلام کیا، بخدا انہوں نے
میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے ان سے کہا: اے
ابو قتادہ! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے
کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
محبت کرتا ہوں، وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ
ان کو قسم دے کر سوال کیا، وہ پھر خاموش رہے، میں

أَرْبَعُونَ مِنَ الْخَمْسِينَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ إِذَا
رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَأْتِينِي فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ قَالَ
فَقُلْتُ أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ
اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَى
صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذَلِكَ قَالَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي
الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى
يَقْضِيَ اللَّهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ فَجَاءَتِ
امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ
لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ قَالَ لَا
وَلَكِنْ لَا يَقْرَبَنَّكِ فَقَالَتْ إِنَّهُ وَاللَّهِ مَا بِهِ
حَرَكَةٌ إِلَى شَيْءٍ وَوَاللَّهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ
كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلَى يَوْمِهِ هَذَا قَالَ
فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَتِكَ
فَقَدْ أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ
تَخْدُمَهُ قَالَ فَقُلْتُ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِينِي مَاذَا
يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ قَالَ
فَلَبِثْتُ بِذَلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمَلَ لَنَا خَمْسُونَ
لَيْلَةً مِنْ حِينَ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا قَالَ ثُمَّ
صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً
عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ
عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَّا
قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ

نے پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے، میری آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے، میں نے دیوار پھاندی اور واپس
آگیا، ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا، تو اہل
شام کا ایک شخص مدینہ میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا وہ کہہ
رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک سے ملا دے
لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، وہ میرے پاس آیا اور
اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا، میں
چونکہ پڑھا لکھا تھا اس لیے میں نے اس کو پڑھا اس
میں لکھا تھا: "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے
تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی
کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا، تم ہمارے پاس
آجاؤ، ہم تمہاری دلجوئی کریں گے" میں نے جب یہ خط
پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی میرے لیے ایک آزمائش
ہے، میں نے اس خط کو تنور میں پھینک کر جلا دیا حتیٰ
کہ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے، اور وحی
رکی رہی تو ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک
قاصد میرے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو
جاؤ، میں نے پوچھا آیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا
کروں، اس نے کہا نہیں بلکہ تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ،
اور اس کے قریب نہ جاؤ، حضرت کعب نے کہا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم بھیجا
میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے میکے چلی جاؤ اور
وہیں رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کوئی حکم نازل فرمائے
حضرت کعب نے کہا پھر حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا یا رسول
اللہ! بے شک حضرت ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں
اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا آپ اس

الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفَى عَلَى سَلْعٍ يَقُولُ بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ قَالَ فَآذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ وَرَكَضَ رَجُلٌ إِلَيَّ فَرَسًا وَسَعَى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ قِبَلِي وَأَوْفَى الْجَبَلَ فَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي فَنَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ بِبِشَارَتِهِ وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا فَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُونِي بِالتَّوْبَةِ وَيَقُولُونَ لِتَهْنِئْكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ قَالَ فَكَانَ كَعْبٌ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ وَيَقُولُ أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ قَالَ

کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں، آپ نے فرمایا نہیں، لیکن وہ تم سے مقاربت نہ کرے، ان کی بیوی نے کہا بہ خدا وہ تو کسی چیز کی طرف حرکت بھی نہیں کر سکتے، اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے بہ خدا وہ اس دن سے مسلسل روتے رہتے ہیں، مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح اجازت لے لو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے، میں نے کہا میں اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا، مجھے پتا نہیں کہ اگر میں نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا فرمائیں گے اور میں ایک جوان شخص ہوں، پھر میں اسی حال پر دس راتیں ٹھہرا رہا، پھر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے گفتگو کی ممانعت کی تھی، اس کو پچاس دن گزر چکے تھے، حضرت کعب کہتے ہیں کہ پچاس روز کے بعد ایک صبح کو میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا، پھر جس وقت میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ عزوجل نے ہمارے متعلق ذکر کیا ہے، کہ مجھ پر میرا نفس تنگ ہو گیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی، اچانک میں نے سلع پہاڑ کی چوٹی سے ایک چلانے والے کی آواز سنی، جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالک! بشارت ہو، مبارک ہو، حضرت کعب نے کہا میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی ہو گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے، پھر لوگ آ کر ہم کو مبارک باد دیتے تھے پھر میرے ان دو ساتھیوں کی طرف لوگ مبارک باد دینے کے لیے گئے

فَقُلْتُ أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ قَالَ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ قَالَ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَقُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ قَالَ وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا أَنْجَانِي بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيتُ قَالَ فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللَّهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هَذَا أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي اللَّهُ بِهِ وَاللَّهِ مَا تَعَمَّدْتُ كَذِبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هَذَا وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللَّهُ فِيمَا بَقِيَ قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ——— وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا

اور ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف روانہ ہوا، اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے مجھے ندا کی، اور اس کی آواز گھوڑ سوار سے پہلے مجھ تک پہنچی، جب میرے پاس وہ شخص آیا، جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی، میں نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیئے بخدا اس وقت میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی اور میں نے کسی سے عاریۃً کپڑے لے کر پہنے، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا، ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھ کو مبارک باد دینے کے لیے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنا مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد صحابہ بیٹھے تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، بخدا مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا، حضرت کعب طلحہ کو نہیں بھولتے تھے، حضرت کعب نے کہا جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے مبارک ہو، جب سے تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لیے نہیں آیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ (قبولیت توبہ) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو، حضرت کعب نے کہا ہم اس علامت کو پہچانتے تھے، انہوں نے کہا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ حَتَّى بَلَغَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا
مَعَ الصَّادِقِينَ قَالَ كَعْبٌ وَاللَّهِ مَا أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ إِذْ هَدَانِي
اللَّهُ لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا
أَكُونَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ
الَّذِينَ كَذَبُوا إِنَّ اللَّهَ قَالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا
حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ
وَقَالَ اللَّهُ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا
انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ
فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ
فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ
لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ
قَالَ كَعْبٌ كُنَّا خُلِّفْنَا أَيُّهَا
الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولَئِكَ
الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ
حَلَفُوا لَهُ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَنَا حَتَّى
قَضَى اللَّهُ فِيهِ فَبِذَلِكَ
قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَى
الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا وَ
لَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ مِمَّا
خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ

تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اپنے لیے کچھ مال کو رکھ لو وہ تمہارے لیے بہتر ہے، میں نے کہا میں اپنے اس مال کو رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے، اور میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالے نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا، انھوں نے کہا بخدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اس طرح سزا میں مبتلا کیا ہو، اور جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا، اور آئندہ کے لیے بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں!

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجرین اور انصار پر رحمت کے ساتھ رجوع کیا جنھوں نے سختی کے وقت نبی کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی بھی توبہ قبول فرمائی جو مؤخر کیے گئے تھے، یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئی تھیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ

وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ.

قبول کر لی بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ حضرت کعب نے کہا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اسلام کی نعمت دی ہے اس وقت سے لے کر اللہ تعالیٰ نے میرے نزدیک مجھے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا کیونکہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی تو جتنی ان جھوٹوں کی مذمت فرمائی ہے کسی کی اتنی مذمت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان (کی برائیوں) سے اپنی توجہ ہٹائے رکھو، تو تم ان کی طرف التفات نہ کرو بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان کے کاموں کی سزا ہے۔ وہ تم کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کھائیں گے سو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بے شک اللہ نافرمانی کرنے والوں سے راضی نہیں ہوگا۔ حضرت کعب نے کہا ہم لوگوں کا معاملہ ان لوگوں سے مؤخر کیا گیا تھا جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا تھا، ان سے بیعت کر لی تھی اور ان کے لیے استغفار کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ بھی قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک میں جو پیچھے رہ گئے تھے اس کا ذکر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والوں کی بہ نسبت ہمارے معاملہ کو مؤخر کیا گیا تھا جنہوں نے قسمیں کھائیں اور آپ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا تھا۔

۶۸۸۹ - وحدثنيه محمد بن رافع حدثنا حجين بن المثنى حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب بإسناد يونس عن الزهري سواء.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۹۰ - وحدثني عبد بن حميد حدثني يعقوب بن إبراهيم بن سعد حدثنا محمد بن عبد الله بن مسلم ابن أخي الزهري عن عمه محمد بن مسلم الزهري أخبرني عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب بن مالك أن عبيد الله بن كعب ابن مالك وكان قائد كعب حين عمي قال سمعت كعب بن مالك يحدث حديثه حين تخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك وساق الحديث وزاد فيه على يونس فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قلما يريد غزوة إلا ورى بغيرها حتى كانت تلك الغزوة ولم يذكر في حديث ابن أخي الزهري أبا خيثمة ولحوقه بالنبي صلى الله عليه وسلم.

عبید اللہ بن کعب بن مالک (آپ حضرت کعب کے نابینا ہونے کے بعد ان کی رہنمائی کرتے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سنا جب وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو اس کا کنایۃً ذکر فرماتے تھے لیکن اس غزوہ کا آپ نے صراحۃً ذکر فرما دیا تھا اس حدیث میں حضرت ابو خیثمہ اور ان کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاحق ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۸۹۱ - وحدثني سلمة بن شبيب حدثنا الحسن بن أعين حدثنا معقل (وهو ابن عبيد الله) عن الزهري أخبرني عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب بن مالك عن عمه عبيد الله بن كعب وكان قائد كعب حين أصيب بصره وكان أعلم قومه وأوعاهم لأحاديث أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال سمعت أبي كعب بن مالك وهو أحد الثلاثة الذين تيب عليهم يحدث أنه لم يتخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة غزاها قط غير غزوتين وساق الحديث وقال فيه وغزا رسول الله صلى الله عليه وسلم بناس كثير يزيدون على

جب حضرت کعب نابینا ہو گئے تھے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن کعب ان کی رہنمائی کرتے تھے، وہ اپنی قوم میں سب سے بڑے عالم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سب سے زیادہ حافظ تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ وہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی اور وہ کہتے تھے کہ وہ دو غزووں کے سوا کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے پھر پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کیا تھا جن کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں ان کا شمار نہیں تھا۔

عشرۃ الاخ ولا یجمعھم دیوان حافظ۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا لفظ کن کے ساتھ تصرف

حدیث نمبر ٦٨٠٠ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ابو خیثمہ ہو جا" تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گئے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ "کن" یہاں پر تحقیق اور وجود کے لیے ہے۔ یعنی اے شخص تو حقیقتہً ابو خیثمہ ہو جا۔ قاضی عیاض نے یہ جو کچھ کہا ہے یہی صحیح ہے، اور صاحب تحریر کی عبارت کا بھی یہی مآل ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب یہ ہے: اے اللہ! اس شخص کو ابو خیثمہ کر دے، ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام مالک بن قیس ہے، بعض حفاظ نے کہا ہے کہ صحابہ میں صرف دو شخصوں کی کنیت ابو خیثمہ ہے، ایک یہ ہیں اور دوسرے عبدالرحمان بن ابی سبرہ جعفی ہیں۔[1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو لفظ "کن" کے ساتھ تصرف عطا فرماتا ہے، تو آیا وہ اس کلمہ کے ساتھ تصرف کرتے ہیں یا ادباً اس کو ترک کر دیتے ہیں (شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ کی فصل نمبر ٣٦١) میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اہل اللہ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا میں لفظ "کن" کے ساتھ تصرف عطا فرماتا ہے تو وہ اس کے ساتھ تصرف نہیں کرتے کیونکہ اس کے تصرف کا محل دار آخرت ہے لیکن لفظ "کن" کے ساتھ اللہ کا نام پڑھتے ہیں تاکہ جس طرح باطن میں تکوین اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ظاہر میں بھی اس کے ساتھ خاص ہو، اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کا ادب کرنے والے ہیں اس کے باوجود آپ نے بعض غزوات میں "کن" کو استعمال کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں صحابہ کرام کے سامنے بیان جواز کے لیے لفظ "کن" کے ساتھ تصرف کیا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معجزات ظاہر کرنے کا اذن دیا گیا ہے، اور یہ مسئلہ اسی قبیل سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کن اباذر" ابوذر ہو جا، تو وہ ابوذر ہو گئے، اور کھجور کی شاخ کو فرمایا "کن سیفا" تلوار ہو جا، تو وہ تلوار ہو گئی۔[2]

آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان کے سامنے تخت بلقیس حاضر کر دیا تھا، اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی شیخ ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت آصف نے بعینہ عرش (تخت) میں تصرف کیا اور اس کو بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے سامنے موجود کر دیا، بایں طور کہ اس کو اس کا پتا نہیں چلا، ماسوا اس شخص کے جو ہر آن میں خلق جدید کو پہچانتا ہے، جس زمانہ میں وہ موجود ہوا اسی زمانہ میں وہ معدوم ہوا تھا، اور یہ سب ایک آن میں ہو گیا اور حضرت آصف کا قول بعینہ فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے بمنزلہ "کن"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٦١، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ٩٧٣ھ، الیواقیت والجواہر ج ١ ص ١٣٧، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

سکے ہے۔ [1]

یعنی حضرت آصف نے تخت بلقیس سے کہا، بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے ہاں موجود ہو جا، سو پلک جھپکنے سے پہلے ایسا ہو گیا۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

شیخ عبدالغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک امیر آدمی نے عارف جامی کی دعوت کی اور مردہ مرغی پکا دی، عارف جامی نے کہا "اللہ کے اذن سے زندہ ہو" وہ مرغی زندہ ہو گئی، اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ نے فرمایا "اللہ تیری گردن کاٹ دے"، وہ اسی وقت مر کر زمین پر گر گئی، وعظ کے بعد آپ نے فرمایا "اللہ کے اذن سے اٹھ جا" وہ اڑ گئی۔ [2]

شیخ بنوری لکھتے ہیں: میں نے شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھنی ہوئی مرغی کھا رہے تھے، طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس نے کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے! حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا" وہ زندہ ہو گئی، شیخ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو مرغی کھا لے گا۔ [3]

فقہاء اسلام کی ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو بہ طور معجزہ اور اولیاء کرام کو بہ طور کرامت "کن" کا تصرف عطا فرماتا ہے اور اولیاء کرام اللہ کے نام کے ساتھ لفظ "کن" سے تصرف کرتے ہیں۔

حضرت کعب کی حدیث کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہے کیونکہ حضرت کعب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کفار کے قافلہ کو لوٹنے کے قصد سے نکلے تھے۔ (لیکن یہ حالت جنگ کا واقعہ ہے کیونکہ اس وقت مسلمان کافروں سے برسرِ جنگ تھے، حالت امن میں کسی مسلمان کے لیے کافر کو لوٹنا جائز نہیں ہے اور دار الاسلام میں نہ دار الکفر میں، خصوصاً دار الکفر میں مسلمانوں کو اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ کفار اسلام کی اعلیٰ اقدار کے قائل ہوں اور مسلمانوں کی تہذیب اور شرافت سے متاثر ہو کر مائل بہ اسلام ہوں، نہ یہ کہ اسلام کے نام پر کفار سے دھوکے اور فراڈ کے ذریعے پیسے بٹوریں، ان کے ساتھ سودی کاروبار کریں اور سود کھائیں، اور اسلام کو بدنام کریں، یاد رکھیے کہ تہذیب اور تمدن کی اعلیٰ روایات کا حامل اور علمبردار دنیا میں صرف مذہب اسلام ہے۔ میرے علم میں یہ بات آئی کہ برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ میں بعض مسلمان ناجائز طریقے سے بے روزگاری الاؤنس وصول کرتے ہیں اور فراڈ کر کے ان کا پیسہ کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر حربی کا مال کھانا جائز ہے، یہ بالکل غلط استدلال ہے، حرام مال کھانا بہر حال حرام ہے خواہ کسی کا مال ہو اور

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] شیخ محمد یوسف بنوری، حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

(۲)۔ جو شخص سفر سے واپس آئے وہ آتے ہی سب سے پہلے محلہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۳)۔ اس حدیث میں اہل بدر اور اصحاب عقبہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

(۴)۔ لشکر کے امیر کو یہ چاہیے کہ جب وہ کسی مہم پر روانہ ہو تو توریہ کرے کسی اور مہم کا نام لے تاکہ جاسوسوں سے محفوظ رہے البتہ اگر کسی دور دراز سفر پر جانا ہو تو اصل مقام کا نام بتا دے تاکہ مسلمان پوری تیاری کر سکیں۔

(۵)۔ جب انسان سے کوئی نیکی رہ جائے تو اس پر افسوس کرے اور یہ تمنا کرے کہ کاش میں وہ نیکی کر لیتا۔

(۶)۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرے تو اس کو رد کرے، کیونکہ حضرت کعب کے متعلق ایک شخص نے کہا کہ ان کو ان کے کپڑوں نے روک لیا تو حضرت معاذ نے فرمایا تم نے بُری بات کہی ہے۔

(۷)۔ صدق کی فضیلت اور صدق کو ہمیشہ اختیار کرنے کا بیان خواہ اس میں مشقت ہو، کیونکہ اس کے انجام میں خیر ہے صحیح حدیث میں ہے صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے۔

(۸)۔ جب کوئی بڑا شخص سفر سے لوٹے تو وہ کسی ایسی جگہ پر آ کر بیٹھے جہاں سب لوگ آکر اس سے مل سکیں۔

(۹)۔ ظاہر امر پر حکم لگانا اور باطن کو اللہ کے سپرد کر دینا جب تک اس سے کوئی فساد نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے عذروں کو قبول کر لیا تھا۔

(۱۰)۔ اہل بدعت اور علی الاعلان گناہ کرنے والوں سے قطع تعلق کر لینے کا استحباب اور زجر و توبیخ کے لیے ان سے سلام و کلام کو منقطع کرنا۔

(۱۱)۔ جب انسان سے کوئی گناہ ہو تو اس گناہ پر ندامت سے رونے کا استحباب۔

(۱۲)۔ نماز میں کسی کی طرف نظریں بچا کر دیکھنے اور اس کی طرف التفات کرنے کا جواز۔

(۱۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب کی نظریں بچا کر ان کو دیکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر شرع کے اعتبار سے آپ نے ان سے قطع تعلق کیا تھا ورنہ آپ کے دل میں ان کی محبت قائم تھی اور ان کی دیگر اسلامی خدمات کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی جگہ تھی۔

(۱۴)۔ سلام اور سلام کے جواب پر بھی کلام کا اطلاق ہوتا ہے اور جو شخص یہ قسم کھائے کہ وہ فلاں شخص سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس کو سلام کرے یا سلام کا جواب دے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

(۱۵)۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت پر ترجیح دینے کے وجوب کا بیان، کیونکہ جب حضرت کعب نے حضرت ابو قتادہ کو سلام کیا تو انہوں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا اور اپنے تعلق پر حضور کی موافقت کو مقدم رکھا۔

(۱۶)۔ جس کاغذ پر اللہ کا ذکر لکھا ہو اس کو کسی مصلحت کی وجہ سے جلانے کا جواز، جیسا کہ حضرت عثمان اور دیگر صحابہ نے ان مصاحف کو جلا دیا تھا جن پر تمام صحابہ کا اجماع نہیں تھا، اور حضرت کعب نے اس خط کو جلا دیا جس میں لکھا ہوا تھا

"اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا"، اس سے معلوم ہوا کہ جن خطوط میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو ان کو کسی وجہ سے جلانا جائز ہے۔

(۱۷)۔ جس چیز کے اظہار سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو اس کو چھپانے کا جواز، جس طرح حضرت کعب نے غسان کے حکمران کے خط کے معاملہ کو چھپایا۔

(۱۸)۔ کسی شخص کا اپنی بیوی سے کہنا "تم اپنے میکہ چلی جاؤ" طلاق نہیں ہے تاوقتیکہ وہ طلاق کی نیت نہ کرے۔

(۱۹)۔ بیوی کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کا جواز، جیسا کہ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی خدمت کرنے کی اجازت لی اور آپ نے اجازت دے دی اور یہ بالاجماع جائز ہے البتہ یہ بیوی پر لازم نہیں ہے۔

(۲۰)۔ بیوی سے استمتاع کے لیے مقاربت وغیرہ کے الفاظ کا کنایۃً استعمال کرنا۔

(۲۱)۔ حضرت کعب چونکہ جوان تھے اس لیے انھوں نے بیوی کی خدمت کی اجازت نہیں لی کیونکہ ان کی بیوی کے قرب سے مقاربت کا خدشہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے مواقع میں احتیاط کرنی چاہیے۔

(۲۲)۔ حضرت کعب قبولیت توبہ کی خبر سنتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شی اور تازہ نعمت کی خبر ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے۔

(۲۳)۔ کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر مبارک باد دینے کا جواز۔ [1]

بَابُ ۹۹۴ فِی حَدِیْثِ الْاِفْكِ وَقُبُوْلِ تَوْبَةِ الْقَاذِفِ

تہمت کی حدیث اور تہمت لگانے والوں کی توبہ قبول ہونا

۶۸۹۲ - حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ الْاَیْلِیُّ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَالسِّیَاقُ حَدِیْثُ مَعْمَرٍ مِنْ رِوَایَةِ عَبْدٍ وَابْنِ رَافِعٍ قَالَ یُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ جَمِیْعًا عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں جا رہے تھے، آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی، اس میں میرے نام قرعہ نکل آیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گئی، یہ حجاب نازل ہونے کے بعد کا واقعہ تھا، مجھے اپنے محمل میں سوار کیا جاتا اور جہاں ہم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ
مِمَّا قَالُوْا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ
حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا
مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ
عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ
وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ذَكَرُوْا أَنَّ
عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ
فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ
فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ
فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا
أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجِيْ
وَأُنْزَلُ فِيْهِ مَسِيْرَنَا حَتّٰى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوِهٖ وَ
قَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ آذَنَ لَيْلَةً
بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ
فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا
قَضَيْتُ مِنْ شَأْنِيْ أَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ
فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَإِذَا عِقْدِيْ مِنْ
جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ
عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهٗ وَأَقْبَلَ
الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَرْحَلُوْنَ لِيْ فَحَمَلُوْا
هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ
أَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنِّيْ فِيْهِ قَالَتْ وَ
كَانَتِ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُهَبَّلْنَ
وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ

قیام کرتے وہاں مجھے محمل سے اتار لیا جاتا، حتیٰ کہ جب رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور
ہم مدینہ کے قریب پہنچے آپ نے ایک رات کوچ کا اعلان
کرا دیا، جب انھوں نے کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھ کر لشکر
سے دور نکل گئی، قضاء حاجت کے بعد میں اپنے کجاوہ کی
طرف آئی، میں نے اپنے سینہ کی طرف ہاتھ لگایا تو یمن کی
سیپیوں کا جو ہار میں پہنے ہوئے تھی وہ نہیں تھا، میں نے
واپس لوٹ کر ہار کو تلاش کیا اور اس کو تلاش کرنے نے
مجھ کو روک لیا اور وہ لوگ آگئے جو میرا کجاوہ اٹھاتے تھے۔
انھوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اس کو اس اونٹ پر رکھ دیا
جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ ان کا گمان یہ تھا کہ میں کجاوے میں
بیٹھی ہوئی ہوں، اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں،
گوشت سے بھرپور اور فربہ نہیں ہوتی تھیں، بہت کم کھانا
کھاتی تھیں، اس لیے ان لوگوں نے جب کجاوہ اٹھا کر اونٹ
پر رکھا تو اس کے وزن کی طرف توجہ نہیں کی، اور میں ویسے
بھی کم سن لڑکی تھی، انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے
لشکر روانہ ہونے کے بعد مجھے ہار مل گیا، میں ان کے پڑاؤ
پر آئی مگر وہاں پر کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا،
میں نے اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں پر پہلے تھی، اور میرا
گمان یہ تھا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف لوٹیں گے
جس وقت میں اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آگئی اور
میں سو گئی، اور حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی آخیر شب میں
لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے، وہ صبح منہ اندھیرے میری
جگہ کے پاس پہنچے، انھوں نے ایک سوتے ہوئے انسان
کا جسم دیکھا تو وہ میرے پاس آئے انھوں نے دیکھتے ہی
مجھے پہچان لیا کیونکہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے
انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انھوں نے مجھ کو پہچان کر
انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس سے میں بیدار ہو گئی، میں
نے اپنے چہرے پر اپنی چادر ڈال لی، بخدا انھوں نے مجھ

مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ
حِينَ رَحَلُوهُ وَرَفَعُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ
السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا وَوَجَدْتُ
عِقْدِي بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ
مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ
فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ وَظَنَنْتُ
أَنَّ الْقَوْمَ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ
فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي
فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ
ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ قَدْ عَرَّسَ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ
فَادَّلَجَ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ
إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي
وَقَدْ كَانَ يَرَانِي قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ الْحِجَابُ
عَلَيَّ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي
فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَوَاللَّهِ مَا
يُكَلِّمُنِي كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً
غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ
عَلَى يَدِهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ
حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ
فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ فِي شَأْنِي
وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ
سَلُولَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ
قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ
فِي قَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ وَلَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ
ذَلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ
الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا
يَدْخُلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ فَذَاكَ

سے کوئی بات نہیں کی، اور سوا انا للہ وانا الیہ راجعون کے
میں نے ان کے منہ سے کوئی بات نہیں سنی، انہوں نے
اونٹنی کو اس کے اگلے پیروں پر بٹھایا، اور میں اس اونٹنی
پر سوار ہو گئی، حتیٰ کہ لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کے بعد ہم اس
سے آکر مل گئے، لشکر والے ٹھیک دوپہر کے وقت پہنچے
تھے، میرے اس واقعہ میں جس شخص نے بھی (بدگمانی سے)
ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا، اور جس شخص نے سب سے
بڑی تہمت لگائی وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، ہم مدینہ پہنچ
گئے اور میں مدینہ پہنچنے کے بعد ایک ماہ تک بیمار رہی
ادھر لوگوں میں تہمت لگانے والوں کا قول مشہور ہو رہا
تھا اور مجھے ان باتوں میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا،
البتہ مجھ کو یہ چیز شک میں ڈالتی تھی اور میرے درد میں
اضافہ کر رہی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو لطف و
کرم پہلے میری بیماری میں ہوتا تھا اس کو اب میں محسوس
نہیں کرتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنے کے بعد
صرف سلام کرتے، پھر فرماتے تمہارا کیا حال ہے؟ اس
سے مجھے شک پڑتا تھا، مگر مجھے کسی خرابی کا علم نہیں تھا،
حتیٰ کہ میں کمزور ہونے کے بعد ایک دن قضاء حاجت
کے لیے باہر میدان میں گئی اور ہم قضاء حاجت کے لیے
وہیں جاتے تھے، میرے ساتھ حضرت ام مسطح بھی تھیں،
ہم لوگ رات کے وقت جاتے تھے، یہ ہمارے گھروں
میں بیت الخلاء بننے سے پہلے کا واقعہ ہے، ہمارا حال
عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا، ہمیں گھروں میں بیت الخلاء
بنانے سے اذیت ہوتی تھی اور ہم اس سے اجتناب
کرتے تھے، میں اور حضرت ام مسطح گئیں، حضرت ام مسطح
ابورہم بن مطلب بن عبدمناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صخر
بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں اور ان
کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا، سو میں اور
ابورہم کی بیٹی (یعنی حضرت ام مسطح) اپنے گھر سے چل

يريبني ولا اشعر بالشر حتى خرجت
بعد ما نقهت وخرجت معي ام مسطح
قبل المناصع وهو متبرزنا ولا نخرج
الا ليلا الى ليل وذلك قبل ان نتخذ
الكنف قريبا من بيوتنا وامرنا
امر العرب الاول في التنزه وكنا
نتاذى بالكنف ان نتخذها عند
بيوتنا فانطلقت انا وام مسطح وهي
بنت ابي رهم بن المطلب بن عبد مناف
وامها ابنة صخر بن عامر خالة ابي بكر
الصديق وابنها مسطح بن اثاثة بن
عباد بن المطلب فاقبلت انا وبنت
ابي رهم قبل بيتي حين فرغنا من شاننا
فعثرت ام مسطح في مرطها فقالت
تعس مسطح فقلت لها بئس ما قلت
اتسبين رجلا قد شهد بدرا قالت
اي هنتاه اولم تسمعي ما قال قلت
وماذا قال قالت فاخبرتني بقول
اهل الافك فازددت مرضا الى مرضي
فلما رجعت الى بيتي فدخل علي
رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلم
ثم قال كيف تيكم قلت اتاذن لي
ان اتي ابوي قالت وانا حينئذ اريد
ان اتيقن الخبر من قبلهما فاذن لي
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فجئت ابوي فقلت لامي يا امتاه
ما يتحدث الناس فقالت يا بنية
هوني عليك فوالله لقلما كانت امراة
قط وضيئة عند رجل يحبها ولها

بڑھ گئیں، جب ہم قضاء حاجت سے فارغ ہو گئیں تو حضرت
ام مسطح چادر میں الجھ کر گر گئیں، انھوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے
میں نے کہا تم نے بُری بات کہی، تم ایسے شخص کو بُرا کہہ رہی
ہو جو بدر میں حاضر ہوا تھا، انھوں نے کہا اے خاتون! کیا
تم کو اس کے قول کا علم نہیں ہے؟ میں نے پوچھا اس نے
کیا کہا ہے؟ پھر انھوں نے تہمت لگانے والوں کی تہمت
سے مجھ کو باخبر کیا، یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہو
گیا، جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف
لے آئے آپ نے سلام کیا اور پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟
میں نے کہا کیا آپ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے
ماں باپ کے گھر جاؤں، میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اپنے ماں
باپ سے اس خبر کی تحقیق کروں مجھے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے اجازت دے دی، میں اپنے والدین کے
پاس گئی، میں نے کہا اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں بنا
رہے ہیں، انھوں نے کہا اے بیٹی! اپنے اعصاب کو
پرسکون رکھو، بخدا ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی عورت
اپنے شوہر کے نزدیک بہت خوب صورت ہو اور وہ
اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور وہ
اس کے خلاف کوئی بات نہ بنائیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں
میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کہی
ہیں! حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں ساری رات روتی رہی،
اور صبح کو بھی میرے آنسو نہ رکے، اور نہ میں نے نیند کو
سرمہ بنایا، میں صبح کو روتی رہی تھی، ادھر رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید
رضی اللہ عنہم کو بلایا آپ ان سے اپنی اہلیہ کو علیحدہ کرنے
کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے، اس وقت وحی نازل
نہیں ہوئی تھی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے تو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہی مشورہ دیا جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو یقین تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں کیونکہ اس

حتى أنزل الا كثرن عليها قالت قلت سبحان الله وقد تحدث الناس بهذا؟ قالت فبكيت تلك الليلة حتى أصبحت لا يرقأ لي دمع ولا أكتحل بنوم ثم أصبحت أبكي ودعا رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن أبي طالب وأسامة بن زيد حين استلبث الوحي يستشيرهما في فراق أهله قالت فأما أسامة بن زيد فأشار على رسول الله صلى الله عليه وسلم بالذي يعلم من براءة أهله وبالذي يعلم في نفسه لهم من الود فقال يا رسول الله هم أهلك ولا نعلم إلا خيرا وأما علي بن أبي طالب فقال لم يضيق الله عليك والنساء سواها كثير وإن تسأل الجارية تصدقك قالت فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بريرة فقال أي بريرة هل رأيت من شيء يريبك من عائشة قالت له بريرة والذي بعثك بالحق إن رأيت عليها أمرا قط أغمصه عليها أكثر من أنها جارية حديثة السن تنام عن عجين أهلها فتأتي الداجن فتأكله قالت فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر فاستعذر من عبد الله بن أبي ابن سلول قالت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر يا معشر المسلمين من يعذرني من رجل قد بلغ أذاه في أهل بيتي فوالله ما علمت على

کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا علم تھا، اس نے کہا یارسول اللہ! وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق حسن پارسائی کا یقین ہے، البتہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بھی بہت عورتیں ہیں، اور آپ (ان کی) باندی سے سوال کیجئے وہ آپ سے سچی بات کہیں گی، حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تم کو عائشہ کے متعلق کوئی شک ہو، حضرت بریرہ رضی اللہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میرے علم کے مطابق اگر کوئی چیز ان میں باعث عیب ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اپنے گھر کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول سے جواب طلب کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اس شخص کی طرف سے مجھے کون جواب دے گا جس کی طرف سے مجھے اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں اذیت پہنچی ہے، بخدا مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور جس مرد کا انہوں نے ذکر کیا ہے مجھے اس کے متعلق بھی پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں، وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا، حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس شخص کی طرف سے جواب دیتا ہوں، اگر وہ شخص قبیلہ اوس میں سے ہو تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج میں سے ہو تو آپ اس کے متعلق حکم دیں ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے، حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے وہ خزرج کے سردار تھے اور نیک شخص تھے لیکن قبائلی تعصب نے ان کو بھڑکا دیا، انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا تم نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم تم اس

إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ اجْتَهَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ وَبَكَيْتُ يَوْمِي ذٰلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ بَكَيْتُ لَيْلَتِي الْمُقْبِلَةَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَأَبَوَايَ يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي فَبَيْنَمَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي اسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ لِي مَا قِيلَ وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحٰى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

کو قتل کرو گے نہ کر سکو گے، حضرت سعد بن معاذ کے عم زاد حضرت اُسید بن حضیر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم نے جھوٹ بولا، بخدا ہم اس کو ضرور قتل کر دیں گے، تم خود بھی منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو، پھر اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آ گئے اور ایک دوسرے سے لڑنے پر تیار ہو گئے، درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں سارا دن روتی رہی، میرے آنسو رُکے نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا، اور میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ اس قدر رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا، پھر جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت مانگی، میں نے اس کو اجازت دے دی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی، ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب سے میرے متعلق یہ باتیں بنائی گئی تھیں آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ سے میرے متعلق آپ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تم (اس تہمت سے) بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری براءت ظاہر فرما دے گا، اور اگر (بالفرض) تم اس گناہ میں ملوث ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو

جَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللَّهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ إِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ بِهَذَا حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي نُفُوسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَإِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُونِّي وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا كَمَا قَالَ أَبُو يُوسُفَ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي قَالَتْ وَأَنَا وَاللَّهِ حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلَكِنْ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ يُنْزَلَ فِي شَأْنِي وَحْيٌ

میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ مجھے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا، میں نے اپنے والد سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی باتوں کا جواب دیجئے، انھوں نے کہا بہ خدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، انھوں نے (بھی) کہا بہ خدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، حضرت عائشہ نے کہا کہ میں ایک کم عمر لڑکی ہوں، میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی، بہ خدا مجھے یہ معلوم ہے کہ تم لوگوں نے اس تہمت کو سن لیا ہے اور یہ تم لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے، اور تم نے اس کی تصدیق کر دی ہے، اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بری ہوں، تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے میں اس گناہ سے بری ہوں، تو تم میری تصدیق کرو گے، اور بے شک بہ خدا میں اپنے اور تمہارے درمیان صرف حضرت یوسف کے والد کی مثال پاتی ہوں، انھوں نے کہا تھا میں صبر جمیل کرتا ہوں اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کے خلاف میں نے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں، میں جا کر لیٹ گئی اور بہ خدا مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برات کو ظاہر کر دے گا، اور بہ خدا یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق قرآن مجید میں وحی نازل فرمائیگا اور میں اپنی حیثیت اس سے کم سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا کلام نازل فرماتے گا جس کی قیامت تک تلاوت کی جائے گی، لیکن مجھے یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمائے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی

يُتْلَى وَلَشَأْنِي كَانَ أَحْقَرَ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللَّهُ بِهَا قَالَتْ فَوَاللَّهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ أَحَدٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ عِنْدَ الْوَحْيِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي الْيَوْمِ الشَّاتِ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللَّهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ عَشْرَ آيَاتٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ بَرَاءَتِي قَالَتْ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللَّهِ لَا أُنْفِقُ عَلَيْهِ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى إِلَى قَوْلِهِ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ قَالَ حِبَّانُ بْنُ مُوسَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هَذِهِ أَرْجَى آيَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ

ہیں کہ بہ خدا ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے اٹھے تھے نہ اٹھنے کا قصد کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے وقت جو شدت طاری ہوتی تھی وہ طاری ہوگئی، حتیٰ کہ اس انتہائی سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے اور آپ نے جو پہلی بات کی وہ یہ تھی: اے عائشہ تم کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت ظاہر کر دی، میری والدہ نے مجھ سے کہا حضور کے سامنے کھڑی ہو، میں نے کہا میں صرف اللہ کے سامنے کھڑی ہوں گی اور میں صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری براءت نازل فرمائی اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائی تھیں: "بے شک تم لوگوں میں سے جس جماعت نے تہمت لگائی ہے" یہ دس آیات تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں نازل فرمایا، حضرت ابوبکر مسطح سے قرابت اور اس کے فقر کی وجہ سے اس کو خرچ دیا کرتے تھے (اور حضرت مسطح بھی تہمت لگانے والوں میں تھے) حضرت ابوبکر نے کہا مسطح نے جو عائشہ پر تہمت لگائی ہے بہ خدا اس کے بعد میں اس کو کبھی خرچ نہیں دوں گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: "اور تم میں جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، (اے ایمان والو!) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے" عبداللہ بن مبارک نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید افزا یہ

لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرِي مَا عَلِمْتِ أَوْ مَا رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَهَذَا مَا انْتَهَى إِلَيْنَا مِنْ أَمْرِ هَؤُلَاءِ الرَّهْطِ وَقَالَ فِي حَدِيثِ يُونُسَ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ.

آیت ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے کہا بخدا میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے، پھر انھوں نے حضرت مسطح کو وہ خرچ دینا شروع کر دیا جو وہ پہلے دیا کرتے تھے اور کہا میں اس خرچ کو کبھی نہیں روکوں گا، حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ ان کو کیا علم ہے؟ انھوں نے کیا دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں، بخدا مجھے ان کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ علم نہیں، حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت زینب ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں میری ہمسر تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا، مگر ان کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش ان سے لڑیں اور تہمت کی ہلاکت میں مبتلا ہونے والوں دوسرے لوگوں کے ساتھ مبتلا ہو گئیں، زہری کہتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو اس جماعت کے معاملہ کے متعلق ہم تک پہنچی ہے، اور یونس کی روایت میں ہے کہ حضرت حمنہ کو تعصب نے تہمت لگانے پر ابھارا تھا۔

۶۸۹۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ وَمَعْمَرٍ بِإِسْنَادِهِمَا وَفِي حَدِيثِ فُلَيْحٍ اجْتَهَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ كَمَا قَالَ مَعْمَرٌ وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ كَقَوْلِ يُونُسَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ

امام مسلم نے اس حدیث کو دو مزید سندوں کے ساتھ روایت کیا، فلیح کی روایت میں ہے اس کو تعصب نے جاہل بنا دیا اور صالح کی روایت میں ہے اس کو تعصب نے ابھارا، نیز صالح کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت عائشہ حضرت حسان کو برا کہنا ناپسند کرتی تھیں (حضرت حسان بھی تہمت لگانے والوں میں تھے) اور فرماتی تھیں حسان کا یہ شعر ہے: "بے شک میرے باپ، میری ماں اور میری عزت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے ہیں" نیز اس روایت میں یہ اضافہ ہے: بخدا ــــــ

عِنْدَهَا حَسَّانُ وَتَقُوْلُ فَإِنَّهُ قَالَ ـ
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ
وَزَادَ أَيْضًا قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيْلَ لَهُ مَا قِيْلَ لَيَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ عَنْ كَنَفِ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَهِيْدًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي حَدِيْثِ يَعْقُوْبَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ مُوْعِرِيْنَ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مُوْغِرِيْنَ قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ مَا قَوْلُهُ مُوْغِرِيْنَ قَالَ الْوَغْرَةُ شِدَّةُ الْحَرِّ.

جس آدمی کے ساتھ یہ تہمت لگائی گئی یعنی حضرت صفوان بن معطل، وہ کہتے تھے سبحان اللہ! بخدا جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا، (یعنی وہ نامرد تھے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے واقعہ کے بعد وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، یعقوب بن ابراہیم کی روایت میں ہے: موعرین فی نحر الظہیرۃ ______ اور عبد الرزاق نے موغرین روایت کیا، عبد بن حمید کہتے ہیں میں نے عبد الرزاق سے پوچھا موغرین کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا وغر کا معنی ہے سخت گرمی۔

٦٨٩٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوْا أَهْلِي وَايْمُ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَلَا دَخَلَ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ وَلَا غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِي وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهِ وَفِيْهِ وَلَقَدْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي فَسَأَلَ جَارِيَتِي فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ عَجِيْنَهَا أَوْ قَالَتْ خَمِيْرَهَا شَكَّ هِشَامٌ فَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَصْدُقِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَسْقَطُوْا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب میرے متعلق ایک ناگفتہ بہ بات کہی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دو جنھوں نے میری اہلیہ پر تہمت لگائی ہے، بخدا میں نے اپنی اہلیہ پر کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی اور جس شخص کے ساتھ انھوں نے تہمت لگائی ہے بخدا مجھے اس میں بھی کسی برائی کا علم نہیں ہے، وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا، اور میں جب کبھی گھر سے باہر گیا تو وہ میرے ساتھ باہر گیا، اس کے بعد حسب سابق واقعہ بیان کیا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لے گئے، اور میری باندی (حضرت بریرہ) سے پوچھا، اس نے کہا: بخدا مجھے ان کے متعلق اس کے سوا اور کسی عیب کا علم نہیں ہے کہ وہ سو جاتی ہیں اور بکری آ کر ان کا آٹا کھا جاتی ہے، ہشام کو شک ہے کہ عجین کہا یا خمیر، آپ کے بعض اصحاب (حضرت علی) نے اس کو ڈانٹا اور کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سچ بولو،

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ وَقَدْ بَلَغَ الْأَمْرُ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ عَنْ كَنَفِ أُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقُتِلَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَفِيهِ أَيْضًا مِنَ الزِّيَادَةِ وَكَانَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا بِهِ مِسْطَحٌ وَحَمْنَةُ وَحَسَّانُ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ فَهُوَ الَّذِي كَانَ يَسْتَوْشِيهِ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ وَحَمْنَةُ۔

حتیٰ کہ انہوں نے اس کو اس قول کی وجہ سے گھما دیا، اس نے کہا سبحان اللہ! بہ خدا میں تو ان کو اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنار خالص سونے کی سرخ ڈلی کو جانتا ہے، (یعنی وہ بے عیب ہیں) اور جب اس شخص تک یہ خبر پہنچی جس کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی تو اس نے کہا: بہ خدا! میں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا، وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اور اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے جن لوگوں نے تہمت لگائی ان میں حضرت مسطح، حضرت حمنہ اور حضرت حسان بھی تھے اور رہا عبداللہ بن ابی منافق تو وہ اس تہمت کو ہوا دیتا تھا اور وہ اور حمنہ ہی اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلانے والے تھے۔

سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی میں مذاہب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں کسی زوجہ کو ساتھ لے جانے کے لیے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے، علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو بیوی کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مشہورہ موجود ہیں۔ علامہ ابو عبید نے کہا کہ حضرت یونس حضرت زکریا اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم، تینوں نبیوں علیہم السلام نے اس پر عمل کیا ہے۔ علامہ ابن منذر نے کہا اس کے عمل پر بہ منزلہ اجماع ہے، امام ابو حنیفہ کے مشہور مذہب میں یہ باطل ہے، اور امام ابو حنیفہ سے اسی کی اجازت بھی منقول ہے، امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ شوہر بغیر قرعہ اندازی کے اپنی جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اس کے لیے سفر میں زیادہ مفید ہو اور دوسری بیوی گھر کے کام کاج اور گھر کی حفاظت میں زیادہ ماہر ہو، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ علامہ ابن منذر نے کہا کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے، لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔ [1]

مذہب احناف کی وضاحت علامہ عینی کے حوالہ سے آرہی ہے۔

نزول وحی سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق علم، اور شبہات کے جوابات

اس حدیث میں ایک بحث یہ ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اور براءت کا علم تھا یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا [1]

بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے، اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

باقی رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت ام المومنین کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کی طرف توجہ کم کیوں کر دی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا حضرت ام المومنین کی طرف توجہ کم کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس تہمت کے بعد آپ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تاکہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر آپ کو حضرت ام المومنین کی براءت کا پہلے سے علم تھا تو آپ نے اس مسئلہ میں اصحاب سے استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس لیے کیا تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب ان کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انہوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی۔ آپ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا، حضرت عائشہ کی سوکن (حضرت زینب بنت جحش) حضرت عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے حضرت ام المومنین کی براءت اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بہ یک زبان کہا کہ ہم حضرت عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لیے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض محال تم سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو، قرآن مجید میں اس قسم کی بہ کثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتب من قبلک [3]

(یونس: ۱۰)

تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرماتا ہے:

فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون

پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(آل عمران: ۸۲) پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدین (زخرف: ۸۱) آپ فرمائیے! اگر (بہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اسلوب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو! اور یہ تحقیق اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فرمایا تھا اور اس ارشاد میں امت کے لیے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے یہ غلطی ہو جائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلانا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے جواب میں یہ کہا تھا کہ "تم لوگوں نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں یہ بات قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے اگر اب میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ اس خطاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روئے سخن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں تھا، اس قول میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا لیکن یہ خطاب ان لوگوں کے لیے تھا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقین کے بہکانے سے تہمت لگانے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی براءت اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے، نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے، ایسے میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ اپنے اہل کی رعایت فرما رہے ہیں اور آپ کے متعلق بدگمانی کر کے کافر ہو جاتے۔

کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی[1] تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہو گا!

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

قال الضحاک عن ابن عباس ما بغت امراۃ نبی قط[2] ضحاک نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس علی ہامش درمنثور ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۴۳، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اخرج غیر واحد عن ابن عباس ما زنت امراۃ نبی قط، ورفعہ اشرس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

متعدد ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی" اشرس نے کہا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن عساکر عن اشرس الخراسانی رضی اللہ عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما بغت امراۃ نبی قط (الی قولہ) واخرج ابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ما بغت امراۃ نبی قط۔ [2]

امام ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ اشرس خراسانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اور امام ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو امام رازی،[3] علامہ قرطبی[4] اور علامہ نووی نے بھی ذکر کیا ہے۔[5]

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن منذر اور امام ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی" تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور اس تہمت سے براءت کے متعلق کیسے علم نہیں ہوگا!

حضرت عائشہ کی براءت پر علماء اہل سنت کے دلائل

امام رازی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا اس فاحشہ کے ارتکاب سے مانع ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کفار کو دین حق کی طرف دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اس لیے واجب ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے، اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت نفرت کرتے ہیں، اگر یہ سوال ہو کہ نبی کی بیوی کا کافرہ ہونا کیوں جائز ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں اور جب ان کا کافرہ ہونا جائز ہے تو فاجرہ ہونا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے نزدیک کفر موجب نفرت نہیں ہے اور بیوی کا فاجرہ ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے۔

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت عائشہ کا یہ حال معروف تھا کہ وہ فحش کاموں کے اسباب اور محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور جس شخصیت کا یہ حال معروف ہو اس کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فاحشہ کی تہمت لگانے والے منافقین اور ان کے متبعین تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ دشمن کی اڑائی ہوئی بات بے بنیاد ہوتی ہے، ان قرائن سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس تہمت کا جھوٹا ہونا آپ کو نزول وحی سے پہلے ہی معلوم تھا۔

تہمت لگانے والوں میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول، زید بن رفاعہ، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش اور ان کے موافقین تھے۔ [۱]

علامہ ابو البرکات نسفی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے، کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو آپ کو اس فاحشہ کے ساتھ ملوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔ حضرت عثمان نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لیے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لیے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا! اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین میں گندی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے پیر سے وہ جوتی اتار دیں تاکہ آپ کے پیر میں وہ گندی والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ اس فاحشہ سے ملوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا، اور حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں! انہوں نے کہا اور اگر میں حضرت عائشہ کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ [۲]

حضرت عائشہ کی برأت پر علماء شیعہ کے دلائل

شیعہ مفسرین میں سے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی لکھتے ہیں:

فالاٰیۃ دالۃ علی کذب من قذف عائشۃ واَفک علیہا۔ [۳]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی وہ جھوٹا ہے۔

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[۲] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ ھ، مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
[۳] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ ھ، تبیان ج ۷ ص ۴۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۳ھ

نیز شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

ایشاں در دروغ گویان در ظاہر و باطن چہ اگر گواہ آوردندے در ظاہر در حکم کاذب نبودندے اما در باطن کاذب بودندے زیرا کہ ایں صورت در ازواج انبیاء ممتنع است و چوں گواہ نیاوردند در ظاہر نیز کاذب بدند۔[1]

یہ تہمت لگانے والے ظاہر اور باطن میں جھوٹے تھے، کیونکہ اگر وہ گواہ پیش کر دیتے تو ظاہر میں تو جھوٹے نہ ہوتے لیکن باطن میں جھوٹے ہوتے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لیے یہ صورت ممتنع ہے اور جب وہ گواہ پیش نہیں کر سکے تو باطن کی طرح ظاہر میں بھی جھوٹے ہوئے۔

نیز شیخ کاشانی لکھتے ہیں:

چہ فجور زوجات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم موجب تنفیر مردم است از آنحضرت و انبیاء مبعوث شدہ اند بکفار بجہت آنکہ ایشاں را دعوت کنند بدین خدا پس واجب است کہ منتفی باشد از ایشاں چیزے کہ موجب تنفیر کفار باشد و کشخیت از اعظم منفر است بخلاف کفر کہ نزد ایشاں منفر نبود از ایں جہت واجب است کہ ازواج انبیاء از فجور مصون باشند و لازم نیست کہ از کفر بری باشند۔[2]

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے فاحشہ کا صدور لوگوں کی حضور سے نفرت کا موجب ہے، اور انبیاء علیہم السلام کفار کی طرف اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کو اللہ کے دین کی دعوت دیں، اس لیے واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ رہیں جو کفار کے تنفر کا موجب ہو اور بدکاری سب سے زیادہ تنفر کا موجب ہے، اس کے برخلاف کفر ان کے نزدیک تنفر کا موجب نہیں ہے۔ اس لیے واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج اس فاحشہ سے محفوظ ہوں، اور یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کفر سے بری ہوں۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

لان اللہ تعالٰی یبری عائشۃ ویاجرھا بصبرھا واحتسابھا ویلزم اصحاب الافک ما استحقوہ بالاثم الذی ارتکبوھا فی امرھا۔[3]

کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ کو بری کر دے گا اور ان کو ان کے صبر کرنے پر اجر عطا فرمائے گا اور تہمت لگانے والوں کو وہ سزا ملے گی جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق نازل ہونے والی قرآن مجید کی آیات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میری برأت کے متعلق دس آیات نازل فرمائیں وہ دس آیات یہ ہیں:

[1] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۸۳۔۲۸۲، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

[2] ایضاً، منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۸۴،

[3] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۷ ص ۲۰۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

إن الذين جاءو بالافك عصبة منكم ط لا تحسبوه شرا لكم ط بل هو خير لكم ط لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم ج والذي تولى كبره منهم له عذاب عظيم ٥ لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا ۷ وقالوا هذا افك مبين ٥ لولا جاءو عليه باربعة شهداء فاذ لم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون ٥ ولولا فضل الله عليكم ورحمته في الدنيا والاخرة لمسكم في ما افضتم فيه عذاب عظيم ٥ اذ تلقونه بالسنتكم وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا و هو عند الله عظيم ٥ ولولا اذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهذا ق سبحانك هذا بهتان عظيم ٥ يعظكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم مؤمنين ٥ ويبين الله لكم الايات ط والله عليم حكيم ٥ ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة في الذين امنوا لهم عذاب اليم لا في الدنيا والاخرة ط و الله يعلم وانتم لا تعلمون ٥ ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله رءوف رحيم ـ

(نور : ۱۱-۲۰)

بے شک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ پر) کھلا بہتان لگایا وہ تم میں سے ایک گروہ ہے تم اس بہتان کو اپنے لیے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ (بالآخر) تمہارے لیے خیر ہے، اس گروہ میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا، اور ان میں سے جس نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اس بہتان کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کر لیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے، یہ لوگ اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہیں لے کر آئے، پس جب وہ گواہ نہ لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو جس بہتان کو پھیلانے میں تم لگ گئے تھے اس کی وجہ سے تم کو بہت بڑا عذاب پہنچتا، جب تم اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے (سن کر) یہ بات لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور جب تم نے اس بہتان کو سنا تو تم نے اسی وقت یہ کیوں نہ کہہ دیا اس قسم کی بات ہمیں سزاوار نہیں، اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرماتا ہے، تم پھر ایسی بات کبھی نہ کہنا، اور اللہ تمہارے لیے یہ آیتیں (کھول کر) بیان فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا ہے بڑی حکمت والا ہے، بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اللہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم کو بھی ہلاک ہونا) اور بے شک اللہ نہایت رحم فرمانے والا اور بے حد مہربانی کرنے والا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ان آیات میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت ہے، اگر تم تمام قرآن کو کھنگال کر دیکھو تو تمہیں علم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی معصیت پر اتنی سخت وعید نازل نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ کی تہمت پر وعید نازل فرمائی ہے اور جتنی سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے۔[1]

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے کچھ ایسے خصوصی فضائل ہیں جو اور کسی میں نہیں ہیں، البتہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم بنت عمران کو عطا فرمائیں وہ مستثنیٰ ہیں اور میں یہ نہیں کہتی کہ میں ان اوصاف کی وجہ سے دیگر ازواج مطہرات پر فخر کرتی ہوں، پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: فرشتہ میری صورت لے کر نازل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر میں مجھ سے نکاح کیا نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی، میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت کا حضور سے نکاح نہیں ہوا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بستر پر تھی تو آپ پر وحی نازل ہوئی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھی، میرے متعلق قرآن مجید کی (دس) آیات نازل ہوئیں، میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی حضرت جبرائیل کو نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے حجرے میں وصال ہوا، میرے اور فرشتے کے سوا اور کوئی آپ کے قریب نہیں تھا۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی وجہ سے برأت بیان کی، حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو ان کی برأت ایک پتھر نے بیان کی، حضرت مریم کی برأت ان کے بیٹے نے بیان کی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی (دس) آیات میں بیان کی جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی، روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس نے آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عائشہ نے فرمایا اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا، حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن عباس کو یہ بتایا، حضرت ابن عباس نے کہا جب تک ام المؤمنین مجھ کو اجازت نہیں دیں گی، میں نہیں آؤں گا، حضرت عائشہ نے اجازت دے دی، حضرت ابن عباس آئے تو حضرت عائشہ نے کہا میں دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، حضرت ابن عباس نے کہا اے ام المؤمنین آپ کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے، اور آپ کی برأت کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل کی ہیں جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو طیب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طیبات طیبین کے لیے ہیں اور طیبون طیبات کے لیے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم طیب کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے تیمم کا حکم نازل کیا اور فرمایا صعید پاک مٹی سے وضو کرو۔ (نیز آپ کی وجہ سے حد قذف مقرر ہوئی) روایت ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی، حضرت زینب نے فرمایا میں وہ ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا، اور حضرت عائشہ نے فرمایا میں وہ

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے براءت بیان کی جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا حضرت زینب نے پوچھا آپ نے سوار ہوتے وقت کیا کہا تھا حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے کہا تھا: حسبی اللہ ونعم الوکیل حضرت زینب نے کہا یہی مومنوں کی نشانی ہے۔ [1]

حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اس طویل حدیث کے متعدد قطعات کو راویوں نے بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی تقطیع کرنا جائز ہے، اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔
۲۔ ازواج کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنے کا جواز۔
۳۔ خواتین کے غزوات میں شرکت ہونے کا جواز۔
۴۔ خواتین کے اونٹ پر سوار ہونے اور کجاوہ میں بیٹھنے کا جواز۔
۵۔ سفر میں مردوں کا خواتین کی خدمت کرنے کا جواز۔
۶۔ لشکر کی روانگی کا امیر کے حکم پر موقوف ہونا۔
۷۔ بیوی کا قضاء حاجت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر جنگل میں جانے کا جواز۔
۸۔ خواتین کے لیے سفر میں ہار پہننے کا جواز۔
۹۔ غیر محرم کا عورت کو کجاوہ میں بٹھانے کا جواز اور یہ کہ غیر محرم سفر میں عورت کے ساتھ بلا ضرورت بات نہ کرے۔
۱۰۔ عورتوں کے کم کھانے کا استحسان تاکہ جسم پر گوشت کی تہیں نہ چڑھیں۔
۱۱۔ بعض آدمیوں کو لشکر سے پیچھے رکھنا تاکہ اگر کوئی شخص لشکر سے بچھڑ جائے تو وہ اس کو لشکر کے ساتھ لاحق کردے۔
۱۲۔ مسکین کی مدد کرنا، جو قافلہ سے بچھڑ گیا ہو اس کو قافلہ سے لاحق کرنا اور صاحب اقتدار کی تکریم کرنا جیسا کہ حضرت صفوان نے کیا۔
۱۳۔ خواتین کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ پیش آنا خصوصاً جنگل کی تنہائی میں، جیسا کہ حضرت صفوان نے از خود بغیر کہے اونٹ کو بٹھایا اور اونٹ کے پیچھے پیچھے چلے۔
۱۴۔ ایثار کا بیان کیونکہ حضرت صفوان خود پیدل چلے اور حضرت عائشہ کو سوار کرایا۔
۱۵۔ دین اور دنیا کی کسی بھی مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کا استحباب۔
۱۶۔ اجنبی شخص خواہ صالح ہو یا نہ ہو اس سے چہرہ کے پردہ کا بیان، کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنی چادر میں چہرہ چھپالیا۔
۱۷۔ بغیر طلب کے قسم کھانے کا بیان۔
۱۸۔ کسی شخص نے کسی پر تہمت لگائی ہو تو اس کا اس شخص سے ذکر نہ کرنے کا استحباب، کیونکہ ایک ماہ تک

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا۔

۱۹۔ خاوند کا بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور لطف کے ساتھ پیش آنا۔

۲۰۔ جب بیوی کے متعلق کوئی تہمت سنی جائے تو اس سے لطف میں کمی کرنا، تاکہ بیوی اس کی وجہ دریافت کرے اور سبب پر مطلع ہونے کے بعد اس کا ازالہ کرے۔

۲۱۔ مریض سے اس کا حال پوچھنے کا استحباب۔

۲۲۔ عورت جب جنگل میں قضاء حاجت کے لیے جائے تو رفاقت کے لیے اپنے ساتھ کسی خاتون کو لے جائے۔

۲۳۔ اگر کسی شخص کا کوئی عزیز یا رشتہ دار کسی معزز شخص کو اذیت دے تو اس کو برا جاننا جس طرح حضرت مسطح کی، ان کے مسطح کی تہمت لگانے کو برا جانا۔

۲۴۔ اہل بدر کی فضیلت اور ان کی طرف سے دفاع کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ نے حضرت مسطح کی طرف سے دفاع کیا۔

۲۵۔ اہل بدر کی مغفرت کا اعلان اس بات کو مستلزم نہیں کہ بعد میں وہ گناہ کریں گے اور ان کو دنیاوی سزا نہیں ملے گی، کیونکہ حضرت مسطح نے تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری ہوئی۔ البتہ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دی جائے گی اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

۲۶۔ کسی قانون کا مؤخر بہ ماضی ہونا، کیونکہ حد قذف کا حکم نازل ہونے سے پہلے جنہوں نے تہمت لگائی تھی ان پر بھی حد جاری کی گئی۔

۲۷۔ بیوی کا اپنے میکے جانے کے لیے خاوند سے اجازت طلب کرنا۔

۲۸۔ تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا۔

۲۹۔ کسی شخص کا اپنے خانگی امور میں اپنے احباب اور عزیزوں سے مشورہ کرنا۔

۳۰۔ کسی تہمت کے متعلق تحقیق اور تفتیش کرنا اور کسی کے احوال معلوم کرنا، البتہ بلا ضرورت تجسس کرنا منع ہے۔

۳۱۔ کسی پیش آمدہ حادثہ کے متعلق امام کا لوگوں سے خطاب کرنا۔

۳۲۔ اگر کسی شخص کی طرف سے مسلمانوں کے امیر کو اذیت پہنچی ہو تو اس کی مسلمانوں سے شکایت کرنا۔

۳۳۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے فضائل جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور حضرت عائشہ کے بیان سے ظاہر ہوئے۔

۳۴۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت۔

۳۵۔ فتنہ کو بند کرنا، لوگوں کے جوش اور غضب کو ٹھنڈا کرنا اور لڑائی جھگڑے کو بند کرانا۔

۳۶۔ توبہ پر برانگیختہ کرنا اور توبہ کی قبولیت۔

۳۷۔ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کا بڑوں کی طرف کلام کو مفوض کرنا، چنانچہ حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ حضور سے بات کریں۔

۳۸۔ قرآن مجید کی آیات سے استشہاد کرنا۔

۳۹۔ جس شخص کو کوئی تازہ نعمت ملی ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہوئی ہو اس کو مبارک باد دینا۔

۴۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے برأت قطعی برأت ہے جو قرآن مجید میں منصوص ہے، سو جو انسان اس میں شک کرے گا وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا، حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔
۴۱۔ جب کوئی تازہ نعمت ملے تو اس پر فوراً شکر ادا کرنا، جس طرح حضرت عائشہ نے برأت کی آیات نازل ہونے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا۔
۴۲۔ ولا یأتل اولوا الفضل - میں حضرت ابوبکر کی فضیلت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب فضل فرمایا۔
۴۳۔ رشتہ دار اگرچہ بدسلوکی کریں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جیسا کہ حضرت ابوبکر کو حضرت مسطح کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔
۴۴۔ لوگوں کی بدسلوکی کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا بیان۔
۴۵۔ نیکی کے راستہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا استحباب۔
۴۶۔ اگر کوئی شخص نیکی نہ کرنے کی قسم کھائے تو مستحب یہ ہے کہ وہ نیکی کرے اور قسم کا کفارہ دے، جس طرح حضرت ابوبکر نے کیا۔
۴۷۔ حضرت ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت۔
۴۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلق کی عظمت کیونکہ حضرت حسان کے تہمت لگانے کے باوجود حضرت عائشہ ان کی طرف سے مدافعت کرتی تھیں۔
۴۹۔ مسلمانوں کا اپنے امیر کے اہل کی عزت و حرمت کے لیے غضب ناک ہونا، جس طرح حضرت سعد بن معاذ اور دیگر صحابہ غضب میں آگئے۔
۵۰۔ متعصب کو سب کرنے کا جواز جیسا کہ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑتے ہو اور اس سے ان کی مراد نفاق حقیقی نہیں تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

۵۱۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر کے لیے ازواج میں قرعہ اندازی کرنا باطل ہے اور ان سے اجازت کی بھی حکایت ہے اور علامہ ابن منذر وغیرہ نے کہا کہ قیاس کا تقاضا قرعہ اندازی کو ترک کرنا ہے لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب قرعہ اندازی کو باطل کرنا نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا بلکہ الطحاوی نے یہ کہا ہے کہ قیاس قرعہ اندازی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں بیوی کے ساتھ لے جانے کو قرعہ پر معلق کرنا ہے اور یہ قمار ہے اس سے بیوی کے ساتھ جانے کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا لیکن ہم نے احادیث کی بناء پر اس قیاس کو ترک کر دیا اور اس تعامل کی وجہ سے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک بغیر کسی اختلاف کے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸ - ۳۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عمل ہوتا آیا ہے اور یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی خوشنودی کے لیے ایسا کیا، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر حضر میں بھی ازواج مطہرات کی باری میں مساوات واجب نہیں تھی، اور قدوری میں یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ سفر میں ازواج کا کوئی حق نہیں اور خاوند کی مرضی ہے وہ جس زوجہ کو چاہے سفر میں لے جائے اور علامہ اقطع نے اس کی شرح میں یہ لکھا کیونکہ خاوند پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے ایک معین کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے اور اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ ان کی خوشنودی کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

۲۔ عورتوں کا کسی ایک کو نیک قرار دینا جائز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت اور دین داری میں ان کے کمال کو بیان کیا، امام ابوحنیفہ نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض عورتوں کا بعض دوسری عورتوں کو نیک قرار دینا اور ان کی تعدیل کرنا جائز ہے۔

۳۔ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اہلیہ یا آپ کی عزت کے متعلق ایذاء دے اس کو قتل کر دیا جانے گا کیونکہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہا کہ اگر یہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں کیا اور علامہ ابن بطال نے یہ کہا کہ اسی طرح جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس چیز کے ساتھ متہم کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے علامہ مہلب نے کہا میرا نظریہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جس زوجہ پر بھی زنا کی تہمت لگائی جائے گی اس تہمت لگانے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔

۴۔ صبر جمیل کی دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین ہے۔

۵۔ جس شخص پر حد لگانے سے امت میں تفرقہ اور انتشار کا خدشہ ہو اس پر حد نہ لگائی جائے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن سلول پر حد نہیں لگائی۔

۶۔ کسی باطل چیز کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کر دو گے۔

۷۔ وحی کا نزول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع نہیں تھا، کیونکہ اس موقع پر ایک ماہ تک آپ پر وحی نہیں کی گئی، اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

۸۔ عورتوں کا سونے، چاندی موتی اور سیپیوں کے زیورات پہننا جائز ہے۔

۹۔ کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا جس طرح حضرت عائشہ نے اپنے ہار کو تلاش کیا، اور مال کو ضائع ہونے سے بچانا جائز ہے۔

۱۰۔ کسی شخص کے متعلق جو خبر گشت کر رہی ہو اس کے متعلق تحقیق کرنا کہ آیا اس سے پہلے بھی اس نے ایسا کام کیا تھا یا نہیں، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ، حضرت اسامہ اور حضرت زینب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنہائی کے معمولات اور دیگر افعال کے متعلق سوالات کیے اور یہ کہ حکم ظاہری افعال پر لگایا جاتا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ”میں حضور کے لیے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی“

جب حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو، اللہ نے تمہاری براءت کر دی ہے اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو تو حضرت عائشہ نے کہا بہ خدا میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا یہ کلام بہ منزلہ عتاب تھا کیونکہ مسلمانوں نے آپ کے معاملہ میں شک کیا حالانکہ ان کو حضرت عائشہ کی نیک چلنی اور پاکیزہ سیرت کا بخوبی علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ ظالموں نے آپ پر جو بغیر کسی حجت اور دلیل کے جھوٹی تہمت لگائی ہے آپ کا دامن اس سے بری ہے [2] (علامہ عینی نے یہ عبارت علامہ نووی سے نقل کی ہے۔)

اس عبارت کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے کہا میں صرف اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی حمد کروں گی جس نے میری براءت کو نازل کیا اور مجھ پر غیر متوقع انعام کیا، جیسا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا تھا میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق ایسی وحی نازل کرے جس کی تلاوت کی جائے۔ [3]

حضرت عائشہ نے جو فرمایا میں حضور کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی اس کلام کے متعلق یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا معاذ اللہ! یا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض تھیں جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ عینی نے حضرت عائشہ کے اس کلام کو عتاب پر محمول کیا ہے، بلکہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عظیم احسان کیا ہے اور ان کو نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے تو اس نعمت اور احسان پر سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرنی چاہیے ورنہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کے شکر کا کیسے انکار کر سکتی ہیں جبکہ یہ عظیم نعمت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہی ملی تھی اس لیے آپ کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کا شکر نہیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا شکر ادا کروں گی۔!

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ غزوہ بنو المصطلق کا واقعہ ہے جو ۶ھ میں ہوا تھا، علامہ ابن التین وغیرہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، دوسروں

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۶-۲۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ ملخصاً

[2] " " " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۴،

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لے کہا یہ شعبان سنہ ۵ھ میں ہوا، یہ غزوہ مریسیع کے نام سے بھی مشہور ہے، موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ سنہ ۴ھ میں ہوا، یہ تین قول ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ غزوہ مریسیع کا واقعہ ہے اسی کو غزوہ بنو المصطلق بھی کہتے ہیں اور یہ سنہ ۶ھ میں ہوا تھا۔ [2]

بَابُ ٩٩٩ بَرَاءَةِ حَرَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرِّيبَةِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم کی تہمت سے برات

٦٨٩٥ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يُتَّهَمُ بِأُمِّ وَلَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اذْهَبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ فَأَتَاهُ عَلِيٌّ فَإِذَا هُوَ فِي رَكِيٍّ يَتَبَرَّدُ فِيهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ اخْرُجْ فَنَاوَلَهُ يَدَهُ فَأَخْرَجَهُ فَإِذَا هُوَ مَجْبُوبٌ لَيْسَ لَهُ ذَكَرٌ فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَمَجْبُوبٌ مَا لَهُ ذَكَرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ام ولد کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا جاؤ اس کی گردن اڑا دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا نکلو، اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، پھر حضرت علی اس کو قتل کرنے سے رک گئے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، اور کہا یا رسول اللہ اس کا عضو تناسل تو کٹا ہوا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص منافق تھا اور کسی اور وجہ سے قتل کا مستحق تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر اس کے قتل سے رک گئے کہ آپ نے اس کے زنا کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ [3]



[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۰، ۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۸، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب صفات المنافقین و احکامہم

منافقین کی صفات اور ان کے احکام

باب: ۹۹۶

٦٨٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ قَالَ زُهَيْرٌ وَهِيَ قِرَاءَةُ مَنْ خَفَضَ حَوْلَهُ وَقَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ مَا فَعَلَ فَقَالَ كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوهُ شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيقِي إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالَ ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ فَلَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَقَوْلُهُ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ وَقَالَ كَانُوا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ.

٦٨٩٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے جس میں لوگوں کو بہت تکلیف پہنچی، عبد اللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ ان سے الگ نہ ہو جائیں ان کو کچھ مت دو، زہیر کہتے ہیں کہ یہ اس کی قرأت ہے جس نے من حولہ پڑھا اور ابن ابی نے کہا اگر ہم مدینہ کو لوٹ گئے تو عزت والے مدینے سے ذلت والوں کو نکال دیں گے، حضرت زید بن ارقم نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی، آپ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا کر اس سے اس بات کے متعلق پوچھا اس نے بہت پکی قسم کھائی کہ اس نے ایسا نہیں کہا اور (حضرت) زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا ہے حضرت زید نے کہا مجھے ان لوگوں کی اس بات سے بہت رنج ہوا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں یہ آیت نازل کی: "جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں" پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مغفرت طلب کرنے کے لیے ان کو بلایا تو انہوں نے (تکبر سے) اپنے سر مٹکائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "گویا کہ وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں" حضرت زید نے کہا بظاہر یہ لوگ بہت اچھے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لائے، اس کو قبر سے نکال کر اپنے گھٹنوں پر رکھا، اس پر اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی، پس

جَابِرًا يَقُولُ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ فَأَخْرَجَهُ مِنْ قَبْرِهِ فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

۶۸۹۸ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُفْيَانَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے دفن کیے جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے۔ اس کے بعد حدیث سفیان کی مثل ہے۔

۶۸۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللّٰهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً وَسَأَزِيدُهُ عَلَى سَبْعِينَ قَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، آپ نے ان کو وہ قمیص عطا کی پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم ان کے لیے استغفار کرو یا استغفار نہ کرو، اگر تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کیا" اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر نے کہا وہ منافق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اور ان (منافقین) میں سے جو شخص بھی مر جائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں"۔

۶۹۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ قَالَ فَتَرَكَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے منافقین پر نماز پڑھنے کو ترک کر دیا۔

٦٩٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ اجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ أَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ قَلِيلٌ فِقْهُ قُلُوبِهِمْ كَثِيرٌ شَحْمُ بُطُونِهِمْ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَتُرَوْنَ اللَّهَ يَسْمَعُ مَا نَقُولُ وَقَالَ الْآخَرُ يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا وَلَا يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا وَقَالَ الْآخَرُ إِنْ كَانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَهُوَ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ الْآيَةَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس تین آدمی جمع ہوئے، ان میں سے دو قریشی تھے اور ایک ثقفی تھا یا دو ثقفی تھے اور ایک قریشی تھا، قریشیوں کے دلوں میں دین کی سمجھ کم تھی اور ان کے پیٹوں میں چربی زیادہ تھی، ان میں سے ایک شخص نے کہا تمہارا کیا خیال ہے اللہ ہماری بات سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا اگر ہم زور سے بولیں تو سنتا ہے اور اگر آہستہ بولیں تو نہیں سنتا، تیسرے نے کہا جب وہ ہمارے زور سے بولنے کو سنتا ہے تو وہ ہمارے آہستہ بولنے کو بھی سنتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "اور تم اپنے گناہ اس لیے نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گے لیکن تم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کاموں کو نہیں جانتا اور تمہارے اپنے رب کے ساتھ تمہارے اسی گمان نے تمہیں ہلاک کر دیا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔"

٦٩٠٢ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ح وَقَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بِنَحْوِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

٦٩٠٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أُحُدٍ فَرَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ كَانَ مَعَهُ فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ فِرْقَتَيْنِ قَالَ بَعْضُهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ کی طرف گئے، آپ کے ساتھ جانے والوں میں سے چند لوگ لوٹ آئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ان لوٹنے والوں کے متعلق دو گروہ ہو گئے، بعض نے کہا ہم ان کو قتل کر دیں گے اور بعض نے کہا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: "تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے متعلق تمہارے دو گروہ ہو گئے۔"

٦٩٠٤ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

۶۹۰۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُنَافِقِينَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا إِذَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوا عَنْهُ وَفَرِحُوا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوا إِلَيْهِ وَحَلَفُوا وَأَحَبُّوا أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَنَزَلَتْ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچھ منافقین ایسے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ جہاد کے لیے جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے پر خوش ہوتے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو آپ کے پاس آکر بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے اور یہ خواہش کرتے کہ لوگ ان کی ان کاموں پر تعریف کریں جو انھوں نے نہیں کیے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی: "ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے سو ان کے متعلق عذاب سے نجات کا گمان نہ کرو۔"

۶۹۰۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ اذْهَبْ يَا رَافِعُ لِبَوَّابِهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ مِنَّا فَرِحَ بِمَا أَتَى وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا لَكُمْ وَلِهٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عَبَّاسٍ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ هٰذِهِ الْآيَةَ وَتَلَا ابْنُ عَبَّاسٍ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَخَرَجُوا قَدْ أَرَوْهُ أَنْ قَدْ أَخْبَرُوهُ بِمَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ وَ

حمید بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا "اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاکر کہو کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے اور اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کیے، اگر ایسے شخص کو عذاب دیا جائے تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا" حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے، یہ آیت تو اہل کتاب کے متعلق نازل کی گئی ہے، پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیات تلاوت کیں "اور یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے معمولی معاوضہ کے بدلے اس عہد کو اپنے پس پشت پھینک دیا، تو جس چیز کو وہ خرید رہے ہیں وہ کیسی بری ہے، ان کو ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے تو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کرنا

اسْتَحْمَدُوا بِذٰلِكَ إِلَيْهِ وَفَرِحُوا بِمَا أَتَوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ إِيَّاهُ مَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ۔

کہ وہ عذاب سے نجات پا گئے۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے اس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا لیا اور اس کے بجائے کسی اور چیز کی خبر دی اور آپ پر یہ ظاہر کرتے ہوئے نکلے کہ انھوں نے آپ کو وہ چیز بتا دی ہے جس کا آپ نے ان سے سوال کیا تھا، اور اس بتانے پر آپ سے تعریف کے طالب ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوال کی ہوئی چیز کے چھپانے پر خوش ہوئے۔

٦٩٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلٰكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ۔

قیس نے کہا میں نے حضرت عمار سے پوچھا: بتائیں کہ آپ نے حضرت علی کے معرکہ میں جو کارروائی کی، (یعنی ان کا ساتھ دیا) آیا یہ آپ کا اپنا اجتہاد تھا، یا آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عہد لیا تھا؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی ایسا عہد نہیں لیا جس کو آپ نے تمام لوگوں سے عہد نہ لیا ہو، لیکن حضرت حذیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ میرے اصحاب کی طرف منسوب ہیں ان میں بارہ منافق ہیں، ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہوگا (راوی کہتے ہیں اور چار کے متعلق مجھے یاد نہیں رہا کہ راوی نے کیا کہا تھا۔ (دبیلہ سے مراد ایک قسم کا پھوڑا ہے۔)

٦٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قُلْنَا لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتَ قِتَالَكُمْ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ فَإِنَّ الرَّأْيَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ أَوْ عَهْدًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ بتلائیے کہ آیا آپ نے اس جنگ میں اپنی رائے سے حصہ لیا تھا کیونکہ رائے کبھی غلط ہوتی ہے اور کبھی صحیح، یا اس معاملہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد لیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عہد نہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــــ قَالَ إِنَّ فِي أُمَّتِي قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ حَدَّثَنِي حُذَيْفَةُ وَقَالَ غُنْدَرٌ أُرَاهُ قَالَ فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُونَ رِيحَهَا حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ

لیا جو آپ نے تمام لوگوں سے نہ لیا ہو، اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ حضرت حذیفہ نے بیان کیا تھا کہ) میری امت میں بارہ منافق ہیں، وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے نہ جنت کی خوشبو پائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل نہ ہو جائے، ان میں سے آٹھ کو دبیلہ (ایک قسم کا پھوڑا) کافی ہو گا یعنی ان کے کندھوں میں آگ کا ایک چراغ پیدا ہو گا جو ان کے سینوں کو توڑتا ہوا نکل جائے گا۔

٦٩٠٩ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جُمَيْعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ وَبَيْنَ حُذَيْفَةَ بَعْضُ مَا يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ كَمْ كَانَ أَصْحَابُ الْعَقَبَةِ قَالَ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ أَخْبِرْهُ إِذْ سَأَلَكَ قَالَ كُنَّا نُخْبَرُ أَنَّهُمْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ كُنْتَ مِنْهُمْ فَقَدْ كَانَ الْقَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَأَشْهَدُ بِاللهِ أَنَّ اثْنَيْ عَشَرَ مِنْهُمْ حَرْبٌ لِلهِ وَلِرَسُولِهِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ وَعَذَرَ ثَلَاثَةً قَالُوا مَا سَمِعْنَا مُنَادِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَلِمْنَا بِمَا أَرَادَ الْقَوْمُ وَقَدْ كَانَ فِي حَرَّةٍ فَمَشَى فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ قَلِيلٌ فَلَا يَسْبِقُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ فَوَجَدَ قَوْمًا قَدْ سَبَقُوهُ فَلَعَنَهُمْ يَوْمَئِذٍ.

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کا حضرت حذیفہ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جیسا کہ عام طور سے لوگوں میں ہوتا ہے، اس نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ اہل عقبہ کتنے تھے، لوگوں نے حضرت حذیفہ سے کہا جب یہ آپ سے پوچھ رہا ہے تو اس کو بتا دیجئے، انہوں نے کہا ہم کو یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ چودہ ہیں، اگر تم بھی ان میں سے ہو تو پھر وہ پندرہ ہیں، انہوں نے کہا میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ وہ ہیں جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں اور باقی تین آدمیوں نے یہ کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی کوئی آواز نہیں سنی اور نہ ہم کو قوم کے ارادہ کی خبر ہے، اس وقت حضور حرہ میں جا رہے تھے، آپ نے فرمایا پانی بہت کم ہے مجھ سے پہلے کوئی پانی پر نہ پہنچے، آپ نے دیکھا کچھ لوگ آپ سے پہلے پانی پر پہنچ گئے، آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔

٦٩١٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرار کی گھاٹی پر کون چڑھے گا؟ کیونکہ اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جائیں گے جس طرح بنو اسرائیل کے گناہ جھڑ گئے

فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُلُّكُمْ مَغْفُورٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا لَهُ تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأَنْ أَجِدَ ضَالَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔

تھے، حضرت جابر نے کہا تو سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے یعنی بنو خزرج کے گھوڑے چڑھے، پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرخ اونٹ والے کے سوا تم میں سے ہر شخص کی مغفرت ہو جائے گی، ہم اس کے پاس گئے اور اس سے کہا چلو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے استغفار کریں گے اس بدبخت نے کہا بخدا اگر مجھے اپنی گم شدہ چیز مل جائے تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارا پیغمبر میرے لیے استغفار کرے، وہ شخص اس وقت اپنی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا۔

۶۹۱۱- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ أَوِ الْمَرَارِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَإِذَا هُوَ أَعْرَابِيٌّ جَاءَ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرار یا مرار کی گھاٹی پر کون چڑھے گا، یہ روایت حضرت معاذ کی حدیث کی مثل ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ وہ ایک اعرابی تھا جو اپنی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا۔

۶۹۱۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مِنَّا رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَدْ قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَكَانَ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا حَتّٰى لَحِقَ بِأَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ فَرَفَعُوهُ قَالُوا هٰذَا قَدْ كَانَ يَكْتُبُ لِمُحَمَّدٍ فَأُعْجِبُوا بِهِ فَمَا لَبِثَ أَنْ قَصَمَ اللّٰهُ عُنُقَهُ فِيهِمْ فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا فَتَرَكُوهُ مَنْبُوذًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ بنو النجار میں سے ایک شخص تھا، اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی تھی اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت کرتا تھا، وہ بھاگ گیا اور اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہو گیا، انھوں نے اس شخص کو اٹھا لیا اور کہا یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لیے کتابت کرتا تھا، وہ اس سے بہت خوش ہوئے تھوڑے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی، انھوں نے گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا، صبح کے وقت زمین نے اس کو نکال کر باہر پھینک دیا، انھوں نے اس کو دوبارہ گڑھا کھود کر دفن کیا، صبح کو اسے زمین نے نکال کر پھر باہر پھینک دیا تھا، انھوں نے سہ بارہ گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا، صبح کے وقت زمین نے اس کو پھر باہر

نکال پھینکا، پھر انھوں نے اس کو اسی طرح باہر پڑا ہوا چھوڑ دیا۔

٦٩١٣ - حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِينَةِ هَاجَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ تَكَادُ أَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثَتْ هَذِهِ الرِّيحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا مُنَافِقٌ عَظِيمٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ قَدْ مَاتَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے آئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کے لیے بھیجی گئی ہے، جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

٦٩١٤ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا إِيَاسٌ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ عُدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَوْعُوكًا قَالَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَشَدَّ حَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ أَشَدَّ حَرًّا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَذَيْنِكَ الرَّجُلَيْنِ الرَّاكِبَيْنِ الْمُقَفِّيَيْنِ لِرَجُلَيْنِ حِينَئِذٍ مِنْ أَصْحَابِهِ.

ایاس کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کے لیے گئے جس کو بخار تھا، میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا، میں نے کہا بخدا میں نے آج کی طرح کسی شخص کا بدن گرم نہیں دیکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو اس شخص کی خبر نہ دوں جو قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ گرم ہوگا، پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے دو شخصوں کی طرف سے اشارہ کیا جو گھوڑوں پر سوار تھے اور منہ پھیرے کھڑے تھے۔

٦٩١٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد رہتی ہے، کبھی اس ریوڑ میں جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔

٦٩١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ تَكِرُّ فِي هٰذِهِ مَرَّةً وَفِي هٰذِهِ مَرَّةً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح ہے البتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کبھی وہ اس ریوڑ میں گھس جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔

عبداللہ بن اُبی کی مختصر سوانح

حدیث نمبر ٦٨٩٢ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے اس قول کا ذکر ہے: "مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے"

عبداللہ بن اُبی ابن سلول (سلول عبداللہ کی ماں کا نام ہے) قبیلہ خزرج کی شاخ بنو الحبلی کا سردار تھا، اور مدینہ کے ممتاز لوگوں میں سے تھا، ہجرت سے پہلے اس نے جنگ فجار میں صرف پہلے دن قیادت کی تھی، دوسرے دن کی جنگ میں اس نے حصہ نہیں لیا تھا، جنگ بعاث میں بھی اس نے شمولیت نہیں کی تھی، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف نہ لاتے تو شاید اس کو مدینہ کا بادشاہ بنا دیا جاتا، جب مدینہ کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے تو عبداللہ بن ابی نے بھی اسلام قبول کر لیا، لیکن اس کے اسلام میں خلوص نہیں تھا، (اس کو رئیس المنافقین کہا گیا ہے) جب ۲ھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع پر حملہ کیا تو عبداللہ نے آپ سے ان کی سفارش کی، کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت میں اس کے حلیف رہے تھے، ۳ھ میں جنگ احد کے موقع پر عبداللہ نے اس تجویز کی حمایت کی کہ قلعوں میں رہ کر جنگ کی جائے، لیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کے مشورے کی بناء پر شہر سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن ابی نے اس کو ناپسند کیا اور آخر میں اپنے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر اسلامی فوج کو چھوڑ کر چلا گیا، اس سے عبداللہ بن ابی کی بزدلی اور اس کا نفاق ظاہر ہوتا ہے، اس وقت تک عبداللہ بن ابی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرگرمیاں زبانی نکتہ چینی تک محدود تھیں، لیکن اس کے بعد وہ آپ کے خلاف سازشیں بھی کرنے لگا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو اپنے مکانات خالی کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کو نہ صرف اس حکم کی خلاف ورزی پر اکسایا بلکہ فوجی امداد کا بھی وعدہ کیا، غزوہ مریسیع میں اس نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہا کہ وہ آپ کو مدینہ سے نکال دیں، اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ شکایت پہنچی کہ اس نے یہ کہا تھا کہ "مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے" تو اس نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور صاف مکر گیا، اس واقعہ کے بعد غزوہ بنو مصطلق میں اس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تہمت لگائی، عبداللہ بن ابی غزوہ تبوک میں بھی شامل نہیں ہوا، ۹ھ میں یہ فوت ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت و رحمت اور اس کے بیٹے (جو صحابی تھے) کی دلجوئی کی خاطر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص اس کے کفن کے لیے دی، لیکن قرآن مجید میں آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا۔ [1]

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۷۰-۲۶۹، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۹۲ھ

حضرت زید بن ارقم کی شکایت کے متعلق دیگر روایات اوران کی تشریح

امام بخاری نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، ہم اس حدیث کی پوری وضاحت کے لیے ان میں سے بعض روایات کو بیان کر رہے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا، میں نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا "جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑ دیں ان پر خرچ نہ کرو" اور یہ بھی کہا "اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو عزت والے، ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے"۔ میں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے یہ نہیں کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا اور مجھ کو جھوٹا قرار دیا، اس سے مجھے اتنا غم ہوا جتنا غم پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:
(ترجمہ:) جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں...... یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو...... اور عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلوا کر میرے سامنے یہ آیات پڑھیں اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔ [1]

ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا: اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ منافقوں کو سچا اور زید بن ارقم کو جھوٹا قرار نہ دیتے! حضرت نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ منافقوں نے قسم کھائی تھی اس لیے ظاہری حجت کی بناء پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے ساتھ سچوں کا معاملہ کیا اور میرے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ واقع میں منافقوں کو سچا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔

امام بخاری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے، ایک مہاجر شخص (لڑکے) نے ایک انصاری (لڑکے) کی پشت پر مار کر دھکا دیا، انصاری چلایا، آؤ انصار کی مدد کے لیے! مہاجر چلایا آؤ مہاجرین کی مدد کے لیے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سن کر کہا: کیا زمانہ جاہلیت کی طرح پکارا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا اس قسم کی پکار کو ترک کر دو، یہ بدبخت ہے، یہ سن کر عبداللہ بن ابی نے کہا: (مہاجرین نے) ایسا کیا ہے؟ بخدا جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں! جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار ان سے زیادہ تھے بعد میں مہاجرین زیادہ ہو گئے۔ [2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اختلاف پر اپنے قبیلہ اور اپنے جتھے کو مدد کے لیے پکارنا اور تعصب کی آگ بھڑکانا زمانہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۸-۷۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ،، ،، ،، ،، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۸، ،، ،، ،،

کا نفاق صحابہ کرام کے درمیان معلوم اور مشہور تھا، اور چونکہ ظاہری طور پر منافقوں کا مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا اس لیے آپ نے یہ فرمایا کہ "لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں" ورنہ حقیقۃً وہ اصحاب رسول میں سے نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کے رئیس کی ناگوار اور بے ہودہ باتوں پر اس لیے مواخذہ ترک کر دینا چاہیے کہ کہیں اس کے متبعین متنفر اور متوحش نہ ہو جائیں اور ان کے عذروں کو قبول کرنا چاہیے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہیے، خواہ قرائن ان کی قسموں کے خلاف کیوں نہ ہوں اور اس کا مقصد اس قوم کی الفت اور انس کو حاصل کرنا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے امیر کے متعلق اگر کوئی شخص بدگوئی کرے یا کوئی شخص کلمہ کفر کہے تو اس کا قتل کرنا واجب نہیں ہے اور اس بات کو مسلمانوں کے امیر تک پہنچانا چغلی نہیں ہے، ہاں اگر اس سے محض فساد ڈالنا مراد ہو تو پھر یہ چغلی ہے اور ناجائز ہے، اور اگر اس میں کوئی ایسی مصلحت ہو جو اس کے فساد پر راجح ہو تو پھر جائز ہے۔ [۱]

ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

حدیث نمبر ۶۷۹۰ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو قبر سے نکال کر اس کو قمیص پہنائی اور حدیث نمبر ۶۷۹۹ میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے: عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اپنی قمیص عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، پھر آپ نے ان کو قمیص عطا فرمائی، امام بخاری نے اس طرح دو متعارض حدیثیں ذکر کی ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی اس تعارض کو اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کی روایت میں جو حضرت عبد اللہ کو اپنے باپ کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے قمیص عطا فرمانے کا وعدہ کر لیا تھا، اور مجازاً وعدہ پر عطیہ کا اطلاق کر دیا، اور عبد اللہ بن ابی کے گھر والوں کو یہ خیال ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیص دینے کے لیے آئیں گے تو آپ کو مشقت ہوگی، اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے اس کو کفن پہنا دیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہ اس کو کفن پہنا کر قبر میں اتار چکے تھے، آپ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے اس کو قبر سے نکالا، اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو قمیص پہنائی۔

علامہ ابن جوزی نے ان روایات کی تطبیق میں یہ لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو دو قمیصیں عطا فرمائی ہوں، ایک قمیص کفن کے لیے عطا فرمائی اور ایک بعد میں قبر سے نکال کر پہنائی۔ [۲]

علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا پھر اس کی کیا وجہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص عطا فرمائی علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں:

۱۔ عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیشکش کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

۲۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کی دلجوئی کی خاطر قمیص عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ خالص مومن اور صحابی تھے۔

۳۔ کفن کے لیے قمیص کا نہ دینا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لیے آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا اور وہ چیز آپ کے پاس ہو تو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔

۵۔ قرآن مجید میں ہے: واما السائل فلا تنھر (الضحیٰ: ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکیں۔ آپ نے اس آیت پر عمل کیا۔

۶۔ اکثر علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس دراز قامت تھے اور بدر کے دن ابن ابی کی قمیص کے سوا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آئی، ابن ابی نے اپنی قمیص ان کے لیے دی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کو دی، اس وجہ کا ثبوت حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: بدر کے دن قیدیوں کو لایا گیا اور عباس کو لایا گیا، عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو حضرت عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی، اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا عبداللہ بن ابی کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔[1]

(۷) علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی، مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام میں داخل کر دے گا۔ روایت ہے کہ خزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی آپ کی قمیص کو طلب کر رہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کر رہا ہے تو ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ابن جریر طبری کی سند کے ساتھ اس روایت کا ذکر کیا ہے۔[3]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کیا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، بہ خدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، روایت ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے۔[4]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

واخرج ابو الشیخ عن قتادۃ انھم ذکروا القمیص بعد نزول الآیۃ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام وما یغنی عنہ قمیصی و اللّٰہ انی لارجوا ان یسلم بہ اکثر من الف من بنی الخزرج وقد حقق اللّٰہ تعالٰی رجاء نبیہ کما فی بعض الآثار۔[1]

ابو الشیخ نے اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ استغفر لہم او لا تستغفر لہم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے قمیص دینے کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: "میری قمیص اس سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتی، بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ بنو خزرج کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، اور جیسا کہ بعض روایات میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی امید کو پورا کر دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ابو الشیخ کے حوالے سے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔[2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

وفی الحدیث ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ان قمیصی لا یغنی عنہ من اللّٰہ شیئا وانی لارجوا ان یسلم بفعلی ھذا الف رجال من قومہ ووقع فی مغازی ابن اسحاق وفی بعض کتب التفسیر: فاسلم وتاب لھذہ الفعلۃ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الف رجل من الخزرج۔[3]

حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی اور بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس فعل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مغازی ابن اسحاق اور بعض کتب تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حسن خلق کی وجہ سے خزرج کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔

امام رازی[4]، علامہ خازن[5]، علامہ نسفی[6] اور شیخ سلیمان جمل[7] نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ جب عبد اللہ بن ابی مر گیا تو اس کے فرزند عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے

---

[1] علامہ شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۳ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ
[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۲۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ
[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
[5] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
[6] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
[7] شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۲ ص ۳۰۹، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو اپنی (مبارک) قمیص عطا فرمائی اور یہ حکم دیا کہ اس قمیص میں اس کو کفن دیا جائے پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ حالانکہ وہ منافق تھا! آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے: استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم "آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا" آپ نے فرمایا میں عنقریب ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت ابن عمر نے بیان کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کی اقتداء میں اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون (توبہ: ۸۴) "اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے" لہ

نیز امام بخاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ حالانکہ اس نے فلاں دن یہ یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کو چھوڑ نہ دیں ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی) میں حضور کو وہ باتیں گنوا تا رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر کہا: "اپنی رائے کو رہنے دو" جب میں نے آپ سے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کروں یا نہ کروں) سو میں نے استغفار کرنے کو اختیار کر لیا، اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا، حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ واپس ہوئے ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ سورہ براءت کی دو آیتیں نازل ہو گئیں، ولا تصل على احد منهم مات ابدا (الی قولہ تعالیٰ) وهم فاسقون۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس جرأت پر تعجب ہوتا رہا، اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ لہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کے فرزند حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انہیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ

لہ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ٦٧٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

لہ۔ " " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ٦٧٤، " " "

اس میں اس کو کفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ اس کی نماز پڑھا رہے ہیں، حالانکہ وہ منافق تھا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: استغفر لھم او لاتستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم (توبہ: ۸۰) "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا" آپ نے فرمایا "میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا" پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون۔ [1]

(توبہ: ۸۴)

اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے، ان کا یہ یقین ابن ابی کے ظاہر احوال پر مبنی تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی، جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے، اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی، اور ایک شر کو ختم کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگذر کرتے تھے، پھر آپ کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہوں، ان کے ساتھ آپ کے درگذر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا، اور ان کو متنفر نہ کرنے اور ان کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی، اسی لیے آپ نے فرمایا تھا "کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں" اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے، تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحۃً ممانعت نہیں کی گئی تھی، اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس شخص کا دین کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق ہو آپ اس پر نہایت شفقت فرماتے تھے، نیز آپ اس کے بیٹے کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ رئیس تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحۃً منع فرمانے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے تو اس کے بیٹے کی دل شکنی ہوتی اور اس کی قوم کے لیے باعث عار ہوتا، اس لیے آپ نے صراحۃً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے انتہائی مستحسن امر کو اختیار فرمایا۔

بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کا ایمان صحیح تھا، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ان آیات اور احادیث کے خلاف ہے جن میں اس کے ایمان نہ ہونے کی صراحت ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم سے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس حدیث کو امام ابن جریر طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ احمد قسطلانی نے بھی اس حدیث کو امام ابن جریر طبری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [4]

شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ "اس احسان کی وجہ سے اس دن ایک ہزار منافق اسلام میں داخل ہو گئے۔" [5]

علامہ عینی، علامہ ابن حجر اور دیگر علماء نے علامہ طبری کے حوالے سے جس حدیث کا ذکر کیا ہے علامہ طبری کی وہ روایت یہ ہے:

ثنا سعید عن قتادۃ قال ذکر لنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلم فی ذلک فقال وما یغنی عنہ قمیصی من اللہ او ربی وصلاتی علیہ وانی لارجو ان یسلم بہ الف من قومہ۔ [6]

از سعید از قتادہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور میری اس پر نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابن جریر طبری نے اس حدیث کو سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۸۴ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

[4] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۴۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[5] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۴۵۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[6] امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۸ھ

مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور یہ فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا، حالانکہ عبد اللہ بن ابی کی وفات ۹ھ میں ہوئی ہے، اور ہجرت سے پہلے جب ابوطالب کی وفات ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے منع نہ کیا جائے میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا، اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم۔ (توبہ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

تو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کر دیا تھا تو پھر آپ نے ہجرت کے نو سال بعد عبد اللہ بن ابی کے لیے استغفار کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس استغفار سے منع کیا گیا ہے جس میں حصول مغفرت اور قبولیت دعا کی توقع کی جائے جیسا کہ ابوطالب کے لیے استغفار کے معاملہ میں تھا، اس کے برخلاف آپ نے عبد اللہ بن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا اس سے غرض اس کی مغفرت کا حصول نہیں تھا بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ اس کے بیٹے کی دلجوئی کی جائے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب کی جائے۔

علامہ زمخشری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا "کہ اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا" زبان و بیان کے اسلوب کے مطابق ستر بار کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے بکثرت استغفار کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں معاف کرے گا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں آپ سے یہ معنی کیسے مخفی رہا حتیٰ کہ آپ نے اس کو عدد کی خصوصیت پر محمول کیا اور فرمایا میں اکہتر مرتبہ استغفار کروں گا، اسی طرح دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں" اس کا مطلب یہ ہے کہ استغفار سے ان کو نفع نہیں ہوگا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ استغفار کریں یا نہ کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ معنی مخفی نہیں تھے، ان آیتوں کے قریب اور متبادر معنی یہی تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور توریہ کے بعید معنی مراد لیے تاکہ امت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت شفقت اور غایت رحمت کا اظہار ہو، جیسا کہ حضرت ابراہیم نے کہا "ومن عصانی فانک غفور رحیم (ابراھیم: ۳۶) "اور جس نے میری معصیت کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے" کیونکہ حضرت ابراہیم نے اس آیت میں معصیت سے مراد اللہ کی معصیت یعنی بت پرستی کو مراد نہیں لیا بلکہ اپنی معصیت مراد لی جبکہ سیاق و سباق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی معصیت

مراد ہے اور یہ اپنی امت پر رحمت اور شفقت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر رحمت اور شفقت کے غلبہ کی وجہ سے بعید معنی مراد لیا۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہوا ہو اور یہ ممانعت اس کے لیے استغفار کرنے سے ممانعت کو مستلزم نہیں ہے جو دین اسلام کا اظہار کرتے ہوئے مرا ہو، اور یہ بہت اچھا جواب ہے۔ [1]

ہمارے نزدیک بہترین جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس استغفار سے منع کیا ہے جس سے مقصود مغفرت کا حصول ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا اس سے مراد اس کے بیٹے کی دلجوئی اور اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کا اسلام تھا، جیسا کہ خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے اس روایت کو امام ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔

استغفر لھم اولا تستغفر لھم سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اکثر روایات صحیحہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم، (ترجمہ: "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں") سے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے یا استغفار نہ کرنے کا اختیار دیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، اکابر علماء کی ایک جماعت کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر اشکال پیدا ہوا، کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت سے آپ کو استغفار کا اختیار دینا واضح نہیں ہوتا، اس لیے بعض اکابر علماء نے اس حدیث پر جرح کی، حالانکہ یہ حدیث بکثرت طرق صحیحہ سے مروی ہے، امام بخاری، امام مسلم اور صحیحین کے مخرجین کا اس کی صحت پر اتفاق ہے، اس لیے اس حدیث کا انکار علم حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے، علامہ ابن منیر نے کہا اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو لغزش ہوئی حتیٰ کہ قاضی ابوبکر نے اس حدیث کا انکار کیا اور کہا اس حدیث کو قبول کرنا جائز نہیں ہے، اور امام الحرمین نے کہا یہ حدیث "صحیح" میں نہیں ہے اور "برہان" میں کہا محدثین اس حدیث کو صحیح نہیں کہتے، اور امام غزالی نے مستصفیٰ میں کہا زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، علامہ داؤدی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اس انکار کی وجہ یہی ہے جو حضرت عمر نے سمجھی تھی کہ "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا" اس آیت سے منافقین کی مغفرت کی نفی میں مبالغہ مراد ہے ستر کے عدد کی خصوصیت اور اختیار دینا مراد نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر اشکال ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، بعض متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی قوم کی تالیف کے لیے یہ فرمایا تھا، اور آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اگر آپ نے ستر بار سے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۹ - ۳۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ "اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴) لیکن ثابت وہ روایت ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: "میں عنقریب ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا" بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد استصحاب حال پر مبنی ہے، کیونکہ اس آیت کے نزول سے پہلے ان کے لیے استغفار کرنا جائز تھا اس لیے وہ اپنی اصل کے مطابق اب بھی جائز ہے، اور یہ اچھا جواب ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے نفی مغفرت کے مبالغہ کو سمجھنے کے باوجود اصل کے حکم کو باقی قرار دے کر اس پر عمل کرنے میں کوئی تنافی نہیں ہے گویا کہ آپ نے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے پر حصول مغفرت کو جائز قرار دیا لیکن اس پر یقین نہیں کیا۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا فی نفسہ عبادت ہے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقصد عبادت ستر بار سے زیادہ استغفار کیا اور اس سے آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ عبد اللہ بن ابی کی مغفرت ہو جائے، لیکن اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اس اعتبار سے پھر جس کی مغفرت محال ہو اس کے لیے بھی مغفرت طلب کرنا جائز ہو گا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔ [۱]

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک ان کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس لیے آپ نے فرمایا: میں ان کے لیے استغفار کروں گا اور استغفار کرنے سے آپ کی غرض ان کے لیے مغفرت حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ ابن ابی کے بیٹے اور اس کی قوم کی دلجوئی اور اس حسن خلق کی وجہ سے اس کی قوم کو مسلمان کرنا آپ کا مطلوب تھا۔

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح

امام رازی اس بحث میں لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ عبد اللہ بن ابی کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں کیوں رغبت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے اعزاز و اکرام کے مترادف ہے، اور کافر کی تکریم جائز نہیں ہے، نیز اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے دعا مغفرت کو مستلزم ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خبر دے چکا ہے کہ وہ کفار کی بالکل مغفرت نہیں کرے گا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ اس کو اپنی وہ قمیص عطا فرمائیں جو آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگی ہو تاکہ اس قمیص میں اس کو دفن کیا جائے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ظن غالب ہوا کہ وہ اس وقت میں ایمان کی طرف منتقل ہو گیا ہے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق توبہ کر لیتا ہے اور کافر ایمان لے آتا ہے سو جب آپ نے اس سے اظہار اسلام دیکھا اور اس کی ان علامات کا مشاہدہ کیا جو دخول اسلام پر دلالت کرتی ہیں تو آپ کا یہ ظن غالب ہو گیا کہ اب وہ مسلمان ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ظن غالب کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں رغبت کی، اور جب جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر یہ خبر دی کہ وہ کفر اور نفاق پر مرا ہے تو پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے باز رہے۔ [۲]

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام رازی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث صحیحہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ ابن ابی کفر اور نفاق پر مرا ہے ـــــ باقی رہا یہ سوال کہ ابن ابی کا نفاق مشہور تھا پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں کیوں رغبت کی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مقرر ہے کہ جب منافق ایمان کا اظہار کرے تو اس میں کفر کے باوجود اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ ظاہر حال پر مبنی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے اور ابن ابی کے معاملہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کو اسلام میں داخل کر دے گا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی، آپ پر اعتراض تب ہوتا جب آپ حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔

کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول نہیں فرمایا، اور یہ آپ کی شان محبوبیت کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی لفظ سے اس کا مدلول صریح مراد ہوتا ہے اور کبھی اس لفظ سے متکلم کا خاص منشاء مراد ہوتا ہے، آپ نے جو ابن ابی کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اس سے مراد اس کے لیے مغفرت کا حصول نہیں تھا، بلکہ اس سے آپ کا منشاء اس کی قوم کے لیے ایمان کا حصول تھا اور جو اس دعا سے آپ کا منشاء تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا۔ (کہف: ۲۹)

اور فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے جس کی چار دیواری ان کو (ہر طرف سے) گھیر لے گی۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، یعنی انسان کو کفر کرنے کا بھی اختیار دیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کا منشاء تہدید ہے اور کفر کرنے پر آگ کے عذاب کی وعید ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ آیت پچھلی آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ مالدار مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ فقراء کو اپنے پاس سے بھگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے یہ فرمایا کہ آپ ان کی طرف التفات نہ کریں اور ان لوگوں سے یہ کہیں کہ دین حق اللہ کی طرف سے ہے، اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو تم کو نفع ہوگا اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تم کو نقصان ہوگا اور یہ جو فرمایا ہے "جو چاہے کفر کرے" تو قرآن مجید میں بہت جگہ امر کا لفظ فعل کی طلب کے لیے نہیں آیا، حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: یہاں امر کا لفظ تہدید اور وعید کے

لیے ہے تخییر کے لیے نہیں ہے۔ [۱]

علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

یعنی اس آیت میں امر اور تخییر اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان بالدار کافروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور کفر کا حکم دینا مراد نہیں ہے، بلکہ یہ ان کو رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ [۲]

علامہ آلوسی نے بھی علامہ خفاجی کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ [۳]

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله. (البقرة: ۲۳)

اگر تم کو اس کلام کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شک کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کی مثل ایک سورت بنا کر لائیں لیکن اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس کی مثل سورت نہیں بنا سکتے اور اس سے مکمل عاجز ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ خفاجی نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد عرب کے بلغاء کو چیلنج دینا ہے اور ان کو قرآن مجید کی مثل سورت لانے سے عاجز کرنا ہے۔ [۴]

ہم نے دو مثالیں ذکر کی ہیں ورنہ قرآن مجید میں بہ کثرت ایسی مثالیں ہیں جہاں کسی الفاظ سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے کوئی خاص منشاء مراد ہوتا ہے، اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اس دعا سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں تھا بلکہ اس لفظ سے آپ کا خاص منشاء مراد تھا اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار لوگوں کو مسلمان کر دے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور وہ مسلمان ہو گئے، والحمد للہ علی ذالک۔

بَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ ۹۹۵

قیامت اور جنت اور دوزخ کے احوال

۶۹۱۷ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۹۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

[۳] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۷۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۴] " " " " ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۹۴، " " " "

عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ اقْرَءُوا فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا.

ایک بہت موٹا آدمی آئے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا تم پڑھو (ترجمہ:) پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

٦٩١٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ) عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَوْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِيقًا لَهُ ثُمَّ قَرَأَ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کہا اے ابا القاسم! بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور زمینوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور پانی اور گیلی زمین کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، پھر ان کو ہلائے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں میں بادشاہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی بات پر تعجب اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: انھوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے، تمام زمینیں قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوں گی، اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، اور لوگ جس چیز کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ اس سے پاک ہے۔

٦٩١٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ فُضَيْلٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ وَقَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَعَجُّبًا لِمَا قَالَ تَصْدِيقًا لَهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَتَلَا الْآيَةَ.

اسی سند کے ساتھ منصور سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا، یہ روایت حسب سابق ہے، لیکن اس میں ہلانے کا ذکر نہیں ہے، راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر تعجب اور تصدیق کرکے ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ان لوگوں نے اس طرح اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنی چاہیے تھی

۶۹۲۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ قَالَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی سے، اور زمینوں کو ایک انگلی سے، اور درخت اور گیلی زمین کو ایک انگلی سے، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی سے اٹھالے گا پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے تھی۔

۶۹۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ وَلَكِنْ فِي حَدِيثِهِ وَالْجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ تَصْدِيقًا لَهُ تَعَجُّبًا لِمَا قَالَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ان سب کی روایتوں میں ہے اور درختوں کو ایک انگلی پر اور گیلی زمین کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور جریر کی روایت میں یہ نہیں ہے اور مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھائے گا، لیکن اس کی حدیث میں یہ ہے اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے آپ نے اس کی بات کی تصدیق کی اور اس پر تعجب کیا۔

۶۹۲۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔

۶۹۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَاتِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! جبر کرنے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ـ

کہاں ہیں، تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! جبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

۶۹۲۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ) حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ كَيْفَ يَحْكِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْخُذُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ سَمَاوَاتِهِ وَأَرَضِيهِ بِيَدَيْهِ فَيَقُولُ أَنَا اللَّهُ وَيَقْبِضُ أَصَابِعَهُ وَيَبْسُطُهَا أَنَا الْمَلِكُ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ

حضرت عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا کہ وہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لے گا، اور فرمائے گا: میں اللہ ہوں، آپ اپنی انگلیوں کو بند کرتے تھے اور کھولتے تھے (اور فرمائے گا) میں بادشاہ ہوں، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا منبر نیچے سے ہل رہا تھا حتیٰ کہ میں نے دل میں کہا کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گر جائے گا۔

۶۹۲۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ يَأْخُذُ الْجَبَّارُ عَزَّ وَجَلَّ سَمَاوَاتِهِ وَأَرَضِيهِ بِيَدَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ يَعْقُوبَ ـ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے، جبار عز وجل آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لے گا۔

۶۹۲۶ - حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: اللہ عز وجل نے مٹی (زمین) کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جمعرات کے دن چوپایوں کو پھیلا دیا، اور جمعہ کے دن تمام مخلوق کے آخر میں عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعات میں سے کسی ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو عصر سے لے کر رات تک پیدا کیا۔

اَلدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَخَلَقَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ الْخَلْقِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ

۶۹۲۷ - قَالَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْبِسْطَامِيُّ (وَهُوَ الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى) وَسَهْلُ بْنُ عَمَّارٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ بِنْتِ حَفْصٍ وَغَيْرُهُمْ عَنْ حَجَّاجٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

۶۹۲۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ۔

۶۹۲۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلَى الصِّرَاطِ۔

۶۹۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَكْفَؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا يَكْفَاُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ اَلَا اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جو سرخی مائل ہوگی، جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور اس زمین میں کسی شخص کے لیے کوئی علامت نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق سوال کیا: "جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیا جائیگا)" تو یا رسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: صراط پر۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن یہ زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی، اللہ اہل جنت کی مہمانی کے لیے اپنے ہاتھ سے اس زمین کو الٹ پلٹ دے گا جس طرح تم میں کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ایک یہودی آیا اور کہنے لگا! اے ابو القاسم رحمٰن آپ پر برکتیں نازل فرمائے کیا میں آپ کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی کس چیز سے مہمانی ہوگی آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! اس نے کہا زمین تو ایک

خُبْزَةً وَاحِدَةً كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِإِدَامِهِمْ قَالَ بَلَى قَالَ إِدَامُهُمْ بَالَامُ وَنُونٌ قَالُوا وَمَا هَذَا قَالَ ثَوْرٌ وَنُونٌ يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُونَ أَلْفًا۔

روٹی کی طرح ہو جائے گی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، اس نے کہا کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا بالام اور نون، صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہیں اس نے کہا بیل اور مچھلی جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھا سکیں گے۔

۶۹۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَابَعَنِي عَشَرَةٌ مِنَ الْيَهُودِ لَمْ يَبْقَ عَلَى ظَهْرِهَا يَهُودِيٌّ إِلَّا أَسْلَمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دس یہودی (علماء) میری پیروی کر لیتے تو روئے زمین پر ہر یہودی مسلمان ہو جاتا۔

۶۹۳۲ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ إِذْ مَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَقَالُوا مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ فَقَالُوا سَلُوهُ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُهُمْ فَسَأَلَهُ عَنِ الرُّوحِ قَالَ فَأَسْكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ قَالَ فَقُمْتُ مَكَانِي فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں جا رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی، اتنے میں کچھ یہودی گزرے، ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو، ان میں سے ایک نے کہا تم کو اس میں کیا شبہ ہے؟ کہیں وہ ایسا جواب نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، انہوں نے کہا ان سے سوال کرو، پھر ان میں سے بعض نے کھڑے ہو کر آپ سے روح کے متعلق سوال کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا، پس مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، تب آپ پر وحی نازل ہوئی: یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو صرف کم علم دیا گیا ہے۔

٦٩٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ بِالْمَدِينَةِ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَفْصٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا وَفِي حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ وَمَا أُوتُوا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ خَشْرَمٍ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں جا رہا تھا، اس کے آگے حسب سابق روایت ہے، البتہ وکیع کی روایت میں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ہے اور عیسیٰ بن یونس کی روایت میں وما اوتوا ہے۔

٦٩٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ إِدْرِيسَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ يَرْوِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَخْلٍ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے ایک باغ میں ایک تنے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ہے۔

٦٩٣٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ اللّٰهِ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لِي لَنْ أَقْضِيَكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي لَنْ أَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى مَالٍ وَوَلَدٍ قَالَ وَكِيعٌ كَذَا قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا إِلَى قَوْلِهِ وَيَأْتِينَا فَرْدًا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا، میں نے اس کے پاس جا کر تقاضا کیا، اس نے مجھ سے کہا میں تم کو اس وقت تک قرض واپس نہیں کروں گا جب تک تم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہ کرو، میں نے اس سے کہا میں اس وقت تک (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کروں گا جب تک کہ تو مر کر دوبارہ اٹھایا نہ جائے، اس نے کہا جب میں مر کر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا تو میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، اس وقت میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: "تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا مجھے ضرور مال

اور اولاد ملے گی؟ کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے، ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کو لکھ لیں گے، ہم اس کے قول کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔"

٦٩٣٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ عَمَلًا فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ.

حضرت خباب نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کے لیے کام کیا، پھر میں نے آ کر اس سے تقاضا کیا۔

٦٩٣٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ الزِّيَادِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ أَبُو جَهْلٍ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب بھیج، تب یہ آیت نازل ہوئی: جب تک آپ ان میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے، اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے، حالانکہ یہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ آخر آیت تک۔

٦٩٣٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنِي نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقِيلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَئِنْ رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَأَطَأَنَّ عَلَى رَقَبَتِهِ أَوْ لَأُعَفِّرَنَّ وَجْهَهُ فِي التُّرَابِ قَالَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي زَعَمَ لِيَطَأَ عَلَى رَقَبَتِهِ قَالَ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کیا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ کہا گیا ہاں! اس نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو میں (العیاذ باللہ) ان کی گردن کو روند ڈالوں گا یا ان کے چہرے کو مٹی میں ملا دوں گا! پھر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کے پاس گیا اور آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک کھلے پاؤں لوٹتا اور اپنے ہاتھوں

يَنْكُصُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ مَا لَكَ فَقَالَ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَأَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا نَدْرِي فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ شَيْءٌ بَلَغَهُ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (يَعْنِي أَبَا جَهْلٍ) أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ زَادَ عُبَيْدُ اللَّهِ فِي حَدِيثِهِ قَالَ وَأَمَرَهُ بِمَا أَمَرَهُ بِهِ وَزَادَ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ يَعْنِي قَوْمَهُ۔

سے کسی چیز سے بچ رہا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق تھی اور ہول اور بازو تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو نوچ لیتے تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے یا کسی طریقہ سے انھیں معلوم ہوا: (ترجمہ) حقیقت یہ ہے کہ انسان بالضرور سرکشی کرتا ہے (کیونکہ) اس نے اپنے آپ کو مستغنی سمجھ لیا ہے، بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے، کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جو ہمارے بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، آپ بتائیے کہ اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا تقویٰ کا حکم دیتا (تو یہ بہتر نہ تھا) آپ بتائیے کہ اگر وہ جھٹلائے اور پیٹھ پھیرے (تو وہ اللہ کے عذاب سے کیسے بچے گا) کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اللہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم یقیناً پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی اور گنہ گار ہے، اسے چاہیے کہ وہ مجلس میں اپنے مددگاروں کو) پکارے، ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلا لیں گے، ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں۔

٦٩٣٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ جُلُوسًا وَهُوَ مُضْطَجِعٌ بَيْنَنَا فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ قَاصًّا عِنْدَ أَبْوَابِ كِنْدَةَ يَقُصُّ وَيَزْعُمُ أَنَّ آيَةَ الدُّخَانِ تَجِيءُ فَتَأْخُذُ بِأَنْفَاسِ الْكُفَّارِ وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَجَلَسَ وَهُوَ غَضْبَانُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِمَا يَعْلَمُ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ فَإِنَّهُ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے درمیان لیٹے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص نے آکر کہا: اے ابو عبد الرحمان! کندہ کے دروازوں پر ایک قصہ گو بیان کر رہا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ قرآن مجید میں جو دخان (دھوئیں) کی آیت ہے، وہ دھواں آنے والا ہے اور وہ کفار کے سانسوں کو روک لے گا، اور مسلمانوں کو اس سے صرف زکام جیسی کیفیت ہوگی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود غصہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے، انھوں نے کہا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو، تم میں سے جس شخص کو جس چیز کا علم ہو وہ اس کو

أَعْلَمُ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللّٰهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوْسُفَ قَالَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى أَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجُوْعِ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ أَحَدُهُمْ فَيَرٰى كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَأَتَاهُ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ جِئْتَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ إِلٰى قَوْلِهٖ إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ قَالَ أَفَيُكْشَفُ عَذَابُ الْآخِرَةِ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتْ اٰيَةُ الدُّخَانِ وَاللِّزَامُ وَاٰيَةُ الرُّوْمِ۔

بیان کرے اور جس کو علم نہ ہو وہ کہے "اللہ زیادہ جاننے والا ہے"، کیونکہ علم کی یہی دلیل ہے جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو وہ کہے اللہ جاننے والا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آپ کہیے میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں، اور بلاشبہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی دین سے روگردانی دیکھی، تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے زمانہ کی طرح سات سال قحط نازل فرما، حضرت ابن مسعود نے فرمایا پھر ان پر قحط نازل ہوا جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا، حتیٰ کہ انہوں نے بھوک کی شدت سے کھالوں اور مردار کو کھا لیا، ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا اس کو دھوئیں کی شکل نظر آتی، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوسفیان آیا، اور اس نے کہا اے محمد! بلاشبہ آپ اللہ کی اطاعت اور صلہ رحم کا حکم دینے کے لیے آئے ہیں، اور آپ کی قوم ہلاک ہو گئی، آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے، اللہ عزوجل نے فرمایا: (ترجمہ) "تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان سے بالکل واضح دھواں اٹھے گا جو لوگوں کو ڈھانک دے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔" یہ آیت "بے شک تم لوٹنے والے ہو" تک ہے۔ انہوں نے کہا کیا آخرت کا عذاب اٹھ سکتا ہے؟ "جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، (اس دن) بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں" اس گرفت سے مراد بدر کا دن ہے اور دھواں، گرفت، لزام اور روم کی نشانیاں گذر چکی ہیں۔

٦٩٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں مسجد میں ایک ایسے شخص کو چھوڑ کر آیا ہوں جو اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے "جب آسمان سے واضح دھواں اٹھے گا" اس کی وہ یہ تفسیر کرتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایک دھواں آئے گا جو لوگوں کے سانس روک دے گا

بن صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ جَاءَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ فَقَالَ تَرَكْتُ فِي الْمَسْجِدِ رَجُلًا يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ يُفَسِّرُ هٰذِهِ الْآيَةَ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ قَالَ يَأْتِي النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ دُخَانٌ فَيَأْخُذُ بِأَنْفَاسِهِمْ حَتّٰى يَأْخُذَهُمْ مِنْهُ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ عَلِمَ عِلْمًا فَلْيَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ أَنْ يَّقُوْلَ لِمَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهِ اللّٰهُ أَعْلَمُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا أَنَّ قُرَيْشًا لَّمَّا اسْتَعْصَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَّجَهْدٌ حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَحَتّٰى أَكَلُوا الْعِظَامَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ لِمُضَرَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا فَقَالَ لِمُضَرَ إِنَّكَ لَجَرِيْءٌ قَالَ فَدَعَا اللّٰهَ لَهُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا إِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ قَالَ فَمُطِرُوْا فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ قَالَ عَادُوْا إِلٰى مَا كَانُوْا عَلَيْهِ قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ قَالَ يَعْنِيْ يَوْمَ بَدْرٍ.

جس سے ان کو زکام کی سی کیفیت ہو جائے گی، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا جس شخص کو جو علم ہو وہ اس کو بیان کرے اور جس کا اسے علم نہ ہو وہ کہے اللہ زیادہ جاننے والا ہے کیونکہ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ جس چیز کا اسے علم نہ ہو وہ کہے کہ اللہ اس کو زیادہ جاننے والا ہے، بات یہ ہے کہ جب قریش نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے خلاف دعا ضرر کی کہ اللہ تعالیٰ ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح قحط مسلط کر دے پھر ان پر قحط اور مصیبت آئی، حتیٰ کہ ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے اپنے اور آسمان کے درمیان مصیبت کی وجہ سے دھواں سا دکھائی دیتا، حتیٰ کہ ان لوگوں نے ہڈیاں کھائیں پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مضر کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے مضر کے لیے بڑی ہمت کی ہے، پھر آپ نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "بے شک ہم تھوڑے عرصہ کے لیے عذاب دور کر دیتے ہیں (مگر) بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو" حضرت عبداللہ نے کہا پھر ان پر بارش ہوئی، اور جب وہ خوشحال ہو گئے تو وہ پھر اپنی بدعقیدگی کی طرف لوٹ گئے، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان سے واضح دھواں اٹھے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہے، جس دن ہم بڑی گرفت کے ساتھ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں" اس سے مراد بدر کا دن ہے۔

۶۹۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَاللِّزَامُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں، دھواں، لزام، روم، گرفت اور (شق) قمر۔

وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ۔

٦٩٤٢۔ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٦٩٤٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ قَالَ مَصَائِبُ الدُّنْيَا وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ اَوِ الدُّخَانُ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فِي الْبَطْشَةِ اَوِ الدُّخَانِ۔

حضرت ابی بن کعب نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا، ہم ان کو بڑے عذاب سے کم ہلکا عذاب ضرور چکھائیں گے، انھوں نے کہا اس سے مراد دنیا کے مصائب ہیں، روم اور گرفت یا دھواں، شعبہ کو شک ہے دھواں کہا تھا یا گرفت۔

کفار کی نیکیوں کا آخرت میں کام نہ آنا

حدیث نمبر ۶۷۹۱ میں ہے قیامت کے دن ایک بہت موٹا آدمی لایا جائے گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اولئك الذين كفروا بايات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا۔
(کہف : ۱۰۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے سب اعمال مٹ گئے پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم ان کی تحقیر کریں گے اور ان کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں کریں گے، کیونکہ اعتبار کا مدار اعمال صالحہ پر ہے یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال کا وزن کرنے کے لیے میزان نہیں رکھیں گے کیونکہ ان کے اعمال کفر کی وجہ سے برباد ہو گئے اور ہباءً منثورا ہو گئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۷۹۱ میں ہے بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا۔

[1] علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ، روح المعانی ج ١٦ ص ٥٠، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس میں دو مذہب ہیں، ایک مذہب یہ ہے کہ انگلیوں میں تاویل کی جائے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ بغیر کسی تاویل کے اس پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے جو علماء اس کی تاویل کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ انگلیوں سے مراد قدرت ہے، یعنی آسمانوں کی اتنی وسعت اور عظمت کے باوجود ان کو بغیر کسی مشقت اور تھکاوٹ کے پیدا کرنا، لوگ اس قسم کے مواقع پر انگلی کا استعمال کرتے ہیں مثلاً ان کے نزدیک جب کوئی کام بہت آسان اور معمولی ہو تو کہتے ہیں یہ تو میں ایک انگلی سے کر سکتا ہوں، میں چاہوں تو فلاں شخص کو ایک انگلی کے اشارہ سے قتل کر دوں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کی مخلوق کی انگلیاں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے انگلی کا ثبوت محال ہے۔[1]

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی تصدیق کر کے اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنسے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب اس یہودی عالم نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں اور تمام مخلوقات کو انگلیوں سے پکڑ لے گا، پھر آپ نے وہ آیت پڑھی جس میں اس طرف اشارہ ہے، بعض متکلمین نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعجب فرمانا اور اس آیت کی تلاوت کرنا اس کی تصدیق کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس کے قول کا رد اور انکار تھا اور اس کی بدعقیدگی پر تعجب تھا، کیونکہ یہود اللہ تعالیٰ کی جسمیت کے معتقد ہیں، اور اس نے اپنے قول میں اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا اظہار کیا تھا، آپ نے اس کی مراد سمجھ لی اور اس پر تعجب فرمایا، حدیث میں تصدیق کا لفظ راوی کا اضافہ ہے، آپ نے اس کی تصدیق نہیں کی بلکہ اس کا رد کرتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے"[2]

اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۹۴۳ میں ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا، پھر بائیں ہاتھ سے زمینوں کو لپیٹ لے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تاویل قدرت کے ساتھ کی گئی ہے اور قدرت کو ہاتھوں سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ہمارے افعال ہمارے ہاتھوں سے صادر ہوتے ہیں، تاکہ ہم اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں، اور دائیں اور بائیں ہاتھوں کا ذکر کرنا مثال کو مکمل کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جو چیز مکرم ہو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں اور جو کم درجہ کی ہو اس کو بائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں، کیونکہ ہمارے دائیں ہاتھ میں بائیں ہاتھ سے زیادہ قوت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ آسمان زمین سے زیادہ بڑے ہیں، اس لیے آسمان اٹھانے کی نسبت دائیں ہاتھ کی طرف کی، اور زمینوں کو اٹھانے کی نسبت بائیں ہاتھ کی طرف کی، تاکہ استعارہ مکمل ہو جائے، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ متصف نہیں ہوتا کہ فلاں چیز اس کے نزدیک ہلکی ہے اور فلاں چیز بھاری ہے، اس حدیث کی تشریح میں یہ علامہ مازری کا مختصر کلام ہے، قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں تین لفظ ہیں: یطوی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، " " " " " " " "

(لپیٹنا) یقبض (مٹھی میں لینا) اور یا خذ (پکڑنا) ان تینوں کا معنی جمع کرنا ہے کیونکہ آسمان پھیلائے ہوئے ہیں اور زمین بچھائی ہوئی ہے، پھر اس کا مطلب اس زمین کو دوسری زمین کے ساتھ تبدیل کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹھی کھولنا اور بند کرنا مخلوقات کو مٹھی میں لینے کی تمثیل کے لیے ہے اور اس سے مراد ان کو جمع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ قابض (پکڑنے والا) اور باسط (کھولنے والا) ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت کو ید (ہاتھ) سے تعبیر کیا ہے اور انسانی عضو اس کی مثال نہیں ہے۔ ؎

بعض دنوں کو منحوس قرار دینے کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۹۴۶ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں ہے: مضبوط چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے کلم معاش حاصل ہوتے ہیں، جیسے لوہا اور زمین کے اور دیگر معدنیات۔ ؎

یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے کہ آیا بعض ایام نامبارک اور منحوس ہوتے ہیں یا سب ایام ایک جیسے ہیں؟ بعض علماء کے نزدیک بعض ایام منحوس اور نامبارک ہوتے ہیں ان کا استدلال قرآن مجید کی ان آیات سے ہے:

فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات۔ (حٰم السجدۃ: ۱۶) ترجمہ: سو ہم نے (قوم عاد کی) نحوست کے دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی۔

انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر۔ (قمر: ۱۹) بے شک ہم نے ان پر نہایت سخت آواز والی تیز آندھی ان کی دائمی نحوست کے دن بھیجی۔

جو علماء بعض ایام کی نحوست کے قائل ہیں وہ ان آیات کا ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ تمام دن اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور سب دن ایک جیسے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان دنوں میں عذاب بھیجا گیا جن دنوں کو وہ منحوس سمجھتے تھے، یا جن دنوں میں وہ شگون لیتے تھے ان دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا۔

علامہ آلوسی اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان پر سخت اور تیز آندھی کا عذاب جس دن بھیجا گیا اس کی نحوست ان پر ہمیشہ برقرار رہی، کیونکہ ان کے ہلاک ہونے کے بعد بھی برزخ میں ان پر مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہو جائیں گے اس آیت میں یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے، کیونکہ دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ نے "فی ایام نحسات" فرمایا ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ شوال کے مہینہ کا آخری بدھ تھا یعنی آندھی آنے کی ابتداء بدھ سے ہوئی اور پھر کئی دنوں تک آندھی آتی رہی۔

بعض علماء نے بعض ایام کی نحوست کے قائل ہیں انھوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اور اس کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے، جو وکیع، ابن مردویہ اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے:

؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
؎ " " " " شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۱، " " " "

اربعاء فی آخر الشھر یوم نحس مستمر۔
مہینہ کا آخری بدھ دائمی نحوست کا دن ہے۔

بہت سے لوگوں نے اس حدیث کی وجہ سے مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس قرار دیا اور اس دن کو منحوس کہتے ہوئے اس دن میں اپنے مقاصد کے لیے کام کرنا ترک کر دیا۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مسلمہ بن صلت ہے، ابوحاتم نے کہا یہ متروک ہے، ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے پر اعتماد کیا، ابن رجب نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا مرفوع ہونا متفق علیہ نہیں ہے کیونکہ طیوری نے اس کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے، علامہ سخاوی نے کہا اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں اور معجم طبرانی کی یہ حدیث بھی ضعیف ہے "بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے" اور اس آیت کا معنی ہم بیان کر چکے ہیں، بعض احادیث اور آثار سے بدھ کے دن کی برکت اور مدح کا علم ہوتا ہے، کیونکہ حلیمی نے منہاج میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے "بدھ کے دن زوال سے تھوڑی دیر بعد دعا قبول ہوتی ہے" اور برہان الاسلام نے "تعلیم المتعلم" میں صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ "بدھ کے دن جو کام بھی شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے" یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا، اسی وجہ سے بہت سے مشائخ بدھ کے دن پڑھانے کی ابتداء کرتے ہیں، بعض علماء بدھ کے دن درخت لگانے کو مستحب کہتے ہیں، کیونکہ امام ابن حبان اور امام دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

من غرس الاشجار یوم الاربعاء وقال سبحان الباعث الوارث اتتہ اکلھا۔

جس نے بدھ کے دن درخت لگائے اور کہا سبحان الباعث الوارث۔ اس کے درخت پھل لائیں گے۔

ان بعض احادیث اور آثار اس کے خلاف بھی ہیں: فردوس میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے: "اگر میری امت کو ناپسند نہ ہوتا تو میں ان کو یہ حکم دیتا کہ وہ بدھ کے دن سفر نہ کریں، سفر کرنے کے لیے سب سے اچھا دن جمعرات ہے" اس حدیث کی صحت کا مجھے علم نہیں۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابن عدی نے حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

یوم السبت یوم مکر و خدیعۃ ویوم الاحد یوم غرس وبناء ویوم الاثنین یوم سفر و طلب رزق ویوم الثلثاء یوم حدید وباس ویوم الاربعاء لا اخذ ولا عطاء ویوم الخمیس یوم طلب الحوائج والدخول علی السلطان والجمعۃ یوم خطبۃ و نکاح۔

ہفتہ مکر اور دھوکے کا دن ہے، اتوار پودے لگانے اور مکان بنانے کا دن ہے، پیر سفر کرنے اور طلب رزق کا دن ہے، منگل لوہے کے کام اور مشقت کا دن ہے، بدھ لینے کا دن ہے نہ دینے کا، جمعرات ضروریات کو طلب کرنے اور بادشاہ کے پاس جانے کا دن ہے اور جمعہ منگنی اور نکاح کا دن ہے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کی سند کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کی دو مزید سندیں ذکر کی ہیں:

لا یبدو جذام ولا برص الا یوم الاربعاء۔

جذام اور برص صرف بدھ کے دن ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا میرے ساتھ میرے کام کے لیے چلو اس نے کہا آج تو بدھ کا دن ہے، اس شخص نے کہا بدھ کے دن حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی، اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے، اور ان کے بھائیوں کے سلوک کے نتیجہ میں ان کو کیسی عزت ملی اور اسی دن جنگ احزاب میں حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی گئی، اس کے بھائی نے کہا ان بدھ کی یہ برکتیں اس وقت حاصل ہوئیں جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور دل منہ کو آنے لگے تھے۔

علامہ مناوی نے "المجعر" سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے "مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس قرار دینا بدشگونی ہے" کیونکہ بدشگونی دین سے نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کا فعل ہے اور یہ نجومیوں کا یہ قول صحیح ہے کہ بدھ عطارد کا دن ہے اور یہ نحس کے ساتھ منحوس ہے اور مبارک کے ساتھ مبارک ہے۔

جن روایات میں بدھ کو منحوس کہا گیا ہے ان کی یہ توجیہ تو ہوسکتی ہے کہ یہ باب تخویف اور تحذیر سے متعلق ہیں یعنی اس دن میں اللہ تعالیٰ سے خصوصیت کے ساتھ ڈرو، کیونکہ اس دن عذاب نازل ہوا اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا تھا سو اس دن اللہ تعالیٰ سے اور سے توبہ کرو، اور اس سے ڈرو کہ کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے، جیسا کہ آپ نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا: ان معذبین کے پاس سے بغیر روتے ہوئے نہ گزرنا، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بدشگونی لینا شرعاً مکروہ ہے البتہ جس شخص کے کسی کام میں مہینہ کے آخری بدھ میں کوئی مصیبت آئی ہو اس کے لیے شریعت نے یہ مباح کر دیا ہے کہ وہ اس دن تصرف نہ کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر اس دن کوئی نفع یا ضرر ہوسکتا ہے بلکہ اس لیے کہ اس دن کام کرنا اس کی طبیعت کو ناگوار ہے نہ کہ بدشگونی کی وجہ سے۔

علامہ حلیمی نے یہ نقل کیا ہے کہ ہمیں شریعت کے بیان سے یہ معلوم ہے کہ بعض ایام منحوس ہیں اور بعض ایام مبارک ہیں جیسا کہ بعض لوگ شقی ہوتے ہیں اور بعض لوگ سعید ہوتے ہیں، لیکن یہ زعم کرنا صحیح نہیں ہے کہ ایام اور کواکب اپنے اختیار سے مبارک اور منحوس ہوتے ہیں اور یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض اوقات اچھائی اور برائی اور خیر اور شر کے لیے کواکب اسباب ہیں، سبب بن جاتے ہیں، اور تمام کام اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہوتے ہیں۔

پھر علامہ مناوی نے کہا خلاصہ بحث یہ ہے کہ بدھ کے دن کسی کام کو بدشگونی کی وجہ سے نہ کرنا یا نجومیوں کے قول کی وجہ سے نہ کرنا بہت شدید حرام ہے کیونکہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور یہ از خود نفع یا ضرر نہیں پہنچاتے اور اس خیال کے بغیر اگر بدھ کے دن کام کو ترک کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص کسی چیز سے بدشگونی لیتا ہے اس کی نحوست اس کو لاحق ہوتی ہے اور جس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی اس پر بدشگونی اثر نہیں کرتی۔

(علامہ آلوسی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ تمام ایام برابر ہیں اور بدھ کے دن کی نحوست میں کوئی خصوصیت نہیں ہے، اور ہر گزرنے والی ساعت کسی شخص کے لیے اچھی اور مبارک ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے لیے بری اور منحوس ہوتی ہے اور ہر دن کسی شخص کے لیے خیر اور دوسرے شخص کے لیے شر ہوتا ہے اور اگر کسی شخص پر عذاب یا کوئی مصیبت نازل ہونے کی وجہ سے بدھ کا دن منحوس ہے تو ہر دن بلکہ ہر ساعت میں کسی نہ کسی شخص پر کوئی نہ کوئی مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے تو تمام ایام اور ساعات منحوس ہونے چاہئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وامّا عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية ۝ سخرها عليهم سبع ليال وثمنية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعى كانهم اعجاز نخل خاوية ۔

(الحاقة: ٦-٧)

اور رہے قوم عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے اس آندھی کو سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر ان پر مسلط کر دیا تھا تو (اے مخاطب) تو لوگوں کو ان راتوں اور دنوں میں یوں گرا ہوا دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کے تنے ہیں۔

اس آیت کے مطابق قوم عاد پر یہ عذاب سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلسل آتا رہا، اب اگر عذاب آنے کی وجہ سے کسی دن کو منحوس کہا جائے تو پھر ہفتہ کا کون سا دن نحوست سے خالی ہوگا!

یہ بھی منقول ہے کہ قوم ثمود پر اتوار کے دن عذاب آیا، اور بعض روایات میں ہے: "ہم اتوار کے دن سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ اس کی دھار تلوار سے زیادہ تیز ہے"، میرا گمان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر یہ کسی مخصوص اتوار کے متعلق ہے جس کے بارے میں آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس اتوار کو کوئی مصیبت آنے والی ہے، مسند الفردوس میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے "اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن بیماریوں کو پیدا کیا، اسی دن ابلیس کو زمین میں نازل کیا گیا، اسی دن جہنم کو پیدا کیا گیا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بنو آدم کی روحوں پر مسلط کیا، اسی دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اسی دن حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فوت ہوئے، اسی دن حضرت ایوب بیماری میں مبتلا ہوئے"، اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی یہ منگل کے دن کی نحوست پر دلالت نہیں کرتی، زیادہ سے زیادہ ـــــــ یہ ہے کہ اسی دن یہ واقعات رونما ہوئے، لیکن اس دن اس سے اچھے واقعات بھی ہوئے، صحیح مسلم میں ہے "منگل کے دن انسانوں کی معاشی کا وسیلہ پیدا کیا گیا، اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہفتہ کے ہر دن میں بڑے بڑے مصائب نازل ہوئے، اور اس بحث میں یہ بات کافی ہے کہ قرآن مجید کے مطابق ہفتہ کے تمام ایام میں قوم عاد پر عذاب نازل ہوا، اب بتائیے کہ ہفتہ کا کون سا دن نحوست سے خالی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض اشعار منقول ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: "ہفتہ کا دن شکار کے لیے اچھا ہے، اتوار کا دن مکان بنانے کے لیے اچھا ہے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنایا، اور اگر پیر کے دن سفر کیا تو تم کامیابی سے لوٹو گے، منگل کا دن حجامت بنانے کے لیے اچھا ہے، دوا پینے کے لیے بدھ کا دن اچھا ہے، ضروریات کی قضاء کے لیے جمعرات کا دن مبارک ہے اور شادی بیاہ کے لیے جمعہ کا دن بابرکت ہے اور ان باتوں کا علم نبی کو ہوتا ہے یا نبی کے وصی کو"۔

مجھے یقین ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور آخیر میں، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس میں وقت یا کسی اور چیز کا کوئی دخل نہیں ہے، ہاں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بعض دنوں اور بعض راتوں کی اجر و ثواب کے اعتبار سے فضیلت ہے، جیسے رمضان کا مہینہ، اور لیلۃ القدر، اور بعض اوقات میں عبادت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورج کے طلوع، غروب اور استواء کے وقت۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

مولانا مصطفیٰ رضا خاں، اعلیٰ حضرت کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عرض: جبل پور جانے کے چار روز باقی اور حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانا تھے۔ سلطان حیدر خاں نے عرض کی درزی کو دے دیے جائیں؟

ارشاد: آج منگل کا دن ہے جس کی نسبت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری ہو جائے گا۔ [1]

علامہ مناوی نے اس مسئلہ پر بہت طویل بحث کی ہے جس کا اکثر حصہ علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے، بلکہ علامہ آلوسی کی تمام بحث اسی سے ماخوذ ہے، علامہ مناوی نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے:

واما الطیرۃ فیکرھہا و لیست من الدین بل من فعل الجاھلیۃ وقول الکھان والمنجمین۔ [2]

اور بدفالی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکروہ قرار دیا ہے، یہ دین سے نہیں ہے بلکہ جاہلیت کے کاموں اور کاہنوں کے اقوال سے ماخوذ ہے۔

بدشگونی کی مذمت میں احادیث کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطیرۃ شرک الطیرۃ شرک ثلاثا وما منا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، حضرت ابن مسعود نے کہا ہم میں سے ہر شخص کے دل میں کسی چیز کے متعلق کوئی بدشگونی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو توکل کے سبب سے دور کر دیتا ہے۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یتطیر من شیء۔ [4]

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

ل۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۸۴۔۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[1] مولانا مصطفیٰ رضا خاں، الملفوظ ج ۳ ص ۹۲۔۹۳، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] علامہ عبد الرؤف مناوی، فیض القدیر ج ۱ ص ۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۱، " " " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۹، ۳۰۴، ۲۵۷، ج ۵ ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی حسان ان رجلا قال لعائشة ان اباھریرة یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الطیرة فی المرأة والدار والدابة فغضبت غضبا شدیدا فطارت شقة منھا فی السماء وشقة فی الارض فقالت انما کان اھل الجاھلیة یتطیرون من ذلک۔ [1]

ابو حسان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت ابوہریرہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت، مکان اور چوپائے میں نحوست ہے حضرت عائشہ یہ سن کر بہت غضب ناک ہوئیں آپ نے فرمایا پھر کا کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف اڑ جاتا اور کوئی ٹکڑا زمین پر گر جاتا، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس سے بدفال لیتے۔

اس حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

وعن معاویة بن الحکم السلمی قال...... ومنا رجال یتطیرون قال ذاک شیء یجدونه فی صدورھم فلا یصدھم۔ [2]

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے دلوں میں خیال آتا ہے تم اس کے درپے نہ ہونا۔

بدشگونی کی مذمت میں فقہاء اسلام کی تصریحات

علامہ نووی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دل میں غیر اختیاری طور پر کسی چیز کے متعلق نحوست کا خیال آجاتا ہے تو اس میں تم پر عتاب نہیں ہے کیونکہ تم اس کو دور کرنے کے مکلف نہیں ہو لیکن اس خیال کے سبب سے تم اپنا کوئی کام کرنے سے نہ رکو، کیونکہ یہ تمہارے اختیار میں ہے اور تم اس کے مکلف ہو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے روک دیا، اور بدشگونی کی وجہ سے کسی کام کو ترک کرنے سے منع فرما دیا، اور بکثرت احادیث صحیحہ میں بدشگونی لینے اور کسی چیز کو منحوس قرار دینے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ [3]

شریعت اسلام نے بدشگونی کے حکم کو باطل کر دیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ کسی چیز سے نفع حاصل کرنے یا کسی ضرر کو دور کرنے میں بدشگونی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ [4]

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ، مسند احمد ج ٦ص ٢٤٦، ١٥٠، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ١ص ٢٠٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ص ٢٠٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ، اکمال اکمال المعلم ج ٣ص ٢٣٩، مطبوعہ مکتبہ علمی بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

تطیّر (بدشگونی) کی اصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے تھے، جب کوئی شخص کسی کام کے لیے نکلتا تو اگر وہ کسی پرندے کو دائیں جانب اڑتا ہوا دیکھتا تو اس کو مبارک قرار دیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا، اور اگر اس کو بائیں جانب اڑتا ہوا دیکھتا اور اس کو منحوس قرار دیتا اور اپنے کام پر جانے سے باز آجاتا اور بعض اوقات کوئی شخص کوئی کام کرنے سے پہلے خود کسی پرندے کو اڑا کر اس سے شگون نکال لیتا۔

زمانہ جاہلیت میں اکثر لوگ شگون نکالتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے کیونکہ شیطان نے یہ عمل ان کے لیے مزین کر دیا تھا، اور بہت سے مسلمانوں میں اس کا اثر باقی رہ گیا، امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی چیز سے بدشگونی لو تو اس کام کو ترک نہ کرو اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم کسی چیز میں بدشگونی لو تو اس کام کو جاری رکھو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، اور امام ابو داؤد، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "بدشگونی لینا شرک ہے" سلیمان بن حرب نے کہا آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ شگون کی وجہ سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ضرر دور ہوتا ہے۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے، شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔[2]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بدشگونی لینا شرک ہے" کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انھوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انھوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے، اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل مؤثر ہے تو یہ شرک جلی ہے، آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انھوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں مؤثر سبب ہے اور بالخصوص ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔[3]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا طیرۃ" یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۰ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ص ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ص ۶-۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہیے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہیے، جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔[1]

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا صفر"۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد ماہ صفر ہے جو محرم کے بعد آتا ہے، عام لوگ اس ماہ کو مصیبتوں، بلاؤں اور آفتوں اور حادثوں کا مہینہ قرار دیتے تھے یہ اعتقاد بھی باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔[2]

علامہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

بقیہ کہتے ہیں میں نے محمد بن راشد سے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ولا صفر" کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا لوگ ماہ صفر کے دخول کو منحوس سمجھتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا صفر"، یعنی صفر میں نحوست نہیں ہے۔[3]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دن کو منحوس، نامسعود اور نامبارک خیال کرنا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا کفار کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معه الا انما طائرهم عند الله ولكن اكثرهم لا يعلمون۔ (اعراف: ۱۳۱)

ترجمہ: انھیں خوشحالی پہنچتی تو کہتے یہ ہماری وجہ سے ہے اور اگر انھیں کوئی بدحالی پہنچتی تو (اسے) موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے، سنو ان (کافروں) کی نحوست اللہ کے نزدیک (مقدر) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قالوا انا تطيرنا بكم لئن لم تنتهوا لنرجمنكم وليمسنكم منا عذاب اليم۔ (یٰس: ۱۸)

(کافروں نے) کہا ہم نے تم سے برا شگون لیا ہے، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کریں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا

قالوا اطيرنا بك وبمن معك قال طائركم عند الله بل انتم قوم تفتنون۔ (نمل: ۴۷)

کافروں نے حضرت صالح سے کہا: ہم نے آپ کے ساتھیوں سے برا شگون لیا ہے (حضرت صالح نے) فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے، بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا ہو۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[2] " " " " اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰،

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بدشگونی کے سلسلہ میں خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کوئی دن نامسعود اور نامبارک نہیں ہے، اسی طرح تمام انسان اور اشیاء اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منحوس نہیں ہے، اور حوادث، آفات، بلاؤں اور مصائب کے نازل ہونے میں کسی چیز کا دخل نہیں ہے، بیماریوں، آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا تعلق تکوین اور تقدیر سے ہے، دن اور کسی شئے کا کسی شر کے حدوث اور کسی آفت کے نزول میں کوئی دخل اور اثر نہیں ہے، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بس! اسی لیے کسی بھی جائز اور صحیح کام کو کسی دن اور کسی چیز کی خصوصیت کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور کوئی دن اور کوئی چیز منحوس، نامسعود اور نامبارک نہیں ہے۔

روح کی بحث

حدیث نمبر ٦٩٣٢ میں ہے چند یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ روح اور نفس کے سلسلہ میں کلام بہت کامشکل اور دقیق ہے، اس کے باوجود اکثر علماء نے اس پر بحث کی اور اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، امام ابوالحسن اشعری نے کہا روح وہ سانس ہے جو آتا اور جاتا ہے، علامہ باقلانی نے کہا روح سانس اور زندگی میں امر مشترک ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ میں مشترک ہے، بعض علماء نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو روح کا علم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے" اور جمہور علماء نے یہ کہا کہ روح معلوم ہے، اور اس کے متعلق یہ مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روح حیات ہے، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ روح کا علم نہیں ہو سکتا، اور نہ یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جواب اس لیے کہلوایا گیا کہ یہودیوں کے نزدیک یہ طے تھا کہ اگر انھوں نے روح کی تفسیر کی تو یہ نبی نہیں ہیں۔[1]

یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ابن التین نے کہا، اس حدیث میں یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس روح کے متعلق سوال کیا تھا، اس کی تعیین میں بھی متعدد اقوال ہیں: (۱) انسان کی روح (۲) حیوان کی روح (۳) جبرائیل (۴) حضرت عیسیٰ (۵) قرآن مجید (۶) وحی (۷) وہ فرشتہ جو قیامت کے دن صف میں اکیلا کھڑا ہوگا (۸) وہ فرشتہ جس کے گیارہ ہزار پر اور چہرے ہیں، یا وہ فرشتہ جس کی ستر ہزار زبانیں ہیں، یا وہ فرشتہ جس کے ستر ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان میں ستر ہزار لغات ہیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے، یا وہ فرشتہ جس کی ٹانگیں زمین پر اور سر عرش کے پائے پر ہے، (۹) بنو آدم کی طرح کھانے پینے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٧٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

والی ایک مخلوق ہے جس کو روح کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک نوع ہے جو کھاتی پیتی ہے۔

روح کے متعلق یہ متعدد اقوال اس وجہ سے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات میں متعدد معانی پر روح کا اطلاق کیا گیا ہے، خاص اس آیت کے متعلق یہ متعدد اقوال نہیں ہیں، قرآن مجید میں روح کا اطلاق جن معانی پر ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ۔ نزل بہ الروح الامین۔ "اس کو روح امین نے نازل کیا" اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں۔

(۲) ۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی ہے" اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

(۳) ۔ یلقی الروح من امرہ۔ "اس کے حکم سے روح القا کی جاتی ہے" اس سے مراد وحی ہے۔

(۴) ۔ وایدھم بروح منہ "اور اللہ نے اپنی روح سے ان کی تائید کی" اس سے مراد قوت ہے۔

(۵) ۔ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ "جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے" اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں یا کوئی اور فرشتہ۔

(۶) ۔ تنزل الملائکۃ والروح فیھا۔ "اس رات فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں" اس سے بھی حضرت جبرائیل مراد ہیں یا کوئی اور فرشتہ اور روح اللہ کا اطلاق حضرت عیسیٰ پر کیا گیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے روح اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے، اور بنو آدم کی طرح صورتیں ہیں، ہر فرشتہ کے ساتھ ایک روح نازل ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے اس آیت میں روح کی تعیین نہیں کی، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس آیت میں روح کے متعلق کئی اقوال ہیں:

(۱) ۔ یہودیوں نے حضرت جبرائیل کے متعلق سوال کیا تھا، (۲) اس فرشتے کے متعلق سوال کیا تھا جس کی زبانیں ہیں (۳) ۔ اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے اس روح کی ماہیت کے متعلق سوال کیا جس کے سبب سے جسم میں حیات ہوتی ہے، (۴) اہل نظر نے یہ کہا انھوں نے جسم میں روح کے حلول اور امتزاج کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تھا اور یہی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے (۵) علامہ قرطبی نے کہا راجح یہ ہے کہ انھوں نے انسان کی روح کے متعلق سوال کیا تھا، کیونکہ یہود اس کو نہیں مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ، اللہ کی روح ہیں، اور نہ وہ اس بات سے جاہل تھے کہ حضرت جبرائیل فرشتے ہیں اور فرشتے ارواح ہیں۔

روح کی تعریف امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ انھوں نے اس روح کے متعلق سوال کیا تھا، جو حیات کا سبب ہے، اور قرآن مجید کی آیت میں اس کا نہایت عمدہ جواب ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا مطلب یہ ہو کہ روح کی ماہیت کیا ہے؟ وہ متحیز ہے یا نہیں! آیا اس کا کسی متحیز میں حلول ہے یا نہیں؟ آیا وہ قدیم ہے یا حادث؟ جسم سے نکلنے کے بعد آیا روح باقی رہتی ہے یا فنا ہو جاتی ہے؟ روح کے عذاب اور ثواب کی کیا کیفیت ہے؟ ان کے سوال میں ان میں سے کسی مطلب کی تخصیص نہیں ہے، البتہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے روح کی ماہیت کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ کہ آیا روح قدیم ہے یا حادث؟

قرآن مجید میں جو اس کا جواب دیا گیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ روح ایک موجود چیز ہے جو تمام حقیقتوں کے مغائر ہے وہ ایک جوہر بسیط مجرد ہے جو اللہ تعالیٰ کے محض لفظ کن سے پیدا ہوتی ہے ، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی تکوین سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں جسم کے اندر حیات کے افادہ کی تاثیر ہے اور اس کی کیفیت مخصوصہ کے علم کی نفی سے روح کے علم کی نفی لازم نہیں آتی ۔

سلف صالحین نے روح میں غور و خوض کرنے سے منع فرمادیا ہے تاہم روح کے متعلق علماء کے چند اقوال ہیں : (۱) یہ سانس جو اندر جا رہا ہے اور باہر آ رہا ہے ۔ (۲) حیات (۳) ایک جسم لطیف جس کا تمام بدن میں حلول ہے ۔ (۴) خون (۵) عرض خلاصہ یہ ہے کہ روح کے متعلق سو اقوال ہیں ، ابن مندہ نے متکلمین سے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کی پانچ روحیں ہیں اور مومن کی تین روحیں ہیں ، اور ہر جاندار کی ایک روح ہے ۔

روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ مخلوق کو آزمایا جائے کہ جس چیز کا انھیں علم نہیں ہے آیا وہ اس کو اللہ کی طرف مفوض کرتے ہیں یا نہیں ، اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ روح کو مخفی رکھنے میں انسان کے عجز کا اظہار ہے کہ انسان کا وجود قطعی طور پر اس کو معلوم ہے لیکن وہ اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے تو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو جاننے سے تو وہ بدرجہ اولیٰ عاجز ہو گا ۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو یہودیوں کو مطلع کرنے کا حکم نہ دیا ہو ۔

عوارف المعارف میں ہے ادب کا تقاضا ہے کہ روح کے متعلق بحث نہ کی جائے ، اور حضرت جنید سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہیں کیا ، ابن مندہ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ جب تمام عالم فنا ہو جائے گا تو روح باقی رہے گی یا فنا ہو جائے گی ؟ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات

امام رازی لکھتے ہیں :

ان مسئلة الروح يعرفها اصاغر الفلاسفة واراذل المتكلمين فلو قال الرسول انی لا اعرفها لاورث ذلك ما يوجب التحقير والتنفير فان الجهل بمثل هذه المسئلة يفيد تحقير ای انسان كان فكيف الرسول الذی هو اعلم

روح کے مسئلہ کو چھوٹے سے چھوٹے فلسفی اور کم درجہ کے متکلمین بھی جانتے ہیں تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح کو نہیں جانتا تو یہ آپ سے لوگوں کی دوری اور توحش کا موجب ہو گا ، کیونکہ جو انسان بھی اس مسئلہ کو نہ جانے اس کی مذمت ہوتی ہے ، تو رسول اللہ

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳-۴۰۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

العلماء وافضل الفضلاء [1]

صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم اور فاضل ہیں، ان کو روح کی حقیقت کا علم کیونکر نہ ہوگا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

فلا یدرک بالعقل شیء من وصفه بل بنور اخر اعلی واشرف من العقل یشرق ذلک النور فی عالم النبوة والولایة۔ [2]

عقل کے ذریعہ روح کا کچھ بھی بیان نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کا بیان ایک اور نور کے ذریعہ ہوگا جو عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے، یہ نور صرف نبوت اور ولایت کے عالم میں روشن ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی روح کے علم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لم یقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی علم کل شیء یمکن العلم به۔ [3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں ہو گیا جس کا علم ممکن تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

قلت جل منصب النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو حبیب اللہ وسید خلقه ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ علیه بقوله وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ [4]

میں کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور اس کی تمام مخلوق کے سردار ہیں اور آپ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق بطور احسان یہ فرمایا ہے: آپ جس چیز کو بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرما دیا، اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی اللہ علیه وسلم اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بکتم ذلک۔ [5]

بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ (قیامت، بارش، ماں کے پیٹ کل اور مرنے کی جگہ) اور روح کا علم دیا گیا ہے اور آپ

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
[3] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[4] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[5] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۳۴۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

کو ان سے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم ليس فى الاٰية دلالة على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يأمره ان يطلعهم وقد قالوا فى علم الساعة نحو هذا۔[۱]

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ یہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور ان کو مطلع کرنے کا حکم نہ دیا ہو، اور علم قیامت کے متعلق بھی اسی قسم کا قول کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی ہم اس عبارت کا ترجمہ نقل کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مستند علماء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم عطا فرمایا ہے۔

بَابُ ۹۹۸ انْشِقَاقِ الْقَمَرِ

چاند کا پھٹ جانا

۶۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِقَّتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

۶۹۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى إِذَا انْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَفِلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پھٹ کر پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور دوسرا ادھر کی طرف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

[۱] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْھَدُوْا۔

۶۹۴۶ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِلْقَتَیْنِ فَسَتَرَ الْجَبَلُ فِلْقَۃً وَکَانَتْ فِلْقَۃٌ فَوْقَ الْجَبَلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑے کو پہاڑ نے ڈھانپ لیا اور دوسرا اس کے اوپر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ!

۶۹۴۷ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاھِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِکَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۶۹۴۸ - وَحَدَّثَنِیْہِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ کِلَاھُمَا عَنْ شُعْبَۃَ بِاِسْنَادِ ابْنِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَۃَ نَحْوَ حَدِیْثِہٖ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ عَدِیٍّ فَقَالَ اشْھَدُوْا اشْھَدُوْا۔

ابن ابی عدی کی روایت میں ہے گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔

۶۹۴۹ - حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا یُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَیْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ نے یہ سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں، آپ نے انہیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا دو بار دکھا دیا (یعنی ایک ہی واقعہ کو انہوں نے آنکھیں مل مل کر دو بار دیکھا)۔

۶۹۵۰ - وَحَدَّثَنِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ شَیْبَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۹۵۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَاَبُوْ دَاوٗدَ کُلُّھُمْ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَیْنِ وَفِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ دَاوٗدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ابو داؤد کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٦٩٥٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ قُرَيْشٍ التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

شق القمر کو باقی دنیا نے کیوں نہیں دیکھا

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ چاند کا شق ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت عظیم معجزات میں سے ہے اس معجزہ کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے۔ عقلی طور پر اس میں انکار کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔ بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ معجزہ ہوا ہوتا تو یہ تواتر کے ساتھ منقول ہوتا اور تمام روئے زمین والوں کو اس کی معرفت ہوتی، اور صرف اہل مکہ اس کے ساتھ مخصوص نہ ہوتے۔ علماء نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند شق ہونے کا واقعہ رات کو رونما ہوا تھا، اور اس وقت لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس کا پہلے سے باقاعدہ پوری دنیا میں اعلان تو نہیں کیا گیا تھا کہ لوگ جاگ کر اس کا انتظار کر رہے ہوتے، اور یہ معجزہ ایک مختصر سی مدت میں رونما ہوا تھا، اور باقی آدھی دنیا میں اس وقت دن تھا۔[1]

شق القمر کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابو نعیم نے سند ضعیف کے ساتھ دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکین جمع ہوئے ان میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبد المطلب، ربیعہ بن اسود اور نضر بن حارث تھے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دیں انہیں کا نصف ابو قبیس پہاڑ پر ہو اور نصف قعیقعان پر ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر میں نے ایسا کیا تو تم ایمان لے آؤ گے، انہوں نے کہا ہاں! وہ چودھویں کے چاند کی رات تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبہ کو پورا کر دے، پھر اس رات چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، اس کا نصف ٹکڑا ابو قبیس پر تھا اور نصف ٹکڑا قعیقعان پر تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اے ابو سلمہ بن عبد الاسد! اے ارقم بن ارقم! گواہ ہو جاؤ۔

شق قمر کے متعلق اس کے علاوہ بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں، اور ان کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ غیر متواتر ہیں، میر سید شریف نے شرح مواقف میں یہ لکھا ہے کہ یہ متواتر ہیں، مختصر ابن حاجب کی شرح میں علامہ ابن السبکی کا بھی یہی مختار ہے، انہوں نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ قمر کا شق ہونا متواتر ہے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٧٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

قرآن مجید میں منصوص ہے۔

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں، البتہ ان میں سے بعض صحابہ اس موقع پر حاضر نہ تھے، جیسے حضرت ابن عباس یہ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے اور جیسے حضرت انس یہ اس وقت مدینہ میں تھے اور ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، ان کی روایات از قبیل مراسیل ہیں، لیکن اس سے ان احادیث کی صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ہے حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چاند اس وقت دو ٹکڑے ہوا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ معجزہ اس وقت ہوا جب آپ مکہ میں تھے، ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اس واقعہ کا ظہور مکہ میں ہوا تھا۔

آیا شق القمر ایک بار ہوا تھا یا کئی بار؟

حافظ ابو الفضل عراقی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دو مرتبہ چاند شق ہوا، کیونکہ عبد بن حمید نے حاکم نے اپنی تصحیح کے ساتھ، ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے میں نے مکہ میں دو بار چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن حافظ عراقی کا اس پر اجماع قرار دینا ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ المواہب میں مذکور ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ چاند کے شق ہونے پر تو اجماع ہے لیکن اس کے دو بار شق ہونے پر اجماع نہیں ہے کیونکہ علماء حدیث میں سے کسی نے اس پر اعتماد نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو بار شق ہوا ہے، اور جس حدیث میں دو بار کا لفظ ہے اس سے مراد دو ٹکڑے ہے، میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث روایت میں یہ مذکور ہے کہ میں نے دو بار چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا، البتہ میرے نزدیک اس روایت کی صحیح تاویل یہ ہے کہ دو بار کا تعلق دیکھنے سے ہے، اس کا تعلق ٹکڑے ہونے سے نہیں ہے، یعنی اس واقعہ کو انھوں نے آنکھیں مل مل کر دو بار دیکھا یہ مطلب نہیں کہ یہ واقعہ دو بار ہوا، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، امام ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا آپ کے پاس کوئی نشانی ہے جس سے ہم یہ پہچانیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر کہا: اے محمد! اہل مکہ سے کہیے کہ وہ اس رات میں جمع ہو جائیں وہ ایک نشانی دیکھ لیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسی طرح فرما دیا، پھر یہ لوگ اس رات کو جمع ہوئے وہ چاند کی چودھویں شب تھی، اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا نصف صفا پر تھا اور نصف مروہ پر، انھوں نے یہ منظر دیکھا، ان کو خیال ہوا کہ ان کی آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے وہ بار بار آنکھیں مل کر یہ منظر دیکھ رہے تھے، سو اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ اس نے تین بار چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تھا تو یہ بھی بلا شبہ صحیح ہوتا اور اس سے یہ لازم نہ آتا کہ واقع میں چاند تین بار دو ٹکڑے ہوا ہے، اس لیے حضرت ابن مسعود کے کلام کو اسی طرز پر محمول کرنا چاہیے تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو۔[1]

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۷۵-۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

قرآن مجید میں شق القمر کا بیان

کافروں نے شق القمر کا یہ معجزہ دیکھنے کے بعد یہ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے اور ایسا جادو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

اقتربت الساعة وانشق القمر ○ وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ○ وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر ○

(قمر: ۳-۱)

قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں، اور کہیں (یہ تو) ہمیشہ سے کیے جانے والا جادو ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی اتباع کی اور ہر کام (اپنی میعاد کے مطابق) قرار پا چکا ہے۔

یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کا وقوع اب قریب آپہنچا ہے کیونکہ اب نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی ابتداء ہو گئی ہے، چاند ایک ——— سیارہ ہے اور جب وہ پھٹ سکتا ہے تو باقی سیارے بھی پھٹ سکتے ہیں، زمین بھی شق ہو سکتی ہے اور آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے، کائنات کی کوئی چیز دائمی اور سرمدی نہیں ہے، اور ہر چیز فانی ہے۔

نیز چاند کو شق کر دینے کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح جوڑ دینے میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح اس ایک سیارہ کو توڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ ویسے ہی جوڑ سکتا ہے تو اس سارے عالم کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اسی طرح قادر ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت معجزہ شق القمر پر دلیل نہیں ہے بلکہ یہاں ماضی کا صیغہ مضارع کے معنی میں ہے، اور اس آیت کا معنی ہے چاند شق ہو جائے گا یعنی قرب قیامت میں، یہ معنی خلاف ظاہر ہونے کے علاوہ اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں چاند کے پھٹنے کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے، اگر اس آیت کے نزول سے پہلے چاند شق نہیں ہوا تھا بلکہ وہ آئندہ کبھی شق ہونے والا تھا تو اس وجہ سے یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ قیامت کا وقت قریب آپہنچا ہے کیونکہ آئندہ چاند شق ہو جائے گا" بلکہ معقول اسلوب یہ ہے کہ جب چاند ایک سیارہ ہونے کے باوجود شق ہو گیا تو معلوم ہوا کہ کائنات کا ہر سیارہ پھٹ سکتا ہے اس لیے چاند کا شق ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کی ساعت اب قریب آپہنچی ہے۔

بَابٌ ٩٩٩ فِي الْكُفَّارِ

کفار کا بیان

۶۹۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِي

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اذیت ناک باتوں پر صبر کرنے والا نہیں ہے،

مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدَ اَصْبَرُ عَلٰى اَذًى يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهُ يُشْرَكُ بِهٖ وَيُجْعَلُ لَهُ الْوَلَدُ ثُمَّ هُوَ يُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ.

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے، اس کے لیے بیٹا بنایا جاتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔

٦٩٥٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ اِلَّا قَوْلَهُ وَيُجْعَلُ لَهُ الْوَلَدُ فَاِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ حدیث بھی حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا بنایا جاتا ہے۔

٦٩٥٥۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ لَهُ نِدًّا وَيَجْعَلُوْنَ لَهُ وَلَدًا وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيْهِمْ وَيُعْطِيْهِمْ.

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف دہ باتوں کو سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتے ہیں اور اس کا بیٹا بناتے ہیں اور وہ اس کے باوجود ان کو رزق دیتا ہے ان کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور ان کو عطا کرتا ہے۔

٦٩٥٦۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَدْ اَرَدْتُ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ اَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا اُدْخِلَكَ النَّارَ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ہو گا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر تمہیں دنیا اور اس کی سب چیزیں مل جائیں تو کیا تم ان کو اس عذاب سے نجات کے لیے فدیہ دے دو گے؟ وہ کہے گا ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس وقت تم آدم کی پشت میں تھے اس وقت میں نے تم سے اس کی بہ نسبت کم چیز کا ارادہ (مطالبہ) کیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو (راوی کہتا ہے میرا گمان ہے آپ نے فرمایا تھا:) تو میں تم کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا، مگر تم نے شرک کے سوا کوئی بات نہیں مانی۔

٦٩٥٧۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ إِلَّا قَوْلَهُ: وَلَا أُدْخِلَكَ النَّارَ فَإِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ.

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث مثل سابق ہے البتہ اس میں یہ قول نہیں ہے کہ میں تم کو دوزخ میں داخل نہ کرتا۔

۶۹۵۸- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقَالُ لِلْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ قَدْ سُئِلْتَ أَيْسَرَ مِنْ ذَلِكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس روئے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا تم اس کو عذاب سے نجات کے لیے دے دوگے، وہ کہے گا ہاں! اس سے کہا جائیگا تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا ارادہ (مطالبہ) کیا گیا تھا۔

۶۹۵۹- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ كَذَبْتَ قَدْ سُئِلْتَ مَا هُوَ أَيْسَرُ مِنْ ذَلِكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے البتہ اس میں یہ مذکور ہے: اس سے کہا جائے گا تم نے جھوٹ بولا، تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا۔

۶۹۶۰- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلَى وَعِزَّةِ رَبِّنَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کافر کو کس طرح قیامت کے دن منہ کے بل اٹھایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا جس نے اس کو پاؤں کے بل چلایا ہے کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟ قتادہ نے کہا کیوں نہیں! ہمارے رب کی عزت (وجلال) کی قسم!

۶۹۶۱- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جنتی

الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ فَيَقُولُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُولُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ ۔

کو دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں ملی تھیں اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا، اور اس کو جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی خیر دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: نہیں بہ خدا! اے میرے رب! پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں رہا تھا، اس کو جنت کا ایک چکر لگوایا جائے گا، اس سے کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے؟ کیا تم کو کبھی کوئی تکلیف لاحق ہوئی ہے؟ وہ کہے گا: نہیں بہ خدا! اے میرے رب! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے نہ کبھی کوئی سختی پہنچی ہے۔

صبر اور حلم کا معنی

حدیث نمبر ۶۹۵۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک پر صبر کرتا ہے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت حلیم ہے، حتیٰ کہ جو کافر اس کی طرف بیٹے اور اولاد کی نسبت کرتے ہیں، ان پر بھی رحم فرماتا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ صبر کا معنی ہے نفس کو انتقام وغیرہ سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے جب صبر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہے امتناع، قاضی عیاض نے کہا اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ہے صبور (بہت زیادہ صبر کرنے والا) اس کا معنی ہے جو نافرمانوں سے انتقام لینے میں جلدی نہ کرے، اس کا معنی حلیم ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور حلیم اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود انتقام نہ لے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی

حدیث نمبر ۶۹۵۵ میں ہے: اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے فرمائے گا: اگر تم کو دنیا و ما فیہا مل جائے تو کیا تم اس کو اس عذاب سے نجات کے لیے دے دو گے؟ وہ شخص کہے گا: ہاں! (حدیث نمبر ۶۹۵۷ میں ہے:) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا، میں نے تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا ارادہ کیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، مگر تم نے شرک کرنے کے سوا کوئی بات نہیں مانی۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کافر شرک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا کیوں نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے وہ "فعال لما یرید" ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ارادہ کا معنی ہے مطالبہ اور سوال کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا نہ کہ ارادہ کیا تھا۔
علامہ نووی لکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور تم کو شرک نہ کرنے کا

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حکم دیا تھا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے، خیر اور شر، ہدایا ایمان اور کفر۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومن کے ایمان کا ارادہ فرماتا ہے اور کافر کے کفر کا، اس کے برخلاف معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے کفر کا ارادہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے، اور ان کے اس مذہب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا عجز لازم آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت میں جس چیز کے کرنے کا ارادہ کیا وہ نہیں ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ارادہ کا معنی مطالبہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لافتدوا بہ من سوء العذاب یوم القیامۃ۔ (زمر: ٤٧)

اور اگر ان ظالموں کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں اور اس جتنی اور چیزیں بھی ہوں تو وہ ان کو برے عذاب سے بچنے کے لیے قیامت کے دن فدیہ میں دے دیں گے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کفار کے پاس دنیا اور مافیہا ہو تو وہ اس کو قیامت کے دن عذاب سے چھٹکارے کے لیے فدیہ میں دے دیں گے، اور اس حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: کیا تم عذاب سے بچنے کے لیے دنیا و مافیہا کو فدیہ میں دے دو گے اور انھوں نے کہا ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا یعنی وہ عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ نہیں دیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم تم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیں تو کیا تم اخروی عذاب سے بچنے کے لیے دنیا و مافیہا کو فدیہ میں دے دو گے، وہ کہیں گے ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ کہا، ہم نے تم کو اس کی بہ نسبت آسان چیز کا حکم دیا تھا جس کو تم نے نہیں مانا اور شرک کیا۔ [1]

بَابُ جَزَاءِ الْمُؤْمِنِ بِحَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَتَعْجِيلِ حَسَنَاتِ الْكَافِرِ فِي الدُّنْيَا

مومن کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا اور آخرت میں ملے گا اور کافر کو صرف دنیا میں۔

٦٩٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلَّهِ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اس کو آخرت میں بھی جزا دی جائے گی، رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ کے لیے نیکیاں کی ہیں ان کا اجر اس کو دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کو جزا دینے کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٧٢، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

٦٩٦٣ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللَّهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ کافر جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا لقمہ اس کو دنیا میں ہی کھلا دیا جاتا ہے، اور رہا مومن تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لیے ذخیرہ کرتا ہے اور اس کی عبادت کے صلہ میں اس کو دنیا میں رزق عطا فرماتا ہے۔

٦٩٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرُّزِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ابْنُ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت بیان کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو کافر کفر پر مر جائے اس کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ملے گا، اور اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو کام کیے ہوں گے اس کو ان کی کوئی جزا نہیں ملے گی، اور اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ اس نے دنیا میں صلہ رحم، صدقہ، غلاموں کو آزاد کرنا، مہمان نوازی اور جو دوسری نیکیاں کی ہیں ان کی جزا اس کو دنیا میں دے دی جائے گی، اور مومن کی نیکیوں کو آخرت کے لیے جمع کیا جائے گا، اس کے باوجود اس کو دنیا میں بھی اجر ملے گا، اس مسئلہ کی پوری تحقیق کتاب الایمان میں گذر چکا ہے۔ [1]

بَابُ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلِ الْكَافِرِ — مومن اور کافر کی مثال

٦٩٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تَسْتَحْصِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیت کی طرح ہے جس کو ہوا مسلسل جھونکے دیتی رہتی ہے، مومن پر بھی مصیبتیں آتی رہتی ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو ہلتا جلتا ہی نہیں حتیٰ کہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

٦٩٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٣٧٤، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

مکان قوله تميله تفيئه۔

۶۹۶۷۔ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا عبد الله بن نمير ومحمد بن بشر قالا حدثنا زكرياء بن أبي زائدة عن سعد بن إبراهيم حدثني ابن كعب بن مالك عن أبيه كعب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المؤمن كمثل الخامة من الزرع تفيئها الريح تصرعها مرة وتعدلها أخرى حتى تهيج ومثل الكافر كمثل الأرزة المجذية على أصلها لا يفيئها شيء حتى يكون انجعافها مرة واحدة۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال سرکنڈے کے کھیت کی طرح ہے، جس کو ہوا جھونکے دیتی رہتی ہے کبھی اس کو گرا دیتی ہے اور کبھی کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ وہ سوکھ جاتا ہے، اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو اپنی جڑ پر قائم رہتا ہے، کوئی چیز اس کو ادھر ادھر نہیں جھکاتی حتیٰ کہ وہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

۶۹۶۸۔ حدثني زهير بن حرب حدثنا بشر بن السري وعبد الرحمن بن مهدي قالا حدثنا سفيان عن سعد بن إبراهيم عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المؤمن كمثل الخامة من الزرع تفيئها الرياح تصرعها مرة وتعدلها حتى يأتيه أجله ومثل المنافق مثل الأرزة المجذية التي لا يصيبها شيء حتى يكون انجعافها مرة واحدة۔

عبد الرحمن بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال سرکنڈے کے کھیت کی طرح ہے، جس کو ہوا جھونکے دیتی رہتی ہے کبھی اس کو گرا دیتی ہے اور کبھی کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ اس کی اجل آجاتی ہے، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو اپنی جڑ پر کھڑا رہتا ہے، اس پر کوئی آفت نہیں آتی بالآخر وہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

۶۹۶۹۔ وحدثنيه محمد بن حاتم ومحمود بن غيلان قالا حدثنا بشر بن السري حدثنا سفيان عن سعد بن إبراهيم عن عبد الله بن كعب بن مالك عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم غير أن محمودا قال في روايته عن بشر ومثل الكافر كمثل الأرزة وأما ابن حاتم فقال مثل المنافق كما قال زهير۔

عبد اللہ بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، البتہ محمود کی روایت میں یہ ہے کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے اور ابن حاتم نے منافق کی مثال کہا جس طرح زہیر کی روایت میں ہے۔

۶۹۷۰۔ وحدثناه محمد بن بشار وعبد الله بن هاشم قالا حدثنا يحيى (وهو القطان) عن سفيان عن سعد بن إبراهيم قال ابن هاشم

عبد اللہ بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے ان کی مثل نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں البتہ ان سب کی روایات میں یہ ہے: کافر کی مثال صنوبر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَا جَمِيعًا فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ يَحْيَى وَمَثَلُ الْكَافِرِ مَثَلُ الْأَرْزَةِ.

کے درخت کی طرح ہے۔

بَابُ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ مَثَلَ النَّخْلَةِ

مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے۔

۶۹۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ هِيَ النَّخْلَةُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ قَالَ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَ هِيَ النَّخْلَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا دھیان جنگل کے درختوں کی طرف گیا، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے بتانے سے حیا آئی، پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے اس بات کا حضرت عمر سے ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر تم یہ بتا دیتے کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسند ہوتا۔

۶۹۷۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ الضُّبَعِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِأَصْحَابِهِ أَخْبِرُونِي عَنْ شَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَذْكُرُونَ شَجَرًا مِنْ شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأُلْقِيَ فِي نَفْسِي أَوْ رُوعِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَجَعَلْتُ أُرِيدُ أَنْ أَقُولَهَا فَإِذَا أَسْنَانُ الْقَوْمِ فَأَهَابُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا سَكَتُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کی مثال مومن کی طرح ہے؟ صحابہ جنگل کے درختوں میں سے کسی درخت کا ذکر کرنے لگے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ چیز ڈالی گئی کہ یہ کھجور کا درخت ہے میں نے اس کو بتانے کا ارادہ کیا، مگر وہاں بڑی عمر کے لوگ تھے، میں ان کے سامنے بات کرنے سے ڈرا، جب سب صحابہ چپ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

۶۹۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ

مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَذَكَرَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا۔

کے ساتھ مدینہ میں رہا میں نے ان سے صرف ایک حدیث سنی، انھوں نے کہا ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۹۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُمَّارٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا اس کے بعد ان کی طرح حدیث بیان کی۔

۶۹۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ شِبْهِ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَعَلَّ مُسْلِمًا قَالَ وَتُؤْتِي أُكُلَهَا وَكَذَا وَجَدْتُ عِنْدَ غَيْرِي أَيْضًا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا مجھے اس درخت کے متعلق بتاؤ جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ وہ مسلمان کی طرح ہے، امام مسلم کہتے ہیں کہ اس روایت میں ہے وہ ہر وقت پھل دیتا ہے، لیکن میں نے اپنے علاوہ دوسرے محدثین کے پاس اسی طرح روایت دیکھی ہے، کہ وہ درخت ہر وقت پھل نہیں لاتا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، (مگر) میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کلام نہیں کر رہے تو مجھے کچھ کہنا ناگوار ہوا، حضرت عمر نے کہا اگر تم بتا دیتے تو مجھے یہ فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسند ہوتا۔

کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کی عقلوں کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ اپنے ذہنوں کو دوڑائیں اور غور و فکر کریں، اور ان میں بڑوں کی تعظیم اور توقیر کا بیان ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر اس مسئلہ کا علم ہونے کے باوجود اس لیے نہیں بتایا کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نہیں بتا رہے تو میرا بھی خاموش رہنا مناسب ہے، البتہ جب بڑوں کو جواب نہ آئے تو چھوٹوں کو بتا دینا چاہیے، نیز ان احادیث میں بیٹے کی لیاقت پر باپ کے خوش ہونے کا بیان ہے اور ان احادیث میں کھجور کے درخت کی فضیلت ہے، ملخصا۔

نے کہا ہے کہ کھجور کے درخت کو مسلمان کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں بہت زیادہ خیر ہے اس کا سایہ دائمی ہے، اس کا پھل میٹھا ہے اور وہ پھل ہمیشہ موجود رہتا ہے، کیونکہ تازہ کھجور بھی کھائی جاتی ہے اور خشک ہونے کے بعد چھوارے کی شکل میں بھی کھائی جاتی ہے اور کھجور کے درخت کے خشک ہونے کے بعد اس کے تنے، اس کے پھول اور اس کی شاخوں سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کے تنے سے شہتیر بنائے جاتے ہیں، اس کی شاخوں اور پتوں سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کی گٹھلیوں سے تسبیح بنائی جاتی ہے، غرض یہ کہ کھجور کے درخت سے ہر حالت اور ہر دور میں نفع حاصل ہوتا ہے جس طرح مومن کے ہر (نیک) عمل میں خیر ہے، اس کا عبادت کرنا، لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا، اہل و عیال اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، عبادت میں معاونت کی نیت سے کھانا پینا اور آرام کرنا، سو جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں خیر ہے اس طرح مومن کے بہ حیثیت مومن ہر عمل میں خیر اور اجر ہے۔ [1]

بعض علماء نے کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ مومن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فراق پر صبر نہیں کر سکتا اور آپ سے جدائی پر بے اختیار گریہ و زاری کرتا ہے اور اب بھی جب اہل ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے ہیں تو زار و قطار روتے ہیں اور فراق کے صدمہ کے باعث ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں اور تمام درختوں میں سے صرف کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتا ہے اور اس کو آپ کی جدائی کی سہار نہیں ہے، کھجور کے جس تنے سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے جب منبر بننے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله ان امرأة من الانصار قالت لرسول الله صلی الله علیه و سلم یا رسول الله الا اجعل لك شیئا تقعد علیه فان لی غلاما نجارا قال ان شئت قال فعملت له المنبر فلما کان یوم الجمعة قعد النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر الذی صنع فصاحت النخلة التی کان یخطب عندها حتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلی الله علیه وسلم حتی اخذها فضمها الیه فجعلت تأن

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز نہ بنا دوں! کیونکہ میرا بیٹا بڑھئی ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو بنا دو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس عورت نے منبر بنا دیا۔ جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے بیٹے کے بنائے ہوئے منبر پر بیٹھے، تب کھجور کے اس درخت نے چیخ ماری جس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تھے، حتیٰ کہ وہ تنا پھٹنے کے قریب تھا، پھر نبی صلی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت.[۱]

اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس ستونے کو پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹایا، وہ تنا اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے روتا ہوا بچہ چپ کراتے وقت سسکیاں لیتا ہے، پھر وہ پرسکون ہو گیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) کی مثال پاک درخت کے ساتھ دی ہے، جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں جو ہر وقت پھل لاتا ہے، اس سے مراد کھجور کا درخت ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح کھجور کی جڑیں زمین میں ہوتی ہیں، اسی طرح ایمان مومن کے دل میں ہوتا ہے، اور جس طرح کھجور کی شاخیں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح مومن کے اعمال قبولیت کے لیے آسمانوں کے اوپر جاتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر بجھارتیں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور یہاں آپ نے خود بجھارت ڈالی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص دوسرے شخص پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے یا اس کو شرمندہ یا عاجز کرنے کے لیے اس سے کوئی کا بخل سوال کرے۔ البتہ اگر اپنے شاگردوں کے علم اور ان کی عقل کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی پہیلی پوچھے تو یہ جائز ہے۔[۲]

بَابُ تَحْرِيْشِ الشَّيْطَانِ وَبَعْثِهٖ سَرَايَاهُ لِفِتْنَةِ النَّاسِ

لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے شیطان کا اپنے لشکر کو روانہ کرنا اور برانگیختہ کرنا

۶۹۷۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جزیرہ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے شیطان مایوس ہو گیا ہے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑائی کے لیے بھڑکائے گا۔

۶۹۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ

امام مسلم نے اس حدیث کی سند بیان کی۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۶۹۷۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ فَيَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَيَفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً۔

۶۹۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ أُرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ۔

۶۹۸۰۔ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَبْعَثُ الشَّيْطَانُ سَرَايَاهُ فَيَفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً۔

۶۹۸۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ قَالُوا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر پر ہے وہ لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے اپنے لشکر روانہ کرتا ہے شیطان کے نزدیک سب سے بڑے درجہ والا وہ ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے، اس کے لشکر میں سے ایک آکر کہتا ہے، میں نے ایسا ایسا کیا ہے وہ کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا، پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے، میں نے ایک شخص کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرا دی، وہ اس کو اپنے قریب کر کے کہتا ہے، ہاں تم نے کام کیا ہے، اعمش نے کہا میرا گمان ہے وہ اس کو گلے لگا لیتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے جو لوگوں کو فتنوں میں ڈالتے ہیں اس کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو زیادہ فتنے میں ڈالتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان (ہم زاد) مسلط کر دیا گیا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی۔ وہ مسلمان ہو

وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ.

گیا اور وہ مجھے خیر کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔

۶۹۸۲- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِيَانِ ابْنَ مَهْدِيٍّ) عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ زُرَيْقٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ مِثْلَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، سفیان کی روایت میں ہے ہر شخص کے لیے ایک ہم زاد جن اور ایک ہم زاد فرشتہ مقرر کر دیا ہے۔

۶۹۸۳- حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَرَأٰى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ مَا لَكِ يَا عَائِشَةُ أَغِرْتِ فَقُلْتُ وَمَا لِي لَا يَغَارُ مِثْلِي عَلٰى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْمَعِيَ شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ رَبِّي أَعَانَنِي عَلَيْهِ حَتّٰى أَسْلَمَ.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے پاس سے اٹھ کر گئے، مجھے اس پر غیرت آئی، پس آپ آئے اور دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں، آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا بات ہے؟ کیا تم نے غیرت کی ہے؟ میں نے کہا مجھ جیسی عورت کو آپ جیسے مرد پر غیرت نہیں آنی چاہیے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا تھا؟ حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس کے مقابلہ میں میرے رب نے میری مدد کی حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تکفیر مسلمین کا رد

حدیث نمبر ۶۹۶۷ میں ہے: شیطان جزیرۃ العرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہو گیا ہے، لیکن وہ لوگوں کو آپس میں لڑائی کے لیے بھڑکائے گا۔

یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معجزات میں سے ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور جنگ کی آگ بھڑکائے گا۔

بارھویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا ظہور ہوا اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتے ہیں:

وعرفت ان اقرارهم بتوحيد الربوبية لم يدخلهم في الاسلام وان قصدهم الملائكة والانبياء يريدون شفاعتهم، والتقرب الى الله بذلك، هو الذي احل دماءهم واموالهم[1]

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوتے اور فرشتوں اور نبیوں کی شفاعت کا ارادہ کرنے سے اور ان کے توسل سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا حلال ہو گیا ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب اپنے اس قول کی بناء پر اس وقت کے تمام جزیرہ عرب کے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور اس کا یہ قول اس صریح حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جزیرہ عرب میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہوگی اور جزیرہ عرب میں غیر اللہ کی عبادت سے شیطان مایوس ہو گیا ہے اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کرنا کفر اور شرک ہے حالانکہ عہد صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک ہر وقت مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر دن رات مسلمانان عالم آپ سے شفاعت طلب کرتے ہیں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے، شیخ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد و افکار کے رد میں ایک کتاب لکھی "الصواعق الالٰہیہ" اس کتاب میں انھوں نے بھی اس حدیث سے شیخ محمد بن عبد الوہاب کا رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے، اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں

---

[1] شیخ محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات ص ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں، کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں، اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں، حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی حضور نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے، لہٰذا یہ تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔[1]

نیز شیخ سلیمان بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن احوص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے، لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جائے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے پس اس بات سے احتراز کرنا اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے، نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی؛ البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ، شفاعت طلب کرنا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرنا۔ سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو، ان تمام امور پر تمام اہل مکہ ان کے عوام، امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں اس کے باوجود تمام لوگ تمہارے دشمن ہیں، تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بد عقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ اگر تمہارا گمان حق ہے تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں، لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہے۔[2]

---

[1] شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ، الصواعق الالٰہیہ ص ۴۴۔ ۴۶، مطبوعہ مکتبہ ایشیق استنبول

[2] ,, ,, ,, الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر ایک دلیل

حدیث نمبر ۶۷۸۱ میں ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی فاسلم میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ مسلمان ہو گیا" سو اب وہ مجھے بھلائی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا۔

اس لفظ یعنی اسلم کی دو طرح روایت ہے "اَسلمُ" یعنی اس شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہوں" علامہ خطابی نے اس کو صحیح اور مختار کہا ہے اور "اَسلَمَ" وہ شیطان مسلمان ہو گیا" قاضی عیاض نے کہا کہ یہی صحیح اور مختار ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ مجھے بھلائی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا" صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں ہے فاستسلم یعنی وہ مسلمان اور تابع فرمان ہو گیا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے معصوم ہیں کہ شیطان آپ کے دل میں یا آپ کے جسم میں کوئی تصرف کرے۔[1]

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر دلیل ہے۔ کیونکہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کی بہ نسبت تبلیغ کا بہت زیادہ زمانہ پایا اس کے باوجود ان کی تبلیغ سے بہت کم انسان مسلمان ہوئے اور آپ نے تبلیغ کا بہت کم زمانہ پایا اس کے باوجود آپ کی تبلیغ سے بہت زیادہ مسلمان ہوئے اور نہ صرف یہ کہ انسان مسلمان ہوئے، درختوں نے اطاعت کی پتھروں اور جانوروں نے کلمہ پڑھا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ پیدا ہونے والا شیطان بھی مسلمان ہو گیا، کائنات کی ہر حقیقت کو آپ نے بدل ڈالا اور امر بالشر امر بالخیر ہو گیا!

ابلیس، شیطان اور جن کی حقیقتوں کا بیان

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: ابلاس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اسی لفظ سے ابلیس ماخوذ ہے، کیونکہ یہ لعین اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تھا، اس سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا۔[2]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

شیطان آگ سے پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے، قرآن مجید میں ہے: خلق الجان من مارج من نار۔ (رحمٰن: ۱۵) "اور "جن" کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا" کیونکہ اس میں قوت غضبیہ اور حمیت مذمومہ بہت زیادہ تھی اسی وجہ سے اس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا جن، انس اور حیوانات میں سے ہر موذی کو شیطان کہتے ہیں۔[3]

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جن انسان کی ضد ہے، جن کو اس لیے جن کہتے ہیں کہ وہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا، زمخشری نے کہا ملائکہ اور جن ایک قسم ہیں ان میں سے جو خبیث اور متمرد ہیں ان کو جن کہتے ہیں اور جو طاہر اور نیک ہیں ان کو ملائکہ کہتے ہیں، علامہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۶۱، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

راغب اصفہانی نے کہا جو روحانی مخلوق انسان کے حواس سے مخفی ہے اس کی تین قسمیں ہیں، جو خیر ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو شر ہیں وہ شیطان ہیں اور جن میں خیر اور شر دونوں ہیں وہ "جن" ہیں، بعض علماء نے کہا ملائکہ اور جن کی مختلف حقیقتیں ہیں ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے اور جنات نار سے پیدا کیے گئے ہیں، ملائکہ معصوم ہیں ان میں توالد اور تناسل نہیں ہوتا اور نہ ان میں مذکر اور مؤنث ہوتے ہیں اور جنات اس کے برخلاف ہیں۔

ابلیس جنات میں سے تھا جیسا کہ قرآن مجید میں صراحۃً مذکور ہے، ایک قول یہ ہے کہ ابلیس جنات میں اس طرح ہے جس طرح حضرت آدم انسانوں میں ہیں۔[1]

ہماری تحقیق یہ ہے کہ شیطان جنات میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں نص صریح ہے: كان من الجن ففسق عن امر ربه۔ (کہف: ۵۰) "وہ جنوں میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی"۔ اس آیت میں یہ تاویل کرنا کہ اس کے افعال جنات والے تھے، بلا ضرورت ہے، اور اس کو سجدہ کا حکم دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فرشتہ ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ ملائکہ کا معلم تھا لیکن اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

قال فبما اغويتني لاقعدن لهم صراطك المستقيم ٥ ثم لاتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمائلهم ط ولا تجد اكثرهم شاكرين۔

(اعراف: ۱۶-۱۷)

شیطان نے کہا مجھے قسم ہے، جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں (بھی) ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر میں ضرور آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

وقال الشيطن لما قضي الامر ان الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فاخلفتكم ط وما كان لي عليكم من سلطان الا ان دعوتكم فاستجبتم لي ج فلا تلوموني ولوموا انفسكم۔

(ابراہیم: ۲۲)

اور فیصلہ ہو جانے کے بعد شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کے خلاف کیا، اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی، سو اب تم مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علي بن حسين قال كان النبي صلى الله عليه وسلم عند المسجد وعنده ازواجه

حضرت علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس آپ کی

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

فرجن فقال لصفیہ بنت حیی لا تعجلی حتی انصرف معک وکان بیتھا فی دار اسامۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم معھا فلقیہ رجلان من الانصار فنظرا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اجازا فقال لھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعالیا انھا صفیۃ بنت حیی فقالا سبحان اللہ یا رسول اللہ فقال ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم وانی خشیت ان یلقی فی انفسکما شیئا۔[1]

ازواج تھیں، وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے فرمایا جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تم کو چھوڑ دوں، ان کا حجرہ حضرت اسامہ کی حویلی میں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گئے، آپ کو دو انصاری ملے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر گزر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادھر آؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں! انھوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا شیطان انسان کے رگوں میں خون کی طرح جاری و ساری ہے، اور مجھے یہ خدشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کی رگوں میں دوڑنے کی قوت عطا فرمائی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شیطان کے اعوان اور انصار کی کثرت اور اس کے وسوسہ ڈالنے سے کنایہ ہے، یعنی جس طرح انسان سے اس کا خون جدا نہیں ہوتا اسی طرح اس سے شیطان بھی الگ نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ شیطان انسان کے جسم کے باریک مساموں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو اس کے دل تک پہنچ جاتا ہے اور ابن خالویہ نے کہا کہ شیطان کا انسانوں پر کوئی تسلط اور تصرف نہیں ہے۔[2]

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ امر کیسے معقول اور متصور ہے کہ شیطان انسان کے اعضاء کے اندر نفوذ کر جاتا ہے اور اس کو وسوسہ ڈالتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ اور شیاطین کے متعلق دو قول ہیں:

(۱)۔ ارواح اگر طاہر ہوں اور عالم روحانیات میں مقدس ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور اگر ارواح خبیث ہوں اور شر اور فساد کی محرک ہوں تو وہ شیاطین ہیں، اس لحاظ سے شیاطین جسم نہیں ہیں جو انسان کے اندر دخول کے محتاج ہوں بلکہ شیطان ایک جوہر روحانی خبیث الفعل ہے جس کی فطرت شر ہے اور نفس انسانی بھی ایک جوہر روحانی ہے اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ ایک جوہر روحانی دوسرے جوہر روحانی کی طرف وسوسوں اور باطل چیزوں کا القاء کرے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ارواح بشریہ، ارواح سماویہ سے استعانت اور اکتساب فیض کرتی ہیں اگر ارواح سماویہ طیب اور طاہر ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور وہ نیک اور بیدار ہیں انسان کی جو اعانت کرتی ہیں اس کو الہام کہتے ہیں، اور اگر وہ ارواح شریرہ، خبیث اور قبیحۃ الاعمال ہوں تو وہ شیاطین ہیں اور ان کی اعانت کو وسوسہ کہتے ہیں۔

(۲)۔ ملائکہ اور شیاطین اجسام لطیفہ ہیں، اور اجسام لطیفہ کا اجسام کثیفہ میں نفوذ اور حلول مستبعد نہیں ہے کیا تم کو معلوم

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

جیسے کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اس کے باوجود وہ انسان کے بدن میں داخل ہے، اور آگ کوئلہ میں داخل ہو جاتی ہے، پانی پتہ میں اور تیل تلوں میں داخل ہوتا ہے سو اسی طرح شیطان ایک جسم لطیف ہے اور وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اس کو شر اور فساد کی طرف مائل کرتا ہے، اس قول کے مطابق ملائکہ اور شیاطین دونوں اجسام لطیفہ ہیں لیکن شیاطین دھوئیں اور آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ [1]

علامہ شبلی حنفی لکھتے ہیں:

نفس میں خفیہ طریقہ سے کسی چیز کے القاء کرنے کو وسوسہ کہتے ہیں، وسوسہ ڈالنے والا اپنے کلام کا تکرار کر کے القاء کرتا ہے، قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ وسواس میں ایک کلام خفی ہو جس کا قلب ادراک کرے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن انسان کو مس کرے، اور انسان کے اجزاء میں داخل ہو کر اس کو مخبوط الحواس کر دے، ابوبکر بن محمد نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے کہ جن انسان کی زبان سے کلام کرتا ہے، لیکن بعض متکلمین نے کہا کہ جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک جسم میں دو روحوں کا وجود ممکن نہیں ہے۔

ابن عقیل نے شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیفیت میں یہ بیان کیا کہ شیطان ایک جسم لطیف ہے وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے دل میں ردی خیالات القاء کرتا ہے اور یہی وسوسہ ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ ایک جسم دوسرے جسم میں داخل ہو جائے تو اجسام کا تداخل لازم آئے گا اور یہ ممتنع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کثیف کا دوسرے جسم کثیف میں تداخل محال ہے لیکن ایک جسم لطیف، جسم کثیف میں داخل ہو سکتا ہے، جیسے روح اور ہوا جسم میں داخل ہوتی ہیں سو جن بھی اسی طرح داخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جسم لطیف ہے، اور اگر یہ اعتراض ہو کہ جن آگ سے بنا ہے اگر وہ انسان کے جسم میں داخل ہو تو انسان کا جسم جل جانا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ جن کی اصل آگ ہے وہ بذاتہٖ جلانے والی آگ نہیں ہے۔ [2]

اس بحث میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ عوام اور خواص میں یہ مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان سے بولتا ہے، وہ انسان دوڑتا بھاگتا ہے، چیزوں کو پکڑتا ہے، لیکن یہ اس انسان کا تصرف نہیں ہوتا بلکہ اس جن کا تصرف ہوتا ہے جب انسان جن کے زیر اثر ہو تو اس کے اعضاء پر اس جن کا تصرف اور تسلط ہوتا ہے، اور اس انسان کے حواس اور مشاعر ماؤف اور معطل ہو جاتے ہیں، اس مسئلہ میں علماء اسلام کی دو رائیں ہیں، بعض اس کے جواز کے اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔

ہم نے کتاب اور سنت میں غور کر کے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے، اس کو مس کرتا ہے اور اس کو ضرر بھی پہنچاتا ہے، لیکن کتاب اور سنت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جن انسان کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہو جاتا ہے بلکہ یہ قول بہت سی قباحتوں کو مستلزم ہے۔

اس بحث میں ہم پہلے قرآن مجید اور احادیث سے جن کا انسان کو ضرر پہنچانا اور اس کے جسم میں داخل ہونا بیان کریں گے پھر قائلین کے نظریات اور ان کے دلائل بیان کریں گے اور اخیر میں اپنے موقف پر دلائل بیان کریں گے۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۳۲ - ۲۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] قاضی بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ھ، آکام المرجان فی احکام الجان ص ۱۲۲ - ۱۲۰ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب۔ (ص: ۴۱)

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس۔ (بقرہ: ۲۷۵)

سود خور لوگ قیامت کے دن صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابوھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من بنی آدم مولود الا یمسہ الشیطان حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان غیر مریم و ابنھا ثم یقول ابوھریرۃ وانی اعیذھا بک و ذریتھا من الشیطن الرجیم۔ [1]

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو آدم کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اس کو مس کرتا ہے اور شیطان کے مس کرنے سے وہ بچہ چیخ مار کر روتا ہے ما سوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے، پھر حضرت ابوہریرہ یہ آیت پڑھتے تھے (عمران کی بیوی نے دعا کی) میں مریم اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما ان احدکم اذا اتی اھلہ وقال بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا فرزقا ولدا لم یضرہ الشیطان۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس (عمل زوجیت کے لیے) جائے اور یہ دعا کرے بسم اللہ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ، پھران کو اولاد ہو تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استجنح اللیل او قال کان جنح اللیل فکفوا صبیانکم فان الشیطن تنتشر حینئذ الحدیث۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات داخل ہو تو اپنے بچوں کو باہر نہ جانے دو کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ا ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " صحیح بخاری ج ا ص ۴۶۳، " " " ۱۳۸۱ھ

[3] " " " " صحیح بخاری ج ا ص ۴۶۳، " " " "

شیطان کے جسم میں داخل ہو کر ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان امرأة جاءت بابن لها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله ان ابني به جنون، وانه يأخذه عند غدائنا وعشائنا فيخبث علينا، فمسح رسول الله صلى الله عليه وسلم صدره ودعا فثع ثعة وخرج من جوفه مثل الجرو الاسود[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی، اور کہنے لگی یا رسول اللہ میرے بیٹے کو جنون ہے، صبح اور شام کے وقت اس کو جنون لاحق ہوتا ہے اور ہم کو تنگ کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن يعلى بن مرة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه اتته امرأة بابن لها قد اصابه لمم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اخرج عدو الله انا رسول الله قال فبرأ[3]

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی اور کہا اس کو کچھ جنون ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دشمن خدا نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں، پھر وہ بچہ ٹھیک ہو گیا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن ابي العاص قال لما استعملني رسول الله صلى الله عليه وسلم على الطائف جعل يعرض لي شيء في صلوتي حتى ما ادري ما اصلي، فلما رأيت ذلك رحلت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابن ابي العاص قلت نعم يا رسول الله! قال ما جاء بك قلت يا رسول الله عرض لي شيء في صلوتي حتى ما ادري ما اصلي قال ذاك الشيطان ادنه فدنوت منه

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے طائف کا عامل بنایا تو کوئی چیز آ کر مجھے نماز میں ستاتی تھی حتی کہ مجھے پتا نہیں چلتا تھا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں، جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ نے فرمایا: ابن ابی العاص؟ میں نے کہا جی! یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا تم کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں مجھے کوئی چیز آ کر ستاتی ہے حتی کہ مجھے پتا نہیں چلتا کہ میں نماز میں

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان،

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] ″ ″ ″ ″ مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۰، ۱۷۲ ″ ″ ″

فجلست على صدوره قدمى قال فضرب صدرى بيده وتفل فى فمى وقال اخرج عدو الله ففعل ذلك ثلث مرات ثم قال الحق بعملك قال فقال عثمان فلعمرى ما احسبه خالطنى بعد۔[1]

گیا پڑھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے قریب آؤ، میں آپ کے قریب گیا اور اپنے قدموں کے بل بیٹھ گیا آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور فرمایا! اے اللہ کے دشمن نکل جا آپ نے تین بار یہ عمل کیا، آپ نے فرمایا اب تم اپنے کام پر جاؤ، حضرت عثمان نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم اس کے بعد وہ مجھ میں نہیں آیا۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ام ابان بنت الوازع عن ابيها ان جدها الوازع انطلق الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فانطلق معه بابن له مجنون او ابن اخت له قال جدى فلما قدمنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة قلت يا رسول الله ان معى ابن لى او ابن اخت لى مجنون اتيتك به تدعو الله عزوجل له قال ايتنى به فانطلقت اليه وهو فى الركاب فاطلقت عنه والقيت عليه ثياب السفر والبسته ثوبين حسنين واخذت بيده حتى انتهيت به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ادنه منى واجعل ظهره مما يلينى قال فاخذ بمجامع ثوبه من اعلاه واسفله فجعل يضرب ظهره حتى رايت بياض ابطه و يقول اخرج عدو الله اخرج عدو الله فاقبل ينظر نظر الصحيح ليس نظره الاول ثم اقعده رسول الله صلى الله عليه وسلم بين يديه فدعا له فمسح وجهه فلم يكن فى الوفد

ام ابان بنت الوازع اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے دادا حضرت وازع رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اپنے ساتھ اپنے بیٹے یا اپنے بھانجے کو بھی لے گئے تھے وہ مجنون تھا، حضرت وازع کہتے ہیں جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ساتھ میرا مجنون بیٹا یا بھانجا ہے میں اس کو آپ کے پاس لاؤں گا تاکہ آپ اس کے لیے اللہ عزوجل سے دعا کریں، آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ، میں اس کے پاس گیا وہ اس وقت اونٹوں میں تھا، میں نے اس کے سفر کے کپڑے اتارے اور اس کو اچھے کپڑے پہنائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، آپ نے فرمایا اس کو میرے قریب کرو اور اس کی پشت میری طرف کر دو، پھر آپ نے اوپر اور نیچے سے اس کے کپڑوں کو پکڑ کر اٹھایا حتیٰ کہ میں نے اس کی بغل کی سفیدی دیکھی اور آپ اس کی پشت پر مارتے رہے، اور فرمایا: اللہ کے دشمن نکل! تب وہ لڑکا تندرست آدمی کی طرح دیکھنے لگا، جب کہ پہلے اس طرح نہیں دیکھتا تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے سامنے بٹھا کر دعا کی، اور اس کے چہرے پر دست شفقت پھیرا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

احد بعد دعوة رسول الله يفضل عليه [1]
(رواه الطبرانی)

کوئی شخص خود کو اس پر فضیلت نہیں دیتا تھا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ [1]

عن عثمان بن ابى العاص قال شكوت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم نسيان القرآن فضرب صدرى بيده فقال يا شيطان اخرج من صدر عثمان فما نسيت منه شيئا بعد احببت ان اذكره رواه الطبرانى وفيه عثمان بن بسر ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات۔ [2]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید بھولنے کی شکایت کی، آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے شیطان عثمان کے سینہ سے نکل جا! اس کے بعد میں کبھی اس چیز کو نہیں بھولا جس کو میں یاد کرنا چاہتا تھا، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عثمان بن بسر کا مجھے علم نہیں اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف پر ایک حدیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن ابى رباح قال قال لى ابن عباس الا اريك امراة من اهل الجنة قلت بلى قال هذه المراة السوداء اتت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت انى اصرع وانى اتكشف فادع الله لى قال ان شئت صبرت ولك الجنة وان شئت دعوت الله ان يعافيك فقالت اصبر فقالت انى اتكشف فادع الله ان لا اتكشف فدعا لها۔ [3]

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! انہوں نے کہا یہ حبشی عورت ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس نے کہا مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے کھل جاتے ہیں، آپ میرے لیے دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرلو اور تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو تندرست کر دے گا، اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں! اس عورت نے کہا میرے کپڑے کھل جاتے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ میرے کپڑے نہ کھلیں! آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انسان کے جسم میں جن کے تصرف اور تسلط پر علامہ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ بدرالدین عینی اور علامہ قسطلانی نے بھی اس حدیث کے تحت اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

"من یصرع من الریح" وفسرہ بعضہم باصابۃ الجن واخرون بداء یسمی (مرگی) واھل العرف یعبرون: بصرع الجن عن صریع الریح والظاھر ان المراد ھھنا ھو الداء المشھور لان الماء الجن لا یکون الا من عشق او ایذاء وحینئذ لا یلیق تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھا علی الصبر [1]

"دم گھٹنے سے بے ہوش ہونا" بعض لوگوں نے اس کی تفسیر جن کے تسلط سے کی ہے، اور بعض دوسرے اس کی تعبیر مشہور بیماری سے کرتے ہیں جس کو مرگی کہتے ہیں، اور اہل عرف اس کو سانس کی وجہ سے جن کا لپٹ ہو کر بے ہوش کرنا کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مرگی کی بیماری ہے، کیونکہ انسان پر جن یا اس انسان سے عشق کی وجہ سے چمٹتا ہے یا اس کو ایذاء پہنچانے کے لیے اور اگر اس عورت کا بے ہوش ہونا جن کی وجہ سے ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو صبر کی تلقین نہ فرماتے۔

تحقیق یہی ہے کہ اس حدیث میں انسان کے جسم پر جن کے تصرف کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں ان کی دلیل بھی صرف ان کا مشاہدہ ہے۔

صرع (مرگی) کے معنی کا بیان

اس حدیث میں صرع کا لفظ آیا ہے جس کا معنی مرگی ہے، علامہ زبیدی صرع کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرع ایک مشہور بیماری ہے، جیسا کہ صحاح میں ہے، رئیس (بوعلی سینا) نے کہا ہے کہ صرع نفسانی اعضاء کو اپنے افعال انجام دینے سے روکتی ہے، اس کا سبب ایک رکاوٹ ہے جو دماغ کے بعض اندرونی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں غلط غلیظ یا چربا کی ریاستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے روح اپنے کام کو طبعی طریقہ پر انجام نہیں دے سکتی اور اعضاء میں تشنج (تناؤ) پیدا ہو جاتا ہے، یعنی اعصاب میں زبردست تناؤ کی وجہ سے اینٹھن ہو جاتی ہے اور جسم اکڑ جاتا ہے۔ [2]

انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) وہ بیماری ہے جو اعضاء رئیسہ کو اپنا پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، اس کا سبب وہ غلیظ ریح (ابانیہ روح حیوانیہ) ہے جس سے دماغ کے منافذ بند ہو جاتے ہیں، یا وہ زہریلے بخارات (گیسز) ہیں جو اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، اور کبھی ان بخارات کی وجہ سے تشنج پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کھڑا نہیں رہتا بلکہ گر جاتا ہے

---

[1] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۳۶۳ مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۵ ص ۴۱۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

کوشت بھر جاتا ہے اور رطوبت کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ گرنے لگتے ہیں (جدید طبی تحقیق یہ ہے کہ گیس صرف پیٹ میں ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

کبھی صرع (مرگی) جن کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کا سبب خبیث جن ہوتے ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان کو بعض انسانی صورتیں اچھی لگتی ہیں، یا ان کو کسی انسان سے اذیت پہنچتی ہے، صرع کا پہلا سبب وہ ہے جو تمام اطباء کے نزدیک ثابت ہے، اور وہ اس کا علاج بیان کرتے ہیں اور صرع کے دوسرے سبب (جن) کا اکثر اطباء انکار کرتے ہیں اور بعض اطباء اس کے قائل ہیں اور اس کا اس کے سوا اور کوئی علاج معلوم نہیں ہے کہ نیک ارواح علویہ ارواح خبیثہ سفلیہ کا مقابلہ کر کے ان کے افعال کو باطل کر دیں، بقراط نے یہ کہا کہ اخلاط کے فساد کے سبب سے اگر مرگی ہو تو اس کا علاج ہے اور اگر مرگی جنات کے اثر سے ہو تو اس کا کوئی علاج معلوم نہیں ہے۔[1]

علامہ قسطلانی نے بھی اسی عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے اور صرع کے دو سبب بیان کیے ہیں ایک سبب زہریلے بخارات اور دوسرا سبب خبیث جنوں کا اثر ہے۔[2]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

صرع کا سبب یہ ہے کہ دماغ کے منافذ میں مواد (بخارات) رک جاتے ہیں جو اعضاء رئیسہ کو پورا کام کرنے سے روک دیتے ہیں، یا وہ بخارات ہیں جو بعض اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، صرع (مرگی) کا سبب یہی زہریلے بخارات ہیں ان کی وجہ سے دماغ کی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور رطوبت گاڑھی ہو جاتی ہے اور منہ سے جھاگ آنے لگتے ہیں۔

کبھی صرع کا سبب جن ہوتے ہیں اور یہ خبیث جنوں کے اثر سے ہوتی ہے، شیخ ابو العباس نے کہا ہے کہ جن کے اثرات سے جو انسان کو مرگی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کو انسان پر شہوت آتی ہے یا وہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے، جیسے انسان، انسان پر عاشق ہوتا ہے، کبھی انسان اور جن میں مناکحت ہو جاتی ہے اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جن کو کسی انسان سے بغض ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی انسان سے جن کو ایذاء پہنچتی ہے اور وہ اس کو سزا دینے کے لیے اس پر مرگی طاری کرتا ہے یا اس کو گرا دیتا ہے، ایذاء کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کسی جن پر پیشاب کر دیتا ہے یا اس پر گرم پانی گرا دیتا ہے یا کسی جن کو قتل کر دیتا ہے ہر چند کہ انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ یہ ایذاء جن کو پہنچا رہا ہے۔

بعض معتزلہ مثلاً جبائی، ابو بکر رازی، محمد بن زکریا طبیب اور دوسرے علماء نے مرگی زدہ کے جسم میں جن کے دخول کا انکار کیا اور کہا کہ ایک انسان کے جسم میں دو روحوں کا وجود محال ہے جبکہ وہ جن کے وجود کے قائل ہیں اور یہ قول غلط ہے اور امام ابو الحسن اشعری نے مقالات اہل السنۃ والجماعۃ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جن مصروع (مرگی زدہ) انسان کے

---

[1] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۳۱، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۶ھ

جسم میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے:

الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ (بقرہ: ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح کہ جس کو شیطان (جن) نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے امام احمد سے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں داخل نہیں ہوتا، انھوں نے کہا اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے، امام ابوداؤد نے حضرت ام ابان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدا کے دشمن نکل جا! کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قاضی عبدالجبار نے کہا کہ جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہیں اس لیے ان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا ممتنع نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس کا انسان کے جسم میں دخول ہوتا ہے۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرگی زدہ لوگوں کو لایا جاتا تھا آپ ان میں سے کسی ایک کے سینہ پر مارتے، تو وہ ٹھیک ہو جاتا، پھر آپ کے پاس ایک مرگی زدہ عورت کو لایا گیا جس کا نام ام زفر تھا آپ نے اس کے سینہ پر ضرب لگائی وہ ٹھیک نہیں ہوئی، (حافظ ابن حجر کہتے ہیں) میری بیان کردہ سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ام زفر کو جن کی وجہ سے مرگی ہوتی تھی کسی خلط کی وجہ سے مرگی نہیں ہوتی تھی۔ [۲]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جو اخلاط ردیہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس کا علاج اطباء سے ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ارواح خبیثہ (شریر جن) کی وجہ سے ہوتی ہے، ائمہ دین اور عقلاء اس کو مانتے ہیں اور اس کا رد نہیں کرتے اور اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ ارواح شریفہ، ارواح خبیثہ شریرہ کا مقابلہ کریں، ان کے اثر کو دور کریں اور ان کے افعال سے معارضہ کر کے ان کو باطل کر دیں، بقراط نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے جو مرگی طبعی سبب سے ہوتی ہے بقراط نے اس کے علاج کے بعض طریقے ذکر کیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ جو مرگی ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے، البتہ جاہل طبیب اور بے دین لوگ ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرگی زدہ کے بدن میں خبیث روح کا اثر نہیں ہو سکتا، یہ ان لوگوں کی محض جہالت ہے اور واقعہ اور مشاہدہ ان کی تکذیب کرتا ہے۔

ارواح خبیثہ کے اثر سے جو مرگی ہوتی ہے اس کے علاج کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ اس شخص کی جہت سے ہے اور دوسرا طریقہ معالج کی جہت سے ہے، اس شخص کی جہت سے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی روحانی

---

[۱] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ
[۲] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۵ مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

قوت اور صدق نیت سے ان ارواح کے خالق کی طرف متوجہ ہو، اور دل اور زبان کے ساتھ ان ارواح خبیثہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، یہ ایک قسم کی جنگ ہے اور جنگ میں کامیابی کے لیے ہتھیار ضروری ہیں، اور ارواح خبیثہ سے جنگ میں کامیابی کے لیے اس کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ الی اللہ کی ضرورت ہے، معالج کی جہت سے جو علاج ہوتا ہے اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ معالج کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور اللہ کی طرف توجہ ہو اور وہ ان ارواح خبیثہ کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے۔ بعض معالج صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں "اس سے نکل جا" یا کہتے ہیں بسم اللہ یا کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: "اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں" اور میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہمارے شیخ مرگی زدہ شخص کے پاس اس آدمی کو بھیجتے تھے جو اس روح سے مخاطب ہوتا تھا، اور یہ کہتا تھا کہ میرے شیخ نے یہ کہا ہے کہ تم اس سے نکل جاؤ تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے، پھر وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ہمارے شیخ اس روح سے خود خطاب کرتے تھے، بعض اوقات وہ روح سرکش ہوتی تھی تو وہ اس روح کو مار کر نکالتے تھے اور وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور اس شخص کو اس مار کے درد کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس قسم کے واقعات کا ہم نے اور دوسروں نے متعدد بار مشاہدہ کیا ہے، بعض اوقات اس شخص کے کان میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی تھی:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون۔ (مومنون: ۱۱۵)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھ کو شیخ نے یہ بتایا کہ انھوں نے مرگی زدہ شخص کے کان میں ایک مرتبہ یہ آیت پڑھی، (جنیہ) نے کہا ہاں! اس نے آواز کو کھینچ کر کہا، شیخ نے کہا میں نے ڈنڈا لیا اور اس شخص کی گردن کی رگوں میں مارنا شروع کیا، حتیٰ کہ مار مار کر میرے دونوں ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ اس مار سے یہ شخص مر جائے گا، مار کے دوران اس جنیہ نے کہا مجھے اس شخص سے محبت ہے، میں نے اس سے کہا یہ شخص تم سے محبت نہیں کرتا، اس (جنیہ) نے کہا میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں، میں نے کہا وہ تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا، اس جنیہ نے کہا میں اس شخص کو تمہاری عزت کی وجہ سے چھوڑ رہی ہوں، میں نے کہا نہیں تم اس کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے چھوڑ دو، اس نے کہا میں جا رہی ہوں، پھر وہ مرگی زدہ شخص اٹھ بیٹھا اس نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا مجھے حضرت شیخ کے پاس کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اس کو اس مار کے نشان بتائے اس نے کہا مجھے شیخ نے کس وجہ سے مارا ہے؟ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا اس شخص کو اس بات کا بالکل شعور نہیں تھا کہ اس کو شیخ نے مارا ہے۔

شیخ آیۃ الکرسی کے ساتھ بھی بہ کثرت علاج کرتے تھے، وہ کہتے تھے جس شخص پر یہ دورہ پڑا ہے وہ خود اور اس کا معالج بہ کثرت آیت الکرسی پڑھا کرے، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے، خلاصہ یہ ہے کہ مرگی کے دوروں کی اس قسم کا وہی شخص انکار کرے گا جس کے علم، عقل اور معرفت میں کمی ہو۔

ارواح خبیثہ کا ان انسانوں پر تسلط ہوتا ہے جن کے دین میں کمی ہوتی ہے جن کے دل اور ان کی زبانیں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں، اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ کے جو اوراد اور وظائف ہیں وہ ان سے محروم ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] یعنی آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ نہیں پڑھتے اور نہ حدیث میں مذکور دعائیں مانگتے ہیں۔

تب خبیث روح اس شخص پر مسلط ہو جاتی ہے جو حفاظت الٰہی کے ہتھیاروں سے نہتا ہوتا ہے، بسا اوقات جن اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان عریاں ہوتا ہے اس وقت وہ اس میں تاثیر کر کے اس پر مسلط ہو جاتا ہے[1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی جنوں کے مس کرنے سے جنون پیدا ہوتا ہے، ماہرین بعض علامات کے ذریعہ اس کو پہچان لیتے ہیں بعض اجسام میں ایک بدبو داخل ہوتی ہے اور اس کے مناسب ایک خبیث روح اس سے متعلق ہو جاتی ہے اور اس میں مکمل جنون پیدا ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے بخارات اس کے حواس پر غالب ہو کر ان کو معطل کر دیتے ہیں، اور وہ خبیث روح اس کے حواس میں تصرف کرتی ہے اور وہ روح اس کی زبان سے باتیں کرتی ہے، اس کے ہاتھوں سے چیزوں کو پکڑتی ہے، دوڑتی، بھاگتی ہے اور اس شخص کو اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا، اور یہ امر مشاہد اور محسوس ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرے گا جو مکابرہ ہوگا اور مشاہدات کا انکار کرے گا۔[2]

جنون کے احوال اور احکام سے متعلق قاضی بدر الدین محمد شبلی نے ایک جامع کتاب لکھی ہے "آکام المرجان فی غرائب الاخبار و احکام الجان" اس کتاب میں قاضی بدر الدین نے اس مسئلہ سے بھی بحث کی ہے لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ انسان کے اعضاء پر جن کے تصرف کرنے سے متعلق شریعت اسلام میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کے اثبات میں نہ اس کی نفی میں۔

قاضی بدر الدین شبلی لکھتے ہیں:

جس شخص پر جنون یا مرگی طاری ہوتی ہے اس سے جو مضطرب حرکات صادر ہوتی ہیں اور اس وقت وہ جو باتیں کرتا ہے، ان کا فاعل کون ہے؟ جب جن اس شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اس کو چھوتا ہے اس وقت اس سے مضطرب حرکات اور کلام کا صدور ہوتا ہے، عام لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ جن کا کلام ہے اور وہ جن کی طرف اس کلام کی اضافت کرتے ہیں، ہمارے پاس اس بات کی کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص سے جو کلام سنائی دے رہا ہے وہ جن کا کلام ہے یا اس شخص کا اپنا کلام ہے اور بغیر کسی سمعی اور قطعی دلیل کے ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص کی زبان پر جن کلام کرتا ہے۔[3]

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

عام مسلمان بہ کثرت یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں مرد کے جسم یا فلاں عورت کے جسم میں جن رہتا ہے اور یہ بیمار مرد یا بیمار عورت جو باتیں کرتی ہے وہ دراصل جن بولتا ہے، پھر وہ ایسے لوگوں کو لے کر آتے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے جسموں سے جنوں کو نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

مریض میں یہ حالت اعصابی تشنج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج ماہر نفسیات اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق کرنا چاہیے، اور مریض کو صاف ستھری غذا کھلانی چاہیے اور کھلی فضا اور تازہ آب و ہوا میں رکھنا چاہیے۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۳ ص ۸۵۔ ۸۳، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۶۹ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۴۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] قاضی محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ھ، آکام المرجان فی غرائب الاخبار و احکام الجان ص ۱۱۰، ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی

قدیم علماء یہ بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ اس مرض کی نسبت جن یا شیطان کی طرف کرنا باطل ہے، کیونکہ قرآن مجید نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ (ابراهیم: ۲۲)

اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی۔

عام طور پر جس شخص کو بھی اعصابی تشنج، کوئی نفسیاتی دورہ یا ہسٹریا کا مرض لاحق ہوتا ہے، لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس میں جن داخل ہو گیا اور اب وہ جن اس مریض کی زبان سے کلام کر رہا ہے اور اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے جو جن نکالنے پر قادر ہو، یہ غلط خیال ہے، اس قسم کے مریضوں کا معروف طبی اور نفسیاتی طریقہ سے علاج کرانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے حصول شفاء کی دعا کرنی چاہیے۔ [1]

انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق مصنف کا موقف!

سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مسند احمد اور معجم طبرانی کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کو ایذاء پہنچاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے جسم سے جن کو نکالا، اس لیے ہمیں معتزلہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ جن کا انسان کے جسم میں داخل ہونا محال ہے، البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بایں طور کہ انسان کی زبان سے جن کلام کرے اور اس کے ہاتھ پیروں سے تصرف کرے اور انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جائیں۔

امام احمد بن حنبل، علامہ ابن قیم حنبلی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ قسطلانی شافعی، علامہ بدر الدین عینی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی انسان کے جسم اور اعضاء پر جن کے تصرف کرنے کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک کتاب و سنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی دلیل صرف اور صرف مشاہدہ ہے۔

جنات کا یہ تصرف میرے مشاہدہ میں نہیں آیا، میں صرف اس وجہ سے اس کے خلاف نہیں ہوں کہ یہ میرے مشاہدہ میں نہیں آیا بلکہ میرے نزدیک یہ نظریہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور اس کے مکلف ہونے کے خلاف ہے، نیز اگر انسان کے جسم اور اعضاء پر خبیث جنات کا تصرف اور تسلط ممکن ہو تو اس سے دو اشکال لازم آئیں گے، اول یہ کہ پھر خبیث اور کافر جنوں کو یہ چاہیے کہ وہ تمام عام مسلمانوں کی زبانوں اور اعضاء پر مسلط ہو کر ان سے کفریہ اقوال کا صدور کرائیں اور عام مسلمانوں کا نیک اعمال کرنا اور ایمان پر قائم رہنا نہ صرف مشکل اور دشوار بلکہ ختم ہو جائے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جن انسانوں کے ہاتھوں اور زبان سے کوئی کام کرا سکتا ہے تو پھر جو شخص قتل، چوری، راہزنی، ڈاکہ، لوٹ مار اور زنا کے کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے، میں نے یہ جرم نہیں کیا، مجھے اس کا ادراک نہیں کیونکہ جس وقت مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا اس وقت میں جن کے زیر اثر تھا، اور پھر اسلام کی حدود و تعزیرات اور ملکی قوانین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ہم آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عامل

[1] ڈاکٹر احمد شرباصی استاذ جامعہ ازہر، یسئلونک فی الدین والحیاۃ، ج ۱ ص ۱۰۲-۱۰۹، مطبوعہ دار الجیل بیروت

نے جن نکالنے کے بہانے فلاں عورت کی عصمت لوٹ لی اور فلاں عامل نے جن نکالنے کے لیے جن کے زیر اثر شخص کو اتنا زدوکوب کیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ہو سکتا ہے کہ میرا نظریہ غلط ہو، لیکن انسانی جسم پر جنوں کے تصرف کے متعلق میں نے جو اشکال قائم کیے ہیں جب تک ان اشکالوں کو اٹھایا نہیں جائے گا یہ مسئلہ منقح اور بے غبار نہیں ہو گا اور اگر عالم اسلام کے بیا اجلہ علماء اس نظریہ کے قائل نہ ہوتے تو میں اس نظریہ کو صراحۃً رد کر دیتا!

باب لن يدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالى

رحمت الٰہی کے بغیر کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا

٦٩٨٤ - حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ليث عن بكير عن بسر بن سعيد عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال لن ينجي أحدا منكم عمله قال رجل ولا إياك يا رسول الله قال ولا إياي إلا أن يتغمدني الله منه برحمة ولكن سددوا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے چھپا لے۔ البتہ تم سیدھے راستہ پر چلو۔

٦٩٨٥ - وحدثنيه يونس بن عبد الأعلى الصدفي أخبرنا عبد الله بن وهب أخبرني عمرو بن الحارث عن بكير بن الأشج بهذا الإسناد غير أنه قال برحمة منه وفضل ولم يذكر ولكن سددوا.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں رحمت اور فضل کا ذکر ہے اور اس میں سددوا کا ذکر نہیں ہے۔

٦٩٨٦ - حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا حماد (يعني ابن زيد) عن أيوب عن محمد عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما من أحد يدخله عمله الجنة فقيل ولا أنت يا رسول الله قال ولا أنا إلا أن يتغمدني ربي برحمة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، پوچھا گیا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں ہاں! مگر یہ کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے

٦٩٨٧ - حدثنا محمد بن المثنى حدثنا ابن أبي عدي عن ابن عون عن محمد عن أبي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس أحد منكم ينجيه عمله قالوا ولا أنت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ ، وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ عَلٰى رَأْسِهِ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِمَغْفِرَةٍ .

اور مغفرت میں مجھ کو چھپا لے گا، ابن عون نے اس طرح اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اور مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت اور مغفرت میں مجھ کو چھپا لے۔

۶۹۸۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ يُنْجِيهِ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَدَارَكَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں لے لے۔

۶۹۸۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

۶۸۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوا وَسَدِّدُوا وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْتَ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی برقرار رکھو اور سیدھی راہ پر چلو اور یہ یقین رکھو کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

۶۸۹۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا۔

۶۸۹۲ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا كَرِوَايَةِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

ابْنِ نُمَيْرٍ۔

۶۹۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ وَأَبْشِرُوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا، اور اس میں یہ اضافہ ہے "خوشی خبری ہو"

۶۹۹۴ - حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُدْخِلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيرُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل کرے گا نہ دوزخ سے محفوظ رکھے گا، اور نہ مجھ کو، البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

۶۹۹۵ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللَّهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدھی راہ پر چلو، میانہ روی رکھو اور خوشی خبری دو، بے شک کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھ کو چھپا لے، اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر سب سے زیادہ دوام ہو خواہ وہ عمل کم ہو۔

۶۹۹۶ - وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَأَبْشِرُوا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس روایت میں "ابشروا" مذکور نہیں ہے۔

عمل کے سبب سے اجر ملنے کے متعلق اہل سنت اور معتزلہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے

کہ عقل سے ثواب اور عقاب کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ ایجاب اور تحریم کا اور نہ دیگر احکام تکلیفیہ کا، ان تمام امور کا ثبوت صرف شرع سے ہوتا ہے، نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، بلکہ تمام جہان اسی کی ملکیت ہے، دنیا اور آخرت اسی کی سلطنت میں ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ان میں کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکو کاروں اور اطاعت گزاروں کو جہنم میں داخل کر دے تو یہ اس کا عدل ہوگا اور جب وہ ان پر انعام و اکرام کر کے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا، اسی طرح اگر وہ تمام کفار پر انعام فرمائے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے اور اس کی خبر صادق ہوتی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ وہ مومنین کی مغفرت فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور کافروں کو عذاب دے گا اور ان کو اپنے عدل سے ہمیشہ جہنم میں رکھے گا۔

معتزلہ احکام شرعیہ کو عقل سے ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نیک اعمال کی جزاء دینا واجب ہے اور جو چیز بندے کے حق میں زیادہ بہتر ہو اس کا کرنا اس پر واجب ہے، اور اس کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ پر ممتنع ہے، انھوں نے اپنے اعتزالی عقائد کی وجہ سے قرآن اور سنت کی بہ کثرت نصوص صریحہ کو ترک کر دیا۔ اس باب کی احادیث میں اہل حق کے مذہب پر دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے ثواب اور جنت کا مستحق نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں ہے:

ونودوا ان تلكم الجنة اورثتموها بما كنتم تعملون۔ (اعراف: ۴۳)

اور (اہل جنت کو) پکار کر کہا جائے گا تم (نیک) عمل کرنے کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو۔

وتلك الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون۔ (زخرف: ۷۲)

اور یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو نیک عمل کرنے کی وجہ سے وارث کیا گیا ہے۔

ان آیات سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہوگا، اور یہ اس باب کی احادیث کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہوگا، لیکن نیک اعمال، ہدایت اور اس میں اخلاص کی توفیق اور ان اعمال کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوگا، اسی لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان محض اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا اور یہی ان احادیث کی مراد ہے۔ [1]

امام رازی لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا ان آیات میں اور احادیث میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عمل لذاتہٖ دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، بلکہ عمل سے جنت اس لیے واجب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عمل کو دخول جنت کی علامت بنا دیا ہے نیز اعمال صالحہ کی توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حقیقت میں جنت کا دخول صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

معتزلہ نے یہ زعم کیا ہے کہ ان آیات سے ثابت ہے کہ جنت میں دخول اعمال کی وجہ سے ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۷ - ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

کے فضل کی وجہ سے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ جو معقول بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور دخول جنت کو عمل پر مرتب فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ دخول جنت کے لیے نیک اعمال ظاہری اور صوری سبب ہیں اور اللہ کا فضل حقیقی اور معنوی سبب ہے۔

بَابُ اِكْثَارِ الْاَعْمَالِ وَالْاِجْتِهَادِ فِي الْعِبَادَةِ

زیادہ عمل کرنے اور عبادت میں کوشش کرنے کی ترغیب

٦٩٩٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهُ اَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر نمازیں پڑھیں کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، آپ سے کہا گیا کہ آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب[الف] کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟

٦٩٩٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى وَرِمَتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قیام کیا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

٦٩٩٩ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَهٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى قَامَ حَتّٰى تَفَطَّرَ رِجْلَاهُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اس قدر قیام کرتے کہ آپ کے مبارک پاؤں سوج جاتے، حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(الف) ذنب کا حقیقی معنی ہے جرم اور گناہ یہاں ذنب کا اطلاق مجازاً ہے اس سے مراد ہے آپ کے بظاہر خلاف اولیٰ کام۔

۱۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب کے معنی کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنب کا تعلق بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں سورہ فتح کی ابتدائی آیات میں بھی آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کا بیان ہے اور مغفرت ذنب، ثبوت ذنب کی فرع ہے اور ذنب کا معنی ہے جرم، خطا اور گناہ، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کا بیان ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں، بعض ان میں یہ ہیں:

(۱) ذنب کا اطلاق یہاں مجازاً ترک افضل اور مکروہ تنزیہی پر کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم امت کو تبلیغ کرنے اور مسائل کا شرعی حکم بیان کرنے کے لیے افضل کام کو ترک کر دیتے اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کرتے تاکہ امت کو معلوم ہو کہ یہ کام بھی جائز ہیں۔

(۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے کام کیے جو فی نفسہ ذنب نہ تھے لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے عالی مرتبہ اور عظیم مقام کے پیش نظر ان کو ذنب خیال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کا بھی اعلان فرما دیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے سو آپ دن میں ستر مرتبہ اور بعض روایات میں ہے آپ دن میں سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی یہ آیات نازل فرما کر یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کو علامہ یوسف نبہانی نے جواہر البحار میں نقل کیا ہے ہم اس رسالہ کو تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر۔ تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرمائے۔

دلیل قطعی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت ثابت ہے، اس لیے اس آیت کی توجیہ میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں بعض مقبول ہیں بعض مردود ہیں اور بعض ضعیف ہیں، علامہ سبکی نے کہا اس آیت کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں، بعض کی تاویل واجب ہے اور بعض کو رد کرنا واجب ہے۔ اس آیت کی توجیہ میں بارہ اقوال غیر مقبول ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کی توجیہ میں غیر مقبول توجیہات کا بیان

(۱) مقاتل نے کہا ذنب سے مراد زمانہ جاہلیت کے کام ہیں، یہ قول مردود ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جاہلیت نہیں ہے۔

(۲) ذنب سے مراد نبوت سے پہلے کے کام ہیں، یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ہر دو دور میں معصوم ہیں۔

(۳) مجاہد نے کہا ذنب سے مراد حضرت زینب کی زوجیت اور حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعات ہیں، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ

ان واقعات میں اصلاً کوئی ذنب نہیں تھا۔

(۴) زمخشری نے کہا اس سے مراد وہ تمام کام ہیں جو آپ سے تفریطاً صادر ہوئے، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ امت پر آپ کی اقتدا کرنا واجب ہے اور تفریط میں اقتداء واجب نہیں ہوتی۔

(۵) حشویہ نے کہا اس سے مراد گناہ صغیرہ کی مغفرت ہے، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ آپ گناہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں سے معصوم ہیں۔

(۶) ذنب سے مراد یہ ہے کہ آپ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلنے گئے تھے، جو آپ کی شان کے لائق نہ تھا، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ آپ کا بچپن بھی پاکیزہ اور بے غبار تھا۔

(۷) عطا خراسانی نے کہا کہ پہلے ذنب سے مراد ہے آپ کے ماں باپ آدم اور حوا کے گناہ اور پچھلے ذنب سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، یہ جواب بھی ضعیف ہے، اولاً اس لیے کہ حضرت آدم نبی معصوم ہیں آپ کی طرف ذنب کی نسبت صحیح نہیں ہے، اس لیے یہ تاویل خود تاویل کی محتاج ہے، ثانیاً اس لیے کہ دوسروں کے گناہوں کی آپ کی طرف ضمیر مخاطب سے نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، ثالثاً اس لیے کہ تمام امت کے گناہوں کی مغفرت نہیں کی گئی بلکہ بعض کی مغفرت ہوگی اور بعض کی مغفرت نہیں ہوگی۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سورۂ فتح کی اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ عطا خراسانی کی تاویل پر مبنی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۸) ذنب سے مراد ذنوب مفروضہ ہیں، یعنی اگر آپ کے بالفرض گناہ تھے بھی تو وہ آپ کے شرف کی وجہ سے معاف کر دیے گئے ہیں۔

(۹) علامہ طبری نے کہا آپ سے جو امور سہو، غفلت یا تاویل سے صادر ہوتے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کا بھی اعلان کر دیا۔

(۱۰) شفا میں ہے آپ سے گناہ ہو یا نہ ہو اس کی مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) احمد بن نصر نے کہا نبوت سے پہلے آپ سے جو امور سرزد ہوئے ان کی مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

(۱۲) مکی نے کہا اس آیت میں خطاب آپ سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے (یہ توجیہ بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا ماخذ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس آیت کی توجیہ میں یہ بارہ اقوال غیر مقبول ہیں[1] اور اس آیت کی تفسیر میں جو اقوال مقبول ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کی توجیہ میں مقبول توجیہات کا بیان

(۱) شفاء میں مذکور ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ یہ کہیں وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ "میں (از خود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا" تو کفار خوش ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دے" اس

---

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ان بارہ مردود جوابات کا حوالہ دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۸۰، طبع سکھر)

آیت میں آپ کی مغفرت کی خبر دی اور مومنین کی مغفرت کی خبر اس کے بعد دوسری آیت میں تھی اور وہ آیت یہ ہے: لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتہا الانہر خالدین فیہا ویکفر عنہم سیاتہم "تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور فرما دے۔" (فتح: ۵) اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ کی مغفرت کر دی گئی ہے اور آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس اثر کو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب قل ما ادری ما یفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر اس وقت نازل کی جب آپ غزوہ حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتہا الانہر۔ تاکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(۲) قاضی عیاض نے کہا یہاں مغفرت ذنوب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عیوب سے مبرا اور منزہ کر دیا ہے۔

(۳) شیخ عز الدین بن عبد السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے ثبوت میں ایک رسالہ لکھا ہے "نہایۃ السول" اس میں آپ کی افضلیت پر ایک یہ دلیل قائم کی ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کے متعلق بھی اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے متعلق بھی یہ خبر نہیں دی، کیونکہ جب میدان حشر میں انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کرے گا اور نفسی نفسی کہے گا، اگر ان میں سے کسی نبی کو اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کرنے سے انکار نہ کرتا، اور جب لوگ میدان حشر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے انا لہا "میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔"

(۴) علامہ سبکی کہتے ہیں میں نے اس آیت میں غور کیا تو مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اس آیت میں آپ کی عزت افزائی کا اعلان ہے یعنی ہر چند کہ آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور تکریم کے لیے یہ اعلان کیا کہ اگر آپ کا کوئی گناہ ہوتا بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرما دیں: اخروی نعمتوں میں سے مغفرت ذنوب کی نعمت عطا کی، اور فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ "تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دے" اور منقبت لیت رب کے متعلق فرمایا: ویتم نعمتہ علیک "تاکہ آپ پر اپنی نعمت مکمل کر دے" اور دنیاوی نعمتوں میں سے دینی نعمت عطا کرنے کے متعلق فرمایا: ویہدیک صراطا مستقیما "اور آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے" اور دنیوی نعمت کے متعلق فرمایا: وینصرک اللہ نصرا عزیزا "تاکہ اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے"، اخروی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر مقدم کیا اور دنیاوی نعمتوں میں سے دینی نعمت کو مقدم کیا، اور اس طرح جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو متفرق طور پر عطا فرمائی ہیں وہ سب نعمتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیں اور ان تمام نعمتوں کو عطا فرمانا اس فتح مبین کی غایت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے بہت

اہتمام سے ذکر فرمایا ہے: انا فتحنا لک فتحا مبینا یعنی دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرمانے کے لیے ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے، اور یہ فتح مبین صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

علامہ سبکی کہتے ہیں اس آیت میں غور کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ علامہ ابن عطیہ نے بھی یہ توجیہ کی ہے کیونکہ انہوں نے کہا آپ کا گناہ کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور تکریم کے لیے یہ آیت نازل کی ہے۔

(۵) بعض محققین نے کہا کہ اس آیت میں مغفرت عصمت سے کنایہ ہے یعنی تاکہ آپ کو آپ کی عمر کے پہلے حصے میں اور بعد کے حصے میں، الغرض پوری عمر میں گناہوں سے محفوظ رکھے، اور یہ بہت عمدہ توجیہ ہے اور اس کو علماء نے قرآن مجید کی بلاغت میں شمار کیا ہے۔ [1]

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کی بہترین توجیہ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ذنب کا معنی الزام ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

ولهم علي ذنب فاخاف ان يقتلون۔ (شعراء: ۱۴) ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے ان کے قتل کر دینے کا اندیشہ ہے۔

سو اس آیت میں بھی ذنب کا معنی الزام ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے:

اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے وہ یہ ہیں، یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر قرآن بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

یہ حرم میں اختلاف انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے ترقیاتی منصوبوں کو درہم برہم کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ [2]

اس آیت کی تحقیق ہم نے اپنی اس کتاب میں کئی مقامات پر کی ہے، شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور اس جلد (سابع) میں بھی عصمت کی بحث میں ہم نے اس آیت کے مضامین پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اہل علم حضرات کو ان تمام مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

باب الاقتصاد في الموعظة — نصیحت میں اعتدال

۷۰۰۰۔ حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا — شقیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

[1] علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار ج ۲ ص ۲۱۴ - ۲۱۱، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر
[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۲۳ - ۵۲۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۳۹۹ھ

وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِ اللَّهِ نَنْتَظِرُهُ فَمَرَّ بِنَا يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيُّ فَقُلْنَا أَعْلِمْهُ بِمَكَانِنَا فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ إِنِّي أُخْبَرُ بِمَكَانِكُمْ فَمَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

کے انتظار میں ان کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس سے یزید بن معاویہ نخعی کا گذر ہوا، ہم نے کہا ان کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو، وہ ان کے پاس چلے گئے، پھر تھوڑی دیر میں حضرت عبداللہ آگئے، اور فرمایا مجھے تمہارے آنے کی اطلاع تھی اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ کہیں تم طول خاطر نہ ہو جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم کو ہمارے اکتا جانے کے خدشہ سے صرف بعض ایام میں نصیحت کرتے تھے۔

۷۰۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ مِنْجَابٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ ابْنِ مُسْهِرٍ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں۔

۷۰۰۲- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُنَا كُلَّ يَوْمِ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّا نُحِبُّ حَدِيثَكَ وَنَشْتَهِيهِ وَلَوَدِدْنَا أَنَّكَ حَدَّثْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ فَقَالَ مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ہم کو صرف جمعرات کے دن وعظ کیا کرتے تھے ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن ہم آپ کی باتوں کو پسند کرتے ہیں اور ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ ہمیں ہر دن وعظ کیا کریں، حضرت ابن مسعود نے کہا مجھے تم کو ہر روز وعظ کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ میں تمہارے اکتا جانے کو ناپسند کرتا ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے اکتا جانے کے خدشہ سے بعض ایام میں ہمیں وعظ فرماتے تھے۔

امت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف

اوقات میں صحابہ کو وعظ کرتے تھے، اور تمام اوقات میں وعظ نہیں کرتے تھے تاکہ صحابہ کرام کو اکتاہٹ نہ ہو، جیسا کہ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنی سرین بیٹھتے ہوئے نماز نہ پڑھے، اور جس طرح آپ نے فرمایا: "پچھلے رات کا کھانا کھاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارا دھیان نہ بٹے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امت پر شفقت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: عزیز علیہ ما عنتم (توبہ: ۱۲۹) "تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر سخت دشوار ہے۔" [۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا وعندھا امرأۃ قال من ھذہ قالت فلانۃ تذکر من صلاتھا قال مہ علیکم ما تطیقون فواللہ لا یمل اللہ حتی تملوا وکان احب الدین الیہ مادام علیہ صاحبہ۔ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درآں حالیکہ ان کے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ فلاں عورت ہے اس کے نماز پڑھنے کا بہت چرچا ہے، آپ نے فرمایا: بس کرو تم وہ کام کیا کرو جن کو تم آسانی سے کر سکو، بخدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک ملول نہیں ہوتا جب تک تم نہ اکتاؤ، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عبادت پسند ہے جس کو انسان ہمیشہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن وعظ کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کے لیے دن معین کرنا جائز ہے۔



[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا

جنت کی نعمتوں اس کی صفات اور جنتیوں کا بیان

باب ١٠٠١

٧٠٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کا تکالیف نے احاطہ کیا ہوا ہے اور دوزخ کا نفسانی خواہشوں نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

٧٠٠٤ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

٧٠٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ مِصْدَاقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے، اور قرآن مجید میں اس کا مصداق یہ آیت ہے (ترجمہ:) کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

٧٠٠٦ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا، ان نعمتوں کا ذکر چھوڑ دو جن پر اللہ نے تمہیں مطلع کر دیا ہے۔

٧٠٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أَطْلَعَكُمُ اللَّهُ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ.

٧٠٠٨ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ أَنَّ أَبَا حَازِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ يَقُولُ شَهِدْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيهِ الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ فِيهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ.

٧٠٠٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ.

٧٠١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ لَا يَقْطَعُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ان کا کسی بشر کے دل میں خیال آیا ان نعمتوں کا ذکر چھوڑو جن پر اللہ تعالیٰ نے تم کو مطلع کر دیا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ:) کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں موجود تھا، جس میں آپ نے جنت کی صفت بیان کی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ فرمایا: جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) ان کے پہلو خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں، وہ ڈرتے ہوئے اور امید کے ساتھ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں، سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ وہ سوار سو برس تک چلنے کے باوجود اس سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا پھر بھی اس سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۲ - قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيَّ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے کو ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار شخص سو سال میں بھی قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُولُونَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبِّ وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُولُ أَلَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالے اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! لبیک، ہم اطاعت کے لیے حاضر ہیں اور سب خیر تیرے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالے فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں، تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالے فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے افضل نعمت نہ دوں، اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب اس سے افضل کیا چیز ہو گی؟ اللہ تعالی فرمائے گا میں نے تم پر اپنی رضا حلال کر دی ہے، میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

۷۰۱۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرْفَةَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ النُّعْمَانَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے کے بالاخانے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو، وہ کہتے ہیں میں نے یہ روایت نعمان بن عیاش سے بیان کی، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو

بن أبي عياش فقال سمعت أبا سعيد الخدري يقول كما تراءون الكوكب الدري في الأفق الشرقي والغربي.

٧٠١٥ - وَحَدَّثَنَاهُ إسحاق بن إبراهيم أخبرنا المخزومي حدثنا وهيب عن أبي حازم بالإسنادين جميعا نحو حديث يعقوب.

٧٠١٦ - حَدَّثَنِي عبد الله بن جعفر بن يحيى بن خالد حدثنا معن حدثنا مالك ح وحدثني هارون بن سعيد الأيلي (واللفظ له) حدثنا عبد الله بن وهب أخبرني مالك بن أنس عن صفوان بن سليم عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن أهل الجنة ليتراءون أهل الغرف من فوقهم كما تتراءون الكوكب الدري الغابر من الأفق من المشرق أو المغرب لتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الأنبياء لا يبلغها غيرهم قال بلى والذي نفسي بيده رجال آمنوا بالله وصدقوا المرسلين.

٧٠١٧ - حَدَّثَنَا قتيبة بن سعيد حدثنا يعقوب (يعني ابن عبد الرحمن) عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من أشد أمتي لي حبا ناس يكونون بعدي يود أحدهم لو رآني بأهله وماله.

٧٠١٨ - حَدَّثَنَا أبو عثمان سعيد بن عبد الجبار البصري حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت البناني عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن في الجنة لسوقا يأتونها كل جمعة فتهب ريح الشمال فتحثو في وجوههم وثيابهم فيزدادون حسنا وجمالا فيرجعون إلى أهليهم وقد ازدادوا حسنا وجمالا فيقول

یہ کہتے ہوئے سنا ہے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔
امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے اوپر بالاخانے کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو، کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالے پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ایک شخص کی یہ آرزو ہوگی کہ کاش وہ اپنے تمام اہل و مال کو قربان کر کے مجھے دیکھ لے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو آیا کریں گے پھر شمال کی ہوا چلے گی جس سے ان کے چہرے اور کپڑے نکھر جائیں گے، اور ان کا حسن اور جمال اور بڑھ جائے گا، پھر وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جائیں گے، تو وہ کہیں گے بہ خدا ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تمہارا حسن

لَهُمْ أَهْلُوهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُونَ وَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا.

اور جمال بہت زیادہ ہو گیا، وہ کہیں گے بہ خدا ہمارے بعد تمہارا حسن اور جمال بھی بہت زیادہ ہو گیا۔

٧٠١٩۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِيَعْقُوبَ) قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ إِمَّا تَفَاخَرُوا وَإِمَّا تَذَاكَرُوا الرِّجَالُ فِي الْجَنَّةِ أَكْثَرُ أَمِ النِّسَاءُ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوَلَمْ يَقُلْ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى أَضْوَإِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ أَعْزَبُ۔

محمد کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا یا ذکر کیا کہ آیا جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہو گا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گی، اور جو گروہ اس کے بعد جائے گا اس کی صورت آسمان میں چمکتے ستارے کی طرح ہو گی، ہر جنتی شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا اور جنت میں کوئی شخص مجرد (بغیر بیوی کے) نہیں ہو گا۔

٧٠٢٠۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ اخْتَصَمَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ أَيُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ أَكْثَرُ فَسَأَلُوا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں یہ بحث ہوئی کہ ان میں سے کون جنت میں زیادہ ہو گا، پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

٧٠٢١۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہو گا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گی، پھر ان کے بعد جو گروہ داخل ہو گا ان کی صورت آسمان کے بہت چمکدار ستارے کی طرح ہو گی، وہ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے، ناک صاف کریں گے نہ تھوکیں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہو گا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہو گا، ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے وہ اپنے باپ حضرت آدم کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہو گا۔

وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ.

۷۰۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً ثُمَّ هُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَنَازِلُ لَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبْزُقُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى طُولِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، پھر جو ان کے بعد جائیں گے وہ بہت چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ ہوں گے، وہ پیشاب اور رفع حاجت نہیں کریں گے، تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود کی خوشبو ہوگی ان کا پسینہ مشک ہوگا تمام لوگوں کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے، ان کا قد ان کے باپ حضرت آدم کے قد کے مطابق ساٹھ گز ہوگا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے سب کا خلق ایک جیسا ہوگا، اور ابوکریب کی روایت میں ہے سب کی جسمانی بناوٹ ایک جیسی ہوگی اور ابن ابی شیبہ نے کہا کہ وہ اپنے باپ کی صورت پر ہوں گے۔

۷۰۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ فِيهَا آنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأَلُوَّةِ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ يُسَبِّحُونَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، وہ اس میں تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے، اور نہ وہ جنت میں رفع حاجت کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی (خوشبودار لکڑی) سلگتی ہوگی، ان کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، ان کی پنڈلیوں کا مغز حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آتے گا۔ ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ بغض۔ سب کے دل ایک دل جیسے ہوں گے، وہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

۷۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جنتی لوگ جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور اس میں تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے، رفع حاجت کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔ صحابہ نے کہا پھر ان کا کھانا کہاں جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ایک ڈکار (آئے گی) اور پسینہ مشک کی طرح ہوگا ان کو تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

۷۰۲۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى قَوْلِهٖ كَرَشْحِ الْمِسْكِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۲۶۔ وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ عَاصِمٍ قَالَ حَسَنٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالْحَمْدَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ قَالَ وَفِيْ حَدِيْثِ حَجَّاجٍ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں اور پئیں گے، وہ اس میں رفع حاجت کریں گے نہ ناک صاف کریں گے نہ پیشاب کریں گے ان کا کھانا ڈکار کی شکل میں تحلیل ہوگا، وہ مشک کی طرح خوشبو دار ہوگا، ان کو تسبیح اور حمد کا الہام کیا جائے گا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔ حجاج کی روایت میں ہے وطعامهم ذلك۔

۷۰۲۷۔ وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَيُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل کو روایت کیا البتہ اس میں یہ ہے کہ ان کو تسبیح اور تکبیر کا اس طرح الہام کیا جائے گا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

۷۰۲۸۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْاَسُ لَا تَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو نعمتیں دی جائیں گی پھر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

۷۰۲۹۔ حدثنا إسحٰق بن إبراهيم وعبد بن حميد (واللفظ لإسحٰق) قالا أخبرنا عبد الرزاق قال قال الثوري فحدثني أبو إسحٰق أن الأغر حدثه عن أبي سعيد الخدري وأبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ينادي مناد إن لكم أن تصحوا فلا تسقموا أبدا وإن لكم أن تحيوا فلا تموتوا أبدا وإن لكم أن تشبوا فلا تهرموا أبدا وإن لكم أن تنعموا فلا تبأسوا أبدا فذلك قوله عز وجل ونودوا أن تلكم الجنة أورثتموها بما كنتم تعملون۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا: اے اہل جنت! تمہارے لیے یہ مقرر ہو گیا ہے کہ تم تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے، اور تم زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے، اور تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ نعمت میں رہو گے اور تم پر کبھی تکلیف نہیں آئے گی، اور اس کی تائید اللہ عزوجل کے اس قول میں ہے "اور ان کو یہ ندا کی گئی یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو۔"

۷۰۳۰۔ حدثنا سعيد بن منصور عن أبي قدامة (وهو الحارث بن عبيد) عن أبي عمران الجوني عن أبي بكر بن عبد الله بن قيس عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن للمؤمن في الجنة لخيمة من لؤلؤة واحدة مجوفة طولها ستون ميلا للمؤمن فيها أهلون يطوف عليهم المؤمن فلا يرى بعضهم بعضا۔

حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لیے جنت میں ایک کھوکھلے موتیوں کا خیمہ ہو گا، اس کا طول ساٹھ میل ہو گا، مومن کے اہل بھی اس میں رہیں گے، مومن ان کا چکر لگائے گا اور بعض بعض کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

۷۰۳۱۔ وحدثني أبو غسان المسمعي حدثنا أبو عبد الصمد حدثنا أبو عمران الجوني عن أبي بكر بن عبد الله بن قيس عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في الجنة خيمة من لؤلؤة مجوفة عرضها ستون ميلا في كل زاوية منها أهل ما يرون الآخرين يطوف عليهم المؤمن۔

حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کھوکھلے موتیوں کا ایک خیمہ ہو گا، جس کا عرض ساٹھ میل ہو گا، اس کے ہر کونے میں اہل ہوں گے، جو دوسروں کو نہیں دیکھ سکیں گے، مومن ان کا چکر لگائے گا۔

۷۰۳۲۔ وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا يزيد بن هارون أخبرنا همام عن أبي عمران الجوني عن أبي بكر بن أبي موسى بن قيس عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الخيمة درة طولها في السماء ستون ميلا في كل زاوية منها أهل

حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موتیوں کا ایک خیمہ ہے جس کا بلندی میں طول ساٹھ میل ہے، اس کے ہر کونے میں مومن کی بیویاں ہوں گی، جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔

لِلْمُؤْمِنِ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُونَ.

٧٠٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ بْنُ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل یہ سب جنت کے دریا ہیں۔

٧٠٣٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔

٧٠٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولٰئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُجِيبُونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ قَالَ فَذَهَبَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَزَادُوهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدَهُ حَتَّى الْآنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ گز تھا جب ان کو بنا چکا تو فرمایا جاؤ اس جماعت کو سلام کرو، وہ فرشتوں کی جماعت ہے جو بیٹھے ہوئے ہیں، پھر سنو وہ تم کو سلام کا کیا جواب دیتے ہیں جو وہ جواب دیں گے وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا، حضرت آدم گئے اور انہوں نے کہا السلام علیکم، فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ، آپ نے فرمایا فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا لفظ زیادہ کیا، آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا، اس کا قد ساٹھ گز ہوگا، پھر لوگوں کا قد بتدریج کم ہوتا رہا حتیٰ کہ یہ زمانہ آگیا۔

نیک اور بد اعمال کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۳۰ میں ہے: جنت کا مکاپیٹ نے احاطہ کیا ہوا ہے اور دوزخ کو نفسانی خواہشوں نے گھیر رکھا ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث انتہائی فصیح اور جامع کلام پر مشتمل ہے، کیونکہ جب تک کوئی انسان احکام شرعیہ کی تکلیف اور مشقت کو برداشت نہ کرے جنت میں نہیں جائے گا، اور جب تک کوئی شخص نفسانی خواہشوں پر اندھا دھند عمل نہ کرے جہنم میں نہیں جائے گا، عبادات میں جد و جہد کرنا، عبادات کی مشقتوں پر صبر کرنا مثلاً غصہ کو پینا، عفو و درگزر سے کام لینا، صدقہ و خیرات کرنا، برائی اور بدی کرنے والے کے ساتھ اچھائی اور نیکی کے ساتھ پیش آنا، اور شہوانی تقاضوں کے وقت ضبط نفس کرنا یہ وہ تکلیفیں اور مشقتیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص دخول جنت کا مستحق ہوتا ہے، شراب نوشی، زنا، اجنبی عورتوں کو دیکھنا، غیبت کرنا، ناجائز لہو و لعب میں مشغول رہنا، چوری، ڈاکہ، جھوٹ، تہمت، قتل اور خون ریزی، سود، رشوت خوری اور فرائض کو ترک کرنا یہ وہ نفسانی عمل ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص جہنم کا مستحق ہوتا ہے، جائز شہوات پر عمل کرنا اس میں داخل نہیں ہے، لیکن ان پر زیادہ عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاکہ ان کی کثرت کی وجہ سے انسان کسی حرام کام میں مبتلا نہ ہو جائے، یا اس کا دل سخت ہو، یا ان کی وجہ سے وہ دنیاوی لذتوں میں منہمک ہو جائے۔

جنت اور دوزخ میں عورتوں کی کثرت

حدیث نمبر ۷۰۲۳ میں ہے: ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی۔ علامہ وشتانی آبی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، کیونکہ کم از کم درجہ یہ ہے کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں گی، اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دوزخ میں عورتوں کو زیادہ دیکھا یعنی جنت اور دوزخ دونوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، نیز جنت میں ہر آدمی کی دو بیویاں ہونا بنو آدم کے اعتبار سے ہے رہی حوریں تو ایک ایک آدمی کو کئی کئی حوریں ملیں گی۔

بَابٌ جَهَنَّمَ اَعَاذَنَا اللّٰهُ عَنْهَا — جہنم کا بیان (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

۷۰۳۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ الْكَاهِلِيِّ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔

۷۰۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم روشن کرتے ہیں جہنم کی گرمی سے ستر درجے کم ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آگ بھی تو کافی تھی، آپ نے فرمایا وہ اس سے انہتر درجہ زیادہ ہے، ہر درجہ میں

جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوا وَاللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا.

یہاں کی آگ کے برابر گرمی کم ہے۔

۷۰۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں کلہا کی بجائے کلھن کا لفظ ہے۔

۷۰۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْرُونَ مَا هٰذَا قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنی آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا یہ اب تک اس میں گر رہا تھا اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔

۷۰۴۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ هٰذَا وَقَعَ فِي أَسْفَلِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ جس وقت تم نے اس کی آواز سنی وہ تہہ میں پہنچ گیا تھا۔

۷۰۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ قَتَادَةُ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى عُنُقِهِ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض جہنمیوں کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی، اور بعض کو کمر تک پکڑے گی، اور بعض کی گردن تک پکڑے گی۔

۷۰۴۲ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهِ.

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگوں کو دوزخ کی آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی بعض لوگوں کو کمر سے پکڑے گی اور بعض کو گلے تک۔

٧٠٤٣۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَجَعَلَ مَكَانَ حُجْزَتِهِ حَقْوَيْهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٧٠٤٤۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ فَقَالَتْ هٰذِهِ يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ وَقَالَتْ هٰذِهِ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِينُ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهٰذِهِ اَنْتِ عَذَابِي اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَرُبَّمَا قَالَ اُصِيبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَقَالَ لِهٰذِهِ اَنْتِ رَحْمَتِي اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے، جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوں گے، اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ عذاب دوں گا، (بعض اوقات فرمایا) میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے عذاب پہنچاؤں گا، جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں تمہارے سبب سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے۔

٧٠٤٥۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَاجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَعَجَزُهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ اَنْتِ رَحْمَتِي اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ اَنْتِ عَذَابِي اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، جنت نے کہا مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں صرف ضعیف، لاچار اور عاجز لوگ داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے رحمت کروں گا، اور دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا

مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ فَيَضَعُ قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُولُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ.

تمہارے ذریعے سے عذاب دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے، لیکن دوزخ نہیں بھرے گی پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا، وہ کہے گی بس بس! اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا۔

٧٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ (يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ حُمَيْدٍ) عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

٧٠٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللهُ لِلْجَنَّةِ إِنَّمَا أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتَّى يَضَعَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رِجْلَهُ تَقُولُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے ترجیح ہے، جنت نے کہا مجھے کیا ہے! مجھ میں صرف کمزور، لاچار اور عاجز لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمائے گا تو تم صرف میری رحمت ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعے سے رحمت کروں گا، اور دوزخ سے فرمائے گا: تم صرف میرا عذاب ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ عذاب دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے، لیکن دوزخ پُر نہیں ہوگی حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں اپنا پیر رکھ دے گا، پھر وہ کہے گی بس، بس، بس! اس وقت وہ بھر جائے گی، اور اس کا بعض، بعض سے مل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔

٧٠٤٨ - وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی، اس کے بعد تم میں سے ہر

وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَى قَوْلِهِ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ مِنَ الزِّيَادَةِ.

ایک کے لیے پُر ہونا تک حسب سابق ہے'' اور اس کے بعد کا اضافہ نہیں ہے۔

۷۰۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعِزَّةِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ یہی کہتی رہے گی اور زیادہ اور زیادہ! حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا پھر وہ کہے گی بس بس! تیری عزت کی قسم! اور اس کا بعض حصہ بعض کی طرف مل جائے گا۔

۷۰۵۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ شَيْبَانَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۷۰۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرُّزِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ فَأَخْبَرَنَا عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَقُولُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتَّى يُنْشِئَ اللَّهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں مسلسل (لوگ) ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ حتیٰ کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر دوزخ کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا اور وہ کہے گی بس بس! تیری عزت اور کرم کی قسم، اور جنت میں مسلسل جگہ زیادہ رہے گی پھر اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کر کے اس کو جنت کے فاضل حصہ میں رکھے گا۔

۷۰۵۲ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ) أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت کا جو حصہ چاہے گا فاضل رکھے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جیسی چاہے گا مخلوق پیدا کرے گا۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَبْقَى مِنَ الْجَنَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَبْقٰى ثُمَّ يُنْشِئُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهَا خَلْقًا مِمَّا يَشَآءُ۔

٧٠٥٣۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَآءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ كَبْشٌ اَمْلَحُ زَادَ اَبُوْ كُرَيْبٍ فَيُوْقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاتَّفَقَا فِيْ بَاقِي الْحَدِيْثِ فَيُقَالُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ قَالَ وَيُقَالُ يَا اَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا قَالَ فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُذْبَحُ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الدُّنْيَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، (ابو کریب نے اضافہ کیا) اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا (اس کے بعد دونوں کا اتفاق ہے) پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں یہ موت ہے! اور کہا جائے گا اے اہل دوزخ! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں یہ موت ہے! پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب دوام ہے، اور موت نہیں ہے، اور اے اہل دوزخ! اب ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی، اور ان کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا، درآں حالیکہ وہ غافل ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔

٧٠٥٤۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ قِيْلَ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَلَمْ يَقُلْ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَيْضًا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الدُّنْيَا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے، تو کہا جائے گا: اے اہل جنت! اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا قول ہے اور یہ نہیں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی، اور نہ ہاتھ سے اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔

٧٠٥٥۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحَسَنُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ كُلٌّ خَالِدٌ فِيمَا هُوَ فِيهِ.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت میں داخل کر دے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کرے گا پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: اسے اہل جنت اب موت نہیں ہے اور اسے اہل دوزخ اب موت نہیں ہے، جو شخص جہاں ہے وہاں ہمیشہ رہے گا۔

٧٠٥٦ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَصَارَ أَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ حَتَّى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلَى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلَى حُزْنِهِمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا اے اہل جنت اب موت نہیں ہے اور اہل دوزخ اب موت نہیں ہے تب اہل جنت کو خوشی پر خوشی ہوگی اور اہل دوزخ کو غم پر غم ہوگا۔

٧٠٥٧ - حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ هَارُونَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ أَوْ نَابُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔

٧٠٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَكِيعِيُّ فِي النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہوگا۔

٧٠٥٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا بَلَى قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ قَالُوا بَلَى قَالَ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ.

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو ضعیف ہو اور اس کو ضعیف سمجھا جاتا ہو وہ اگر اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر کوئی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا، پھر آپ نے فرمایا کیا میں تم اہل نار کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو بدخو سرکش اور متکبر ہو۔

٧٠٦٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی اس میں ہے کہ میں تمہاری رہنمائی نہ کر دوں۔

٧٠٦١ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيمٍ مُتَكَبِّرٍ.

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر ضعیف شخص جس کو ضعیف گمان کیا جاتا ہو اگر وہ یہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس شخص کو قسم میں سچا کر دیتا ہے، اور کیا میں تم کو جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو سرکش، بد اصل اور متکبر ہو۔

٧٠٦٢ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسا اوقات بکھرے ہوئے بالوں والا، جس کو دروازے سے دھکا دیا جاتا ہو اگر وہ اللہ کے اعتماد پر قسم کھالے تو اللہ اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔

٧٠٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ النَّاقَةَ

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، آپ نے حضرت صالح کی اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر کیا اور یہ آیت پڑھی "جب سب سے بدبخت شخص اٹھا" پھر اس کی تفسیر

وَذَكَرَ الَّذِي عَقَرَهَا فَقَالَ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا انْبَعَثَ بِهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ فَوَعَظَ فِيهِنَّ ثُمَّ قَالَ إِلَامَ يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ فِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ جَلْدَ الْأَمَةِ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ جَلْدَ الْعَبْدِ وَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ إِلَامَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ۔

ہیں فرمایا: جو شخص اس قبیلہ میں غالب، سرکش اور مفسد تھا وہ اٹھا، جیسے ابو زمعہ ہے، پھر آپ نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کو نصیحت فرمائی، پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو لونڈی کی طرح کیوں مارتا ہے (ابو کریب کی روایت میں ہے جیسے غلام کو کوڑے مارتے ہیں) پھر دن کے آخر میں وہ اس سے عمل زوجیت کرتا ہے، پھر ان لوگوں کو نصیحت کی جو آواز سے ریح خارج ہونے پر ہنستے ہیں، اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود کرتا ہے۔

٧٠٦٤۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَخَا بَنِي كَعْبٍ هَؤُلَاءِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بنو کعب کے بھائی عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا پھر رہا تھا۔

٧٠٦٥۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ إِنَّ الْبَحِيرَةَ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَأَمَّا السَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السُّيُوبَ۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ دوہنے کو بتوں کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے، سو کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا، اور سائبہ وہ جانور ہے جس کو وہ اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس پر کوئی چیز نہیں لادی جاتی تھی، ابن المسیب نے کہا ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا پھر رہا تھا، یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑا تھا۔

٧٠٦٦۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ گروہ ہے جن کے پاس گایوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، وہ ان

يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا۔

کوڑوں سے لوگوں کو ماریں گے، دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔

٧٠٦٧۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدٌ (يَعْنِي ابْنَ حُبَابٍ) حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَنْ تَرَى قَوْمًا فِي أَيْدِيهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُونَ فِي غَضَبِ اللَّهِ وَيَرُوحُونَ فِي سَخَطِ اللَّهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے طویل زمانہ پایا تو تم عنقریب ایک قوم کو دیکھو گے، ان کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی طرح (کوڑے) ہوں گے، ان کی صبح اللہ کے غضب میں ہوگی اور ان کی شام اللہ کی ناراضگی میں ہوگی۔

٧٠٦٨۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَوْشَكْتَ أَنْ تَرَى قَوْمًا يَغْدُونَ فِي سَخَطِ اللَّهِ وَيَرُوحُونَ فِي لَعْنَتِهِ فِي أَيْدِيهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اگر تم نے طویل زمانہ پایا تو تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کی صبح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اور شام اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہوگی ان کے ہاتھوں میں گایوں کے دموں کی طرح (کوڑے) ہوں گے۔

جنت اور دوزخ کا مباحثہ

حدیث نمبر ۷۰۴۴ میں ہے: جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ میں ایسی قوت پیدا کی ہے جس سے وہ ادراک کرتے ہیں اور بحث کر سکتے ہیں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں ادراک کی یہ قوت دائمی رہو۔

اس حدیث میں ہے: جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور لاغر داخل ہوں گے۔ علامہ نووی نے کہا اس کی تین تفسیریں ہیں۔ (ا) ضرورت مند بھوکے اور فاقہ زدہ لوگ، (ب) عاجز اور لاچار، (ج) سادہ لوح جو دنیاوی معاملات میں زیادہ ماہر نہیں ہوتے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے: جنت کے اکثر لوگ سادہ لوح ہوں گے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ عام مسلمان زیادہ چالاک نہیں ہوتے اور یہی لوگ جنت میں زیادہ ہوں گے، اور عرفاء علماء، عبادت گزار اور صالحین بہت کم ہیں اور ان کے جنت

ہیں بہت بلند درجات ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ کمزور اور لاغر سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضعیف ہیں اور ان کو ضعیف سمجھا جاتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے عاجزی اور تواضع کرتے ہیں۔

دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۷۰۴۰ میں ہے: "دوزخ پُر نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا"۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، یہ مسئلہ کئی بار گذر چکا ہے، اس میں دو مذہب ہیں:

(ا)۔ جمہور سلف صالحین اور متکلمین کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان الفاظ میں تاویل نہیں کی جائے گی، اور یہ الفاظ حق ہیں لیکن ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، ان الفاظ کا وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور قدم، پنڈلی ہاتھ اور چہرے کے اطلاق سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔

(ب)۔ جمہور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ ان الفاظ میں مناسب تاویل کی جائے گی، وہ کہتے ہیں کہ قدم سے مراد متقدم ہے۔

علامہ آبی مالکی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بعض مخلوق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس مخلوق کا قدم رکھے گا، ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر کی شدت ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ جہنم کی ذلت سے کنایہ ہے جیسے کہتے ہیں ہم نے فلاں کی پشت پر اپنا قدم رکھ دیا، اور زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے اس میں دو تاویلیں ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ جہنم میں قدم رکھنا اس کو ذلیل کرنے سے کنایہ ہے کیونکہ جہنم کافروں اور گنہ گاروں کے خلاف سخت غیظ و غضب اور جوش میں ہوگی، قرآن مجید میں ہے:

يوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزيد۔ (ق: ۳۰)

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہے۔

وهي تفور۔ تكاد تميز من الغيظ (ملک: ۸-۷)

اور وہ (ایسا) جوش مار رہی ہوگی کہ (گویا) ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی۔

گویا وہ غیظ و غضب اور جوش میں حد سے بڑھ رہی ہوگی، بعض احادیث میں ہے کہ قریب تھا کہ وہ تمام اہل محشر کو نگل لے، تب اللہ تعالیٰ اس کی تندی اور تیزی کو توڑ دے گا، جیسے کسی متکبر کو قدموں سے روند کر اس کی تیزی کو توڑا جاتا ہے، سو اس کے ذلیل کرنے کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ قدم اور پیر ان لوگوں سے کنایہ ہے جن کا دخول جہنم میں متاخر ہوگا، کیونکہ جہنمی فوج در فوج جہنم میں داخل ہوں گے، اور جہنم کے پہرے دار ان کا انتظار کر رہے ہوں گے کیونکہ ان کو جہنمیوں کے ناموں اور ان کی صفات کا علم ہوگا، سو ہر پہرہ دار اپنے متعلقہ گروہ کا منتظر ہوگا اور جب ہر پہرے دار کے پاس پہنچنے والے آدمی پورے ہو جائیں گے، اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا تو پھر وہ کہیں گے بس بس! یعنی ہمارے اعداد و شمار پورے ہو گئے، پھر جہنم جہنمیوں پر سمٹ کر تنگ ہو جائے گی، سو اس بعد میں داخل ہونے والی جماعت کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جہنم کی ہر کوٹھڑی، ہر زنجیر، ہر گرز اور ہر تابوت پر اس سے متعلق شخص کا نام لکھا ہوا ہے اور ہر پہرے دار اپنے متعلق شخص کا انتظار کر رہا ہے اور کسے

اس شخص کا نام اور صفت معلوم ہے، اور جب ہر ہر سے والے کے متعلق آدمی پوچھے جا رہے ہوں گے تو وہ کہیں گے بس بس اہم کو یہ کافی ہیں اور اس وقت جہنم جہنمیوں پر منطبق ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۲۰۰۰ میں ہے اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پیر رکھ دے گا، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ ابن فورک نے اس روایت کا انکار کیا اور کہا کہ اہل نقل کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے لیکن اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کی بھی وہی تاویلیں ہیں جو قدم میں تاویلیں کی گئی ہیں۔ [۱]

جنت میں دخول کا سبب اعمال نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے

حدیث نمبر ۲۰۰۰ میں ہے اور پھر بھی جنت میں جگہ بچ جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ ثواب اعمال پر موقوف نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اسی وقت پیدا کیے جائیں گے اور انھیں بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کیا جائے گا اور ان کو جنت کی تمام نعمتیں بغیر عمل کے دی جائیں گی، اسی طرح نابالغ بچوں اور مجنونوں کو بغیر کسی عمل کے جنت عطا کی جائے گی سو ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے جنت عطا فرمائے گا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے، اس کے بعد بھی جنت بہت عظیم اور وسیع ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک جنتی کو دنیا اور اس جیسی دس مثلیں عطا کی جائیں گی، اس کے بعد بھی جنت میں اتنی جگہ باقی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا فرمائے گا۔ [۲]

موت کو ذبح کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۲۰۰۶ میں ہے جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ موت عرض ہے کیونکہ وہ حیات کی ضد ہے۔ بعض معتزلہ نے کہا کہ وہ معنی نہیں ہے بلکہ وہ حیات کا عدم ہے، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خلق الموت والحیوۃ (ملک: ۲) "اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا" بہرحال اس حدیث پر اعتراض یہ ہے کہ موت جسم نہیں ہے، لہذا اس کو ذبح کرنا کس طرح متصور ہوگا، اس لیے اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمثیل کے لیے ایک جسم کو پیدا کر کے اس کو ذبح فرمائے گا، تاکہ اہل آخرت پر یہ واضح ہو جائے کہ ان کو موت نہیں آ سکتی۔

علامہ خطابی نے یہ کہا کہ اس حدیث کا ظاہر محال ہے کیونکہ موت یا عرض ہے یا امر عدمی ہے اور ہر دو تقدیر پر اس کا مینڈھا بننا ناممکن ہے کیونکہ انقلاب حقائق محال ہے، سو اس حدیث کی دو تاویلیں ہیں۔ ایک تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مینڈھا پیدا کرے گا، اور اس میں موت کو پیدا کر دے گا، اور لوگ اس کو دیکھ کر جان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس میں ذبح کے مشابہ ایک فعل پیدا کرے گا جس فعل سے وہ مینڈھا معدوم ہو جائے گا، حتیٰ کہ اہل جنت بے خوف ہو جائیں گے، اور ان کی خوشی زیادہ ہو جائے گی، اور جہنمی مایوس ہو جائیں گے اور ان کا غم زیادہ ہو جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ موت

[۱] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۱۹۔ ۲۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو معدوم کرنے کی ایک مثال ہے کیونکہ جب اہل آخرت کے لیے موت معدوم ہو جائے گی تو وہ ایک ذبح شدہ مینڈھے کی طرح ہو گی۔[1]

بلا معصیت عذاب اور بلا اطاعت ثواب کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۰۵۹ میں ہے: کافر کی داڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہو گی۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بعض کفار کے متعلق ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ متکبرین چھوٹی چیونٹیوں کی جسامت میں اٹھائے جائیں گے اور ان کی شکل وصورت مردوں کی طرح ہو گی۔[2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

کافروں کی داڑھ اور کھال کی موٹائی کی جسامت بڑھا کر احد پہاڑ اور تین دن کی مسافت کے برابر کر دی جائے گی، تاکہ ان کو درد کی تکلیف زیادہ ہو، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ مخبر صادق نے ان کی خبر دی ہے۔[3]

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کافر کی داڑھ کو احد پہاڑ جتنا بڑا کرنے کے لیے اس داڑھ کے ساتھ نئے اجزاء ضم کیے جائیں گے، اور ان نئے اجزاء کے ساتھ کافر نے کفر یا کوئی اور گناہ نہیں کیا تھا، سو بغیر گناہ کے ان اجزاء کو عذاب دینا کس طرح صحیح ہو گا کیونکہ یہ تعذیب بلا معصیت ہے، علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے اس اشکال کے کئی جواب ذکر کیے ہیں:

(۱)۔ کافر کی داڑھ اور اس کی کھال کی موٹائی اور اس کی جسامت کی زیادتی نئے اجزاء کے ضم ہونے کی وجہ سے نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے اجزاء اصلیہ کو پھیلا کر ان کا حجم اتنا بڑا کر دے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مستبعد نہیں ہے۔

(۲)۔ جن اجزاء کا حجم بڑھے گا ان میں تخلخل ہو جائے گا اور فلاسفہ کی اصطلاح میں تخلخل یہ ہے کہ ایک جسم میں کوئی اور جزء داخل نہ ہو اور اس کا حجم بڑھ جائے۔

(۳)۔ عذاب جسم کو نہیں بلکہ روح کو ہوتا ہے، اس لیے تعذیب بلا معصیت لازم نہیں آئی۔ ہر چند کہ یہ جواب بہت عمدہ ہے لیکن یہ جواب مشائخ کے مختار کے خلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

(۴)۔ جو نئے اجزاء جسم کے ساتھ ضم کیے جائیں گے ان کو عذاب نہیں ہو گا ان کا اضافہ صرف اس لیے کیا جائے گا تاکہ وہ جسم زیادہ سے زیادہ قبیح معلوم ہو اور اس کی روح اور اس کے اجزاء اصلیہ کو زیادہ تکلیف ہو۔[4]

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۱۔ "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۲۹، مطبوعہ شیخ غلام حسن اکیڈمی ملتان

اب اس مقام پر ایک بحث یہ ہے، کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كلما نضجت جلودهم بدلنهم جلودا غيرها ليذوقوا العذاب. (نساء: ۵۶)

ان کی کھالیں جب بھی جل کر پک جائیں گی، ہم ان کی کھالوں کو ان کے علاوہ دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

گنہ گاروں کی کھال کے جل جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ دوسری نئی کھال کو پیدا کر کے اس کو عذاب دے گا تو یہ بغیر گناہ کے عذاب دینا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱)۔ نفس کھال وہی ہوگی صرف اس کے جل کر پکنے کی صفت تبدیل ہوگی۔

(۲)۔ عذاب صرف انسان کو ہوگا اور یہ کھال انسان کی ماہیت کا جزء نہیں تھی۔ بلکہ یہ اس کے ساتھ ایک زائد چیز چپکی تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نئی کھال پیدا کرے گا تو اب یہ نئی کھال اس انسان تک عذاب پہنچانے کا ذریعہ ہوگی۔ لہٰذا عذاب گنہ گار کو ہی ہوگا۔

(۳)۔ یہ آیت دوام اور عدم انقطاع سے کنایہ ہے، جیسے کہتے ہیں فلاں چیز جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے شروع ہوتی ہے، یعنی وہ ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ان کی کھال جب بھی جل کر پک جائے گی ہم ان کی نئی کھال بدل دیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کفار یہ گمان کریں گے کہ اب وہ جل کر پک گئے ہیں اور اب وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں (گویا اب عذاب ختم ہو رہا ہے) تو ہم ان کو تر و تازگی کی ایک نئی قوت عطا کریں گے جس سے وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کو ابھی پیدا کیا گیا ہے، سو مقصود یہ ہے کہ ان کا عذاب دائمی اور غیر متناہی ہے۔ [1]

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب کافروں کی کھال جل جائے گی (تو کھال کے جلنے کے وقت) نئی کھال عطا کریں گے جو پہلی کھال سے صورۃً مختلف ہوگی اور اس کا مادہ اصلیہ موجود ہوگا یعنی اس کے مادہ سے چلی ہوئی صورت زائل کر دی جائے گی، لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ دوسری صورت نے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا تو اس کو کیوں عذاب دیا جائے گا۔

میرے نزدیک یہ اعتراض سرے سے غیر معقول ہے کیونکہ کھال کا نافرمانی یا اطاعت کرنا، اور اس کا درد اٹھانا یا لذت حاصل کرنا بالکل غیر معقول ہے اور جس طرح باقی جمادات میں ادراک اور شعور نہیں ہوتا اسی طرح کھال میں بھی ادراک اور شعور نہیں ہے۔ اور کھال تو آلہ کے مشابہ ہے، جو شخص اپنے ہاتھ سے کسی کو ظلماً تلوار سے قتل کرتا ہے تو اس فعل میں تلوار کی طرح اس کا ہاتھ بھی ایک آلہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ہاتھ میں روح ہے اور تلوار میں روح نہیں ہے، اور یہ فرق اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ عذاب کے وقت بعینہٖ اسی ہاتھ کو لوٹایا جائے اور تلوار کو نہ لوٹایا جائے، اور ہاتھ کو جلایا جائے اور تلوار کو نہ جلایا جائے، کیونکہ ہاتھ اور تلوار دونوں کا عمل کرنا غیر اختیاری ہے اس لیے حق یہ ہے کہ عذاب

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۴۹-۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

صرف نفس مدرکہ کو ہوگا، خواہ اس نفس کا کسی بدن میں یا کسی کھال میں حلول ہو، ثواب میں بھی یہی معاملہ ہے۔

اس نظریہ کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کہ بعض جہنمی جہنم کے کونوں میں سے کسی کونے کو بھر لیں گے اور جہنمی کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جنتی حضرت آدم کی جسامت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے، جن کا طول ساٹھ گز اور عرض سات گز کا ہوگا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنتی یا دوزخی میں سے کسی شخص نے بھی اتنی بڑی جسامت کے ساتھ دنیا میں نیکی یا بدی کے کام نہیں کیے، بلکہ جو شخص بھی انصاف سے کام لے گا اس کو یہ معلوم ہوگا کہ دنیا میں انسان کے اجزاء مقدار یہ بھی ایک مقدار پر نہیں رہے، بچپن میں، جوانی میں، ادھیڑ عمر میں اور بڑھاپے میں ہر دور میں اس کی جسامت پہلے سے مختلف رہی ہے اور یہ جواب کافی نہیں ہے کہ ان تمام ادوار میں انسان کی ماہیت ایک ہے کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ دوسری کھال پہلی کھال سے اس طرح مختلف ہے جس طرح عرض جوہر سے یا پتھر انسان سے مختلف ہوتا ہے۔

اعادہ اجسام کے متعلق نصوص متعارض ہیں، بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام کو فنا کرنے کے بعد بعینہ انہی اجسام کا اعادہ کیا جائے گا اور بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جسم کو فنا کرنے کے بعد اس کی مثل کو پیدا کیا جائے گا بہر حال معاد جسمانی کو ماننا اور اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے خواہ بعینہ معاد کا اعتقاد ہو یا بمثلہ کا۔

قرآن مجید کی یہ آیت بعینہ اعادہ پر دلالت کرتی ہے:

یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون۔ (النور: ۲۴)	جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

کھال کی یہ تبدیلی ایک ساعت میں بہت دفعہ ہوگی، امام ابن مردویہ اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو کعب نے کہا اسلام لانے سے پہلے بھی مجھے اس آیت کی تفسیر معلوم تھی حضرت عمر نے کہا اے کعب وہ تفسیر بیان کرو، اگر وہ اس تفسیر کی مطابق ہوئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی تو میں تمہاری تصدیق کروں گا، کعب نے کہا ایک ساعت میں ایک سو بیس مرتبہ کھال جل جائیگی، حضرت عمر نے کہا میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا، امام ابن ابی شیبہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ایک دن میں ستر ہزار بار جلے گا، اور جب بھی آگ اس کو جلا دے گی اور اس کے گوشت کو کھائیگی ان اجزاء سے کہا جائے گا دوبارہ لوٹ جاؤ، اور وہ دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو اس پر بھی قدرت ہے کہ ان کا جسم باقی اور محفوظ رہے اور ابد الآباد تک آگ میں جلتا رہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کی کھال کو تبدیل کرے گا، کیونکہ عام لوگوں کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب جسم جل جائے گا تو پھر اس کا عذاب ختم ہو جائے گا اس لیے فرمایا کہ اگر ایک کھال جل جائے گی تو اس کو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا۔ [۱]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض زندیق قرآن مجید پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس کھال نے گناہ نہیں کیا اس کو عذاب دینا کس طرح جائز ہے؟

---

[۱] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۵۹ - ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب اور عقاب کھال کو نہیں روح کو ہوگا کیونکہ احساس اور معرفت روح کی صفت ہے اور کھال کو اس لیے تبدیل کیا جائے گا کہ روح کو زیادہ عذاب ہو اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیذوقوا العذاب ـ ـ ـ ـ ـ ـ تاکہ وہ کافر عذاب چکھیں پس مقصود یہ ہے کہ بدن کو عذاب پہنچا کر روح کو درد میں مبتلا کیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ کھال کو درد میں مبتلا کرنا چاہتا تو یوں فرماتا لیذوق العذاب۔ "تاکہ وہ کھالیں عذاب کو چکھیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی کھال کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ [1]

ایک کھال جلنے کے بعد دوسری کھال کو عذاب دینا یا کافر کی ڈاڑھ کا احد پہاڑ کے برابر ہونا تعذیب بلا معصیت ہے اسی طرح انسان کا بچپن میں اور جسم ہوتا ہے، جوانی میں اور جسم ہوتا ہے، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں اور جسم ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کا حشر کس زمانے کے جسم میں کیا جائے گا اور کس زمانہ کے جسم میں اس کو عذاب دیا جائے گا، اگر جوانی کے جسم میں اس کا حشر کیا گیا ہے تو ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے گناہوں کی اس کو سزا دینا تعذیب بلا معصیت ہے اور اگر بڑھاپے کے جسم میں اس کا حشر کیا گیا ہے تو اس جسم کو جوانی کے گناہوں کی سزا دینا تعذیب بلا معصیت ہے اور یہی حال ثواب دینے کے معاملہ میں ہے۔ اس اعتراض کا ایک جواب تو وہ ہے جو مذکور الصدر مفسرین نے دیا ہے کہ ثواب اور عذاب روح کو ہوتا ہے اور جسم ثواب اور عذاب کے لیے محض ایک آلہ ہے۔

دوسرا جواب متکلمین نے دیا ہے کہ انسان کے جسم میں اجزاء اصلیہ ہوتے ہیں جو جسمانی تغیر کے ہر دور میں مشترک رہتے ہیں اور جسم کے جل جانے یا فنا ہو جانے کی صورت میں بھی وہ اجزاء باقی رہتے ہیں اور ثواب اور عذاب کا ترتب روح اور ان اجزاء دونوں پر ہوتا ہے اس لیے انسان کا حشر جس زمانہ کے جسم میں بھی کیا جائے یا اس کی کھال جل جائے یا اس کی جسامت بڑھا دی جائے اس کے اجزاء اصلیہ اس میں بعینہٖ باقی رہتے ہیں اور انہی کو عذاب ہوتا ہے اس لیے کسی صورت میں بھی تعذیب بلا معصیت لازم نہیں آتی۔

اولیاء اللہ کی کرامت پر دلیل

حدیث نمبر ۷۰۵۸: میں ہے بہت ناتواں کمزور شخص جو اللہ تعالیٰ پر یہ قسم لے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کو لوگ حقیر جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مقرب اور مقبول ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قسم میں سچا کر دے گا اور وہ اس امید پر یہ قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس شخص کو اس کی قسم میں سچا کر دے گا، ایک تشریح یہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا لیکن پہلی تشریح راجح ہے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے اور یہ قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریگا

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۵۴ - ۲۵۳ مطبوعہ ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو نامراد نہیں کرے گا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات پر دلیل ہے۔[2]

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۶۵ میں ہے: سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ ابن مسیب نے کہا کہ سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار بتوں کے ساتھ نامزد کر دیتے تھے، اور اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا تھا ایک قول یہ ہے کہ جب کوئی کافر بیمار ہو جاتا تو وہ نذر مانتا اگر اس کو شفا ہو گئی تو وہ ایک اونٹنی کو نامزد کر دے گا، اب اس اونٹنی کو گھاس چرنے اور پانی پینے سے نہیں روکا جاتا تھا، وہ اونٹنی کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی نامزد کرتے تھے، جب وہ کسی غلام کو نامزد کرتے تو اس پر کسی شخص کی ولاء نہیں ہوتی تھی ایک قول یہ ہے کہ جب ایک اونٹنی مسلسل بارہ اونٹنیاں جنتی اور درمیان میں کوئی نر نہ ہوتا تو اس کو سائبہ قرار دیا جاتا، اس پر سواری کی جاتی اور نہ اس کا اون کاٹا جاتا، اور اس کے بعد جب اس کے ہاں اونٹنی پیدا ہوتی تو اس کا کان چیر دیا جاتا اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا، اور یہ بحیرہ کہلاتی جو سائبہ کی بیٹی ہوتی تھی ایک قول یہ ہے کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ بتوں کے لیے روک دیا جاتا تھا پھر اس کا دودھ کوئی شخص نہیں دوہتا تھا مفسرین نے کہا ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کے مسلسل پانچ بچے ہوتے اور آخری نر ہوتا اس کا کان چیر دیا جاتا تھا، اس کو ذبح کیا جاتا نہ اس پر سواری کی جاتی، اس کو پانی سے دور کیا جاتا نہ چراگاہ سے، کلبی نے کہا ہے کہ جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہوتے اور پانچواں نر ہوتا تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے اور عورتیں نہیں کھاتی تھیں، اور اگر پانچویں مادہ ہوتی تو اس کے کان چیر دیے جاتے اس پر سواری کی جاتی نہ اس کا دودھ پیا جاتا، اور اگر مردہ بچہ پیدا ہوتا تو اس میں مرد اور عورت سب مشترک ہوتے اس کو بحیرہ اس لیے کہتے تھے کہ اس کے کان میں وسیع چیر کیا جاتا تھا۔[3]

قرآن مجید میں ہے:

ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون۔ (مائدہ: ۱۰۳)

اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اس پر سواری کرتے نہ اس کو ذبح کرتے، نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے، اس کو بحیرہ کہتے۔ اور جب سفر در پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بیکار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے۔ اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے یہ اپنے بھائی سے مل گئی اس کو وصیلہ کہتے اور جب نر اونٹ سے دس گیابھ حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے نہ اس پر سواری کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اس کو چارے پانی پر سے روکتے اس کو حامی کہتے (مدارک) بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لیے روک دیتے تھے کوئی اس جانور کا دودھ نہ دوہتا اور سائبہ وہ ہے جس کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے کوئی ان سے کام نہ لیتا یہ رسمیں زمانہ جاہلیت سے ابتداء عہد اسلام تک چلی آرہی تھیں اس آیت میں ان کو باطل کیا گیا ہے۔

مائلات اور ممیلات کی تشریح

حدیث نمبر ۶۹۶۰ میں ہے دو صنف وہ ان عورتوں کی ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱)۔ وہ عورتیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ملبوس ہوں گی اور شکر سے عاری ہوں گی۔

(۲)۔ وہ عورتیں کپڑوں میں ملبوس ہوں گی اور نیکیوں سے عاری ہوں گی۔

(۳)۔ وہ عورتیں تنگ، چست اور کسا ہوا لباس پہنیں گی جس سے ان کے اعضاء کا ابھار نظر آئے گا۔

(۴)۔ باریک اور نیم عریاں لباس پہنیں گی جس سے ان کا جسم اندر سے جھلکتا ہوگا اور عریاں نظر آئے گا۔

حدیث میں ہے وہ مائلات اور ممیلات ہوں گی، مائلات کا مطلب ہے وہ اللہ کی عبادت، فروج کی حفاظت اور پردہ وغیرہ کرنے سے منحرف ہونے والی ہوں گی، اور ممیلات کا مطلب ہے وہ دوسری عورتوں کو بھی اپنی طرح بے راہ روی کی ترغیب دیں گی، یا مائلات کا مطلب ہے وہ مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور ممیلات کا مطلب ہے ان کو اپنی طرف راغب کریں گی، نیز حدیث میں ہے ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے سر کی مینڈھیاں کثرت کی وجہ سے ایک طرف جھکی ہوں گی۔ [1]

بَابُ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَبَيَانِ الْحَشْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

دنیا کی فنا اور قیامت کے دن حشر کا بیان

۷۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُوسَى ابْنُ أَعْيَنَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا دنیا آخرت کے مقابلہ میں محض اس طرح ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص محض اپنی اس انگلی کو دریا میں ڈبوئے اور انگشت شہادت کا اشارہ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي فِهْرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هَذِهِ وَأَشَارَ يَحْيَى بِالسَّبَّابَةِ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا غَيْرَ يَحْيَى سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ أَخِي بَنِي فِهْرٍ وَفِي حَدِيثِهِ أَيْضًا قَالَ وَأَشَارَ إِسْمَاعِيلُ بِالْإِبْهَامِ.

کیا) سمندر میں ڈال دے پھر نکال کر دیکھے اس میں کیا لگا ہے، یحییٰ کی روایت کے علاوہ باقی راویوں کی حدیث میں ہے "میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" ابواسامہ کی روایت میں ہے اسماعیل نے انگوٹھے سے اشارہ کیا۔

٧٠٧٠ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ النِّسَاءُ وَالرِّجَالُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پیر ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھایا جائے گا، میں نے کہا یا رسول اللہ! عورتوں اور مردوں دونوں کو، بعض بعض کو دیکھیں گے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے مقابلہ میں بہت ہولناک منظر ہوگا۔

٧٠٧١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ غُرْلًا.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٠٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بیشک تم ننگے پیر، ننگے بدن، چلتے ہوئے غیر مختون حالت میں اللہ سے ملاقات کرو گے، زہیر کی حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّكُمْ مُلَاقُو اللَّهِ مُشَاةً حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا وَلَمْ يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فِي حَدِيثِهِ يَخْطُبُ.

۷۰۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَلَا وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ قَالَ فَيُقَالُ لِي إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَمُعَاذٍ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ.

۷۰۴۴۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى ثَلَاثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نصیحت کا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے، "جس طرح ہم نے مخلوق کو ابتداءً پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم اس کو ضرور کرنے والے ہیں"، سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، سنو! بے شک میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کو بائیں جانب کو پکڑ لیا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں، میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ) کی طرح کہوں گا جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا، اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمائے تو تو غالب اور حکیم ہے، آپ نے فرمایا پھر مجھ سے کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرتے رہے اور وکیع کی اور معاذ کی روایت میں ہے آپ سے کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی بدعتیں نکالی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو تین جماعتوں کی شکل میں جمع کیا جائے گا خواہش رکھنے والے، ڈرنے والے، دو ایک اونٹ پر ہوں گے، تین ایک اونٹ پر ہوں گے اور چار ایک اونٹ پر ہوں گے اور دس ایک

طَرَائِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَاَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَتَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ اَمْسَوْا۔

اونٹ پر ہوں گے، اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی، جہاں وہ رات کو ٹھہریں گے آگ بھی وہیں ٹھہرے گی، جہاں وہ دن کو قیلولہ کریں گے، آگ بھی وہیں ہوگی، جہاں وہ صبح کو رہیں گے آگ بھی وہیں رہے گی اور جہاں وہ شام کو رہیں گے آگ بھی وہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۷۰۶۹ میں ہے: "دنیا جنت کے مقابلہ میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈبو کر دیکھے" انگلی پر لگی ہوئی تری دنیا کی مثال ہے اور سمندر جنت کی مثال ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے یہ دنیا اور جنت کی مسافتوں کی مثال ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اہل جنت کے ادنیٰ درجہ اور دنیا کی مثال ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دنیا کی نعمتوں کی قلت اور اخروی نعمتوں کی کثرت کی مثال ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دنیا کی نعمتوں کے متناہی ہونے اور اخروی نعمتوں کے غیر متناہی ہونے کی مثال ہو۔ [1]

حدیث نمبر ۷۰۷۰ میں ہے۔ آخرت میں لوگوں کو ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھایا جائے گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حشر کی یہ کیفیت انبیاء علیہم السلام کے ماسوا دوسرے لوگوں کی ہے، حدیث نمبر ۷۰۷۱ میں ہے: سب سے پہلے حضرت ابراہیم السلام کو لباس پہنایا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ حشر سے پہلے قبر سے نکلتے وقت سب سے پہلے حضرت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم وتکریم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حشر کی اس کیفیت میں عام لوگوں سے مستثنیٰ ہوں۔ [2]

حدیث نمبر ۷۰۷۲ میں ہے، باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ یہ حشر قیامت سے کچھ پہلے دنیا کے اختتام کے وقت ہوگا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اس کے بعد یہ روایت کیا ہے کہ دنیا کا آخر اس طرح ہوگا کہ قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے حشر کی جگہ لے جائے گی اور اس حدیث میں جو تین جماعتوں کا ذکر ہے اس سے مراد یہی فرقے ہیں۔ [3]

بَابٌ فِيْ صِفَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَعَانَنَا اللّٰهُ عَلٰى اَهْوَالِهَا — قیامت کے ہولناک احوال اللہ اس کی ہولناکیوں میں ہماری مدد فرمائے

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " " " اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۵

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

٧٠٧٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنُونَ ابْنَ سَعِيدٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ قَالَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ يَقُومُ النَّاسُ لَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن تمام انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے نصف کانوں تک اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، ابن مثنیٰ کی روایت میں یقوم الناس ہے یوم کا لفظ نہیں ہے۔

٧٠٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ) ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو نَصْرٍ التَّمَّارُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَصَالِحٍ حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.

امام مسلم نے چند سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت بیان کی، البتہ موسیٰ بن عقبہ اور صالح کی روایت میں ہے ایک شخص آدھے کانوں تک اپنے پسینے تک ڈوب جائے گا۔

٧٠٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَرَقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ بَاعًا وَإِنَّهُ لَيَبْلُغُ إِلَى أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْ إِلَى آذَانِهِمْ يَشُكُّ ثَوْرٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کا پسینہ ستر گز تک پھیلا ہوا ہوگا، اور وہ انسان کے منہ اور کانوں تک پہنچ جائے گا، راوی کو شک ہے کہ آپ نے کون سا لفظ فرمایا تھا۔

اَیُّھُمَا قَالَ ۔

۷۰۷۸ ۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسٰى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنِي الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ قَالَ فَيَكُونُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا قَالَ وَأَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلٰى فِيهِ ۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے اس قدر قریب ہوگا کہ ایک میل کی مقدار رہ جائے گی، سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ بخدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ میل سے آپ کی کیا مراد تھی؟ مسافت کا میل یا وہ (سلائی) جس کے ساتھ آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔ (سلائی کو بھی عربی میں میل کہتے ہیں) لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینہ میں ہوں گے، بعض لوگوں کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، بعض کا گھٹنوں تک، بعض کا کمر تک اور کسی کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

روز قیامت کی شدت

حدیث نمبر ۷۰۷۵ میں ہے: محشر میں کھڑے ہونے والوں میں سے کسی ایک شخص کا پسینہ اس کے نصف کانوں تک بہہ رہا ہوگا اور آخری حدیث میں ہے یہ پسینہ بہ قدر اعمال ہوگا بعض کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، بعض کا گھٹنوں تک اور بعض کا کمر تک پسینہ ہوگا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

یہ بھی احتمال ہے کہ محشر کے ہولناک احوال کا مشاہدہ کرنے اور اس کے خوف سے اس شخص کو یہ پسینہ آیا ہو، اور جتنی اس کو امید ہو اس کے بہ قدر یہ پسینہ ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس کا اور دوسروں کا ملا جلا پسینہ ہو، اس پسینہ کی وجہ رنگوں کا ازدحام اور رش بھی ہو سکتا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ پسینہ ازدحام اور لوگوں کے رش کی وجہ سے ہوگا، اور سورج کے قرب کی وجہ سے حتیٰ کہ لوگوں کے سروں میں مغز چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کی طرح کھول رہا ہوگا، اور لوگوں کے سانسوں کی گرمی کی وجہ سے ہر شخص کا پسینہ نکلے گا۔ [1]

روز قیامت کی مقدار

قرآن مجید میں ہے:

تعرج الملآئکۃ والروح الیہ فی یوم — فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف عروج کرتے ہیں اس

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ. (معارج: ۴) دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس مقدار سے وہ وقت مراد ہے جس میں لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، امام احمد، امام ابن حبان، امام ابو یعلیٰ، امام ابن جریر، اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی وہ کس قدر لمبا دن ہوگا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن پر وہ دن کم کر دیا جائے گا حتیٰ کہ دنیا میں اس کو فرض نماز پڑھنے میں جتنا وقت لگتا تھا اس سے بھی کم وقت میں وہ دن گزر جائیگا۔

وہ دن اس قدر طویل کیوں ہوگا؟ اس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن میں اس قدر شدت اور ہول ہوگا کہ وہ دن پچاس ہزار سال جتنا معلوم ہوگا، یہ مطلب نہیں ہے کہ فی نفسہٖ وہ دن اس قدر لمبا ہوگا، یہ توجیہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کیونکہ اہل عرب شدت اور حزن کے اوقات کو طول سے اور آسانی اور فرحت کے اوقات کو قصر اور کم وقت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث کو بیان کیا گیا ہے اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس دن مومنین کے لیے سونے کی کرسیاں بچھائی جائیں گی اور ان پر بادلوں کا سایہ کیا جائے گا اور ان پر وہ دن کم اور آسان کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان پر وہ دن دنیا کے ایام کی طرح گذر جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے اس دن کے پچاس اوقات ہوں گے اور ہر وقت دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ پچاس سے مراد کثرت ہے یعنی وہ دن ہزاروں سال کے برابر ہوگا۔[۱]

بَابُ الصِّفَاتِ الَّتِيْ يُعْرَفُ بِهَا فِي الدُّنْيَا اَهْلُ الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ

جن صفات سے دنیا میں جنتی اور دوزخی لوگوں کی معرفت ہوتی ہے

۷۰۷۹۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ غَسَّانَ وَابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دوں جو تم کو معلوم نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج مجھے ان چیزوں کا علم دیا ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے، میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، بے شک ان

[۱] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۹ ص ۵۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَإِنَّ اللَّهَ نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ إِلَّا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ إِذًا يَثْلَغُوا رَأْسِي فَيَدَعُوهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اسْتَخْرَجُوكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَأَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ وَقَاتِلْ بِمَنْ أَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ قَالَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ قَالَ وَأَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ الضَّعِيفُ الَّذِي لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِينَ هُمْ فِيكُمْ تَبَعًا لَا يَبْتَغُونَ أَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِي لَا يَخْفَى لَهُ طَمَعٌ وَإِنْ دَقَّ إِلَّا خَانَهُ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِي إِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ أَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيرُ الْفَحَّاشُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو غَسَّانَ فِي حَدِيثِهِ وَأَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ عَلَيْكَ.

کے پاس شیطان آئے اور ان کو دین سے پھیر دیا، اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں، وہ انھوں نے ان پر حرام کر دیں، اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جب کہ میں نے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا اور اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے ناراض ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تم کو آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے سبب سے دوسروں کی آزمائش کے لیے، میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو نیند اور بیداری میں پڑھو گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کے جلانے کا حکم دیا، میں نے کہا اے میرے رب! وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے، اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑ دیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح نکال دو جس طرح انھوں نے تم کو نکالا ہے، تم ان سے جہاد کرو ہم تمہاری مدد کریں گے، تم خرچ کرو ہم تم پر خرچ کریں گے، تم ایک لشکر بھیجو ہم اس سے پانچ گنا لشکر بھیجیں گے، اپنے اطاعت گزاروں کو لے کر اپنے نافرمانوں کے ساتھ جنگ کرو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، سلطان عادل جو نیکی کی توفیق دیا گیا ہو اور صدقہ کرنے والا ہو، جو شخص رحم دل ہو اور اپنے تمام قرابت داروں اور عام مسلمانوں کے لیے رقیق القلب ہو، اور جو شخص پاک دامن ہو اور عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے گریز کرتا ہو، اور پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں وہ ضعیف لوگ جن کے پاس عقل نہ ہو جو تمہارے ماتحت ہوں اور اپنے اہل اور مال کے لیے کوئی سعی نہ کریں، وہ خائن شخص جس کی طمع پوشیدہ نہ ہو جو معمولی سی چیز میں بھی خیانت کرے، وہ شخص جو ہر صبح اور ہر شام کو تمہارے ساتھ، تمہارے اہل اور تمہارے مال کے ساتھ دھوکہ کرے، اور اللہ تعالیٰ نے بخل یا جھوٹ

بدخو اور فحش کلام کرنے والے کا بھی ذکر کیا، ابو غسان نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا، تم خرچ کرو، تم پر خرچ کیا جائے گا۔

۷۰۸۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ.

قتادہ نے اس سند کے ساتھ روایت کیا اس کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے، میں نے اپنے بندے کو جو مال بھی عطا کیا وہ حلال ہے۔

۷۰۸۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِي آخِرِهِ قَالَ يَحْيَى قَالَ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا فِي هَذَا الْحَدِيثِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۷۰۸۲ - وَحَدَّثَنِي أَبُو عَمَّارٍ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ مَطَرٍ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَطِيبًا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ وَزَادَ فِيهِ وَإِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ وَهُمْ فِيكُمْ تَبَعًا لَا يَبْغُونَ أَهْلًا وَلَا مَالًا فَقُلْتُ فَيَكُونُ ذَلِكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ وَاللَّهِ لَقَدْ أَدْرَكْتُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْعَى عَلَى الْحَيِّ مَا بِهِ إِلَّا وَلِيدَتُهُمْ يَطَؤُهَا.

حضرت عیاض بن حمار نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، قتادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے تواضع کرو، حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے، اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے، اسی حدیث میں ہے وہ لوگ تم میں تابع ہوں گے، اہل اور مال کو نہیں طلب کریں گے، میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیا ایسے لوگ ہوں گے؟ انھوں نے کہا ہاں! بخدا میں نے زمانہ جاہلیت میں ان کو دیکھا ہے، ایک شخص ایک قبیلہ کی بکریاں چراتا تھا اسے کوئی نہ ملتا تو وہ ان کی باندی سے وطی کرتا۔

احادیث الباب کی تشریح

حدیث نمبر ۷۰۷۹ میں ہے میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے: اس حدیث سے مقصود ان چیزوں کو حرام کرنا ہے جو بندوں نے از خود اپنے

اور بیرحرام کرلی ہیں، مثلاً سائبہ، وصیلہ، بحیرہ اور حامی وغیرہ۔ یہ جانور ان کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتے، اور ہر وہ مال جس کا بندہ جائز طریقہ سے مالک ہو وہ اس کے لیے حلال ہے جب تک اس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو۔

اسی حدیث میں ہے: میں نے اپنے بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، یعنی گناہوں سے پاک تھے، یا وہ مستقیم تھے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ جب بنو آدم کی روحوں سے یہ عہد لیا گیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انھوں نے کہا کیوں نہیں!

اسی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے میں ناراض ہوا۔

اس سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے، کیونکہ اس وقت چند اہل کتاب زاہد کچھ مومنین کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگ گمراہ تھے، یہ وہ لوگ تھے جو بغیر کسی تحریف کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے حامل تھے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا وہ اپنے دین حق پر قائم نہیں تھے، کیونکہ ان کے دین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بھی تھی، اور جن اہل کتاب کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی اور اس کے باوجود وہ اپنے سابق دین پر قائم اور اپنی سابق شریعت پر عامل رہے وہ بھی اپنے دین حق پر نہیں تھے کیونکہ ان کے دین حق میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی داخل تھی۔

اسی حدیث میں ہے: میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس کو تم نیند اور بیداری میں پڑھو گے، اس جگہ سوال ہے کہ بیداری میں پڑھنا تو عرف اور محاورے کے مطابق ہے نیند میں پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ قاضی عیاض نے کہا ایک احتمال یہ ہے کہ آپ پر نیند میں وحی کی جاتی ہو جس طرح بیداری میں وحی کی جاتی ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ پر کوئی آیت نازل کی جاتی ہو اور آپ اسے نیند میں پڑھنے کا ارادہ کرتے ہوں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ اس کتاب کو لیٹے ہوئے پڑھیں گے، اور لیٹنے پر نیند کا اطلاق مجاز ہے لیکن بیداری کے مقابلہ میں لیٹنا مستعمل نہیں ہے اس لیے پہلی تاویل اولیٰ ہے۔ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ میرے شیخ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میرے والد شیخ خلیل امام حرم تھے ایک دن میں نے ان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا وہ ناراض ہو گئے میں نے کہا جس وقت میں گیا آپ بیدار تھے اور قرآن مجید پڑھ رہے تھے، انھوں نے کہا تم میری قرأت سے مغالطہ نہ کھاؤ، میں نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں پڑھتا ہوں۔

ایک حدیث میں ہے اگر قرآن مجید کو کسی کھال میں رکھ دیا جائے تو وہ نہیں جلے گی، اس کی تاویل یہ ہے کہ حافظ قرآن نہیں جلے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ علامت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے ساتھ مخصوص تھی، اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل تھی، تیسری تاویل یہ ہے کہ قرآن فی نفسہ نہیں جلے گا، البتہ اس کی سیاہی جل جاتی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں چیز کو پانی نہیں دھو سکتا یعنی وہ چیز فنا ہو گی نہ مٹے گی۔

اس حدیث میں ہے: میں نے کہا اے میرے رب وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، علامہ خطابی نے کہا کہ یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ وہ آپ کا سر پھاڑ دیں گے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا: مجھے یہ خوف ہے کہ وہ مجھے قتل

کر دیں گے، لیکن قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الذین یبلغون رسلٰت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ۔ (احزاب، ۳۹)

جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس معارضہ کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت کے ابتدائی دور میں خوف دامن گیر ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حفاظت کرتے تھے اور جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: واللہ یعصمک من الناس (مائدہ، ۶۷) "اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محافظوں سے فرمایا اب تم لوگ چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اگر اس خوف کو ابتدائی دور پر محمول نہ کیا جائے تو یہ خوف، جبلی اور فطری خوف پر محمول ہے جو غیر اختیاری ہوتا ہے اور جس کو دور کرنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے۔

اس حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جنتی ہیں (ایک) سلطان عادل، یہاں سلطان سے مراد عام ہے۔ گھر کا سربراہ بھی اس عموم میں داخل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ہر راعی (سربراہ) سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا، نیز حدیث میں ہے کوئی شخص کسی کی سلطنت میں امام نہ بنے۔ دوسرا شخص رحم دل ہے اور تیسرا شخص عفیف اور متعفف ہے۔ عفیف کا معنی ہے جو شخص اپنی سرشت اور فطرت کے اعتبار سے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرے اور متعفف کا معنی ہے جس شخص کی سرشت میں تو بے حیائی کے کاموں کی طرف میلان، رجحان یا ہیجان ہو لیکن وہ خوف خدا سے اپنی طبیعت کے تقاضوں کے خلاف جہاد کرے اور اپنے آپ کو بے حیائی کے کاموں سے روک سکے۔

اس حدیث میں ہے پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں، پہلی قسم وہ ضعیف لوگ ہیں جن کی عقل نہیں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے اور دین کی کسی منفعت اور مصلحت کے لیے سعی نہیں کرتے بلکہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو جانوروں کی طرح بے لگام چھوڑا ہوا ہے، انھوں نے حلال اور حرام میں کوئی تمیز نہیں کی، یہ اوصاف جہنمی (؟) فدریہ کے اوصاف ہیں۔ [1]

بَابُ ۱۲ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ وَإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ

میت پر جنت یا دوزخ کا ٹھکانا پیش کرنے، عذاب قبر کے اثبات اور اس سے پناہ مانگنے کا بیان

۷۰۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۴۰-۲۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

۷۰۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ الَّذِي تُبْعَثُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

۷۰۸۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَأَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَلَمْ أَشْهَدْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ حَدَّثَنِيهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ حَادَتْ بِهِ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ قَالَ كَذَا كَانَ يَقُولُ الْجُرَيْرِيُّ فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتَ هٰؤُلَاءِ قَالَ مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِي قُبُورِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللهِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو جنتیوں کا اور دوزخی ہو تو دوزخ کا (ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور (اس سے) کہا جاتا ہے یہ تمہارا اس وقت ٹھکانا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن اس ٹھکانے کی طرف اٹھائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو جنت اور اگر اہل دوزخ میں سے ہو تو اس پر دوزخ پیش کی جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اس طرف اٹھایا جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا لیکن مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں اپنی خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، اچانک وہ خچر بدکی، قریب تھا کہ وہ خچر آپ کو گرا دیتی، وہاں پر چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں (راوی نے بیان کیا کہ جریری نے اسی طرح کہا ہے) آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں، آپ نے فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے، آپ نے فرمایا اس امت کی ان قبروں میں آزمائش کی جاتی ہے، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو وہ عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی

من عذاب النار فقال تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا نعوذ بالله من عذاب القبر قال تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن قالوا نعوذ بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن قال تعوذوا بالله من فتنة الدجال قالوا نعوذ بالله من فتنة الدجال۔

پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

۷۰۸۶۔ حدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لولا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر سنائے۔

۷۰۸۷۔ حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا وكيع ح وحدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا ابي ح وحدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر كلهم عن شعبة عن عون بن ابي جحيفة ح وحدثني زهير بن حرب ومحمد بن المثنى وابن بشار جميعا عن يحيى القطان واللفظ لزهير حدثنا يحيى بن سعيد حدثنا شعبة حدثني عون بن ابي جحيفة عن ابيه عن البراء عن ابي ايوب قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما غربت الشمس فسمع صوتا فقال يهود تعذب في قبورها

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد باہر گئے آپ نے ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

۷۰۸۸۔ وحدثنا عبد بن حميد حدثنا يونس بن محمد حدثنا شيبان بن عبد الرحمن عن قتادة حدثنا انس بن مالك قال قال نبي الله صلى الله عليه وسلم ان العبد اذا وضع في قبره وتولى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں تو وہ بندہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، آپ نے

عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ قَالَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ قَالَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَيُمْلَأُ عَلَيْهِ خَضِرًا إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ.

فرمایا اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں وہ اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتے تھے، اگر مومن ہوگا تو وہ کہے گا، میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت میں ٹھکانے سے بدل دیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، قتادہ نے یہ کہا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں ستر گز وسعت کردی جائے گی، اور قیامت تک کے لیے اس کی قبر میں نعمتیں بھر دی جائیں گی۔

۷۰۸۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے واپس جاتے وقت ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

۷۰۹۰ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۷۰۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ فَيُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ يُثَبِّتُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے" یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس سے کہا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر ہے "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت (کلمہ طیبہ)

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

۷۰۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنُوْنَ ابْنَ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے"۔ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۰۹۳۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُوْلُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهُ فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلٰى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِهِ إِلٰى اٰخِرِ الْأَجَلِ قَالَ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهُ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُوْلُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ قَالَ فَيُقَالُ انْطَلِقُوْا بِهِ إِلٰى اٰخِرِ الْأَجَلِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى أَنْفِهِ هٰكَذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، حماد نے کہا انھوں نے اس کی روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، اور کہا کہ آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اے روح! اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے اس جسم کی مغفرت کرے جس کو تو آباد رکھتی تھی، پھر اس روح کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو آخر وقت کے لیے لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ نے کہا جب کافر کی روح نکلتی ہے، حماد کہتے ہیں انھوں نے اس کی بدبو اور اس کی لعنت کا ذکر کیا، تو آسمان والے کہتے ہیں کہ یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، انھوں نے کہا پھر کہا جائے گا اس کو آخر وقت کے لیے لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے جسم کی بدبو ظاہر کرنے کے لیے اپنی چادر کا پلو اس طرح ناک پر رکھا۔

۷۰۹۴۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيْطٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كُنْتُ مَعَ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَتَرَاءَيْنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں تھے، ہم نے ہلال کو دیکھا، میں تیز نظر کا شخص تھا، میں نے چاند کو دیکھ لیا، میرے علاوہ اور کسی کو یہ زعم نہیں تھا کہ اس نے چاند کو دیکھ لیا ہے، حضرت انس نے کہا پھر

فترائینا الهلال وكنت رجلا حديد البصر فرأيته وليس احد يزعم انه راه غيري قال فجعلت اقول لعمر اما تراه فجعل لا يراه قال يقول عمر سأراه وانا مستلق على فراشي ثم انشأ يحدثنا عن اهل بدر فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله قال فقال عمر فوالذي بعثه بالحق ما اخطئوا الحدود التي حد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فجعلوا في بئر بعضهم على بعض فانطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتهى اليهم فقال يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان هل وجدتم ما وعدكم الله ورسوله حقا فاني قد وجدت ما وعدني الله حقا قال عمر يا رسول الله كيف تكلم اجسادا لا ارواح فيها قال ما انتم باسمع لما اقول منهم غير انهم لا يستطيعون ان يردوا علي شيئا۔

میں حضرت عمر سے کہنے لگا: کیا آپ چاند کو نہیں دیکھتے؟ وہ چاند کو نہیں دیکھ رہے تھے، حضرت عمر نے کہا: میں عنقریب چاند کو دیکھوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا، پھر حضرت عمر نے ہم سے اہل بدر کا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں (کفار) بدر کے گرنے کی جگہیں دکھا رہے تھے، آپ فرما رہے تھے: ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا، حضرت عمر نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل تجاوز نہیں ہوئے، حضرت عمر نے کہا: پھر ان (کی لاشوں) کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پالیا؟ کیونکہ میں نے اللہ کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پالیا۔ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ وہ میری بات کا کوئی جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۷۰۹۵ - حدثنا هداب بن خالد حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت البناني عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثا ثم اتاهم فقام عليهم فناداهم فقال يا ابا جهل بن هشام يا امية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة اليس قد وجدتم ما وعد ربكم حقا فاني قد وجدت ما وعدني ربي حقا فسمع عمر قول النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک بدر کے مقتولین کو رہنے دیا، پھر آپ گئے اور ان کے پاس کھڑے ہوئے آپ نے ان کو ندا کی اور فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق نہیں پایا؟ کیونکہ میں نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پالیا ہے! حضرت عمر نے نبی صلی اللہ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يَسْمَعُوا وَأَنّٰى يُجِيبُوا وَقَدْ جَيَّفُوا قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يُجِيبُوا ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيبِ بَدْرٍ۔

علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر کہا: یارسول اللہ! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مردہ ہیں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے، پھر آپ نے ان کو بدر کے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا۔

۷۰۹۶۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَظَهَرَ عَلَيْهِمْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِبِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا وَفِي حَدِيثِ رَوْحٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَأُلْقُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہو گئے تو آپ نے بیس سے زیادہ قریش کے سرداروں کو گھسیٹ کر بدر کے کنوؤں میں سے ایک کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا، روح کی روایت میں چوبیس کا ذکر ہے، باقی حدیث حضرت انس کی روایت کی طرح ہے۔

۷۰۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حُوسِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ فَقُلْتُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا فَقَالَ لَيْسَ ذَاكِ الْحِسَابُ إِنَّمَا ذَاكِ الْعَرْضُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا، میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ان سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ محاسبہ نہیں ہے یہ تو حساب کے لیے پیش ہونا ہے جس سے قیامت کے دن حساب میں مناقشہ کیا جائیگا اس کو عذاب دیا جائے گا۔

۷۰۹۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۹۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَکَمِ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی (یَعْنِی ابْنَ سَعِیْدٍ الْقَطَّانَ) حَدَّثَنَا اَبُوْ یُوْنُسَ الْقُشَیْرِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَآئِشَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ یُحَاسَبُ اِلَّا ھَلَکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ حِسَابًا یَّسِیْرًا قَالَ ذَاکِ الْعَرْضُ وَلٰکِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ ھَلَکَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے بھی حساب ہوگا وہ ہلاک ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آسان حساب ہوگا، آپ نے فرمایا یہ تو حساب کے لیے پیش ہونے کا ذکر ہے، لیکن جس سے حساب میں مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہو جائیگا۔

۷۱۰۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی (وَھُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ ھَلَکَ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ یُوْنُسَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۸۳ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ وشتانی آبی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ مومنین کے لیے ان کا ٹھکانا پیش کیا جانا ان کے لیے باعث راحت ہے اور کافروں کے حق میں باعث عذاب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا مشاہدہ کرتا ہے اور یوم میثاق تک اس کا انتظار کرتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا یہ ٹھکانے شہداء پر پیش نہیں کیے جائیں گے، کیونکہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں بیٹھی ہوئی جنت میں چرچگ رہی ہوں گی اور جنت کے پھلوں سے کھا رہی ہوں گی، اور دوسری ارواح اگر وہ جنتی ہوں گی تو ان پر صرف ان کا جنتی ٹھکانا پیش کیا جائے گا، جنتیوں کا ایک ٹھکانا جنت میں اور ایک ٹھکانا دوزخ میں ہوگا، اور ان پر وہ دونوں ٹھکانے پیش کیے جائیں گے۔ یہ ٹھکانا یا تو صرف روح پر پیش کیا جائے گا یا اس روح پر پیش کیا جائے گا جس کا بدن کے کسی ایک جز میں حلول ہوگا۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے جیسا کہ بعض مبتدعہ کا خیال ہے بلکہ موت بدن سے روح کی مفارقت کا نام ہے یا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے نیز حدیث میں ہے کہ صبح اور شام ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، یہ اسی وقت متصور ہوگا جب قبر والا زندہ ہو، کیونکہ مردہ پر کسی چیز کا پیش کیا جانا غیر معقول اور غیر مفید ہے۔ علامہ ابی نے کہا ہے کہ میت سے پہلے قبر میں سوال

رہوگا اس کے بعد اس کو اس کے ٹھکانے پیش کیے جائیں گے۔ لہ

قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے علماء اسلام نے عذاب قبر کے ثبوت پر استدلال کیا ہے:

ولو تری اذ الظّٰلمون فی غمرٰت الموت والملٰئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن اٰیٰتہ تستکبرون۔

(انعام: ۹۳)

اور (اے مخاطب!) کاش تو دیکھتا جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے، اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوں گے (اور یہ کہیں گے کہ) اپنی جانوں کو نکالو آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان باندھتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ فرشتے کافروں سے روح قبض کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ "آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی" یہ عذاب قیامت کے عذاب سے پہلے ہوگا جو موت کے بعد برزخ میں واقع ہوگا اور یہی عذاب قبر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔

(توبہ: ۱۰۱)

اور بعض اہل مدینہ نفاق پر ڈٹ گئے ہیں آپ انہیں نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں! عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اس آیت میں منافقوں پر آخرت کے عذاب سے پہلے دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک عذاب دنیا میں منافقوں کی رسوائی کا عذاب تھا اور دوسرا عذاب برزخ میں قبر کا عذاب ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام طبری، امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ میں فرمایا: "نکل اے فلاں تو منافق ہے" اس حدیث میں منافقوں کی دنیا میں رسوائی ہے اور یہ عذاب اول ہے اور عذاب ثانی قبر کا عذاب ہے، نیز قتادہ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ دو عذابوں سے مراد ایک دنیا کا عذاب ہے، اور دوسرا قبر کا عذاب ہے، امام محمد بن اسحاق سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ابن جریر طبری نے اس کی تفسیر میں اختلاف ذکر کرنے کے بعد بیان کیا کہ اغلب یہ ہے کہ ایک عذاب قبر ہے اور دوسرا عذاب دنیا میں بھوک، اگر فتاری، قتل، ذلت اٹھانے یا اور کسی نوع کا عذاب ہے۔ ٢ہ

لہ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ٹہ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

مجاہد سے مروی ہے کہ ایک عذاب قتل کا ہے اور دوسرا گرفتاری کا یا ایک عذاب بھوک کا ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے یا ایک عذاب ان کو رسوا کرنے کا ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے۔

امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو مسجد سے نکال دیا تو حضرت ابن عباس نے کہا منافقوں کا نکالا جانا عذاب اول ہے اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔[1]

اور قرآن مجید میں ہے:

النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (مؤمن: ۴۶)

انہیں (قوم فرعون کو) جہنم کی آگ پر صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے، اور جب قیامت قائم ہوگی (تو فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کر دو۔

اس آیت میں عذاب قبر پر دو دلیلیں ہیں، ایک دلیل یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے انہیں جس عذاب پر پیش کیا جا رہا ہے وہی عذاب قبر ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں سے کہا جائے گا کہ قوم فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کر دو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے ان کو کم عذاب دیا گیا تھا اور اس سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہی عذاب قبر ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

قالوا ربنا امتنا اثنتين واحييتنا اثنتين۔ (غافر: ۱۱)

(کفار) کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار ہمیں زندہ فرمایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو بار موت کا اور دو بار حیات کا ذکر فرمایا ہے، ایک موت اور حیات تو دنیا میں اگئی اب دوسری موت اور حیات کون سی ہے؟ یہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے کہ جب قبر میں مُردہ کو زندہ کیا جائے اور وقوع قیامت کے وقت اس پر دوبارہ موت طاری کی جائے اب یہ کہنا درست ہوگا کہ اللہ نے بندے کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا اور جب قبر میں حیات ثابت ہو گئی تو قبر میں ثواب اور عذاب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ قبور میں حیات کا بھی انکار کرتے ہیں اور جو مانتے ہیں وہ دونوں کو مانتے ہیں تیسرا کوئی مذہب نہیں ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

اغرقوا فادخلوا نارا۔ (نوح: ۲۵)

قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دی گئی۔

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا، بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔

احادیث سے عذاب قبر پر دلائل

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ عذاب قبر کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث صحیحہ اور احادیث متواترہ موجود ہیں، بعض ان میں یہ ہیں:

(۱)۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو اٹھاتے ہیں اور اس سے یہ پوچھتے ہیں "تم اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے، وہ کہے گا میں یہ گواہی دیتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کو بدل کر تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں وہ بات کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائے گا تم نے کچھ جانا نہ کہا، پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان ضرب لگائی جائے گی، پھر وہ زور سے چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

(۲)۔ صحاح ستہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مومن قبر میں بیٹھ جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی۔

(۳)۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غروب آفتاب کے بعد باہر گئے، آپ نے ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

(۴)۔ امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومنین کو قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے: (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق ہے۔

(۵)۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے اس میں ہے عذاب قبر حق ہے۔

(۶)۔ امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بزدلی، بخل، عذاب قبر اور سینہ کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

(۷)۔ امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت سعد نے اپنے بیٹوں سے کہا ان کلمات سے اللہ کی پناہ طلب کرو جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔ اور ان کلمات میں عذاب قبر کا ذکر کیا۔

(۸)۔ امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۹)۔ امام ابو داؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے حضرت عبد الرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: کیا تم کو علم نہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو کیا عذاب ہوا تھا، ان میں سے کسی شخص کے جب پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو قینچی سے کاٹتا تھا، اس شخص نے منع کیا تو اس کو قبر میں عذاب ہوا۔

(۱۰)۔ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! میں سستی اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۱۱)۔ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے فتنوں کا ذکر کیا، حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہماری عقلوں کو لوٹا دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! آج کی طرح!

(۱۲)۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھ جانے کے بعد خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو اب دیکھ لیا، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی، اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم کو قبروں میں آزمایا جائے گا، یہ آزمائش فتنہ دجال کی مثل ہوگی، تم میں سے کسی ایک شخص سے پوچھا جائے گا تم کو اس شخص کے متعلق کیا علم ہے؟ مومن کہے گا یہ محمد رسول اللہ ہیں، جو ہمارے پاس معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی دعوت قبول کی، ان پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کی، کہا جائے گا تم سکون سے سو جاؤ تمہیں علم تھا کہ تم مومن ہو، منافق کہے گا مجھے کچھ علم نہیں میں نے لوگوں سے جو سنا وہ کہہ دیا۔

(۱۳)۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی، اس باغ میں زمانہ جاہلیت میں مرنے والے لوگوں کی قبریں تھیں، ام مبشر کہتی ہیں کہ آپ باہر نکلے میں نے سنا آپ فرما رہے تھے قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے جس کو جانور بھی سن رہے ہیں۔

(۱۴)۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے عذاب سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ [1]

عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات

عذاب قبر کے منکرین نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لا یذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی (دخان: ۵۶)

اہل جنت، جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی، پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری موت قبر میں جانے کے بعد، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل جنت جنت میں موت کو نہیں چکھیں گے اور جس طرح دنیا میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع ہو گئی تھیں، جنت میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع نہیں ہوں گی، لہٰذا اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ دخول جنت سے پہلے ان پر کوئی اور موت نہیں آ سکتی، اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے تو یہ جنت میں ان پر موت نہ آنے کی بطور تعلیق بالمحال تاکید ہے یعنی اگر پہلی موت کا چکھنا ممکن ہوتا تو وہ جنت میں پہلی موت چکھ لیتے لیکن پہلی موت کا چکھنا تو ممکن نہیں ہے (کیونکہ وہ آ چکی) اس لیے اب موت کا چکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ الموتۃ الاولیٰ میں جنس موت مراد ہے اور یہ موت کے تعدد کے منافی نہیں ہے کیونکہ جنس متعدد کو بھی شامل ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں کئی مُردوں کو زندہ کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعض جنتی جنت میں آنے سے پہلے کئی موتیں چکھ چکے تھے اس لیے ماننا پڑے گا کہ الموتۃ الاولیٰ سے جنس موت مراد ہے لہٰذا قبر میں حیات کے بعد دوبارہ موت آئی ہو اور دخول جنت سے پہلے جنتیوں نے دو موتیں چکھی ہوں تو یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے منکرین استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔

قبر والے اس لیے نہیں سن سکتے کہ وہ حیات سے عاری اور مُردہ ہیں اور جب وہ مُردہ ہیں تو عذاب قبر ثابت نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور حاسۂ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں، اسی لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہل قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کے سنانے کی نفی ہے، قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے، یعنی جس طرح قبر والوں کے لیے ان کی موت کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ پر بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں مراد کفار ہیں اور اسماع کی نفی سے سماع کے خلق کی نفی مراد ہے، یعنی آپ کفار میں سماع کو پیدا نہیں کرتے، لہٰذا اگر کفار آپ کی نصیحت کو نہیں سنتے تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ الغرض اس آیت سے قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے اسی لیے یہ آیت عذاب قبر کے خلاف نہیں ہے۔

عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات

علامہ اُبی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج، جمہور معتزلہ، بعض مرجئہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں اہل حق کے نزدیک بعینہٖ جسم کو عذاب ہوتا ہے، یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے، محمد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، یہ لائے فاسد ہے، کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لیے متصور ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ میت کا جسم

اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے، لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے، اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے، اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی، آپ حضرت جبرائیل سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ ابی کہتے ہیں کہ منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں، اور ہم اس پر سوال وجواب یا عذاب دیے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے، اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے (مثلاً گدھ) کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔ ابن الباقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے، اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے۔ اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جزء میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔[1]

آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کسی حدیث کا یہ عنوان قائم نہیں کیا، کہ آیا عذاب قبر روح کو ہوتا ہے، یا روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے؟ اور اس میں متکلمین کا اختلاف مشہور ہے، غالباً امام بخاری نے اس عنوان کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس مسئلہ میں کسی جانب بھی قطعی دلیل نہیں ہے۔[2]



[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۳۲-۲۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں :

اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء میں حیات لوٹا دی جائے اور انہی سے سوال ہو اور انہی کو عذاب ہو۔[1]

صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔" (صحیح بخاری ج ١ ص ٢٨)

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ جسم کو عذاب دیا جائے گا۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں :

بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے، انہوں نے کہا حیات کے لیے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے، بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے اور جن کا قول یہ ہے کہ جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کو الم ہوتا ہے اس قول میں یہ احتمال ہے کہ روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح (جسم سے) مجرد ہے، لیکن امام ماتریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی، اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی۔ اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں۔ اور یہ مخفی نہیں ہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لیے کافی ہے۔[3]

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں :

علامہ قونوی نے کہا کہ کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں، ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے، جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے، جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔[4]

ملا علی قاری لکھتے ہیں :

انسان کے جسم کا جزء اصلی وہ جزء ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے، اور اس کے بدن کا فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جزء مشترک رہتا ہے، اسی کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ، عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٠٧، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ١٣٤٨ ھ

[2] ۔۔۔ عمدۃ القاری ج ٢ ص ١٠

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ٨٦١ ھ، مسایرہ مع المسامرہ ص ٢٢٣ - ٢٢٢، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران

[4] علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ٨٧٩ ھ، شرح المسایرہ مع المسامرہ ص ٢٢٣

جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جزء کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے، پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے، اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جزء کس جگہ واقع ہے اور کون سا جزء اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جزء زائد ہے اور وہ جزء اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جزء کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے، بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔ [1]

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں، یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا، اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ [2]

قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
قبر میں سوال کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ائمہ حدیث نے روایت کی ہیں:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے ٹھکانے کو جنت سے بدل دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان دونوں کو دیکھے گا اور رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے جو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا وہی کہتا تھا، اس سے کہا جائیگا تم نے کچھ جانا نہ کہا، پھر اس کے کانوں کے درمیان لوہے کے ایک ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی وہ اس سے ایک زور کی چیخ مارے گا، جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

۲۔ امام مسلم نے اس باب میں تین سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ۷۰۸۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۶۴ - ۶۵، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

۳۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۴۔ امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو نیک آدمی کو بغیر کسی خوف اور دہشت کے بٹھا دیا جاتا ہے، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہتا ہے اسلام پر، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہتا ہے محمد رسول اللہ، یہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے معجزات لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کر دی، اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہے گا کسی شخص کے لیے اللہ کو دیکھنا سزاوار نہیں ہے، پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جائے گی وہ دیکھے گا دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے، اس سے کہا جائے گا دیکھو یہ وہ آگ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تم کو بچا لیا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ جنت کی نعمتوں اور تر و تازگی کو دیکھے گا، اور اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانا ہے، اور کہا جائے گا تم دنیا میں ایمان پر (زندہ) رہے، ایمان پر مرے اور ان شاء اللہ ایمان پر ہی اٹھائے جاؤ گے اور بدکار آدمی کو خوف اور دہشت کے ساتھ قبر میں بٹھایا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہے گا مجھے پتا نہیں، اس سے پوچھا جائے گا یہ شخص کون تھا؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک قول کہتے ہوئے سنا سو میں نے کہہ دیا، پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ جنت کی نعمتیں اور تر و تازگی دیکھے گا، اس سے کہا جائے گا دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے پھیر دیا ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی، وہ دیکھے گا دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے، اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانا ہے، تم شک میں تھے، اور اسی پر مرے، اور ان شاء اللہ اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔

۵۔ امام حاکم کی روایت میں ہے اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے، اس کے دائیں جانب روزہ، اور اس کے بائیں جانب زکوٰۃ ہوتی ہے، اور نفلی صدقات، صلہ رحم، لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک اور دیگر نیکیاں اس کے پیروں کی جانب ہوتی ہیں، سو جس جانب سے بھی عذاب آئے اس کو منع کیا جاتا ہے، پھر اس کو بٹھا دیا جاتا ہے اور اس کو سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ (الحدیث بطولہ) امام حاکم نے اس کو صحیح حدیث کہا ہے اور کہا ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۶۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قبر میں میت کو یا تم کو رکھا جاتا ہے تو سیاہ اور نیلے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ شخص وہی بات کہے گا جو وہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے یہ کہیں گے کہ ہمیں علم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر در ستر وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی

پھر اس سے کہا جائے گا سو جاؤ، وہ کہے گا میں واپس جا کر اپنے اہل خانہ کو خبر دے دوں، فرشتے اس سے کہیں گے اس طرح سو جاؤ جس طرح وہ دلہن سوتی ہے جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھا دے، اور اگر وہ شخص منافق ہو تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، فرشتے کہیں گے کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس کے ساتھ جڑ جاؤ پھر زمین اس کے ساتھ جڑ جائے گی اور اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جائیں گی، اور اس کو اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔ [1]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، ہم قبر کے پاس پہنچے ابھی تک لحد نہیں بنائی گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے، ہم اس طرح بیٹھے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے، پھر آپ نے سر اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، پھر فرمایا جب بندہ مومن کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسے سفید چہرے والے فرشتے نازل فرماتا ہے، جیسے ان کے چہرے آفتاب ہوں، ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن اور جنت کی خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ فرشتے منتہی نظر تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، اور ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے پاکیزہ روح! اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکلو، پھر روح اس طرح نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور جب وہ اس کو پکڑتا ہے تو آسمان سے آنے والے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی نہیں چھوڑتے، اور ملک الموت سے اس روح کو لے کر جنت سے لائے ہوئے کفن میں رکھ دیتے ہیں، اور اس خوشبو کو اس کے کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کی سب سے پاکیزہ خوشبو آتی ہے، وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ اس کو لے کر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے پاکیزہ خوشبو؟ پھر دنیا میں اس شخص کا جو سب سے اچھا نام تھا فرشتے وہ نام بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ آسمان دنیا پر آتے ہیں اور وہ ان کے لیے کھولا جاتا ہے، پھر ہر آسمان سے مقرب فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو، اور اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دو، پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: من ربک "تیرا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے ربی اللہ "میرا رب اللہ ہے" پھر وہ پوچھتے ہیں ما دینک "تیرا دین کیا ہے؟" وہ کہتا ہے دینی الاسلام "میرا دین اسلام ہے" وہ پھر پوچھتے ہیں: ما ھذا

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الرجل الذی بعث فیکم ”یہ کون شخص ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟“ وہ کہتا ہے رسول اللہ، پھر وہ اس سے پوچھیں گے تیرے اعمال کیا ہیں؟ وہ کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی، پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی قبر میں منتہائے نظر تک وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کے پاس ایک خوبصورت، خوش لباس اور پاکیزہ خوشبو والا شخص آئے گا اور کہے گا تمہیں بشارت ہو، یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں، پھر وہ شخص کہے گا: اے میرے رب تو قیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں، اور جب بندۂ کافر کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف روانگی کا وقت آتا ہے تو سیاہ فام فرشتے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں، اور وہ اس کے پاس منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کی طرف نکل، وہ روح اس کے جسم میں پراگندہ ہو جاتی ہے، ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح گیلے اون میں سے لوہے کی سیخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ پھر وہ اس روح کو پکڑ لیتا ہے، اور آسمان سے آنے والے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ سے پلک جھپکنے سے پہلے لے کر اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں اور روئے زمین پر کسی مردار کی سخت ترین بدبو سے زیادہ سخت بدبو اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں پھر وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کیسی سخت بدبو ہے، پھر اس شخص کا دنیا میں جو بدترین نام ہوتا ہے فرشتے اس کا وہ نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے حتیٰ کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط. (اعراف: ۴۰)

کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں جائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کا اعمال نامہ زمین کے سب سے نچلے طبقہ سجین میں رکھ دو، پھر اس کی روح کو پھینک دیا جائے گا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سحيق. (حج: ۳۱)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر اس کو مردار خور پرندے اچک لیتے ہیں یا تیز ہوائیں اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہیں۔

پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے، اور دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے

ہیں: "من ربک" "تیرا رب کون ہے" وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ لا ادری "افسوس میں نہیں جانتا"، پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، پھر اس کے لیے آگ کا فرش بچھایا جاتا ہے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور دوزخ کی گرم ہوائیں آتی ہیں اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جاتی ہیں، اور ایک انتہائی بدشکل اور بدلباس شخص آتا ہے جس سے سخت بدبو آتی ہے اور کہتا ہے تم کو تمہاری بداعمالیاں مبارک ہوں، یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ شخص پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا میں تمہارا برا عمل ہوں پھر وہ شخص کہے گا اے میرے رب قیامت قائم نہ کرنا۔ یہ صحیح حدیث ہے، دیگر روایات میں اس کا اختصار ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں۔[1]

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو تم کو اس کی تصدیق کی خبر دیتا ہوں، بے شک جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے:

من ربک ما دینک من نبیک فیقول ربی اللہ دینی الاسلام و نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پھر اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس میں کشادگی کر دی جاتی ہے، پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی:

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراھیم: ۲۷)	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔[2]

آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے جو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا میں وہی کہتا تھا، اس سے کہا جائے گا تم نے جانا نہ پڑھا۔ (الحدیث)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی بعض احادیث میں "کافر اور منافق" ہے اور بعض احادیث میں "کافر یا منافق" ہے، امام ابوداؤد کی روایت میں ہے "کافر کو جب قبر میں رکھا جائے گا، اسی طرح امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے حضرت براء بن عازب کی طویل حدیث میں بھی اسی طرح ہے، امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "اگر کافر یا منافق ہو" اور حضرت اسماء کی روایت میں ہے "اگر کافر یا فاجر ہو" امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ
[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴ " "

اسماء سے روایت کیا ہے "رہا منافق" امام احمد نے حضرت عائشہ سے اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: "رہا بدکار آدمی" اور امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: اگر وہ اہل شک سے ہو۔
ہر چند کہ یہ روایات لفظاً مختلف ہیں، لیکن ان تمام روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ کافر اور منافق سے بھی سوال کیا جائے گا، اور ان روایات میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف ان لوگوں سے ہوگا جو ایمان کے مدعی ہیں خواہ ان کا دعویٰ حق ہو یا باطل (یعنی مومن ہوں یا منافق) ان کی دلیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے موقوفاً روایت کیا ہے: سوال صرف مومن اور منافق سے ہوگا رہا کافر تو اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، اور بکثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اس بات کی صراحۃً تصریح ہے کہ کافر سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان کو قبول کرنا زیادہ لائق ہے۔ (بلکہ واجب ہے۔) اور حکیم ترمذی نے وثوق سے کہا ہے کہ کافر سے سوال کیا جائے گا۔
ناسمجھ بچے سے سوال کیے جانے میں بھی اختلاف ہے، علامہ قرطبی نے تذکرہ میں وثوق سے بیان کیا ہے کہ اس سے بھی سوال کیا جائے گا، فقہاء احناف سے بھی یہی منقول ہے اور بکثرت شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ناسمجھ بچے سے سوال نہیں کیا جائے گا۔
نبی سے سوال کیے جانے میں بھی اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی سے سوال نہیں ہوگا، کیونکہ سوال ان کے ساتھ مخصوص ہے جن کی آزمائش ہونی چاہیے۔
علامہ ابن عبدالبر مالکی کا میلان اس طرف ہے کہ کافر سے سوال نہیں ہوگا، وہ کہتے ہیں کہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کی آزمائش ہوگی جو اہل قبلہ میں سے ہوں اور کافر منکر سے اس کے دین کے متعلق سوال نہیں ہوگا، علامہ ابن قیم حنبلی نے کتاب الروح میں اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے کہ سوال کافر اور مومن دونوں سے ہوگا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراھیم: ۲۷)	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر قائم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

اور صحاح، سنن اور مسانید کی بہ کثرت روایات میں کافر سے سوال کیے جانے کا ذکر ہے جن کا ابھی بیان ہو چکا ہے اور علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ کافر منکر سے سوال نہیں ہوگا بلا دلیل ہے، بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں کافر سے سوال کیے جانے کی تصریح ہے:

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین۔ (اعراف: ۶)	تو بے شک ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور بے شک ہم رسولوں سے ضرور سوال کریں گے۔
فوربک لنسئلنھم اجمعین۔ (حجر: ۹۲)	تو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔

البتہ کافر سے سوال کی نفی کرنے والا ان مؤخر الذکر دو آیتوں کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں میں قیامت کے دن کے سوال کا ذکر ہے اور موضوع بحث قبر کا سوال ہے، ہاں اول الذکر سورۂ ابراہیم کی آیت کا تعلق قبر کے سوال سے ہے، اور اس آیت میں مومن اور کافر دونوں کا ذکر ہے۔ [1]

آیا پچھلی اُمتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس اُمّت کے ساتھ مخصوص ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قبر میں سوال کیے جانے کے ساتھ آیا یہ امت مخصوص ہے یا اس سے پہلی امتوں سے بھی سوال کیا جاتا رہا ہے؛ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے، حکیم ترمذی نے اسی پر وثوق کیا ہے۔ انھوں نے کہا اس سے پہلی امتوں کے پاس رسول آتے تھے اگر وہ ان کی اطاعت کر لیتیں تو فبہا اور اگر ان کی امتیں اطاعت نہ کرتیں تو رسول ان سے الگ ہو جاتے اور ان پر عذاب آجاتا، اور جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تو ان سے عذاب روک لیا، جو شخص اسلام کو ظاہر کرتا ہے اس کا اسلام قبول کر لیا جاتا ہے خواہ اس کے باطن میں کفر ہو یا اسلام، اور جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کے پاس آزمائش کے لیے فرشتے قبر میں آتے ہیں تاکہ سوال کر کے ان کے باطنی امر کو معلوم کر لیں اور اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے الگ کر دے، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے، اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔ حکیم ترمذی کی اس عبارت کی حضرت زید بن ثابت کی اس مرفوع حدیث سے تائید ہوتی ہے کہ "اس امت کی ان کی قبروں میں آزمائش کی جائے گی" اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، امام احمد نے بھی حضرت ابو سعید سے اس قسم کی روایت بیان کی ہے، اور فرشتوں کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے "تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے ہو۔" نیز امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "رہی قبر کی آزمائش تو تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہو اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جاتا ہے"۔ اور علامہ ابن قیم کا میلان اس طرف ہے کہ پہلی امتوں سے بھی قبر میں سوال کیا جاتا تھا، انھوں نے کہا احادیث میں ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جو پہلی امتوں سے سوال کی نفی کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی اُمت کے امتحان کی کیفیت کو بیان کیا ہے، اور دوسری امتوں سے سوال کیے جانے کی نفی نہیں فرمائی، انھوں نے کہا جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی کا اپنی امت کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا، اور ان کی امتوں کے کافروں کو سوال کے بعد عذاب دیا جائے گا اور جس طرح آخرت میں ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو عذاب ہوگا، اسی طرح قبر میں بھی ان سے سوال کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو عذاب دیا گیا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس مسئلہ میں حکیم ترمذی اور علامہ ابن قیم کا یہ اختلاف انھی دلائل کے ساتھ نقل کیا ہے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۹-۲۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۰، " " "

اور اس مسئلہ میں اپنی کوئی رائے نہیں بیان کی۔[1] حافظ ابن عبد البر اور علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ یہ سوال اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔

آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ان کی قبروں میں سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ مومنین کے بچوں سے سوال کیا جائے گا۔[2]

علامہ کمال بن ابی شریف اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام سے اس لیے سوال نہیں کیا جائے گا کہ حدیث میں ہے کہ امت کے بعض صالحین کی ان کے نیک عمل کی وجہ سے قبر میں آزمائش نہیں ہوگی، مثلاً شہید، سنن نسائی میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ مسلمانوں کی قبر میں آزمائش کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر چمکتی ہوئی تلواریں اس کی آزمائش کے لیے کافی ہیں، اور مثلاً جو شخص دن اور رات سرحد اسلام پر پہرہ دیتا ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں ہے "ایک دن اور رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس کے اس عمل کا یہ سلسلہ جاری رہیگا، اور اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رہے گا، اور جب امت کے بعض صالحین کے لیے قبر کی آزمائش سے محفوظ رہنا ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کی وجہ سے زیادہ لائق ہیں کہ وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہوں، اور باقی رہے مومنوں کے بچے تو وہ قبر کے سوال سے اس لیے محفوظ رہیں گے کیونکہ وہ غیر مکلف ہیں۔[3]

قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے فرشتے کو فتان کہتے ہیں کیونکہ ان کا سوال جھڑکنے اور ڈانٹ ڈپٹ پر مشتمل ہوتا ہے اور ان کو منکر نکیر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی صورت آدمیوں، فرشتوں، جانوروں اور حشرات الارض میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہوتی بلکہ ان کی صورت نئی شکل کی ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کے لیے ان کی خلقت مانوس نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مومنین کے لیے ثابت قدمی، بصیرت اور تکریم کا سبب بنایا ہے اور منافق کے لیے ان کو اس کے راز فاش کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق کے لحاظ سے یہ لفظ کاف کی زبر کے ساتھ منکر ہے قاموس میں بھی اسی پر وثوق کیا گیا ہے، علماء شافعیہ میں سے علامہ ابن یونس نے کہا ہے مومن سے سوال کرنے والے فرشتے کا نام مبشر و بشیر ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا اگر یہ سوال کیا جائے کہ دو فرشتے ایک دن بلکہ ایک ساعت میں ان تمام مردوں سے کیسے

---

[1] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۷ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، المسایرہ مع المسامرہ ص ۲۰۳ - ۲۰۲، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران

[3] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، المسامرہ ص ۲۴۵ - ۲۴۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مکران

خطاب کر سکتے ہیں جو دنیا میں مختلف اور متفرق مقامات پر مدفون ہوتے ہیں، بایں طور کہ ان تمام مُردوں میں سے ہر مُردہ یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ فرشتے صرف اس سے مخاطب ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی جسامت اتنی عظیم اور محیط ہے کہ متعدد قبروں میں سے ہر قبر میں بہ یک وقت ان کی شکل نظر آئے گی اور ہر مُردہ یہ سمجھے گا کہ وہ فرشتہ صرف اسی سے مخاطب ہے، (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے صرف دو فرشتے نہ ہوں بلکہ منکر نکیر فرشتوں کی ایک نوع کا نام ہو جس کے متعدد افراد ہوں اور ہر قبر میں الگ الگ فرشتے آکر سوال کریں، جیسے ہر انسان کے ساتھ الگ الگ کراماً کاتبین ہوتے ہیں، بعد میں میں نے دیکھا علامہ حلیمی نے منہاج میں یہی جواب دیا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ہے جن میں سے بعض منکر اور بعض نکیر ہیں اور ہر میت کے پاس ان میں سے دو فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے جیسے انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ہے اور ہر انسان کے ساتھ ان میں سے دو فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں۔ [۱]

قبر کے سوال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق

بکثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے سوال میں یہ کہیں گے کہ:

ما کنت تقول فی ھذا الرجل۔ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام حافظ العصر حافظ ابن حجر سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا میت کے لیے کشف کر دیا جائے گا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے؟ تو حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ: کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ میت کے لیے کشف کیا جائے گا البتہ بعض غیر مستند علماء نے بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ دعویٰ کیا ہے۔ البتہ حدیث میں وارد ہے "اس شخص" اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ اشارہ کا یہ تقاضا ہے کہ میت کے لیے آپ کو منکشف کر کے، آپ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا جائے کہ تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ لیکن یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ میت کے ذہن میں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور موجود ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ [۲]

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد اور امام طبرانی کی روایت میں ہے "تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے" علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ اشارہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے حتیٰ کہ وہ آپ کو دیکھ لے، اور اس سے آپ کے متعلق سوال کیا جائے، کیونکہ اس قسم کی چیز احتمال سے ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں یہ امتحان کا موقع ہے اور آپ کی شخصیت کو بغیر دیکھنا امتحان کے زیادہ قریب اور مناسب ہے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی زیارت بعض (مومنین) کے لیے مفید ہو اور بعض (کفار) کے

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، شرح الصدور ص ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر
[۲] " " " " شرح الصدور ص ۶۰، " " " "

لیے مطلوب ہو، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قبر میں صرف ان کو آپ کی زیارت کرائی جائے گی جنہوں نے دنیا میں آپ کی زیارت کی تھی اور جو آپ کی شخصیت مبارکہ کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے۔ [۱]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

لفظ هٰذا کے ساتھ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے یہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ آپ کی رسالت مشہور ہے اور آپ کا تصور ہمارے ذہنوں میں حاضر ہے، یا قبر میں آپ کی ذات حاضر کی جائے گی، بایں طور کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال لائی جائے گی، تاکہ آپ کے جان فزا جمال کے مشاہدہ سے اس سوال کی مشکل حل ہو جائے اور جو مسلمان آپ کے فراق کی ظلمت میں گرفتار تھے آپ کی ملاقات کے نور سے ان کا دل روشن اور شاد ہو جائے، اس حدیث میں آپ کے مشتاق پریشان کو یہ نوید اور بشارت ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں کوئی عاشق زار راہ خدا میں جان دے دے تو یہ بیان مقصود ہے، اگر آپ کے رخ انور کے دیدار کی نعمت مل جائے تو ایک موت تو کیا ہزار موتیں بھی آجائیں تو کیا غم ہے۔ [۲]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

یہ اشارہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ذہنوں میں حاضر ہیں اور یا اس وجہ سے ہے کہ آپ کی صورت میت پر منکشف کر دی جائے گی، پہلا احتمال شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی کا مختار ہے۔ شیخ محی الدین صاحب فتوحات نے کہا ہے کہ وصف رسالت کے بغیر صرف یہ کہنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے ــــــ شدید امتحان ہے۔ [۳]

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ "هٰذا" کو اشارہ حسیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس میں حقیقت یہ ہے کہ اس کا مشار الیہ خارج میں محسوس اور موجود ہو اور هٰذا کے ساتھ اشارہ ذہنیہ کرنا مجاز ہے۔

عارف جامی لکھتے ہیں:

اسماء اشارہ کو مشار الیہ کی طرف ظاہری اعضاء سے اشارہ حسیہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً اشارہ کیا جائے تو وہ اشارہ حسیہ میں حقیقت ہے اور ضمیر غائب سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ان کے ساتھ ان کے معانی کی طرف اشارہ ذہنیہ کیا جاتا ہے نہ کہ حسیہ، اور ذالکم اللہ ربکم میں جو اشارہ حسیہ نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے اور مجاز کا قرینہ یہ ہے کہ

اسماء الاشارۃ ما وضع لمشار الیہ اشارۃ حسیۃ بالجوارح والاعضاء لان الاشارۃ عند اطلاقہا حقیقۃ فی الاشارۃ الحسیۃ فلا یرد ضمیر الغائب وامثالہ فانہا للاشارۃ الی معانیہا اشارۃ ذہنیۃ لا حسیۃ ومثل ذلکم اللہ ربکم مما لیست الاشارۃ الیہ حسیۃ محمول علی التجوز۔ [۴]

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۱۹۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

۳۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

۴۔ علامہ عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ، الفوائد الضیائیہ (شرح جامی) ص ۲۴۲، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی

چونکہ ہر چیز اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے تو شہرت و ظہور کی وجہ سے اس کو بمنزلہ محسوس نازل کر دیا گیا۔ سعیدی غفرلہٗ

اور جب یہ ممکن ہے کہ صاحب قبر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے اور وضع اصل اور حقیقت کے مطابق لفظ ہذا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے یہ سوال کیا جائے کہ "تم اس شخص کو دنیا میں کیا کہتے تھے" تو پھر میت کے ذہن میں حاضر معنی اور تصور کی طرف اشارہ کر کے کسی قرینہ اور ضرورت شرعیہ کے بغیر اس کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے!

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صالحین اور مقربین پر کرم فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود تشریف لے جائیں اور فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے سوال کریں: "تم اس شخص کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟" اور عام مومنین کے لیے حجابات اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ انور میں دکھا کر سوال کیا جائے اور کفار اور منافقین کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے تم ان کو دنیا میں کیا کہتے تھے؟"

البتہ اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور وہ آپ کو پہچانتے نہیں ہیں ان سے یہ سوال کرنا کہ اس شخص کو کیا کہتے تھے یہ عدل اور انصاف سے بعید ہے اور یہ سوال اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت دونوں کے خلاف ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ذہن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا تصور ہے، کافر ہو یا مومن اس کو یہ علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ دین اسلام کے داعی تھے، سو میت کے ذہن میں جو آپ کا تصور ہے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا جائے گا کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایات میں یہ ہے کہ تم محمد کے متعلق کیا کہتے تھے؟ مومن صاحب قبر اس وقت یہ کہے گا: یہ اللہ کے رسول اور اس کے نبی ہیں۔ اور کافر کہے گا افسوس میں نہیں جانتا! اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ کہتا رہا ہو اس وقت بھی وہی کہے سو اس وقت کوئی شخص یہ کہے گا:

میں یہ کہتا تھا:

وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است۔[1]

نماز میں شیخ اور اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا خواہ رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، اپنی گائے اور گدھے کی صورت کا تصور کرنے سے بہت زیادہ برا ہے۔

کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کی ایک حدیث کا یہ معنی بیان کیا تھا:

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔[2]

---

[1] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

[2] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، تقویۃ الایمان ص ۴۴، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور

کوئی کہے گا میں یہ کہتا تھا :

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے (الی قولہ) پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ ہو۔ [1]

کوئی کہے گا میں یہ کہتا تھا :

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ [2]

حضرت حسان فرط عقیدت سے یوں کہیں گے :

واحسن منك لم تر قط عيني ۔۔۔ واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرأ من كل عيب ۔۔۔ كانك قد خلقت كما تشاء

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت کے ہاں پیدا نہیں ہوا، آپ کو ہر عیب سے مبرا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا۔

مولانا جامی کہیں گے :

منم جامی بنادم گشتہ بنسبت ۔۔۔ چوں جبریل بسیار دارد غلامے

میں آپ کا سب سے کم مرتبہ غلام جامی ہوں، آپ تو حضرت جبریل جیسے بہت سے غلام رکھتے ہیں۔

شیخ سعدی کہیں گے :

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

وہ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے، انہوں نے اپنے جمال سے اندھیرے دور کیے، ان کی تمام سیرت حسین ہے، ان پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ بھیجو۔

اور مصنف کہے گا :

اور جو بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا جز ہے، اس کے افضل و لائق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، نور ہو یا کوئی اور عنصر تخلیق، آپ کے مادہ خلقت سے اس کو کیا نسبت ہے! اصل میں منشاء فضیلت آپ کی ذات ہے۔ بشر بھی اس لیے افضل ہے کہ آپ بشر ہیں، اگر آپ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا اگر آپ انسان

---

[1] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور

[2] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ حفظ الایمان ص ۸، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی

نہ ہوتے تو انسانیت کو یہ عروج نہ ہوتا، انسانیت کا احترام بھی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت بھی آپ سے ہے!
(شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۹)

قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ فرشتوں کے سوال کے بعد میت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اگر میت شقی ہو تو اس کی روح سجین میں زمین کے ساتویں طبقہ میں جہنم کے کنارے ایک پتھر پر ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوگی، وہ جنت میں نہ دوزخ میں، اس پر دلیل اصحاب اعراف کا قصہ ہے۔

گناہ کبیرہ والے مومنین کے لیے کیا کہا جائے گا اس کا علم اللہ ہی کو ہے، آیا ان کے لیے یہ کہا جائے گا کہ تم چین سے سو جاؤ، یا اس سے سکوت کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ نیک لوگوں کی روحیں اپنی قبروں پر آتی ہیں اور زیادہ تر وہ جمعہ کی شب آتی ہیں پھر جمعہ کے دن اور ہفتہ کی تمام شب طلوع آفتاب تک رہتی ہیں ان کو زندہ لوگوں کے احوال کا علم ہوتا ہے، نیک لوگوں میں سے جو فوت ہوتا ہے اس سے پوچھتی ہیں فلاں شخص نے کیا کیا اگر وہ اس کی نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر وہ اس کے خلاف ذکر کرتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! اس کو تو نیکی کی طرف لوٹا دے! اور اگر ان کو یہ بتا دیا جائے کہ وہ تو مر چکا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ تو کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ ہمارے طریقہ کے خلاف چلا اور جہنم میں گر گیا! اور ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اپنی قبروں پر ہوتے ہیں تو اگر ان کو سلام کیا جائے تو وہ سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ [1]

مرنے کے بعد روحیں کیا کرتی ہیں اس کا عنقریب مفصل بیان کیا جائے گا۔

ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید، غازی، سرحد اسلام کے محافظ، عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الملک پڑھنے والے، جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہونے والے اور سنت کی نیت سے خضاب لگانے والے سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ ابوالقاسم سعدی نے کتاب الروح میں بیان کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ بعض مردوں کی قبر میں آزمائش نہیں ہوتی اور نہ ان کے پاس آزمائش کے لیے فرشتے آتے ہیں، اور ان مردوں کی تین قسمیں ہیں: بعض کا تعلق عمل سے ہے، بعض کا تعلق موت کے وقت کسی مصیبت میں مبتلا ہونے سے ہے اور بعض کا تعلق مخصوص زمانہ سے ہے۔

حسب ذیل احادیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض مردوں سے قبر میں سوال نہیں کیا جاتا:

۱۔ امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ باقی لوگوں کی قبر میں آزمائش کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر چمکنے والی تلواریں اس کی آزمائش کے لیے کافی ہیں۔

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۲۔ امام نسائی نے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس شخص نے ثابت قدمی سے دشمن (اسلام) سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہوگیا یا غالب آگیا اس سے قبر میں آزمائش نہیں ہوگی۔

۳۔ امام مسلم نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا کیا ہوا عمل جاری رہتا ہے اور اس کا رزق جاری رہتا ہے اور وہ آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ امام ترمذی سند صحیح کے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے مرنے کے بعد اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرے کیونکہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتا ہوا مر جائے تو دنیا میں وہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا وہ عمل قیامت تک جاری رہے گا، اور اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ جب اس کو حشر کے دن اٹھائے گا تو خوف اور دہشت سے مامون رکھے گا اور اس کو قبر میں آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رکھے گا۔

۶۔ امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا اس کے نیک اعمال کا اجر جاری رکھا جائے گا، اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور اس کو آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رکھا جائے گا، اور قیامت کے دن اس کو بڑے خوف سے محفوظ رکھ کر اٹھایا جائے گا۔

۷۔ امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی آزمائش سے مامون رکھے گا۔

۸۔ امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو گیا اس کو قبر کی آزمائش سے بچایا جائے گا اور اس کا رزق جاری کیا جائے گا۔

۹۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد اسلام پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام کی مثل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو گیا اس کے نیک اعمال کو جاری رکھا جائے گا اور اس کو آزمائش کرنے والوں سے مامون رکھا جائے گا، اور قیامت کے دن اس کو بہ حیثیت شہید اٹھایا جائے گا۔

۱۰۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کے لیے اسلام کی سرحد پر پہرہ دیا وہ ایک ماہ کے روزوں اور قیام کی مثل ہے اس کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کا عمل قیامت تک کے لیے جاری کر دیا جائے گا۔

۱۱۔ امام جویبر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص ہر رات کو سورۂ تبارک الذی پڑھتا ہے اس کو قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا۔

۱۲۔ امام ابو اسحٰق نے حضرت براء سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو شخص سونے سے پہلے الم السجدۃ اور تبارک الذی پڑھ لے وہ عذاب قبر سے نجات پاتا ہے اور قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۳۔ امام احمد، امام ترمذی نے سند حسن سے، امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔

۱۴۔ امام ابن جوزی نے موضوعات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو آدمی اپنے بالوں پر خضاب لگائے ہوئے مرتا ہے (یعنی زرد، عنابی یا سرخ رنگ کا خضاب، سیاہ خضاب مراد نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) یا قبر میں داخل ہوتا ہے اس سے منکر نکیر سوال نہیں کرتے۔ منکر کہتا ہے اے نکیر اس سے سوال کرو، وہ کہتا ہے میں اس سے کیسے سوال کروں جس پر نور اسلام ظاہر ہے، ابن جوزی نے کہا اس کی سند میں داؤد بن نصیر ہے جو منکر الحدیث ہے۔ (علامہ سیوطی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نور اسلام کی تفسیر حدیث صحیح میں ثابت ہے، "یہود اور نصاریٰ نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو"، یہ اس حدیث کی اصل ہے لہٰذا یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جس کی خضاب لگانے سے غرض سنت پر عمل کرنا ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے ان احادیث سے ان احادیث کی تخصیص ہوتی ہے جن میں قبر میں سوال کیے جانے کا بالعموم ذکر ہے اور جب شہید سے سوال نہیں کیا جائے گا تو صدیق سے بطریق اولیٰ سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں صدیق کا ذکر شہید سے پہلے کیا گیا ہے اور سرحد کی حفاظت کرنے والے کا مرتبہ شہید سے کم ہے تو صدیق جس کا مرتبہ دونوں سے زیادہ ہے وہ کیونکر قبر کی آزمائش اور سوال سے محفوظ نہیں ہوگا، بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہید سے مراد وہ شخص ہے جو میدان جنگ میں شہید ہوا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہید سے مراد عام ہو، علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد بیس لکھی ہے، اور ہم نے احادیث کے حوالوں سے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں حکمی شہداء کی تعداد پینتالیس بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ "بذل الماعون فی فضل الطاعون" میں لکھا ہے کہ جو شخص طاعون میں مر گیا اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا کیونکہ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا اس لیے وہ اس شخص کی طرح ہے جو میدان جنگ میں شہید ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قبر میں شہید کی آزمائش اس لیے نہیں کی جائے گی کہ وہ دنیا میں راہ حق میں جان دے کر آزمائش کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہے، اور سرحد پر پہرہ دینے والا بھی اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اپنے ایمان کے صدق کو ثابت کر چکا ہے، اور جمعہ کے دن فوت ہونے والے کی اس لیے آزمائش نہیں ہوتی کہ جمعہ کے دن جہنم میں آگ نہیں دہکائی جاتی اور اس کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جہنم کا داروغہ باقی دنوں میں جو کارروائی جہنم میں کرتا

سے وہ جمعہ کے دن نہیں کرتا، پس جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندہ کی جمعہ کے دن روح قبض کرتا ہے تو یہ اس کی سعادت اور حسنِ عاقبت کی دلیل ہوتی ہے اور جمعہ کے دن اسی شخص کی روح قبض کی جاتی ہے جس کا سعید ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہوتا ہے، اس لیے اس کو قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے، کیونکہ آزمائش تو صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ مومن کا منافق سے امتیاز ہو جائے۔ [1]

قبر میں مُردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی شخص مثلاً منگل کو فوت ہو تو جمعہ تک لوگ اس کی قبر پر قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں اور جب جمعہ کا دن شروع ہو تو وہ اس کو جمعہ کے حوالے کر کے آتے ہیں، ان کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ جب تک قرآن مجید کی تلاوت قبر پر ہوتی رہے گی وہ قبر کے سوال اور عذاب سے محفوظ رہے گا اور جمعہ آنے کے بعد تو سوال اور عذاب بہر حال ساقط ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کو وہ جمعہ کے حوالے کرنے کا نام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ہو سکتا ہے وہ اس حیلہ سے اس میت کی مغفرت کر دے اور اس سے قبر کا عذاب اور سوال ساقط کر دے ہم کسی شخص کو قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے اور اللہ تعالیٰ سے میت کی مغفرت اور اس سے عذاب اور سوال ساقط کرنے کی امید رکھنے سے منع نہیں کرتے لیکن یہ نظریہ بہر حال بلا دلیل ہے۔ جس شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہو جمعہ آنے کے بعد وہ عذاب ختم نہیں ہو جاتا، یہ تو ہو سکتا ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی برکت سے عذاب نہ ہو لیکن جمعہ کے بعد اس سے عذاب بالکل ختم ہو جائے یہ ثابت نہیں ہے۔ بلکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہ گاروں کو قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا اور قیامت تک کے عرصہ میں بے شمار جمعہ آئیں گے اور ان جمعوں کے بعد عذاب ہوتا رہے گا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ ایک شب حضرت جبرائیل اور میکائیل آپ کو ارض مقدسہ کی طرف لے گئے، وہاں آپ کو دکھایا کہ بعض لوگوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا پھر انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفصیل بتائی:

قلت طوفتمانی اللیلۃ فاخبرانی عما رایت قالا نعم قال اما الذی رایتہ یشق شدقہ فکذاب یحدث بالکذبۃ فتحمل عنہ حتی تبلغ الآفاق فیصنع بہ الی یوم القیامۃ و الذی رایتہ یشدخ راسہ فرجل علمہ اللہ القرآن فنام عنہ باللیل ولم یعمل فیہ بالنہار یفعل بہ الی یوم القیامۃ۔ [2]

میں نے کہا تم دونوں مجھے آج رات بھر سیر کراتے رہے ہو سو مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے کیا دیکھا تھا انھوں نے کہا اچھا، آپ نے جس شخص کے منہ میں گدی تک اور گدی سے منہ تک لوہے کی سلاخ کو ڈالے جاتے دیکھا وہ جھوٹا شخص تھا، وہ ایک جھوٹی بات کہتا اور وہ بات سب جگہ پھیل جاتی، اس کو قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا اور آپ نے جس شخص کے سر کو پتھر سے پھاڑا جاتے ہوئے دیکھا، یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۶۳-۶۱ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

دیا یا رات کو قرآن مجید سے اعراض کر کے سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا اس کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

صحیح بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ آنے کے بعد قبر میں عذاب ختم نہیں ہوتا، اور احادیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جس شخص کو جمعہ کے دن دفن کیا جائے اس پر قبر میں عذاب نہیں ہوتا یا اس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا البتہ احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہو جائے اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے نہ اس سے سوال ہوتا ہے خواہ اس کو جمعہ کے دن دفن کیا جائے یا ہفتہ کے دن۔

قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا

علامہ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۲۔ امام عقیلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابورزین نے کہا یا رسول اللہ! میرا راستہ قبرستان سے گذرتا ہے، کیا میں ان کے پاس سے گذرتے وقت ان سے کوئی بات کروں؟ آپ نے فرمایا کہو:

السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف و نحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

اے قبروں والے مسلمانو! تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں، اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔

ابورزین نے کہا یا رسول اللہ! یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنتے ہیں لیکن تم کو جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، (یعنی ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو جن اور انس سن سکیں، وہ اس طرح جواب دیتے ہیں جس کو عادۃً سنا نہیں جاتا) آپ نے فرمایا: اے ابورزین کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ فرشتے بھی تم کو اتنی مرتبہ جواب دیں۔

۳۔ امام احمد اور حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ میں گھر میں داخل ہو کر اپنے فاضل کپڑے اتار دیتی تھی کہ یہاں میرے والد اور خاوند ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی قبریں ہیں) اور جب حضرت عمر کو ان کے ساتھ دفن کیا گیا تو میں حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے تمام کپڑوں کو مضبوطی سے پہنے رکھتی تھی۔

۴۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن واسع سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد مردے زیارت کرنے والے کو جانتے ہیں۔

۵۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحیٰی بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں

ایک عبادت گذار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہو گئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گذرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطن تذکروا فاذا ہم مبصرون۔ (اعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا انہوں نے اپنے گھر والوں کو بلایا وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹال جانا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا بیٹا وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی، اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو گیا، ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بحق ہو چکا تھا انہوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر نے فرمایا تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا اس وقت رات تھی، حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر نے کہا اے فلاں! ولمن خاف مقام ربہ جنتن "جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں" اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطا فرمائی ہیں۔

(شرح الصدور ص ۸۹ - ۸۸، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر)

(کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۶ - ۵۱۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبع الخامس، ۱۴۰۵ھ)

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۵ھ)

۲۔ امام ابن جوزی نے عیون الحکایات میں ابو علی ضریر سے روایت کیا ہے کہ تین شامی نوجوان رومیوں سے جہاد کرتے تھے وہ بہت ماہر شہسوار اور بہادر تھے، ان کو ایک مرتبہ روم میں قید کر لیا گیا، بادشاہ نے کہا میں تم کو ملک میں حصہ دار کروں گا اور اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا بشرطیکہ تم دین نصرانیت میں داخل ہو جاؤ، انہوں نے انکار کیا اور کہا یا محمداہ، پھر بادشاہ نے تین دیگیں منگوائیں، ان میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ جلائی جلاتی رہی اور ہر روز ان کو اس جلتے ہوئے تیل پر پیش کیا جاتا، اور ان کو دین نصرانیت کی طرف دعوت دی جاتی، لیکن وہ

انکار کرتے رہے، پھر پہلے بڑے بھائی کو اس جلتے ہوئے تیل میں ڈالا، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے سب سے چھوٹے بھائی کو اس تیل کے قریب لایا گیا، تب ان کے ایک رومی سردار نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ میں اس کو اس کے دین سے پھیر دوں گا، بادشاہ نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ عرب عورتوں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہے، آپ اس لڑکے کو میرے حوالے کر دیں، میں اس کو اپنی بیٹی کے ساتھ تنہائی میں رکھوں گا، وہ عنقریب اس کو اس کے دین سے بہکا دے گی، بادشاہ نے اس کو چالیس دن کی مہلت دی اور اس نوجوان کو اس کے حوالے کر دیا، اس نے اپنی بیٹی کو تمام صورت حال سمجھا کر اس نوجوان کو اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا، بیٹی نے کہا: آپ اس کو میرے پاس چھوڑ دیں، میں اس کو دین سے بہکانے کی ضامن ہوں، وہ نوجوان مجاہد دن بھر روزہ دار رہتا اور رات قیام میں گزارتا، حتیٰ کہ اکثر ایام گزر گئے، سردار نے اپنی بیٹی سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا میں کچھ نہیں کر سکی، اس مجاہد کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں شاید اس کو ان کی یاد ستاتی ہے اس لیے یہ میری طرف مائل نہیں ہوتا، آپ بادشاہ سے کچھ دنوں کی اور مہلت لیں اور اس کو میرے ساتھ کسی اور شہر میں بھیج دیں، سردار نے بادشاہ سے مہلت لے کر اس کو کسی اور بستی میں بھیج دیا، وہاں بھی اس نوجوان کا یہی معمول رہا وہ دن کو روزہ رکھتا اور رات قیام میں گزار دیتا، حتیٰ کہ جب مقررہ مدت کے ختم ہونے میں چند دن رہ گئے تو اس لڑکی نے کہا: اے جوان! میں دیکھتی ہوں کہ تم ہر وقت رب عظیم کی تقدیس کرتے ہو، میں بھی اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے تمہارے ساتھ تمہارے دین میں داخل ہو جاتی ہوں، نوجوان نے پوچھا یہاں سے نکلنے کا کیا حیلہ ہو گا؟ اس لڑکی نے کہا میں کوشش کرتی ہوں، وہ ایک سواری لے کر آئی وہ دونوں اس پر سوار ہوئے، وہ رات بھر اس پر سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے، ایک رات سفر کے دوران انہوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں، دیکھا تو وہ اس کے دونوں بھائی تھے اور ان کے ساتھ فرشتے بھی تھے، اس مجاہد نے اپنے دونوں بھائیوں کو سلام کیا اور ان کا حال پوچھا، انہوں نے کہا جب تم نے دیکھا کہ ہم نے جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگایا، غوطہ لگانے کے بعد جب ہم ابھرے تو جنت الفردوس میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ اس لڑکی کے ساتھ تمہارا نکاح کریں اور ہم گواہ ہو جائیں، پھر انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کر دی اور واپس چلے گئے، اور وہ مجاہد شام کے شہروں میں چلا گیا اور لڑکی کے ساتھ رہا اور اس زمانہ میں شام میں ان کا یہ واقعہ بہت مشہور تھا۔

(شرح الصدور ص ۹۰ - ۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر)

۲۔ رسالہ قشیریہ میں ایک کفن چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، ایک عورت فوت ہو گئی، لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اس کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی، تاکہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گزر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھود دی، اس عورت نے کہا سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد، بخشی ہوئی عورت کا کفن اتار رہا ہے! کفن چور نے کہا ٹھیک ہے، تم کو بخش دیا گیا ہو گا، میں کیسے بخشا ہوا ہوں؟ اس عورت نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا، اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی، پھر اس شخص نے وہ کفن چھوڑ دیا، قبر پر مٹی ڈال دی اور سچی اور پکی توبہ کر لی۔

(شرح الصدور ص ۹۰، ۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر)

علامہ یافعی نے کہا کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مُردوں کی روحیں بعض اوقات علیین یا سجین سے قبروں میں ان کے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں، جب اللہ تعالیٰ چاہے ایسا ہوتا ہے، خصوصاً جمعہ کی شب کو وہ قبروں میں بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں، اور ثواب والوں کو ثواب ہوتا ہے اور عذاب والوں کو عذاب ہوتا ہے۔ جب تک روحیں علیین یا سجین میں ہوتی ہیں صرف روحیں ثواب یا عذاب کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، اور قبروں میں روحیں اور جسم دونوں عذاب میں شریک ہوتے ہیں۔

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ یہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر کی زیارت کرتا ہے تو قبر والے کو اس کا علم ہوتا ہے، وہ اس کا کلام سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہ امر شہداء اور دوسرے مُردوں کے حق میں عام ہے، اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

(شرح الصدور ص ۹۴-۹۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

۸۔ امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی گویا اس نے ان کے جنازوں پر حاضر ہو کر رحمت کی دعا کی۔

۹۔ امام بیہقی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو جاتے تھے، ایک دفعہ بہت دنوں تک نہیں گئے اور سوچا میں تو مٹی کو دیکھ کر آتا ہوں، پھر انھوں نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے: اے بیٹے! کیا ہوا؟ اب تم پہلے کی طرح زیارت کو نہیں آتے! انھوں نے کہا میں تو مٹی کی زیارت کرتا ہوں! انھوں نے کہا: اے میرے بیٹے! ایسا نہ کہو! بخدا جب تم میری زیارت کے لیے آتے تھے تو میرے پڑوسی مجھے مبارک باد دیتے تھے، اور جب تم واپس جاتے تھے تو میں تم کو دیکھتا رہتا تھا حتیٰ کہ تم کوفہ میں داخل ہو جاتے۔

۱۰۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی عثمان بن سودہ سے روایت کرتے ہیں ان کی والدہ بہت عبادت گذار تھیں، ان کو راہبہ کہا جاتا تھا، جب وہ فوت ہو گئیں تو میں ہر جمعہ کی شب ان کی زیارت کے لیے جاتا تھا، اور ان کے لیے اور دیگر اہل قبور کے لیے دعا اور استغفار کرتا تھا، ایک رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا، میں نے پوچھا اے امی! آپ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا اے بیٹے! موت کی بہت تکلیف ہوتی ہے اور میں الحمد للہ اچھے برزخ میں ہوں اس میں ریحان کا فرش اور سندس اور استبرق کا تکیہ ہے، میں نے پوچھا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ کہا: ہاں! میں نے پوچھا کیا حاجت ہے؟ انھوں نے کہا تم جو ہماری زیارت کرتے ہو اور ہمارے لیے دعا کرتے ہو اس کو ترک نہ کرنا، کیونکہ جمعہ کے دن میں تمہارے آنے سے مانوس ہوتی ہوں، جب تم آتے ہو تو کہا جاتا ہے: اے راہبہ تمہارے ہاں سے ایک زائر آیا ہے اس سے میں بھی خوش ہوتی ہوں اور دیگر مُردے بھی خوش ہوتے ہیں [1]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۹۵-۹۴، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر

روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، جنت کی نہروں میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔

امام احمد، امام ابو داؤد، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے جو اصحاب جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا کہ وہ جنت کی نہروں پر جائیں اور وہاں کے پھل کھائیں، پھر وہ ایسی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں، حضرت ابو سعید خدری سے بھی اسی طرح مروی ہے، ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ بچوں کی روحیں جنت کی چڑیوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور سیر کرتی ہیں۔

امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ مومن کی روح جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔

امام ابن مندہ نے حضرت ام کبشہ بنت معرور رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ روحیں کہاں جاتی ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں اس طرح بیان فرمایا کہ گھر والے رونے لگے آپ نے فرمایا مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جنت میں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش الٰہی کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہم سے ملا دے اور جو تو نے وعدہ فرمایا ہے وہ عطا فرما دے، اور کافروں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جہنم سے کھاتی پیتی ہیں، اور جہنم ہی کی ایک کوٹھڑی میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ دعا کرتی ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہم سے نہ ملانا اور جس عذاب سے تو نے ہم کو ڈرایا ہے وہ عذاب ہم کو نہ دینا۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ارواح اپنے مقامات کے لحاظ سے برزخ میں مختلف مقامات پر رہتی ہیں، اس لیے دلائل میں کوئی تعارض نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملاء اعلیٰ میں علیین میں ہیں اور ان میں بھی فرق مراتب ہے، اور شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، بعض روحیں جنت کے دروازوں پر ہوں گی جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور بعض روحوں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا جیسا کہ چادر چرانے والے شخص کے متعلق ہے کہ اس کی قبر میں آگ جلائی جاتی ہے، اور سفلی روحوں کو زمین پر قید کر لیا جاتا ہے، زانیوں کی روحیں آگ کے تنور میں ہوتی ہیں اور سود خوروں کی روحیں خون کے دریا میں ہوتی ہیں اس لیے تمام روحوں کا ایک ہی مستقر نہیں ہے لیکن مقامات مختلف ہونے کے باوجود روحوں کا اپنے جسموں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے تاکہ وہ عذاب اور ثواب کا ادراک کر سکیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں، اور کافروں کی روحیں سجین میں ہیں، اور ہر روح کا جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہے، جو دنیاوی تعلق سے مختلف ہے، اس تقریر سے تمام احادیث کا تعارض دور ہو جاتا ہے اور ارواح خواہ علیین میں ہوں یا سجین میں، ان کا اپنے جسموں کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے

اب اگر میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کریں یا اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تب بھی روح کا اپنے جسم یا اس جسم کے اجزاء اصلیہ سے اتصال باقی رہتا ہے۔[1]

روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا

علامہ علی متقی ہندی امام طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس سے ملاقات اللہ کے بندوں میں سے بخشے ہوئے لوگ ملاقات کرتے ہیں جیسے دنیا میں بشارت دینے والے ملتے تھے، وہ کہتے ہیں اپنے صاحب کو دیکھو تاکہ اس کو آرام حاصل ہو کیونکہ یہ پہلے شدید تکلیف میں تھا، پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ فلاں مرد کا کیا ہوا؟ فلاں عورت کا کیا ہوا، کیا اس کی شادی ہوگئی؟ پھر اس شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوا تھا، وہ بتاتا ہے وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو گیا اور وہ کہتے ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون معلوم ہے اس کو نار کی طرف لے گئے، اور بے شک تمہارے اعمال برزخ میں تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ اعمال نیک ہوں تو وہ مسرور اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللہ! یہ تیرا فضل اور رحمت ہے، تو اس شخص پر اپنی نعمت پوری کر اور اسی عمل پر اس کا خاتمہ کر، اور برے اعمال بھی ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اس وقت وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو اعمال صالحہ عطا فرما، اس سے راضی ہو اور اس کو اپنا مقرب بنا لے۔[2]

علامہ علی متقی ہندی دیلمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے برے عملوں سے اپنے عزیزوں کو رسوا نہ کرو کیونکہ تمہارے قبر والے رشتہ داروں پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔[3]

علامہ علی متقی ہندی، حاکم کی مستدرک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اب دنیا صرف اتنی مدت رہ گئی ہے جتنی مدت میں مکھی فضا میں ادھر ادھر جاتی ہے، قبروں میں جو تمہارے بھائی ہیں ان سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔[4]

علامہ علی متقی ہندی، امام ابن النجار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مومن فوت ہو جائے اور اس کے پڑوسیوں میں سے دو شخص یہ کہیں کہ ہمیں اس کے متعلق نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی اس بندے کے متعلق شہادت قبول کر لو، اور اس کے

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۰۳-۹۶ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبری

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵

[4] " " " " کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵

متعلق جو مجھے علم ہے اس سے درگذر کرلو۔ [1]

زیارت قبور کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیارت قبور میں علماء کا اختلاف ہے، علامہ حازمی نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت ہے، علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے کا حکم عام ہے، جیسے پہلے قبروں کی زیارت سے ممانعت عام تھی، پھر جب یہ عام ممانعت منسوخ ہوگئی تو مردوں اور عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہوگیا۔ زیارت قبور کی اباحت اور جواز پر بہ کثرت احادیث مروی ہیں:

۱۔ امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔

۲۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ماں (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی اجازت دے دی گئی ہے، سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۳۔ امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ دنیا میں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۴۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا، پھر فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو اور کوئی بُری بات نہ کہنا۔

۵۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی پھر آپ روئے اور جو اصحاب آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے، پھر آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت طلب کی تھی تو مجھے یہ اجازت نہیں دی (تاکہ استغفار کرنے سے کسی کو والدہ ماجدہ کے متعلق ارتکاب معصیت کا وہم نہ ہو کیونکہ جب غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جائے تو اس سے اس کے ارتکاب معصیت کا شبہ ہوتا ہے) پھر میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی، سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔

۶۔ امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دی ہے۔

۷۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت حبان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو خطبہ دیا اور ان تین چیزوں کو حلال کر دیا جن سے پہلے آپ نے منع فرمایا تھا ان کے لیے زیارت قبور قربانی کے گوشت اور برتنوں کی اجازت دے دی۔

۸۔ امام حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: قبر کی زیارت کرو اس سے تم کو آخرت یاد آئے گی۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنزالعمال ج ۵ ص ۲۸۵، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۹۔ امام احمد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۱۰۔ امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف منہ کر کے فرمایا السلام علیکم۔

۱۱۔ امام احمد حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبرستان گئے اور اہل قبور کو سلام کیا اور کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو انہیں سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۲۔ امام ابن عبد البر سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۱۳۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے: پھر کہا بعض اہل علم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حدیث زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے۔ اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی رخصت دی تو اس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہو گئے۔ [۱]

عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال مر النبي صلى الله عليه وسلم بامرأة تبكي عند قبر فقال اتقي الله واصبري قالت اليك عني فانك لم تصب بمصيبتي ولم تعرفه فقيل لها انه النبي صلى الله عليه وسلم فاتت باب النبي صلى الله عليه وسلم فلم تجد عنده بوابين فقالت لم اعرفك فقال انما الصبر عند الصدمة الاولى۔ [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، اس نے کہا میرے پاس سے چلے جاؤ تم پر میری مصیبت نہیں آئی، اس نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر گئی، وہاں اس نے دربان نہیں دیکھے، اس نے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، آپ نے فرمایا: صبر تو صدمہ کی ابتداء کے وقت ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [۳]

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو قبر کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کا

---

[۱] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۳] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ " " ۱۳۷۵ھ

کسی کام کو مقرر اور ثابت رکھنا بھی بدعت ہے۔

نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا وہ زیارت قبر کے وقت کیا کہیں؟

قالت كيف اقول لهم يا رسول الله؟ قال قولی السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستاخرين وانا ان شاء الله بكم لاحقون۔ [1]

حضرت عائشہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان سے کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو: ان مسلمان اور مومن گھر والوں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔

نیز امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن ابی مليكة ان عائشة اقبلت ذات يوم من المقابر فقلت لها يا ام المؤمنين من اين اقبلت قالت من قبر اخی عبد الرحمن بن ابی بكر فقلت لها اليس كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نهى عن زيارة القبور؟ قالت نعم كان نهى ثم امر بزيارتها۔ [2]

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ قبرستان سے آئیں، میں نے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کرکے آرہی ہوں، میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ انہوں نے کہا، ہاں آپ نے پہلے منع فرمایا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کرنے کا حکم دیا۔

عن حسين ان فاطمة بنت النبی صلى الله عليه وآله وسلم كانت تزور قبر عمها حمزة كل جمعة فتصلی وتبكی عنده هذا الحديث رواته عن اخرهم ثقات۔ [3]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرتی تھیں اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن ابی مليكة قال توفی عبد الرحمن بن ابی بكر بالحبشی قال فحمل الى مكة فدفن فيها فلما قدمت عائشة اتت قبر عبد الرحمن بن ابی بكر فقالت وكنا كندمانی جذيمة حقبة من الدهر حتی

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حبشہ میں فوت ہوگئے ان کو مکہ لاکر دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد الرحمن کی قبر پر گئیں تو فرمانے لگیں: ہم جذیمہ کے دو ساتھیوں (عقیل اور مالک) کی طرح ایک عرصہ تک اس طرح ساتھ رہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ
[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[3] المستدرک ج ۱ ص ۳۷۷، ″ ″ ″ ″ ″ ″

قیل لن یتصدعا قدما تقرفنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شھدتک ما زرتک۔ [1]

ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے، اب جب کہ جدا ہوگئے تو اس طویل معیت کے مقابلہ میں یوں لگتا ہے کہ میں اور مالک کبھی ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے، (یہ ایک مشہور شعر ہے) پھر فرمایا: بہ خدا اگر میں تمہاری موت کے وقت حاضر ہوتی تو تم جہاں فوت ہوئے تھے تم کو وہیں دفن کیا جاتا اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب زیارت کے لیے نہ آتی۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن زوارات القبور۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہ کثرت زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زائرات پر لعنت نہیں فرمائی زوارات پر لعنت فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مطلقاً زیارت کے لیے جانا ممنوع نہیں بکثرت جانا ممنوع ہے، کیونکہ بہ کثرت جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور فتنہ اور فساد کا بھی اندیشہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے اور وہ بے صبری کا اظہار زیادہ کرتی ہیں، اور امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ زیارت قبور کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو شامل نہیں ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا ممکن ہے یہ حدیث بھی زیارت قبور کی رخصت سے پہلے کی ہو، جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہیں میرے نزدیک ان کا نہ جانا مستحب ہے اور جوان عورتوں کا قبروں پر جانا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اپنے گھر کی چار دیواری میں لازم رہنے سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے بہت سے علماء نے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے جانے کو بھی مکروہ کہا ہے تو قبرستان میں جانا تو بہ طریق اولیٰ مکروہ ہوگا، عورتوں پر جمعہ کا پڑھنا جو فرض نہیں ہے تو میرے خیال میں اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے، جو لوگ عورتوں کے لیے زیارت قبور کے جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن قبرستان سے آرہی تھیں، میں نے پوچھا اے ام المومنین آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرکے آرہی ہوں، میں نے عرض کیا، کیا رسول اللہ صلی

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ″ ″ ″ ″ جامع ترمذی ص ۱۲۱ ″ ″ ″ ″

اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پہلے حضور نے منع فرمایا تھا بعد میں آپ نے زیارت قبر کا حکم فرمایا۔

بعض علماء نے بوڑھی اور جوان عورتوں میں فرق کیا ہے، اور صرف زیارت اور مردوں سے اختلاط میں فرق کیا ہے۔ علامہ قرطبی مالکی نے کہا جوان عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا حرام ہے، اور رہیں بوڑھی عورتیں تو ان کا زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے، بہ شرطیکہ وہ مردوں سے اختلاط نہ کریں، اور ان شاء اللہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا۔ نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں زوارات (بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) پر لعنت ہے اور زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے جو بکثرت زیادہ قبور کے لیے جاتی ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت نہیں ہے اور نہ ان کی ممانعت ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو بکثرت زیارت کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ ان کے قبرستان میں زیادہ جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، ان کی پوشیدہ زینتوں کا اظہار ہوتا ہے اور عورتوں کا باہر نکلنا مشہور ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے جو قبروں کی تعظیم کی وجہ سے قبروں کے ساتھ لازم رہتے ہیں، اور عورتوں کے قبروں پر جانے سے ان کے رونے، چلانے اور واویلا کرنے کا بھی خدشہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں (مثلاً عورتوں کے زیادہ آنے جانے سے لوگ بھی فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور عورتوں کی عزت اور ناموس کو بھی خطرہ ہوتا ہے۔) اس اعتبار سے زائرات اور زوارات (کبھی کبھی زیارت کرنے والیوں اور بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

"توضیح" میں مذکور ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث میں زیارت قبور کی ممانعت کے منسوخ ہونے کی تصریح ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی اور نخعی کو اجازت کی احادیث نہیں پہنچیں، اور شارع علیہ السلام سال کی ابتداء میں شہداء کی قبروں پر جاتے تھے اور فرماتے تھے:

السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ تمہارے صبر کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور دار آخرت کیا ہی اچھا ہے!

اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت شارع علیہ السلام نے ایک ہزار اصحاب کے ساتھ فتح مکہ کے دن اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی، ابن ابی الدنیا نے اس روایت کو بیان کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے زیارت قبور کی اجازت روایت کی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کرتے تھے، وہاں ٹھہرتے اور ان کے لیے دعا کرتے، اور امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور ان کی قبر مکہ میں تھی، ابن ابی حبیب نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے، وہاں بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گزرتے وقت سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ افعال کیے ہیں، امام مالک سے زیارت قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع کیا تھا پھر اس کی اجازت دے دی، سو اگر انسان ایسا کرے اور صرف نیک کلمات کہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز توضیح

میں مذکور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم پر آتے اور عرض کرتے!

السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا ابتا۔

صرف ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بتوں کی عبادت اور قبروں پر سجدہ کرنے کا رواج قریب تھا اور لوگ نئے نئے اس عہد سے نکلے تھے اور جب لوگوں کے دلوں میں اسلام مستحکم اور قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت کرنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا خطرہ نہیں رہا تو آپ نے قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے اور طاؤس سے منقول ہے کہ دفن کے بعد لوگ سات دن تک قبر سے جدا نہ ہونے کو مستحب قرار دیتے تھے کیونکہ مُردوں سے قبروں میں سات دن حساب اور آزمائش ہوتی ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے بلکہ اس زمانہ میں حرام ہے، خصوصاً شہر کی عورتوں کا جانا حرام ہے، کیونکہ وہ بطور فتنہ اور فساد نکلتی ہیں (یعنی بہت زیادہ خوشبو لگا کر اور میک اپ کر کے نکلتی ہیں اور راستہ میں آنے جانے والے مرد ان کو دیکھتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) زیارت قبور کی اجازت تو صرف اس لیے دی گئی ہے کہ لوگ آخرت کو یاد کریں، ماضی کی بداعمالیوں پر غور کر کے ان سے بچیں اور توبہ کریں اور دنیا سے دل نہ لگائیں۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وقیل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصۃ ثابت لهما۔ [2]

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا حرام ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رخصت ثابت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت جائز ہے، (البحر الرائق) اور شرح المنیۃ میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے، علامہ خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر عورتیں غم کی تجدید، مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور رونے اور واویلا کرنے کے لیے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے اور حدیث میں زائرات قبور پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے اور اگر رونے اور واویلا کرنے کے بجائے اعتبار آخرت اور میت پر دعا کرنے کے لیے جائیں یا صالحین کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے جائیں تو بوڑھی عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورتوں کے لیے جانا مکروہ ہے، جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجدوں میں جانے کا حکم ہے اور یہ بہت اچھی توفیق ہے۔ [3]

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

عورتوں کے لیے زیارت قبور کرنے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت کراہت کی ہے، کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ہم کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اور ہم پر اس کی تاکید نہیں کی، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زوارات قبور پر لعنت فرماتا ہے (یعنی قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر) یہ صحیح حدیث ہے اور یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں اور عورتوں دونوں کو عام ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں کے ساتھ مخصوص ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مردوں کو زیارت قبور کی اجازت دینے کے بعد عورتوں پر لعنت فرمائی ہو، اس لیے عورتوں کی زیارت قبر کا معاملہ رخصت اور ممانعت کے درمیان دائر ہے، اس لیے اس کا کم از کم حکم کراہت ہے، نیز عورت صبر کم کرتی ہے اور بے صبری اور بے قراری زیادہ کرتی ہے اور جب وہ قبر کی زیارت کرے گی تو اس کا غم جوش میں آئے گا اور موت کی یاد اس کے دل و دماغ میں تازہ ہو جائے گی اس لیے یہ اندیشہ ہے کہ عورت زیارت قبر کے وقت کسی ناجائز امر کا ارتکاب کرے گی، اس کے برعکس مرد سے یہ خدشہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو بالخصوص نوحہ کرنے، بال نوچنے، گریبان پھاڑنے، مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور واویلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے: "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو" یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے ممانعت کی گئی تھی، اور پھر یہ ممانعت منسوخ کر دی گئی، اور اس کے عموم میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں، اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے کہا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع فرمایا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں منع کیا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور حضرت عائشہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کے جنازہ پر حاضر ہوتی تو اس کی زیارت نہ کرتی۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ زوارات قبور پر لعنت فرماتا ہے۔ [2]

علامہ نووی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصنف اور صاحب البیان نے یہ لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۵ ص ۳۰۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت

حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے، لیکن یہ مذہب شاذ ہے، جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، علامہ رویانی نے البحر میں دو قول ذکر کیے ہیں: (۱) مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے۔ (۲) بلاکراہت جائز ہے۔

میرے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے بہ شرطیکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو، صاحب المستظہری نے لکھا ہے میرا یہ نظریہ ہے کہ اگر عورتیں غم تازہ کرنے کے لیے اور اپنی رسم اور رواج کے مطابق مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے لیے قبروں پر جائیں تو وہ حرام ہے اور حدیث میں زیارت قبر کرنے والی عورتوں پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے، اور اگر مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے بغیر وہ صرف اعتبار آخرت کے لیے قبروں پر جائیں تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے، البتہ بوڑھی اور غیر مشتہاۃ عورتوں کا جانا بلاکراہت جائز ہے جس طرح جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کا حکم ہے، علامہ رویانی کا یہ قول مستحسن ہے اس کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بوڑھی عورتیں بھی قبروں پر نہ جائیں۔

حدیث میں ہے "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو" علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس اجازت میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں؟ ہمارے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے حکم میں داخل نہیں ہیں، باقی رہا یہ امر کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام نہیں ہے، اس پر یہ دلیل ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیارت قبر سے منع نہیں فرمایا، اور امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ جب میں قبر کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کہو: اہل الدیار مومنوں اور مسلموں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

عورتوں کے لیے زیارت قبر میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اذن زیارت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں، بشرطیکہ وہ فتنہ سے مامون ہوں، اس کی تائید حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی، الحدیث (صحیح بخاری) وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبر پر بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کی تقریر حجت ہے، نیز امام حاکم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا حضرت عائشہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے آئیں، ان سے کہا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں! آپ نے منع فرمایا تھا، پھر آپ نے زیارت قبور کا حکم دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اجازت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ ابواسحاق صاحب مہذب نے اسی پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵ ص ۳۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

زوّارات قبور پر لعنت کا ہے، جو علماء مکروہ کہتے ہیں ان میں یہ اختلاف ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ زوّارات مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے "بہت زیادہ زیارت کرنے والیاں" اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عورت بہت زیادہ قبروں کی زیارت کے لیے جائے گی وہ اپنے خاوند کے حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہے گی، اور ان سے بے صبری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور جب یہ موانع نہ ہوں تو ان کو زیارت سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ مرد اور عورت دونوں کو موت کی یاد کی ضرورت ہے۔ [1]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

مدخل میں عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق تین قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱) ممنوع ہے، (۲) جن عورتوں کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ شرعی حدود کے مطابق جائیں گی ان کے لیے جائز ہے، آج اس کے برعکس معاملہ ہے۔ (۳) بوڑھی عورتوں کے لیے جائز ہے اور جوان عورتوں کے لیے منع ہے علامہ ثعلبی نے بھی اس تیسرے قول پر اعتماد کیا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے: بوڑھی عورتوں کے لیے زیارت قبور مباح ہے اور وہ جوان عورتیں جن سے فتنہ کا خدشہ ہو ان کے لیے زیارت قبور کرنا منع ہے۔ [2]

علامہ صاوی مالکی نے بھی مدخل کے حوالے سے ان تین اقوال کو بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

عالم کو چاہیے کہ عورتوں کو زیارت قبر کے لیے جانے سے منع کرے خواہ وہ اپنے عزیز کی قبر پر جائے۔ (اس کے بعد انھوں نے مذکور الصدر تین قول ذکر کیے پھر لکھتے ہیں:) یہ اختلاف اس زمانہ کے فساد کی وجہ سے تھا لیکن اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کے متعلق معاذ اللہ کوئی عالم اس کا قول نہیں کر سکتا، یا جس شخص میں بھی حمیت دینی ہو وہ زیارت قبور کے لیے عورتوں کے جانے کو جائز نہیں کہہ سکتا۔ [4]

خلاصۂ بحث

احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا کبھی کبھی زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے بہ شرطیکہ عورتیں پردے میں جائیں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کریں، مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو ناجائز کہا، بعض نے مکروہ تحریمی، بعض نے مکروہ تنزیہی اور بعض نے کہا یہ بلا کراہت جائز ہے، اور اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ جوان عورتیں نہ جائیں اور بوڑھی اور غیر مشتہات عورتیں جا سکتی ہیں بہ شرطیکہ مرنے والے کی خوبیاں بیان نہ کریں اور واویلا نہ کریں۔

"کون کہاں مرے گا؟ اور کل کیا ہو گا؟" اس کے علم کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۰۹۴ میں ہے: حضرت عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[2] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر للدردیر ج ۱ ص ۵۷۲، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۹۲ھ
[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی مالکی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں کفار بدر کے گرنے کی جگہیں بتادیں، آپ فرمار ہے تھے کہ ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا، حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو حد بتائی تھی وہ اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم عطا فرمایا کہ کل کیا ہو گا اور یہ بھی علم عطا فرمایا ہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ؕ وما تدری نفس بای ارض تموت۔ (لقمان: ۳۴)
کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر از خود کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا اور کون کہاں مرے گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی بکثرت جزئیات کا علم تھا، صحیح بخاری میں ہے آپ نے فرمایا: "کل میں جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح عطا فرمائے گا۔"

سماع موتیٰ کی تحقیق

نیز اس حدیث میں ہے کہ کفار بدر کی لاشوں کو کنوئیں میں اوپر تلے ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پایا؟ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ وہ میری بات کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

علامہ اُبّی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ قبر میں مردہ سنتا ہے، اور محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت سے ان لوگوں میں ان کی روحوں کو لوٹا دیا تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کا انکار کیا، اور اس میں یہ تاویل کی وہ سن نہیں رہے بلکہ اب وہ جان رہے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا، اور سماع موتیٰ کو ماننے سے علوم بدیہیہ زائل ہو جاتے ہیں، قاضی عیاض نے کہا کفار بدر کا سننا سماع موتیٰ کے طریقہ پر محمول ہے جس طرح عذاب قبر اور میت سے سوال کے متعلق حدیثوں میں ہے اور یہ سماع اس وقت متحقق ہو گا جب میت کے جسم یا اس کے کسی جز میں روح لوٹا دی جائے (علامہ ابی کہتے ہیں) یہ جو کہا کہ بغیر روح لوٹانے کے مردہ سنتا ہے علوم بدیہیہ کے اعتقاد کو زائل کر دیتا ہے، جیسا کہ علامہ مازری نے بیان کیا ہے اور اس تقریر سے اختلاف دور ہو جاتا ہے، کیونکہ جو سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان کا مطلب ہے بغیر اعادہ روح کے مردہ نہیں سنتا، اور جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کا مطلب ہے کہ جب مردے کے جسم یا اس کے کسی جز میں روح لوٹا دی جائے تو وہ سنتا ہے۔[1]

علامہ سنوسی اس بحث میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ مازری اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ کہا ہے کہ بغیر اعادہ روح کے میت کا سننا بداہت کے خلاف ہے اس قول میں اگر روح سے مراد حیات ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ سماع ادراک ہے اور حیات، ادراک کے لیے شرط ہے، اور بغیر حیات کے ادراک محال ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس محال کا وقوع مان لیا جائے تو علوم بدیہیہ سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اگر اس قول میں روح سے مراد متعارف روح ہے جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے موت واقع ہو جاتی ہے تو پھر یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ جسم میں روح کی مفارقت سے جسم کی حیات امر عادی ہے اور جسم میں اس روح کے نہ لوٹانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم نہ سن سکے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ روح کے لوٹائے بغیر جسم میں حیات جاری کر دی جائے اور جسم سن سکے۔ [۱]

میں کہتا ہوں کہ علامہ سنوسی نے جو یہ لکھا ہے کہ روح کے بغیر جسم میں حیات آ سکتی ہے، یہ محض عقلی احتمال نہیں ہے، بلکہ اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں: صحیح بخاری میں ہے کہ کھجور کا تنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں چیخیں مار مار کر رو دیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ بعثت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا تھا، جامع ترمذی اور سنن دارمی میں ہے کہ حضرت علی مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تو جو پہاڑ اور درخت آپ کے سامنے آیا وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا ترمذی میں ہے کہ مکہ سے شام کے سفر میں ہر درخت اور پتھر نے آپ کو سجدہ کیا ـــــ نیز جامع ترمذی میں ہے کہ اعرابی کے مطالبہ پر آپ نے ایک کھجور کے درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کے پاس آ گیا اور جب آپ نے اس کو بھیجا تو وہ واپس اپنی جگہ چلا گیا، ان کے علاوہ احادیث صحیحہ میں اور بہ کثرت واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر روح کے بھی حیات ہوتی ہے، اور حیات کے آثار بغیر روح کے بھی ظاہر ہوتے ہیں تو اگر روح کے لوٹائے بغیر مردہ فرشتوں اور انسانوں کا کلام سنے اور عذاب اور ثواب کو محسوس کرے تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے بغیر روح کے مردہ کا سننا بہت معمولی بات ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے سماع موتی کا انکار کیا اور کہا بدر کے کفار کا سننا ان کفار کے ساتھ خاص تھا، قاضی عیاض نے ان کا رد کیا اور کہا کفار بدر کا سننا سماع موتی پر محمول ہے، یعنی جس طرح مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور وہ فرشتے کا کلام سنتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان کو زندہ کیا جاتا ہے یا ان کے ایک جز کو زندہ کیا جاتا ہے، قاضی عیاض نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہی ظاہر اور مختار ہے جیسا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں قبر والوں کو سلام کہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ [۲]

---

[۱] علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، ۱۳۷۵ھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتٰی سے انکار اور اس کا جواب

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہشام کے والد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا اللہ ابن عمر پر رحم کرے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ میت کو اس کے گناہوں کی وجہ سے قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اب اس پر رو رہے ہیں اور یہ ابن عمر کے اس قول کی مثل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے جس میں مقتولین بدر کی لاشیں تھیں، تو آپ نے ان سے کچھ فرما کر کہا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو یہ سن رہے ہیں، حالانکہ آپ نے یہ فرمایا تھا یہ اب اس کو جان رہے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا۔ پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

انك لا تسمع الموتى۔ (نمل: ۸۰) بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) جو قبروں میں ہیں، آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع موتٰی کی قائل نہیں تھیں۔ علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے موقف کی تائید میں تلاوت کیں، ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہیں کرتے، بدر کے کنوئیں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا دیا، یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے، اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے، اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے۔ یا تو ان کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یا اس وقت سے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اکثر اہل سنت کا قول ہے یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔[1]

اس بحث میں امام احمد رضا کی تحقیق یہ ہے:

عرض: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار سماع موتٰی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں، وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں، وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں، مردے کون ہیں، جسم روح مردہ نہیں، اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ام المومنین کے حضور

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ہیں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما انتم باسمع منہم "تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ ام المومنین نے فرمایا اللہ رحم فرمائے امیر المومنین پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا، بلکہ فرمایا: انہم لیعلمون بے شک وہ جانتے ہیں۔ امیر المومنین کو سہو ہوا، انہوں نے فرمایا ما انتم باسمع منہم۔ تو خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا مردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں، سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں، اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں۔ سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سے سننا اور یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں، روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے، اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ پھر ام المومنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے انک لا تسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور۔ موتیٰ کون ہیں؟ اجسام۔ قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام، تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا، اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا) خود ام المومنین رضی اللہ عنہا کا طرز عمل سماع موتیٰ کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں دفن ہوئے، میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی۔ اور کہتی انما ھو زوجی: میرے شوہر ہی تو ہیں۔ پھر میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے، جب بھی یوں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی انما ھما زوجی وابی میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے، تو بڑی نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی، اس طرح کہ کوئی عضو دکھائی نہ دے۔ حیاء من عمر، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرم سے۔ تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر حیاء من عمر کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا) تینوں باتوں میں ام المومنین کا خلاف مشہور ہے، اور ان تینوں میں غلط فہمی، ایک تو یہی سماع موتیٰ کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں، اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے، دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں: ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ ہی میں ہوئی، اس وقت ام المومنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں، اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے، تیسرے علم ما فی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

بَابُ ۱۳: الْاَمْرِ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تَعَالٰی عِنْدَ الْمَوْتِ

موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم

۷۱۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا يَحْيَى

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۰ - ۴۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِثَلَاثٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

۷۱۰۲۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں۔

۷۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمٌ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص اس حال پر مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

۷۱۰۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بندے کو اسی (نیت یا عقیدہ) پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کو موت آئی تھی۔

۷۱۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

ایک اور سند کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ لفظ نہیں ہے کہ "میں نے سنا"۔

۷۱۰۶۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ عذاب اس تمام قوم پر آتا ہے، پھر لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں[1]
ان احادیث میں بندہ کو مایوسی سے ڈرایا گیا ہے، اور موت کے وقت اس کو اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور اجر و ثواب کی امید رکھنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے یہ حدیث قدسی گذر چکی ہے کہ "میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوں" اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور اس کو معاف فرمائے گا، بندے کو صحت کے زمانہ میں خوف اور امید دونوں رکھنی چاہئیں اور یہ دونوں برابر ہوں، ایک قول یہ ہے کہ خوف غالب رہے اور جب موت کی علامات ظاہر ہوں تو امید غالب ہو، یا محض امید ہو، کیونکہ خوف کا منشاء یہ ہے کہ بندہ گناہوں اور برے کاموں سے بچے، اور بہ کثرت عبادت کرنے پر حریص ہو اور موت کے وقت عبادت کرنے کا موقع نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھے۔[1]



[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الفتن و اشراط الساعة

فتنوں اور علامات قیامت کا بیان

فتن کا معنی

فتن، فتنہ کی جمع ہے، فتنہ کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

فتنہ کا معنی ہے کسی چیز پر اترانا، قرآن مجید ہے:

ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا (ممتحنہ: ۵) اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا۔

یعنی کافروں کو ہم پر غالب نہ کر دے کہ وہ ہم کو دیکھ کر اترائیں اور یہ گمان کریں کہ وہ ہم سے بہتر ہیں، یہاں فتنہ سے مراد کفار کا اپنے کفر پر اترانا ہے، حدیث میں ہے "میں نے مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مرد عورتوں پر اتراتے رہیں گے اور آخرت سے غافل ہو جائیں گے۔

فتنہ کا معنی گناہ اور معصیت ہے، قرآن مجید میں ہے:

الا فی الفتنة سقطوا۔ (توبہ: ۴۹) سن لو! وہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں

یعنی وہ گناہ میں واقع ہو چکے ہیں۔

فتنہ کا معنی کفر ہے، قرآن مجید میں ہے:

والفتنة اشد من القتل۔ (البقرہ: ۱۹۱) اور کفر قتل سے زیادہ سخت ہے۔

فتنہ کا معنی رسوائی ہے، قرآن مجید میں ہے:

ومن يرد الله فتنته۔ (مائدہ: ۴۱) اور جس کو اللہ رسوا کرنے کا ارادہ کرے۔

فتنہ کا معنی عذاب ہے، قرآن مجید میں ہے:

ذوقوا فتنتكم۔ (ذاریات: ۱۴) اب اپنے عذاب کو چکھو۔

فتنہ کا معنی گمراہ کرنا اور جنون ہے، ازہری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتنہ کا معنی ابتلاء اور امتحان ہے قرآن مجید میں ہے:

احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون۔ (عنکبوت: ۲) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اس کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

یعنی ان کا امتحان لیا جائے گا جس سے ان کے ایمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی، حدیث میں ہے "تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے اور قبر میں تم سے امتحان لیا جائے گا اور میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔

یہ آزمائش مال اور اولاد میں بھی ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ (الانفال: ۲۸) اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔

جب فتنہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی حکمت ہوتا ہے اور جب مخلوق کی طرف ہو تو اس کے خلاف ہے۔ یہ لفظ عموماً امتحان، معصیت، قتل اور عذاب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ [1]

اشراط ساعت کا معنی

شرط کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز پر موقوف ہونا، اس کی جمع شروط ہے اور شرط کا معنی ہے کسی چیز کی علامت اور نشانی اس کی جمع اشراط ہے، اور اشراط ساعت کا معنی ہے قیامت کی علامتیں اور نشانیاں، دن اور رات کے اجزاء میں سے کسی ایک جز کو ساعت کہتے ہیں اور وقت حاضر کو بھی ساعت کہتے ہیں، چونکہ قیامت کا آنا مبہم ہے اس لیے ساعت حاضر میں بھی قیامت کا آنا محتمل ہے اس لیے قیامت کو ساعت کہتے ہیں۔

احادیث میں قیامت کی علامتوں کے بیان میں ان چیزوں کا ذکر ہے: باندیوں کے اپنے مالکوں کی ولادت کا ہونا، اونچے اونچے مکان بنانا، جہل، زنا اور شراب نوشی کی کثرت، مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی، امانتوں کا ضائع کرنا، جنگوں اور فتنوں کا زیادہ ہونا، ان چیزوں کی کثرت قیامت کی علامت ہے، امام مہدی کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال، یاجوج، ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

وقوع قیامت پر عقلی دلیل

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی اگر اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزا دی جائے۔

اور جزاء اور سزا کے نظام کو برپا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے، کیونکہ جزاء اور سزا اس وقت جاری ہو سکتی ہے جب بندوں کے اعمال ختم ہو جائیں، اور جب تک تمام انسان اور یہ کائنات ختم نہیں ہو جاتی لوگوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ مثلاً قابیل نے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اب اس کے بعد جتنے قتل ہوں گے ان کے قتل کے جرم سے قابیل کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا، اس لیے جب تک قتل کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا قابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح ہابیل نے ظالم سے بدلہ نہ لینے کی رسم ایجاد کی اب اس کے بعد جو شخص بھی یہ نیکی کرے گا اس کی نیکی میں سے ہابیل کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی رہے گی اس لیے جب تک اس نیکی کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا ہابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح ایک شخص مسجد یا کنواں بنا کر مر جاتا ہے تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی جب تک اس کنوئیں سے پانی پیا جاتا رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی، اور کوئی شخص بت خانہ یا شراب خانہ بنا کر مر گیا تو جب تک وہاں بت پرستی یا شراب نوشی ہوتی رہے گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

گھی باقی رہیں گی۔

اس لیے جب تک یہ دنیا اور اس دنیا میں انسان موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے نامہ اعمال کو مکمل کرنے کے لیے دنیا اور دنیا والوں کو مکمل ختم کرنا ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہے کہ جزا اور سزا کا نظام قائم کیا جائے اور جزا اور سزا کو نافذ کرنے سے پہلے قیامت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

بَاب

۷۱۰۷ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ مِنْ نَوْمِهِ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَعَقَدَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ عَشَرَةً قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ یہ فرما رہے تھے: لا الٰہ الا اللہ عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو اب قریب آ پہنچا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عدد بنا کر دکھایا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہوگی۔

۷۱۰۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادُوا فِي الْإِسْنَادِ عَنْ سُفْيَانَ فَقَالُوا عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۱۰۹ ۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَزِعًا مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے نکلے اس وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا آپ فرما رہے تھے: لا الٰہ الا اللہ، عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو اب قریب آ پہنچا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی

لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

ہے، آپ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؛ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں جب خبیثوں کی کثرت ہو جائے گی۔

۷۱۱۰ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۷۱۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَعَقَدَ وُهَيْبٌ بِيَدِهِ تِسْعِينَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، وہیب نے اپنی انگلی سے نوے کا عقد بنا کر دکھلایا۔

۷۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْقِبْطِيَّةِ قَالَ دَخَلَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَفْوَانَ وَأَنَا مَعَهُمَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَسَأَلَاهَا عَنِ الْجَيْشِ الَّذِي يُخْسَفُ بِهِ وَكَانَ ذَلِكَ فِي أَيَّامِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ فَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا قَالَ يُخْسَفُ بِهِ مَعَهُمْ وَلَكِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ

عبید اللہ بن قبطیہ بیان کرتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان اور میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں نے آپ سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا زمانہ تھا، ام المؤمنین نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایک پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا، اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا، جب وہ لشکر ہموار زمین میں پہنچے گا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو اس لشکر میں زبردستی بھیجا گیا ہو؟ آپ نے فرمایا اس کو بھی دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کو اس کی نیت پر اٹھایا جائے گا۔

ابوجعفر نے کہا وہ مدینہ کا میدان ہے۔

الْقِيَامَةِ عَلَى نِيَّتِهِ وَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ هِيَ بَيْدَاءُ الْمَدِينَةِ.

۷۱۱۳ - حَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِ قَالَ فَلَقِيتُ أَبَا جَعْفَرٍ فَقُلْتُ إِنَّهَا إِنَّمَا قَالَتْ بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ كَلَّا وَاللَّهِ إِنَّهَا لَبَيْدَاءُ الْمَدِينَةِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے: میں ابوجعفر سے ملا میں نے کہا ام المومنین نے تو زمین کا ایک میدان کہا تھا ابوجعفر نے کہا بہ خدا وہ مدینہ منورہ کا میدان ہے۔

۷۱۱۴ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ صَفْوَانَ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَؤُمَّنَّ هَذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُونَهُ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِي أَوَّلُهُمْ آخِرَهُمْ ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقَى إِلَّا الشَّرِيدُ الَّذِي يُخْبِرُ عَنْهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ أَشْهَدُ عَلَيْكَ أَنَّكَ لَمْ تَكْذِبْ عَلَى حَفْصَةَ وَأَشْهَدُ عَلَى حَفْصَةَ أَنَّهَا لَمْ تَكْذِبْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اس بیت سے لڑنے کے ارادہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا، حتی کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور پہلے حصہ والے آخری حصہ والے کو پکاریں گے، پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا، پھر صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو بھاگ کر ان کی اطلاع دے گا، ایک شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضرت ام المومنین حفصہ پر جھوٹ نہیں باندھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ام المومنین حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا۔

۷۱۱۵ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَامِرِيِّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَعُوذُ بِهَذَا الْبَيْتِ يَعْنِي الْكَعْبَةَ قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ يُبْعَثُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ قَالَ يُوسُفُ وَأَهْلُ الشَّامِ يَوْمَئِذٍ يَسِيرُونَ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم اس بیت یعنی کعبہ میں پناہ لے گی، ان کے ساتھ لشکر ہوگا، نہ ان کی قوت ہوگی نہ ساز و سامان ہوگا، ان سے لڑنے کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا حتی کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یوسف کہتے ہیں کہ ان دنوں اہل شام کا لشکر مکہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا، عبداللہ بن صفوان نے کہا بہ خدا یہ وہ لشکر نہیں ہے۔ زید نے کہا مجھے حضرت ام المومنین سے یہ حدیث یوسف کی روایت کی طرح پہنچی ہے اور اس میں

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ أَمَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِهٰذَا الْجَيْشِ قَالَ زَيْدٌ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ الْعَامِرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الْجَيْشَ الَّذِي ذَكَرَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ.

عبداللہ بن صفوان کے بیان کیے ہوئے لشکر کا ذکر نہیں ہے۔

۷۱۱۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ عَبِثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَنَعْتَ شَيْئًا فِي مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ فَقَالَ الْعَجَبُ إِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِي يَؤُمُّونَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ لَجَأَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الطَّرِيقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ فِيهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُورُ وَابْنُ السَّبِيلِ يَهْلِكُونَ مَهْلَكًا وَاحِدًا وَيَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتّٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نیند میں اپنے اعضا ہلائے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے نیند میں وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے، آپ نے فرمایا: تعجب ہے! میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کو (پکڑنے کے لیے) بیت اللہ کا قصد کریں گے، جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہوگی، حتیٰ کہ جب وہ میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! راستہ میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! ان میں بااختیار، مجبور اور مسافر بھی ہوں گے وہ سب ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے اعتبار سے ان کو الگ الگ اٹھائے گا۔

۷۱۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ عَلٰى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى إِنِّي لَأَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ.

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے بعض قلعوں پر چڑھے، پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

۷۱۱۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۱۹۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِيْ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ فِيْهَا مَلْجَأً فَلْيَعُذْ بِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے برپا ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو ان فتنوں کو جھانکے گا وہ فتنے اس کو دیکھ لیں گے (یعنی اس کو ہلاک کر دیں گے) اور جس شخص کو ان سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کر لے۔

۷۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِيْ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُطِيْعِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰذَا إِلَّا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ يَزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں یہ اضافہ ہے نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس کی وہ نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل اور مال سب لٹ گئے۔

۷۱۲۱۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ النَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فتنے ہوں گے، ان میں سونے والا بیدار سے بہتر ہوگا، اور بیدار کھڑے ہونے شخص سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، پس جس شخص کو ان فتنوں سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کر لے۔

۷۱۲۲۔ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الشَّحَّامُ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَفَرْقَدٌ السَّبَخِيُّ إِلٰى مُسْلِمِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ وَهُوَ فِيْ أَرْضِهِ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا هَلْ سَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ فِي الْفِتَنِ حَدِيْثًا

عثمان بن شحام بیان کرتے ہیں کہ میں اور فرقد سبخی مسلم بن ابی بکرہ سے ملنے ان کی زمین میں گئے، ہم نے پوچھا کیا آپ نے اپنے والد سے فتنوں کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں، میں نے حضرت ابوبکرہ سے سنا وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتَنٌ أَلَا ثُمَّ تَكُونُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي فِيهَا وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي إِلَيْهَا أَلَا فَإِذَا نَزَلَتْ أَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهُ إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أُكْرِهْتُ حَتَّى يُنْطَلَقَ بِي إِلَى أَحَدِ الصَّفَّيْنِ أَوْ إِحْدَى الْفِئَتَيْنِ فَضَرَبَنِي رَجُلٌ بِسَيْفِهِ أَوْ يَجِيءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِي قَالَ يَبُوءُ بِإِثْمِهِ وَإِثْمِكَ وَيَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔

علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے۔ سنو پھر فتنے ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور ان میں چلنے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، سنو جب یہ فتنے واقع ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے ساتھ لاحق ہو جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے ساتھ لاحق ہو جائے، اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ جس شخص کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو؟ آپ نے فرمایا وہ اپنی تلوار لے کر اس کی دھار کو پتھر سے کند کر دے، پھر اگر وہ نجات حاصل کر سکتا ہو تو نجات حاصل کرے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتلائیے اگر مجھے جبراً کسی ایک صف یا کسی ایک جماعت میں داخل کر دیا جائے، پھر مجھے ایک شخص تلوار سے مار دے، یا مجھے کوئی تیر آ کر لگے جس سے میں قتل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص اپنے اور تیرے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور وہ جہنمی ہوگا۔

۷۱۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادٍ إِلَى آخِرِهِ وَانْتَهَى حَدِيثُ وَكِيعٍ عِنْدَ قَوْلِهِ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں، دوسری سند سے یہاں تک روایت ہے اگر وہ نجات کی استطاعت رکھے اور اس کے مابعد کا ذکر نہیں ہے۔

۷۱۲۴ - حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَيُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ

احنف بن قیس کہتے ہیں میں روانہ ہوا اور میں اس شخص (حضرت علی کی مدد) کا ارادہ رکھتا تھا، میری حضرت ابوبکرہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا اے احنف تم کہاں جا

قَالَ خَرَجْتُ وَأَنَا أُرِيدُ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَحْنَفُ قَالَ قُلْتُ أُرِيدُ نَصْرَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي عَلِيًّا قَالَ فَقَالَ لِي يَا أَحْنَفُ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قَالَ فَقُلْتُ أَوْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ قَدْ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ ۔

رہے ہو؟ انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد کی مدد کا ارادہ رکھتا ہوں، (یعنی حضرت علی کی) حضرت ابوبکرہ نے مجھ سے کہا اے احنف! واپس جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، (میں) نے کہا یا رسول اللہ! کیا اسی طرح حکم ہے؟ یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے بھی اپنے حریف کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

۷۱۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَيُونُسَ وَالْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

۷۱۲۶ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ كِتَابِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ عَنْ حَمَّادٍ إِلَى آخِرِهِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ أَحَدُهُمَا عَلَى أَخِيهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِي جُرُفِ جَهَنَّمَ فَإِذَا قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک اپنے بھائی پر تلوار اٹھاتے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں داخل ہو جاتے ہیں۔

جميعًا.

۷۱۲۸ - وحدثنا محمد بن رافع حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن همام بن منبه قال هذا ما حدثنا أبو هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر أحاديث منها وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان وتكون بينهما مقتلة عظيمة ودعواهما واحدة.

۷۱۲۹ - حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا يعقوب (يعني ابن عبد الرحمن) عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تقوم الساعة حتى يكثر الهرج قالوا وما الهرج يا رسول الله قال القتل القتل.

۷۱۳۰ - حدثنا أبو الربيع العتكي وقتيبة بن سعيد كلاهما عن حماد بن زيد (واللفظ لقتيبة) حدثنا حماد عن أيوب عن أبي قلابة عن أبي أسماء عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله زوى لي الأرض فرأيت مشارقها ومغاربها وإن أمتي سيبلغ ملكها ما زوي لي منها وأعطيت الكنزين الأحمر والأبيض وإني سألت ربي لأمتي أن لا يهلكها بسنة بعامة وأن لا يسلط عليهم عدوا من سوى أنفسهم فيستبيح بيضتهم وإن ربي قال يا محمد إني إذا قضيت قضاء فإنه لا يرد وإني أعطيتك لأمتك أن لا أهلكهم بسنة بعامة وأن لا أسلط عليهم عدوا من سوى أنفسهم يستبيح بيضتهم ولو اجتمع عليهم من بأقطارها أو قال من بين أقطارها حتى يكون بعضهم يهلك بعضا ويسبي بعضهم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان جنگ نہ ہو جائے، ان کے درمیان عظیم جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بہت زیادہ ہرج نہ ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قتل، قتل۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا، اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور جو زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تھی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے گئے، اور میں نے اپنی امت کے لیے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ اس کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کرے، اور ان کے علاوہ ان پر کوئی اور دشمن نہ مسلط کیا جائے جو ان سب کی جانوں کو مباح کرے، اور بے شک میرے رب نے فرمایا: اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر دوں تو وہ رد نہیں ہوتا، اور بے شک میں نے تمہاری امت کے لیے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا، اور ان کے علاوہ ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جانوں کو مباح کرے، خواہ

بَعْضًا.

ان کے خلاف تمام روئے زمین کے لوگ جمع ہوجائیں، ہاں اس امت کے بعض لوگ بعض دوسروں کو ہلاک کردیں گے اور بعض، بعض کو قید کریں گے۔

۷۱۳۱- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ حَتّٰى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأَعْطَانِي الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا، حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا فرمائے، اس کے بعد ایوب کی روایت کی مثل ہے۔

۷۱۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْعَالِيَةِ حَتّٰى إِذَا مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِي مُعَاوِيَةَ دَخَلَ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَدَعَا رَبَّهُ طَوِيلًا ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَقِ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيهَا.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام عالیہ سے تشریف لاتے حتیٰ کہ جب آپ بنو معاویہ کی مسجد سے گزرے تو آپ نے وہاں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اپنے رب سے بہت طویل دعا کی، پھر آپ ہماری طرف مڑے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا کردی، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو غرق کرکے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھے عطا کردی، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

۷۱۳۳- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اصحاب کی ایک

الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَقْبَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَمَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِي مُعَاوِيَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

جماعت کے ساتھ آئے، اور آپ کا بنو معاویہ کی مسجد سے گذر ہوا۔

٧١٣٤۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ كَانَ يَقُولُ قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ النَّاسِ بِكُلِّ فِتْنَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ السَّاعَةِ وَمَا بِي إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَرَّ إِلَيَّ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا لَمْ يُحَدِّثْهُ غَيْرِي وَلٰكِنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ مَجْلِسًا أَنَا فِيهِ عَنِ الْفِتَنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَعُدُّ الْفِتَنَ مِنْهُنَّ ثَلَاثٌ لَا يَكَدْنَ يَذَرْنَ شَيْئًا وَمِنْهُنَّ فِتَنٌ كَرِيَاحِ الصَّيْفِ مِنْهَا صِغَارٌ وَمِنْهَا كِبَارٌ قَالَ حُذَيْفَةُ فَذَهَبَ أُولٰئِكَ الرَّهْطُ كُلُّهُمْ غَيْرِي۔

ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ بخدا میں اب سے لے کر قیامت تک ہونے والے فتنہ کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں، اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی حال تھا کہ آپ نے مجھے راز کی وہ باتیں بتائی ہیں جو میرے علاوہ اور کسی کو نہیں بتائیں، ایک دن ایک مجلس میں آپ فتنوں کے متعلق بیان فرما رہے تھے، اس مجلس میں میں بھی حاضر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کو گنتے ہوئے فرمایا: تین فتنے ایسے ہیں جو کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے، ان میں سے بعض فتنے گرمیوں کی آندھیوں کی طرح ہیں، بعض فتنے چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں، حضرت حذیفہ نے کہا میرے علاوہ اس مجلس کے تمام شرکاء اب فوت ہو چکے ہیں۔

٧١٣٥۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهُ لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيتُهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان کر دیا، جس نے ان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا، اس واقعہ کو میرے یہ اصحاب جانتے ہیں بعض چیزوں کو میں بھول گیا تھا لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں، جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔

٧١٣٦۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَى

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

قَوْلِهٖ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ.

۷۱۳۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَمَا مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا قَدْ سَاَلْتُهٗ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَسْاَلْهُ مَا يُخْرِجُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے، اور ہر چیز کے متعلق میں نے آپ سے سوال کیا، البتہ میں نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا کہ اہل مدینہ کو کیا چیز مدینہ سے نکالے گی۔

۷۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۳۹ - وَحَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ عَاصِمٍ قَالَ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنَا عِلْبَاءُ بْنُ اَحْمَرَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زَيْدٍ (يَعْنِيْ عَمْرَو بْنَ اَخْطَبَ) قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا.

حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، اور منبر پر رونق افروز ہوئے، اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی، آپ نے منبر سے اتر کر ظہر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی، پھر آپ نے اتر کر عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ہو چکی تھیں اور ہونے والی تھیں (یعنی ما کان وما یکون کی خبریں دیں) سو جو ہم میں زیادہ حافظ تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

۷۱۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ اَنَا قَالَ اِنَّكَ لَجَرِيْءٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا تم میں سے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کس کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا مجھے یاد ہے، حضرت عمر نے کہا تم بہت جرات مند ہو وہ حدیث کس طرح ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مرد کے اہل،

وَسَلَّمَ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا أُرِيدُ إِنَّمَا أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ فَقُلْتُ مَا لَكَ وَلَهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ أَفَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذٰلِكَ أَحْرٰى أَنْ لَا يُغْلَقَ أَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ قَالَ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ.

مال، اس کی جان، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں فتنہ ہے جس کا کفارہ روزے، نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، حضرت عمر نے کہا میری یہ مراد نہیں ہے، میری مراد تو وہ فتنہ ہے، جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا، حضرت حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کیا خطرہ ہے! آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے، حضرت عمر نے پوچھا اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا، میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا، حضرت عمر نے کہا پھر اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا، راوی کہتے ہیں پھر ہم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ہاں جیسے وہ جانتے تھے کہ صبح کے بعد رات ہے، میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو پہیلی نہیں ہے، پھر ہم حضرت حذیفہ سے یہ پوچھتے ہوئے ڈرے کہ دروازہ سے کیا مراد ہے، ہم نے مسروق سے کہا تم پوچھو انھوں نے پوچھا تو حضرت حذیفہ نے کہا دروازے سے مراد خود حضرت عمر ہیں۔

٧١٤١ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسٰى كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَفِي حَدِيثِ عِيسٰى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں شقیق کی روایت یہ ہے میں نے حضرت حذیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

٧١٤٢ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَنْ يُحَدِّثُنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا ہمیں فتنہ کے متعلق حدیث کون بیان کرے گا؟ پھر حسب سابق ہے۔

٧١٤٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں واقعہ جرعہ کے دن آیا وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا

عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ جُنْدَبٌ جِئْتُ يَوْمَ الْجَرَعَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ فَقُلْتُ لَيُهْرَاقَنَّ الْيَوْمَ هٰهُنَا دِمَاءٌ فَقَالَ ذَاكَ الرَّجُلُ كَلَّا وَاللّٰهِ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَحَدِيثُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِيهِ قُلْتُ بِئْسَ الْجَلِيسُ لِي أَنْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ تَسْمَعُنِي أُخَالِفُكَ وَقَدْ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَنْهَانِي ثُمَّ قُلْتُ مَا هٰذَا الْغَضَبُ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ وَأَسْأَلُهُ فَإِذَا الرَّجُلُ حُذَيْفَةُ۔

آج تو یہاں بہت خونریزی ہوگی، اس شخص نے کہا بخدا ہرگز نہیں! میں نے کہا خدا کی قسم کیوں نہیں ہوگی! اس نے کہا بخدا ہرگز نہیں ہوگی! میں نے کہا خدا کی قسم کیوں نہیں ہوگی! اس نے کہا بخدا ہرگز نہیں! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو آپ نے مجھ سے فرمائی ہے، میں نے کہا آج تک میرے پاس بیٹھنے والوں میں تم سب سے برے آدمی ہو، میں تمہاری مخالفت کر رہا تھا، حالانکہ تم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہوئی تھی، تم نے مجھے منع کیوں نہیں کیا، پھر میں نے سوچا اس غصہ سے کیا فائدہ، میں نے ان کی طرف مڑ کر ان کے متعلق سوال کیا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔

۷۱۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے، جس پر لوگوں کا قتال ہوگا اور ہر سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص رہوں جس کو نجات مل جائے۔

۷۱۴۵۔ وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ فَقَالَ أَبِي إِنْ رَأَيْتَهُ فَلَا تَقْرَبَنَّهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ ہے کہ سہیل نے اپنے والد سے روایت کیا اگر تم اس پہاڑ کو دیکھو تو اس کے قریب بھی مت جانا۔

۷۱۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔

۷۱۴۷۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا.

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔

۷۱۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي مَعْنٍ) قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ كُنْتُ وَاقِفًا مَعَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ مُخْتَلِفَةً أَعْنَاقُهُمْ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا قُلْتُ أَجَلْ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَإِذَا سَمِعَ بِهِ النَّاسُ سَارُوا إِلَيْهِ فَيَقُولُ مَنْ عِنْدَهُ لَئِنْ تَرَكْنَا النَّاسَ يَأْخُذُونَ مِنْهُ لَيُذْهَبَنَّ بِهِ كُلِّهِ قَالَ فَيَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ قَالَ أَبُو كَامِلٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ وَقَفْتُ أَنَا وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فِي ظِلِّ أُجُمِ حَسَّانَ.

عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا انھوں نے کہا لوگوں کی گردنیں طلب دنیا میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتی رہیں گی، میں نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف روانہ ہوں گے۔ پہاڑ کے پاس والے لوگ کہیں گے اگر ہم نے لوگوں کو چھوڑ دیا تو یہ سب سونا لے جائیں گے۔ پھر اس پر لوگوں کی جنگ ہوگی اور ہر سو میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے۔ ابو کامل کی روایت میں یہ اضافہ ہے: انھوں نے کہا میں اور حضرت ابی بن کعب دونوں حسان کے قلعہ کے سائے میں کھڑے تھے۔

۷۱۳۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُبَيْدٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلَى خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيزَهَا وَمَنَعَتِ الشَّأْمُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ وَعُدْتُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عراق اپنے درہم اور قفیز کو روک لے گا اور شام اپنے مدی اور دینار کو روک لے گا اور مصر اپنے اردب اور دینار کو روک لے گا، اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے، اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے، اس حدیث پر ابو ہریرہ کا گوشت اور خون گواہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ بَدَا ثُمَّ شَهِدَ عَلَى ذٰلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ۔

۷۱۵۰۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَإِذَا تَصَافُّوا قَالَتِ الرُّومُ خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُونَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطُنْطِينِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ فَيَخْرُجُونَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّهُمْ فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهِ فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ رومی اعماق یا دابق نہ پہنچ جائیں پھر ان سے لڑنے کے لیے مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا، وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے نیک لوگ ہوں گے جب دونوں لشکر صف آراء ہو جائیں گے تو رومی (مسلمانوں سے) کہیں گے تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان دخل نہ دو جنہوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا ہے، مسلمان کہیں گے، نہیں بخدا ہم تم کو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے پھر وہ ان سے لڑیں گے، تو ان میں سے ایک تہائی (مسلمان) بھاگ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں کرے گا، اور ایک تہائی ان میں سے قتل کر دیے جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے، بقیہ تہائی فتح پا لیں گے وہ کبھی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوں گے، وہ قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے، جس وقت وہ مال غنیمت کو تقسیم کر رہے ہوں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکا دیں گے، تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا، تمہارے بال بچوں کے پاس مسیح دجال پہنچ گیا ہے، مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی، جب یہ ملک شام پہنچیں گے تب دجال نکلے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، اور جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر حضرت عیسیٰ ان کو چھوڑ دیتے تب بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور ان کے نیزے پر اس کا خون (لوگوں کو) دکھلائے گا۔

۷۱۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ الْقُرَشِيُّ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ عَمْرٌو أَبْصِرْ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَئِنْ قُلْتَ ذَلِكَ إِنَّ فِيهِمْ لَخِصَالًا أَرْبَعًا إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَسْرَعُهُمْ إِفَاقَةً بَعْدَ مُصِيبَةٍ وَأَوْشَكُهُمْ كَرَّةً بَعْدَ فَرَّةٍ وَخَيْرُهُمْ لِمِسْكِينٍ وَيَتِيمٍ وَضَعِيفٍ وَخَامِسَةٌ حَسَنَةٌ جَمِيلَةٌ وَأَمْنَعُهُمْ مِنْ ظُلْمِ الْمُلُوكِ۔

۷۱۵۲۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّ عَبْدَ الْكَرِيمِ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمُسْتَوْرِدَ الْقُرَشِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ قَالَ فَبَلَغَ ذَلِكَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ فَقَالَ مَا هَذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تُذْكَرُ عَنْكَ أَنَّكَ تَقُولُهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ قُلْتُ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عَمْرٌو لَئِنْ قُلْتَ ذَلِكَ إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَجْبَرُ النَّاسِ عِنْدَ مُصِيبَةٍ وَخَيْرُ النَّاسِ لِمَسَاكِينِهِمْ وَضُعَفَائِهِمْ۔

۷۱۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ)

حضرت مستورد قرشی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو رومیوں (عیسائیوں) کی تعداد سب سے زیادہ ہو گی حضرت عمرو نے کہا غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو انہوں نے کہا میں وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو ان میں چار خصلتیں ہیں (۱) وہ آزمائش کے وقت سب لوگوں سے زیادہ حلیم ہیں (۲) مصیبت کے وقت سب لوگوں سے جلدی اس کا تدارک کرتے ہیں اور شکست کھانے کے بعد سب لوگوں سے جلدی دوبارہ حملہ کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں اور کمزوروں کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں اور پانچویں خصلت سب سے اچھی یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ بادشاہوں کو ظلم سے روکنے والے ہیں۔

حضرت مستورد قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو رومی (عیسائی) سب سے زیادہ ہوں گے۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان سے کہا یہ کیسی احادیث ہیں جو تم سے روایت کی جا رہی ہیں کہ تم ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہو؟ حضرت مستورد نے کہا میں وہی کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر تم یہ بیان کرتے ہو تو سنو وہ آزمائش کے وقت سب سے زیادہ حلیم ہیں، سب سے زیادہ مصیبت کا تدارک کرنے والے ہیں، اور مسکینوں اور کمزوروں کے حق میں سب لوگوں سے بہتر ہیں۔

یسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ آندھی آئی، ایک شخص جس کا تکیہ کلام یہ تھا کہ سنو! اے عبداللہ بن

حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن حمید بن هلال عن ابی قتادة العدوي عن يسير بن جابر قال هاجت ريح حمراء بالكوفة فجاء رجل ليس له هجيرى الا يا عبد الله بن مسعود جاءت الساعة قال فقعد وكان متكئا فقال ان الساعة لا تقوم حتى لا يقسم ميراث ولا يفرح بغنيمة ثم قال بيده هكذا ونحاها نحو الشام فقال عدو يجمعون لاهل الاسلام ويجمع لهم اهل الاسلام قلت الروم تعني قال نعم وتكون عند ذاكم القتال ردة شديدة فيشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة فاذا كان يوم الرابع نهد اليهم بقية اهل الاسلام فيجعل الله الدبرة عليهم فيقتتلون مقتلة اما قال لا يرى مثلها واما قال لم ير مثلها حتى ان الطائر ليمر بجنباتهم فما يخلفهم حتى يخر ميتا فيتعاد بنو الاب كانوا مائة فلا يجدونه بقي منهم الا الرجل الواحد فباي غنيمة يفرح او اي ميراث يقاسم فبينما هم كذلك اذ سمعوا بباس هو اكبر من ذلك فجاءهم الصريخ ان الدجال قد خلفهم في ذراريهم فيرفضون ما في ايديهم ويقبلون فيبعثون عشرة فوارس طليعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لاعرف اسماءهم واسماء آبائهم والوان خيولهم هم خير

مسعود! قیامت آگئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک میراث کی تقسیم اور مال غنیمت کی خوشی کو ترک نہ کر دیا جائے، پھر ملک شام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا (وہاں) اہل اسلام کے دشمن جمع ہوں گے اور ان کے مقابلہ کے لیے مسلمان جمع ہوں گے، میں نے کہا آپ کی مراد رومی ہیں؟ فرمایا: ہاں! اس جنگ کی شدت کی وجہ سے بہت سے لوگ بھاگ کر پلٹ آئیں گے، پھر مسلمان ایک ایسا لشکر بھیجیں گے کہ وہ خواہ مر جائیں مگر کامیابی کے بغیر واپس نہ لوٹیں، پھر مسلمان خوب جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا پردہ حائل ہو جائے گا، پھر یہ فریق بھی لوٹ آئے گا اور وہ فریق بھی لوٹ آئے گا، اور ان میں سے کسی کو غلبہ نہیں ہوگا، پھر وہ (پہلا) دستہ ہلاک ہو جائے گا، پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے پھر وہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا حجاب آجائے گا، پھر یہ دستہ اور دوسرا دستہ دونوں لوٹ آئیں گے، اور ان میں سے کوئی کامیاب نہیں ہوگا اور وہ دستہ ہلاک ہو جائے گا، پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے، پھر وہ شام تک جنگ کرتے رہیں گے، پھر یہ اور وہ لوٹ آئیں گے اور کوئی فریق غالب نہیں ہوگا اور وہ دستہ ہلاک ہو چکا ہوگا، اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ کافروں پر شکست مسلط کر دے گا، وہ ایسی جنگ ہوگی کہ اس سے پہلے ایسی جنگ کی مثال دیکھی نہیں ہوگی، حتیٰ کہ پرندے بھی ان کے پہلوؤں سے گزریں گے وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے اور مر کر گر پڑیں گے ایک باپ کی اولاد سو تک ہوگی، ان میں سے ایک کے سوا اور کوئی باقی نہیں بچے گا، اس صورت میں مال غنیمت سے

فَوَارِسَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ أَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ۔

کیا خوشی ہوگی اور کیسے وراثت تقسیم ہوگی؟ مسلمان اسی حالت سے دوچار ہوں گے کہ اس سے بڑی افتاد آپڑے گی ایک چیخ سنائی دے گی کہ مسلمانوں کی اولاد میں دجال آچکا ہے، ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس گھوڑے سواروں کا ہراول دستہ بھیجیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے نام، ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں وہ روئے زمین کے بہترین سواروں میں سے ہوں گے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں کہا یہ حدیث اسیر بن جابر سے مروی ہے۔

٧١٥٤۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ فَهَبَّتْ رِيحٌ حَمْرَاءُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَحَدِيثُ ابْنِ عُلَيَّةَ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ۔

یسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو سرخ آندھی آئی پھر اس کی مثل روایت ہے اور ابن علیہ کی روایت مکمل اور مفصل ہے۔

٧١٥٥۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ) حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ (يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ فِي بَيْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَالْبَيْتُ مَلْآنُ قَالَ فَهَاجَتْ رِيحٌ حَمْرَاءُ بِالْكُوفَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا اور گھر بھرا ہوا تھا، انھوں نے کہا اس وقت کوفہ میں سرخ آندھی چلی۔ پھر ابن علیہ کی مثل روایت بیان کی۔

٧١٥٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ قَالَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَيْهِمْ ثِيَابُ الصُّوفِ فَوَافَقُوهُ عِنْدَ أَكَمَةٍ فَإِنَّهُمْ لَقِيَامٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ فَقَالَتْ لِي نَفْسِي ائْتِهِمْ فَقُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ لَا يَغْتَالُونَهُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّهُ نَجِيٌّ مَعَهُمْ

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مغرب کی طرف سے ایک قوم آئی جنھوں نے اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ان کی آپ سے ٹیلے کے پاس ملاقات ہوئی، وہ کھڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ تو بھی ان کے پاس چل، اور حضور کے اور ان کے درمیان جا کر کھڑا ہو کہیں وہ حضور پر دھوکے

فاتيتهم فقمت بينهم وبينه قال فحفظت منه اربع كلمات اعدهن في يدي قال تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله ثم فارس فيفتحها الله ثم تغزون الروم فيفتحها الله ثم تغزون الدجال فيفتحه الله قال فقال نافع يا جابر لا نرى الدجال يخرج حتى تفتح الروم۔

سے حملہ کر دیں، پھر میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ ان سے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں (بہر حال میں ان کے پاس گیا اور آپ کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو گیا ب مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چار باتیں یاد ہیں جن کو میں نے انگلیوں پر شمار کر لیا تھا، آپ نے فرمایا تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس میں تم کو فتح عطا فرمائے گا، پھر تم فارس میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا پھر تم روم میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم دجال سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو اس پر فتح عطا فرمائے گا، نافع نے کہا اے جابر ہم شام کی فتح سے پہلے دجال کو نہیں دیکھیں گے۔

۷۱۵۷۔ حدثنا ابو خيثمة زهير بن حرب واسحق بن ابراهيم وابن ابي عمر المكي واللفظ لزهير قال اسحق اخبرنا وقال الآخران حدثنا سفيان بن عيينة عن فرات القزاز عن ابي الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاري قال اطلع النبي صلى الله عليه وسلم علينا ونحن نتذاكر فقال ما تذاكرون قالوا نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى ابن مريم صلى الله عليه وسلم ويأجوج ومأجوج وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد الناس الى محشرهم۔

حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری کہتے ہیں کہ جس وقت ہم باتیں کر رہے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو، دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول، اور یاجوج ماجوج اور تین جگہ زمین کے دھنسنے کا ذکر کیا، مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

۷۱۵۸۔ حدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري حدثنا ابي حدثنا شعبة عن فرات القزاز عن ابي الطفيل عن ابي سريحة حذيفة بن اسيد قال كان النبي صلى الله عليه وسلم في غرفة ونحن اسفل منه فاطلع الينا فقال ما تذكرون قلنا الساعة قال ان الساعة لا تكون حتى تكون عشر آيات خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف

حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ہماری طرف جھانک کر فرمایا: تم کس کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا قیامت کا، آپ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں قیامت نہیں آئے گی مشرق میں زمین کا دھنسنا مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، دھواں، دجال، دابۃ الارض

فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَالدُّخَانُ وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرَةِ عَدَنٍ تُرَحِّلُ النَّاسَ قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ مِثْلَ ذَلِكَ لَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَحَدُهُمَا فِي الْعَاشِرَةِ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ وَرِيحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ.

۷۱۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ تَحْتَهَا نَتَحَدَّثُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ تَنْزِلُ مَعَهُمْ إِذَا نَزَلُوا وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ قَالَ أَحَدُ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَقَالَ الْآخَرُ رِيحٌ تُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ.

۷۱۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ فَأَشْرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مُعَاذٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ بِنَحْوِهِ قَالَ وَالْعَاشِرَةُ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَالَ شُعْبَةُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ.

۷۱۶۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ

یاجوج ماجوج، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا اور ایک آگ جو عدن کے کنارے سے نکلے گی، اور لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی، شعبہ نے کہا ایک اور سند کے ساتھ ابو سریحہ سے اس کی مثل روایت ہے اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا، ایک راوی نے دسویں نشانی میں حضرت عیسیٰ ابن مریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزول کا ذکر کیا ہے دوسرے راوی نے کہا ایک آندھی آئے گی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔

حضرت ابو سریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں تھے، اور ہم اس کے نیچے باتیں کر رہے تھے، پھر اس حدیث کی مثل روایت بیان کی شعبہ نے بیان کیا، میرا گمان ہے انہوں نے کہا جہاں یہ لوگ جائیں گے آگ وہیں جائے گی، اور جہاں یہ لوگ قیلولہ کریں گے آگ وہیں رہے گی، شعبہ کہتے ہیں مجھ ایک شخص نے یہ حدیث ابو سریحہ سے روایت کی ہے اور اس کو مرفوع نہیں کہا، ایک راوی نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول بیان کیا، اور دوسرے راوی نے بیان کیا ایک آندھی ان کو سمندر میں ڈال دے گی۔

حضرت ابو سریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جھانک کر دیکھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، شعبہ کی روایت میں دسویں علامت حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہے، نیز شعبہ نے کہا عبد العزیز نے اس کو مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ

وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى.

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ ظاہر نہ ہو جائے جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

۷۱۶۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ إِهَابَ أَوْ يَهَابَ قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لِسُهَيْلٍ فَكَمْ ذَلِكَ مِنَ الْمَدِينَةِ. قَالَ كَذَا وَكَذَا مِيلًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرب قیامت میں (گھر) اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے۔ زہیر کہتے ہیں میں نے سہیل سے پوچھا یہ جگہ مدینہ سے کتنے فاصلہ پر ہے؟ انھوں نے کہا اتنے اتنے میل ہے۔

۷۱۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِأَنْ لَا تُمْطَرُوا وَلَكِنِ السَّنَةُ أَنْ تُمْطَرُوا وَتُمْطَرُوا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قحط یہ نہیں ہے کہ بارش نہ ہو، لیکن قحط یہ ہے کہ بارش ہو اور خوب بارش ہو لیکن زمین کوئی چیز نہ اگائے۔

۷۱۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا درآں حالیکہ آپ کا منہ مشرق کی جانب تھا، آپ فرما رہے تھے: سنو فتنہ یہاں ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

۷۱۶۵۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہوکر مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ

حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عِنْدَ بَابِ حَفْصَةَ فَقَالَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ الْفِتْنَةُ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ فِیْ رِوَايَتِهٖ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَابِ عَآئِشَةَ۔

طلوع ہوگا، یہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا، اور عبید اللہ بن سعید نے اپنی روایت میں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔

۷۱۶۶۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا بے شک فتنہ یہاں ہے، بے شک فتنہ یہاں ہے، بے شک فتنہ یہاں ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

۷۱۶۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَآئِشَةَ فَقَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ مِنْ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ يَعْنِی الْمَشْرِقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر آکر کہا: کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے، یعنی مشرق سے۔

۷۱۶۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ يَعْنِی ابْنَ سُلَيْمَانَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَيَقُوْلُ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا ثَلَاثًا حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے فرماتے ہوئے سنا بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا، آپ نے یہ تین بار فرمایا۔

۷۱۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبَانَ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيْعِیُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبَانَ) قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ مَا اَسْاَلَكُمْ عَنِ الصَّغِيْرَةِ

سالم بن عبد اللہ بن عمر نے کہا: اے اہل عراق! ایک چھوٹے جرم (پتو کے قتل) کے متعلق تم سے کس نے سوال کرایا اور ایک بڑے جرم (صحابہ، اخیار تابعین بشمول حضرت حسین کے قتل) پر تم کو کس نے سوار یعنی برانگیختہ کیا؟ میں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ

وَأَرْكَبَكُمْ لِلْكَبِيرَةِ سَمِعْتُ أَبِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيءُ مِنْ هٰهُنَا وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ وَأَنْتُمْ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ وَإِنَّمَا قَتَلَ مُوسَى الَّذِي قَتَلَ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ خَطَأً فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ سَالِمٍ لَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ فتنہ یہاں سے نمودار ہوگا، آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہونگے اور تم ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو (یعنی تم خارجی لوگ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہو) حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون کے جس شخص کو قتل کیا تھا وہ قتل خطاءً تھا اس پر بھی اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا: تم نے ایک انسان کو قتل کیا پھر ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور تم کو آزمائشوں میں ڈالا۔ احمد بن عمر کی روایت میں سمعت کا لفظ نہیں ہے۔

۷۱۷۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَتْ صَنَمًا تَعْبُدُهَا دَوْسٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِتَبَالَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کا طواف نہ کریں قیامت نہیں آئے گی، ذوالخلصہ تبالہ میں ایک بت تھا جس کی زمانہ جاہلیت میں عورتیں عبادت کرتی تھیں۔

۷۱۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَأَبُو مَعْنٍ زَيْدُ بْنُ يَزِيدَ الرَّقَاشِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي مَعْنٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتَّى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزَّى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ حِينَ أَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ أَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ إِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دن اور رات (کا سلسلہ) اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ لات اور عزیٰ کی عبادت نہ ہو، میں نے کہا یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) "وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ ناگوار گزرے" تو میں یہ گمان کرتی تھی کہ یہ دین مکمل ہو گیا، (اور اب کفر نہ ہوگا) آپ نے فرمایا: جو کچھ اللہ کی مشیت میں ہے وہ عنقریب واقع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ فوت ہو جائے گا، اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ

فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ.

باقی رہ جائے گا، اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

۷۱۷۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ (وَهُوَ الْحَنَفِيُّ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۱۷۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص آدمی کی قبر کے پاس سے گذر کر یہ نہ کہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔

۷۱۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبَانَ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ إِلَّا الْبَلَاءُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس وقت تک دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص قبر سے گذر کر وہاں لوٹ پوٹ نہ ہو اور یہ نہ کہے کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور اس کے دین میں آزمائش کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

۷۱۷۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِي أَيِّ شَيْءٍ قَتَلَ وَلَا يَدْرِي الْمَقْتُولُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ قُتِلَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ قاتل کو یہ پتا نہیں ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو یہ پتا ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا۔

۷۱۷۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي إِسْمَاعِيلَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ پتا نہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول

حَتّٰی یَأْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَالْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ اَبَانَ قَالَ هُوَ یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ لَمْ یَذْکُرِ الْاَسْلَمِیَّ۔

کہ یہ پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا؟ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا بکثرت کشت وخون ہوگا، قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

٧١٧٧۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَکْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَةَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا۔

٧١٧٨۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَةَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا۔

٧١٧٩۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ) عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ یُخَرِّبُ بَیْتَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی اللہ عزوجل کے گھر کو گرا دے گا۔

٧١٨٠۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قحطان کا ایک شخص لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نہ ہنکائے۔

٧١٨١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْکَبِیْرِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ اَبُوْ بَکْرٍ الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْحَکَمِ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات کا سلسلہ اس وقت تک نہیں منقطع ہوگا جب تک جہجاہ نام کا ایک شخص بادشاہ نہ ہو جائے امام مسلم نے راوی کے متعلق کہا یہ چار بھائی

سلم قال لا تذهب الایام واللیالی حتی یملک رجل یقال له الجهجاه. قال مسلم هم اربعة اخوة شریك وعبید الله وعمیر وعبد الکبیر بنو عبد المجید.

ہیں شریک، عبید اللہ، عمیر اور عبد الکبیر یہ عبد المجید کے بیٹے ہیں۔

۷۱۸۲ - حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة وابن ابی عمر (واللفظ لابن ابی عمر) قالا حدثنا سفیان عن الزهری عن سعید عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوما کان وجوههم المجان المطرقة ولا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوما نعالهم الشعر.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسی قوم سے قتال نہ کرو جس کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو جو بالوں والی جوتیاں پہنتے ہیں۔

۷۱۸۳ - وحدثنی حرملة بن یحیی اخبرنا ابن وهب اخبرنی یونس عن ابن شهاب اخبرنی سعید بن المسیب ان ابا هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقوم الساعة حتی تقاتلکم امة ینتعلون الشعر وجوههم مثل المجان المطرقة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جو بالوں والی جوتیاں پہنے گی اور ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

۷۱۸۴ - وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا سفیان بن عیینة عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة یبلغ به النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوما نعالهم الشعر ولا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوما صغار الاعین ذلف الانف.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جو بالوں کی جوتیاں پہنے گی اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناک چپٹی ہوگی۔

۷۱۸۵ - حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا یعقوب (یعنی ابن عبد الرحمن) عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تقوم الساعة حتی یقاتل المسلمون الترك قوما وجوههم کالمجان المطرقة یلبسون

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان ترکوں سے جنگ نہ کریں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، یہ لوگ بالوں کا لباس اور بالوں کی جوتیاں

الشَّعَرَ وَيَمْشُونَ فِي الشَّعَرِ.

بہنیں گے۔

۷۱۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقَاتِلُونَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ حُمْرُ الْوُجُوهِ صِغَارُ الْأَعْيُنِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے متصل تمہاری ایسی قوم سے جنگ ہوگی جن کی جوتیاں بالوں کی ہوں گی، ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے چہرے سرخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔

۷۱۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ يُوشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ قَفِيزٌ وَلَا دِرْهَمٌ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُونَ ذَاكَ ثُمَّ قَالَ يُوشِكُ أَهْلُ الشَّامِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ دِينَارٌ وَلَا مُدْيٌ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّومِ ثُمَّ سَكَتَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا لَا يَعُدُّهُ عَدَدًا قَالَ قُلْتُ لِأَبِي نَضْرَةَ وَأَبِي الْعَلَاءِ أَتَرَيَانِ أَنَّهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَا لَا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا عنقریب اہل عراق کے پاس کوئی قفیز آئے گا نہ درہم، ہم نے پوچھا کہاں سے نہیں آئے گا؟ انھوں نے کہا عجم سے وہ اس کو روک لیں گے، پھر کہا عنقریب اہل شام کے پاس کوئی دینار آئے گا نہ مدی ہم نے پوچھا: کہاں سے؟ انھوں نے کہا روم سے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا، جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا، (راوی کہتے ہیں) ہم نے ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا کیا اس سے عمر بن عبد العزیز مراد ہیں؟ ان دونوں نے کہا نہیں!

۷۱۸۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ (يَعْنِي الْجُرَيْرِيَّ) بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۸۹ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ) ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُلَفَائِكُمْ خَلِيفَةٌ يَحْثُو الْمَالَ حَثْيًا لَا يَعُدُّهُ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوں گے جو لپ بھر بھر کر مال دیں گے اور اس کو شمار نہیں کریں گے، ابن حجر کی روایت میں یحثی ہے۔

عَدَدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ يَحْثِي الْمَالَ۔

٧١٩٠ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔

٧١٩١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو سعید نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

٧١٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِينَ جَعَلَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ وَيَقُولُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے بہتر شخص نے مجھے بتایا جب حضرت عمار خندق کھود رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے اے ابن سمیہ تم پر کیسی افتاد پڑے گی جب ایک باغی گروہ تم کو قتل کرے گا۔

٧١٩٣ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهُرَيْمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالُوا أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ النَّضْرِ أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو قَتَادَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ أُرَاهُ يَعْنِي أَبَا قَتَادَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ وَيَقُولُ وَيْسَ أَوْ يَقُولُ يَا وَيْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک سند کے ساتھ مروی ہے مجھ سے بہتر شخص ابو قتادہ ہیں، دوسری سند میں ہے میرا گمان ہے وہ ابو قتادہ ہیں اور اس روایت میں ویس یا ویس ابن سمیہ مذکور ہے۔

٧١٩٤ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ عُقْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدًا يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

۷۱۹۵ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ وَالْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِمَا عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۷۱۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کریگا۔

۷۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهْلِكُ أُمَّتِي هَذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ لَوْ أَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوهُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کر دے گا، صحابہ نے عرض کیا پھر آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کاش لوگ ان سے الگ رہیں۔

۷۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَاهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کیا۔

۷۱۹۹ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسری مر گیا اس کے بعد کسری نہیں ہو گا، اور جب قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہو گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت

كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

٧٢٠٠ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ سُفْيَانَ وَمَعْنٰى حَدِيْثِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٢٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا، اور قیصر ہلاک ہو گیا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا، پھر تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

٧٢٠٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ سَوَاءً۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہو گا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ کی روایت کی مثل ہے۔

٧٢٠٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرٰى الَّذِيْ فِي الْأَبْيَضِ قَالَ قُتَيْبَةُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَشُكَّ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، مسلمانوں یا فرمایا مومنوں کی ایک جماعت ضرور آل کسریٰ کے اس خزانے کو فتح کرے گی جو قصر ابیض میں ہے، قتیبہ کی روایت میں بغیر کسی شک کے مسلمانوں کا لفظ ہے۔

٧٢٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں

قال حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر بن سمرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم بمعنى حديث أبي عوانة۔

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، یہ ابو عوانہ کی حدیث کی مثل ہے۔

٧٢٠٥۔ حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا عبد العزيز (يعني ابن محمد) عن ثور (وهو ابن زيد الديلي) عن أبي الغيث عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال سمعتم بمدينة جانب منها في البر وجانب منها في البحر قالوا نعم يا رسول الله قال لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون ألفا من بني إسحق فإذا جاءوها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم قالوا لا إله إلا الله والله أكبر فيسقط أحد جانبيها قال ثور لا أعلمه إلا قال الذي في البحر ثم يقولوا الثانية لا إله إلا الله والله أكبر فيسقط جانبها الآخر ثم يقولوا الثالثة لا إله إلا الله والله أكبر فيفرج لهم فيدخلوها فيغنموا فبينما هم يقتسمون المغانم إذ جاءهم الصريخ فقال إن الدجال قد خرج فيتركون كل شيء ويرجعون۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایک شہر (قسطنطنیہ) کے متعلق سنا ہے کہ اس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر ہے، صحابہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس پر ستر ہزار بنو اسحق (عرب) جہاد نہ کریں، جب وہ وہاں پہنچ جائیں گے تو وہ ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ تیر اندازی کریں گے، وہ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی، ثور کہتے ہیں میرے گمان میں اس سے مراد دریا کا کنارہ ہے، پھر وہ دوسری بار کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کی دوسری جانب گر جائے گی، پھر وہ تیسری بار کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر ان کے لیے کشادگی کر دی جائے گی، اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے، اور مال غنیمت حاصل کریں گے جس وقت وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو ایک چیخ سنائی دے گی کہ دجال نکل آیا ہے تو مسلمان ہر چیز کو چھوڑ کر لوٹ آئیں گے۔

٧٢٠٦۔ حدثني محمد بن مرزوق حدثنا بشر بن عمر الزهراني حدثني سليمان بن بلال حدثنا ثور بن زيد الديلي في هذا الإسناد بمثله۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٢٠٧۔ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا محمد بن بشر حدثنا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لتقاتلن اليهود فلتقتلنهم حتى يقول الحجر يا مسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے یہود جنگ کریں گے اور تم ان کو قتل کرو گے حتی کہ پتھر کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی ہے آ، اس کو قتل کر دے۔

هٰذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ.

۷۲۰۸ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَّرَآئِي.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے یہ یہودی میرے پیچھے ہے۔

۷۲۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَقْتَتِلُونَ أَنْتُمْ وَيَهُودُ حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَّرَآئِي تَعَالَ فَاقْتُلْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اور یہود آپس میں جنگ کرتے رہو گے، حتیٰ کہ پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر دے۔

۷۲۱۰ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَّرَآئِي فَاقْتُلْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے یہود قتال کریں گے سو تم ان پر غالب آجاؤ گے حتیٰ کہ پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر دے۔

۷۲۱۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَّرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں، حتیٰ کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر اور درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اس کو قتل کر دے ماسوا درخت غرقد نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

۷۲۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت سے پہلے کئی کذاب ہوں گے، ابوالاحوص کی روایت میں یہ اضافہ ہے، میں نے ان سے پوچھا ______ کیا آپ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!۔

۷۲۱۳ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ قَالَ سِمَاكٌ وَسَمِعْتُ أَخِي يَقُولُ قَالَ جَابِرٌ فَاحْذَرُوهُمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی، اس میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سے بچو۔

۷۲۱۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دجالوں اور کذابوں کو بھیج نہ دیا جائے جو تیس کے قریب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

۷۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ يَنْبَعِثَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی، البتہ اس میں ینبعث کا لفظ ہے۔

یاجوج اور ماجوج کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۱۰۱ میں ہے: آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یاجوج ماجوج بنو آدم سے ہیں، اور یافث بن نوح کی اولاد ہیں، وہب وغیرہ کا اسی پر وثوق ہے۔ ضحاک نے کہا یہ ترک سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج دیلم سے ہیں (علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ غیر انسانی مخلوق ہیں)۔

یاجوج ماجوج کے لفظی اشتقاق میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اجیج نار (بھڑکتی ہوئی آگ) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجتہ (شدت حرارت) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اج (سرعت علاو) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجاج (کھاری پانی) سے ماخوذ ہے۔ ان کا وزن یفعول اور مفعول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یاجوج فاعول کے وزن پر ہے اور ماجوج مفعول کے وزن پر ہے اور یہ ماج سے ماخوذ ہے جس کا معنی اضطراب ہے۔

امام ابن عدی، امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج ایک گروہ ہے اور ماجوج ایک دوسرا گروہ ہے اور ہر گروہ چار لاکھ کا ہے، ان میں سے جب ایک شخص فوت ہوتا ہے تو وہ ایک ہزار مسلح مرد چھوڑ تا ہے، یہ حدیث بہت ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد بھی ہیں، امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے ہر ایک کی کم از کم اولاد ایک ہزار ہوتی ہے، امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے جو شخص بھی مرتا ہے وہ ایک ہزار یا اس سے زیادہ اولاد چھوڑ کر مرتا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ جن اور انس کے دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو اجزاء یاجوج اور ماجوج ہیں اور ایک جزء میں باقی لوگ ہیں، کعب سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم تو درخت ارز کی طرح بہت لمبے قد کی ہے، دوسری قسم چار ہاتھ لمبی اور چار ہاتھ چوڑی ہے اور تیسری قسم بہت چھوٹے قد کی ہے، امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک بالشت کے ہوتے ہیں، دو بالشت کے ہوتے ہیں اور تین بالشت کے ہوتے ہیں اور یہ ان کا سب سے لمبا قد ہے، حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں، ذوالقرنین نے اکیس قبیلوں پر سد (آہنی دیوار) قائم کی تھی، ایک قبیلہ اس وقت کہیں لڑنے گیا ہوا تھا وہ سد کے بغیر رہ گیا یہ لوگ ترک ہیں، امام ابن مردویہ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ترک یاجوج ماجوج کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں وہ لوٹ مار کے لیے گئے ہوئے تھے، ذوالقرنین نے آ کر سد بنادی اور وہ سد سے باہر رہ گئے۔ [1]

قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما لا یکادون یفقهون قولا ○ قالوا یذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا ○ قال ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوة اجعل بینکم وبینهم ردما ○ اتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال اتونی افرغ علیه قطرا ○ فما اسطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقبا ○ قال هذا رحمة من ربی فاذا جاء وعد ربی جعله دکاء وکان وعد ربی حقا ○

یہاں تک کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انھوں نے ان پہاڑوں کے اس پار ایک ایسی قوم کو پایا جو ان کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتے تھے ○ انھوں نے کہا اے ذوالقرنین بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو اس شرط پر کچھ مال مہیا کریں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سد (آہنی رکاوٹ) بنادیں ○ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جس چیز پر قدرت دی وہ تمہارے مال سے (زیادہ) بہتر ہے تم محنت کے کام سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا ○ تم مجھے لوہے کی چادریں لاکر دو، حتیٰ کہ جب انھوں نے دونوں پہاڑوں کے کناروں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰۶-۱۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ

(الکہف: ۹۳ - ۹۸)

کے ساتھ وہ دیوار برابر کر دی تو فرمایا اب آگ دہکاؤ، حتیٰ کہ جب ان چادروں کو سرخ آگ کر دیا تو کہا اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر انڈیل دوں، پھر یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے، فرمایا یہ میرے رب کی رحمت ہے اور جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔

احادیث میں یاجوج اور ماجوج کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی رافع عن حدیث ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السد قال یحفرونہ کل یوم حتی اذا کادوا یخرقونہ قال الذی علیھم ارجعوا فستخرقونہ غدا فیعیدہ اللہ کامثل ما کان حتی اذا بلغ مدتھم واراد اللہ ان یبعثھم علی الناس قال الذی علیھم ارجعوا فستخرقونہ غدا ان شاء اللہ واستثنی قال فیرجعون فیجدونہ کھیئتہ حین ترکوہ فیخرقونہ ویخرجون علی الناس فیستقون المیاہ ویفر الناس منھم فیرمون بسھامھم الی السماء فترجع مخضبۃ بالدماء فیقولون قھرنا من فی الارض وعلونا من فی السماء قسوۃ وعلوا فیبعث اللہ علیھم نغفا فی اقفائھم فیھلکون قال فوالذی نفس محمد بیدہ ان دواب الارض تسمن وتبطر وتشکر شکرا من لحومھم ھذا حدیث حسن غریب انما نعرفہ من ھذا الوجہ مثل ھذا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سد" کے بارے میں فرمایا: (یاجوج ماجوج) اسے روزانہ کھودتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب کھل جانے کے قریب ہوتی ہے تو ان کا سردار کہتا ہے واپس چلو کل اس کو توڑ دیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا واپس لوٹ جاؤ ان شاء اللہ کل تم اسے توڑ ڈالو گے (یہ بات) وہ استثناء (یعنی ان شاء اللہ) کے ساتھ کہے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس (دوسرے دن) وہ واپس آئیں گے تو اسے ایسا ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ گئے تھے چنانچہ وہ اسے توڑ دیں گے اور باہر لوگوں پر نکل آئیں گے (اور سب سارا) پانی پی جائیں گے، لوگ ان سے بھاگیں گے وہ آسمان کی طرف تیر اندازی کریں گے وہ تیر خون آلودہ واپس آئیں گے تو کہیں گے ہم زمین والوں پر غالب آ گئے اور آسمان والوں پر غالب اور قاہر ہو گئے یہ بات دل کی سختی اور بڑائی کے گمان سے کہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں (گردن کے پچھلے حصہ) میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے زمین

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کے جانور ان کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہوں گے خوش ہوں گے اور شکر گذار ہوں گے، یہ حدیث حسن غریب ہے اسے ہم اس طرح اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

نیز امام ترمذی نے حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے دجال کے متعلق ایک بہت طویل حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے:

قال ويبعث الله يأجوج ومأجوج وهم كما قال الله وهم من كل حدب ينسلون قال فيمر أولهم ببحيرة الطبرية فيشرب ما فيها ثم يمر بها آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسيرون حتى ينتهوا الى جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من في الارض فهلم فلنقتل من في السماء فيرمون بنشابهم الى السماء فيرد الله عليهم نشابهم محمرا دما ويحاصر عيسى بن مريم واصحابه حتى يكون راس الثور يومئذ خيرا لهم من مائة دينار لاحدكم اليوم قال فيرغب عيسى بن مريم الى الله واصحابه قال فيرسل الله عليهم النغف في رقابهم فيصبحون فرسى موتى كموت نفس واحدة قال ويهبط عيسى واصحابه فلا يجد موضع شبر الا وقد ملأته زهمتهم ونتنهم ودماؤهم قال فيرغب عيسى الى الله واصحابه قال فيرسل الله عليهم طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم بالمهبل ويستوقد المسلمون من قسيهم ونشابهم وجعابهم سبع سنين ويرسل الله عليهم مطرا لا يكن منه بيت وبر ولا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا وہ ارشاد خداوندی کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے" فرمایا، ان کے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گذریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے پھر جب آخری لوگ گذریں گے کہیں گے شاید یہاں کبھی پانی ہوا ہوگا پھر وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ وہ بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر لیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود (سرخ) واپس بھیج دے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک (بھوک کی وجہ سے) گائے کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفقاء، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دیگا یہاں تک کہ وہ سب یکدم مر جائیں گے، جب عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے اتریں گے تو ان کی بدبو اور خون کی وجہ سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے، پھر آپ اور آپ کے ساتھی دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے اونٹوں کی شکل پر ندے بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے مسلمان ان کے تیر، ترکش اور کمانوں کو سات سال تک جلائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو ہر گھر اور خیمہ

۱۰۰ قال فیغسل الارض فیترکہا کالزلفۃ — تک پہنچے گی، تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف شفاف کر دے گی۔

سدّ ذوالقرنین کا جائے وقوع

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال (Darial) کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرۂ اسود (Black Sea) اور بحیرۂ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے۔ اس ملک میں بحیرۂ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گذر سکتی۔ البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو ۵۰ میل لمبی، ۲۹ فیٹ بلند اور ۱۰ فیٹ چوڑی تھی۔ ابھی تک تاریخی طور پر یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ دیوار ابتداءً کب اور کس نے بنائی تھی۔ مگر مسلمان مورخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں، اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں یہ واقعہ لکھا ہے، اور یاقوت نے بھی معجم البلدان میں اس کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے بعد ۲۲ھ میں سراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا اور سراقہ نے عبدالرحمن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمن جب ارمینیہ کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے فرمانروا شہربراز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر شہربراز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سد ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے عبدالرحمن کے سامنے اس شخص کو پیش کر دیا۔ (الطبری، ج ۳، ص ۲۳۵ تا ۲۳۹۔ البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۲۲-۱۲۵۔ معجم البلدان، ذکر باب الابواب)۔

اس واقعہ کے دو سو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (۲۲۷-۲۳۳ھ) نے سد ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لیے سلام الترجمان کی قیادت میں ۵۰ آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّ مَن رَّأیٰ) سے تفلیس، وہاں سے السریر، وہاں سے اللان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا، پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا، اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سد کا مشاہدہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۱۱۱، ج ۷، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵۔ معجم البلدان، باب الابواب)۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سد ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں متعدد دوسرے مقامات پر بھی اسی امر کی تصریح کی ہے۔ خزر کے زیر عنوان وہ لکھتا ہے

لے۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کہ ھی بلاد الترك خلف باب الابواب المعروف بالدربند قریب منہ ذی القرنین" یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں۔" اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اتل ہے، دریائے اتل اس شہر کے درمیان سے گزرتا ہے اور یہ دریا روس اور بلغار سے آکر بحر خزر میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لیے یہ راستہ انتہائی دشوار گزار ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نوشیروان کی مملکت میں شامل تھا۔ اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔ ؎۱

جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین کی یہ آہنی دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی اور بہت سے علماء اسلام نے یہی لکھا ہے، لیکن قطعیت کے ساتھ اسی کو ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہنا بہت مشکل ہے، پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت یاجوج ماجوج کہاں ہیں؟ اور ذوالقرنین کی آہنی دیوار کس جگہ واقع ہے؟ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ ہم نے تمام زمین چھان ڈالی مگر ہمیں اس دیوار کا کہیں پتا نہیں ملا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو یقین اور قطعیت کے ساتھ اس دیوار کی جائے وقوع معلوم نہیں اور ممکن ہے ہمارے اور اس دیوار کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور رہا یہ دعویٰ کہ اب علم جغرافیہ کے ماہرین نے دنیا کے تمام خشک و تر کو معلوم کر لیا ہے، قابل تسلیم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ جیسے اب سے پانچ سو برس پہلے ایک براعظم امریکہ کا پتا نہیں چلا تھا اسی طرح ہو سکتا ہے اب بھی کوئی اور براعظم ایسا ہو جس تک ابھی انسان کے علم و خبر کی پہنچ نہ ہو سکی اور ایسی ہی کسی جگہ پر سد ذوالقرنین بھی واقع ہو۔

حدیث نمبر ۷۱۱۳ میں ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا گیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ علامہ ابی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ کتانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی وفات سے ایک سال پہلے وصال فرما گئی تھیں، لہٰذا انہوں نے حضرت ابن الزبیر کا زمانہ خلافت نہیں پایا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ، یزید بن معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئی تھیں اس اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہو جائے گی۔ علامہ ابی نے کہا میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں جس لشکر کے زمین میں دھنسنے کی خبر دی گئی ہے وہ ابھی واقع نہیں ہوا اور البتہ ضرور ہو گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کی تصدیق واجب ہے۔ ؎۲

صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف

حدیث نمبر ۷۱۲۴ میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

؎۱ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۹ - ۴۸، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔

؎۲ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۳۳۹ - ۳۴۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو مسلمان بغیر کسی تاویل اور دلیل کے آپس میں جنگ کریں، مثلاً عصبیت کی بناء پر جنگ کریں تو وہ جہنم کے مستحق ہیں، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی سزا دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو معاف کر دے، یہی اہل حق کا مذہب ہے، صحابہ کرام کی جو آپس میں جنگیں ہوئی ہیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق کف لسان کرنا اور ان کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے اور ان کی جنگوں کے متعلق یہ تاویل ہے کہ وہ سب مجتہد تھے انہوں نے کسی معصیت یا حصول دنیا کا قصد نہیں کیا، بلکہ ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اس لیے اس سے قتال کرنا واجب ہے تاکہ وہ امر اللہ کی طرف رجوع کرے، ان میں سے بعض حق اور صواب پر تھے اور بعض خطاء پر تھے اور وہ اپنی خطاء میں معذور تھے کیونکہ وہ اجتہادی خطاء تھی، اور مجتہد کو جب خطاء لاحق ہو تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے، ان جنگوں کے مقدمات اور طرفین کے دلائل مشتبہ تھے، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس میں حیران رہی، اور وہ دونوں فریقوں سے الگ رہی اور انہوں نے کسی کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا، اور اگر ان پر کسی جانب صحت اور صواب کا یقین ہوتا تو وہ اس کی مدد سے کبھی گریز نہ کرتے۔[1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ طبری اور دیگر علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کیا کہ صحابہ کرام کی ان جنگوں میں حق پر کون تھا؟ اور جمہور کے نزدیک حضرت علی اور ان کے اصحاب حق پر تھے، کیونکہ ان کی خلافت منعقد ہو چکی تھی، اور وہ ان سے جنگ کر رہے تھے جو ان کی خلافت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے کیونکہ حضرت علی خلافت کے زیادہ حقدار تھے اور اس وقت روئے زمین پر وہ سب سے افضل شخص تھے اور جو ان کے مخالف تھے وہ یہ تاویل کر رہے تھے کہ برائی کا مٹانا واجب ہے کیونکہ حضرت علی کے لشکر میں قاتلین عثمان موجود تھے اور انہوں نے حضرت علی کی بیعت کی تھی نہ ان کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور قصاص عثمان کے سوا ان کا اور کوئی مطالبہ نہیں تھا حضرت علی نے ان قاتلین کو ان کے سپرد کرنا جائز نہیں سمجھا کیونکہ یہ امام اور خلیفہ کا حق ہے اور اس وقت تک خلافت مستحکم نہیں ہوئی تھی، اور حضرت عثمان کے قاتلین کا ایک بہت بڑا جتھا تھا، ان کی بہت اکثریت اور طاقت تھی اگر حضرت علی ان کو حضرت معاویہ کے سپرد کر دیتے یا ان سے قصاص لیتے تو بہت بڑا فتنہ پیدا ہو جاتا، اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس لڑائی سے بالکل الگ تھلگ رہی جیسا کہ حضرت ابو بکرہ نے اس حدیث سے استدلال کیا تھا۔

(علامہ ابی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حق اور صواب پر حضرت علی تھے اور بعد میں حضرت ابن عمر اور دوسرے صحابہ کو اس بات پر ملال رہا کہ انہوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کیوں نہیں کیا امام غزالی اور دوسرے علماء نے اس خواب کا ذکر کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کو بلایا گیا، پھر حضرت علی جلدی سے باہر آئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ کر دیا گیا، پھر حضرت معاویہ باہر آئے اور فرمایا میری مغفرت کر دی گئی۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۳۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے ان کو اہل شام نے قتل کر دیا اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا صدق اور راز ظاہر ہو گیا کہ "اس کو باغی جماعت قتل کرے گی" اور یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ باغی تھے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر باغی کا اطلاق صوری اور ظاہری طور پر ہے، جس طرح قرآن مجید میں حضرت آدم کے متعلق ہے:

وعصی آدم ربہ فغوی۔ اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی معصیت کی تو وہ (جنت سے) بے راہ ہو گئے۔ (طٰہٰ: ۱۲۱)

حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اجتہادی خطا تھی، معصیت نہ تھی اسی طرح حضرت معاویہ کی بھی اجتہادی خطا تھی بغاوت نہ تھی۔

ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو لوگ ایام فتنہ میں قتال کو جائز نہیں کہتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کرنے کو ترک کر دیا، مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابوبکرہ وغیرہم، انہوں نے کہا جنگ سے احتراز کرنا واجب ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے نفس کی مدافعت نہ کرے، اور بعض علماء نے کہا کہ از خود کوئی شخص فتنہ میں داخل نہ ہو، اور اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی مدافعت کرے، اور جمہور صحابہ اور تابعین کا یہ نظریہ ہے کہ حق کی مدد کرنا اور باغیوں سے جنگ کرنا واجب ہے، جمہور نے اس قسم کی احادیث کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ جو شخص لڑنے میں کمزور ہو یا جس شخص کی نظر حق کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہو وہ تلوار اٹھانے سے باز رہے، اور اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں فلاں حق پر تھا اور فلاں حق پر نہیں تھا کیونکہ صحابہ کرام کی یہ جنگیں محض اجتہاد سے ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کو معاف کر دیا ہے بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر بھی ملے گا، اور جو اجتہاد میں صحت اور ثواب پر ہو اس کو دو اجر ملیں گے، اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے جو احنف کو حضرت علی کی حمایت میں جنگ کرنے سے منع کیا تھا، یہ ان کا اجتہاد تھا اور انہوں نے احتیاطاً ان کی خیر خواہی کی وجہ سے ان کو لڑنے سے منع کیا تھا۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کے اختلاف میں یہ واجب ہوتا کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور سب لوگ گھروں میں بیٹھ رہیں اور اپنی تلواروں کو توڑ دیں تو پھر کوئی حد قائم ہو سکتی ہے اور نہ کسی باطل کو باطل کیا جا سکتا ہے، اور پھر فاسقوں کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ لوٹ مار کریں، ڈاکے ڈالیں، خون ریزی کریں اور مسلمانوں کی عورتوں کو قید کر کے

---

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پابندیاں جائیں اور مسلمان ان سے اس لیے تعرض نہ کریں کہ فتنہ کے ایام میں جنگ سے الگ رہنا چاہیے حالانکہ یہ چیز بداہتہً باطل ہے اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب دو مسلمان کسی عصبیت یا جاہلیت پر جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اور اس کی وضاحت مسند بزار کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

اذا اقتتلتم علی الدنیا فالقاتل والمقتول فی النار۔

جب تم (حصول) دنیا کے لیے جنگ کرو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

لا تذھب الدنیا حتی یاتی علی الناس زمان لا یدری القاتل فیما قتل ولا المقتول فیما قتل فقیل، کیف یکون ذالک قال الھرج القاتل والمقتول فی النار۔

دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا زمانہ نہ آ جائے جس میں قاتل کو پتا ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا ہے نہ مقتول کو پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا ہے، عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: فتنہ اور فساد ہوگا، اور قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث نے یہ بیان کر دیا ہے کہ جب جہالت کی وجہ سے دنیا کی طلب میں یا خواہش کی اتباع میں قتال کیا جائے تو اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے، علامہ قسطلانی کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جمل اور صفین میں توقف کرنے والوں سے ان میں جنگ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہ سب تاویل سے جنگ کرنے والے تھے اور ان شاء اللہ سب کو اجر ملے گا، اس کے برخلاف جو لوگ بعد میں آئے انہوں نے طلب دنیا کے لیے قتال کیا۔[۱]

حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی ان کو ایک اجر ملے گا اور حضرت علی کو دو اجر ملیں گے۔ (علامہ عینی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خطاء کو اجتہادی خطاء کیسے کہا جائے گا اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے؟ حالانکہ ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی، جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: افسوس ابن سمیہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، اور ابن سمیہ عمار بن یاسر ہیں، اور ان کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا، کیا معاویہ برابر سرابر ہونے پر راضی نہیں ہیں کہ ان کو ایک اجر مل جائے!۔[۲]

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت برحق ہے اور ہمارے ایمان کا جزو ہے، لیکن حضرت علی کی محبت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر غیظ و غضب کا اظہار کرنا اور ان کے فضائل اور ان کے اجر و ثواب کا انکار کرنا تشیع اور رفض کا دروازہ کھولنا ہے، اور راہِ اعتدال اور مسلک اہل سنت وجماعت سے تجاوز کرنا ہے، اللہ تعالیٰ علامہ بدر الدین عینی

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۴-۳۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کی حضرت فرماتے انھوں نے حضرت معاویہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا تھا: "اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی" اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ہی حضرت عمار کو قتل کیا تھا اور اس قتل کے بعد تو نص صریح سے حضرت علی کے موقف کا حق ہونا واضح ہو گیا تھا حالانکہ اس واقعہ کے بعد بھی حضرت معاویہ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا!

علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمار کی شہادت سے پہلے تو حضرت معاویہ کے اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ہاں حضرت عمار کی شہادت کے بعد حق ضرور واضح ہو گیا تھا لیکن حضرت معاویہ کو یہاں بھی التباس اور اشتباہ ہو گیا، انھوں نے کہا کہ حضرت عمار کی شہادت کا باعث حضرت علی ہیں، اگر حضرت علی حضرت عثمان کا قصاص دے دیتے تو جنگ کی نوبت آتی نہ حضرت عمار شہید ہوتے، حضرت معاویہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے لیکن یہ تاویل بھی ان کی اجتہادی خطا پر مبنی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری کے شروع میں خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کا اعتراف کیا ہے وہ درج ذیل حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار۔

افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا وہ اس گروہ کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ لوگ عمار کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عمار حضرت علی کی طرف سے لڑے تھے اور ان کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا تو کیا حضرت معاویہ کا گروہ باغی اور دوزخ کی طرف دعوت دینے والا تھا؟ اس کے جواب میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب، علامہ ابن بطال اور ایک جماعت نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے قتل کیا تھا اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو کفار قریش نے قتل کیا تھا لیکن یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں، صحیح جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا لیکن وہ مجتہد تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ جنت کی دعوت دے رہے ہیں اور واقعہ اس کے برعکس تھا اور اپنے ظن کی اتباع کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے، اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط اجتہاد کرے تو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں کیا معاملہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اقناعی جواب دیا ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کہنا لائق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے، قرآن مجید میں ہے: كنتم خير امة "تم بہترین امت ہو" مفسرین نے بیان کیا ہے اس سے مراد صحابہ ہیں۔[1]

حضرت معاویہ کے فضائل

صحابہ کرام کے عمومی فضائل کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور خصوصیت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابی عميرة عن النبی صلی

حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الله علیه وسلم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیا واهد به هذا حدیث حسن غریب[1]

بیان کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے فرمایا: اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وقد روی ابن سعد دعاءه علیه الصلوٰة والسلام اللهم علمه الکتاب ومکنه فی البلاد وقه العذاب وروی انه علیه الصلوٰة والسلام قال لن یغلب معاویة وقد بلغ علیا هذه الروایة فقال لو علمت لما حاربته۔[2]

امام ابن سعد نے حضرت معاویہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت کی ہے" اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب کر اور اس کو عذاب سے بچا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی تو فرمایا اگر مجھے اس روایت کا پہلے علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔

علامہ ابن حجر مکی نے ابونعیم اور مدائنی کے حوالوں سے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے خطوط بھی لکھواتے تھے۔ اور حافظ حارث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

معاویة بن ابی سفیان احلم امتی واجودها۔

معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جواد ہیں۔

اور محب طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کے خصوصی فضائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وصاحب سری معاویة بن ابی سفیان فمن احبهم فقد نجا ومن ابغضهم فقد هلك۔

میرے راز کا محافظ معاویہ بن ابی سفیان ہے، جس نے ان سب سے محبت کی اس نے نجات پائی، اور جس نے ان سب سے بغض رکھا وہ ہلاک ہو گیا۔

نیز علامہ ابن حجر نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت ذکر کی:

جاء جبرائیل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا محمد استوص بمعاویة فانه امین علی کتاب الله ونعم الامین هو۔

حضرت جبرائیل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! (صلے اللہ علیک وسلم) معاویہ کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کا امین ہے اور کیا ہی

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اچھا امین ہے۔!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے، کیونکہ ان کی ہمشیر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں تھیں اور علامہ ابن حجر نے احمد بن منیع کے حوالے سے لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کا یہ مجھ سے وعدہ ہے کہ میں جس گھرانے میں شادی کروں گا وہ لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے، نیز علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ کے پاس گئے تو دیکھا ان کی گود میں حضرت معاویہ کا سر تھا، فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟ حضرت ام حبیبہ نے کہا میں اپنے بھائی سے محبت کیوں نہ کروں؟ آپ نے فرمایا:

فان اللہ ورسولہ یحبانہ[1] اللہ اور اس کا رسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

(۱)۔ امام مسیب بن واضح اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہا اے محمد! (صلے اللہ علیک وسلم) معاویہ کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کی وحی پر امین ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے کئی اسانید سے نقل کیا ہے۔

(۲)۔ امام ابو عوانہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھتے تھے۔

(۳)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ کے ہاں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ حاضرین نے کہا معاویہ ہیں! آپ نے فرمایا ان کو اجازت دو، حضرت معاویہ آئے درآں حالیکہ ان کے کان پر قلم رکھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے معاویہ! یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ قلم ہے جس کو میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص کیا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے، بخدا میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کبھی تم سے کچھ نہیں لکھوایا، اور میں کوئی چھوٹا یا بڑا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا، اور اس وقت کیا حال ہوگا جب اللہ تمہیں ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا، حضرت ام حبیبہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا یا رسول اللہ! اللہ اس کو قمیص پہنائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں، لیکن اس میں کچھ بُری باتیں ہوں گی، حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ! اس کے لیے دعا کیجیے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو ہدایت دے اور اس کو بُرے کاموں سے دور رکھ، اور اس کی پہلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما۔

(۴)۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ امین تین ہیں:

---

[1] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۴-۱۰ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۸۵ھ

جبرائیل، نبی اور معاویہ۔

(۵)۔ امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں ہم کو سحری کے وقت بلاتے تھے اور فرماتے آؤ اس مبارک کھانے کے لیے پھر ان نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(۶)۔ امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ [۱]

(۷)۔ امام محمد بن سعد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما۔ اس کو شہروں پہ پہنچا کر اور اس کو عذاب سے بچا۔ [۲]

(۸)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کی اے اللہ اس کو ہادی اور مہدی بنا۔ اس کو ہدایت دے اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ [۳]

(۹)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے معاویہ کو بلاؤ۔ ان کو بلایا گیا۔ جب وہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے معاملات اس پر پیش کرو اور اس کو اپنے معاملات پہ گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔ [۴]

(۱۰)۔ امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے دوران خطبہ بیان کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا۔ آپ نے سر اقدس اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا تم میرے بعد میری امت پہ حکمران ہو گے جب وہ وقت آئے تو ان میں سے نیکوں کو قبول کرنا اور بروں سے درگزر کرنا۔ حضرت معاویہ نے کہا میں اس وقت سے حکومت کی امید کرتا رہا حتی کہ میں اس مقام پہ پہنچ گیا۔

(۱۱)۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا بخدا مجھے خلافت پر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے برانگیختہ کیا "جب تم حکمران ہو تو اچھا سلوک کرنا"۔ [۵]

(۱۲)۔ امام نعیم بن حماد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ منورہ آئے تو ان سے سفیان بن الیل نے کہا: اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے کہا اس طرح نہ کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے دن اور رات ختم نہیں ہوں گے حتی کہ معاویہ حکمران ہو جائیں گے، تو میں نے جان لیا کہ اللہ کی تقدیر ہو کر رہے گی اور میں نے یہ ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان

---

[۱]۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ - ۱۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۲]۔ ″ ″ ″ ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ ، ″ ″

[۳]۔ ″ ″ ″ ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ ، ″ ″

[۴]۔ ″ ″ ″ ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۲ ، ″ ″

[۵]۔ ″ ″ ″ ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۳ ، ″ ″

مسلمانوں کا خون بہایا جاتا ہے۔

(۱۴۲) مجاہد، شعبی سے اور وہ حارث اعور سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے صفین سے لوٹنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو اندرائن کی طرح لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔ لے

ظاہر ہے کہ جس علامہ بدرالدین عینی کے علم و فضل اور ان کے ورع و تقویٰ کے مقابلہ میں ان کے پیروں کی دھول کی نسبت بھی نہیں رکھتا لیکن علامہ عینی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جس غیظ و غضب کا اظہار کیا اور ان کے اجتہاد اور اجتہادی اختلاف پر اجر و ثواب کا انکار کیا تو عظمت صحابہ اور حضرت معاویہ کی محبت کا یہ تقاضا تھا کہ میں حضرت معاویہ سے علامہ عینی کے اعتراض کو دور کروں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اور مقام کو واضح کروں جب عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہ؟ تو عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک پر جو غبار پڑتا تھا عمر بن عبدالعزیز سے وہ غبار بھی ہزار درجہ افضل ہے، اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

حدیث نمبر ۷۱۳۰ میں ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم پر دلیل ہے اس پر مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

تین چیزوں میں سے ایک چیز کا سوال کرنے سے آپ کو کیوں روک دیا گیا؟

حدیث نمبر ۷۱۳۴ میں ہے: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرمادیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے اور یہ کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیزیں عطا کر دیں، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

اگر یہ سوال ہو کہ مسلمانوں کے بعض علاقوں میں قحط واقع ہوا، اور بہت سے مسلمان غرق ہو کر ہلاک بھی ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی دعا کا مطلب یہ تھا کہ پوری امت مجموعی طور پر قحط سے ہلاک نہیں ہوگی، اور نہ پوری امت غرق کی وجہ سے ہلاک ہوگی، باقی تیسری چیز کے متعلق آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں کا ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ہونا محال ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا: تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ کسی چیز کی دعا کریں اور وہ قبول نہ ہو کیونکہ آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا۔

لے حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

دآبۃ الارض کا بیان

حدیث نمبر ۷۱۵۰ میں قیامت کی دس نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک دآبۃ الارض ہے، اس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے:

واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون۔ (نمل: ۸۲)

اور جب عذاب کا قول ان پر واقع ہو جائے گا، تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

دآبۃ الارض آخر زمانہ میں نکلے گا جب لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا وہ اللہ کے احکام پر عمل کرنا ترک کر دیں گے اور دین حق کو تبدیل کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالے گا ایک قول یہ ہے کہ وہ مکہ سے نکلے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ سے نکلے گا حضرت ابن عباس، حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں سے کلام کرے گا، عطا خراسانی نے کہا وہ یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابن جریر کا بھی یہی مختار ہے۔ ظاہر ہے دآبۃ الارض کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کی جہت سے ہو گا جیسے حکومت کے کارندے عوام سے کہتے ہیں کہ تم نے ہمارے حکم پر عمل نہیں کیا، حالانکہ وہ حکم حکومت کا ہوتا ہے۔

دآبۃ الارض کی جنس، شکل اور صفت کے متعلق احادیث اور آثار میں بیان مذکور ہے، ہم یہاں ان میں سے کچھ ذکر کر رہے ہیں۔

امام ابوداؤد طیالسی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دآبۃ الارض نکلے گا اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہو گی وہ کافر کی پیشانی پر عصا مارے گا، اور مومن کا چہرہ انگوٹھی سے روشن کر دے گا حتیٰ کہ جب لوگ جمع ہوں گے تو مومن اور کافر پہچان لیے جائیں گے۔ امام احمد نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ کافر کی ناک پر انگوٹھی لگائے گا اور مومن کا چہرہ عصا سے روشن کر دے گا، حتیٰ کہ جب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے تو کہیں گے یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب ایک دیہات میں لے گئے وہ خشک زمین تھی اور اس کے چاروں طرف ریت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ سے دآبۃ الارض نکلے گا، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ چار پایوں والا ایک بالدار جانور ہے اور یہ تہامہ (مکہ معظمہ کا جنوبی علاقہ) کی بعض وادیوں سے نکلے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا جیاد میں ایک چٹان ہے یہ اس کے نیچے سے نکلے گا، میں اگر وہاں ہوتا تو تم کو وہ چٹان دکھا دیتا۔ وہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اتنے زور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی، پھر شام کی طرف جائے گا وہاں چیخ مار کر یمن کی طرف جائے گا، شام کو مکہ سے چل کر صبح اصفہان پہنچ جائے گا۔

حضرت ابن الزبیر کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا، آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح ہوں گی، کان ہاتھی کی طرح ہوں گے، گردن شتر مرغ جیسی اور سینہ شیر جیسا ہوگا، رنگ چیتے جیسا اور کمر بلی جیسی ہوگی، دم مینڈھے کی طرح اور پاؤں اونٹ کی طرح ہوگا، ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا، اس کے ساتھ حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی انگوٹھی ہوگی، ہر مومن کی پیشانی پر حضرت موسیٰ کے عصا سے نشان لگائے گا اس کو روشن کر دے گا، اور ہر کافر کے چہرے پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے نشان لگا کر اس کو سیاہ کر دے گا اور تمام مومن اور کافر اس طرح متمیز ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت اور کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسرے کو اے مومن! اور اے کافر کہہ کر بلائیں گے، دابۃ الارض ہر شخص کو اس کا نام لے کر جنت یا جہنم کی بشارت اور وعید سنائے گا۔ [1]

اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے کہ دابۃ الارض صرف ایک جانور ہے یا اس نوع کے بہت سے جانور نکلیں گے اس حدیث کے بعد اس باب میں جن احادیث کا ذکر ہے ان کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۷۱۷۷ میں ہے وہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرم اور امن کی جگہ بنایا ہے تو پھر کوئی شخص کعبہ کو کیسے گرا دے گا اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ قرب قیامت تک امن کی جگہ ہے یا یہ واقعہ اس کے امن کی جگہ ہونے سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر کی شہادت

حدیث نمبر ۷۱۹۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا، علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے، اور دوسری جماعت باغی تھی، لیکن وہ مجتہد تھے اس لیے گنہ گار نہیں ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزے ہیں، آپ نے یہ خبر دی کہ حضرت عمار شہید ہوں گے، اور یہ کہ حضرت عمار کو مسلمان شہید کریں گے، اور یہ کہ وہ باغی ہوں گے اور یہ کہ صحابہ آپس میں قتال کریں گے اور یہ کہ ان کے دو گروہ ہوں گے جن میں سے ایک باغی ہوگا، اور ان میں سے ہر خبر کی روشن صبح کی طرح تصدیق ہو گئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے تھے آپ وہی بات کہتے تھے جس کی آپ پر وحی کی جاتی تھی۔ [2]

حضرت عمار کی شہادت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے متعلق ہم اسی باب میں اس سے پہلے تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کا بیان

حدیث نمبر ۷۲۰۱ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا، پھر تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۵۸-۲۵۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے ہیں۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام شافعی اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عراق میں کسریٰ اور شام میں قیصر تھا اس طرح اب قیصر و کسریٰ نہیں ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی یہ خبر دی ہے کہ ان دو ملکوں میں ان کی حکومت ہوگی تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح ہوگیا کسریٰ کی تو صرف حکومت ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹ گیا، اور اس کا ملک پارہ پارہ ہوگیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ضرر سے وہ تباہ ہوگئے اور قیصر شام میں شکست کھانے کے بعد دوسرے شہروں میں چلا گیا، پھر مسلمانوں نے ان شہروں کو بھی فتح کر لیا اور ان کے خزانوں کو مسلمانوں نے خرچ کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی اور یہ آپ کا واضح معجزہ ہے۔[1]

حدیث نمبر ۷۲۱۲ میں ہے: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تیس کے قریب دجالوں اور کذابوں کو نہ بھیج دیا جائے، جن میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور ہوگا، اور مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کی تصدیق کر دی، شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے ختم نبوت پر مفصل بحث کی ہے اور دجال کے متعلق مفصل بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

بَابُ ۱۱۵ ذِكْرِ ابْنِ صَيَّادٍ — ابن صیاد کا تذکرہ

۷۲۱۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَرْنَا بِصِبْيَانٍ فِيهِمُ ابْنُ صَيَّادٍ فَفَرَّ الصِّبْيَانُ وَجَلَسَ ابْنُ صَيَّادٍ فَكَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرِبَتْ يَدَاكَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ لَا بَلْ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ذَرْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتّٰى أَقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنِ الَّذِي تَرٰى فَلَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند بچوں کے پاس سے گزرے ان میں ابن صیاد بھی تھا، سب بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھ گیا، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۲۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا فَقَالَ دُخٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنْ يَكُنِ الَّذِي تَخَافُ لَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، آپ ابن صیاد کے پاس سے گذرے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے (دل میں) ایک بات چھپائی ہے اس نے کہا وہ دخ ہے آپ نے فرمایا: دفع ہو تو اپنی حد سے کبھی نہیں بڑھ سکے گا، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو، اگر یہ وہی ہے جس کا تمہیں اندیشہ ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

۷۲۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقِيَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ مَا تَرٰى قَالَ أَرٰى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرٰى عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ وَمَا تَرٰى قَالَ أَرٰى صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا أَوْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْهِ دَعُوهُ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا کیا آپ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں تم کو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا مجھے پانی پر تخت نظر آتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتے ہو، اور تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔

۷۲۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقِيَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ صَائِدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَابْنُ صَائِدٍ مَعَ الْغِلْمَانِ فَذَكَرَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ابن صائد سے ملاقات ہوئی، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے، اور ابن صائد لڑکوں کے ساتھ تھے۔

نَحْوَ حَدِيثِ الْجُرَيْرِيِّ.

۷۲۲۰ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَائِدٍ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ لِي أَمَا قَدْ لَقِيتُ مِنَ النَّاسِ يَزْعُمُونَ أَنِّي الدَّجَّالُ أَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ لَا يُولَدُ لَهُ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَقَدْ وُلِدَ لِي أَوَلَيْسَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ وَلَا مَكَّةَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَقَدْ وُلِدْتُ بِالْمَدِينَةِ وَهَذَا أَنَا أُرِيدُ مَكَّةَ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِي فِي آخِرِ قَوْلِهِ أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ مَوْلِدَهُ وَمَكَانَهُ وَأَيْنَ هُوَ قَالَ فَلَبَسَنِي.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن صائد کے ساتھ مکہ گیا اس نے کہا میں جن لوگوں سے ملا ہوں ان کا زعم یہ ہے کہ میں دجال ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ دجال لاولد ہوگا؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا میری تو اولاد ہے، اور کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ دجال مدینہ میں داخل ہوگا نہ مکہ میں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ جا رہا ہوں، پھر اس کی آخری بات یہ تھی کہ بہ خدا میں دجال کے پیدا ہونے کی جگہ جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اب وہ کہاں ہے، حضرت ابو سعید نے کہا اس کی اس بات سے مجھے پھر شبہ ہو گیا۔

۷۲۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ صَائِدٍ وَأَخَذَتْنِي مِنْهُ ذَمَامَةٌ هَذَا عَذَرْتُ النَّاسَ مَا لِي وَلَكُمْ يَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ أَلَمْ يَقُلْ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ يَهُودِيٌّ وَقَدْ أَسْلَمْتُ قَالَ وَلَا يُولَدُ لَهُ وَقَدْ وُلِدَ لِي وَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَيْهِ مَكَّةَ وَقَدْ حَجَجْتُ قَالَ فَمَا زَالَ حَتَّى كَادَ أَنْ يَأْخُذَ فِيَّ قَوْلُهُ قَالَ فَقَالَ لَهُ أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ الْآنَ حَيْثُ هُوَ وَأَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهُ قَالَ وَقِيلَ لَهُ أَيَسُرُّكَ أَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن صیاد نے ایک بات کہی جس سے مجھے شرم آگئی، اس نے کہا میں اور لوگوں کو معذور سمجھتا ہوں، مگر اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں میرے متعلق کیا ہو گیا ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دجال یہودی ہوگا اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ کہ وہ لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے اس پر مکہ حرام کر دیا ہے اور میں حج کر چکا ہوں، ابن صائد مسلسل ایسی باتیں کرتا رہا جن سے میں ممکن ہے متاثر ہو جاتا، اس نے کہا، بہ خدا میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں ہے، اور میں اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں، اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم ہی دجال ہو، اس نے کہا اگر مجھ پر وہ پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔

۷۲۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ نُوحٍ أَخْبَرَنِي الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا حُجَّاجًا أَوْ عُمَّارًا وَمَعَنَا ابْنُ صَائِدٍ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَبَقِيتُ أَنَا وَهُوَ فَاسْتَوْحَشْتُ مِنْهُ وَحْشَةً شَدِيدَةً مِمَّا يُقَالُ عَلَيْهِ قَالَ وَجَاءَ بِمَتَاعِهِ فَوَضَعَهُ مَعَ مَتَاعِي فَقُلْتُ إِنَّ الْحَرَّ شَدِيدٌ فَلَوْ وَضَعْتَهُ تَحْتَ تِلْكَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَرُفِعَتْ لَنَا غَنَمٌ فَانْطَلَقَ فَجَاءَ بِعُسٍّ فَقَالَ اشْرَبْ أَبَا سَعِيدٍ فَقُلْتُ إِنَّ الْحَرَّ شَدِيدٌ وَاللَّبَنُ حَارٌّ مَا بِي إِلَّا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَشْرَبَ عَنْ يَدِهِ أَوْ قَالَ آخُذَ عَنْ يَدِهِ فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آخُذَ حَبْلًا فَأُعَلِّقَهُ بِشَجَرَةٍ ثُمَّ أَخْتَنِقَ مِمَّا يَقُولُ لِي النَّاسُ يَا أَبَا سَعِيدٍ مَنْ خَفِيَ عَلَيْهِ حَدِيثُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَسْتَ مِنْ أَعْلَمِ النَّاسِ بِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَافِرٌ وَأَنَا مُسْلِمٌ أَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ عَقِيمٌ لَا يُولَدُ لَهُ وَقَدْ تَرَكْتُ وَلَدِي بِالْمَدِينَةِ أَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ وَلَا مَكَّةَ وَقَدْ أَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ وَأَنَا أُرِيدُ مَكَّةَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حَتَّى كِدْتُ أَنْ أَعْذِرَهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ وَأَعْرِفُ مَوْلِدَهُ وَأَيْنَ هُوَ الْآنَ قَالَ قُلْتُ لَهُ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ.

کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کے لیے گئے، اور ہمارے ساتھ ابن صائد تھا، ہم ایک پڑاؤ پر اترے سے لوگ منتشر ہو گئے، میں اس کے ساتھ رہ گیا، اس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا تھا مجھے اس سے سخت وحشت ہوئی، وہ اپنا سامان لے کر آیا اور اس کو میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا، میں نے کہا گرمی بہت سخت ہے اگر تم اپنا سامان اس درخت کے نیچے رکھ دیتے تو بہتر ہوتا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر کچھ بکریاں آئیں وہ دودھ کا ایک پیالہ لے آیا اور کہا لے ابو سعید! پیو، میں نے کہا گرمی سخت ہے اور دودھ گرم ہے اور وجہ صرف یہ تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے دودھ پینا نہیں چاہتا تھا، یا کہا اس کے ہاتھ سے دودھ لینا نہیں چاہتا تھا، وہ کہنے لگا اے ابو سعید! لوگ میرے متعلق جو باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ رسی لے کر درخت پر لٹکاؤں اور اپنا گلا گھونٹ لوں، اے ابو سعید جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم نہیں (ان کی بات الگ ہے) اے انصار کی جماعت تم پر تو کچھ مخفی نہیں ہے کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے زیادہ جاننے والے نہیں ہو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بانجھ اور لاولد ہوگا، اور میں نے اپنی اولاد کو مدینہ میں چھوڑا ہوا ہے، اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور مکہ جا رہا ہوں! حضرت ابو سعید نے کہا قریب تھا کہ میں اس کا عذر قبول کر لیتا کہ اس نے کہا: بہ خدا! میں دجال کو پہچانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا اور اب کہاں ہے، میں نے کہا تیرے لیے سارے دن تباہی اور بربادی رہے۔

۷۲۲۳ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ) عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَائِدٍ مَا تُرْبَةُ الْجَنَّةِ قَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ صَدَقْتَ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: جنت کی مٹی کیسی ہے؟ اس نے کہا: اے ابو القاسم! (صلی اللہ علیک وسلم) باریک سفید مشک کی طرح (آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔

۷۲۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ.

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: باریک خالص سفید مشک۔

۷۲۲۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَحْلِفُ بِاللَّهِ أَنَّ ابْنَ صَائِدٍ الدَّجَّالُ فَقُلْتُ أَتَحْلِفُ بِاللَّهِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ، اللہ کی قسم کھا رہے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، میں نے کہا آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر حلف اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

۷۲۲۶ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چند صحابہ کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتی کہ آپ نے اس کو بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا، اس کو حضور کے آنے کا پتا نہیں چلا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے رسول

فنظر إليه ابن صياد فقال أشهد أنك رسول الأميين فقال ابن صياد لرسول الله صلى الله عليه وسلم أتشهد أني رسول الله فرفضه رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال آمنت بالله وبرسله ثم قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ماذا ترى قال ابن صياد يأتيني صادق وكاذب فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم خلط عليك الأمر ثم قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم إني قد خبأت لك خبيئا فقال ابن صياد هو الدخ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اخسأ فلن تعدو قدرك فقال عمر بن الخطاب ذرني يا رسول الله أضرب عنقه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم إن يكنه فلن تسلط عليه وإن يكنه فلا خير لك في قتله وقال سالم بن عبد الله سمعت عبد الله بن عمر يقول انطلق بعد ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بن كعب الأنصاري إلى النخل التي فيها ابن صياد حتى إذا دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم النخل طفق يتقي بجذوع النخل وهو يختل أن يسمع من ابن صياد شيئا قبل أن يراه ابن صياد فرآه رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو مضطجع على فراش في قطيفة له فيها زمزمة فرأت أم ابن صياد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يتقي بجذوع النخل فقالت لابن صياد يا صاف وهو اسم ابن صياد هذا محمد فثار ابن صياد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو تركته بين قال سالم فقال عبد الله بن عمر فقام رسول الله صلى الله عليه

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں! پھر اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم کو کیا نظر آتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا میرے پاس کبھی سچا آتا ہے اور کبھی جھوٹا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو گیا! پھر اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھ سے پوچھنے کے لیے ایک چیز چھپائی ہے، ابن صیاد نے کہا وہ دخ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا دفع ہو! تو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکے گا، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور سالم بن عبد اللہ نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سنا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری کھجوروں کے اس باغ میں گئے جس میں ابن صیاد تھا، باغ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں چھپنے لگے، آپ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کسی بات کو سننے کی کوشش کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا وہ بستر پر ایک چادر اوڑھے لیٹا ہے اور کچھ گنگنا رہا ہے، ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درختوں میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا، اس نے ابن صیاد سے کہا اے صاف! (یہ ابن صیاد کا نام تھا) یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں! ابن صیاد اچھل کر کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش وہ اس کو چھوڑ دیتی تو وہ کچھ بیان کر دیتا! سالم کہتے ہیں حضرت

وسلم في الناس فأثنى على الله بما هو أهله ثم ذكر الدجال فقال إني لأنذركموه ما من نبي إلا وقد أنذره قومه لقد أنذره نوح قومه ولكن أقول لكم فيه قولا لم يقله نبي لقومه تعلموا أنه أعور وأن الله تبارك وتعالى ليس بأعور قال ابن شهاب وأخبرني عمر بن ثابت الأنصاري أنه أخبره بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم حذر الناس الدجال إنه مكتوب بين عينيه كافر يقرؤه من كره عمله أو يقرؤه كل مؤمن وقال تعلموا أنه لن يرى أحد منكم ربه عز وجل حتى يموت

عبداللہ بن عمر نے کہا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کی جس کا وہ اہل ہے پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس سے خبردار کر رہا ہوں اور ہر نبی نے اس سے اپنی قوم کو خبردار کیا ہے۔ بے شک حضرت نوح نے اس سے اپنی قوم کو خبردار کیا، لیکن میں تم کو اس کے متعلق ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ دجال لوگو وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دجال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، ہر وہ شخص جو اس کے کاموں کو برا جانے گا، یا ہر مومن اس کو پڑھے گا، اور فرمایا جان لو تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے ہرگز اپنے رب عزوجل کو نہیں دیکھے گا۔

۷۲۲۷ - حدثنا الحسن بن علي الحلواني وعبد بن حميد قالا حدثنا يعقوب (وهو ابن إبراهيم بن سعد) حدثنا أبي عن صالح عن ابن شهاب أخبرني سالم بن عبد الله أن عبد الله بن عمر قال انطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه رهط من أصحابه فيهم عمر بن الخطاب حتى وجد ابن صياد غلاما قد ناهز الحلم يلعب مع الغلمان عند أطم بني معاوية وساق الحديث بمثل حديث يونس إلى منتهى حديث عمر بن ثابت وفي الحديث عن يعقوب قال قال أبي يعني في قوله لو تركته بين قال لو تركته أمه بين أمره -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے حتیٰ کہ آپ نے ابن صیاد کو دیکھا وہ اس وقت قریب بہ بلوغت لڑکا تھا، وہ اس وقت بنو معاویہ کے مکانوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اس کے بعد یہ حدیث اس جملہ تک ہے، اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا۔

۷۲۲۸ - وحدثنا عبد بن حميد وسلمة بن شبيب جميعا عن عبد الرزاق أخبرنا معمر عن

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ جن میں حضرت

الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَهُوَ غُلَامٌ بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ وَصَالِحٍ غَيْرَ أَنَّ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ لَمْ يَذْكُرْ حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِي انْطِلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ.

۷۲۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَائِدٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا أَغْضَبَهُ فَانْتَفَخَ حَتَّى مَلَأَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلَى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللهُ مَا أَرَدْتَ مِنِ ابْنِ صَائِدٍ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا.

۷۲۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ (يَعْنِي ابْنَ حَسَنِ بْنِ يَسَارٍ) حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ نَافِعٌ يَقُولُ ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقِيتُهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَقُلْتُ لِبَعْضِهِمْ هَلْ تَحَدَّثُونَ أَنَّهُ هُوَ قَالَ لَا وَاللهِ قَالَ قُلْتُ كَذَبْتَنِي وَاللهِ لَقَدْ أَخْبَرَنِي بَعْضُكُمْ أَنَّهُ لَنْ يَمُوتَ حَتَّى يَكُونَ أَكْثَرَكُمْ مَالًا وَوَلَدًا فَكَذَلِكَ هُوَ زَعَمُوا الْيَوْمَ قَالَ فَتَحَدَّثْنَا ثُمَّ فَارَقْتُهُ قَالَ فَلَقِيتُهُ لَقْيَةً أُخْرَى وَقَدْ نَفَرَتْ عَيْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَتَى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا أَرَى قَالَ لَا أَدْرِي قَالَ قُلْتُ لَا تَدْرِي وَهِيَ فِي رَأْسِكَ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ خَلَقَهَا فِي عَصَاكَ هَذِهِ قَالَ فَنَخَرَ كَأَشَدِّ نَخِيرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ قَالَ فَزَعَمَ بَعْضُ أَصْحَابِي أَنِّي ضَرَبْتُهُ بِعَصًا كَانَتْ مَعِي حَتَّى تَكَسَّرَتْ وَأَمَّا أَنَا فَوَاللهِ

عمر بن الخطاب بھی تھے، ابن صیاد کے پاس سے گزرے وہ اس وقت بنو مغالہ کے مکانوں کے قریب لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اس وقت وہ لڑکا تھا، یہ حدیث بھی حسب سابق ہے البتہ عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ کھجوروں کے باغ میں گئے تھے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے بعض راستوں میں حضرت ابن عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، حضرت ابن عمر نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہو گیا اور وہ اتنا پھول گیا کہ راستہ بھر گیا، حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے ان کو یہ خبر پہنچ چکی تھی، انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے ابن صیاد سے کیا ارادہ کیا تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: دجال کسی پر غصہ آنے کی وجہ سے ہی نکلے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں ابن صیاد سے دو بار ملا ہوں، ایک بار ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا تم یہ کہتے ہو کہ وہ دجال ہے انھوں نے کہا نہیں، خدا کی قسم! میں نے کہا تم نے مجھے جھوٹا کر دیا، بخدا تم میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم سب سے زیادہ مال دار اور صاحب اولاد نہ ہو جائے سو آج کل وہ لوگوں کے زعم میں ایسا ہی ہے، پھر ابن صیاد نے ہم سے باتیں کیں، پھر میں اس سے جدا ہو گیا، پھر میں اس سے دوبارہ ملا، اس وقت اس کی آنکھ نکل چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا تیری آنکھ کیا ہوئی؟ اس نے کہا مجھے پتا نہیں، میں نے کہا وہ آنکھ تمہارے سر میں تھی اور تم کو اس کا پتا نہیں! اس نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو وہ آنکھ تیری لاٹھی میں پیدا کر دے گا پھر وہ گدھے کی آواز کی طرح چیخا، اس سے زیادہ (سخت)

فَمَا شَعَرْتُ فَقَالَ وَجَاءَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَحَدَّثَهَا فَقَالَتْ مَا تُرِيْدُ اِلَيْهِ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يَبْعَثُهٗ عَلَى النَّاسِ غَضَبٌ يَغْضَبُهٗ.

آواز میں نے نہیں سنی تھی، میرے بعض ساتھیوں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اس کو اپنی لاٹھی ماری تو وہ لاٹھی ٹوٹ گئی، اور بخدا مجھے اس کا پتا نہیں چلا، پھر حضرت ابن عمر حضرت ام المومنین حفصہ کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے فرمایا تم کو اس سے کیا کام تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا سب سے پہلے جو چیز دجال کو لوگوں کے پاس بھیجے گی وہ اس کا غصہ ہوگا جو اس کو کسی پر غصہ آئے گا۔

ابن صیاد کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ابن صیاد کو ابن صائد بھی کہا گیا ہے، احادیث میں دونوں لفظوں کا اطلاق ہے۔ اس کا نام صاف تھا، اس کا قصہ مشکل ہے اور اس بات میں اشتباہ ہے کہ آیا وہ مشہور مسیح دجال ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا، علماء نے کہا بظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں کی گئی کہ یہ مسیح دجال ہے یا کوئی اور ہے، ابن صیاد میں دجال کے قرائن کا احتمال تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دجال ہونے یا نہ ہونے کا قطعی اظہار نہیں کیا، اور اسی لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ابن صیاد نے اپنے دجال نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا تھا کہ دجال کافر ہوگا اور وہ مسلمان ہے اور دجال لاولد ہوگا اور وہ صاحب اولاد ہے، اور دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، اور وہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوا، ابن صیاد کا یہ استدلال صحیح نہیں تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی یہ اس وقت کی صفات بیان فرمائی ہیں جب اس کے فتنہ اور اس کے نکلنے کا وقت ہوگا۔

ابن صیاد کے اشتباہ اور اس کے دجالوں میں سے ایک دجال اور کذابوں میں سے ایک کذاب ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا: کیا آپ میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟ اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے پاس صادق اور کاذب آتے ہیں، اور یہ کہ وہ پانی پر تخت دیکھتا ہے اور یہ کہ اس کو دجال ہونا ناپسند نہیں ہے، اور یہ کہ وہ جانتا ہے کہ دجال کا کون سا علاقہ ہے، وہ کہاں پیدا ہوگا اور اب کہاں ہے اور اس کا پھول کر اتنا بڑا ہو جانا جس سے راستہ بند ہو گیا۔ باقی رہا یہ کہ اسلام کا اظہار کیا، حج اور جہاد کیا اور دجال ہونے سے برأت کا اظہار کیا تو اس سے اس کے دجال ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء

ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد اس کے متعلق متقدمین کی آراء مختلف ہیں، ایک روایت ہے کہ اس نے اس قول سے توبہ کر لی تھی اور وہ مدینہ میں مر گیا تھا جب انھوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرہ کو کھول کر دیکھا حتیٰ کہ اس کو لوگوں نے دیکھ لیا، اور ان سے کہا گیا کہ گواہ ہو جاؤ، اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ حلف اٹھا کر

کہتے سنتے کہ ابن صیاد دجال ہے، اور ان کو اس میں بالکل شک نہیں تھا، حضرت جابر سے کہا گیا وہ تو مسلمان ہو چکا تھا، انھوں نے کہا اگرچہ وہ مسلمان ہو چکا ہو، ان سے کہا گیا وہ مدینہ میں تھا اور پھر مکہ گیا انھوں نے کہا اگرچہ مکہ گیا ہو، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو گم کر دیا، اس حدیث سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مر گیا تھا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی، امام مسلم نے ان احادیث میں یہ روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد دجال ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا، اور امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن صیاد مسیح دجال ہے، اور امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں لکھا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ وہ دجال نہیں ہے انھوں نے امام مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو حضرت تمیم داری نے جساسہ کے قصہ میں روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ابن صیاد کی صفات دجال کی صفات کے موافق ہوں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ لوگوں میں دجال کے سب سے زیادہ مشابہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے حالانکہ وہ دجال نہیں ہے، امام بیہقی نے کہا ابن صیاد کا معاملہ ایک فتنہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مبتلاء کر دیا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے محفوظ رکھا اور اس کے شر سے بچایا، حضرت جابر کی حدیث میں حضرت عمر کے قول پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کا ذکر ہے، اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے آپ نے اس کے معاملہ میں توقف کیا ہو، پھر آپ کے پاس یہ بیان آگیا ہو کہ یہ مسیح دجال کا غیر ہے، جیسا کہ حضرت تمیم داری کی حدیث میں اس کی تصریح ہے یہ امام بیہقی کی عبارت ہے اور ان کا مختار یہ ہے کہ ابن صیاد دجال کا غیر ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر کی صحیح روایت یہ ہے کہ یہی دجال ہے واللہ اعلم۔

دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا، اس سوال کے دو جواب ہیں، امام بیہقی وغیرہ نے یہ جواب دیا ہے وہ اس وقت نابالغ تھا، قاضی عیاض نے بھی اسی جواب کو اختیار کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہوا تھا، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آنے کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا جس میں یہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف جوش نہ دلایا جائے اور ان کو ان کے معاملات پر چھوڑ دیا جائے اور ابن صیاد بھی اس معاہدہ کے تحت داخل تھا۔

ابن صیاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی وضاحت

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت دخان کو چھپا کر جو ابن صیاد کا امتحان لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تھی کہ کاہنوں کے پاس جن غیب کی خبریں لاتے ہیں تو آپ نے حقیقت حال کو ظاہر کرنے کے لیے اور ابن صیاد کے ابطال کو صحابہ پر واضح کرنے کے لیے اس کا امتحان لیا تاکہ صحابہ کرام کو معلوم ہو جائے کہ وہ کاہن اور ساحر ہے اس کے پاس شیطان آتے ہیں اور جو کچھ شیاطین کا ہنوں پر القاء کرتے ہیں وہ بھی اس پر القاء کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: فارتقب یوم تاتی

السماء بدخان مبین - اور فرمایا میں نے تمہارے امتحان کے لیے ایک چیز چھپائی ہے بتاؤ وہ کیا ہے اس نے کہا وہ دخ ہے (یہ بھی دخان کی ایک لغت ہے) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دفع ہو تم اپنی حد سے تجاوز نہیں کرو گے یعنی کاہنوں کی حد سے آگے نہیں بڑھو گے جو کسی مکمل عبارت میں سے شیاطین کے القاء کیے ہوئے کسی ایک کلمہ کو یاد رکھ لیتے ہیں، اس کے برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب میں سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے وہ کامل اور واضح ہوتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ پر کرامات کا الہام ہوتا ہے۔ [1]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی چھپائی ہوئی آیت میں سے ابن صیاد "دخ" پر کیسے مطلع ہو گیا علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں یہ دخ کا کلمہ اس کی طرف شیطان نے القاء کیا تھا۔ یا تو اس وجہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے یہ آیت پڑھی، اور اس میں سے کچھ لفظ شیطان نے سن لیے یا اس وجہ سے کہ آسمان پر فرشتے یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت کو چھپائیں گے اور ——— اس میں سے کچھ لفظ شیطان نے سن لیے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو یہ آیت بتلائی تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ابن صیاد یہ آیت نہیں بتا سکے گا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "یوم تاتی السماء بدخان مبین" کو چھپایا تھا۔ [2]

ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۲۲۶ میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر دوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ کا منشاء یہ تھا کہ اگر دجال یہی ہے تو یہ اخیر زمانہ تک رہے گا اور تم اس کے قتل پر قادر نہیں ہو گے اس کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک تو نابالغ ہے اور دوسرے یہودیوں سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابن صیاد کی اصلیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واضح نہیں تھی کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم (از خود) غیب کو نہیں جانتے، ماسوا ان امور کے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے اور شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں ابن صیاد کے امر کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت تھی، اور جس چیز پر ایمان واجب ہے وہ یہ ہے کہ دجال ضرور نکلے گا اور وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور وہ کذاب اور کانا ہوگا، جیسا کہ اتنی زیادہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے جن سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۵۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

حدیث نمبر ۷۲۲۱ میں ہے: ابن صیاد لیٹا ہوا بڑبڑا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپ کر اس کی بڑبڑاہٹ کو سننا چاہا، اس کی ماں نے اس کو خبردار کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا امر واضح ہو جاتا۔

علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یعنی وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا اس سے معلوم ہو جاتا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟ البتہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تین آدمیوں سے (مکلف کرنے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے ان میں سے ایک سونے والا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، اور اس پر اجماع ہے کہ سونے والے سے نیند میں جو اقوال صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مواخذہ کا معاملہ نہیں ہے کہ یہ اشکال ہو یہاں تو اس کے احوال اور قرائن میں غور کر کے اس کی اصلیت کو معلوم کرنے کا مسئلہ تھا، کیونکہ کسی شخص کی بیداری میں جو افکار ہوتے ہیں انہی کا ظہور خرخراہٹ کی صورت میں نیند میں ہوتا ہے اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ انتظار تھا کہ نیند کی حالت میں اس سے ایسی چیز کا ظہور ہوگا جس سے اس کی بیداری کی کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کی اصلیت سے مطلع نہیں فرمایا تھا اور شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام علمی عظمتوں کے باوجود، خدا ہیں نہ عالم الغیب ہیں اور امور غیبیہ میں سے انہی کو جانتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔

دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے اہل سنت و جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے سبب سے بندوں کو امتحان میں مبتلا کیا ہے اور اس کو چند اشیاء پر قدرت دی ہے، تاکہ انہوں کو تجربوں سے ممتاز کر دے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے امر کو باطل کر دے گا، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کر دیں گے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ نے دجال کا انکار کیا ہے اور دوسرے معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے تابعین نے دجال کے وجود کا اعتراف کیا، البتہ انہوں نے یہ کہا کہ دجال کے ہاتھوں پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے، وہ اس کی شعبدہ بازی ہوگی، کیونکہ اگر یہ حقائق ہوں تو اس سے نبوت پر خلل ہوگا، لیکن یہ ان کا زعم ہے، کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا کہ ان خوارق سے اس کا صادق ہونا لازم آئے، وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس دعویٰ کا وہ خود مکذب ہوگا، کیونکہ اس کی ذات میں نقص اور حدوث کی علامتوں کا ظہور ہوگا اور وہ اپنی ذات سے اس نقص کو دور کرنے سے عاجز ہوگا، کسی مومن کو اس کے دعویٰ کے کذب کے متعلق کوئی شک نہیں ہوگا، اس کی اتباع یا تو کوئی شخص اضطرار کی وجہ سے کرے گا، یا کفر کی وجہ سے یا تقیہ اور اس کے خوف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس سے بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوگا اور پہلی بار ہی اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے اور ان کی عقل کام نہیں کرے گی، وہ تیز آندھی کی طرح سرعت سے زمین پر چلے گا اور جس شخص کی نظر اور بصیرت کام نہیں کرے گی وہی اس کی تصدیق کرے گا۔ [2]

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ” ” ” ” ” ” اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۶۴

بَابُ ۱۰۱۶ ذِكْرِ الدَّجَّالِ

مسیح دجال کا بیان

۷۲۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِئَةٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، سنو مسیح دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی، گویا اس کی آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

۷۲۳۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۷۲۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا ہے سنو! وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اس کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔

۷۲۳۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر أَيْ كَافِرٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر یعنی کافر لکھا ہوا ہوگا۔

۷۲۳۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عفان حدثنا عبد الوارث عن شعيب بن الحبحاب عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال ممسوح العين مكتوب بين عينيه كافر ثم تهجاها ك ف ر يقرؤه كل مسلم.

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا پھر آپ نے اس کے ہجے کیے ک ف ر اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا۔

۷۲۳۶ - حدثنا محمد بن عبد الله ابن نمير ومحمد بن العلاء وإسحاق بن إبراهيم قال إسحاق أخبرنا وقال الآخران حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن شقيق عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال أعور العين اليسرى جفال الشعر معه جنة ونار فناره جنة وجنته نار.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور بال گھنے ہوں گے، اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔

۷۲۳۷ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا يزيد بن هارون عن أبي مالك الأشجعي عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنا أعلم بما مع الدجال منه معه نهران يجريان أحدهما رأي العين ماء أبيض والآخر رأي العين نار تأجج فإما أدركن أحد فليأت النهر الذي يراه نارا وليغمض ثم ليطأطئ رأسه فيشرب منه فإنه ماء بارد وإن الدجال ممسوح العين عليها ظفرة غليظة مكتوب بين عينيه كافر يقرؤه كل مؤمن كاتب وغير كاتب.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور جانتا ہوں کہ دجال کے ساتھ کیا ہوگا، اس کے ساتھ دو بہتے ہوئے دریا ہوں گے، ایک دیکھنے میں سفید پانی ہوگا۔ دوسرا دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگا، پھر اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا میں جائے جو بھڑکتی ہوئی آگ دکھائی دے، اور اپنی آنکھ بند کرے اور اپنا سر جھکا کر اس سے پیئے بے شک وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور بلاشبہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی، اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، اس کو ہر مومن پڑھے گا خواہ اس کو لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

۷۲۳۸ - حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي حدثنا شعبة ح وحدثنا محمد بن المثنى (واللفظ له) حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش عن حذيفة عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال في الدجال إن معه ماء ونارا فناره ماء بارد

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق فرمایا اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور اس کا پانی آگ ہوگا، سو تم خود کو ہلاک نہ کرلینا، حضرت ابومسعود نے کہا میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

وَمَا يَرَوْنَهُ نَارٌ فَلَا تَهْلِكُوا قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۲۳۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ فَقَالَ لَهُ عُقْبَةُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّجَّالِ قَالَ إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ فَقَالَ عُقْبَةُ وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ تَصْدِيقًا لِحُذَيْفَةَ۔

عقبہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں ربعی بن حراش کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، عقبہ نے کہا میں نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ نے دجال کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہے وہ بیان کیجئے، انھوں نے کہا دجال نکلے گا اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی جس کو لوگ آگ خیال کریں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا، تم میں سے جو شخص اس کو دیکھے وہ اس میں کود جائے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہو، کیونکہ وہ ٹھنڈا پاکیزہ اور میٹھا پانی ہوگا، عقبہ نے حضرت حذیفہ کی تصدیق کے لیے کہا میں نے بھی یہ حدیث سنی تھی۔

۷۲۴۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ وَأَبُو مَسْعُودٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ إِنَّ مَعَهُ نَهْرًا مِنْ مَاءٍ وَنَهْرًا مِنْ نَارٍ فَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ مَاءٌ وَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ نَارٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَأَرَادَ الْمَاءَ فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ أَنَّهُ نَارٌ فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ هٰكَذَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو مسعود اکٹھے ہوئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دجال کے متعلق سنی ہوئی احادیث کا مجھے ان سے زیادہ علم ہے، اس کے ساتھ ایک پانی کا دریا ہوگا اور ایک آگ کا دریا ہوگا، جس کو تم لوگ یہ سمجھو گے کہ یہ آگ ہے وہ پانی ہوگا اور جس کو تم یہ خیال کرو گے یہ پانی ہے وہ آگ ہوگا، سو تم میں سے جو شخص اس کو پائے اور پانی کا ارادہ کرے وہ اس دریا سے پیئے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہے تو اس کو پانی ملے گا، حضرت ابو مسعود نے کہا میں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۷۲۴۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَدِيثًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی حدیث بیان نہ کروں جو کسی نبی نے اپنی امت کو بیان نہیں کی، بے شک وہ کانا ہوگا، اور اس کے پاس

مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ.

جنت اور دوزخ کی مثل ہوگی اور جس کو وہ جنت کہے گا (حقیقت میں) دوزخ ہوگی، اور میں تم کو اس سے اسی طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

۷۳۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ قَاضِي حِمْصَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللَّهِ فَاثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ

امام مسلم دو سندوں کے ساتھ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا آپ نے اس (کے فتنہ) کو (کبھی) کم اور (کبھی) بہت زیادہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے، جب ہم شام کے وقت آپ کے پاس گئے تو آپ ہمارے ان تاثرات کو بھانپ گئے، آپ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صبح آپ نے دجال کا ذکر کیا، آپ نے اس (کے فتنہ) کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں سے مجھے زیادہ خوف ہے، اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے مقابلہ کروں گا، اور اگر میری غیر موجودگی میں دجال نکلا تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا، اور ہر مسلمان پہ اللہ میرا خلیفہ اور نگہبان ہے، دجال نوجوان اور گھونگریالے بالوں والا ہوگا، اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی، میں اس کو عبد العزیٰ بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں، تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھے، بلاشبہ شام اور عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہوگا، وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، ہم نے کہا یا رسول اللہ! وہ زمین میں کب تک رہے گا، آپ نے فرمایا: چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی

كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًا وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيسَى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ

ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا؟ آپ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، وہ ایک قوم کے پاس جا کر ان کو ایمان کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، ان کے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بھرے اور کوکھیں دراز ہوں گی، پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر ان کو دعوت دے گا، وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے، وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا، ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان کے پاس ــــ ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گزرے گا اور زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو، تو زمین کے خزانے اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا جیسے نشانہ پر کوئی چیز لگتی ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہو کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔
دجال کے اسی معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے حلے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے جب حضرت عیسیٰ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے جس کافر تک

فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَاءٌ وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ۔

ابھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا، اور ان کی خوشبو منتہائے نظر تک پہنچے گی، وہ دجال کو تلاش کریں گے حتی کہ باب لُد پر اس کو موجود پاکر قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا...... وہ ان کے چہروں پر دست شفقت پھیریں گے، اور انہیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے۔ ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی طرف وحی فرمائے گا، میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی کی طاقت نہیں ہے، تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو، اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے، ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گذریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی، پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گذریں گی تو وہ کہیں گی یہاں

پر کسی وقت پانی تھا، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتی کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری ابھی تم میں سے کسی ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا، یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان

ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا، پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ، سو اس دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھالے گی، اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کر لے گی، اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔

۷۲۴۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ وَّالْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ دَخَلَ حَدِيْثُ أَحَدِهِمَا فِي حَدِيْثِ الْاٰخَرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَا ذَكَرْنَا وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا إِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ فَإِنِّيْ قَدْ أَنْزَلْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَيْ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں اس جملہ کے بعد "یہاں ایک مرتبہ پانی تھا" یہ اضافہ ہے پھر وہ خمر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے، یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے، وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا اب آسمان والوں کو قتل کریں پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "میں نے ایسے بندوں کو نازل کیا ہے جن سے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔"

۷۲۴۴ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ وَالسِّيَاقُ لِعَبْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے متعلق بہت طویل حدیث بیان کی، اس حدیث کے اثناء میں آپ نے یہ فرمایا دجال نکلے گا، اور مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہوگا، وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں میں چلا جائے گا، ایک دن اس کے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہوگا، وہ یہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے متعلق

فِيمَا حَدَّثَنَا قَالَ يَأْتِي وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ فَيَنْتَهِي إِلَى بَعْضِ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ لَهُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ لَا قَالَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ قَالَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ يُقَالُ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، دجال یہ کہے گا یہ بتاؤ کہ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا تم میرے متعلق شک کرو گے، لوگ کہیں گے نہیں! راوی کہتے ہیں وہ اس کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا جب دجال اس کو زندہ کر دے گا تو وہ شخص کہے گا بخدا مجھے تیرے متعلق جتنی بصیرت اب ہے پہلے کبھی نہیں تھی، راوی کہتے ہیں کہ پھر دجال اس کو قتل کر دینے کا ارادہ کرے گا، تو اس پر قابو نہ پا سکے گا، ابو اسحٰق نے کہا کہا جاتا ہے وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

۷۲۳۵ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۳۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَيَقُولُونَ لَهُ أَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُولُ أَعْمِدُ إِلَى هَذَا الَّذِي خَرَجَ قَالَ فَيَقُولُونَ لَهُ أَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَيَقُولُ مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ فَيَقُولُونَ اقْتُلُوهُ فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا أَحَدًا دُونَهُ قَالَ فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى الدَّجَّالِ فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا الدَّجَّالُ الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ فَيَقُولُ خُذُوهُ وَشُجُّوهُ فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا اور دجال کے ہتھیار بند لوگ اس سے ملیں گے، وہ اس سے کہیں گے تمہارا کہاں کا قصد ہے، وہ کہے گا میرا اس شخص کی طرف قصد ہے جس کا خروج ہوا ہے وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ کہے گا ہمارے رب میں کسی قسم کا خفا نہیں ہے، وہ کہیں گے اس کو قتل کر دو، پھر ان کے بعض، بعض سے کہیں گے کیا تمہیں تمہارے رب نے منع نہیں کیا تھا کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا، پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے، جب اس کو وہ مومن دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا، پھر دجال اس شخص کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا، اس کی پیٹھ اور پیٹ پر بھی ضرب

فَيَقُولُ أَوَمَا تُؤْمِنُ بِي قَالَ فَيَقُولُ أَنْتَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتَّى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ قُمْ فَيَسْتَوِي قَائِمًا قَالَ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ أَتُؤْمِنُ بِي فَيَقُولُ مَا ازْدَدْتُ فِيكَ إِلَّا بَصِيرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ فَيَحْسِبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۔

لگائی جائے گی، پھر دجال اس شخص سے کہے گا کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ شخص کہے گا تم مسیح کذاب ہو، پھر اس کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لے کر قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے، پھر دجال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا، کھڑا ہو جا، تو وہ شخص سیدھا کھڑا ہو جائے گا، پھر دجال اس سے کہے گا کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ کہے گا مجھے تو تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا پھر وہ کہے گا اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کاروائی نہیں کر سکے گا، دجال اس کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا (لیکن) اس کے گلے سے لے کر ہنسلی تک (کا جسم) تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کا کوئی حیلہ نہیں پا سکے گا، پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا، لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے، حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہو گا۔

٧٢٣٧ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُ قَالَ وَمَا يُنْصِبُكَ مِنْهُ إِنَّهُ لَا يَضُرُّكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ الطَّعَامَ وَالْأَنْهَارَ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق سوال نہیں کیے، آپ نے فرمایا تم کیوں اس کے متعلق فکر مند ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ طعام اور دریا ہوں گے، آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

٧٢٣٨ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ قَالَ وَمَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق اتنا نہیں پوچھا جتنا میں نے پوچھا تھا، راوی نے کہا آپ نے کیا پوچھا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے پوچھا تھا لوگ

سُؤَالَكَ قَالَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَعَهُ جِبَالٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ وَنَهَرٌ مِنْ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی اور گوشت کے پہاڑ اور پانی کے دریا ہوں گے! آپ نے فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

۷۲۴۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُمَيْدٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ فَقَالَ لِي أَيْ بُنَيَّ.

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں ذکر کیں، برید کی سند میں یہ لفظ زائد ہیں! اے میرے بیٹے!

۷۲۵۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَعْقُوبَ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا هَذَا الْحَدِيثُ الَّذِي تُحَدِّثُ بِهِ تَقُولُ إِنَّ السَّاعَةَ تَقُومُ إِلَى كَذَا وَكَذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهُمَا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أُحَدِّثَ أَحَدًا شَيْئًا أَبَدًا إِنَّمَا قُلْتُ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيلٍ أَمْرًا عَظِيمًا يُحَرَّقُ الْبَيْتُ وَيَكُونُ وَيَكُونُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتَّى

حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا یہ کیسی حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز کے وقت قیامت قائم ہوگی، انہوں نے کہا سبحان اللہ! یا لا الٰہ الا اللہ یا کوئی اور کلمہ ان کی مثل کہا اور فرمایا میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب کسی سے کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا، میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم لوگ کچھ دنوں کے بعد ایک ایسا بڑا حادثہ دیکھو گے، جو گھر کو جلا دیگا، وہ ہوگا اور ہوگا پھر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میری امت میں دجال کا خروج ہوگا جو چالیس تک ٹھہرے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس ماہ فرمایا یا چالیس سال فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرمائیں گے جو عروہ بن مسعود کے مشابہ ہوں گے، وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ اسی طرح (امن سے) رہیں گے کہ کسی دو شخصوں میں لڑائی نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ایسی ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان یا خیر ہوگی، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ——

لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ. قَالَ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ أَلَا تَسْتَجِيبُونَ فَيَقُولُونَ فَمَا تَأْمُرُنَا فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لِيتًا وَرَفَعَ لِيتًا قَالَ وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ قَالَ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ أَوْ قَالَ يُنْزِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِ الظِّلُّ نُعْمَانُ الشَّاكُّ فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ قَالَ فَذَاكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ.

صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پھر دنیا میں برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے۔ وہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں گے نہ بری بات کو برا۔ ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا، اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ وہ ان کو بتوں کی پرستش کا حکم دے گا، وہ اس (بت پرستی) میں مصروف کار ہوں گے۔ ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے ہو گی، پھر صور پھونک دیا جائے گا، جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکا لے گا اور دوسری طرف سے اٹھا لے گا، جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا وہ بے ہوش ہو جائے گا، اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور ان کو کھڑا کرو، ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دوزخ کے لیے ایک گروہ نکالو، کہا جائے گا کتنے لوگوں کا؟ کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے، آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن ساق کھول دی جائے گی۔

۷۲۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَعْقُوبَ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو إِنَّكَ تَقُولُ إِنَّ السَّاعَةَ تَقُومُ إِلَى كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أُحَدِّثَكُمْ بِشَيْءٍ إِنَّمَا قُلْتُ إِنَّكُمْ تَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيلٍ أَمْرًا عَظِيمًا

عروہ بن مسعود بیان کرتے ہیں میں نے سنا ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہہ رہا تھا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں (علامت رونما ہو گی) یہ قیامت قائم ہو گی حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ میں تم کو کوئی حدیث نہ بیان کروں، میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم تھوڑی مدت کے بعد ایک بڑا حادثہ دیکھو گے جیسے گھر جل گیا ہو، شعبہ نے یہی یا اس کی [illegible] کہا حضرت

فَكَانَ حَرِيقَ الْبَيْتِ قَالَ شُعْبَةُ هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مَرَّاتٍ وَعَرَضْتُهُ عَلَيْهِ۔

عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میری امت میں دجال کا خروج ہوگا اور حضرت معاذ کی مثل حدیث بیان کی اور اس حدیث میں یہ بیان کیا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کی روح کو (ہوا) قبض کر لے گی۔ محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ شعبہ نے مجھے بار بار یہ حدیث سنائی اور میں نے بھی اس کے سامنے پڑھی۔

٧٢٥٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی حدیث سنی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے سب سے پہلی علامت کا ظہور یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت دابۃ الارض کا خروج ہوگا، ان میں سے جس کا بھی پہلے ظہور ہو تو اس کے فوراً بعد دوسری کا ظہور ہوگا۔

٧٢٥٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ جَلَسَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بِالْمَدِينَةِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعُوهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنِ الْآيَاتِ أَنَّ أَوَّلَهَا خُرُوجًا الدَّجَّالُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَمْ يَقُلْ مَرْوَانُ شَيْئًا قَدْ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مروان بن الحکم کے پاس تین مسلمان بیٹھے ہوئے تھے، ان تینوں نے مروان سے سنا وہ علامات قیامت بیان کر رہا تھا، اس نے کہا سب سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا، حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا مروان نے کچھ نہیں کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث یاد رکھی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

٧٢٥٤ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ تَذَاكَرُوا السَّاعَةَ عِنْدَ مَرْوَانَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے مروان کے سامنے قیامت کا ذکر کیا، حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر انھوں نے حسب سابق حدیث بیان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ ضُحًى۔ | کی، البتہ اس میں چاشت کے وقت کا ذکر نہیں ہے۔

دجال کی وجہ تسمیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے چھپانا اور ڈھانپ لینا، کذاب کو بھی دجال اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل کے سبب سے چھپا دیتا ہے۔ علامہ ثعلب نے کہا دجال تیغ کار کو کہتے ہیں کیونکہ جس تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اس کو سیف مدجل کہتے ہیں، علامہ ابن درید نے کہا کیونکہ دجال حق کو باطل کے سبب چھپائے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ روئے زمین کا سفر کرے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ کیونکہ وہ سفر کے ذریعے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اس کو دجال کہا جائے گا، علامہ قرطبی نے کہا کہ دجال کی وجہ تسمیہ میں دس اقوال ہیں۔ [1]

دجال کی معرفت کے متعلق ضروری امور کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دجال کی بحث میں جن امور کا جاننا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ کیا ابن صیاد دجال تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔
(مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ابن صیاد لغوی معنوں میں دجال تھا لیکن جس دجال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے اور جس کی مخصوص صفات بیان فرمائی ہیں اس کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق یہی خبر دی ہے۔)

۲۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال موجود تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت تمیم داری کی جو روایت بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دجال عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور بعض جزائر میں مقید تھا۔

۳۔ دجال کا خروج کب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اس وقت دجال کا ظہور ہوگا۔ (لیکن یہ فتح دوبارہ قرب قیامت میں ہوگی۔)

۴۔ دجال کے خروج کا سبب کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابن عمر کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کسی چیز پر غضب میں آنے کی وجہ سے اس کا خروج ہوگا۔

۵۔ دجال کا خروج کس جگہ سے ہوگا؟ تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کا خروج مشرق کی جانب سے ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا خروج خراسان سے ہوگا، اس روایت کو امام احمد اور امام حاکم نے حضرت ابوبکر سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا۔

۶۔ دجال کی صفات کیا ہیں؟ تو اس باب کی احادیث میں ہے وہ کانا ہوگا، اور اس کی کانی آنکھ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہوگی، اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوا ہوگا، اس کے ساتھ آگ اور پانی کے دریا ہوں گے، وہ ایک

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

آدمی کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔

۷۔ وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا؟ جب اس کا خروج ہوگا تو پہلے مرحلہ میں وہ ایمان اور صلاح کا دعویٰ کرے گا پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے بعد الوہیت کا دعویٰ کرے گا، جیسا کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال میں کوئی خفا نہیں ہے وہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگا، اور دین کی تبلیغ کرے گا اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کو غلبہ حاصل ہوگا، وہ اسی طرح تبلیغ کرتا ہوا کوفہ پہنچے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا، پھر وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا، تب عقل والے اس سے خبردار ہو کر اس سے الگ ہو جائیں گے، وہ کچھ عرصہ اس دعویٰ پر برقرار رہے گا، پھر کہے گا میں خدا ہوں، پھر اس کی آنکھ ڈھانپ دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا جائے گا، اور وہ کسی مسلمان پر مخفی نہیں رہے گا اور مخلوق میں سے جس کے دل میں بھی رائی کے برابر ایمان ہوگا وہ اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [1]

آیا قرآن مجید میں دجال کا ذکر ہے یا نہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
یہ سوال مشہور ہے کہ دجال کا شر اور اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اور ہر نبی نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہیں ہے اس سوال کے چند جوابات ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں مذکور ذیل آیت میں دجال کا ذکر ہے:

يوم ياتي بعض آيات ربك لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او كسبت في ايمانها خيرا۔ (انعام: ۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض (مخصوص) نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اب ایمان لانے کا فائدہ نہ ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

ان مخصوص نشانیوں میں دجال بھی داخل ہے، کیونکہ امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے فائدہ نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

۲۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں دجال کی طرف اشارہ ہے:

وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته۔ (نساء: ۱۵۹)

اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص مسیح کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

وانه لعلم للساعة۔ (زخرف: ۶۱)

اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰ) ضرور قیامت کی نشانی ہیں۔

اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے، اس لیے ایک ضد کو ذکر کرنے پر اکتفا کر لی گئی۔

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اور دجال کا لقب بھی مسیح ہو گا، لیکن دجال مسیح ضلالت ہے اور حضرت عیسیٰ مسیح ہدایت ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں دجال کا ذکر تحقیر کی بناء پر ترک کر دیا گیا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے، امام بلقینی نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گزر چکے ہیں تاکہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے اور آنے والے مفسدین کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا، لیکن اس جواب پر بھی یاجوج اور ماجوج سے معارضہ ہوتا ہے۔

۴۔ علامہ بغوی نے یہ کہا ہے کہ ——— دجال کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

لخلق السموٰت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (مؤمن: ۵۷)

یقیناً آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت میں الناس سے مراد دجال ہے اور یہ کل کا اطلاق جزء پر ہے، یہ اطلاق اگر کسی قرینہ سے ثابت ہو تو یہ بہت اچھا جواب ہے۔ [۱]

دجال کی ہلاکت کا بیان

دجال کے ہاتھ پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے ان کا اس باب کی احادیث میں ذکر ہے، باقی یہ کہ دجال کب ہلاک ہو گا اور اس کو کون ہلاک کرے گا تو مکہ اور مدینہ (زادہا اللہ شرفہما) کے علاوہ تمام روئے زمین پر اس کے ظہور کے بعد اس کو ہلاک کر دیا جائے گا، تمام روئے زمین پر ظہور کے بعد وہ بیت المقدس کا قصد کرے گا، وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔

دجال کی الوہیت باطل کرنے کے لیے اس کے کانے پن کو بیان کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۷۲۳۱ میں ہے، اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، سنو مسیح دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دعویٰ الوہیت کو رد کرنے کے لیے صرف اس بیان پر اکتفاء کی کہ وہ کانا ہو گا حالانکہ اس کے حادث اور مخلوق ہونے پر اور بھی دلائل موجود تھے، کیونکہ آنکھ کا کانا ہونا ایک ایسا واضح عیب ہے جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، کیونکہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کی خلقت ناقص ہو گی، امام مسلم اور امام ترمذی نے بعض روایات میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھے گا، اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ دجال کا ربوبیت کا دعویٰ جھوٹا ہے، کیونکہ دجال الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور لوگ اس کو دیکھ رہے ہوں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو مرنے سے پہلے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس حدیث میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جنہوں نے بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعویٰ کیا، اس پر یہ اعتراض نہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو شب معراج دیکھا تھا، اس لیے کہ زندگی اور بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں دنیا کے اندر وہ قوت پیدا فرمائی جو باقی مومنوں کو

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۲ - ۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

آخرت میں عطا فرمائے گا۔ [1]

آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال اور اس کے خروج کے وقت کا علم تھا یا نہیں؟

حدیث نمبر ۷۲۴۱ء میں ہے میں تم کو دجال سے اسی طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دجال کا خروج قرب قیامت میں ہو گا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دجال سے ڈرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کے خروج کا وقت حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے مخفی رکھا گیا تھا گویا ان انبیاء علیہم السلام کو دجال سے خبردار کیا گیا اور ان کو دجال کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا اس لیے انبیاء سابقین علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو دجال سے ڈرایا، اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے: "اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے حجت کے ساتھ مقابلہ کروں گا، اور اگر میری غیر موجودگی میں دجال نکلا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرے گا" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب آپ کو دجال کی علامات اور اس کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا تھا اس وقت آپ کے نزدیک یہ ممکن تھا کہ دجال کا خروج آپ کے عہد میں ہوتا، پھر بعد میں آپ کو دجال کی علامات اور اس کے خروج کا وقت بتایا گیا تو آپ نے اس کے مطابق اپنی امت کو خبر دی، اس توجیہ سے ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ ابتداءً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا تھا اسی وجہ سے آپ نے ابن صیاد پر دجال کا شبہ ظاہر کیا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دجال کے خروج کا حتمی وقت اور اس کے خروج کی قطعی علامات بیان کر دیں، چنانچہ آپ نے امت کو بتا دیا کہ قرب قیامت میں دجال کا خروج ہو گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اس کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قیامت قائم کر دی جائے گی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمت کے پیش نظر کہ قیامت کا بالکل اچانک آنا ختم نہ ہو دجال کے خروج کا سن نہیں بتایا اور یہ کہنا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خود بھی دجال کے خروج کے وقت کا علم نہیں تھا اور آپ کو آخیر وقت تک معلوم نہیں ہوا کہ دجال کا خروج آپ کے زمانہ میں ہو گا یا آپ کے بعد، نہ صرف یہ کہ احادیث اور آثار سے بے خبری کا نتیجہ ہے بلکہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت میں کمی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی اس بحث میں لکھتے ہیں:

دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہو گا، لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔۔۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶، ۔۔۔

کہ وہ کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا، اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانے میں پیدا ہونے والا ہے۔ [۱]

اس بحث کے آخیر میں لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو، لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا۔ [۲]

واقعہ یہ ہے کہ اس اندیشہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا تھا کہ دجال کا خروج قرب قیامت میں ہوگا، سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس عبارت میں دجال کے خروج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی کا جو تاثر دیا ہے، ہم اس سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، یہ بڑی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی ریسرچ اور تحقیق کا سکہ جمانے اور اپنی علامیت ظاہر کرنے کے لیے کتابوں پر کتابوں کے حوالے دے اور اس تحقیق سے یہ ثابت کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، اس کائنات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہے، مخلوق میں آپ کا علم سب سے زیادہ ہے، زندگی میں وقتی طور پر آپ کو کسی جزی چیز کا علم نہ ہو یہ ہو سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آخیر وقت تک آپ کو اس چیز کا علم نہ ہوا ہو، بلکہ جس چیز کا بھی علم ممکن تھا وصال سے پہلے آپ کو اس کا علم دے دیا گیا تھا!

خروج دجال کے وقت ایک دن کا طویل ہو کر ایک سال کا ہونا

اس حدیث نمبر ۷۲۴۳ میں ہے: صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا؟

آپ نے فرمایا نہیں! تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ تین دن اس مقدار کے برابر لمبے ہوں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کے باقی ایام تمہارے (عام) ایام کی طرح ہوں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اس ایک دن میں ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر کے پڑھنا، قاضی عیاض نے کہا یہ حکم صرف اس دن کے ساتھ مخصوص ہے جو صاحب شریع نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے، علماء نے کہا اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو اس دن کی نمازیں ہمارے اجتہاد پر موقوف ہوتیں تو ہم اس دن میں وقت کی علامتوں کے حساب سے صرف پانچ نمازیں پڑھتے، اور اندازہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جب اتنا وقت گزر جائے جتنا عام دنوں میں فجر اور ظہر کے درمیان وقت ہوتا ہے تو ظہر پڑھ لی جائے اور جب ظہر کے بعد عصر تک کا وقت گزر جائے تو عصر پڑھ لی جائے وعلیٰ ہذا القیاس ایک سال کی نمازیں اس ایک دن میں پڑھ لی جائیں۔ اور جو دن ایک ماہ اور جو دن ایک ہفتہ کے برابر گزرے اس دن میں ایک ماہ اور ایک ہفتہ کی نمازیں اسی قیاس سے پڑھی جائیں۔ [۳]

[۱] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۱ص ۴۸ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۶ء

[۲] ،، ،، ،، ،، ،، رسائل و مسائل ج ۱ص ۵۵۔ ۴۹

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ص ۴۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ اپنی عادت معروفہ کے خلاف کرے گا، اور سورج کی حرکت کو اس کی معمول کی حرکت سے کم کر دے گا، حتیٰ کہ پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا ایک ماہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور یہ امر ممکن ہے خصوصاً اس زمانہ میں جب بہ کثرت امور خارقہ کا ظہور ہوگا خصوصاً دجال کے ہاتھوں سے بہت سے کام خلاف عادت رونما ہوں گے۔ علامہ ابن جوزی نے ابو الحسن بن المنادی سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ان ایام میں چونکہ بہت مصیبتیں ہوں گی، اس لیے وہ ایام بہت طویل معلوم ہوں گے اس لیے پہلا دن ایک سال کے برابر لگے گا پھر مصیبت کا بار نسبتۃً کم محسوس ہوگا اور دوسرا دن ایک ماہ جتنا لگے گا، اور تیسرا دن ایک ہفتہ جتنا لگے گا اور جب لوگ عادی ہو جائیں گے تو باقی ایام عام دنوں کی طرح گذریں گے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ابو الحسن کی یہ تاویل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن میں ایک دن کی نمازیں کافی نہیں ہوں گی بلکہ اس میں ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر کے ایک سال کی نمازیں پڑھنا، اس حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی، اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسانید صحیح ہیں۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملک نے کہا ہے کہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلا دن ایک سال کا اس لیے معلوم ہوگا کہ اس دن دجال لعین کے شدائد بہت زیادہ محسوس ہوں گے لیکن یہ قول مردود ہے، بلکہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ پہلے دن کے اجزاء میں سے ہر جز کو اتنا زیادہ کر دے کہ وہ دن خلاف عادت ایک سال کا ہو جائے (ملا علی قاری کہتے ہیں) یا اس طرح ہو سکتا ہے کہ زمانہ کو مبسوط کر دیا جائے جیسے شب معراج میں رات کے ایک لمحے کو اتنا مبسوط کر دیا تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی عظیم سیر کر لی، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہر نماز کے وجوب کا سبب اس کا مخصوص وقت ہے، مثلاً طلوع شمس، زوال شمس، غروب شمس اور غروب شفق وغیرہ، اور ان اوقات مخصوصہ کا تحقق اسی وقت ہوگا جب دن اور رات کا حقیقۃً تعدد ہو، اور وہ اس صورت میں مفقود ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں سے یہ معلوم ہو گیا کہ دجال کے ہاتھوں پر بہت سی تلبیسات کا ظہور ہوگا اور بہت امور کو وہ مشابہ کر دے گا اور ملمع کاری کرے گا جن سے ارباب عقول کی عقلیں دھوکا کھا جائیں گی، شیاطین اس کے لیے جعلی جنت اور دوزخ مہیا کر دیں گے اور وہ اپنے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو زندہ کرے گا اور مارے گا۔ بعض لوگوں کو وہ سبزہ کی فراوانی اور پیداوار میں اضافہ سے اور بعض کو خشک سالی اور قحط سے گمراہ کرے گا اور اس کے بہت بڑے جادوگر ہونے میں کوئی خفا نہیں ہے، اس لیے ہمارے نزدیک اس حدیث کی صرف یہ تاویل ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو مسخر کرے گا اور ان کے دماغوں میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ صبح کی روشنی اور شام کے اندھیرے کے بغیر زمانہ ایک حالت پر ٹھہر گیا ہے، اور وہ یہ گمان کریں گے کہ سورج کی روشنی دور نہیں ہو رہی اور رات کی سیاہی نہیں پھیل رہی، اور دن اور رات کے آجانے کی علامتیں مخفی ہو گئی ہیں سو وہ زمانہ کے اس قدر طول سے حیران ہوں گے، اس لیے ان احوال کے لیے آپ نے امت

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کو اندازے اور حساب سے پڑھیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے دجال کے اس سحر اور تلبیس کو دور کر دے۔ [1]

بَابٌ قِصَّةُ الْجَسَّاسَةِ

۷۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ شَعْبُ هَمْدَانَ أَنَّهُ سَأَلَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ فَقَالَ حَدِّثِينِي حَدِيثًا سَمِعْتِيهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسْنِدِيهِ إِلَى أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ خَطَبَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَوْلَاهُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَكُنْتُ قَدْ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ فَلَمَّا كَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَمْرِي بِيَدِكَ فَأَنْكِحْنِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ انْتَقِلِي إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ وَأُمُّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ غَنِيَّةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَظِيمَةُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَنْزِلُ عَلَيْهَا الضِّيفَانُ فَقُلْتُ سَأَفْعَلُ

جساسہ کا بیان

عامر بن شراحیل نے ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس سے سوال کیا جو ابتدائی ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سنی ہو، حضرت فاطمہ نے کہا اگر تم چاہو تو میں ایسی حدیث سنا دیتی ہوں، عامر نے کہا ہاں آپ سنائیں، حضرت فاطمہ نے کہا میرا نکاح ابن المغیرہ سے ہوا تھا جو ان دنوں قریش کے منتخب جوان تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے جہاد میں شہید ہو گئے، جب میں بیوہ ہو گئی تو حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب کے ساتھ آکر مجھے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زادے حضرت اسامہ بن زید کے ساتھ مجھے نکاح کا پیغام دیا، اور میں یہ حدیث سن چکی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اسامہ سے محبت کرے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اس سلسلہ میں) مجھ سے گفتگو کی تو میں نے کہا میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے: آپ جس سے چاہیں میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ، ام شریک انصار کی ایک دولت مند خاتون تھیں، وہ خدا کی راہ میں بہت خرچ کرتی تھیں اور ان کے ہاں مہمان آتے رہتے تھے، میں نے کہا میں عنقریب ایسا کروں گی، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ ام شریک کے ہاں بہت مہمان آتے ہیں اور مجھے

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

فقال لا تفعلي إن أم شريك امرأة كثيرة الضيفان فإني أكره أن يسقط عنك خمارك أو ينكشف الثوب عن ساقيك فيرى القوم منك بعض ما تكرهين ولكن انتقلي إلى ابن عمك عبد الله بن عمرو بن أم مكتوم وهو رجل من بني فهر فهر قريش وهو من البطن الذي هي منه فانتقلت إليه فلما انقضت عدتي سمعت نداء المنادي منادي رسول الله صلى الله عليه وسلم ينادي الصلاة جامعة فخرجت إلى المسجد فصليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنت في صف النساء التي تلي ظهور القوم فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاته جلس على المنبر وهو يضحك فقال ليلزم كل إنسان مصلاه ثم قال أتدرون لم جمعتكم قالوا الله ورسوله أعلم قال إني والله ما جمعتكم لرغبة ولا لرهبة ولكن جمعتكم لأن تميما الداري كان رجلا نصرانيا فجاء فبايع وأسلم وحدثني حديثا وافق الذي كنت أحدثكم عن مسيح الدجال حدثني أنه ركب في سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام فلعب بهم الموج شهرا في البحر ثم أرفؤا إلى جزيرة في البحر حتى مغرب الشمس فجلسوا في أقرب السفينة فدخلوا الجزيرة فلقيتهم دابة أهلب كثير الشعر لا يدرون ما قبله من دبره من كثرة الشعر فقالوا ويلك ما أنت فقالت أنا الجساسة قالوا وما الجساسة قالت أيها القوم انطلقوا إلى هذا الرجل في الدير فإنه إلى خبركم بالأشواق قال لما سمت لنا رجلا فرقنا منها أن تكون شيطانة قال فانطلقنا سراعا حتى دخلنا الدير فإذا فيه أعظم إنسان

خاوند ہے کہ کبھی تمہارے سر سے دوپٹہ اتر جائے یا تمہاری پنڈلی سے چادر ہٹ جائے تو لوگ تمہارے جسم کا وہ حصہ دیکھ لیں جو تمہیں ناگوار ہو، البتہ تم اپنے چچا زاد عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم کے ہاں چلی جاؤ، وہ قریش کے خاندان بنو فہر سے تھے اور اسی خاندان کی فاطمہ بنت قیس تھیں، سو میں ان کے گھر چلی گئی، جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی یہ ندا سنی "نماز کی جماعت ہونے والی ہے"، میں مسجد میں گئی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں عورتوں کی اس صف میں تھی جو مردوں کی صف سے متصل تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا دی تو آپ مسکراتے ہوئے منبر پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں! آپ نے فرمایا: بہ خدا میں نے تم کو کسی چیز کی رغبت دلانے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا، میں نے تم کو صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے، انھوں نے آکر مجھ سے بیعت کی اور وہ مسلمان ہو گئے، انھوں نے مجھے ایک خبر دی جو اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو مسیح دجال کے سلسلہ میں بیان کر چکا ہوں، (تمیم داری) نے مجھے یہ خبر سنائی کہ وہ بنو لخم اور بنو جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے، ایک ماہ تک سمندری موجیں ان کے جہاز کو دھکیلتی رہیں، پھر ایک دن غروب آفتاب کے وقت وہ ایک جزیرہ پر پہنچے، یہ سب چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے، وہاں انھیں ایک جانور ملا، جس کے بال بہت موٹے اور گھنے تھے، بالوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ساتھیوں نے کہا ارے کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس)

رأيناه قط خلقا وأشده وثاقا مجموعة يداه إلى عنقه ما بين ركبتيه إلى كعبيه بالحديد قلنا ويلك ما أنت قال قد قدرتم على خبري فأخبروني ما أنتم قالوا نحن أناس من العرب ركبنا في سفينة بحرية فصادفنا البحر حين اغتلم فلعب بنا الموج شهرا ثم أرفأنا إلى جزيرتك هذه فجلسنا في أقربها فدخلنا الجزيرة فلقيتنا دابة أهلب كثير الشعر لا يدرى ما قبله من دبره من كثرة الشعر فقلنا ويلك ما أنت فقالت أنا الجساسة قلنا وما الجساسة قالت اعمدوا إلى هذا الرجل في الدير فإنه إلى خبركم بالأشواق فأقبلنا إليك سراعا وفزعنا منها ولم نأمن أن تكون شيطانة فقال أخبروني عن نخل بيسان قلنا عن أي شأنها تستخبر قال أسألكم عن نخلها هل يثمر قلنا له نعم قال أما إنه يوشك أن لا تثمر قال أخبروني عن بحيرة الطبرية قلنا عن أي شأنها تستخبر قال هل فيها ماء قالوا هي كثيرة الماء قال أما إن ماءها يوشك أن يذهب قال أخبروني عن عين زغر قالوا عن أي شأنها تستخبر قال هل في العين ماء وهل يزرع أهلها بماء العين قلنا له نعم هي كثيرة الماء وأهلها يزرعون من مائها قال أخبروني عن نبي الأميين ما فعل قالوا قد خرج من مكة ونزل يثرب قال أقاتله العرب قلنا نعم قال كيف صنع بهم فأخبرناه أنه قد ظهر على من يليه من العرب وأطاعوه قال لهم قد كان ذلك قلنا نعم قال أما إن ذاك خير لهم أن يطيعوه وإني مخبركم عني إني أنا المسيح وإني أوشك أن يؤذن لي في الخروج

ہوں، انھوں نے کہا کیسا جساسہ ہے، اس نے کہا کہ تم ہی اس شخص کے پاس چلو جو تمہاری خبر کا بہت شوق رکھتا ہے جب اس نے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم کو یہ ڈر لگا کہ یہ کہیں جن نہ ہو، پھر ہم جلدی جلدی گئے اور گرجے میں داخل ہوئے وہاں واقعی ایک بہت بڑا آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا آدمی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا، ہم نے کہا کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا تم میرا حال جاننے پر تو قادر ہو ہی گئے ہو اب یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا ہم عرب لوگ ہیں ہم ایک سمندری جہاز میں سوار ہوئے تھے، اتفاق سے ان دنوں سمندر بہت جوش میں تھا، ایک ماہ تک سمندری موجیں ہم کو دھکیلتی رہیں بالآخر ہم تمہارے اس جزیرہ تک پہنچ گئے، پھر ہم چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے پھر ہمیں بہت موٹے اور گھنے بالوں والا ایک جانور ملا، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ہم نے اس سے پوچھا کم بخت تو کون ہے، اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس) ہوں، ہم نے پوچھا کیسی جساسہ ہے، اس نے کہا گرجے میں جو شخص ہے اس کی طرف جاؤ، اس کو تمہاری خبریں معلوم کرنے کا بہت شوق ہے، ہم جلدی جلدی تمہارے پاس آ گئے ہم اس جانور سے خوفزدہ تھے، ہمیں اس کے جن ہونے کا اندیشہ تھا، اس شخص نے ہم سے کہا مجھ کو بیسان کے نخلستان کی خبر دو، ہم نے پوچھا تم کس بات کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو، اس نے کہا میں یہ پوچھ رہا ہوں، کہ کیا اس کی کھجوروں میں پھل آ گئے ہیں، ہم نے اس سے کہا ہاں! اس نے کہا عنقریب ان میں پھل نہیں آئیں گے، اس نے پوچھا مجھے طبرستان کے سمندر کی خبر دو، ہم نے کہا تم کس بات کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو اس

فَأَخْرُجُ فَأَسِيرُ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعُ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً أَوْ وَاحِدًا مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَإِنَّهُ أَعْجَبَنِي حَدِيثُ تَمِيمٍ أَنَّهُ وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ وَعَنِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ قَالَتْ فَحَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نے پوچھا کیا اس میں پانی ہے؟ انھوں نے کہا اس میں بہت پانی ہے اس نے کہا قریب ہے اس کا پانی خشک ہو جائے گا اس نے کہا تم مجھے زغر کے چشمے کی خبر دو کیا وہاں کے لوگ چشمہ کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا وہاں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں اس نے پوچھا مجھے امیین کے نبی کے متعلق بتاؤ وہ کیا ہے؟ ہم نے کہا وہ مکہ سے نکلا ہے اور اب یثرب (مدینہ منورہ) میں مقیم ہے۔ اس نے پوچھا کیا عربوں نے ان سے جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ ہم نے کہا وہ اپنے قریب کے عربوں پر فتح یاب ہو گئے، اور انھوں نے اس کی اطاعت کر لی اس نے کہا یہ ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے کہا ان کے لیے اس کی اطاعت کرنا بہتر تھا، اور میں تم کو اپنے متعلق یہ خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں! اور عنقریب مجھے خروج کی اجازت دی جائے گی اور میں نکل کر تمام زمین کی سیر کروں گا، اور چالیس دنوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی ۔۔۔ میں جاؤں گا کیونکہ ان دونوں جگہ پر داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے جب بھی میں ان میں سے کسی ایک جگہ جانا چاہوں گا، تو فرشتہ تلوار سونت کر مجھے روک دے گا، اور ان کی ہر گھاٹی پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی منبر پر مار کر فرمایا یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یعنی مدینہ منورہ، سنو کیا میں نے تم کو پہلے ہی سے یہ چیز بیان نہیں کی تھی، لوگوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا مجھے تمیم کی اس خبر سے خوشی ہوئی کیونکہ یہ اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو دے چکا ہوں اور مکہ اور مدینہ کی ۔۔۔ وہی میری خبروں کی بھی اس میں تصدیق ہے، سنو! دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے۔

______ ، آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کر رکھا ہے۔

ف: اس جانور کو جساسہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دجال کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔

۷۲۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ أَبُو عُثْمَانَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةً قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنِ انْطَلَقَ مِنَ النَّاسِ قَالَتْ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ مِنَ النِّسَاءِ وَهُوَ يَلِي الْمُؤَخَّرَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ بَنِي عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْوَى بِمِخْصَرَتِهِ إِلَى الْأَرْضِ وَقَالَ هَذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ۔

شعبی کہتے ہیں ہم حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انھوں نے ہمیں تازہ کھجوروں کا تحفہ دیا، ان کو ابن طاب کی کھجوریں کہا جاتا تھا، اور جو کا ستو پلایا، میں نے ان سے پوچھا جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ عدت کہاں گذارے گی، انھوں نے کہا مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے گھر میں عدت گذارنے کی اجازت دی۔ حضرت فاطمہ نے کہا، پھر عدت کے بعد، لوگوں میں یہ ندا کی گئی کہ نماز کی جماعت کھڑی ہونے والی ہے، میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز کے لیے چل دی، میں عورتوں کی پہلی صف میں تھی جو مردوں کی آخری صف کے پیچھے تھی، میں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا تمیم داری کے عم زاد سمندر کے بحری جہاز میں سوار ہوئے، اس کے بعد پوری حدیث بیان کی، اس میں یہ اضافہ ہے گویا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں آپ اپنی انگلی کو زمین کی طرف جھکا کر فرماتے ہیں کہ یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ منورہ۔

۷۲۵۷۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ غَيْلَانَ بْنَ جَرِيرٍ يُحَدِّثُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إِلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا يَلْتَمِسُ الْمَاءَ فَلَقِيَ إِنْسَانًا يَجُرُّ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت تمیم داری آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ سمندر میں سوار ہوئے ان کا جہاز راستہ سے ہٹ گیا، وہ ایک جزیرے میں جا نکلے، وہ اس جزیرے میں پانی ڈھونڈنے نکلے وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو اپنے بال کھینچ رہا تھا، پھر پوری حدیث بیان کی، اور اس میں یہ بھی بیان کیا کہ اس شخص نے کہا اگر مجھے نکلنے کی اجازت دی گئی تو میں طیبہ

شَجَرَةٍ ذَا فَقَصَّ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَدْ وَطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَأَخْرَجَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ قَالَ هَذِهِ طَيْبَةُ وَذَاكَ الدَّجَّالُ.

کے سوا تمام شہروں میں پھروں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت تمیم داری کو لوگوں کے پاس لے گئے اور انھوں نے لوگوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہ دجال ہے۔

۷۲۵۸- حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِي تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے، اور فرمایا اے لوگو! مجھے تمیم داری نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کی قوم کے کچھ لوگ سمندر میں جہاز پر سوار ہوئے وہ جہاز حادثہ کا شکار ہو گیا اور وہ جہاز کے تختوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے سمندر میں ایک جزیرے کی طرف جا نکلے۔
اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۷۲۵۹- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو (يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسِّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں دجال جائے گا اور اس کے راستوں میں سے ہر راستہ پر فرشتے صف باندھے ہوئے پہرہ دے رہے ہوں گے، پھر وہ دلدلی زمین میں اترے گا، اور مدینہ تین مرتبہ لرزے گا اور اس سے ہر کافر اور منافق نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

۷۲۶۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجُرُفِ فَيَضْرِبُ رِوَاقَهُ وَقَالَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ مُنَافِقٍ وَمُنَافِقَةٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے باقی اس میں یہ اضافہ ہے کہ دجال اپنا خیمہ جرف کی شور زمین میں لگائے گا اور تمام منافق مرد اور عورت اس کے پاس چلے جائیں گے۔

ف: اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال پیدا ہو چکا ہے اور وہ کسی جزیرہ میں مقید ہے البتہ اس کا خروج اور ظہور قرب قیامت میں ہوگا رہا یہ کہ آج کی مہذب دنیا کو اس کا پتا نشان نہیں ملا تو یہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے ان احادیث صحیحہ کا انکار کیا جائے، کیونکہ یہ بات قطعی نہیں ہے کہ دنیا کے تمام جزائر کو چھان لیا گیا ہے۔

البتہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو لوگ روئے زمین پر موجود تھے سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

بَابٌ ۱۱۸ فِي بَقِيَّةٍ مِنْ أَحَادِيثِ الدَّجَّالِ

دجال کے متعلق بقیہ احادیث

۷۲۶۱ - حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی سبز چادریں اوڑھے ہوئے دجال کی پیروی کریں گے۔

۷۲۶۲ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي أُمُّ شَرِيكٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيلٌ.

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا لوگ دجال سے پہاڑوں میں بھاگیں گے، حضرت ام شریک نے کہا یا رسول اللہ اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ بہت کم ہوں گے۔

۷۲۶۳ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۶۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ رَهْطٍ مِنْهُمْ أَبُو الدَّهْمَاءِ وَأَبُو قَتَادَةَ قَالُوا كُنَّا نَمُرُّ عَلَى هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ نَأْتِي عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّكُمْ لَتُجَاوِزُونِي إِلَى رِجَالٍ مَا كَانُوا بِأَحْضَرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَعْلَمَ بِحَدِيثِهِ مِنِّي

ابوالدہماء اور ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم ہشام بن عامر کے پاس سے گذر کر حضرت عمران بن حصین کے پاس جاتے تھے، ایک دن انھوں نے کہا تم مجھے چھوڑ کر ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہو جو مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے نہیں تھے، اور نہ ان کو مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ خَلْقٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

کوئی مخلوق دجال سے (جسامت میں) بڑی نہیں ہے۔

۷۲۶۵- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّیُّ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ ھِلَالٍ عَنْ ثَلَاثَۃِ رَھْطٍ مِّنْ قَوْمِہٖ فِیْھِمْ اَبُوْ قَتَادَۃَ قَالُوْا کُنَّا نَمُرُّ عَلٰی ھِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اِلٰی عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ مُخْتَارٍ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

تین آدمی جن میں ابوقتادہ بھی تھے، بیان کرتے ہیں کہ ہم ہشام بن عامر کے پاس سے گذر کر حضرت عمران بن حصین کے پاس جاتے تھے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ دجال سے بڑا کوئی معاملہ (فتنہ) نہیں ہے۔

۷۲۶۶- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ یَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا اَوِ الدُّخَانَ اَوِ الدَّجَّالَ اَوِ الدَّابَّۃَ اَوْ خَاصَّۃَ اَحَدِکُمْ اَوْ اَمْرَ الْعَامَّۃِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، تم میں سے کسی ایک کی موت یا سب کی موت یعنی قیامت

۷۲۶۷- حَدَّثَنَا اُمَیَّۃُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَیْشِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ زِیَادِ بْنِ رِیَاحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدَّجَّالَ وَالدُّخَانَ وَدَابَّۃَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا وَاَمْرَ الْعَامَّۃِ وَخُوَیْصَّۃَ اَحَدِکُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک اعمال میں سبقت کرو، دجال، دھواں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، قیامت اور موت۔

۷۲۶۸- وَحَدَّثَنَاہُ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا ھَمَّامٌ عَنْ قَتَادَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

بَابُ[۱۱۹] فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ

فتنہ کے زمانہ میں عبادت کی فضیلت

۷۲۶۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ رَدَّهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ رَدَّهُ إِلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَدَّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ.

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنے کا اجر میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔

۷۲۷۰ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

بَابُ[۱۲۰] قُرْبِ السَّاعَةِ

قیامت کا قریب ہونا

۷۲۷۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت قائم ہوگی جب صرف بُرے لوگ رہ جائیں گے۔

۷۲۷۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَهُوَ يَقُولُ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هَكَذَا.

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے انگوٹھے کے قریب والی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرکے فرما رہے تھے مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔

۷۲۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور قیامت

قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ كَفَضْلِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَهُ عَنْ أَنَسٍ أَوْ قَالَهُ قَتَادَةُ۔

کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے جس طرح ایک انگلی دوسری انگلی سے بڑی ہے، راوی کہتے ہیں کہ پتا نہیں یہ جملہ قتادہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے یا از خود روایت کیا ہے۔

۷۲۷۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ وَأَبَا التَّيَّاحِ يُحَدِّثَانِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَنَسًا يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هٰكَذَا وَقَرَنَ شُعْبَةُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى يَحْكِيهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔ شعبہ نے اپنی انگلیوں انگشت شہادت اور وسطی کو ملا کر دکھایا، یہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حکایت کی۔

۷۲۷۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی۔

۷۲۷۶ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَمْزَةَ يَعْنِي الضَّبِّيَّ وَأَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کی۔

۷۲۷۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَعْبَدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔ آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔

۷۲۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ الْأَعْرَابُ إِذَا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ عَنِ السَّاعَةِ مَتَى السَّاعَةُ فَنَظَرَ إِلَى أَحْدَثِ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ فَقَالَ إِنْ يَعِشْ هٰذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اعراب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ان میں سے کسی کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تمہاری قیامت آجائے گی۔ (یعنی تمہاری موت آجائے گی)۔

قَامَتْ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ.

٧٢٧٩ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ وَعِنْدَهُ غُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَعِشْ هٰذَا الْغُلَامُ فَعَسَى أَنْ لَا يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے پاس انصار کا ایک لڑکا بیٹھا تھا جس کا نام محمد تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو شاید یہ بڑھاپے کو نہ پہنچے اور (تمہاری) قیامت آجائے۔

٧٢٨٠ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُنَيْهَةً ثُمَّ نَظَرَ إِلَى غُلَامٍ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ فَقَالَ إِنْ عُمِّرَ هٰذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ قَالَ قَالَ أَنَسٌ ذَاكَ الْغُلَامُ مِنْ أَتْرَابِي يَوْمَئِذٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قیامت کب قائم ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ازد شنوءہ کے ایک لڑکے کو دیکھا پھر آپ نے فرمایا اگر یہ لڑکا عمر پا گیا تو یہ بوڑھا نہیں ہوگا حتیٰ کہ تمہاری قیامت برپا ہو جائے گی، حضرت انس نے کہا یہ لڑکا ان دنوں میرے ہم عمر لڑکوں میں سے تھا۔

٧٢٨١ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ غُلَامٌ لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَكَانَ مِنْ أَقْرَانِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يُؤَخَّرْ هٰذَا فَلَنْ يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ایک لڑکا گزرا جو میرا ہم عمر تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو یہ ہرگز بوڑھا نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی، (یعنی ان لوگوں کی موت آجائے گی)۔

٧٢٨٢ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرَّجُلُ يَحْلُبُ اللِّقْحَةَ فَمَا يَصِلُ الْإِنَاءُ إِلَى فِيهِ حَتَّى تَقُومَ وَالرَّجُلَانِ يَتَبَايَعَانِ الثَّوْبَ فَمَا يَتَبَايَعَانِهِ حَتَّى تَقُومَ وَالرَّجُلُ يَلِطُ فِي حَوْضِهِ فَمَا يَصْدُرُ حَتَّى تَقُومَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم ہوگی اور کوئی شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا ابھی وہ دودھ اس کے برتن تک نہیں پہنچے گا کہ قیامت آجائے گی اور دو شخص کپڑوں کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت آجائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر رہا ہوگا اور اس کے بننے سے پہلے

قیامت آجائے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض روایات میں ہے اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو یہ بڑھاپے کو نہیں پہنچے گا کہ تم پر قیامت آجائے گی۔ اور اسی مضمون کی دیگر روایات ہیں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات ایک معنی پر محمول ہیں اور "تم پر قیامت آجائے گی" کا معنی ہے تم پر موت آجائے گی اور مطلب یہ ہے کہ اس صدی کے لوگ مر جائیں گے یا یہ مخاطبین مرجائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو یہ علم ہو کہ یہ لڑکا بڑھاپے تک نہیں پہنچے گا نہ اس کی عمر زیادہ ہوگی اور آپ نے اس وقت قیامت آنے کو اس کے بڑھاپے پر معلق کیا ہے اور یہ تعلیق المحال بالمحال کے قبیل سے ہے۔ [1]

بَابُ ١٠٢ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ

دو بار صور پھونکنے کے درمیان وقفہ کا بیان

٧٢٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالُوا أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالُوا أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا، لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ چالیس دن؟ انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس ماہ؟ انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس سال، انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا، جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، حضرت ابوہریرہ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی، اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

٧٢٨٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دم کی ہڈی کے سرے کے سوا ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا لے گی، اسی سے انسان پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر بنایا جائے گا۔

٧٢٨٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْإِنْسَانِ عَظْمًا لَا تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ أَبَدًا فِيهِ يُرَكَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوا أَيُّ عَظْمٍ هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ عَجْبُ الذَّنَبِ۔

جسم میں ایک ہڈی ہے جس کو مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے۔

ف: مطلب کے پیچھے ایک لطیف ہڈی ہے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں، انسان کے جسم میں سب سے پہلے اس کو بنایا جاتا ہے، پھر اسی پر باقی جسم کو بنایا جاتا ہے اس باب کی احادیث میں ہے کہ دم کی ہڈی کے سرے کے سوا ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا جاتی ہے، اس عموم سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں، کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ لاہور) اسی طرح شہداء بھی اس سے مستثنیٰ ہیں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزھد والرقاق

رقاق کا لغوی معنی

رقاق، رِقّۃ کی جمع ہے، رِقّت کا معنی ہے نرمی۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

رقت، شدت اور قسوت کی ضد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اھل الیمن ارق قلوبا۔　　اہل یمن کے دل بہت نرم ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان ابابکر رجل رقیق۔[1]　　حضرت ابوبکر نرم دل شخص ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

رقت کا معنی ہے رحمت، کہا جاتا ہے: رق لہ قلبہ، فلاں شخص کے لیے اس کا دل نرم ہوگیا۔ حدیث میں ہے:

اغتنموا الدعاء عند الرقۃ فانھا رحمۃ۔　　رقت کے وقت دعا کرنے کو غنیمت سمجھو، کیونکہ یہ رحمت ہے۔

حسن بصری نے کہا:

من رق لوالدیہ القی اللہ علیہ محبتہ۔　　جس شخص کا اپنے ماں باپ کے لیے دل نرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی محبت ڈال دیتا ہے۔

رقت کا معنی حیا کرنا بھی ہے، کہا جاتا ہے رق وجھہ استحیاء، فلاں کا چہرہ شرمسار ہوگیا۔ رقت کا معنی رقت بھی ہے۔

حضرت عثمان نے کہا:

اللھم کبرت سنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملوم۔　　اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میری ہڈی باریک ہوگئی ہے مجھے اپنے پاس بلا لے درآں حالیکہ میں سخت ہوں نہ ملامت کیا ہوا۔

رقت قلب بھی اسی سے ماخوذ ہے۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۵۲ مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۳۵۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

رقاق کا مصداق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث کا عنوان رقاق ہے، کیونکہ ان احادیث سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اہل لغت نے کہا ہے کہ رقت، غلظ کی ضد ہے اور اس کا معنی رحمت ہے، اور جب رقت زیادہ ہو تو اس کو حیا کہتے ہیں امام راغب نے کہا ہے کہ رقت جب جسم کی صفت ہو تو اس کی ضد صفاقت ہے کہتے ہیں ثوب رقیق اور ثوب صفیق اور جب رقت النفس کی صفت ہو تو اس کی ضد قسوت ہے کہتے ہیں رقیق القلب اور قاسی القلب۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ رقاق سے مراد وہ کلمات ہیں جن کو سن کر دل رقیق ہوتا ہے اور دنیا سے زہد اور بے رغبتی پیدا ہوتی ہے، اس باب کا عنوان رقاق اس لیے ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کو سن کر رقت اور رحمت پیدا ہوتی ہے۔ [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

رقاق سے مراد وہ کلمات ہیں جو دل میں تاثیر کرتے ہیں اور ان کو سن کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ [3]

زہد کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

زہید کا معنی ہے: تھوڑی چیز، زاہد کا معنی ہے جو تھوڑی چیز سے راضی ہو اور زیادہ سے بے رغبتی کرے، قرآن مجید میں ہے:

وكانوا فيه من الزاهدين (یوسف: ۲۰) [4] اور وہ یوسف میں (پہلے ہی) بے رغبت تھے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

زہد، رغبت کی ضد ہے، جب اس کا صلہ فی اور عن ہو تو اس کا معنی ترک کرنا اور اعراض کرنا ہے، زہری سے دنیا میں زہد کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ جو شخص حلال چیزوں پر شکر ادا کرنے سے قاصر نہ ہو، اور حرام کو ترک کرنے سے عاجز نہ ہو وہ زاہد ہے، بعض ائمہ سے منقول ہے جو شخص رزق حلال میں سے بہ قدر کفایت لے اور زائد کو اللہ کے لیے چھوڑ دے وہ زاہد ہے۔ [5]

زہد کا اصطلاحی معنی

امام غزالی لکھتے ہیں:

والزهد عبارة عن ترك المباحات التي انسان کا اپنی مرغوب اور مباح چیزوں کا ترک کر دینا۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۳۰-۲۲۹، مطبوعہ ادارہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[4] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۱۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[5] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

هي حفظ النفس ولا يبعد ان يقدر على ترك بعض المباحات دون بعض والمقتصر على ترك المحظورات لا يسمى زاهدا وان كان قد زهد في المحظور وانصرف عنه ولكن العادة تخصص هذا الاسم بترك المباحات فاذا الزهد عبارة عن رغبته عن الدنيا عدولا الى الآخرة او عن غير الله تعالى عدولا الى الله تعالى وهي الدرجة العلیٰ[1]

ہے، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض مباح چیزوں کو ترک کر دینا زہد ہے اور صرف حرام چیزوں کو ترک کرنا زہد نہیں ہے، ہر چند کہ وہ حرام چیزوں کا زاہد ہے، لیکن عرف میں زہد کا لفظ مباح چیزوں کے ترک کے ساتھ مخصوص ہے سو دنیا سے اعراض کر کے آخرت کی طرف رغبت کرنا زہد ہے یا غیر اللہ سے اعراض کر کے اللہ کی طرف راغب ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا سب سے بلند درجہ ہے۔

زہد کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

انا جعلنا ما على الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا۔ (کہف: ۷)

بے شک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون سب سے بہتر کام کرنے والا ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ابن ابی حاتم نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی ہے "تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون دنیا کی زینت میں زہد کرنے والا ہے" اور حسن بصری سے مروی ہے کہ ان میں سے کون دنیا کو زیادہ ترک کرنے والا ہے۔[2]

ولا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه ط ورزق ربك خير وابقى۔ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اور آپ حیات دنیا کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) منفعت کے لیے دے رکھی ہیں تاکہ اس میں ہم ان کو آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ دنیا کی زینتوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں، اور یہ بعینہ زہد کا حکم ہے۔

زہد کے متعلق احادیث

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ نے حضرت زید بن ثابت سے عمدہ سند کے ساتھ اور امام ترمذی نے حضرت انس سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۱۹۴ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اصبح وھمه الدنیا شتت اللہ علیه امرہ وفرق علیه ضیعته وجعل فقرہ بین عینیه ولم یاته من الدنیا الا ما کتب له ومن اصبح وھمه الآخرۃ جمع اللہ له ھمه وحفظ علی ضیعته وجعل غناہ فی قلبه واتته الدنیا وھی راغمة۔

دنیا کی فکر میں صبح کی، اللہ تعالیٰ اس کو پریشان حال رکھے گا، اور اس کے اہل وعیال کو متفرق کر دے گا، اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر و فاقہ کر دے گا اور اس کو اتنی ہی دنیا ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں ہے اور جس شخص نے آخرت کی فکر میں صبح کی اللہ تعالیٰ اس کو مطمئن رکھے گا اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے گا اور اس کے دل کو مستغنی کر دے گا، اور اس کے پاس دنیا ذلیل اور رسوا ہو کر آئے گی۔

امام ابن النجار نے بھی اس حدیث کو کچھ لفظی تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ اور امام طبرانی، امام ابن سعد، امام ابو نعیم نے حلیہ میں، امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا رایتم الرجل قد اعطی زھدا فی الدنیا وقلة منطق فاقتربوا منه فانه یلقی الحکمة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کو دنیا میں زہد اور کم گوئی دی گئی ہو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس شخص کو حکمت دی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو حکمت دی جاتی ہے اس کو خیر کثیر دی جاتی ہے۔

امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد سے اور امام حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ازھد فی الدنیا یحبك اللہ وازھد فیما فی ایدی الناس یحبك الناس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

امام غزالی فرماتے ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد کو اللہ کی محبت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کا سب سے بلند درجہ ہوتا ہے لہٰذا دنیا میں زہد اور بے رغبتی کرنا سب سے افضل مقام ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دنیا سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کے بغض کو دعوت دینا ہے۔

امام بزار نے حضرت انس سے سند ضعیف کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت حارثہ بن مالک انصاری سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا:

قال حارثة لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انا مومن حقا قال وما حقیقة ایمانك قال عزفت نفسی عن الدنیا فاستوی عندی حجرھا وذھبھا وکانی بالجنة

حضرت حارثہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں برحق مومن ہوں، آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے دنیا سے اپنے نفس کو ہٹا لیا، اب میرے نزدیک دنیا کا پتھر اور سونا برابر ہے،

والنار وكانى بعرش ربى بارزا فقال صلى الله عليه وسلم عرفت فالزم عبد نور الله قلبه بالايمان ـ

(پھر اس زہد کے نتیجہ میں) میں نے جنت، دوزخ اور عرش الٰہی کا صاف مشاہدہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے واقعی ایمان کو پہچان لیا، (اس زہد پر) جمے رہو، یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کر دیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کی وجہ سے حضرت حارثہ کو حقیقت ایمان کے ساتھ واصل قرار دیا اور ان کی یہ تعریف کی کہ یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کر دیا۔

خطیب اور ابن عساکر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

لما قدم عليه بعض الوفود قالوا انا مؤمنون قال وما علامة ايمانكم قد كروا الصبر عند البلاء والشكر عند الرخاء والرضاء بمواقع القضاء وترك الشماتة بالمصيبة اذا نزلت بالاعداء فقال عليه الصلوٰة والسلام ان كنتم كذلك فلا تجمعوا ما لا تاكلون ولا تبنوا ما لا تسكنون ولا تنافسوا فيما عنه ترحلون[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض وفود آئے اور کہا کہ ہم مومن ہیں، آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ انھوں نے کہا ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں، راحت کے وقت شکر کرتے ہیں، تقدیر پر راضی رہتے ہیں، ہمارے دشمنوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم خوش نہیں ہوتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو تو تم جو چیز نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو، جس جگہ نہیں رہتے وہاں مکان نہ بناؤ اور جن چیزوں کو تم نے چھوڑ جانا ہے ان میں رغبت نہ کرو۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کو ایمان کا تکملہ قرار دیا ہے۔

زہد کے درجات

امام غزالی لکھتے ہیں کہ زہد کے تین درجات ہیں:

(۱)۔ ایک شخص کے دل میں دنیا کی خواہش ہو لیکن وہ مجاہدہ اور کوشش کر کے دنیا کو ترک کرتے، اس کو متزہد کہتے ہیں۔

(۲)۔ ایک شخص اپنی رغبت سے دنیا کو ترک کر دے بایں طور کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو حقیر جانے۔

(۳)۔ ایک شخص زہد میں بھی زہد کرے، یہ سب سے تمام مرتبہ ہے۔

باب ۱۰۲

۷۲۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۲۸ - ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔

۷۲۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوا مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ قَالَ أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ قَالُوا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيهِ لِأَنَّهُ أَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عالیہ کے کسی حصہ سے آتے ہوئے بازار سے گذرے، آپ کے دونوں طرف لوگ تھے، آپ ایک چھوٹے کان والے مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس سے گذرے، آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کوئی اس کو ایک درہم کے بدلے میں لینا پسند کرے گا، صحابہ نے کہا ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کریں گے، ہم اس کا کیا کریں گے، آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے، صحابہ نے کہا، بخدا اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے، تو اب تو یہ مردہ ہے، آپ نے فرمایا جس طرح یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

۷۲۸۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ السَّامِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِيَانِ الثَّقَفِيَّ) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ فَلَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ هٰذَا السَّكَكُ بِهِ عَيْبًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، البتہ ثقفی کی روایت میں یہ ہے کہ اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس میں عیب تھا۔

۷۲۸۹ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ۔

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت الہٰکم التکاثر کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔

۷۲۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَا

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، اس کے بعد حسب

جَمِيعًا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَمَّامٍ.

سابق روایت ہے۔

٧٢٩١ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ الْعَبْدُ مَالِي مَالِي إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ مَا أَكَلَ فَأَفْنَى أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال اس کے لیے تو اس کے مال سے صرف تین چیزیں ہیں جو اس نے کھا کر ختم کر دیا، جو پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا جو کسی کو دے کر (آخرت کا) ذخیرہ کر لیا۔ اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

٧٢٩٢ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٢٩٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے۔ اس کے اہل، مال اور عمل ساتھ جاتے ہیں، اہل اور مال لوٹ آتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

٧٢٩٤ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ (يَعْنِي ابْنَ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيَّ) أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

عمرو بن عوف حلیف بنی عامر جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین بھیجا وہاں سے جزیہ لینے کے لیے بھیجا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے خود صلح کی تھی، اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر بنایا تھا، حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے، جب انصار نے حضرت

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ

ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی، تو وہ صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے، آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں، صحابہ نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تم خوش ہو، بخدا مجھ کو تم پر فقر کا خوف نہیں ہے، لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ ہو گئی تھی، پھر تم ان کی طرح دنیا میں رغبت کرو گے اور یہ دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

۷۲۹۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ يُونُسَ وَمِثْلِ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حسب سابق روایت کیا، البتہ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ دنیا تم کو بھی اس طرح غافل کر دے گی جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو غافل کیا تھا۔

۷۲۹۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ رَبَاحٍ (هُوَ أَبُو فِرَاسٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ) حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب روم اور فارس فتح ہو جائیں گے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اللہ کے حکم کے مطابق کہیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اس کے سوا ہوگا، تم رغبت کرو گے، پھر حسد کرو گے

قَالَ إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّومُ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللّٰهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُونَ ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُونَ فِي مَسَاكِينِ الْمُهَاجِرِينَ فَتَجْعَلُونَ بَعْضَهُمْ عَلَى رِقَابِ بَعْضٍ.

پھر دشمنی کرو گے پھر بغض رکھو گے۔ یا اس کی مثل پھر تم مہاجرین کے گھروں میں جاؤ گے اور بعض کو بعض کی گردنوں پر سوار کر دو گے۔

۷۲۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف دیکھتا ہے جس کو اس پر مال اور شکل وصورت میں فضیلت حاصل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے سے کم درجہ والے کی طرف دیکھے جس پر اس کو فضیلت حاصل ہو۔

۷۲۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ سَوَاءً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۷۲۹۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا إِلَى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَلَيْكُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو، کیونکہ یہ عمل اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو، ابومعاویہ نے "تم پر نعمتوں کہا"۔

۷۳۰۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو اسرائیل میں تین آدمی تھے، برص والا، گنجا اور اندھا، پس

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَى فَأَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ أَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَكَّ إِسْحَاقُ إِلَّا أَنَّ الْأَبْرَصَ أَوِ الْأَقْرَعَ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هَذَا الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هَذَانِ وَوَلَّدَ هَذَا قَالَ فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي فَقَالَ الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ لَهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللهُ فَقَالَ

اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ کیا تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ برص والے کے پاس گیا، اور اس سے کہا تم کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا حسین رنگ اور حسین جلد اور مجھ سے برص کے یہ داغ دور ہو جائیں ان کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس سے وہ داغ دور کر دیے، اور اس کو حسین رنگ اور حسین جلد دے دی گئی، پھر اس سے پوچھا تم کو کون سا مال زیادہ پسند ہے، اس نے کہا اونٹ یا اس نے کہا گائے، اس میں اسحاق (راوی) کو شک ہے، مگر یہ کہ برص والے اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے کہا تھا گائے، راوی نے کہا پھر اس کو دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان اونٹنیوں میں برکت دے، پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا تم کو کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا حسین بال اور اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ گنج دور کر دے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس سے گنج دور کر دیا اور اس کو حسین بال دے دیے، پھر اس سے پوچھا کہ کون سا مال تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا گائے، سو اس کو گابھن گائے دے دی گئی پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھوں، پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی، پھر اس سے پوچھا کہ کون سا مال تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں تو اس کو بچہ دینے والی بکری دے دی گئی، پھر ان دونوں نے اور اس نے بچے دیے تو ایک کے لیے اونٹوں کی وادی ہو گئی اور دوسرے کے لیے گایوں کی وادی ہو گئی اور تیسرے کے لیے بکریوں کی وادی ہو گئی، پھر وہ فرشتہ برص والے شخص کے پاس اس کی شکل و صورت

إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَعْمٰى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ شَيْئًا أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ۔

میں گیا اور کہا وہ ایک مسکین شخص ہے اور کہا اس سفر میں میرا تمام مال اسباب ختم ہو گیا اور اب اللہ کی مدد کے سوا میرا گھر پہنچنا مشکل ہے جس ذات نے تجھ کو حسین رنگ اور حسین جلد دی اور اونٹوں پر مشتمل مال دیا، میں اسی کے نام سے تجھ سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جو اس سفر میں میرے کام آئے، برص والے نے کہا میرے حقوق بہت زیادہ ہیں، فرشتے نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں کیا تم وہ برص زدہ فقیر نہیں ہو جس سے لوگ نفرت کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ مال دیا، اس شخص نے کہا یہ مال تو مجھے اپنے بڑوں سے پشت در پشت حاصل ہوا ہے، فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو پھر پہلی حالت کی طرف لوٹا دے، پھر وہ فرشتہ اسی کی شکل و صورت میں اس گنجے شخص کے پاس گیا، پھر اس سے اسی طرح سوال کیا جس طرح برص والے شخص سے سوال کیا تھا، گنجے نے بھی اسی طرح جواب دیا جس طرح برص والے نے جواب دیا تھا، فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اسی پہلے حال کی طرف لوٹا دے پھر فرشتہ اسی کی شکل و صورت میں اندھے کے پاس گیا اور اس سے کہا میں ایک مسکین شخص اور مسافر ہوں، اس سفر میں میرے تمام مال و وسائل ختم ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی اور تیری مدد کے بغیر میں اب گھر نہیں پہنچ سکتا جس ذات نے تیری بینائی لوٹائی ہے میں اس ذات کے نام سے تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اس سفر میں پہنچ سکوں، اندھے شخص نے کہا میں ایک اندھا آدمی تھا، اللہ تعالیٰ نے میری بصارت لوٹا دی تم جو چاہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو، بخدا آج تم اللہ کے نام پر جس چیز کو بھی لو گے میں تم کو اس سے منع نہیں کروں گا، اس نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، تم لوگوں کی صرف آزمائش کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

۷۳۰۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبَّاسُ بْنُ

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص

عَبْدِ الْعَظِيمِ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحٰقَ) قَالَ عَبَّاسٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ مِسْمَارٍ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي إِبِلِهِ فَجَاءَهُ ابْنُهُ عُمَرُ فَلَمَّا رَآهُ سَعْدٌ قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ فَنَزَلَ فَقَالَ لَهُ أَنَزَلْتَ فِي إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ وَتَرَكْتَ النَّاسَ يَتَنَازَعُونَ الْمُلْكَ بَيْنَهُمْ فَضَرَبَ سَعْدٌ فِي صَدْرِهِ فَقَالَ اسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ۔

رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے پاس تھے کہ ان کے بیٹے عمر آئے جب حضرت سعد نے عمر کو دیکھا تو کہا میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، جب وہ اترے تو عمر نے حضرت سعد سے کہا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے پاس بیٹھے ہیں اور آپ نے لوگوں کو سلطنت میں جھگڑے کے لیے چھوڑ دیا ہے، حضرت سعد نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا خاموش رہو! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو متقی ہو، مستغنی ہو اور گوشہ نشین ہو۔

٧٣٠٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَابْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ نَأْكُلُهُ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ وَهٰذَا السَّمُرُ حَتّٰى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ نُمَيْرٍ إِذًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عرب میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور انگور کی بیل کے پتوں اور اس ببول کے درخت کے سوا ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی مینگنیوں کی طرح قضا حاجت کرتا تھا، اب یہ بنو اسد کے لوگ مجھے دین سکھاتے ہیں، اگر فی الواقع ایسا ہے تو میں تو ناکام رہا اور میرے اعمال برباد ہو گئے۔ ابن نمیر نے "اذا" کا لفظ نہیں کہا۔

٧٣٠٣ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ حَتّٰى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الْعَنْزُ مَا يَخْلِطُهُ بِشَيْءٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں ہے کہ ہم سے ایک شخص بکرے کی مینگنی کی طرح قضا حاجت کرتا تھا اس میں کوئی چیز ملی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔

٧٣٠٤ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد کہا دنیا نے اپنے اختتام کی خبر

غَزْوَانَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَّوَلَّتْ
حَذَّآءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَآءِ
يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى
دَارٍ لَّا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ
فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ
جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لَّا يُدْرِكُ
لَهَا قَعْرًا وَّوَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ وَلَقَدْ
ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ
الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَّلَيَاْتِيَنَّ
عَلَيْهَا يَوْمٌ وَّهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ
رَاَيْتُنِىْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ
حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً
فَشَقَقْتُهَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ
فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا
فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا
عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ وَاِنِّىْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ
اَكُوْنَ فِىْ نَفْسِىْ عَظِيْمًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا وَّاِنَّهَا
لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَنَاسَخَتْ حَتّٰى يَكُوْنَ
اٰخِرُ عَاقِبَتِهَا مُلْكًا فَسَتَخْبُرُوْنَ وَتُجَرِّبُوْنَ
الْاُمَرَآءَ بَعْدَنَا۔

دے دی ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے ، اور اب
دنیا صرف اتنی رہ گئی جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور
اب تم دنیا سے اس جہان کی طرف منتقل ہونے والے ہو
جو لازوال ہوگا ، سو تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر لے کر منتقل ہو
کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے
سے گرایا جائے گا وہ ستر سال تک اس کی گہرائی میں گرتا
رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پا سکے گا ، اور خدا کی قسم جہنم
بھر جائے گی ، اور بے شک ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ
جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے لے کر دوسرے
پٹ تک چالیس سال کی مسافت ہے اور جنت میں ضرور
ایک ایسا دن آئے گا جب وہ لوگوں کے رش سے بھری
ہوئی ہوگی ، اور تم کو معلوم ہے کہ میں ان سات صحابہ میں سے
ساتواں تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ،
اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے
کی چیز نہیں تھی ، حتی کہ ہماری باچھیں چھل گئیں ، مجھے ایک
چادر مل گئی تو میں نے اپنے اور حضرت سعد بن مالک
کے درمیان اس کے دو حصے کیے ، نصف چادر کا میں نے
تہبند بنایا اور نصف کا حضرت سعد بن مالک نے ، اور آج ہم
میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے ، اور میں اس چیز سے
اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں خود کو بڑا سمجھوں حالانکہ میں اللہ کے
نزدیک چھوٹا ہوں ، اور بے شک خلافت نبوت ختم ہو گئی
اور آخر میں ہر خلافت ملوکیت سے بدل گئی اور تم ہمارے
بعد آنے والے حاکموں کا حال بھی دیکھ لو گے اور تم کو ان
کا تجربہ بھی ہو جائے گا ۔

۷۳۰۵ - وَحَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيْطٍ
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ
عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَّقَدْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ قَالَ
خَطَبَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ
فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ شَيْبَانَ۔

خالد بن عمیر نے زمانہ جاہلیت پایا تھا وہ کہتے ہیں کہ
حضرت عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا ، وہ اس وقت بصرہ کے
امیر تھے ، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے ۔

٧٣٠٦ - حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء حدثنا وکیع عن قرۃ بن خالد عن حمید بن هلال عن خالد بن عمیر قال سمعت عتبة بن غزوان یقول لقد رأیتني سابع سبعة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ما طعامنا الا ورق الحبلة حتی قرحت اشداقنا.

حضرت عتبہ بن غزوان بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ساتواں تھا، اور انگور کی بیل کے پتوں کے سوا ہمارے پاس کھانے کی اور کوئی چیز نہیں تھی حتی کہ اس سے ہماری باچھیں چھل گئی تھیں۔

٧٣٠٧ - حدثنا محمد بن ابي عمر حدثنا سفیان عن سهیل بن ابي صالح عن ابیه عن ابي هریرة قال قالوا یا رسول الله هل نری ربنا یوم القیمة قال هل تضارون في رؤیة الشمس في الظهیرة لیست في سحابة قالوا لا قال فهل تضارون في رؤیة القمر لیلة البدر لیس في سحابة قالوا لا قال فوالذي نفسي بیده لا تضارون في رؤیة ربکم الا کما تضارون في رؤیة احدهما قال فیلقی العبد فیقول ای فل الم اکرمك واسودك وازوجك واسخر لك الخیل والابل واذرك ترأس وتربع فیقول بلی قال فیقول افظننت انك ملاقي فیقول لا فیقول فاني انساك کما نسیتني ثم یلقی الثاني فیقول ای فل الم اکرمك واسودك وازوجك واسخر لك الخیل والابل واذرك ترأس وتربع فیقول بلی ای رب فیقول افظننت انك ملاقي فیقول لا فیقول فاني انساك کما نسیتني ثم یلقی الثالث فیقول له مثل ذلك فیقول یا رب امنت بك وبکتابك وبرسلك وصلیت وصمت وتصدقت ویثني بخیر ما استطاع فیقول ههنا اذا قال ثم یقال له الان نبعث شاهدنا علیك ویتفکر في نفسه من ذا الذي یشهد علی فیختم علی فیه ویقال لفخذه ولحمه و

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی، کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا: کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی؟ کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی، کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ

عِظَامِهِ انْطِقِي فَتَنْطِقُ فَخِذُهُ وَلَحْمُهُ وَعِظَامُهُ بِعَمَلِهِ وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهِ وَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِي يَسْخَطُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

تیسرے بندے کو بلا کر اس سے اسی طرح فرمائے گا، وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی پتا چل جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا میرے خلاف کون گواہی دے گا! پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بولو! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کا بیان کریں گی، اور یہ اس لیے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف حجت ہو، یہ وہ منافق ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

۷۳۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ عَنْ فُضَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ أَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَقُولُ يَا رَبِّ أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُولُ بَلٰى قَالَ فَيَقُولُ فَإِنِّي لَا أُجِيزُ عَلٰى نَفْسِي إِلَّا شَاهِدًا مِنِّي قَالَ فَيَقُولُ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيدًا وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ شُهُودًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ فَيُقَالُ لِأَرْكَانِهِ انْطِقِي قَالَ فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهِ قَالَ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُولُ بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ہنس پڑے، آپ نے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپ نے فرمایا مجھے بندے کی اپنے رب سے بات پر ہنسی آئی ہے، بندہ کہے گا اے میرے رب! کیا آپ نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ وہ فرمائے گا کیوں نہیں! بندہ کہے گا میں اپنے خلاف اپنے سوا اور کسی کی گواہی جائز قرار نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہے، یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی، آپ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو! پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کا بیان کریں گے، پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا، پھر وہ (اعضاء سے) کہے گا، دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

۷۳۰۹ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بقدر کفایت کر دے۔

۷۳۱۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا وَفِي رِوَايَةِ عَمْرٍو اللَّهُمَّ ارْزُقْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بقدر کفایت کر دے، اور عمرو کی روایت میں ہے اے اللہ رزق دے۔

۷۳۱۱ - وَحَدَّثَنَاه أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ ذَكَرَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ كَفَافًا.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں کفافا کا لفظ ہے۔

۷۳۱۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل مدینہ میں آئی انھوں نے کبھی تین دن متواتر سیر ہو کر گندم کا کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

۷۳۱۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ بُرٍّ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین دن سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ کے پاس چلے گئے۔

۷۳۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی نہیں کھائی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٧٣١٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن سے زیادہ گندم کی روٹی نہیں کھائی۔

٧٣١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ ثَلَاثًا حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ کے پاس چلے گئے۔

٧٣١٧ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ إِلَّا وَأَحَدُهُمَا تَمْرٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی دو دن گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، دو دنوں میں سے ایک دن کھجور کھاتے تھے۔

٧٣١٨ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ وَيَحْيَى بْنُ يَمَانٍ حَدَّثَنَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا یہ حال تھا کہ ہم ایک ماہ تک ٹھہرے رہتے تھے اور آگ نہیں جلاتے تھے ہم صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

٧٣١٩ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِنْ كُنَّا لَنَمْكُثُ وَلَمْ يَذْكُرْ آلَ مُحَمَّدٍ وَزَادَ أَبُو كُرَيْبٍ فِي حَدِيثِهِ عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَا اللُّحَيْمُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے کہ (کبھی) گوشت آجاتا تھا۔

٧٣٢٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور میرے برتن میں کسی

أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِي رَفِّي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ.

ذی روح کے کھانے کے لیے صرف تھوڑے سے جو تھے، بہت دن تک وہ جو کھاتی رہی ایک دن میں نے ان کو ناپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

٧٣٢١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ وَاللَّهِ يَا ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ قَالَ قُلْتُ يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعَيِّشُكُمْ قَالَتِ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ فَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِينَاهُ.

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بخدا اے میرے بھانجے! خدا کی قسم، ہم چاند دیکھتے، پھر دوسرے ماہ چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے اور ان دو مہینوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی، میں نے کہا اے خالہ جان! پھر آپ کیا کھاتی تھیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کھجور اور پانی البتہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا، ان کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا دودھ بھیجتا اور آپ ہمیں دودھ پلا دیتے تھے۔

٧٣٢٢ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَزَيْتٍ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کبھی ایک دن میں دو بار روٹی اور زیتون کے تیل سے سیر نہیں ہوئے۔

٧٣٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَكِّيُّ الْعَطَّارُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَجَبِيُّ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ شَبِعَ النَّاسُ مِنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور صحابہ اس وقت تک پانی اور کھجور سے ہی سیر ہوتے تھے۔

مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ۔

۷۳۲۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ الْمَاءِ وَالتَّمْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور ہم پانی اور کھجور سے سیر ہوتے تھے۔

۷۳۲۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْأَشْجَعِيُّ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ سُفْيَانَ وَمَا شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی، اس میں ہے ہم پانی اور کھجور کو بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔

۷۳۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ) عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّادٍ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ مَا أَشْبَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ حِنْطَةٍ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، ابن عباد نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اہل کو متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھلائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

۷۳۲۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ مِرَارًا يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ مَا شَبِعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ حِنْطَةٍ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا۔

ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا حضرت ابوہریرہ انگلی سے اشارہ کر کے کہتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اہل کو متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھلائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

۷۳۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ کیا تم اپنی خواہش کے مطابق کھاتے اور پیتے نہیں ہو؟ اور بے شک میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لیے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ وَقُتَيْبَةُ لَمْ يَقُلْ بِهِ.

کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

٧٣٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُلَائِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَمَا تَرْضَوْنَ دُونَ أَلْوَانِ التَّمْرِ وَالزُّبْدِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں ہے کہ تم طرح طرح کی کھجوروں اور مکھن کے بغیر راضی نہیں ہوتے تھے۔

٧٣٣٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ يَخْطُبُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلًا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ.

حضرت عمر نے یہ ذکر کیا کہ لوگوں نے کس قدر دنیا حاصل کر لی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارا دن بھوکے رہتے تھے۔ اور آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لیے کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

٧٣٣١ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَكَ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ قَالَ فَإِنَّ لِي خَادِمًا قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَجَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالُوا يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّا وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ إِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَإِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا أَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَإِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فُقَرَاءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ نے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے ساتھ تم رہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پوچھا کیا تمہارے پاس مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں، کہا پھر تم اغنیاء میں سے ہو، اس نے کہا میرے پاس تو خادم بھی ہے، کہا پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو۔ ابوعبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس تھا، ان کے پاس تین شخص آئے انھوں نے کہا اے ابو محمد! بخدا ہمیں کوئی چیز میسر نہیں ہے۔ خرچ، سواری نہ سامان، حضرت عبداللہ نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم پسند کرو تو ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں وہ سب دیں گے جو اللہ تم کو میسر کرے گا، اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارا معاملہ سلطان سے کہیں اور اگر تم چاہو تو صبر کرلو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں

الْمُهَاجِرِينَ يَسْبِقُونَ الْأَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الْجَنَّةِ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا قَالُوا فَإِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْأَلُ شَيْئًا

اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے تو انہوں نے کہا ہم صبر کرتے ہیں اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتے۔

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

حدیث نمبر ۷۲۸۶ میں ہے: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔
علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اس کو سخت اور مشکل عبادات کا مکلف کیا جاتا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور کافر کے لیے جو بھی عیش اور آرام ہے وہ دنیا میں ہے اور آخرت میں اس کے لیے دائمی عذاب ہوگا۔ سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بد وضع یہودی نے لباس فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو۔ اس عالم نے جواب دیا کہ جب میں مر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لیے تیار کر رکھا ہے تو تجھے محسوس ہوگا کہ یہ دنیا میرے لیے قید خانہ تھی، اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔ [1]

خلافت کا ملوکیت سے بدل جانا

حدیث نمبر ۷۳۰۴ میں ہے: آخر میں سب خلافت ملوکیت سے بدل گئی۔
علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے:
یعنی نبوت کے زمانہ میں حق کو قائم کیا جاتا ہے، دنیا سے بے رغبتی کی جاتی ہے اور آخرت کی طرف رغبت کی جاتی ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد حال متغیر ہو گیا، اور معاملہ بالکل الٹ گیا، اور قرون اولیٰ میں ہونے والی نیکیاں بتدریج کم ہوتی گئیں اور برائیوں میں اضافہ ہوتا گیا اسی کو حدیث میں "تناسخ نبوت" سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس حدیث کی تائید اس حدیث میں ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی نبی بھیجا اس کے حواری اور اصحاب تھے جو اس کے طریقہ پر چلتے تھے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئے جو اپنے قول پر عمل نہیں کرتے تھے۔ [2]

فقر اور غنا

حدیث نمبر ۷۳۰۹ سے لے کر حدیث نمبر ۷۳۴۰ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد کے متعلق احادیث ہیں اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ فقر اور غنا میں کیا افضل ہے، قوت کا معنی ہے اتنی غذا جس سے بدن میں رمق حیات قائم رہے، اور کفاف کا معنی ہے اتنا مال جس کی وجہ سے انسان کو کسی سے سوال نہ کرنا پڑے۔ بعض علماء نے کہا کہ کفاف افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفاف کی دعا کی ہے اور جس کی آپ نے دعا کی ہے وہی

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۸۹، " " " "

افضل اور ارجح ہے۔ نیز کفاف، فقر اور غنا، کے درمیان حالت متوسطہ ہے اور بہترین حالت، حالت متوسطہ ہوتی ہے نیز کفاف کی حالت میں انسان فقر اور غنا دونوں کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ [1]

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے کہا فقر افضل ہے، بعض نے کہا غنا افضل ہے، بعض نے کہا کفاف افضل ہے اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا۔ اسی طرح بعض علماء نے کہا فقیر صابر افضل ہے، اور بعض نے کہا غنی شاکر افضل ہے، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غنی شاکر افضل ہے نہ فقیر صابر افضل ہے، افضل فقیر شاکر ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

شقیق بن ابراہیم بلخی بھیس بدل کر عبداللہ بن مبارک کے پاس گئے، عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا بلخ سے، پوچھا بلخ میں شقیق بن ابراہیم کو جانتے ہو؟ کہا ہاں! پوچھا شقیق اور ان کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟ کہا جب انھیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو اللہ کا شکر کرتے ہیں، عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ تو ہمارے ہاں کے کتوں کا طریقہ ہے! شقیق بن ابراہیم نے پوچھا پھر کس طرح ہونا چاہیے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا کاملین کا طریقہ یہ ہے کہ جب انھیں نہیں ملتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ [2]

اگر ہم کاملین کے اس مقام کو حاصل نہ کر سکیں تو کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیے کہ جو چیز ہماری ضرورت سے زائد ہو اس کو جمع کرنے کے بجائے ہم اسے دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیں، امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا اس کا صرف ایک شانہ باقی ہے! آپ نے فرمایا اس شانہ کے علاوہ باقی سب باقی ہے۔ [3] یعنی جو اپنے لیے رکھ لیا وہ فانی ہے اور جو خدا کی راہ میں دے دیا وہ باقی ہے۔

فقر اور غنا کی بحث میں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ نہ مطلقاً فقر مذموم ہے نہ غنا، اور نہ مطلقاً فقر مستحسن ہے نہ غنا، وہ مادی فقر جو انسان کے ہاتھ میں کاسہ گدائی تھما دے، اور وہ فقر جو انسان کو خدا اور رسول سے باغی کر دے وہ فقر مذموم ہے اور وہ فقر جو افتقار الی اللہ کا مترادف ہو، جس فقر کی وجہ سے انسان دنیا اور زینت دنیا سے مستغنی ہو وہ فقر مستحسن ہے، جو فقر لینن اور ماؤزے تنگ کا راستہ دکھائے وہ مذموم ہے اور جو فقر بلال، عمار بن یاسر اور صہیب رومی کا راستہ دکھائے وہ مستحسن ہے۔ اسی طرح جو غنا مادی دولت کا خوگر کر دے، جس غنا کی وجہ سے انسان خدا اور رسول کو بھول جائے وہ غنا مذموم ہے اور جس غنا کے سبب انسان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مستغنی ہو اور اس غنا کی وجہ سے وہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کرے وہ غنا مستحسن ہے، جو غنا انسان کو قارون بنا دے وہ مذموم ہے اور جو غنا انسان کو عثمان بنا دے وہ مستحسن ہے۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۱۶۹، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

فقراء کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جانے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۷۳۳۱ میں ہے:

فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں، صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اور جامع ترمذی میں ہے کہ فقراء مہاجرین پانچ سو سال پہلے جائیں گے، نیز جامع ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جائیں گے اور یہ نصف دن ہے، نیز جامع ترمذی میں ہے فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے اور وہ پانچ سو سال ہیں، اب ان احادیث میں دو اختلاف ہیں، ایک جگہ فقراء مہاجرین کا ذکر ہے اور دوسری جگہ فقراء یا فقراء مسلمین کا ذکر ہے اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ایک جگہ چالیس سال کا ذکر ہے اور دوسری جگہ پانچ سو سال کا ذکر ہے۔ جس حدیث میں فقراء کا ذکر ہے اس کو فقراء مسلمین پر محمول کر دیا جائے گا کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے۔ اب فقراء مہاجرین اور فقراء مسلمین ان دو میں تعارض رہے گا اس میں یہ تطبیق ہوگی کہ ہر دور کے فقراء اپنے دور کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے، عہد رسالت کے فقراء، فقراء مہاجرین تھے، ان کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا، اور عمومی طور پر فقراء مسلمین کا ذکر کیا گیا۔ اور دوسرا اختلاف جو مدت کا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اغنیاء دو قسم کے ہیں نیکی میں سبقت کرنے والے اور اس کے غیر، پہلی قسم سے فقراء چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور دوسری قسم سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے کیونکہ فقراء اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ جنت میں پہلے جانے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ فقراء جنت میں پہلے جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان قیامت میں شفاعت کے لیے کھڑے ہوں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کون ہو سکتا ہے حالانکہ فقراء مہاجرین آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے، قاضی عیاض کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بات میں کوئی نص نہیں ہے کہ فقراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں جائیں گے، بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہیں کھلے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء کے ساتھ جنت میں جائیں اور شفاعت کے لیے پھر واپس آ جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ جنت کے باہر جنت کے سامنے کھڑے ہوں اور جب آپ شفاعت سے فارغ ہو جائیں تو پہلے آپ جنت میں داخل ہوں پھر یہ لوگ جنت میں جائیں، علاوہ ازیں شفاعت کے قبول ہونے سے جو خوشی ہوگی اور اس سے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے جو لذت ملے گی ان نعمتوں کے برابر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ [1]

باب ۲۳: النَّهْيِ عَنِ الدُّخُولِ عَلَى أَهْلِ الْحِجْرِ إِلَّا مَنْ يَدْخُلُ بَاكِيًا
ثمود کے گھروں سے روتے ہوئے بغیر گذرنے کی ممانعت

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۲۹۲-۲۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

٧٣٣٢ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا: ان عذاب دیے ہوئے لوگوں پر روئے بغیر داخل نہ ہونا، اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان پر داخل نہ ہونا کہیں تم کو بھی ان کی مثل عذاب نہ پہنچے۔

٧٣٣٣ ۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَهُوَ يَذْكُرُ الْحِجْرَ مَسَاكِنَ ثَمُودَ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ مَرَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحِجْرِ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ حَذَرًا أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ زَجَرَ فَأَسْرَعَ حَتَّى خَلَّفَهَا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر (قوم ثمود کے گھروں) کے پاس سے گزرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ان کے پاس سے روئے بغیر گزرنا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آئے جو انھیں آیا تھا، پھر آپ نے اپنی سواری کو ڈانٹ کر جلدی ہنکایا حتی کہ حجر پیچھے رہ گیا۔

٧٣٣٤ ۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحِجْرِ أَرْضِ ثَمُودَ فَاسْتَقَوْا مِنْ آبَارِهَا وَعَجَنُوا بِهِ الْعَجِينَ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهَرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا وَيَعْلِفُوا الْإِبِلَ الْعَجِينَ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر (قوم ثمود کی سرزمین) پر گئے، وہاں کے کنوؤں سے پینے کے لیے پانی لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس پانی کو پھینکنے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیا جائے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کنویں سے پانی لیں جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی آتی تھی۔

٧٣٣٥ ۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے انھوں نے وہاں سے پانی لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا۔

وَاَغْنَتْ جُنُوْابِہٖ ۔

حِجر کے تاریخی اور جغرافیائی حالات

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر اصحاب حجر کے مکانوں کے پاس سے گذرے تھے، ان کے ملک کا نام حجر تھا جو مدینہ کے شمال کی طرف واقع ہے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، یہ لوگ دنیاوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر و تجبر کی نمائش کے لیے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے گویا کبھی یہاں سے جانا ہی نہیں، ان کا خیال تھا کہ ایسی مضبوط اور مستحکم عمارتوں پر کوئی آفت کب آسکتی ہے، پھر ایک دن اچانک ان پر عذاب آگیا اور مال و دولت، مستحکم عمارات اور دوسرے اسباب اور وسائل میں سے کوئی چیز بھی ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہ کر سکی۔ [1]

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۝ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (حجر: ۸۰-۸۴)

اور بے شک (وادی) حجر کے لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی، اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے اعراض کرتے رہے، اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے، درآں حالیکہ وہ بے خوف تھے، تو ان کو ایک صبح ایک خوفناک آواز نے پکڑ لیا تو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

قوم ثمود کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے موسوم ہے، یہ قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ اس کے کھنڈر مدینہ کے شمال مغرب میں موجودہ شہر العلا سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں، مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام عام شاہراہ پر ملتا ہے، اور قافلے اس وادی سے ہو کر گذرتے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کوئی شخص یہاں پر قیام نہیں کرتا، آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ حج کو جاتے ہوئے یہاں پہنچا تھا وہ لکھتا ہے کہ یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جو انہوں نے چٹانوں کو تراش تراش کر بنائی تھیں، ان کے نقش و نگار اس وقت تک ایسے تازہ ہیں جیسے آج بنائے گئے ہوں، ان مکانات میں اب بھی گلی سڑی ہوئی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔

شاہ سعود کے زمانہ میں حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا تھا جسے مدائن صالح کہتے تھے یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر کہلاتا تھا اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں وہ سنگین عمارتیں موجود ہیں جن کو ثمود کے لوگوں نے پہاڑ میں تراش تراش کر بنایا تھا، اس ویران شہر کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی وقت اس شہر کی آبادی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی، نزول قرآن کے زمانہ میں حجاز کے تجارتی قافلے ان آثار قدیمہ کے درمیان سے گذرا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر جب ادھر سے گذرے تو آپ نے مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے، ایک جگہ آپ نے ایک کنوئیں کی نشان دہی کر کے بتایا یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی، اور

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ص ۴۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مسلمانوں کو ہدایت کی کہ صرف اسی کنویں سے پانی پینا باقی کنوؤں کا پانی نہ پینا، ایک پہاڑی درے کو دکھا کر آپ نے بتایا کہ اسی درے سے وہ اونٹنی پانی پینے کے لیے آتی تھی وہ مقام آج بھی فج الناقہ کے نام سے مشہور ہے، ان کھنڈرات سے جو مسلمان گذر رہے تھے ان کو جمع کر کے آپ نے فرمایا یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا یہاں سے روتے ہوئے جلدی گذر جاؤ۔

ایک انگریز محقق .J. Schleifer نے لکھا ہے:

الحجر جنوبی عرب کا ایک شہر ہے جو تیما کے جنوب میں وادی القریٰ سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا، یہ قدیم زمانہ کا ایک تجارتی شہر ہے جس کا بطلیموس اور پلینی Pliny نے حجر کے نام سے ذکر کیا ہے، یہ شہر اب موجود نہیں۔ موجودہ زمانے میں اس نام کا اطلاق بدوی اس سیاٹ وادی پر کرتے ہیں جو مبرک الناقہ (مزحم) اور بیر المعظم کے درمیان کئی میل تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی زرخیز زمین میں بہت سے کنویں ہیں، جہاں بدوی بڑی تعداد میں اپنے گلول سمیت اکثر خیمہ زن ہوتے ہیں۔ الحجر سے دو سڑکیں مکے کی طرف جاتی ہیں، ایک تو نجد کی سڑک جس سے آج کل حاجی گذرتے ہیں اور دوسری شاہراہ مرو جس سے قدیم زمانے میں زائرین مکے جایا کرتے تھے۔ الحجر کے مغرب میں ایک پہاڑ سے جو ریت کے پتھر کی پانچ منفرد چٹانوں پر مشتمل ہے، جنہیں اثالت (Doughty : Ethlib) میں اسے ہر جگہ Ethlib لکھا گیا ہے) کہتے ہیں اور جن پر بہت ہی خوش وضع یادگاریں تراش کر بنائی گئی ہیں (ان میں قصر البنت، بیت الشیخ، بیت اخریمات، محل المجلس اور دیوان شامل ہیں، در پر مردوں اور جانوروں کی متعدد تراشی ہوئی اشکال اور بہت سے کتبوں سے مزین ہیں)۔ چارلس ڈاؤٹی (C. M. Doughty) یورپ کا سب سے پہلا باشندہ تھا جس نے ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں الحجر کی سیاحت کی اور ان چٹانوں کا اور ان پر تراشی ہوئی عمارتوں کا بغور مشاہدہ کیا۔ اس نے پتا لگایا کہ یہ عمارتیں (باستثنائے دیوان) مقبرے (یعنی خاندانی مدفن) ہیں جن میں طاق اور انسانی اجسام کے بقیات موجود ہیں۔ مکے جانے والے زائرین ایک دن کے لیے جبل اثالت پر قیام کرتے اور نماز ادا کرتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں کچھ بے دین اور متکبر لوگ موسوم بہ ثمود آباد تھے۔ جن کے متعلق قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ وہ چٹانوں کو کاٹ کر وہاں اپنے مسکن بناتے تھے۔ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک ہم قوم صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان کے پاس بھیجا اور اونٹنی کو بطور نشان پیش کیا کہ اگر اسے نقصان پہنچایا گیا تو عذاب نازل ہوگا، لیکن جب ان لوگوں نے اپنی بت پرستی جاری رکھی اور اس اونٹنی کو مار ڈالا، حالانکہ حضرت صالح ان سے اسے ضرر نہ پہنچانے کے لیے کہتے رہے، تو خدا تعالیٰ نے ان پر ایک زلزلہ نازل کیا جس سے وہ نیست و نابود ہو گئے۔ الحجر کے ریتلے پتھر کی چٹانوں کو مع ان یادگاروں کے جو ان کے اندر تراش کر بنائی گئی ہیں صالح کے نام پر "مدائن صالح" یعنی "صالح کے شہر" بھی کہا جاتا ہے۔ عرب کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو الحجر میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام یہاں اپنی والدہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سیرت نبوی میں بھی الحجر کا ذکر آتا ہے۔ جب ۹ ہجری / ۶۳۱ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو الحجر میں سے آپ کا گذر ہوا۔ صحابہ نے چاہا کہ یہاں آرام کر کے یہاں کے کنوؤں پر اپنے آپ کو تازہ دم کر لیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ ایسی جگہ ٹھہریں جہاں قہر الٰہی نازل ہو چکا تھا۔ زمانہ حال میں امیر سعود یہاں ایک شہر

بسانا چاہتا تھا لیکن ایک ایسے مقام پر جو منجانب اللہ مورد لعنت وعذاب ہو چکا تھا از سر نو ایک شہر آباد کرنے پر علمائے دین کے شدید اعتراضات کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ داؤٹی کے بعد سے ملک السا شیا - [illegible] کے ایک سیاح [illegible] نے دوبار الحجر کی سیاحت کی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۸۶۹ء میں اور دوسری دفعہ [illegible] کے ہمراہ ۱۸۸۴ء میں۔ [1]

بَابُ ۱۲۴ الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ وَالْيَتِيْمِ

بیوہ، مسکین اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت

۷۳۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا، مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا وہ نماز میں اس قیام کرنے والے کی مثل ہے جو تھکتا نہ ہو، اور اس روزہ دار کی طرح جو افطار نہ کرے۔ (یعنی مسلسل روزے رکھے)

۷۳۳۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْغَيْثِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کی پرورش کرنے والا، خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو، میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے، راوی نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو انگلیوں کو ملا کر جو مثال دی ہے وہ یا تو مجاورت اور قرب منازل کو بتلانے کے لیے ہے یا دونوں درجوں کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے ہے، ایک روایت میں ہے کہ راوی مالک نے یہ اشارہ کر کے بتایا تھا، ایک روایت میں یہ مدرج ہے اور کسی کی طرف منسوب نہیں ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ فرمایا تھا۔

بَابُ ۱۲۵ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

مسجد بنانے کی فضیلت

۷۳۳۸ - حَدَّثَنِي هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي

عبید اللہ خولانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو توڑ

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۹۴۵-۹۴۳ مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ

عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ وَفِي رِوَايَةِ هَارُونَ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

کر بنایا تو لوگوں نے اس پر طرح طرح کی باتیں کیں، اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگوں نے بہت باتیں بنائی ہیں اور بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا، اور ہارون کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

۷۳۰۹ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى كِلَاهُمَا عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ وَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلٰى هَيْئَتِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ۔

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اور انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ مسجد کو اس کی اصل حالت پر رہنے دیا جائے، تب حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنائے گا۔

۷۳۱۰ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مثل جنت میں بنائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں اس کے لیے گھر بنایا جائے گا، البتہ اس کی صفت کیسی ہوگی تو جنت کی نعمتیں ایسی ہوں گی جن کو کسی نے پہلے دیکھا نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا، اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کے گھر کو جنت میں دوسرے گھروں پر ایسی فضیلت حاصل ہو گی جیسے دنیا میں مسجد کو دوسرے گھروں پر فضیلت ہے۔

مسجد کی فضیلت کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ينادي بعضها بعضا يا جارة هل مر بك عبد صالح صلى عليك او ذكر الله فان قالت نعم رات لها بذلك فضلا وصالح المري ضعيف ۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر صبح اور شام کو زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو ندا کرتے ہیں اے پڑوسی! کیا تمہارے پاس سے کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تم پر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر کیا؟ اگر وہ کہے ہاں! تو زمین کے اس ٹکڑے کو فضیلت حاصل ہوتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابن عباس قال المساجد بيوت الله في الارض تضيء لاهل السماء كما تضيء نجوم السماء لاهل الارض رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں جن سے آسمان والوں کو اس طرح روشنی حاصل ہوتی ہے جس طرح آسمان کے ستاروں سے زمین والوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تطهر في بيته ثم مشى الى بيت من بيوت الله ليقضي فريضة من فرائض الله كانت خطواته احدهما تحط خطيئة والاخرى ترفع درجة ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں چلا گیا تاکہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ہر ایک قدم سے ایک گناہ مٹے گا اور دوسرے سے ایک درجہ بلند ہو گا۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم من غدا او راح الى المسجد اعد الله له في الجنة نزلا كلما غدا او راح اخرجاه في الصحيح من حديث يزيد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی صبح یا شام کو مسجد میں گیا تو اللہ تعالیٰ ہر صبح اور شام کو اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار کرے گا، امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ
[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۳ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

بن ھارون [1]

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بشر المشائین فی ظلم اللیالی الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ [2]

کو اپنی صحیح میں حضرت یزید بن ہارون سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ رات کے اندھیروں میں مساجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے مکمل نور کی بشارت دے دیں۔

مسجد تعمیر کرنے کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن بشر بن حیان قال جاء واثلۃ بن الاسقع ونحن نبنی مسجدنا قال فوقف علینا فسلم ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من بنی مسجدا یصلی فیہ بنی اللہ عزوجل لہ فی الجنۃ افضل منہ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر [3]

بشر بن حیان کہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد بنا رہے تھے اسی اثناء میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور ہمیں سلام کرنے کے بعد کہا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس آدمی نے مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل گھر بنائے گا، اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی بیتا یعبد اللہ فیہ من مال حلال بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ من در و یاقوت رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار و فیہ سلیمان بن داؤد الیمامی وھو ضعیف۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے حلال مال سے ایک گھر بنایا اللہ تعالیٰ اس کے لیے موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سلیمان بن داؤد راوی ضعیف ہے۔

عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من بنی للہ مسجدا لا یریدبہ ریاء ولا سمعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اور اس سے دکھانے اور سنانے کا ارادہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اس

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۳ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ״ ״ ״ ״ ״ ״، شعب الایمان ج ۳ ص ۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] ״ ״ ״ ״ ״ ״، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷، ״ ״ ״ ״

رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ [1]

کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدًا صغیرًا کان او کبیرا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ رواہ الترمذی۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی (چھوٹی ہو یا بڑی)، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن معاذ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن علق فیہ قندیلا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یطفی ذلک القندیل ومن بسط فیہ حصیرا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی ینقطع ذلک الحصیر ومن اخرج منہ قذاۃ کان لہ کفلان من الاجر رواہ ابو الفرج فی کتاب العلل۔ [3]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا اور جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی تو جب تک وہ قندیل جلتی رہے گی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، اور جس شخص نے مسجد میں چٹائی بچھائی تو جب تک وہ چٹائی سالم رہے گی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، اور جو آدمی مسجد سے کوئی تنکا نکالے گا اس کو دو اجر ملتے رہیں گے۔

مسجد کو مزین کرنے کا شرعی حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وامر عمر ببناء المسجد وقال اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر فتفتن الناس وقال انس یتباھون بھا ثم لا یعمرونھا الا قلیلا وقال ابن عباس لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری۔ [4]

حضرت عمر نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور کہا لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو، اور مسجد میں سرخ یا زرد رنگ کرنے سے احتراز کرو کہیں لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، حضرت انس نے کہا تم مسجدوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرو گے، پھر ان کو بہت کم آباد کرو گے، حضرت ابن عباس نے کہا تم ضرور مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے معبدوں کو مزین کیا تھا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] 〃 〃 〃 ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۲، 〃 〃 〃

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس کے ساتھ گئے تو صبح کی نماز کے وقت ہمارا ایک مسجد سے گزر ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! تو بعض لوگوں نے کہا ہم دوسری مسجدوں میں جائیں گے تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو بہت کم آباد کریں گے، اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ مسجد بنانے میں ایک دوسرے پر فخر نہیں کریں گے قیامت قائم نہیں ہوگی، امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مساجد کو بلند اور مضبوط بناؤں، علامہ طیبی نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ مساجد کو مزخرف کرنے کے لیے مجھے ان کو مضبوط بنانے کا حکم نہیں دیا گیا، زخرفہ کا معنی کسی چیز کو باطل سے مزین کرنا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ مساجد کو سونے سے مزین کرنا جیسے یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے گرجوں کو مزین کر لیا، محی السنہ نے کہا اب تم بھی ریاکاری کے لیے مساجد بناتے ہو اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیے مساجد کی تزئین کرتے ہو، ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا اور مسجد کی تزئین اور آرائش کرنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے جو یہ کہا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور مال وقف سے مسجد کی تزئین کرنا جائز نہیں ہے، اور جو شخص مال وقف سے مسجد کی تزئین کرے گا اسے اس کا تاوان دینا ہوگا خواہ وہ مسجد کا متولی ہو یا کوئی اور۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مسجد کی تزئین اور آرائش کرے تو یہ پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ نمازی کی توجہ اس زینت میں مشغول ہوگی اور یہ اپنے مال کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا بھی ہے۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان عبد الله اخبره ان المسجد كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مبنيا باللبن وسقفه بالجريد وعمده خشب النخل فلم يزد فيه ابو بكر شيئا وزاد فيه عمر وبناه على بنيانه في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم باللبن والجريد واعاد عمده خشبا ثم غيره عثمان فزاد فيه زيادة كثيرة وبنى جداره بالحجارة المنقوشة والقصة وجعل عمده من حجارة منقوشة وسقفه بالساج [2]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد (نبوی) اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اسی نہج پر اضافہ کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ بنی ہوئی تھی، اینٹوں اور شاخوں سے اس کو بنایا اور درخت کے تنوں سے ستون بنائے، پھر حضرت عثمان

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۷-۲۰۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے اس میں تبدیلی کی اور بہت اضافہ کیا انھوں نے نقشین پتھروں اور چونے سے اس کی دیواریں بنائیں اور نقشین پتھروں سے ہی اس کے ستون بنائے اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنائی۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مساجد کی تعمیر میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے اور فخر اور ریاکاری کے خدشہ سے ان کی تعمیر میں مبالغہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کثرت فتوحات اور مال و دولت کی فراوانی کے باوجود، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنائی ہوئی مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وسائل کی اور بھی زیادہ فراوانی تھی، اس کے باوجود انھوں نے صرف اتنا کیا کہ نقشین پتھروں اور چونے سے دیواریں بنائیں اور ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی، انھوں نے مسجد بنانے میں سادگی سے اسی وجہ سے کام لیا کہ ان کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں زخرف اور زیب و زینت ناپسند ہے اور تاکہ بعد کے لوگ میانہ روی، کفایت شعاری اور زہد میں ان کی پیروی کریں، سب سے پہلے جس شخص نے مسجد کو مزین کیا وہ ولید بن عبد الملک بن مروان تھا، یہ اواخر صحابہ کا دور تھا اور اکثر علماء نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا، ابن المنیر نے کہا ہے کہ اب جب کہ لوگ اپنے گھروں کو مضبوط اور زیب و زینت سے بناتے ہیں تو مستحب یہ ہے کہ مساجد کو بھی خوب صورتی اور زینت سے بنایا جائے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مساجد کی وقعت کم نہ ہو، بعض علماء (علامہ ابن حجر) نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر بیت المال سے صرف نہ کیا جائے اور مساجد کی تنظیم کے قصد سے مساجد کو مزین اور مضبوط بنایا جائے تو اس کی رخصت ہے (علامہ عینی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور جن بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ [۱]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب والصرف الى الفقراء افضل كذا في السراجية - وعليه الفتوى كذا في المضمرات وهكذا في المحيط - واما التجصيص فحسن لانه احكام للبناء كذا في الاختيار شرح المختار - وكره بعض مشائخنا المنقوش على المحراب وحائط القبلة لان ذلك يشغل قلب المصلي وذكر الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى في شرح

مسجد کو چونے، ساگوان اور سونے کے پانی سے منقش کرنا جائز ہے اور فقراء پر خرچ کرنا زیادہ افضل ہے اسی طرح سراجیہ میں مذکور ہے، مضمرات میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح محیط میں ہے۔ البتہ چونا کرنا مستحسن ہے کیونکہ اس سے دیواریں مضبوط ہوتی ہیں، اختیار شرح المختار میں اسی طرح لکھا ہے، ہمارے بعض مشائخ نے محراب اور قبلہ کی دیوار میں نقش و نگار بنانے کو مکروہ لکھا ہے، کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ بٹتی ہے فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ نے السیر الکبیر کی شرح میں لکھا ہے

---

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۵، ۲۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

السير الكبير ان نقش الحيطان مكروه قل او كثر فاما نقش السقف فالقليل يرخص فيه والكثير مكروه هكذا في المحيط واذا جعل البياض فوق السواد او بالعكس للنقش لا باس به اذا فعله من مال نفسه ولا يستحسن من مال الوقف لانه تضييع كذا في الاختيار شرح المختار۔ [1]

کہ مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار بنانا مکروہ ہیں، کم ہوں یا زیادہ، البتہ چھت پر نقش و نگار بنانے کی اجازت ہے بہ شرطیکہ کم ہوں، اور زیادہ مکروہ ہیں اسی طرح محیط میں ہے نقش و نگار بنانے کے لیے اگر سفید پر سیاہ نقش بنائیں یا اس کے برعکس کریں تو جائز ہے، بہ شرطیکہ اپنے ذاتی مال سے بنائے جائیں اور مال وقف سے نقش و نگار بنانا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے، اسی طرح شرح المختار میں ہے۔

علامہ شامی نے بھی الدر المختار، البحر الرائق اور الہندیہ کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔ [2]

ملا علی قاری نے بھی مسجد کے مزین کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ [3]

احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء احناف کی تصریحات کے مطابق مساجد کی زیب و زینت منع ہے، تاہم حسن حدود و قیود کے تحت مساجد کو خوب صورت اور پُر وقار بنانے کی اجازت ہے۔ ان کی روشنی میں کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مساجد کی تعظیم کے جذبہ سے مسجد کو خوب صورت اور عالیشان بنائے تو یہ امر مستحسن ہے، کیونکہ اس زمانہ میں جب لوگ اپنے بنگلوں اور کوٹھیوں کو انتہائی حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر زیادہ لائق ہے کہ اس کو اپنے مکانوں سے زیادہ حسین بنایا جائے لیکن اس کو اپنی شہرت اور نمائش کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور نہ اس پہ اظہار فخر کیا جائے اور نہ اس پر مال وقف سے خرچ کیا جائے اور دیوار قبلہ اور محراب کو مزین کرنے سے گریز کیا جائے۔

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

مسجد میں مشرک کے دخول کے متعلق کئی مذاہب ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں مشرک کا دخول مطلقاً جائز ہے، امام مالک کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام میں مشرک کا داخلہ منع ہے اور باقی مساجد میں جائز ہے۔ [4]

امام شافعی کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

يا ايها الذين امنوا انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا. (توبہ: ۲۸)

اے ایمان والو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۲۰۴-۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک کا قول باطل ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی، اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ [1]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: تمام مساجد اور مسجد حرام میں کفار کے دخول کے متعلق پانچ اقوال ہیں:

اہل مدینہ مالکیہ نے کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام ہے، عمر بن عبد العزیز نے اپنے عمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ۔ (نور: ٣٦)

اللہ کے ان گھروں میں، جنہیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔

اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے، اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: "ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی گونی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے" اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے (یعنی وہ استنجا کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (توبہ: ٢٨) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت نجاست ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین کے حق میں عام ہے اور اس میں صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا گیا ہے، اور دوسری مساجد میں کفار کا داخل ہونا منع نہیں ہے، اس لیے یہودیوں اور نصرانیوں کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، قاضی ابن العربی نے کہا اللہ تعالیٰ نے مساجد میں ان کے دخول کی ممانعت کی علت شرک اور نجاست بیان کی ہے "انما المشرکون نجس" لہٰذا شرک اور نجاست کے ساتھ کسی کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مشرک قیدی ثمامہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باندھ دیا تھا اور ہر چند کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن ہمارے علماء نے اس کے چند جوابات دیے ہیں:

١۔ ثمامہ کا یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔
٢۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ثمامہ مسلمان ہو جائیں گے اس لیے آپ نے ان کو باندھنے کا حکم دیا۔
٣۔ یہ ایک خاص جزئی واقعہ ہے اور ہم نے جو دلائل ذکر کیے وہ قواعد کلیہ ہیں، اور یہ جزئی واقعہ ان کی کلیت توڑنے کی صلاحیت

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ، تفسیر کبیر ج ٤ ص ١٩١۔ ٤٠٨، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٣٩٨ھ

نہیں رکھتا۔ (یعنی اس کو حضور کی یا ثمامہ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔)

۴۔ آپ نے ثمامہ کو مسجد میں اس لیے باندھا تھا کہ وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کی جماعت کا حسن دیکھ لیں، اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کا مشاہدہ کر لیں اور مسلمانوں کے طریقہ سے مانوس ہو کر مسلمان ہو جائیں اور ایسا ہی ہو گیا۔

۵۔ اس وقت ان کو باندھنے کے لیے مسجد کے علاوہ اور کوئی جگہ میسر نہیں تھی۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے اور مسجد حرام میں صرف مشرکین اور بت پرستوں کو داخل ہونے سے منع کیا جائے گا۔ ہم نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان سے یہ قول بالکلیہ مردود ہے۔

علامہ الطبری نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمیوں کا تمام مساجد میں بلا ضرورت داخل ہونا بھی جائز ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ عام مساجد میں ذمیوں کا ضرورت کی بناء پر دخول جائز ہے اور مسجد حرام میں ضرورت کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا تمام حرم قبلہ اور مسجد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام (بنی اسرائیل ۱) "وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (مقدس) بندے کو رات کے ایک قلیل وقت میں مسجد حرام سے لے گیا" حالانکہ آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے معراج کرائی گئی تھی، اس لیے کافروں کو پورے حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ نے یہ کہا ہے کہ ذمی اور مسلمان کے کافر غلام کے سوا کسی مشرک کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مسجد کے قریب کوئی مشرک نہ جائے، ماں غلام یا لونڈی کا کسی ضرورت سے جانا جائز ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ [1]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کفار کو جمیع مساجد اور حرم میں داخل ہونے سے منع کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز، قتادہ اور مزنی کا بھی یہی قول ہے۔ [2]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور طاہر بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان مشرکوں کو مسجد حرام سے دور رکھیں جو باعتبار دین کے نجس ہیں اور اس آیت کے نزول کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، یہ آیت ۹ ہجری میں نازل ہوئی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو بھیجا کہ وہ مشرکین میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ بیت اللہ کا ننگا طواف کریگا۔ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے، مشرکین نجس

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۰۴-۱۰۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۳ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں ماسوا غلام یا اہل الذمہ کے، اور امام احمد نے اپنی مسند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری مسجد میں کوئی مشرک نہ داخل ہو ماسوا ذمیوں اور ان کے خادموں کے، اور امام اوزاعی نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے یہ حکم لکھا کہ یہود اور نصاریٰ کو مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے سے منع کرو، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "انما المشرکون نجس" کی پیروی کی، عطاء نے کہا کہ حرم پورا مسجد ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے: اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے" اور یہ آیت کریمہ مشرک کی نجاست پر دلالت کرتی ہے، باقی جمہور کا موقف یہ ہے کہ مشرک کا بدن اور اس کی ذات نجس نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا طعام حلال کر دیا ہے، اور بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مسلک یہ ہے کہ ان کا بدن نجس ہے، ابن جریر نے حسن بصری سے روایت کیا ہے جو ان سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔ (توبہ: ۲۸)

مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

اور غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا۔ اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابو سفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے تھے (اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

اور دوسری روایت ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ حضرت عمر کے پاس گئے۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا حضرت عمر نے کہا اس کے لکھنے والے کو بلاؤ تاکہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے، حضرت ابو موسیٰ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے، اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے، نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بہ طریق اولیٰ مانع ہوگا۔ [2]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علمائے احناف کا نظریہ

قرآن مجید میں ہے:

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۰ - ۳۸۱، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۸۶ - ۲۸۷، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

یا ایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا ۚ وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء ۚ ان اللہ علیم حکیم۔ (توبہ: ۲۸)

اے ایمان والو اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب مشرک ناپاک ہیں، تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں، اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہو سکتا، البتہ ذمی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جا سکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے حاکم کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ ذمی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں اول یہ کہ یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لیے ہے جو کہ مشرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذمی نہیں ہو سکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں، اسلام یا تلوار، اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تو اس سال حضور نے حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا، اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: "اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہو سکتا تھا کہ حج کے موسم میں بہ کثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اس معنی کی مزید تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں، اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے میں متحقق ہو سکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان ہی میں رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔"

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (۸ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت

نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر صدیق امیر حج بن کر گئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی، اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے، اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے، اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے، اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لیے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لیے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے" اس حدیث میں آپ نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لیے اجازت نہیں دی، اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی نے بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لیے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورہ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے:

عن جابر بن عبد الله يقول في قوله تعالى (انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام) الا ان يكون عبدا او واحدا من اهل الذمة۔

حضرت جابر بن عبداللہ اس آیت "مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت جابر سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔ [1]

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکوں کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے: "اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جاتا، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا۔ اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹ - ۹۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل کتاب کا مساجد میں داخل ہونا جائز ہے اور غیر اہل کتاب (یعنی بت پرست مشرک) کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام احمد نے مسند جید کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ ذمی اور ان کے خادم داخل ہو سکتے ہیں۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا: زہری سے منقول ہے کہ ابوسفیان بن حرب صلح کے لیے مسجد میں داخل ہوتے تھے اور اس وقت وہ کافر تھے، البتہ یہ مسجد حرام میں ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام (توبہ: ۲۸)

مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

جب قریش مکہ نے خود عہد شکنی کی اور ان کو یہ خوف ہوا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف جنگ کریں گے تو تجدید عہد کے لیے ابوسفیان مدینہ منورہ گئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوتے، یہ ہمارے امام مالک کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مشرک کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، نیز جب ثقیف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا آپ سے عرض کیا گیا وہ تو نجس ہیں آپ نے فرمایا زمین پر ان کی کوئی نجاست نہیں لگے گی، امام شافعی نے زہری کی (مذکور الصدر) حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا مشرکین کو صرف مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا، البتہ ہمارے نزدیک مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا نہ دوسری مساجد سے اور اس حکم میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہیں اور اس آیت کا یہ جواب ہے کہ مشرکین جس طرح زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ان کو اس طرح مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اس کا مطلب ہے کہ وہ مسجد حرام کی تعمیر، دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کے قریب نہ جائیں اور ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام کی تعمیر، نگہداشت اور اس کا انتظام کسی حال میں کفار کے لیے جائز نہیں ہے اور انھیں اس پر قدرت دینا جائز نہیں ہے۔ [2]

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے، امام مالک اس کو مطلقاً مکروہ کہتے ہیں اور امام محمد، امام شافعی اور امام احمد مسجد حرام میں داخل ہونے کو مکروہ کہتے ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور فقہاء احناف نے مشرکین کے مسجد سے گزرنے کو جائز کہا ہے خواہ وہ جنبی ہوں، اور لا یقربوا کا معنی ہے کہ اس سال کے بعد مشرکین برہنہ ہو

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۹۸-۹۷، مطبوعہ المکتبۃ الشرکۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

کہ حج یا عمرہ ذکر ہے ، امام بخاری ، اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس صورت کے مطابق یہ اعلان کیا کہ اس سال (نو ہجری) کے بعد کوئی مشرک حج کرے اور نہ ننگا طواف کرے ۔ [1]

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لایقربوا المسجد الحرام "مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا عمل پیدا نہیں کرے گا ، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو ، اور اس نہی کو تکوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں ۔ [2]

مسجد میں سترہ کی بحث

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن ابی صالح السمان قال رایت ابا سعید الخدری فی یوم جمعة یصلی الی شیء یسترہ من الناس فاراد شاب من بنی ابی معیط ان یجتاز بین یدیہ فدفع ابو سعید فی صدرہ فنظر الشاب فلم یجد مساغا الا بین یدیہ فعاد یجتاز فدفعہ ابو سعید اشد من الاولی فنال من ابی سعید ثم دخل علی مروان فشکا الیہ ما لقی من ابی سعید و دخل ابو سعید خلفہ علی مروان فقال مالک ولابن اخیک یا ابا سعید قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلی احدکم الی شیء یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان ۔ [3]

ابو صالح سمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جمعہ کے دن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہے تھے ، بنو ابو معیط کے ایک جوان نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا تو حضرت ابو سعید خدری نے اس کے سینہ پر مار کر روکا ، اس جوان نے دیکھا تو اسے ان کے آگے سے گذرنے کی اور کوئی جگہ نظر نہیں آئی وہ دوبارہ گذرنے کے لیے لوٹا ، حضرت ابو سعید نے اس کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ زور سے دھکا دیا ، اس جوان کو حضرت ابو سعید پر غصہ آیا اس نے مروان کے پاس جا کر حضرت ابو سعید کی شکایت کی ، حضرت ابو سعید بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس چلے گئے ، مروان نے کہا : اے ابو سعید آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا مناقشہ ہوا ، حضرت ابو سعید نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے اور پھر کوئی اس کے آگے سے گذرنا چاہے تو وہ اس کو دفع کرے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ وہ شیطان ہے ۔

---

[1] علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ ھ ، در مختار ج ۵ ص ۳۴۱ - ۳۴۰ ، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ، ۱۳۲۷ ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۱ - ۳۴۰ " " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۸۵ ھ

عن ابی جھیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرا لہ من ان یمر بین یدیہ قال ابوالنضر لا ادری اقال اربعین یوما او شھرا او سنۃ۔ لہ

حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے چالیس تک ٹھیرنا نمازی کے آگے سے گذرنے سے بہتر ہو۔ ابوالنضر نے کہا مجھے معلوم نہیں چالیس دن کہا یا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی کے آگے سترہ قائم کرنے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) امام احمد نے کہا سترہ قائم کرنا واجب ہے کیونکہ امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ بغیر سترہ قائم کیے نماز نہ پڑھو اور کسی کو اپنے سامنے سے گذرنے نہ دو۔ (۲) امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک نے کہا سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔ (۳) امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ سترہ کو ترک کرنا مستحب ہے۔ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اصل میں سترہ مستحب ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

سترہ کا حکم

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سترہ مستحب ہے اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے۔

(۲) نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان کا مختار یہ ہے کہ نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ دو یا تین صفوں کی مقدار سے گذرنا مکروہ ہے، ایک قول تین ذراع کا ہے (ایک ذراع تقریباً نصف میٹر کے برابر ہے) ایک قول پانچ ذراع کا ہے اور ایک قول چالیس ذراع کا ہے، امام شافعی اور امام احمد کا قول تین ذراع کا ہے، امام مالک نے کوئی حد معین نہیں کی لیکن اتنی جگہ ہو جس میں نمازی رکوع اور سجود کر رہا ہو اور وہ گذرنے والے کو دفع کرنے پر قادر ہو۔

(۳) جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لیے بھی سترہ قائم کرنا مستحب ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز رکھے اگر اسے کوئی چیز نہ ملے تو اپنی لاٹھی گاڑ دے اور اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گذرے تو اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ امام ابن حبان، امام ابن مدینی اور امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، قاضی عیاض، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن امیہ اور امام شافعی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، علامہ نووی نے کہا اس میں ضعف اور اضطراب ہے، امام بیہقی نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) سترہ کی مقدار

سترہ کی مقدار کم از کم ایک ذراع تقریباً نصف میٹر ہونی چاہیے، کیونکہ امام نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سترہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا پالان کے پچھلے حصے کے برابر ہو۔

لہ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

(۵)۔ مؤطا میں ہے ستر کم از کم ایک انگل کے برابر ہو تاکہ دیکھنے والے کو دور سے نظر آجائے۔

(۶)۔ نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو، امام بخاری نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے اور نمازی کے درمیان ایک بکری کے گذرنے کی جگہ ہوتی تھی، علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ بکری کے گذرنے کی جگہ کا اعتبار اس وقت ہے جب نمازی کھڑا ہو اور حضرت بلال نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی تو رکوع اور سجود کے وقت آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا، اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن سترہ اور نمازی میں اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی رکوع اور سجود کر سکے اور اپنے سامنے سے گذرنے والے کو دفع کر سکے، امام شافعی، امام احمد اور علماء نے کہا ہے کہ تین ذراع کا فاصلہ ہو، امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل اپنے اور سترہ کے درمیان چھ ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے۔

(۷)۔ سترہ اپنی دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے، کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں بھوؤں کے سامنے کرتے اور اس کا قصد نہیں کرتے تھے۔

(۸)۔ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے، امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گذرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔

(۹)۔ ہمارے فقہاء نے یہ ذکر کیا ہے کہ سترہ کے نصب کرنے کا اعتبار ہے، سترہ کو زمین پر ڈالنے اور خط کھینچنے کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ مقصود آڑ ہے وہ سترہ کو ڈالنے اور خط کھینچنے سے حاصل نہیں ہوتی، شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جب زمین نرم ہو تو سترہ کو نصب کر دیا جائے اور جب زمین سخت ہو اور سترہ کو نصب کرنا ممکن نہ ہو تو سترہ کو زمین پر رکھ دیا جائے کیونکہ جس طرح سترہ کو نصب کرنے کی روایت ہے اس کو رکھنے کی بھی روایت ہے لیکن اس کو طولاً رکھا جاتا ہے، عرضاً نہ رکھا جائے اور خط نہ کھینچا جائے کیونکہ خط کھینچنا اور نہ کھینچنا برابر ہے کیونکہ وہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہیں آتا، امام شافعی نے کہا اگر نصب کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو طولاً خط کھینچ دے، بعض متاخرین نے اس قول پر عمل کیا ہے، محیط میں ہے یہ قول غلط ہے، قرافی نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ خط باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے، علامہ اشہب (مالکی) نے اس کو جائز کہا ہے، سعید بن جبیر، امام اوزاعی اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، لیکن بعد میں امام شافعی نے خط سے منع کیا، اور حضرت ابوہریرہ کی جس روایت میں خط کھینچنے کا ذکر ہے اس کے متعلق عبدالحق نے کہا ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن حزم نے محلی میں کہا خط کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ اگر سترہ مغصوب ہو تو یہ ہمارے نزدیک معتبر ہے اور امام احمد کے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص غصب شدہ کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔

(۱۱)۔ نمازی کے لیے اپنے سامنے سے گذرنے والے کا کیا حکم ہے؟ علامہ نووی نے کہا حضور نے جو فرمایا ہے "اس

کو دفع کرے" یہ امر مستحب اور مؤکد ہے اور میرے علم میں کسی فقیہ نے اس کو واجب نہیں کہا، میں کہتا ہوں کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس کو واجب کہا ہے علامہ نووی اس اختلاف پر مطلع نہیں ہوئے یا انھوں نے اس اختلاف کو شمار کے قابل نہیں سمجھا اور اس اشکال سے یہ ہے کہ جب نمازی سترہ قائم کر کے نماز پڑھے تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ گزرنے والے کو دفع کرے لیکن جب وہ بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو پھر اس کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ جب جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں دوسروں کے لیے چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے اس کے لیے منع کرنے کا حق صرف سترہ قائم کرنے کی صورت میں ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(٢) نمازی گزرنے والے کو دفع کرنے کے لیے چل کر نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اس کو منع کرے، کیونکہ نماز میں چلنے کا ضرر منع کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے، اور جب گزرنے والا اس کی دسترس سے دور ہو تو اشارہ کرے یا سبحان اللہ کہہ کر اس کو منع کرے امام الحرمین نے کہا اس کے سینہ پر دفعت سے مار کر اشارہ کرے، علامہ رویانی نے کہا اس کو شدت سے بہ اصرار روکے خواہ اس کو قتل کرنا پڑے، امام مالک اور احمد نے کہا اس کو اتنی شدت سے نہ روکے جس سے نماز ٹوٹ جائے، بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو تلوار سے روکے۔

(٣) حدیث میں ہے اگر وہ نہ رکے تو اس سے قتال کرے، قاضی عیاض مالکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ نمازی پر ہتھیاروں سے قتال کرنا لازم نہیں ہے، اور نہ اتنی شدت سے روکے جس سے گزرنے والا ہلاک ہو جائے، اور اگر اس کے روکنے سے بالفرض گزرنے والا ہلاک ہو گیا تو اس پر بالاتفاق قصاص نہیں ہے، اور اس کی دیت کے متعلق دو قول ہیں، حدیث میں جو ہے اس سے قتال کرے جمہور کے نزدیک اس کا معنی ہے اس کو زبردستی روکے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اس حدیث سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت مکروہ ہے۔ [1]

اگر کوئی شخص کسی کھلی جگہ میں یا مسجد میں سترہ قائم کیے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو بظاہر احادیث میں اس کے سامنے سے گزرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کو مشقت سے بچانے اور ان کے لیے آسانی پیدا کرنے کی خاطر مذاہب اربعہ کے فقہاء نے بعض حدود و قیود کے ساتھ کچھ فاصلے سے اس نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت دی ہے، اب ہم اس مسئلہ کے متعلق فقہاء اربعہ کی آراء پیش کر رہے ہیں:

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ثم الارجح ما لابن العربي من ان المصلي سواء صلى لسترة ام لا لا يستحق زيادة على مقدار ما يحتاجه لقيامه وركوعه وسجوده والمار بين يديه فيما يستحقه لم يتعرض له۔ [2]

علامہ ابن العربی نے جو کہا ہے وہ زیادہ راجح ہے کہ نمازی سترہ قائم کرے یا نہ کرے، وہ اپنے قیام، رکوع اور سجود کی جگہ کی مقدار سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے اور اس کے سامنے سے گزرنے والا اس وقت گنہگار ہوگا، جب وہ گنجائش کے باوجود اس جگہ سے گزرے گا۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٩٢۔ ٢٩١، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ١٣٤٨ھ

[2] علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ١١٩٧ھ، الشرح الکبیر ج ١ ص ٢٤٦، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ دسوقی مالکی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعلم انہ اختلف فی حریم المصلی الذی یمنع المرور فیہ قال ابن ھلال کان ابن عرفۃ یقول ھو ما لا یشوش علیہ المرور فیہ ویحدہ بنحو عشرین ذراعا ویؤخذ ذلک من تحدید مالک حریم البئر بما لا یضر تلک البئر بحفر بئر اخری ثم اختار ما لابن العربی من ان حریم المصلی مقدار ما یحتاجہ لقیامہ ورکوعہ وسجودہ وقیل انہ رمیۃ الحجر او السہم او المضاربۃ بالسیف اقوال۔[1]

نمازی کا وہ حریم (حد) جس میں گذرنا منع ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، علامہ ابن عرفہ نے کہا جتنی مقدار کے بعد سے گذرنے پر نمازی کو تشویش نہ ہو، اور اس کی حد بیس ذراع (دس گز) ہے اور اس کا ماخذ وہ مقدار ہے جو امام مالک نے ایک کنویں کے آگے دوسرا کنواں کھودنے کے لیے مقرر کی ہے تاکہ اس کنویں کو نقصان نہ پہنچے، پھر مصنف نے علامہ ابن العربی کے قول کو اختیار کیا کہ نمازی کا حریم اتنی مقدار ہے جتنی جگہ کی اس کو اپنے قیام، رکوع اور سجود کے لیے ضرورت ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ اتنی جگہ ہے جتنی دور پتھر جاتا ہے یا تیر جاتا ہے یا جتنی جگہ تک تلوار جاتی ہے، کئی اقوال ہیں۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ولو لم یکن سترۃ او کانت وتباعد منھا فالاصح: انہ لیس لہ الدفع لتقصیرہ قلت ولا یحرم حینئذ المرور بین یدیہ لکن الاولی ترکہ واللہ اعلم. قال امام الحرمین: والنھی عن المرور والامر بالدفع اذا وجد المار سبیلا سواہ فان لم یجد و ازدحم الناس فلا نھی عن المرور، ولا یشرع الدفع وتابع الغزالی امام الحرمین علی ھذا وھو مشکل فی الحدیث الصحیح فی البخاری خلافہ واکثر کتب الاصحاب ساکتۃ عن تقیید المنع بما اذا وجد سواہ سبیلا۔[2]

اور اگر نمازی نے سترہ قائم نہ کیا ہو، یا سترہ تو قائم کیا ہو لیکن وہ اس سے دور کھڑا ہو تو اب اس کے لیے گذرنے والے کو دفع کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ تقصیر اس کی جانب سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب اس نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی نہ گذرنا اولیٰ ہے واللہ اعلم۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کو دفع کرنے کا حکم اس وقت ہے جب گذرنے والے کے لیے اس جگہ کے سوا اور کوئی گنجائش ہو اور اگر گنجائش نہ ہو اور رش زیادہ ہو تو گذرنے کی ممانعت ہے نہ دفع کرنے کا حکم ہے، اس مسئلہ میں امام غزالی نے بھی امام الحرمین کی رائے کی موافقت کی ہے لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث (یہ حدیث ہم نے اس بحث میں سب سے پہلے

[1] علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۴۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

ذکر کیا ہے) اس کے خلاف ہے۔ اور اکثر فقہاء نے حمایت کے ساتھ اس قید کو لگانے سے سکوت کیا ہے، لیکن یہ نہیں کہا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اس وقت منع ہے جب گزرنے والے کے لیے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے علاوہ کوئی راستہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ میں سے امام غزالی اور امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ جب رش ہو اور کوئی راستہ نہ ہو تو نمازی کے آگے سے گزرنا منع نہیں ہے اور علامہ نووی کے نزدیک بھی جب نمازی نے سترہ قائم نہ کیا ہو یا سترہ نمازی سے بہت دور ہو تو نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اور اکثر فقہاء شافعیہ نے اگرچہ قید نہیں لگائی مگر اس کے خلاف بھی نہیں لکھا۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

والتحريم مقيد بما اذا لم يقصر المصلى بصلاته فى المكان وان كان وقف بقارعة الطريق فلا حرمة بل ولا كراهة كما قاله فى الكفاية اخذا من كلامهم وبما اذا لم يجد المار فرجة امامه والا فلا حرمة بل له خرق الصفوف والمرور بينها ليسد الفرجة كما قاله فى الروضة. [۱]

نمازی کے آگے سے گزرنے کی تحریم اس وقت ہے جب نمازی نے نماز کی جگہ میں تقصیر نہ کی ہو اگر وہ عام راستہ پر نماز پڑھ رہا ہو، تو اس وقت اس کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے، جیسا کہ کفایہ میں فقہاء کی عبارات سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جب گزرنے والے کے لیے اور کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کے سامنے گزرنے کی جگہ نہ ہو، تب بھی ممانعت نہیں ہے بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ ہو تو وہ دوسری صف سے گزر کر پہلی صف میں جا سکتا ہے تاکہ خالی جگہ پر ہو۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس مسئلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الحنابلة وان لم يتخذ سترة حرم المرور فى مسافة بقدر ثلاثة اذرع من قدميه. [۲]

فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ اگر نمازی سترہ قائم نہ کرے تو نمازی کے قدم سے لے کر تین ذراع (ڈیڑھ گز) تک گزرنا مکروہ ہے۔

۱۔ علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۷۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ڈاکٹر زحیلی نے یہ عبارت مغنی ج ۲ ص ۲۲۵-۲۳۹ اور کشاف القناع ج ۱ ص ۴۳۹ کے حوالے سے نقل کی ہے، مگر مجھے مغنی ابن قدامہ اور کشاف القناع میں سترہ کی پوری بحث میں یہ عبارت نہیں ملی! واللہ اعلم۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وحد المرور بین یدیہ غیر منصوص فی الکتاب وقیل الی موضع سجودہ وقیل بقدر الصفین واصح ما قیل فیہ ان المصلی لو صلی بخشوع فالی الموضع الذی یقع بصرہ علی المار یکرہ المرور بین یدیہ وفیما وراء ذالک لا یکرہ۔[1]

نمازی کے آگے سے گزرنے کی حد کتاب (کافی یعنی کتب ظاہر الروایۃ کا متن) میں منصوص نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ تک حد ہے، ایک قول یہ ہے کہ دو صفوں کی مقدار تک حد ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اگر نمازی خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو جس جگہ تک گزرنے والے پر اس کی نظر پڑے اس جگہ تک گزرنا مکروہ ہے اور اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔

عالمگیری میں ہے:

اگر کوئی شخص نمازی کی سجدہ گاہ کے آگے سے گزرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور گزرنے والا گنہ گار ہوگا، نمازی کے آگے جس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے اس کی حد میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جگہ نمازی کے قدم سے لے کر اس کی سجدہ گاہ تک ہے۔ (تبیین الحقائق)۔ ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ جب کسی نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گزرنے والا دکھائی نہ دے تو اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور یہی صحیح ہے (خلاصہ) یہ زیادہ صحیح ہے (بدائع صنائع) یہ صحت اور صواب کے مشابہ ہے۔ (نہایہ)۔ یہ صحرا کا حکم ہے اور اگر نمازی مسجد میں ہو اور نمازی اور گزرنے والے کے درمیان انسان یا ستون کی طرح کوئی حائل ہو تو گزرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر نمازی اور گزرنے والے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو تو جس جگہ سے بھی گزرے گا مکروہ ہوگا، اور بڑی مسجد صحرا کی طرح ہے۔ (کافی)۔[2]

علامہ بدر الدین عینی[3]، علامہ جلال الدین خوارزمی[4]، علامہ ابو سعود[5]، ملا مسکین[6]

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۸۰۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابو سعود علی ملا مسکین ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[6] علامہ معین الدین الھروی ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

علامہ شرنبلالی[1]، علامہ شلبی[2]، علامہ حصکفی[3]، علامہ شامی[4] اور علامہ قہستانی[5] سب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسجد صغیر میں نمازی کے آگے سے مطلقاً گزرنا مکروہ ہے اور مسجد کبیر صحراء کی طرح ہے، یعنی جب نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گزرنے والا دکھائی نہ دے تو مسجد کبیر میں اتنے فاصلے سے نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔

اب یہ بات تحقیق طلب ہے کہ مسجد صغیر اور مسجد کبیر کا مصداق کون سی مسجدیں ہیں، سو اس میں بھی اختلاف ہے۔ علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه في الجواهر[6]

مسجد صغیر ساٹھ ذراع — (تیس انگریزی گز) سے کم ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) کی ہوتی ہے، جیسا کہ جواہر میں اس طرف اشارہ ہے۔

علامہ مسکین[7] اور علامہ شامی[8] نے بھی مسجد صغیر کی اسی تعریف کو اختیار کیا ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے فقہاء نے مسجد کبیر مسجد جامع کو اور مسجد صغیر اس مسجد کو قرار دیا ہے جس میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

وقال التمرتاشي والاصح انه ان كان بحال لو صلى صلوة خاشع بصره ولا يقع على المار لا يكره وهذا اذا كان في الصحراء وفي الجامع الذي له حكم الصحراء واما في المسجد فالحد هو المسجد الا ان يكون بينه وبين المار اسطوانة وغيرها —

علامہ تمرتاشی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) اور اس کی نظر گزرنے والے پر نہ پڑے تو اس جگہ سے گزرنا مکروہ نہیں ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب نمازی صحراء میں یا جامع مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو جو صحراء کے حکم میں ہے، لیکن جب وہ عام مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ
[2] علامہ شہاب الدین احمد شلبی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
[3] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[5] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ
[6] " " " ، جامع الرموز ج ۱ ص ۹۰، " " " "
[7] علامہ معین الدین الہروی ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ
[8] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[9] " " " ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

وقال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر وان مر عن بعد فی المسجد الجامع فقد قیل بانہ یکرہ والاصح انہ لا یکرہ۔[1]

ترجمہ حدود مسجد ہے، الا یہ کہ نمازی اور گذرنے والے کے درمیان ستون وغیرہ ہو۔ فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے اگر کوئی شخص جامع مسجد میں دور سے گذرا تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی نے بھی یہی لکھا ہے۔[2]

ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ مسجد کبیر جامع مسجد کو قرار دیا جائے کیونکہ ہمارے عرف میں بڑی مسجد اسی کو قرار دیا جاتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو اور جس مسجد میں صرف پانچ وقتوں کی نماز ہوتی ہے، اور جمعہ نہیں ہوتا اس کو ہمارے عرف میں مسجد صغیر قرار دیا جاتا ہے، اس لحاظ سے جب جامع مسجد میں کوئی شخص نمازی کے سامنے سے دو صفوں کے فاصلہ سے گذرے تو اگر نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو تو اس کو گذرنے والا نظر نہیں آئے گا، اس لیے جامع مسجد میں دو صفوں کے فاصلہ کے بعد اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گذرے تو یہ مکروہ نہیں ہوگا اور بعض فقہاء نے دو صفوں کا فاصلہ بھی لکھا ہے۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

واختلف فی الموضع الذی یکرہ المرور فیہ منھم من قدرہ بثلثۃ اذرع ومنھم بخمسۃ ومنھم باربعین ومنھم بموضع السجود ومنھم بمقدار الصفین او ثلاثۃ۔[3]

نمازی کے سامنے کتنے فاصلہ سے گذرنا مکروہ ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا تین ذراع (ڈیڑھ گز) بعض نے پانچ ذراع کہا، بعض نے چالیس ذراع کہا، بعض نے سجدہ کی جگہ کہا، بعض نے کہا دو صف اور بعض نے تین صف کی مقدار کہا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحراء اور مسجد کا فرق کیے بغیر نمازی کے آگے سے گذرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی، ہمارے فقہاء نے امت کی سہولت اور دین میں یسر کی خاطر اس مسئلہ میں اجتہاد کیا اور مسلمانوں کی آسانی کے لیے مذکور الصدر آراء پیش کیں، ہم نے ان احادیث میں غور کیا تو ہم نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے سے اس کی نماز میں خلل ہوگا اور اس کی توجہ بٹے گی اس لیے فقہاء کرام نے یہ کہا کہ جب کوئی شخص اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرے کہ اگر نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو تو اس کو گذرنے والا نظر نہ آئے تو اس کا گذرنا مکروہ نہیں ہے، اور اس مسئلہ میں صحراء، مسجد کبیر یا مسجد صغیر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اس لیے ہر جگہ نمازی کے آگے سے گذرنے کا یہی حکم ہونا چاہیے لیکن چونکہ مسجد صغیر کی بہ نسبت مسجد کبیر اور صحراء یا میدان یا کسی بھی کھلی جگہ میں لوگوں کے زیادہ دشواری میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہے اس لیے فقہاء کرام نے یسر کی اس رعایت کو وہاں لاگو کیا ہے جہاں یسر کی واقعی

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۸۰۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ، ، ، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴،

ضرورت ہے اور مسجد صغیر جہاں نمازیوں کا زیادہ رش نہیں ہوتا وہاں اس حکم کو اپنی اصل پر برقرار رکھا ہے۔

اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ فقہاء نے مسجد کبیر کی دو تعریفیں کی ہیں لیکن میرے نزدیک علامہ قہستانی اور علامہ جزدوی کی تعریف زیادہ واضح اور عرف کے مطابق ہے جس کو علامہ حلبی اور علامہ خوارزمی نے ذکر کیا ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہ مسجد کبیر ہے اور دو صفوں کے بعد خشوع سے نماز پڑھنے والے کو گزرنے والا دکھائی نہیں دیتا اس لیے جامع مسجد میں دو صفوں کے بعد نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے تاہم دو صفوں کی مقدار حتمی اور قطعی حد نہیں ہے نمازیوں کی نظر کے بھٹنے کے اعتبار سے یہ مقدار کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔

ہمارے فقہاء نے مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے بغیر سترہ کے گزرنے کی جو اجازت دی ہے اس کا منشاء یہ روایات ہیں:

علامہ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

روی کثیر بن کثیر بن المطلب عن ابیه عن جده المطلب قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حیال الحجر والناس یمرون بین یدیه. رواه الخلال باسناده. وروی الاثرم باسناده عن المطلب: قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فرغ من سبعه جاء حتی یحاذی الرکن بینه وبین السقیفة فصلی رکعتین فی حاشیة المطاف ولیس بینه وبین الطواف احد. وقال ابن ابی عمار: رایت ابن الزبیر جاء یصلی والطواف بینه وبین القبلة تمر المرأة بین یدیه فینتظرها حتی تمر ثم یضع جبهته فی موضع قدمها رواه حنبل فی کتاب المناسک۔[1]

کثیر بن کثیر بن المطلب اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کے بالمقابل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے، اس حدیث کو خلال نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اثرم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مطلب نے کہا میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعی سے فارغ ہوئے تو حجر کے اور رکن کے بالمقابل کھڑے ہو گئے اور آپ نے مطاف کے ایک کنارے پر دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی، اور ابن ابی عمار نے کہا میں نے حضرت ابن الزبیر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے اور قبلہ کے درمیان لوگ طواف کر رہے تھے، عورت ان کے سامنے سے گزرتی وہ اس کا انتظار کرتے حتیٰ کہ وہ گزر جاتی، پھر وہ اپنی پیشانی اس کے پیروں کی جگہ رکھتے۔ اس کو حنبل نے کتاب المناسک میں روایت کیا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں فقہاء اسلام نے مسلمانوں کی دشواری اور مشکلات کے پیش نظر دین میں یسر اور آسانی پیدا

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

کرنے کے لیے کھلی جگہ اور مسجد کبیر میں بعض حدود و قیود کے ساتھ بغیر سترہ کے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے کی اجازت دی ہے۔ تاہم بڑی حیرت کی بات ہے کہ بعض علماء نے اس روایت کو صرف خوارزم کی مسجد اور جامع قدس کے ساتھ محدود کر دیا ہے اور ان کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد کو (بہ شمول مسجد حرام اور مسجد نبوی) کو مسجد صغیر قرار دیا ہے اور ان تمام مساجد میں نمازی کے آگے سے گذرنے کی اجازت نہیں دی اور تمام مسلمانوں کو عسر میں مبتلا کیا ہے، لکھتے ہیں: ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستونوں پر تھی یا جامع قدس شریف کہ چند مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں۔ (انتہی)

یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے کہ کسی زمانہ میں خوارزم میں کوئی مسجد سولہ ہزار ستونوں پر بنی ہوئی تھی۔ میں نے خوارزم کی تاریخ کو پڑھا اس میں ایسی عجوبہ روزگار مسجد کا ذکر نہیں ہے، خوارزم کی سب سے اہم عمارت محمد امین متوفی ۱۸۵۵ء کے مقبرہ کی یادگار "تیلا مینار" ہے جو ۱۶۰ فٹ سے زیادہ بلند ہے نیز سولہ ہزار ستونوں پر کسی عمارت کا بنا دینا بھی عقلاً مستبعد اور عادتاً محال ہے اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ مسجد خوارزم اور مسجد قدس، مسجد کبیر ہیں اور دنیا کی باقی تمام مساجد صغیر ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ فقہاء نے اجتہاد کر کے نمازی کے آگے سے گذرنے کا جو حل پیش کیا ہے وہ صرف ان دو مسجدوں کے لیے ہے اور باقی دنیا کے مسلمان اس اجتہاد کے ثمرہ اور یسر سے محروم ہیں اور وہ بدستور مشکلات اور دشواری میں مبتلا رہیں گے۔ فیا للعجب!

نمازی کے آگے سے گذرنے کے معاملہ میں چونکہ اکثر مسلمان تشویش میں مبتلا رہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کے فقہاء اور خصوصاً فقہاء احناف نے اس مسئلہ کا جو حل پیش کیا ہے وہ اکثر اور بیشتر علماء کی دسترس سے باہر ہے اس لیے میں نے عام مسلمانوں اور علماء کی سہولت کی خاطر اس مسئلہ کے حل کو تفصیل سے پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)

مسجد میں سوال کرنے والے کو دینے کی تحقیق

شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی اور جلد خامس میں ہم نے مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق اختصار سے لکھا تھا، مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی اس کو ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا جائز ہے، بعض فقہاء نے مسجد میں سائل کے دینے کو مکروہ کہا ہے اور بعض فقہاء نے یہ قید لگائی ہے کہ اگر سائل نمازیوں کی گردنیں نہ پھلانگے ان کے آگے سے نہ گذرے اور بلا ضرورت اور گڑگڑا کر سوال نہ کرے تو اس سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے، ہمارے نزدیک یہی قول مختار ہے کیونکہ یہ قول قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور اس میں سوال کرنے والے اور دینے والے دونوں کے لیے آسانی ہے۔

پہلے ہم اس مسئلہ کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات پیش کریں گے اس کے بعد احادیث کو ذکر کریں گے اور پھر فقہاء کے اقوال بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر قرآن مجید اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی عبارات سے استدلال

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۔ (مائدہ: ۵۵)

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے، اور ایمان والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ (صدقہ) دیتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان سائلا سال فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم یعطہ احد شیئا وکان علی فی الصلوٰۃ فی الرکوع وفی یمینہ خاتم فاشار الی السائل بیدہ حتی اخذہ قال الکیا الطبری وھذا یدل علی ان العمل القلیل لا یبطل الصلوٰۃ [1]

ایک سائل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا، اس کو کسی شخص نے نہیں دیا، اس وقت حضرت علی نماز کی حالت رکوع میں تھے اور آپ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی تھی، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے وہ انگوٹھی اس کو دے دی، اور سائل نے اس کو لے لیا، علامہ الکیا طبری نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عمل قلیل نماز کو باطل نہیں کرتا۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روی عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ انہ قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الظھر فسال سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سالت فی مسجد الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم فما اعطانی احد شیئا وعلی علیہ السلام کان راکعا فاوما الیہ بخنصرہ الیمنی وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرآی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحدیث۔ [2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، ایک شخص نے مسجد میں سوال کیا، اس کو کسی نے نہیں دیا، سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ کہا: اے اللہ تو گواہ ہو جا! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا اور مجھ کو کسی نے کچھ نہیں دیا، حضرت علی علیہ السلام اس وقت نماز کی حالت رکوع میں تھے انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اشارہ کیا جس میں انگوٹھی تھی، سائل نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی لے لی۔ —— نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ رہے تھے، آپ نے حضرت علی کے لیے کلمات ثناء فرمائے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے بہ کثرت حوالوں سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ [3]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۲۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۴، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

علیہ وسلم الی المسجد والناس یصلون بین راکع وساجد وقائم وقاعد واذا مسکین یسئل، فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعطاک احد شیئا قال نعم قال لمن قال ذلک الرجل القائم قال علی ای حال اعطاکہ قال وھو راکع قال وذلک علی بن ابی طالب قال فکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے کچھ رکوع میں تھے اور کچھ سجدے میں، کچھ قیام میں اور کچھ قعدہ میں، اس وقت ایک مسکین سوال کر رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا تم کو کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: کس نے؟ اس نے کہا اس شخص نے جو قیام میں ہے، فرمایا کس حالت میں دیا ہے؟ کہا رکوع کی حالت میں، یہ حضرت علی بن ابی طالب تھے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر!

علامہ خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

اخرجھا الحاکم وابن مردویۃ وغیرھما عن ابن عباس رضی اللہ عنھما باسناد متصل قال اقبل ابن سلام ونفر من قومہ امنوا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ ان منازلنا بعیدۃ ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون ھذا المجلس وان قومنا لما راونا امنا باللہ ورسولہ وصدقناہ رفضونا والوا علی انفسھم ان لا یجالسونا ولا یناکحونا ولا یکلمونا فشق ذلک علینا فقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما ولیکم اللہ ورسولہ ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی المسجد والناس بین قائم وراکع فبصر بسائل فقال ھل اعطاک احد شیئا فقال نعم خاتم من فضۃ فقال من اعطاکہ فقال ذلک القائم واوما بیدہ الی علی رضی اللہ عنہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ای حال اعطاک فقال وھو راکع فکبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تلا ھذہ الآیۃ۔ [2]

امام حاکم اور امام ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن سلام اور ان کی قوم کے چند لوگ اسلام لے آئے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور اس مجلس کے سوا ہمارے اور کوئی مجلس نہیں ہے، اور جب ہماری قوم یہ دیکھے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے، اور وہ ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، بات کرنا اور نکاح کرنا ترک کر دیں گے اور یہ چیز ہم پر دشوار ہوگی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے وہاں لوگ نماز کے قیام اور رکوع میں تھے، پھر آپ نے ایک سائل کو دیکھا، آپ نے فرمایا تم کو کسی نے کچھ دیا؟ اس نے کہا ہاں، ایک چاندی کی انگوٹھی، آپ نے فرمایا وہ کس نے دی ہے؟ اس نے کہا اس نمازی نے اور حضرت علی کی طرف اشارہ کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس حال میں دی تھی؟ اس نے کہا رکوع میں دی تھی، آپ نے اللہ اکبر کہا اور پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۹۸ - ۵۹۷، مطبوعہ ادارۃ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

اور علامہ آلوسی حنفی نے بھی اسی روایت کو بیان کیا ہے۔ [1]
علامہ نسفی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والآیۃ تدل علی جواز الصدقۃ فی الصلوٰۃ وعلی ان الفعل القلیل لا یفسد الصلوٰۃ۔ [2]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں صدقہ کرنا جائز ہے اور عمل قلیل مفسد نماز نہیں ہوتا۔

مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر احادیث سے استدلال

امام ابو داؤد سند جید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل منکم احد اطعم الیوم مسکینا فقال ابو بکر دخلت المسجد فاذا انا بسائل یسأل فوجدت کسرۃ خبز فی ید عبد الرحمن فاخذتہا منہ فدفعتہا الیہ۔ [3]

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک سائل سوال کر رہا تھا میں نے عبد الرحمن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا میں نے اس سے وہ ٹکڑا لے کر اس سائل کو دے دیا۔

امام حاکم نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کر کے لکھا ہے:

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ [4]

یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ [5]

بعض علماء نے لکھا ہے کہ دخلت سے مراد ارادہ دخول ہے یعنی میں مسجد میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ سے ارادہ قیام مراد ہے پس اس تقدیر پر یہ واقعہ مسجد کا نہ ہوا اور استدلال صحیح نہ ہوا۔

مصنف کہتا ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ میں تو ارادہ کے حذف پر یہ قرینہ ہے کہ نماز میں قیام بغیر وضو کے جائز نہیں ہے اس لیے اس آیت کا معنی ہے "جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضو کرو" کیونکہ یہ معنی صحیح نہیں ہے کہ جب تم نماز میں قیام کرو تو وضو کرو، اور جب اس حدیث میں ارادہ کو محذوف مانے بغیر معنی صحیح ہے اور شرعاً درست ہے تو پھر بلا دلیل اور بلا قرینہ مجاز یا حذف کا کیا جواز ہے؟ یہ تو مرزائیوں والا استدلال ہے کہ جیسے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ میں لا نفی کمال کے لیے ہے تو پھر لا نبی بعدی میں بھی لا نفی کمال کے لیے

1. علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
2. علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
3. امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
4. امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
5. علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲

ہے! علاوہ ازیں علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سوال کرنے والے پر صدقہ کرنا مستحب ہے۔

مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات

علامہ ابراہیم حلبی حنفی لکھتے ہیں:

وعلم مما تقدم حرمة السوال فی المسجد لانه کنشدان الضالة والبیع ونحوه وکراهة الاعطاء لانه یحمل السوال وقیل لا اذا لم یتخط الناس ولم یمر بین یدی مصل والاول احوط۔[1]

گذشتہ عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ گم شدہ چیز اور بیع کے لیے آواز لگانے کی مثل ہے اور اس کو دینا بھی مکروہ ہے کیونکہ دینا سوال پر برانگیختہ کرتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ سوال کرنا مکروہ نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذرے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی نے مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے دو قول ذکر کیے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ سائل کو دینا مکروہ ہے، بہار شریعت میں اسی قول اختیار کر کے سائل کے دینے کو منع لکھا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور نمازیوں کے آگے سے نہ گذرے تو اس کو دینا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ یہ قول قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے آسانی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دین آسان ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

یکره اعطاء السائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن مواهب الرحمٰن لان علیا تصدق بخاتمه فی الصلوٰة فمدحه الله بقوله ویؤتون الزکوٰة وهم راکعون۔[2]

مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے، ہاں اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو مختار قول کے مطابق وہ مکروہ نہیں ہے، اسی طرح "اختیار" اور "مواہب الرحمٰن" میں مذکور ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل کی "جو لوگ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

علامہ ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قال فی الاختیار فان کان یمر بین یدی المصلین ویتخطی رقاب الناس یکره لانه

"اختیار" میں یہ مذکور ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے سامنے سے گذرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے

---

[1] ۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۶۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] ۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۰۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اعانة علی اذی الناس حتی قیل هذا فلس لایکفره سبعون فلسا اھ قال ط فالکراھة للتخطی الذی یلزمه غالبا الایذاء و اذا کانت هناک فرجة یمرمنها لا تخطی فلا کراهة کما یؤخذ من مفهومه.[1]

تو اس کو دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس طرح ایک پیسہ دینے کا کفارہ ستر پیسے نہیں ہو سکتے، علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ یہ کراہت نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی وجہ سے ہے جس کو ایذاء لازم ہے، اور جب وہاں گذرنے کے لیے کشادہ جگہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے، جیسا کہ اس عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید، احادیث اور فقہاء کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ مسجد میں سائل کو دینا جائز ہے، ہاں اگر وہ نمازیوں کی گردنیں پھلانگے یا نمازیوں کے آگے سے گذرے تو پھر اس سائل کو نہیں دینا چاہیے، کیونکہ یہ ایذاء مسلمین پر معاونت ہے۔ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ سائل کے لیے سوال کرنے کے جواز کا کیا معیار ہے اور اسلام میں سائل کے سوال کے لیے کس حد تک گنجائش رکھی گئی ہے۔

سوال کرنے کے جواز کا معیار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامة ولیس فی وجهه مزعة لحم.[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سأل الناس اموالهم تکثرا فانما یسأل جمرا فلیستقل او لیستکثر.[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے ان کے مالوں کا سوال کرتا ہے وہ در اصل انگاروں کا سوال کرتا ہے، خواہ کم کرے یا زیادہ۔

علامہ ابن بزاز کردری احکام مسجد کے بیان میں لکھتے ہیں:

المتصدق علی مسکین یا کلون اسرافا

جو مسکین کھانے میں فضول خرچ کرتے ہوں اس

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳ " " " " " " "

ويسئلون الحافا ماجور فيه الا اذا علم واحدًا بعينه انه بهذه الصفة۔ [1]

گڑگڑا کر مانگتے ہوں ان کو دینے سے بھی اجر ملے گا لیکن اگر کسی معین شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فضول خرچی کرتا ہے اور گڑگڑا کر مانگتا ہے تو پھر اس کو دینے سے اجر نہیں ہوگا۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ولا يحل ان يسأل) شيئاً من القوت (من له قوت يومه) بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب ويأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم (ولو سأل للكسوة) (او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم (جاز) لو محتاجا۔ [2]

جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہو، خواہ وہ خوراک بالفعل موجود ہو یا اس میں اس کو کما کر حاصل کرنے کی استعداد ہو بایں طور کہ وہ تندرست اور کمانے والا ہو، اس کے لیے خوراک کا سوال کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کو دینے والا اس کے حال کو جانتا ہو تو وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ وہ ایک حرام کام کی مدد کر رہا ہے، اور اگر وہ ضرورت مند ہو اور کپڑوں کا سوال کرے یا جہاد یا طلب علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے خوراک کا سوال کرے اور وہ ضرورت مند بھی ہو تو یہ سوال جائز ہے اور اس کو دینا بھی جائز ہے۔

علامہ شامی اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ اکمل نے شرح مشارق میں لکھا ہے کہ جس شخص کو معلوم ہو کہ سائل تندرست اور کمانے والا ہے تو اس کو دینا گناہ ہے، کیونکہ یہ حرام پر معاونت ہے، البتہ اگر وہ اس کو ہبہ کر دے تو جائز ہے، کیونکہ غنی کو ہبہ اور ہدیہ کرنا جائز ہے لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ غنی وہ شخص ہوتا ہے جو مالک نصاب ہو اور اس کو دینا ہدیہ ہے لیکن جس شخص کے پاس صرف ایک دن کی بہ قدر کفایت خوراک ہو یا وہ بھی نہ ہو لیکن تندرست اور کمانے والا ہو تو اس کو دینا ہدیہ نہیں، صدقہ ہی ہوتا ہے صاحب البحر الرائق نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسے شخص کو اگر سوال سے پہلے ابتداءً دے دیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور حرام پر معاونت نہیں ہے، لیکن علامہ مقدسی نے یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو دینے سے اس کو مانگنے کی عادت پڑے گی اور اگر اس کو نہ دیا جائے تو ہو سکتا ہے وہ مانگنے سے باز آجائے اور توبہ کر لے۔ [3]

سائل کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص تندرست ہو، کمانے کے لائق ہو اور پیشہ ور گداگری کرتا ہو اس کو کھانا بالکل نہ دیا جائے نہ مانگنے سے پہلے نہ مانگنے کے بعد، تاکہ اس کی حوصلہ شکنی ہو، اور وہ جائز طریقہ سے کسب معاش کرے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس

---

[1] علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۵۸-۳۵۷، مطبوعہ مصر

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۹۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کے متعلق تحقیق ظن یہ علم ہو کہ وہ تندرست اور کمانے کے لائق ہے۔ اور جب یہ علم نہ ہو تو کسی مسلمان سائل کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے سوال کو جائز صورت پر محمول کیا جاتے مثلاً یہ کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑوں کے لیے سوال کر رہا ہو، اپنے بیوی بچوں کے علاج یا کسی اور شدید ضرورت کی وجہ سے سوال کر رہا ہو یا وہ طالب علم یا مسافر ہو اور جن لوگوں کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ ضرورت مند ہیں اور بے روزگار ہیں، یا ان کی آمدنی ان کی خوراک، لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کے لیے کافی نہیں ہے تو ان کی سوال کے بغیر از خود مدد کرنی چاہیے اور جو لوگ مسجد میں آکر سوال کرتے ہیں ان کے متعلق اکثر و بیشتر علم نہیں ہوتا کہ ان کا کیا حال ہے سو اگر وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذریں اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں تو ان مسلمان سائلوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے سوال کو جائز صورت پر محمول کرنا چاہیے اور حتی الوسع ان کی امداد کرنی چاہیے۔

دار اسلام میں غیر اسلامی معابد کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

دار الاسلام میں یہود و نصاریٰ کے نئے معابد (گرجا وغیرہ) بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اسلام میں خصی ہونے کی اجازت ہے نہ گرجا بنانے کی، اور اگر یہود و نصاریٰ کے پرانے معابد منہدم ہو جائیں تو ان کو دوبارہ بنایا جائے گا، کیونکہ عمارات ہمیشہ باقی نہیں رہتیں، اور جب امام نے ان عمارات کو برقرار رکھا تو ان کو دوبارہ تعمیر کرنے کا بھی عہد کیا، یہود و نصاریٰ کے نئے معابد بنانے کی ممانعت شہروں میں ہے دیہات میں نہیں ہے، کیونکہ شہروں میں اسلامی شعائر کا رواج ہوتا ہے، اس لیے وہاں اسلام کے خلاف کسی چیز کے اظہار کی اجازت نہیں دی جائے گی، ایک قول یہ ہے کہ ہمارے ممالک میں دیہات میں بھی نئے معابد بنانے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ دیہاتوں میں بھی بعض اسلامی شعائر ہوتے ہیں، صاحب مذہب سے کوفہ کے دیہات میں اجازت منقول ہے، کیونکہ اس میں ذمیوں کی اکثریت ہے، اور سرزمین عرب میں شہروں اور دیہاتوں دونوں میں معابد بنانے سے منع کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرزمین عرب میں دو دین جمع نہیں ہوں گے۔[1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر تین قسم کے ہیں:

(۱) - جن شہروں کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی، مثلاً کوفہ، بصرہ، بغداد اور واسط وغیرہ، ان میں یہود و نصاریٰ کے نئے معابد کو بنانا بالکل جائز نہیں ہے، اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے، ان شہروں میں غیر مسلموں کو شراب پینے، خنزیر کھانے اور ناقوس بجانے کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۲) - جن شہروں کو مسلمانوں نے جہاد کے ذریعہ فتح کیا ان میں بھی نئے غیر اسلامی معابد کو بنانے کی بالکل اجازت نہیں ہے، اور جو معابد پہلے سے بنے ہوئے ہوں، ان کے متعلق امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان کو منہدم کرنا واجب ہے، ہمارے نزدیک ان کے پرانے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، البتہ غیر مسلموں کو ان میں سکونت رکھنے کی اجازت دی جائے گی اور عبادت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، امام شافعی اور امام احمد کا بھی دوسرا قول یہی ہے، کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے بکثرت شہر فتح کیے اور انھوں نے غیر اسلامی معابد کو منہدم نہیں کیا اور اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو یہ منقول ہوتا

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۶۰۰، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی

(۳)۔ جو شہر مسلمانوں نے صلح کے ذریعہ فتح کیے، ان کی تفصیل یہ ہے کہ اگر صلح کی شرط ہو کہ زمین ان کی رہے گی اور وہ ہم کو خراج ادا کریں گے تو ان کے لیے اپنے نئے معابد بنانا بھی جائز ہے اور اگر صلح کی شرط یہ ہو کہ ملک ہمارا ہوگا اور وہ جزیہ ادا کریں گے تو معابد کا حکم شرائط صلح کے مطابق ہوگا، اگر یہ شرط رکھی گئی کہ وہ نئے معابد بنا سکتے ہیں تو ان کو بنانے سے منع نہیں کیا جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ شرط نہ رکھی جائے اور اگر مطلقاً صلح ہوئی ہے تو نیا معبد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور پرانے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، اور ان کو علی الاعلان ناقوس بجانے، شراب پینے، اور خنزیر کھانے سے منع کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے، اور اگر وہ اپنے گھروں میں ناقوس بجائیں تو اس کی اجازت دی جائے گی۔

امام محمد نے یہ کہا ہے کہ غیر مسلموں کو زنا اور دوسرے فواحش جو ان کے دین میں حرام ہوں، اسی طرح گانے بجانے اور آلات موسیقی کے استعمال کرنے کی شہروں میں اجازت ہوگی نہ دیہاتوں میں، اور جو آلات موسیقی کو توڑے گا وہ ضامن نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جزیرہ عرب کے علاوہ دار اسلام میں جو غیر اسلامی معابد اب موجود ہیں، ان میں سے کسی کو منہدم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اگر یہ شہر پرانے ہیں تو صحابہ اور تابعین نے ان شہروں کو فتح کرنے کے بعد باوجود علم کے ان کو باقی رکھا، اور اگر ان شہروں کو جہاد کے ذریعہ فتح کیا گیا ہے تب بھی ان کے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، انھیں ان میں سکونت کی اجازت ہوگی اور عبادت کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر صلح کے ذریعہ ان شہروں کو فتح کیا گیا تو ان کو ان معابد میں عبادت کی اجازت ہوگی لیکن علانیہ اظہار کی اجازت نہیں ہوگی۔ [1]

بَابُ فَضْلِ الْإِنْفَاقِ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کی فضیلت

۷۳۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِيْ حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا، وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا، وہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا، وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی کو ادھر ادھر کر رہا تھا اس شخص نے باغ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے بندے!

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فَتَتَبَّعَ السَّحَابَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَاؤُهُ يَقُولُ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَمَّا إِذْ قُلْتَ هَذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ.

تم نے میرا نام کیوں پوچھا تھا؟ اس نے کہا جس بادل نے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سنی تھی: فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، اس نے تمہارا نام لیا تھا تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو! میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اس میں سے ایک تہائی کو میں صدقہ کرتا ہوں ایک تہائی میں، میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور باقی ایک تہائی کو میں اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔

۷۳۴۲- وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَأَجْعَلُ ثُلُثَهُ فِي الْمَسَاكِينِ وَالسَّائِلِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے: میں ایک تہائی مسکینوں، سائلوں اور مسافروں پر خرچ کر دیتا ہوں۔

صدقہ کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وانفقوا من ما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصلحین. (منافقین: ۱۰)

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور پھر وہ کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے کچھ دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں سے ہو جاتا۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا ○ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا ○ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ○ فوقھم اللہ شر ذلک الیوم ولقھم نضرۃ و سرورا ○

(دھر: ۱۱-۸)

(اللہ کے مقرب بندے) اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو نہایت ترش رو، بہت سخت ہے۔ تو اللہ انہیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیگا اور ان کو تازگی اور فرحت بخشے گا۔

و مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسھم کمثل

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ

جنة بربوة اصابها وابل فاتت اکلها ضعفین فان لم یصبها وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر ۰

(البقرہ: ۲۶۵)

کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور اس پر موسلادھار بارش ہوتی ہو تو وہ باغ دگنے پھل لائے گا اور اگر اس کو موسلادھار بارش نہ پہنچے تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ۰ (بقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات خوشے اگائے ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا، بہت علم والا ہے۔

یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضوا فیه واعلموا ان اللہ غنی حمید ۰

(بقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور ردی چیزوں کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو، جن کو تم خود نہیں لیتے الا یہ کہ تم نے آنکھیں بند کر لی ہوں اور جان لو کہ اللہ بہت بے نیاز ہے اور بے حد تعریف کیا ہوا۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر ۰ (بقرہ: ۲۷۱)

اگر تم ظاہر کر کے خیرات دو تو وہ کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم فقراء کو خفیہ طریقہ سے دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور (ایسا کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو مٹا دے گا، اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

صدقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقة تسد سبعین بابا من السوء رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیه حماد بن شعیب وھو ضعیف۔[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں حماد بن شعیب ضعیف راوی ہے۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال وسمعت

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الصدقة تطفئ غضب الرب رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه اصرم بن حوشب وهو ضعيف. [۱]

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں اصرم بن حوشب ضعیف راوی ہے۔

عن رافع بن مكيث وكان ممن شهد الحديبية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حسن الملكة نماء وسوء الخلق شؤم والبر زيادة فی العمر والصدقة تقی ميتة السوء رواه الطبرانی فی الكبير وفيه رجل لم يسم. [۲]

حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور یہ حدیبیہ میں حاضر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی ملکیت بڑھوتری ہے، بد خلقی نحوست (بے برکتی) ہے، نیکی عمر میں زیادتی ہے، اور صدقہ بری موت سے محفوظ رکھتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں ہے۔

عن عمرو بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان صدقة المسلم تزيد فی العمر وتمنع ميتة السوء ويذهب الله بها الكبر والفقر والفخر رواه الطبرانی فی الكبير وفيه كثير بن عبد الله المزنی وهو ضعيف. [۳]

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا صدقہ کرنا عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ صدقہ کے سبب سے تکبر، فقر اور فخر کو دور کرتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کثیر بن عبد اللہ ضعیف راوی ہے۔

عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصدقة لتطفئ عن اهلها حر القبور وانما يستظل المومن يوم القيامة فی ظل صدقته رواه الطبرانی فی الكبير وفيه ابن لهيعة وفيه كلام. [۴]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرنے والے کی قبر کی گرمی کو صدقہ دور کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن صرف اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جس پر اعتراض ہے۔

وعن ابن عمر قال لما انزلت هذه

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰ " " " "

۳۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰ " " " "

۴۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۱ " " " "

الآیۃ (مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب زد امتی فنزلت (من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ) قال رب زد امتی فنزلت (انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ عیسی بن المسیب۔ [1]

یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشہ میں سات سو دانے ہیں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میری امت کے اجر میں اضافہ فرما "تب یہ آیت نازل ہوئی اور کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے اللہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر دے گا، آپ نے فرمایا اے اللہ میری امت کے اجر میں اضافہ فرما تب یہ آیت نازل ہوئی: "صبر کرنے والے کو ان کا اجر بے حساب ہی دیا جائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عیسی بن مسیب ہے۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صدقۃ السر تطفیٔ غضب الرب رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیہ اصرم بن حوشب وھو ضعیف۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چھپا کر صدقہ کرنا اللہ تعالی کے غضب کو بجھاتا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقۃ عن ظھر غنی وابدا بمن تعول والید العلیا خیر من الید السفلی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ [3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی ہوتے ہوئے صدقہ کرنا بہترین صدقہ ہے اپنے عیال داروں پر صدقہ کی ابتداء کرو اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن قتادۃ بن سعد ان رجلا قال یا رسول اللہ ای الصلوۃ افضل قال طول القنوت قال ای الصدقۃ افضل قال جھد مقل قال ای

حضرت قتادہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں طویل قیام ہو، اس نے کہا کون سا صدقہ افضل

۱؎ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲؎ ،، ،، ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۵ ،، ،، ،، ،، ،،

۳؎ ،، ،، ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۲ ،، ،، ،، ،، ،،

المؤمنین اکمل ایمانا قال احسنھم خلقا رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ سوید ابوحاتم و فیہ کلام۔[1]

ہے؟ آپ نے فرمایا جو صدقہ تنگ دستی اپنی کمائی سے دے اس نے کہا مومنین میں سے کس کا ایمان اکمل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سوید پر اعتراض کیا گیا ہے۔

عن الحکم بن عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الاعمال الی اللہ عز وجل من اطعم مسکینا من جوع اودفع عنہ مغرما اوکشف عنہ کربا رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ سلیمان بن سلمۃ الخبائری وھو ضعیف۔[2]

حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو کسی بھوکے مسکین کو کھلائے یا اس کا قرض اتار دے یا اس کی کسی مصیبت کو دور کر دے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں سلیمان بن سلمہ خبائری ضعیف راوی ہے۔

عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول السخی قریب من اللہ بعید من النار قریب من الجنۃ والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار والجاھل السخی احب الی اللہ من العابد البخیل۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سخی اللہ کے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے اور جنت کے قریب ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے، اور جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل معروف صدقۃ ومن المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق وان تفرغ من دلوک فی اناءہ۔[4]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے، اور یہ بھی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ بشاش چہرے کے ساتھ ملاقات کرو اور اپنے ڈول میں سے کچھ اس کے برتن میں ڈال دو۔

صدقہ اور زکوٰۃ کے اسرار و رموز اور فقہی احکام کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ تَحْرِیْمِ الرِّیَآءِ — ریاکاری کی حرمت

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] مجمع الزوائد ج ۳، ص ۱۱۲، " " " " "
[3] مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۷ " " " " "
[4] مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۶ " " " " "

۷۳۴۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے کسی عمل میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

۷۳۴۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُمَيْعٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ رَاءَى رَاءَى اللّٰهُ بِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا، اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔

۷۳۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا الْعَلَقِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ۔

حضرت جندب علقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو سنائے گا اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔

۷۳۴۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْمُلَائِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا غَيْرَهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے اس کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا جو کہتا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۷۳۴۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَعِيدٌ أَظُنُّهُ قَالَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جیسا کہ ثوری کی حدیث میں ہے۔

۷۳۴۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الصَّدُوقُ الْأَمِينُ الْوَلِيدُ بْنُ حَرْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

ریاکاری کے متعلق قرآن مجید کی آیات

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ومن یکن الشیطان لہ قرینا فساء قرینا۔ (نساء: ۳۸)

اور ان لوگوں کے لیے بھی ذلت کا عذاب ہے، جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا ساتھی شیطان ہو جائے تو وہ کیا ہی برا ساتھی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الآخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لایھدی القوم الکافرین۔ (بقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (طعنوں کی) اذیت سے ضائع نہ کرو، جس طرح وہ شخص اپنے صدقات کو ضائع کرتا ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے، اور اللہ پر ایمان لاتا ہے نہ قیامت پر تو اس کی مثال اس چکنے پتھر کی طرح ہے جس پر کچھ (مٹی) ہو پھر اس پر موسلا دھار بارش ہوئی، جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا، وہ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قادر نہیں ہوں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔ (انفال: ۴۷)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنے کارنامے) دکھلاتے ہوئے نکلے، اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ ان کے سب کاموں کو محیط ہے۔

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا۔ (نساء: ۱۴۲)

اور (منافقین) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، محض لوگوں کو دکھانے کے لیے اور وہ بہت کم ہی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

فویل للمصلین ٥ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ٥ الذین ھم یراءون ٥ ویمنعون الماعون ٥ (ماعون: ۴-۷)

ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی معمولی سی کوئی چیز (بھی کوئی مانگے تو) نہیں دیتے۔

ریاکاری کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ان عقبة بن مسلم حدثه ان شفيا الاصبحی
حدثه انه دخل المدينة فاذا هو برجل قد
اجتمع عليه الناس فقال من هذا؟ فقالوا ابو
هريرة فدنوت منه حتى قعدت بين يديه
وهو يحدث الناس فلما سكت وخلا قلت
له اسئلك بحق وبحق لما حدثتنی حديثا
سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم
عقلته وعلمته فقال ابو هريرة افعل
لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله
صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته ثم
نشغ ابو هريرة نشغة فمكثنا قليلا ثم افاق
فقال لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله
صلى الله عليه وسلم فی هذا البيت ما معنا
احد غيری وغيره ثم نشغ ابو هريرة
نشغة شديدة فمكث قليلا ثم
افاق ومسح وجهه وقال افعل لاحدثنك
حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه و
سلم انا وهو فی هذا البيت ما معنا احد
غيری وغيره ثم نشغ ابو هريرة نشغة شديدة
ثم مال خارا على وجهه فاسندته طويلا ثم
افاق فقال ثنی رسول الله صلى الله عليه و
سلم ان الله تعالى اذا كان يوم القيمة
ينزل الى العباد ليقضی بينهم وكل امة
جاثية فاول من يدعو به رجل جمع
القران ورجل قتل فی سبيل الله ورجل
كثير المال فيقول الله للقاری الم
اعلمك ما انزلت على رسولی قال بلى يارب
قال فماذا عملت فيما علمت قال كنت اقوم
به اناء الليل واناء النهار فيقول الله له كذبت

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ شفی اصبحی نے ان کو بتایا
کہ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک آدمی کے گرد کچھ لوگ
جمع ہیں انھوں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں" انھوں نے کہا میں ان کے قریب ہو
گیا یہاں تک کہ ان کے بالکل سامنے بیٹھ گیا آپ لوگوں سے
حدیث بیان کر رہے تھے جب خاموش ہوئے اور تنہا
رہ گئے تو میں نے عرض کیا: میں آپ سے بحق فلاں فلاں عرض
کرتا ہوں کہ مجھے کوئی حدیث سنائیں، جسے آپ نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا سمجھا اور جان لیا، حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اچھا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا سمجھا اور جانا
پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک آپ بے ہوش ہو گئے
ہم نے تھوڑی دیر انتظار کی پھر آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں
تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا ہم دونوں کے
سوا کوئی تیسرا آدمی یہاں نہ تھا، پھر آپ سسکیاں لینے لگے،
یہاں تک کہ زیادہ دیر بے ہوش رہے جب ہوش آیا تو منہ پونچھا اور
فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس مقام پر بیان فرمایا
یہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا پھر حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ
کے بل جھک گئے، میں نے کافی دیر تک آپ کو سہارا دیا پھر
جب ہوش آیا تو فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے بیان فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں
کی طرف متوجہ ہوگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے، تمام
امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی، سب سے پہلے تین آدمیوں
کو بلایا جائے گا (۱) جس نے قرآن یاد کیا ہوگا (۲) جو اللہ تعالیٰ
کے راستے میں قتل کیا گیا ہوگا، (۳) اور زیادہ مالدار شخص۔ اللہ
تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تمہیں وہ کلام م

وتقول الملائكة له كذبت ويقول الله له بل اردت ان يقال فلان قارئ فقد قيل ذلك ويؤتى بصاحب المال فيقول الله له الم ادعك تحتاج الى احد قال بلى يا رب قال فماذا عملت فيما اتيتك قال كنت اصل الرحم واتصدق فيقول الله له كذبت وتقول الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جواد وقد قيل ذلك ويؤتى بالذي قتل في سبيل الله فيقول الله له فيماذا قتلت فيقول امرت بالجهاد في سبيلك فقاتلت حتى قتلت فيقول الله له كذبت وتقول له الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جريئ فقد قيل ذلك ثم ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ركبتي فقال يا ابا هريرة اولئك الثلاثة اول خلق الله تسعر بهم النار يوم القيامة [1]

سکھایا تھا جسے میں نے اپنے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اتارا" وہ عرض کرے گا "ہاں یارب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا "میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا" فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں قاری ہے۔ پس تجھے کہا گیا۔ دولت مند کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میں نے (مال میں اتنی) وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا" وہ عرض کرے گا "ہاں یارب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو نے میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا تھا اور خیرات کرتا تھا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے سو ایسا کہا جا چکا پھر شہید کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لیے قتل ہوا؟ وہ کہے گا تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا تھا پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "تو نے جھوٹ کہا" فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں فلاں بڑا بہادر ہے پس یہ بات کہی گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے زانو پر مارتے ہوئے فرمایا" اے ابوہریرہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے ان ہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعوذوا بالله من جب الحزن قالوا يا رسول الله وما جب الحزن قال واد في جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم مائة مرة قيل يا رسول الله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غم کے کنویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو" صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے؟" آپ نے فرمایا "جہنم میں ایک وادی ہے جس سے (خود) جہنم بھی دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ عرض کیا گیا "یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ٣٤٤-٣٤٣، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ومن يدخله قال القراء المراؤون باعمالهم هذا حديث غريب [1]

عن ابي هريرة قال قال رجل يا رسول الله الرجل يعمل العمل فيسره فاذا اطلع عليه اعجبه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم له اجران اجر السر واجر العلانية هذا حديث غريب وقد روى الاعمش وغيره عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي صالح عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا وقد فسر بعض اهل العلم هذا الحديث اذا اطلع عليه فاعجبه انما معناه ان يعجبه ثناء الناس عليه بالخير لقول النبي صلى الله عليه وسلم انتم شهداء الله في الارض فيعجبه ثناء الناس عليه هذا فاما اذا اعجبه ليعلم الناس منه الخير ويكرم ويعظم على ذلك فهذا رياء وقال بعض اهل العلم اذا اطلع عليه فاعجبه رجاء ان يعمل بعمله فتكون له مثل اجورهم فهذا له مذهب ايضا [2]

آپ نے فرمایا ریاکاری سے قرآن پڑھنے والے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی کوئی عمل (پوشیدہ) کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے پھر جب وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوتا ہے تو دوبارہ خوش ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دو اجر ہیں چھپ کر عمل کرنے کا ثواب اور علانیہ عمل کرنے کا ثواب۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اعمش وغیرہ نے اسے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت اور ابوصالح، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کیا ہے بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اطلاع پر اس کی خوشی سے مراد لوگوں کا اس کی اچھائی بیان کرنا ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو" لہٰذا وہ لوگوں کی تعریف سے اس مقصد کے تحت خوش ہوتا ہے اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ لوگوں کو اس کی نیکی کا پتا چل جائے تاکہ وہ اس وجہ سے عزت واحترام کریں تو یہ ریاء ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اگر لوگوں کی اطلاع پر وہ اس لیے خوش ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی ایسا عمل کریں تو اسے بھی ان کی مثل ثواب ملے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال الله عز وجل انا اغنى الشركاء عن الشرك فمن عمل لي عملا اشرك ________ فيه غيري فانا منه بريء وهو للذي اشرك [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں شریک سے مستغنی ہوں، جس شخص نے میرے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو شریک کیا، میں اس عمل سے بیزار ہوں، یہ عمل اس کے لیے ہے جس کے لیے شرک کیا گیا ہے۔

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " " جامع ترمذی ص ۳۴۴ " "

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن ابی سعد بن ابی فضالة الانصاری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جمع الله الاولین والآخرین یوم القیمة لیوم لاریب فیه نادی مناد من کان اشرك فی عمل عمله لله فلیطلب ثوابه من عند غیر الله فان الله اغنی الشرکاء عن الشرك .[1]

حضرت ابوسعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ اوّلین اور آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا جس شخص نے اللہ کے لیے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا تھا تو وہ اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شریک سے مستغنی ہے۔

عن ابی سعید قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن نتذاکر المسیح الدجال فقال الا اخبرکم بما هو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال قال قلنا بلی فقال الشرك الخفی ان یقوم الرجل یصلی فیزین صلوته من نظر رجل .[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے، ہم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا وہ شرکِ خفی ہے ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور کسی شخص کے دیکھنے کی وجہ سے وہ نماز کو زیادہ اچھی طرح پڑھتا ہے۔

عن شداد بن اوس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اخوف ما اتخوف علی امتی الاشراك بالله اما انی لست اقول یعبدون شمسا ولا قمرا ولا وثنا ولکن اعمالا لغیر الله وشهوة خفية .[3]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کا ہے لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سورج، چاند یا بتوں کی عبادت کریں گے لیکن یہ اللہ کے غیر کے لیے عمل کریں گے اور ان کی مخفی خواہشات ہوں گی۔

عن الجارود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من طلب الدنیا بعمل الآخرة طمس وجهه ومحق ذکره واثبت اسمه فی النار رواه الطبرانی .[4]

حضرت جارود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عمل آخرت کے بدلہ میں دنیا کو طلب کیا اس کا چہرہ تاریک کر دیا جائے گا اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور دوزخ میں اس کا نام ثبت کر دیا جائے گا۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] 〃 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، 〃

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من تزین بعمل الآخرة وهو لا یریدها ولا یطلبها لعن فی السموات والارض رواه الطبرانی [1]

عن عدی بن حاتم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یؤمر یوم القیامة بناس من الناس الی الجنة حتی اذا دنوا منها واستنشقوا ریحها ونظروا الی قصورها وما اعد الله لاهلها فیها نودوا ان اصرفوا عنها لا نصیب لهم فیها فیرجعون بحسرة ما رجع الاولون بمثلها فیقولون ربنا لو ادخلتنا النار قبل ان تریتنا ما اریتنا من ثوابك وما اعددت فیها لاولیائك كان اهون علینا قال ذاك اردت بكم كنتم اذا خلوتم بارزتمونی بالعظائم واذا لقیتم الناس لقیتموهم مخبتین تراؤون الناس بخلاف ما تعطونی من قلوبكم هبتم الناس ولم تهابونی اجللتم الناس ولم تجلونی وتركتم للناس ولم تتركوا لی فالیوم اذیقكم الیم العذاب مع ما حرمتكم من الثواب رواه الطبرانی فی الكبیر [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص آخرت کے عمل کو مزین کرے، حالانکہ وہ آخرت کا ارادہ کرتا ہو نہ اس کو طلب کرتا ہو، اس پر آسمانوں اور زمین میں لعنت کی جاتی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا، جب وہ لوگ جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبوؤں کو سونگھ لیں گے اور اس کے محلوں کو اور جنتیوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی گئی ہیں ان کو دیکھ لیں گے تو ندا کی جائے گی ان کو جنت سے ہٹا دو، ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے، وہ اتنی حسرت سے جنت سے لوٹیں گے کہ پہلے ایسی حسرت سے کوئی نہیں لوٹا تھا، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اگر تو ہم کو جنت دکھانے اور اپنے ثواب کو دکھانے اور تو نے اپنے دوستوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں ان کو ہمیں دکھانے سے پہلے دوزخ میں داخل کر دیتا تو یہ ہمارے لیے بہت آسان ہوتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تمہارے ساتھ یہی ارادہ کیا تھا، تم جب خلوت میں ہوتے تھے تو میرے سامنے بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو انتہائی منکسری اور پرہیزگاری کے ساتھ ملتے، تم لوگوں کو اس کے خلاف دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں میں میرے لیے خیال تھا، تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے، تم لوگوں کو بزرگ سمجھتے تھے مجھے بڑا نہیں جانتے تھے، تم نے لوگوں کی خاطر برے کام ترک کیے اور میری خاطر نہیں کیے، آج میں تم کو ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، " " " " "

ریاکاری کے درجات

امام غزالی لکھتے ہیں:

شیطان متعدد اور مختلف اسباب سے انسان کے دل میں ریاکاری پیدا کرتا ہے، ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک نمازی اخلاص کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، اور نماز کے دوران کوئی شخص آجاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اچھی طرح نماز پڑھ تاکہ دیکھنے والا تم کو تعظیم کی نظر سے دیکھے اور تمہاری برائی اور غیبت نہ کرے، اور نمازی اس وسوسہ میں آکر زیادہ خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، یہ ریا ظاہر ہے اور یہ ریا کا پہلا درجہ ہے۔

ریا کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ نمازی شیطان کے اس وسوسہ میں نہ آئے اور حسب سابق نماز پڑھتا رہے، اب شیطان خیر کے بہانے سے اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تم لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہو تم جو کام کرو گے لوگ اس میں تمہاری اقتدا کریں گے اور تم کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اگر تم نے اچھی طرح زیادہ خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تو لوگ تمہاری اتباع میں خضوع اور خشوع سے نماز پڑھیں گے اور تم کو اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھی تو لوگ بھی اسی طرح نماز پڑھیں گے اور اس کا وبال تمہاری گردن پر ہو گا، یہ درجہ پہلے درجہ کی بہ نسبت زیادہ باریک ہے جو لوگ شیطان کے پہلے وسوسہ میں نہیں آتے وہ اس وسوسہ میں آجاتے ہیں اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے، یہ درست ہے کہ اگر مقتدا نے زیادہ خشوع ظاہر کیا اور اس کے متبعین نے اس پر عمل کیا تو اس کا ثواب اس مقتدا کو ملے گا لیکن اس مقتدا سے اس پر بازپرس ہو گی کہ تم میں جو چیز نہیں تھی اس کو تم نے کیوں ظاہر کیا اور اس کو عذاب ہو گا۔

ریا کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی شیطان کے اس وسوسہ سے آگاہ ہو جائے اور وہ خلوت اور جلوت میں ایک طرح نماز پڑھے، اور وہ یہ کوشش کرے کہ وہ تنہائی میں بھی اسی طرح نماز پڑھے جس طرح جلوت میں پڑھتا ہے اور وہ اپنے نفس اور خدا سے اس بات میں حیا کرے کہ وہ لوگوں کے سامنے تو بہت خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور تنہائی میں عام انداز سے نماز پڑھے تو یہ صورت بھی ایک دقیق قسم کا ریا ہے، کیونکہ اس نے خلوت میں اس نیت سے اچھی نماز پڑھی تاکہ جلوت میں بھی اس طرح نماز ادا ہو تو خلوت اور جلوت دونوں میں اس کی نظر مخلوق کی طرف رہی اور اخلاص اس وقت ہوتا جب اس کی نظر میں انسانوں اور جانوروں دونوں کا دیکھنا یکساں ہوتا۔

ریا کا چوتھا درجہ نہایت مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کو یہ نہ کہہ سکے کہ ان لوگوں کو دکھانے کے لیے خشوع کرو، کیونکہ شیطان کو معلوم ہے کہ وہ اس فریب میں نہیں آئے گا، اس لیے شیطان اس سے یہ کہتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں کھڑا ہے تو اس کی عظمت اور جلال میں غور و فکر کر، اور اس بات سے حیا کر کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے غفلت کے حال میں دیکھے اور اس خیال کے آنے کے بعد وہ نہایت خشوع سے نماز پڑھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ خیال محض مکر و فریب ہے کیونکہ اگر واقعی وہ اللہ کے اجلال کے لیے خشوع سے نماز پڑھتا تو تنہائی میں بھی اسی طرح پڑھتا، اخلاص یہ ہے کہ کسی انسان کے آنے کے بعد اس کے دل میں خشوع کا کوئی خیال اسی طرح نہ آئے جس طرح کسی جانور کے آنے کے بعد اس کے دل میں خیال نہیں آتا۔

شیطان ہر وقت لوگوں کی تاک میں لگا رہتا ہے اور انسان کے ہر کام میں ریا داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے، حتیٰ کہ آنکھوں میں سرمہ لگانا، مونچھیں کم کرانا، جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور مخصوص اوقات اور ایام میں سنت ہیں، لیکن چونکہ مخلوق کو ان کاموں کے دیکھنے کے ساتھ نسبت ہے اور انسان کو ان کاموں میں رغبت ہے اس لیے ان میں حظ نفس بھی ہے، اس لیے شیطان ان افعال کی طرف بلاتا ہے کہ یہ کام سنت ہیں ان کو ترک نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ان کاموں میں خفیہ

شہوات موجود ہیں، اسی طرح جب انسان کے دل میں اعتکاف کا ارادہ ہو تو شیطان اس کو کسی بڑی اور خوب صورت مسجد کی طرف متوجہ کرتا ہے جس میں زیادہ لوگ نماز پڑھتے ہوں اور جو مسجد چھوٹی ہو اور زیب و زینت سے خالی ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا اور ان تمام امور میں خفیہ طریقہ سے ریا داخل ہے۔ [1]

بَابُ ۱۲۸: حِفْظِ اللِّسَانِ

زبان کی حفاظت

۷۳۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ) عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ میں اتنی دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔

۷۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ ایک ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی سنگینی کا اس کو پتا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دور جا گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہے۔

بعض اوقات انسان سوچے سمجھے بغیر کوئی بات کہہ دیتا ہے مثلاً حاکموں کی خوشامد میں کوئی بات کہہ دی، کسی کے متعلق کوئی تہمت لگا دی کوئی کلمہ کفر یہ کہہ دیا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو انسان اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کلمہ خیر کہے یا خاموش رہے اور جب بھی انسان کوئی بات کہنا چاہے تو پہلے غور کرے پھر اگر اس بات کے کہنے میں کوئی مصلحت ہو تو وہ بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ [2]

بَابُ ۱۲۹: عُقُوبَةِ مَنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَفْعَلُهُ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَفْعَلُهُ

دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود عمل نہ کرنے کا عذاب

۷۳۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۵۹ - ۵۸، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيٰى وَإِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قِيلَ لَهُ أَلَا تَدْخُلُ عَلٰى عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهُ فَقَالَ أَتُرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَلَّمْتُهُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ مَا دُونَ أَنْ أَفْتَتِحَ أَمْرًا لَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ وَلَا أَقُولُ لِأَحَدٍ يَكُونُ عَلَيَّ أَمِيرًا إِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ فَيَدُورُ بِهَا كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِالرَّحٰى فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ يَا فُلَانُ مَا لَكَ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُولُ بَلٰى قَدْ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ۔

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ حضرت اسامہ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے ان سے گفتگو نہیں کی؟ کیا میں تم کو سنا کر ہی ان سے باتیں کر چکا ہوں، خدا کی قسم میں نے اپنے اور ان کے متعلق جو باتیں کرنی تھیں وہ کر چکا ہوں، اور میں نہیں چاہتا کہ وہ بات کھولوں جس کا کھولنے والا میں پہلا شخص ہوں، اور میں اپنے کسی حاکم کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی وہ ان آنتوں کے ساتھ اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، پھر دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں شخص! کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔

۷۳۵۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَدْخُلَ عَلٰى عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهُ فِيمَا يَصْنَعُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے کہا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بات کیوں نہیں کرتے، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

مداہنت کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ کلام کرنا چاہیے اور ان کو تنہائی میں نصیحت اور تبلیغ کرنی چاہیے اور لوگوں کو جو ان سے شکایات ہوں وہ بھی ان تک خلوت میں پہنچائی جائیں تاکہ وہ ان کا ازالہ کریں، یہ حکم اس وقت ہے کہ جب تنہائی میں ان تک رسائی ممکن ہو ورنہ علی الاعلان اظہار حق کرنا چاہیے تاکہ اصل حق ضائع نہ ہو اور مداہنت نہیں کرنی چاہیے۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان النعمان بن بشیر یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل المدھن فی حدود اللہ والواقع فیھا مثل قوم استھموا سفینۃ فصار بعضھم فی اسفلھا وصار بعضھم فی اعلاھا فکان الذین فی اسفلھا یمرون بالماء علی الذین اعلاھا فتاذوا بہ فاخذ فاسا فجعل ینقر اسفل السفینۃ فاتوہ فقالوا ما لک قال تاذیتم بی ولا بد لی من الماء فان اخذوا علی یدیہ انجوہ ونجوا انفسھم وان ترکوہ اھلکوہ واھلکوا انفسھم۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں مداہنت کرنے اور اللہ کی حدود کا ارتکاب کرنے والوں کی مثال یہ ہے کہ بحری جہاز میں قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ لوگ بالائی منزل میں بیٹھے ہوں اور کچھ نچلی منزل میں، نچلی منزل والے پانی کے لیے بالائی منزل میں جاتے ہوں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہو، تب نچلی منزل والوں نے ایک کلہاڑی لے کر جہاز کے نچلے حصہ کو توڑنا شروع کیا (تاکہ سمندر سے پانی لے لیں) پھر بالائی منزل والوں نے توڑنے والے سے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا تم کو ہمارے پانی لینے سے تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں پانی کی ضرورت ہے، اب اگر انھوں نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو وہ اس کو بھی بچالیں گے اور خود کو بھی اور اگر انھوں نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو وہ اس کو بھی ہلاک کر دیں گے اور خود کو بھی۔

اس حدیث کو امام ترمذی[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

مداہنت کا لغوی معنی | علامہ زبیدی مداہنت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مداہنت کا معنی ہے "اظہار خلاف ما یظھر" ——— دل میں جو بات چھپائی ہے اس کے خلاف بیان کرنا" قرآن مجید میں ہے:

ودوا لو تدھن فیدھنون۔ (قلم: ۹)

انھوں نے یہ چاہا کہ (دین کے معاملہ میں) آپ ان سے "بے جا نرمی" اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔

ابو الہیثم نے کہا کہ مداہنت کا معنی ہے قول میں نرمی اور کلام میں کسی کی موافقت کرنا۔ ہمارے شیخ نے کہا اصل میں مداہنت کسی چیز کو تیل لگا کر حسی طور پر نرم کرنا ہے، بعد میں اس کا استعمال معنوی نرمی میں ہوا، اس کا مجازاً استعمال بطور تحقیر کیا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنے دین یا اپنی رائے میں متصلب نہیں ہوتا وہ اس میں مداہنت کرتا ہے اور اب مداہنت کا لفظ اسی معنی میں حقیقت عرفیہ ہے اور مداراۃ کا معنی کلام میں مطلقاً نرمی کرنا ہے۔[4]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۰۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو المحاباة في غير حق وهو الذي يرائي ويضيع الحقوق ولا يغير المنكر والمداهن هو التارك للامر بالمعروف[1]

کسی کی ناحق طرف داری کرنا مداہنت ہے، جو شخص نیکی کا حکم دے نہ برائی کو مٹائے حقوق کو ضائع کرے اور دکھاوا کرے وہ مداہن ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و مداہنت آں بود کہ منکرے بیند و تغییر نہ دہد و نہی نکند با وجود قدرت برآں بوجہت شرم یا بے حمیتی دین یا جانب داری کسے و رشوت گرفتن۔[2]

مداہنت یہ ہے کہ کوئی شخص برائی دیکھے اور اس کو نہ مٹائے، اور قدرت کے باوجود شرم کے سبب، دینی بے غیرتی اور بے حمیتی سے، رشوت لے کر یا کسی کی جانب داری کے سبب اس سے منع نہ کرے۔

مدارات کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آنا مدارات ہے (صحاح جوہری) لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ پیش آنا (شدت اور غلظت نہ کرنا) بھی مدارات ہے، حدیث میں ہے: انتہائی عقل مندی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد لوگوں کے ساتھ مدارات کرے، یعنی ان کے ساتھ حسن صحبت، نرمی اور ملائمت کے ساتھ رہے تاکہ وہ اس سے متنفر نہ ہوں۔[3]

مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والفرق بين المداهنة المنهية والمداراة المأمورة ان المداهنة في الشريعة ان يرى منكرا ويقدر على دفعه ولم يدفعه حفظا لجانب مرتكبه او جانب غيره لخوف او طمع او لاستحياء منه او قلة مبالاة في الدين والمداراة موافقته بترك حظ نفسه وحق يتعلق بماله وعرضه فيسكت عنه دفعا للشر ووقوع الضرر منه ومجمله ان المداهنة انما تكون في الباطل مع الاعداء والمداراة في امر حق

مداہنت ممنوع ہے اور مدارات مطلوب ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ مداہنت کا شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص برائی کو دیکھے اور وہ اس کو روکنے پر قادر بھی ہو لیکن برائی کرنے والے یا کسی اور کی جانب داری کی وجہ سے یا خوف کے سبب یا طمع کی وجہ سے یا دینی بے حمیتی کی وجہ سے اس برائی کو نہ روکے، اور مدارات یہ ہے کہ اپنی جان یا مال یا عزت کے تحفظ کی خاطر اور دفع شر اور ضرر سے بچنے کے لیے خاموش رہے، خلاصہ یہ ہے کہ کسی باطل کام میں بے دینوں کی حمایت کرنا مداہنت ہے اور دین دار

---

1. علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
2. شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۶۲، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ
3. علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

مع الاحیاء عربی[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وفرق میان مدارات ومداہنت چنان کنند کہ مدارات آنچہ بجہت حفظ دین و نگاہ داشت از تشویش وقت و دفع ظلم ظالمان بسازند و مداہنت آنچہ برائے حفظ نفس وطلب دنیا وجلب منافع از مردم و بے باکی در دین بکنند۔[2]

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ دین کی حفاظت اور ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لیے جو نرمی کی جائے وہ مدارات ہے اور ذاتی منفعت، طلب دنیا اور لوگوں سے فوائد حاصل کرنے کے لیے دین کے معاملہ میں جو نرمی کی جائے وہ مداہنت ہے۔

کافروں سے موالات کی ممانعت

کافروں سے ہر قسم کی موالات (دوستی اور محبت) خواہ صورۃً ہو یا حقیقۃً ناجائز اور حرام ہے، قرآن مجید میں ہے:

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق۔ (ممتحنۃ: ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

اس سورۃ کی آیات حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی تھیں جنھوں نے کفار مکہ کے ساتھ ظاہری اور صوری دوستی قائم رکھنے کے لیے خط و کتابت کی تھی (اس خط کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سادس میں فضائل صحابہ کے بیان میں گذر چکی ہے۔) ان آیات سے کفار کے ساتھ صوری موالات بھی حرام ہو گئی اور حقیقی موالات کی حرمت کے متعلق یہ آیات ہیں:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (حشر: ۲۲)

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انہیں اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا ان کے بھائی ہوں یا قریبی رشتہ دار۔

غیر مرتد کافروں کے ساتھ مجرد معاملت کی اجازت

غیر مرتد کافروں کے ساتھ بغیر الفت و محبت کے محض معاملہ کرنا جائز ہے۔ واضح رہے کہ گمراہ اور بے دین فرقے مرتد نہیں ہیں، کیونکہ مرتد کی اولاد مرتد نہیں ہوتی ورنہ تمام دنیا کے کافروں کا مرتد ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ابتداء میں ان

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

تمام کافروں کے آباؤ اجداد مسلمان تھے اور اسلام کو ترک کر کے کسی اور دین میں داخل ہوتے تھے۔) مجرد معاملہ کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ ہر وہ کام کرنا جائز ہے جس سے کفر کی مدد اور اسلام کو ضرر نہ ہو اور وہ کام فی نفسہ گناہ نہ ہو، اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ○ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون۔ (ممتحنہ: ۹-۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تمہیں ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف انھی لوگوں کے ساتھ دوستی سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیں، اور وہ اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں، یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (حج: ۴۱)

اگر ہم ان لوگوں کو زمین پر سلطنت عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ (توبہ: ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ (آل عمران: ۱۱۰)

جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان میں بہترین امت ہو، تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ (مائدہ: ۶۳)

ان کے درویش اور پادری (پیر اور علماء) ان کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے، بے شک وہ بہت برے کام کر رہے ہیں۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام حمیدی، امام ترمذی، امام ابویعلیٰ، امام ابن جریر، امام ابن حبان اور امام دارقطنی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: تم لوگ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہو:

لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم۔ جب تم ہدایت پر ہو تو تم کو کسی کی گمراہی سے ضرر نہیں ہوگا۔

اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو قوم گناہوں میں مبتلا رہو اور اس قوم میں ایسے لوگ ہوں جو ان کو گناہوں سے روکنے پر قادر ہوں اور وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ عنقریب ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔

امام بزار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ تم پر تم ہی سے برے لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی، امام ترمذی کی روایت میں ہے: ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا: جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس کو روکنے سے تجھ کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو حجت کی تلقین کر دے گا تو وہ کہے گا: مجھے تجھ سے امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا!

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں پر بیٹھنے سے احتراز کرو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جگہیں تو ہماری مجالس ہیں ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، اس کے سوا ہمارے لیے اور کوئی چارہ نہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم نے ضرور راستوں پر بیٹھنا ہے تو راستے کا حق ادا کرو، صحابہ نے پوچھا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن ابی الدنیا، امام ابن المنذر، امام ابن السنی، امام طبرانی، امام ابن شاہین، امام عسکری، امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی تمام باتیں اس کے لیے باعث ضرر ہیں اور موجب نفع نہیں ہیں ماسوا نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔ سفیان نے کہا اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لاخیر فی کثیر من نجواهم الامن امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذالك ابتغاء مرضات الله فسوف

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے ماسوا اس کے جو صدقہ کرنے کا حکم دے، یا کسی نیکی کا حکم دے، یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے اور جو اللہ کی

نؤتیہ اجرا عظیما۔ خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ (نساء: ۱۱۴)

امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم امام کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور اس کو برائی سے روکا اور حاکم نے اس کو قتل کر دیا۔ [1]

آیا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے علماء نے تین شرطیں ذکر کی ہیں، اول مکلف ہونا، ثانی ایمان، ثالث عدل یعنی اس کا نیک ہونا۔ بعض علماء نے چوتھی شرط بھی ذکر کی ہے وہ امام کی طرف سے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجازت ہو، لیکن امام غزالی اور دیگر محققین نے اس شرط کو مسترد کر دیا ہے، باقی رہی تیسری شرط یعنی نیکی کا حکم دینے کے لیے خود نیک ہونے کی شرط تو اس کے متعلق بھی علماء نے کافی بحث کی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے امر بالمعروف کے لیے عدالت کو شرط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ فاسق کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز نہیں ہے، انھوں نے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے:

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔ (بقرہ: ۴۴) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون ٥ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ٥ (صف: ۳-۲) اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناراض کرنے والی یہ بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

عدالت کی شرط پر ان احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امام احمد، امام ابو یعلیٰ، امام طبرانی اور امام ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، میں نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو برائی سے روکتے تھے اور خود برے کام کرتے تھے۔

اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں مالک بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی اپنے آپ کو نصیحت کرو، اگر تم نے خود نصیحت پر عمل کر لیا تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو، ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

عدالت کی شرط پر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کیونکہ غیر کو ہدایت حاصل کرانا خود ہدایت یافتہ ہونے کی فرع ہے اور غیر کو مستقیم کرنا خود مستقیم ہونے کی فرع ہے اور غیر کی اصلاح خود صالح ہونے کی فرع ہے تو جو شخص خود نیک نہ ہو وہ

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۲-۲ ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

دوسرے لوگ نیک کر سکتا ہے۔

یہ مذکورہ دلائل بالکل ظاہر ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ فاسق بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے، کیونکہ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا امر بالمعروف کے لیے تمام گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے؟ اگر یہ شرط لگائی جائے تو ایک تو یہ اجماع کے خلاف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام بھی معصوم نہیں تھے چہ جائیکہ بعد کے لوگ! اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص تبلیغ کر سکتا ہے نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے، حالانکہ قرآن مجید اور احادیث میں امت مسلمہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مکلف کیا گیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ امر بالمعروف کے لیے کبیرہ گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور مرتکب کبیرہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جو شخص ریشم کا لباس پہنے ہوئے ہو اس کے لیے زنا اور شراب نوشی سے روکنا جائز نہیں ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا ریشم پہننے والے کے لیے کفار کے خلاف جہاد کرنا اور ان کو کفر سے روکنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں تو یہ اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ اسلام کے ہر دور میں نیک اور بد لوگ لشکر اسلام میں شامل ہو کر کفار کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں یہ جائز ہے تو پھر ثابت ہو گیا کہ مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ اسلام کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ جائز ہو تو لازم آئے گا کہ ایک شخص کسی ایسی عورت سے زنا بالجبر کر رہا ہو جس نے اپنا منہ چھپایا ہوا ہو، دوران زنا وہ عورت خود اپنا منہ کھول دے اور وہ شخص اس سے کہے تو نے غیر محرم کے سامنے چہرہ کیوں کھولا، زنا کرانے میں تو تو مجبور تھی چہرہ دکھانے میں تو تو مجبور نہیں تھی! تو یہ ایسی تبلیغ ہے جس کو ہر عقل مند برا سمجھے گا اور اس سے نفرت کرے گا! اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حق بالطبع برا لگتا ہے اور باطل بالطبع اچھا لگتا ہے اور اتباع دلیل کی کی جاتی ہے وہم اور خیالی نفرت کی نہیں کی جاتی، اس حال میں اس عورت کو منہ چھپانے کا حکم دینا کیا حرام ہے؟ ظاہر ہے یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نامحرم کے سامنے منہ کھولنا معصیت ہے اور معصیت سے روکنا حق ہے، باقی رہا یہ کہ طبیعت اس حکم سے متنفر ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص زیادہ اہم چیز (زنا) سے اجتناب کو ترک کر کے کم درجہ کی اہم چیز میں مشغول ہو گیا جیسے طبیعت ان کاموں سے متنفر ہوتی ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ سود کھاتا ہو اور کسی غصب شدہ چیز کو کھانے سے احتراز کرے، یا جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہو اور وہ غیبت سے احتراز کرے اور اس طبعی تنفر سے یہ لازم نہیں آتا کہ غصب شدہ طعام کھانا حرام نہ ہو یا غیبت کو ترک کرنا واجب نہ ہو۔[1]

امام رازی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مکلف کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک معصیت کو ترک کرنا، دوسرا، غیر کو معصیت سے منع کرنا، اور ایک حکم پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے حکم پر بھی عمل نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے کہ تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ مطلقاً اپنے آپ کو بھلانے اور نیکی خود عمل نہ کرنے سے منع کیا ہے، دوسرا محمل یہ ہے کہ جس وقت وہ خود عمل نہ کر رہا ہو اس وقت دوسروں کو اس کا حکم دینے سے منع کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کا پہلا محمل مراد ہے نہ کہ دوسرا۔[2]

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین مع اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۲-۱۴ ملخصاً، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہمارے نزدیک ان آیات اور احادیث کا منشاء یہ ہے کہ انسان کا نیکی پر عمل نہ کرنا اور برائی سے اجتناب نہ کرنا، مطلقاً بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب ہے لیکن اس وقت یہ زیادہ بُرا ہے اور زیادہ غضب اور عذاب کا موجب ہے جب وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے رہا ہو اور ان کو برائی سے روک رہا ہو تو جو چیز قبیح ہے اور غضب اور عذاب کا موجب ہے وہ خود عمل نہ کرنا ہے نہ کہ دوسروں کو عمل کی تبلیغ کرنا کسی دنیاوی طمع کی بناء پر برائی سے نہ روکنا مداہنت ہے اور کسی دینی منفعت کی وجہ سے خاموش رہنا مدارات ہے اور کفار سے موالات (دوستی رکھنا) رکھنا حرام ہے اور ان سے تجارتی معاملہ کرنا جائز ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ هَتْكِ الْإِنْسَانِ سِتْرَ نَفْسِهٖ

اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت

۷۳۵۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَاةٌ إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْإِجْهَارِ أَنْ يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ قَدْ سَتَرَهُ رَبُّهٗ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ قَدْ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ فَيَبِيتُ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ قَالَ زُهَيْرٌ وَإِنَّ مِنَ الْهِجَارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: علی الاعلان گناہ کرنے والوں کے سوا میری امت کا ہر فرد بخش دیا جائے گا، اور علی الاعلان گناہوں میں اس کا بھی شمار ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی گناہ کرے اور صبح اس حال میں کرے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھا ہوا تھا اور وہ کسی سے یہ کہے: "اے فلاں شخص! میں نے گذشتہ رات کو یہ یہ کام کیا ہے" حالانکہ اس کے رب نے اس پر ستر کیا تھا، اور اس نے صبح ہوتے ہی اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو چاک کر دیا۔ زہیر نے کہا: وان من الھجار۔

اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت سے متعلق دیگر احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ الانصاری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل امتی معافی الا المجاھرون قیل یا رسول اللّٰہ ومن المجاھرون قال الذی یعمل العمل باللیل فیسترہ ربہ عز وجل ثم یصبح فیقول یا فلان عملت البارحۃ کذا وکذا فیکشف ستر اللّٰہ عز وجل عنہ۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہرین کے سوا میری امت کا ہر فرد بخشا جائے گا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مجاہرین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو شخص رات کو کوئی عمل کرے اور اس کا رب عزوجل اس کا پردہ رکھے پھر صبح کو وہ شخص کہے: اے فلاں شخص! میں نے رات کو یہ کام کیا تھا، پھر اللہ عزوجل اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی

وفیہ عون بن عمارۃ وھو ضعیف۔[1]

سند میں عون بن عمارہ ایک ضعیف راوی ہے۔

عن ابی موسٰی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا فعیرہ بہ یوم القیامۃ رواہ البزار والطبرانی وفیہ عمرو بن سعید وھو ضعیف۔[2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جس عیب پر پردہ رکھا اس کو قیامت کے دن رسوا نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن علقمۃ المزنی عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا الا ستر اللہ علیہ فی الاخرۃ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔[3]

حضرت علقمہ مزنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کے جس گناہ پر دنیا میں پردہ رکھتا ہے اس آخرت میں بھی پردہ رکھتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن صفوان بن محرز ان رجلا سال ابن عمر کیف سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی النجوی قال یدنو احدکم من ربہ حتی یضع کنفہ علیہ فیقول عملت کذا وکذا مرتین فیقول نعم ویقول عملت کذا وکذا فیقول نعم فیقررہ ثم یقول انی سترت علیک فی الدنیا وانا اغفرھا لک الیوم۔[4]

حضرت صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ (سرگوشی) کے متعلق کیا سنا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا تم میں سے کسی ایک کے اس کا رب قریب ہوگا حتیٰ کہ اس پر اپنا بازو رکھ دے گا، پھر دو بار فرمائے گا تم نے یہ یہ کام کیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں، پھر فرمائے گا تم نے یہ یہ کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں! اس سے اقرار کرائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تمہارا پردہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخشش دیتا ہوں!

بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَكَرَاهَةِ التَّثَاؤُبِ

چھینک لینے والے کو جواب دینا

٧٣٥٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (وَهُوَ ابْنُ غِيَاثٍ) عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَطَسَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَشَمَّتَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ نے ایک آدمی کی چھینک کا جواب دیا (یعنی یرحمک اللہ فرمایا) اور دوسرے آدمی کی چھینک کا جواب نہ دیا، آپ نے جس

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ، مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٩٢، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ١٤٠٢ھ
[2] مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٩٢
[3] مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٩٢
[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ٢ ص ٨٩٦، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١٣٨١ھ

أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَمِّتْهُ عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ وَعَطَسْتُ أَنَا فَلَمْ تُشَمِّتْنِي قَالَ إِنَّ هَذَا حَمِدَ اللَّهَ وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللَّهَ.

٧٣٥٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ (يَعْنِي الْأَحْمَرَ) عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

کی چھینک کا جواب نہیں دیا تھا اس نے کہا: فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور مجھے چھینک آئی اور آپ نے میری چھینک کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٧٣٥٦ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ فِي بَيْتِ بِنْتِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ فَعَطَسْتُ فَلَمْ يُشَمِّتْنِي وَعَطَسَتْ فَشَمَّتَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى أُمِّي فَأَخْبَرْتُهَا فَلَمَّا جَاءَهَا قَالَتْ عَطَسَ عِنْدَكَ ابْنِي فَلَمْ تُشَمِّتْهُ وَعَطَسَتْ فَشَمَّتَّهَا فَقَالَ إِنَّ ابْنَكِ عَطَسَ فَلَمْ يَحْمَدِ اللَّهَ فَلَمْ أُشَمِّتْهُ وَعَطَسَتْ فَحَمِدَتِ اللَّهَ فَشَمَّتُّهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَمِّتُوهُ فَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللَّهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ.

حضرت ابوبردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت فضل بن عباس کی بیٹی کے گھر تھے، مجھے چھینک آئی تو انہوں نے جواب نہیں دیا اور جب حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی تو اس کو انہوں نے جواب دیا حضرت ابوبردہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، جب حضرت ابوموسیٰ میری والدہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے کہا میرے بیٹے کو تمہارے سامنے چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب نہیں دیا اور حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب دیا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا تمہارے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو میں نے اس کو جواب نہیں دیا، اور حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے اس کی چھینک کا جواب دیا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب مت دو۔

٧٣٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا یرحمک اللہ، پھر جب دوسری بار اس کو چھینک آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو زکام ہے۔

إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ أُخْرَى فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ مَزْكُومٌ.

۷۳۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی طرف سے ہے، تم میں سے جب کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ اس کو جہاں تک روک سکے اس کو روکے۔

۷۳۵۹ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنًا لِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاوَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِيهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اس کو روکے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۶۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے روکے کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۶۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے تو وہ حتی المقدور اس کو روکے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔

۷۳۶۲ - حَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ وَعَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چھینک کے متعلق احکام میں مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ چھینک کا جواب دینا مشروع ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں، اہل ظاہر (غیر مقلدین) اور ابن مریم مالکی نے کہا ہے کہ جو چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہتے ہوئے سنے اس پر جواب دینا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مسلمان جو چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہتے ہوئے سنے اس پر جواب دینا واجب ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، امام شافعی ان کے اصحاب اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہ سنت اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اور وہ اس حدیث کو ندب اور ادب پر محمول کرتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں غسل کرے۔ قاضی نے کہا چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں مختلف آثار ہیں، ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے، علامہ ابن جریر نے کہا اس کو ان تمام کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ اسے الحمد للہ کہنے کا حکم ہے اور جواب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ یرحمنا اللہ وایاکم "اللہ ہم پر اور تم پر رحم کرے" کہے اور جواب دینے والے کو پھر چھینک لینے والا کیا کہے اس میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے "اللہ تم کو ہدایت دے اور تم کو عافیت سے رکھے" ایک قول یہ ہے کہ یغفر اللہ لنا ولکم کہے "اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے" امام مالک اور شافعی نے کہا اس کو دونوں کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔

اگر کسی شخص کو بار بار چھینکیں آئیں تو امام مالک نے کہا تین بار جواب دینے کے بعد خاموش ہو جائے، انتہی۔ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب چھینک لینے والا الحمد للہ کہے تو اس کو جواب دیا جائے، اس لیے جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا اس لیے حکم دیا ہے کیونکہ چھینک کے سبب دماغ سے جو بخارات نکلتے ہیں ان سے انسان کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو اس نعمت پر اس کو شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔[1]

چھینک کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے طریقہ کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: تشمیت باب تفعیل سے ہے اور تفعیل کا ایک خاصہ ہے سلب مأخذ، جیسے قردت البعیر کا معنی ہے میں نے اونٹ کی کھال اتار دی، اسی نہج پر تشمیت کا معنی ہے دشمنوں کی شماتت (کسی کی مصیبت پر خوش ہونا) کو زائل کرنا، اس لیے چھینک لینے والے کو جواب میں جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو تشمیت کہتے ہیں۔

علامہ ابن بطال اور بعض دوسرے علماء نے ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ چھینک لینے والا صرف الحمد للہ کہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے، کیونکہ امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٤١٣-٤١٢، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے کیونکہ امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے اس کی روایت کی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے چھینک کے بعد یہ کہا الحمد للہ رب العالمین علی کل حال اس شخص کی داڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہو گا۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن یہ بات قیاس سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حکماً مرفوع ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حمد کے ساتھ جس قدر کلمات ثناء کا اضافہ کر لیا جائے وہ مستحسن ہے، کیونکہ طبری نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یرحمک اللہ اور ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ "تو آپ نے فرمایا اس کو اس شخص پر انیس درجہ فضیلت ہے۔[1]

جن لوگوں کو چھینک کا جواب دینا ممنوع ہے

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے، ان میں سے ایک چھینک لینے والے کو جواب دینا ہے۔ حدیث شریف میں امر کا لفظ بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح اس باب کی دوسری احادیث بھی بظاہر چھینک کے جواب کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، ابن العربی مالکی اور بعض اہل ظاہر بھی وجوب کے قائل ہیں اور بعض لوگوں نے کہا یہ فرض عین ہے، اور مذاہب اربعہ کے جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ جواب دے دیں تو باقی بعض سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور عبدالوہاب اور بعض مالکی علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مستحب ہے۔ چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنیٰ ہیں:

(۱)۔ جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

(۲)۔ کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا، امام ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود چھینک لیتے تاکہ آپ ان کے لیے یرحمک اللہ فرمائیں، لیکن آپ یہ فرماتے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم " اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔

(۳)۔ جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو بھی جواب نہیں دیا جائے گا، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو،

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس کے بعد بھی اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

(۴)۔ جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے مکروہ سمجھنے کی وجہ سے سنت کو کیسے ترک کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چھینک کا جواب اس کے لیے سنت ہے جو اس کو پسند کرتا ہو اور جو اس کو مکروہ سمجھتا ہو اس کے لیے یہ سنت نہیں ہے، یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے، علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جس شخص کو سلام کرنے سے ضرر کا خوف ہو یا جس کو چھینک کا جواب دینے سے ضرر کا خدشہ ہو اس کو سلام کرے نہ چھینک کا جواب دے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ سلاطین مصر کے پاس جو لوگ جاتے تھے وہ ان کو اسی وجہ سے سلام نہیں کرتے تھے۔

(۵)۔ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۶)۔ مجامعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کو موخر کر دے، پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد للہ سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔ [1]

چھینک کے جواب کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ کہے الحمد للہ، اور اس کا (دینی) بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ اور جب یہ یرحمک اللہ کہے تو وہ کہے: "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے"

علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا یہی مذہب ہے انہوں نے کہا جواب میں صرف یرحمک اللہ کہنے اور علامہ طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوں کہے یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر اللہ لنا ولکم، اللہ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ [2]

جمائی کا بیان

اس باب کی حدیث نمبر ۷۳۰۶ میں ہے: جمائی شیطان کی طرف سے ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اس کو حتی المقدور روکے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمائی کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ وہ شیطان کی طاری کی ہوئی سستی سے آتی ہے، یا شیطان اس سے خوش ہوتا ہے، صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھینک سے فرحت حاصل ہوتی ہے اور بدن ہلکا پھلکا ہوتا ہے اور اس کے برعکس جمائی اس وقت آتی ہے جب بدن بوجھل ہو، اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں اور طبیعت سستی کی طرف مائل ہو اور اسی کی شیطان کی طرف اضافت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ شہوات کی دعوت دیتا ہے اور جمائی کو روکنے

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ،، ،، ،، ،، ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۳–۲۲۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ جمائی کے اسباب کو رد کیا جائے اور جمائی کا سبب زیادہ کھانا اور بکثرت آرام کرنا ہے اور جب جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے تاکہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہونے اور اس پر ہنسنے کے باعث نہ بنے۔[1]

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ جمائی کا منشأ پیٹ بھر کر کھانا، نفس کا بوجھل ہونا اور حواس کا مکدر ہونا ہے اسی سے غفلت، سستی اور فہم میں کمی پیدا ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جمائی کو ناپسند کرتا ہے، اور چھینک دماغ کی خفت، فضلات کے خروج، روح کی صفائی اور حواس کی تقویت کا سبب ہے اس وجہ سے یہ اللہ کو پسند اور شیطان کو ناپسند ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی، جمائی کے بعد تھوکنے کا حکم ہے تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی چیزیں اور اس کے اثرات نکل جائیں۔[2]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لے تو اس کو حتی الوسع رد کرے کیونکہ جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے، اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے تو وہ اس کو حتی الوسع روکے رکھے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے، ہمارے شیخ علامہ زین الدین نے کہا ہے کہ یہ حکم صرف نماز کی حالت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ شیطان کا اہم مقصد نماز ہی کی نماز میں خلل ڈالنا ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا کہ ہر حال میں جمائی کو روکنا چاہیے اور حدیث میں نماز کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کیونکہ شیطان کو دور کرنے کے لیے یہ سب سے افضل حال ہے، نیز جمائی لیتے وقت انسان اعتدال سے نکل جاتا ہے اور اس کی شکل متغیر ہو جاتی ہے، اور صحیح مسلم میں جو ذکر ہے کہ شیطان داخل ہوتا ہے اس سے حقیقت بھی مراد ہو سکتی ہے اور شیطان ہر چند کہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے لیکن جب تک انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے وہ اس پر قادر نہیں ہوتا اور جب انسان جمائی لیتا ہے تو اس وقت وہ ذکر الٰہی نہیں کرتا، اس وقت شیطان اس میں حقیقۃً داخل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں دخول سے مجازاً شیطان کا قابو ہونا مراد ہو۔[3]

باب ۱۳۳ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ

احادیث متفرقہ

۷۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے اور آدم کو اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۴۰۲، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔

سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے (یعنی مٹی سے)۔

٧٣٦٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَلَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَارَ أَلَا تَرَوْنَهَا إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْهُ وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْهُ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ كَعْبًا فَقَالَ آنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ذٰلِكَ مِرَارًا قُلْتُ أَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ قَالَ إِسْحٰقُ فِيْ رِوَايَتِهِ لَا نَدْرِيْ مَا فَعَلَتْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا، یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں سے اور میرا یہی گمان ہے کہ وہ گروہ (مسخ شدہ) چوہے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب چوہوں کے سامنے اونٹوں کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے، اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت کعب سے بیان کی، انہوں نے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے بار بار یہ سوال کیا تو میں نے کہا کیا میں تورات پڑھ رہا ہوں! اسحٰق کی روایت میں ہے ہم (از خود) نہیں جانتے وہ گروہ کہاں گیا۔

٧٣٦٥۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ الْفَارَةُ مَسْخٌ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّهُ يُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهَا لَبَنُ الْغَنَمِ فَتَشْرَبُهُ وَيُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهَا لَبَنُ الْإِبِلِ فَلَا تَذُوْقُهُ فَقَالَ لَهُ كَعْبٌ أَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفَأُنْزِلَتْ عَلَيَّ التَّوْرَاةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چوہا مسخ ہوا ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو یہ پی لیتا ہے اور اس کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جائے تو یہ اس کو نہیں پیتا، کعب نے ان سے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تھی؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا تو کیا مجھ پر تورات نازل ہوئی تھی۔

٧٣٦٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

٧٣٦٧۔ وَحَدَّثَنِيْهِ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا کہ یہ

بْنُ يَحْيٰى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حدیث حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۷۳۶۸ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ (وَاللَّفْظُ لِشَيْبَانَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی شان پر خوش کرنی چاہیے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مقام اس کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اس کو اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تب بھی اس کو اجر ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۷۳۶۳ میں ہے: ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔
اس حدیث کی تشریح میں پہلے ہم نور کا معنیٰ بیان کریں گے، پھر ملائکہ کی ماہیت کی تحقیق کریں گے۔

نور کے معنیٰ کی تحقیق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

النور الضوء المنتشر الذی یعین علی الابصار وذلک ضربان دنیوی واخروی، فالدنیوی ضربان ضرب معقول بعین البصیرۃ وھو ما انتشر من الامور الالٰھیۃ کنور العقل ونور القرآن ومحسوس بعین البصر وھو ما انتشر من الاجسام النیرۃ کالقمرین والنجوم والنیرات فمن النور الالٰھی قولہ تعالیٰ (قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین) ومن المحسوس الذی بعین البصر (ھو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا) ومن النور الاخروی

نور اس پھیلی ہوئی روشنی کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں مدد دیتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں، دنیوی اور اخروی، دنیاوی نور کی بھی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے، جس کا بصیرت کی آنکھ سے ادراک ہوتا ہے، یہ وہ امور الٰہیہ ہیں جو پھیلے ہوئے ہیں، جیسے عقل کا نور اور قرآن کا نور، قرآن میں ہے: قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہری آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے اور یہ اجسام منورہ سے پھیلی ہوئی روشنی ہے، جیسے سورج، چاند، ستارے اور دیگر روشنی دینے والے اجسام کی روشنی، قرآن مجید میں ہے: ھو الذی جعل

قولہ: (یسعی نورهم بین ایدیهم و بایمانهم) [1]

الشمس ضیاء والقمر نورا" اور آخرت کے نور کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: "یسعی نورهم بین ایدیهم و بایمانهم" ان کے اعمال کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔"

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

نور کا معنی ضوء (روشنی) ہے، خواہ کسی قسم کی روشنی ہو یا چمک ہو، زمخشری نے کہا ہے کہ ضیاء میں نور کی بہ نسبت زیادہ ظہور ہے، قرآن مجید میں ہے: "اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا"۔ علامہ قاری نے حواشی تلویح میں یہ تحقیق کی ہے کہ ضیاء ذاتی ہے اور نور عرضی ہے اور صاحب قاموس نے بصائر میں یہ بیان کیا ہے کہ نور کی دو قسمیں ہیں دنیاوی اور اخروی، دنیاوی نور کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کا بصیرت کی آنکھ سے ادراک ہوتا ہے یہ وہ الوار الہیہ ہیں جو پھیلے ہوتے ہیں جیسے عقل کا نور اور قرآن کا نور، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہری آنکھ سے ادراک ہوتا ہے اور یہ اجسام منورہ سے پھیلی ہوئی روشنی ہے، جیسے سورج، چاند اور ستاروں سے پھیلی ہوئی روشنی، اور آخرت کے نور کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ان کے اعمال کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔ [2]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

النور كيفية تدركها الباصرة اولا و بواسطتها سائر المبصرات۔ [3]

نور وہ کیفیت ہے جس کا آنکھ سب سے پہلے ادراک کرتی ہے اور اس کیفیت کے واسطے سے باقی دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرتی ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

هو الظاهر الذی به كل ظهور، فالظاهر فی نفسه المظهر لغيره يسمى نورا۔ [4]

نور وہ ظاہر ہے جس کی وجہ سے ہر چیز کا ظہور ہے، پس جو چیز خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردے وہ نور ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والملك اصله مألك بتقديم الهمزة من الالوك وهي الرسالة ثم قلبت و قدمت

ملک کی اصل مألک ہے یہ الوک سے ماخوذ ہے (جس کا معنی رسالت (پیغام پہنچانا) ہے پھر اس

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۰۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۵۸۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۰۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ مجد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۲۴، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

الالام فقیل ملاک۔ [1] میں قلب کر کے لام کو الف پر مقدم کیا گیا، اور ملاک کہا گیا۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

اصله مألك من الالوك الرسالة ثم قدمت الهمزة۔ [2]

اس کی اصل مألک ہے، یہ الوک سے ماخوذ ہے جس کا معنی رسالت ہے، پھر ہمزہ کو مقدم کیا گیا۔

امام رازی لکھتے ہیں:

انها اجسام لطيفة هوائية تقدر على التشكل باشكال مختلفة مسكنها السموات وهذا قول اكثر المسلمين۔ [3]

ملائکہ کا جسم لطیف اور مجرد ہے وہ مختلف شکلوں کو اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ان کا مسکن آسمان ہیں اور یہ اکثر مسلمانوں کا قول ہے۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

ملائکہ اصل میں ملاک کی جمع ہے اور یہ الوکۃ سے ماخوذ ہے، الوکت کا معنی رسالت ہے، کیونکہ ملائکہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں، پس وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ہیں، یا بمنزلہ رسول ہیں، ان کی حقیقت میں لوگوں کا اختلاف ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ موجود اور قائم بالذات ہیں، اکثر مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا جسم لطیف ہوتا ہے اور یہ مختلف شکلوں کو اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کو مختلف شکلوں میں دیکھا ہے، اور نصاریٰ کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ یہ نیک انسانوں کے بدن سے الگ ہو جانے والی روحیں ہیں، اور حکماء کا یہ گمان ہے کہ یہ جواہر مجردہ ہیں جن کی حقیقت نفوس ناطقہ کی حقیقت کے مخالف ہے، ان کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو اللہ سبحانہ کی معرفت میں مستغرق رہتی ہے اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يسبحون الليل والنهار لا يفترون۔

وہ رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

یہ علیین اور ملائکہ مقربین ہیں، اور ایک قسم وہ ہے جو قضاء وقدر کے مطابق نظام عالم کو جاری رکھنے کی تدبیر کرتی ہے، یہ اللہ کے احکام سے روگردانی نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں، یہ "المدبرات امراً" کے مصداق ہیں، ان میں سے بعض فرشتے آسمان سے متعلق ہیں اور بعض زمین سے۔ [4]

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

اکثر مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ ملائکہ اجسام نورانیہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہوائیہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰ ص ۳۹۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۳۵۵، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۱۲۰-۱۱۹، مطبوعہ دار صادر بیروت

اور ان سے متعدد اور مختلف شکلوں کے اختیار کرنے پر قادر ہیں (الی قولہ) اور ہمارے نزدیک ملائکہ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ملائکہ ہیں جو ہر وقت اللہ سبحانہ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ دن اور رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس سے تھکتے نہیں، یہ ملاء اعلیٰ اور ملائکہ مقربین ہیں، اور دوسری قسم وہ ملائکہ ہیں جو قضاء و قدر کے مطابق آسمانی احکام کو زمین پر نافذ کرنے کی تدبیر کرتے ہیں یہ "المدبرات امرا" کا مصداق ہیں، ان میں بعض فرشتے آسمانی ہیں اور بعض زمینی، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا، حدیث میں ہے کہ آسمان پر کوئی قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے مگر کوئی فرشتہ اس جگہ پر سجدے میں ہے اور کوئی رکوع میں۔ یہ فرشتے شکل و صورت اور جسامت میں مختلف ہوتے ہیں ان کو ان کی اصل صورت میں ماسوا ارباب نفوس قدسیہ کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا، بعض اوقات یہ بیک وقت متعدد بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں، حالانکہ یہ اپنی اصل شکل میں اپنی جگہ موجود ہوتے ہیں، حتیٰ کہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں حاضر ہوتے تھے اسی وقت میں وہ سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہوتے تھے اور اولیاء کاملین بھی اسی طرح بیک وقت متعدد جگہ دکھائی دیتے ہیں، ہرچند کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے لیکن ہم اس پر ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ [1]

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

ملائکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے اس کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں، وہ مذکر اور مونث نہیں ہوتے۔ بت پرستوں نے جو کہا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں یہ محال اور باطل ہے اور ان کی شان میں افراط ہے، جس طرح یہودیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ فرشتوں میں سے یکے بعد دیگرے ایک فرشتہ کفر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو مسخ کر دیتا ہے، یہ ان کی شان میں تفریط ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا شیطان نے کفر نہیں کیا تھا اور وہ بھی فرشتہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ابلیس کے سوا ہر ہر فرشتہ نے سجدہ کیا" اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی نص صریح ہے کہ "ابلیس جن تھا اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی" اور اس کو ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم تغلیباً دیا گیا تھا، کیونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اور ہاروت اور ماروت کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ فرشتے تھے ان سے کوئی کفر سرزد ہوا تھا نہ گناہ کبیرہ (اس سلسلہ میں جو روایات مشہور ہیں وہ باطل ہیں) ان کو جو عذاب ہوا تھا وہ بطریقہ عتاب تھا جس طرح انبیاء کو زلت اور سہو پر عتاب ہوتا ہے (علامہ تفتازانی کا یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر عتاب، ان پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی ایک نوع ہے اس کو عذاب کی مثال میں پیش کرنا باطل ہے، نیز ہاروت اور ماروت کے متعلق عذاب کا قول کرنا بھی باطل ہے، کیونکہ عذاب ان سے معصیت کے صدور پر متفرع ہے جو معصیت کے صدور کا قائل ہے وہ عذاب کا بھی قائل ہے اور جو معصیت کے صدور کا منکر ہے وہ عذاب کا بھی منکر ہے۔ سعیدی غفرلہ) ہاروت اور ماروت لوگوں کو وعظ کرتے تھے ان کو سحر کی تعلیم دیتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہتے تھے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے لیے ہیں تم کفر نہ کرو۔ اور سحر کی تعلیم کفر نہیں ہے کفر اس کے اعتقاد اور عمل میں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ، روح المعانی ج ١ ص ٢١٩، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ٧٩١ھ، شرح عقائد نسفی ص ١٤٣، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ افغانستان

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

ملائکہ کی حقیقت میں علماء کا اختلاف ہے، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں، حکماء نے یہ کہا کہ وہ جواہر مجردہ ہیں، ملائکہ کے جسم ہونے پر ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، اور زمین سے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام ان کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے وہ روحیں ہیں جو نیک لوگوں کے بدنوں سے نکل جاتی ہیں، ایک اہم مسئلہ فرشتہ، جن اور شیطان کا فرق ہے، صحیح یہ ہے کہ فرشتہ ایک شریف نوع ہے جس کو خیر اور طاعت پر پیدا کیا گیا ہے اور جن کی نوع اس کے خلاف ہے ان میں خیر بھی ہے اور شر بھی، اور شر زیادہ ہے، اور شیطان ہر خبیث اور سرکش جن کو کہتے ہیں، نیز جن مذکر اور مونث ہوتے ہیں، ان کی نسل چلتی ہے وہ مکلف ہیں اور بنو آدم کی طرح وعد اور وعید کا مخاطب ہیں، یہ با اعتبار عوارض کے فرق ہے اور با اعتبار مادہ کے یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جن کو آگ کے شعلہ سے اور آدم کو اس سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی مٹی سے۔ صحیح مسلم) نور سے مراد مادہ نورانیہ ہے جو آگ کی بہ نسبت زیادہ لطیف اور اشرف ہے، قاضی بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ بعض فرشتوں کو بھی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ کی اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ نور سے مراد وہ آگ ہے جو لطیف اور صاف ہو، علامہ جلال الدین سیوطی نے اس تاویل کا سخت رد کیا ہے اور کہا یہ معرفت حدیث کی قلت اور فلسفہ میں مستغرق ہونے کا نتیجہ ہے۔ [1]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

الملك جسم لطيف نورانی يتشكل باشكال مختلفة۔ [2]

فرشتہ ایک لطیف نورانی جسم ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔

انسان، جن اور ملائکہ میں جوہر ذات کے اعتبار سے کون افضل ہے؟

اس حدیث میں ہے اور آدم کو اس سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی مٹی سے)۔

ہر چند کہ بنو آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا لیکن اس سے یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے کہ ملائکہ افضل ہیں اور بنو آدم مفضول ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور بنو آدم ہیں اور اللہ کے محبوب سید آدم و بنو آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی اور بشر ہیں، اگر بشر اور آدمی میں فضیلت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کبھی آدمی اور بشر نہ بناتا، آدمیت اور بشریت کی فضیلت اور افتخار کے لیے صرف یہی امر کافی ہے کہ اللہ کے محبوب آدمی اور بشر ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم۔ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا جب اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا

لقد جاءكم رسول من انفسكم۔ (توبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے۔

---

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۸۷ - ۵۹۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۰ھ

[2] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، التعریفات ص ۱۰۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ ۱۳۰۶ھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا کی:

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم۔ (البقرۃ: ۱۲۹)

اے ہمارے رب اور ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔

بنو آدم کی تکریم بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنهم فی البر والبحر ورزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

(بنی اسرائیل: ۷۰)

اور بے شک ہم نے بنو آدم کو بزرگی عطا فرمائی، اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور پاکیزہ چیزوں سے ان کو رزق دیا اور ہم نے ان کو اپنی پیدا کی ہوئی اکثر مخلوق میں سے بہت زیادہ پر فضیلت دی۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بنو آدم کی تکریم میں یہ امور داخل ہیں، ان کو مستقیم القامت بنایا، حسین صورت دی، ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا، ان کو کھانے پینے اور لباس کی وہ نعمتیں دیں جو کسی اور جاندار کو نہیں دیں، انسان اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے اور باقی جاندار منہ سے کھاتے ہیں، ضحاک نے کہا انسان کو نطق اور تمیز عطا کی، محمد بن کعب نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بنو آدم سے مبعوث کیا، بعض نے کہا مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو چوٹی سے مزین کیا، محمد بن جریر طبری نے کہا انسان کے لیے تمام مخلوق کو مسخر کر دیا، بعض نے کہا انسان کو بولنا اور لکھنا سکھایا، بعض نے کہا فہم اور تمیز سے نوازا، لیکن صحیح اور مستند بات یہ ہے کہ انسان کی تکریم اور تفضیل عقل کی وجہ سے ہے جو مکلف کیے جانے کا سبب ہے، اسی عقل سے انسان کو اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور اسی کو اللہ کے کلام کی فہم حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ کے رسول کی تصدیق کرتا ہے اور اخروی نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے البتہ جب انسان کی عقل ان منزلوں تک پہنچنے کے لیے ناکافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا۔ [۱]

ہر مرکب کی چار علتیں ہوتی ہیں، علت مادی، علت صوری، علت فاعلی اور علت غائی، یہ ٹھیک ہے کہ فرشتوں کا مادہ نور ہے اور جنوں کا مادہ نار ہے اور انسان کا مادہ مٹی ہے اور نور اور نار مٹی سے افضل ہیں، لیکن انسان علت صوری کے اعتبار سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

(تین: ۴)

بے شک ہم نے انسان کو سب سے حسین صورت میں پیدا کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ ادم علی صورته۔ [۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۹۲-۲۹۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نوٹ: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف صورت کی اضافت تشریفاً ہے۔

علت فاعلی کے اعتبار سے بھی انسان سب سے افضل ہے کیونکہ یوں تو ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے لیکن انسان کو پیدا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف کی ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی۔ (ص: ۷۵)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اور علت غائی کے اعتبار سے بھی انسان تمام مخلوق سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت اور نیابت کے لیے پیدا فرمایا، قرآن مجید میں ہے:

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ (بقرہ: ۳۰)

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بیشک میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ علت مادی کے اعتبار سے جن اور ملائکہ انسان سے افضل ہیں، اور علت صوری اور علت فاعلی اور علت غائی کے اعتبار سے انسان نہ صرف جن اور ملائکہ بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

علامہ اقبال کا ایک شعر ہے:

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے — یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

یعنی انسان کے لیے فرشتوں کا مظہر ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں کیونکہ فرشتوں کا سردار حضرت جبرائیل نوع انسان (حضرات انبیاء علیہم السلام) کا خادم ہے، اس لیے اے انسان تو ملائکہ کا مظہر نہ بن بلکہ رب ملائکہ کا مظہر بن!

اجر و ثواب کے اعتبار سے تو انسان ملائکہ سے بہر حال افضل ہے لیکن جوہر ذات کے اعتبار سے ان میں کون افضل ہے اس میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے۔

انسان اور فرشتہ میں کسی کی افضلیت پر قطعیت نہیں ہے

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۹، ۴۶۳، ۴۳۴، ۳۲۳، ۳۱۵، ۲۵۱، ۲۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں اور جنوں کے مقابلہ میں انسان کے اوپر اپنی خصوصی نعمتوں کا شمار کیا ہے، لہٰذا اس آیت میں باقی جاندار اور جنات مفضول ہیں اور انسان افضل ہے اور ملائکہ ان کثیر مفضولین سے خارج ہیں، اس آیت میں ان کے ذکر سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ______ بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ملائکہ افضل ہوں اور اس کے برعکس جو نے کا بھی احتمال ہے، اور ان میں مساوات ہونے کا بھی احتمال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے۔[1]

امام رازی شافعی اس بحث میں لکھتے ہیں:

یہاں پر یہ بحث باقی ہے کہ فرشتہ افضل ہے یا بشر؟ یعنی وہ جوہر بسیط جو محض قوت عقلیہ تدبیر کے ساتھ متصف ہے وہ افضل ہے یا بشر افضل ہے جو ان دونوں قوتوں کا جامع ہے؟ یہ ایک اور بحث ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت (بنو اسرائیل: ٧٠) میں یہ نہیں فرمایا: "وفضلنا هم علی الكل" "ہم نے بنو آدم کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے"، بلکہ یہ فرمایا ہے: "وفضلنٰهم علی كثير ممن خلقنا تفضيلا" (بنو اسرائیل: ٧٠) "اور ہم نے ان کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق میں بہت زیادہ پر فضیلت دی ہے"؛ اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بعض ایسی مخلوق بھی ہے جس پر انسان کو فضیلت نہیں دی گئی، اور جو لوگ اس قسم کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ فرشتے ہیں، پھر یہ لازم آئے گا کہ انسان فرشتوں سے افضل نہیں ہے بلکہ فرشتے انسان سے افضل ہیں اور یہ حضرت ابن عباس کا مذہب ہے اور واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے کہ زجاج کا بھی یہی مختار ہے، یہ کلام دو بحثوں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام افضل ہیں یا ملائکہ؟ اس پر بحث گزر چکی ہے (معتزلہ ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور اہل سنت انبیاء علیہم السلام کی افضلیت کے قائل ہیں۔) دوسری بحث یہ ہے کہ عام ملائکہ اور عام مومنین میں سے کون افضل ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ مومنین ملائکہ سے افضل ہیں اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ نے عرض کیا: اے ہمارے رب! تو نے بنو آدم کو دنیا دی ہے جس میں وہ کھاتے ہیں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ہم کو یہ نعمت نہیں دی، تو ہم کو آخرت میں یہ نعمت عطا فرما دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اس کی ذریت کو میں ان کے مساوی نہیں کروں گا جن کو میں نے کن ______ سے پیدا کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ملائکہ سے زیادہ مکرم ہے جو اس کے پاس ہیں، اس حدیث کو علامہ واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے، اور جو کہتے ہیں کہ فرشتہ انسان سے علی الاطلاق افضل ہے، وہ سورۂ بنو اسرائیل کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں مفہوم مخالف اور دلیل خطاب سے استدلال ہے کیونکہ دلیل کی تقریر اس طرح ہے: کثیر کی ذکر میں تخصیص کرنا اس کو مستلزم ہے کہ قلیل اس کی ضد ہے، یعنی جب انسان کثیر سے افضل ہے تو باقی قلیل (یعنی ملائکہ) انسان سے افضل ہیں، اور یہ دلیل خطاب سے استدلال ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔[2]

علامہ آلوسی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ١٠ ص ٢٩٤، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ١٣٨٧ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ، تفسیر کبیر ج ٥ ص ٣٧٢-٣٧١، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٣٩٨ھ

تفضیل کا مسئلہ اہل سنت، اور جمہور ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں، ان کے درمیان مختلف فیہ ہے، حضرت ابن عباس کا یہی مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے، اور بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ رسل بشر مطلقاً افضل ہیں، پھر رسل ملائکہ عوام بشر اور عوام ملائکہ سے افضل ہیں، پھر عوام ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصحاب اور اکثر شافعیہ اور اشعریہ کا یہی مسلک ہے، بعض نے یہ کہا کہ نوع انسان میں سے جو کاملین ہیں وہ افضل ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی، بعض نے کہا ملائکہ مطلق افضل ہیں، بعض نے کہا رسل بشر پھر کاملین بشر افضل ہیں پھر عوام ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں۔

یہ امام رازی اور امام غزالی کا مسلک ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اہل سنت بشر کو فرشتہ سے افضل قرار دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں کسی جانب بھی قطعی دلیل نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ذهبنا معشر الاشعرية والحنفية (الى ان الانبياء من بنى آدم كالرسل وغيرهم افضل من الملائكة خواصهم) اى خواص البشر (كالانبياء رسلا كانوا او غيرهم) افضل من خواصهم) اى خواص الملائكة كجبرائيل وميكائيل (وعوامهم) اى عوام البشر (كالصلحاء من عوامهم) [2]	ہمارا یعنی اشاعرہ اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ بنو آدم کے نیک انسان خواہ نبی ہوں یا ولی، ملائکہ سے مطلقاً افضل ہیں خواص بشر خواہ رسول ہوں یا نبی، خواص ملائکہ مثلاً حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل سے افضل ہیں اور عوام بشر مثلاً نیک مسلمان، عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے افضل ہیں اور عامۃ البشر عامۃ الملائکہ سے افضل ہیں، رسل ملائکہ کی عامۃ البشر سے افضلیت بالاجماع ہے بلکہ بالبداہت ہے اور رسل بشر کی رسل ملائکہ پر اور عامۃ البشر کی عامۃ الملائکہ پر فضیلت کی متعدد دلیلیں ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور تکریم کے لیے سجدہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

قال ارءيتك هذا الذى كرمت على (بنی اسرائیل: ٦٢)	(شیطان نے) کہا بھلا اس کو دیکھ تو یہی جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟
قال انا خير منه خلقتنى من نار وخلقته من طين۔ (ص: ٧٦)	(شیطان نے) کہا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھ کو آگ سے بنایا اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا۔

اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے نہ کہ اس کے برعکس۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعلم آدم الاسماء كلها "اللہ نے حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دے دی" تو ہر اہل زبان اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہ سمجھتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قصد حضرت آدم کو فرشتوں پر فضیلت دینا ہے

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲۰ - ۱۱۵ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسائرہ مع المسامرہ، ص ۱۹۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان

اور ان کے علم کی زیادتی کو بیان کرنا ہے تاکہ ان کی تعظیم و تکریم کا استحقاق ظاہر ہو۔ (یہ دونوں دلیلیں انبیاء علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کو بیان کرتی ہیں اور عوام بشر (نیک مسلمان) کی ملائکہ پر فضیلت کا بیان اس آیت میں ہے:)

۳- ان اللہ اصطفٰی اٰدم ونوحا واٰل ابراھیم و اٰل عمران علی العٰلمین۔ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

اور تمام جہانوں میں ملائکہ بھی داخل ہیں، اس آیت کے عموم سے رسل ملائکہ کی عوام بشر پر فضیلت کو اجماع کے سبب سے مستثنیٰ کر لیا گیا ہے، اور باقی افراد میں اس آیت کا عموم معتبر ہے۔ اس آیت کا ظاہری معنی یہ ہے: آل ابراہیم اور آل عمران خواہ وہ رسول ہوں یا نہ ہوں تمام ملائکہ سے افضل ہیں، خواہ وہ ملائکہ رسول ہوں یا نہ ہوں، لیکن حضرت ابراہیم اور حضرت عمران کی اولاد میں سے عامہ بشر کی رسل ملائکہ سے افضل ہونا چونکہ اجماع کے خلاف ہے اس لیے ان کو اس آیت کے عموم سے خاص کر لیا گیا ہے، اور باقی افراد میں یہ حکم ثابت رہے گا یعنی رسل بشر کی رسل ملائکہ پر فضیلت اور عامہ بشر کی عامہ ملائکہ پر فضیلت ثابت رہے گی۔ (نبراس ص ۵۹۹) اور یہ امر مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے دلائل ظنیہ کافی ہیں۔ [1]

حدیث نمبر ۷۲۹۳ میں ملائکہ، جن اور انسان کا مادہ خلقت بیان کیا گیا تھا، جن کے متعلق ہم اس جلد میں اس سے پہلے باب نمبر ۱۰۲ میں تفصیل بحث کر چکے ہیں، اس لیے یہاں ہم نے ملائکہ کے مادہ خلقت سے بحث کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ گو کہ مادہ کے اعتبار سے جن اور ملائکہ انسان سے افضل ہیں، لیکن صورت، غایت اور فاعل کے اعتبار سے انسان ہر مخلوق سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور وجاہت کے لحاظ سے رسل بشر مطلقاً افضل ہیں، اور رسل ملائکہ، عام بشر اور عام ملائکہ سے افضل ہیں اور عام بشر (یعنی مومنین صالحین) عام ملائکہ سے افضل ہیں لیکن یہ مسئلہ بہر حال ظنی ہے۔

باب ۲۳: النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط وخیف منہ فتنۃ علی الممدوح

کسی کی اتنی زیادہ تعریف کرنے کی ممانعت جس سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہو۔

۷۳۶۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَدَحَ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيبُهُ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی، یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص نے اپنے صاحب کی لامحالہ تعریف کرنی ہو، تو یوں کہو کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور اس کو حقیقت میں اللہ ہی جاننے والا ہے، اور میں کسی کو اللہ کے نزدیک

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ افغانستان

أَحَدًا أَحْسِبُهُ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَاكَ كَذَا وَكَذَا۔

سرا ہوا نہیں کہتا، خواہ وہ اس کے متعلق اسی طرح جانتا ہو۔

۷۳۷۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ قَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنْ رَجُلٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْهُ فِي كَذَا وَكَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا يَقُولُ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا إِنْ كَانَ يُرَى أَنَّهُ كَذَلِكَ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص فلاں فلاں چیز میں اس سے افضل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی، یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص نے خواہ مخواہ اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہو تو یہ کہے میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے خواہ وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہو اور وہ یہ نہ کہے کہ وہ اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

۷۳۷۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا فَقَالَ رَجُلٌ مَا مِنْ رَجُلٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ان میں تو یہ نہیں ہے کہ اس شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہے۔

۷۳۷۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ فَقَالَ لَقَدْ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی کی بہت مبالغہ کے ساتھ تعریف کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا تم نے اس کو ہلاک کر دیا، یا فرمایا تم نے اس شخص کی پیٹھ کاٹ دی۔

۷۳۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ

حضرت ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہو کر امراء میں سے کسی امیر کی تعریف کر رہا تھا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس پر مٹی ڈالنے لگے، اور کہا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ

عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قَامَ رَجُلٌ يُثْنِي عَلَى أَمِيرٍ مِنَ الْأُمَرَاءِ فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ يَحْثِي عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْثِيَ فِي وُجُوهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ۔

علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیں۔

٧٣٧٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَجَعَلَ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ۔

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے تھے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے، حضرت عثمان نے فرمایا: تم کیا کر رہے ہو؟ حضرت مقداد نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔

٧٣٧٥۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْأَشْجَعِيُّ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنِ الْمِقْدَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

٧٣٧٦۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا صَخْرٌ (يَعْنِي ابْنَ جُوَيْرِيَةَ) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَذَبَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، مجھے دو آدمیوں نے کھینچا، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے چھوٹے شخص کو مسواک دی، مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو، پھر میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث و آثار

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن طارق بن شهاب قال قال عبد الله ان الرجل ليخرج ومعه دينه فيرجع وما معه شئ منه يأتي الرجل لا يملك له ولا لنفسه ضرا ولا نفعا فيقسم له بالله لانت وانت فيرجع ما حل من حاجته بشئ وقد اسخط الله عليه رواه الطبراني باسانيد ورجال احدها رجال الصحيح۔[1]

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا ایک شخص باہر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے اور جب لوٹ کر آتا ہے تو اس کے پاس بالکل دین نہیں ہوتا، وہ ایک ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو اس کے لیے اور خود اپنے لیے کسی نفع کا مالک ہوتا ہے نہ نقصان کا اور وہ اس کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تم ایسے ہو اور ایسے ہو، پھر وہ ایسے حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کئی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور ایک سند کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا رايتم المداحين فاحثوا في وجوههم التراب رواه الطبراني واحد اسناديه حسن۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی دو سندوں میں سے ایک سند حسن ہے۔

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کے جواز کے متعلق احادیث و آثار

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما احد اغير من الله وذلك انه حرم الفواحش وما احد احب اليه المدحة من الله وذلك لانه مدح نفسه ولا احد احب الله العذر من الله وذلك انه اعتذر الى خلقه ولا احد احب

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا، اور اللہ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اللہ سے زیادہ کسی کو عذر کو قبول کرنا پسند نہیں ہے اسی وجہ سے وہ اپنی مخلوق کو

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] 〃 مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹ 〃 〃 〃 〃 〃

الیہ الحمد من اللہ وذلک انہ حمد نفسہ رواہ الطبرانی وفیہ عبد اللہ بن حماد بن نمیر ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔[1]

عذر قبول کرتا ہے، اور اللہ سے زیادہ کسی کو حمد پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی حمد کی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبد اللہ بن حماد کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن خلاد بن السائب قال دخلت علی اسامۃ بن زید فمدحنی فی وجھی وقال انہ حملنی علی ان امدحک فی وجھک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مدح المؤمن فی وجھہ ربا الایمان فی قلبہ رواہ الطبرانی وفیہ ابن لھیعۃ، وبقیۃ رجالہ وثقوا۔[2]

خلاد بن سائب کہتے ہیں کہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے میری میرے منہ پر تعریف کی اور کہا کہ میرے لیے تمہارے منہ پر تمہاری تعریف کرنے کا باعث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اس کا ایمان بڑھتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بعض صحابہ کرام کے منہ پر تعریف فرمائی ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل ابوبکر اخذ بطرف ثوبہ حتی ابدی عن رکبتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انی کان بینی وبین ابن الخطاب شیء فاسرعت الیہ ثم ندمت فسألتہ ان یغفر لی فابی علی فاقبلت الیک فقال یغفر اللہ لک یا ابا بکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسأل اثم ابوبکر فقالوا لا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتمعر

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس وقت حضرت ابوبکر ایک کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے تھے جو ان کے گھٹنوں سے ہٹا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ساتھی کسی سے ناراض ہوا ہے؛ حضرت ابوبکر نے سلام کیا اور عرض کیا میرے اور ابن الخطاب کے درمیان کچھ مناقشہ ہوگیا، میں نادم ہو کر جلد ان کے پاس گیا اور ان سے معافی کا سوال کیا، انہوں نے مجھ سے انکار کیا تو میں آپ کے پاس آیا، آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے! ادھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا کیا وہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں! پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹ - ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ″ ″ ″ ″ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹ ″ ″ ″

حتی اشفق ابو بکر فجثا علی رکبتیه فقال یا رسول الله! والله انا کنت اظلم مرتین فقال النبی صلی الله علیه وسلم ان الله بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدق وواسانی بنفسه وماله فهل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدها. [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے سے متغیر ہو رہا تھا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر ڈر گئے، حضرت ابوبکر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے: یارسول اللہ! بخدا میں زیادہ ظلم کرنے والا تھا، یہ دوبار کہا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے تصدیق کی اور اپنی جان اور مال سے میری غمخواری کی، کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر چھوڑنے والے ہو؟ یہ آپ نے دوبار فرمایا، اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے منہ پر ان کی تعریف کی ہے۔

عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من انفق زوجین من شیء من الاشیاء فی سبیل الله دعی من ابواب یعنی الجنة یا عبد الله هذا خیر فمن کان من اهل الصلوة دعی من باب الصلوة ومن کان من اهل الجهاد دعی من باب الجهاد ومن کان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة ومن کان من اهل الصیام دعی من باب الصیام باب الریان فقال ابو بکر ما علی هذا الذی یدعی من تلک الابواب من ضرورة وقال هل یدعی منها کلها احد یا رسول الله قال نعم وارجو ان تکون منهم یا ابا بکر. [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کے بھی دو جوڑے خرچ کیے اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے، سو جو شخص نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الصیام، باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکر نے کہا کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے بلائے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یارسول اللہ! کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور مجھے امید ہے اے ابوبکر تم انہی لوگوں میں سے ہو گے!

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶ - ۵۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶،

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۸ - ۵۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عند اللہ فبکی ابوبکر فقلت فی نفسی ما یبکی ھذا الشیخ ان یکن اللہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عند اللہ عز وجل فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو العبد وکان ابوبکر اعلمنا فقال یا ابا بکر لا تبک ان امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر لو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بکر ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے، حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں میں نے دل میں سوچا، اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور اس نے جو اللہ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا تو اس بوڑھے کو کیا چیز رلاتی ہے؟ لیکن آپ کے اس ارشاد میں بندے سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر مت رو، اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت قائم رہے گی، ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے، باقی نہ رکھا جائے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ما ذکر قال ابوبکر یا رسول اللہ ان ازاری یسقط من احد شقیہ قال انک لست منھم۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے کی وعید سنائی (کہ جس نے تکبر سے چادر لٹکائی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا) حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! میری چادر ایک جانب

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶، ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۶ - ۵۲۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے تنگ جاتی ہے، آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار هذا حدیث حسن غریب صحیح[1]

حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم میرے حوض کے بھی صاحب ہو اور غار کے بھی صاحب ہو!

ان تمام احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے منہ پر ان کی تعریف کی ہے، اور حضرت عمر نے بھی سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت کے وقت حضرت ابوبکر کے منہ پر ان کی تعریف کی، امام بخاری حضرت عائشہ کی ایک طویل روایت میں ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا:

فقال عمر بل نبایعك انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔[2]

حضرت عمر نے کہا نہیں! بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے منہ پر بھی ان کی تعریف کی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال قال النبی صلی الله علیه وسلم رایتنی دخلت الجنة فاذا انا بالرمیصا امرأة ابی طلحة و سمعت خشفة فقلت من هذا قال هذا بلال و رایت قصرا بفنائه جاریة فقلت لمن هذا فقال لعمر بن الخطاب فاردت ان ادخله فانظر الیه فذکرت غیرتك فقال عمر بابی و امی یارسول الله! علیك اغار۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا تو میں ابو طلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس تھا، اور میں نے ایک آہٹ سنی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ بلال ہیں، پھر میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کا، میں نے ارادہ کیا کہ میں اندر جا کر اس محل کو دیکھوں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے سامنے بھی ان کی تعریف فرمائی، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ 〃 〃 〃 〃

عن عبدالرحمٰن بن خباب قال شهدت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحث على جيش العسرة فقام عثمان بن عفان فقال يا رسول الله على مائة بعير باحلاسها و اقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال يا رسول الله على مائتا بعير باحلاسها و اقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال على ثلثمائة بعير باحلاسها و اقتابها في سبيل الله فانا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل على المنبر وهو يقول ما على عثمان ما عمل بعد هذه ما على عثمان ما عمل بعد هذه۔ [1]

حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لشکر کی مدد کے لیے ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمان بن عفان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، آپ نے پھر لشکر کی مدد پر برانگیختہ کیا، پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ دو سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کی مدد کی ترغیب دی، پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ تین سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ منبر سے اترتے ہوئے فرما رہے تھے آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا، آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صعد احدًا و ابوبكر و عمر و عثمان فرجف بهم فقال النبي صلى الله عليه وسلم اثبت احد فانما عليك نبي و صديق و شهيدان هذا حديث حسن صحيح۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان اُحد (پہاڑ) پر چڑھے، (وہ ہلنے لگا، آپ نے فرمایا! اے اُحد ساکن ہو جا! تجھ پر صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔

اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی ان کی تعریف کی ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبدالله ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي۔ [3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۰ " " " "

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۵ " " " "

اس حدیث کو امام بخاری[1] اور امام مسلم[2] نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت اخی فی الدنیا و الاخرۃ۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک۔[4]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے اس مسجد میں جنابت کے ساتھ آنا جائز نہیں ہے۔

عن علی قال لقد عھد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النبی الامی انہ لا یحبک الا مؤمن ولا یبغضک الا منافق۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔

منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

صحیح مسلم کے زیر بحث باب میں امام مسلم نے ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، جبکہ معجم طبرانی میں ایسی روایات ہیں جن میں کسی کے سامنے تعریف کرنے کی اجازت ہے اور صحاح ستہ میں بکثرت ایسی روایات ہیں جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی ہے اس لیے علماء کرام نے ان احادیث میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف نہ کی جائے اور اگر یہ خدشہ نہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف جائز ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس باب میں وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، صحیح بخاری صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ایسی روایات بھی ہیں جن میں منہ پر تعریف کی گئی ہے، ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ کسی کی بے جا تعریف کرنا یا تعریف میں مبالغہ کرنا، یا دنیاوی طمع کی وجہ سے تعریف کرنا یا جس شخص کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۵۳۵، 〃 〃 〃

[5] 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۵۳۵ 〃 〃 〃

وہ تعریف سن کر اکڑ جائے گا یا تکبر میں مبتلا ہو جائے گا اس کے منہ پر تعریف کرنا منع ہے، اور جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے یہ خدشہ نہ ہو اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور دنیاوی طمع کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اگر کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا کسی شخص میں کسی نیک خصلت کے حصول یا اس کی زیادتی کے لیے یا اس کو اس نیک خصلت پر برقرار رکھنے کے لیے یا اس نیک خصلت کی اقتداء کے لیے اس کے منہ پر تعریف کی جائے تو یہ تعریف کرنا مستحب ہے۔ [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ممانعت کا محل یہ ہے کہ جو شخص کسی کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرے گا جو اس میں نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اپنے متعلق ان اوصاف کا یقین کر لے اور ان اوصاف پر اعتماد کر کے وہ شخص اپنے اعمال صالحہ کرنے اور نیکی کی جدوجہد کرنا چھوڑ دے، مثلاً ایک شخص کسی سے کہے میں نے تم کو خواب میں بارگاہ رسالت میں دیکھا ہے، اور تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا کہے کہ میں نے حضور سے یہ سنا ہے کہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ جنتی ہوگا، یا جو تمہارے وظیفہ میں شریک ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ (العیاذ باللہ) اس لیے جس حدیث میں یہ ہے کہ تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اور جس شخص نے ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جو ممدوح میں موجود ہوں پھر وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ نے اپنے اشعار اور خطاب میں آپ کی تعریف کی اور آپ نے ان کے منہ میں مٹی نہیں ڈالی، علامہ ابن بطال کا کلام ختم ہوا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عثمان کے سامنے ان کی تعریف کی تو حضرت مقداد نے اس کے منہ پر کنکریاں پھینکیں اور مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا، اس حدیث کا دوسرا محمل یہ ہے کہ منہ پر مٹی ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ناکام اور نامراد کرنا یعنی جھوٹی تعریف کرنے والے کی غرض اور مقصد کو پورا نہ کرو، تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس سے کہو تمہارے منہ میں مٹی، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ ممدوح اور موصوف اس جھوٹی تعریف سے دھوکا نہ کھائے اور تعریف کرنے والے سے کہے تم غلط کہہ رہے ہو میں ایسا نہیں ہوں، اور یہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنا ہے، پانچویں توجیہ یہ ہے کہ وہ شخص جس مقصد اور غرض سے تعریف کر رہا ہے اس کا وہ مقصد پورا کر کے اس کا منہ بند کر دیا جائے اور اس کو روانہ کر دیا جائے، مثلاً کوئی شخص کسی سے کچھ رقم مانگنے کے لیے اس کی بے جا تعریف کر رہا ہے تو وہ اس کو وہ رقم دے کر کہے یہ رقم لو اور جاؤ، اور یہ اس کے منہ کو بند کرنا ہے جو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے، علامہ بیضاوی اور علامہ طیبی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ مدح کی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا کبھی جھوٹ بولتا ہے اور کبھی اپنی مدح سے ممدوح کو مزید برائی میں مبتلا کرتا ہے، خصوصاً جب وہ فاسق یا ظالم کی مدح کرے، امام ابو یعلیٰ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب فاسق کی مدح کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور کبھی وہ انہیں تعریفیں کرتا ہے جو اس کے نزدیک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

متحقق نہیں ہوتی، اور جس شخص کی مدح کی جائے وہ اس خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ وہ اترانے لگے یا تکبر کرے یا تعریف کی شہرت پر اعتماد کر کے عمل میں کمی کر دے۔ اگر تعریف ان قباحتوں سے خالی ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات تعریف مستحب ہوتی ہے۔ ابن عیینہ نے کہا جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہو اس کو کسی کی تعریف سے ضرر نہیں ہوتا اور بعض سلف نے کہا جب کسی کے منہ پر تعریف کی جائے تو وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی تعریف کی وجہ سے میری پکڑ نہ کر اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنا دے۔ [1]

بَابُ التَّثَبُّتِ فِي الْحَدِيثِ وَحُكْمِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

حدیث کو محفوظ رکھنے اور علم کی باتوں کو لکھنے کا حکم

۷۳۷۷۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا بِهٖ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ وَيَقُوْلُ اسْمَعِيْ يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ اسْمَعِيْ يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ وَعَائِشَةُ تُصَلِّيْ فَلَمَّا قَضَتْ صَلٰوتَهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ اَلَا تَسْمَعُ اِلٰى هٰذَا وَمَقَالَتِهٖ اٰنِفًا اِنَّمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سن اے حجرے والی! سن اے حجرے والی! اس وقت حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں، جب وہ نماز پڑھ چکیں تو انھوں نے عروہ سے کہا کیا تم نے ابھی ابوہریرہ کا کلام سنا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتے تھے تو اگر کوئی ان کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

۷۳۷۸۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوْا عَنِّيْ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ قَالَ هَمَّامٌ اَحْسِبُهُ قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حدیث نہ لکھو، جس نے قرآن مجید کے علاوہ میری کوئی حدیث لکھی وہ اس کو مٹا دے، میری حدیث بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں، جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق فقہاء اور محدثین کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کا علم کے لکھنے میں بہت اختلاف ہے، اور ان میں سے اکثر نے اس کو جائز کہا ہے، پھر بعد میں اس کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا، اور اختلاف ختم ہو گیا، اور اس مسئلہ میں ممانعت کے متعلق جو حدیث ہے اس کی توجیہ میں بھی مختلف اقوال

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۷۸ ـ ۴۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ۔ لکھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے حافظہ پر اعتماد ہو اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے لکھ لیا تو پھر اس کا لکھنے پر اعتماد رہے گا، اور جس شخص کو اپنے حافظہ پر اعتماد نہ ہو اس کے لیے لکھنا جائز ہے، جیسے صحیح بخاری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ابوشاہ کے لیے لکھ دو" اور حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس صحیفہ میں دیت اور قیدیوں کے احکام لکھے ہوئے تھے، اور عمرو بن حزم کی حدیث ہے جس میں فرائض، سنن اور دیات کے احکام تھے، اور کتاب الصدقہ کی حدیث ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تو ان کو زکاۃ کے احکام لکھ کر دیے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا، اور ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں۔

(۲) ۔ ان مذکور الصدر احادیث کی وجہ سے لکھنے کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور ممانعت اس وقت تھی جب یہ اندیشہ تھا کہ حدیث قرآن سے مختلط ہو جائے گی اور جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

(۳) ۔ ایک صحیفہ میں قرآن اور حدیث کو ملا کر لکھنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ اس اختلاط سے پڑھنے والے پر قرآن اور حدیث میں اشتباہ نہ ہو۔ [1]

لکھنے کے ثبوت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وربك الاكرم ٥ الذى علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم يعلم ٥
(علق ۳-۵)

آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا، انسان کو وہ سب سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

نٓ والقلم وما يسطرون ٥ (قلم ۱)

نٓ قلم کی قسم، اور ان (فرشتوں) کی جو لکھتے ہیں

يا يها الذين امنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه ط وليكتب بينكم كاتب بالعدل ص ولا ياب كاتب ان يكتب كما علمه الله فليكتب ج وليملل الذى عليه الحق وليتق الله ربه ولا يبخس منه شيئا ط فان كان الذى عليه الحق سفيها او ضعيفا او لا يستطيع ان يمل هو فليملل وليه بالعدل ط واستشهدوا شهيدين من رجالكم ج فان لم يكونا

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو، اور کسی لکھنے والے کو تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسا کہ اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھایا ہے سو اس کو چاہیے کہ وہ لکھ دے، جس شخص پر کوئی حق لازم ہے (مثلاً قرض) وہ لکھوائے اور وہ اللہ سے ڈرے اور اس میں سے کچھ کم نہ کرے، پھر جس شخص پر حق لازم ہے اگر وہ کم عقل یا کم زور ہے یا وہ لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا ولی (سرپرست) انصاف سے لکھوائے، اور تم اپنے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رجلين فرجل وامرأتٰن ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدٰهما فتذكر احدٰهما الاخرٰى ؕ ولا يأب الشهداء اذا ما دعوا ؕ ولا تسئموا ان تكتبوه صغيرا او كبيرا الى اجله ؕ ذٰلكم اقسط عند الله واقوم للشهادة وادنٰى الا ترتابوا الا ان تكون تجارة حاضرة تديرونها بينكم فليس عليكم جناح الا تكتبوها ؕ واشهدوا اذا تبايعتم ۖ ولا يضار كاتب ولا شهيد ؕ وان تفعلوا فانه فسوق بكم ؕ واتقوا الله ؕ ويعلمكم الله ؕ والله بكل شيء عليم ○ وان كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا فرهٰن مقبوضة ؕ فان امن بعضكم بعضا فليؤد الذي اؤتمن امانته وليتق الله ربه ؕ ولا تكتموا الشهادة ؕ ومن يكتمها فانه اٰثم قلبه ؕ والله بما تعملون عليم ○

(البقرۃ: ۲۸۲ - ۲۸۳)

مردوں میں سے دو گواہ بنالو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، اور کوئی معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو اس کی مدت تک لکھنے میں تنگ دل نہ ہو، اللہ کے نزدیک اس میں تمہارے لیے پورا انصاف ہے اور یہ گواہی کو زیادہ درست رکھنے والا ہے، اور یہ تمہارے شک کو زائل کرنے کے زیادہ قریب ہے ماں جب تم آپس میں دست بدست بیع کر رہے ہو تو اس صورت میں تمہارے نہ لکھنے کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو، اور کسی لکھنے والے اور گواہ کو ضرر نہ دیا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے (ضرر دو گے) تو یہ تمہارا گناہ ہو گا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور تم لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضہ میں دیا ہوا رہن ہو پھر اگر تم میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب جانتا ہے۔

ان آیات میں لکھنے کا عام حکم دیا گیا ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔

مذاہب اربعہ کے مفسرین کے نزدیک لکھنے کا شرعی حکم

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

عطاء، ابن جریج، نخعی اور محمد بن جریر طبری کا مذہب یہ ہے کہ ادھار خرید و فروخت کو لکھنا اور اس پر گواہ بنانا واجب ہے، اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ یہ امر استحباب پر محمول ہے اور جمہور فقہاء مجتہدین کا یہی مذہب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے تمام شہروں میں جمہور مسلمان بغیر گواہ بنائے اور بغیر لکھے مدت معینہ کے ادھار پر بیع و شراء کرتے ہیں اور یہ اس پر اجماع ہے کہ یہ واجب نہیں ہے، اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ یہ ابتداء میں واجب تھا اور جب یہ آیت نازل ہوئی: فان امن بعضكم بعضا (الآیۃ) "پھر اگر تم میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے" تو یہ حکم منسوخ ہو گیا، حسن، شعبی اور حکم بن عیینہ کا یہی مذہب ہے۔ [1]

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بیع ہو یا قرض اس کے معاملہ کو فریقین پر لکھنا اس آیت سے فرض کر دیا گیا ہے، تاکہ انسان بھول نہ جائے یا انکار نہ کر سکے، یہ علامہ طبری کا مختار ہے، ابن جریج نے کہا جو قرض لے وہ لکھ لے اور جو بیع کرے وہ گواہ بنا لے، شعبی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حکم پہلے واجب تھا اور فان امن بعضکم بعضا سے اس کا وجوب ختم ہو گیا، ابن جریج کی بھی یہی رائے ہے اور جمہور کے نزدیک لکھنے کا یہ حکم مستحب ہے تاکہ لوگوں کے مال محفوظ رہیں اور شک واقع نہ ہو، اگر مقروض متقی ہے تو اس کو لکھنے سے ضرر نہیں ہو گا اور اگر وہ متقی نہیں ہے تو اس کی تحریر اس کے خلاف حجت ہو گی اور حقدار کا حق محفوظ رہے گا۔ [1]

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جو معاملہ کسی مدت معینہ کے لیے ہو اس کو لکھ لینا چاہیے تاکہ اس کی جملہ شرائط منضبط ہو جائیں ——— اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ان پڑھ امت ہیں، لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں" تو اس حدیث میں اور قرآن مجید میں مذکور لکھنے کے حکم میں کس طرح مطابقت ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین بہ حیثیت دین لکھے جانے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ کا حفظ کرنا سہل اور آسان ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتیں بھی لوگوں کو حفظ ہیں، قرآن مجید میں جن چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ لوگوں کے درمیان واقع ہونے والے جزوی واقعات ہیں، ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا تاکہ بعد میں اس کی توثیق ہو سکے یہ حکم واجب نہیں ہے۔ [2]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ مدت معینہ کے قرضوں کو لکھنا اور ان پر گواہ بنانا اس آیت میں فاکتبوہ الخ سے واجب ہوا پھر فان امن بعضکم بعضا الخ سے یہ وجوب منسوخ ہو گیا، حضرت ابوسعید خدری، شعبی اور حسن بصری کا یہی مسلک ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہ آیت محکمہ ہے، یہ منسوخ نہیں ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت مداینہ محکمہ ہے اس میں سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہوئی۔

تمام شہروں کے فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں لکھنے، گواہ بنانے اور رہن رکھنے کا حکم ہے اور یہ حکم مستحب ہے اور اس میں ہماری مصلحت اور فائدہ اور دین اور دنیا میں احتیاط برتنے کی رہنمائی ہے اور اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک قرض اور مدت معینہ کے معاملات اور معاہدات کو لکھنا واجب ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے اس حکم سے دین میں لکھنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اور یہ واضح رہے کہ قرض کا لین دین اور خرید و فروخت عوام کے لیے بھی مشروع ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر مروج اور معمول ہے

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۸۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۲ - ۴۸۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

لہٰذا خواتین کے لیے بھی قرض اور مدت معینہ کے معاملات کو لکھنا مستحب قرار پایا۔ اس بحث کے اخیر میں ہم ان شاء اللہ خواتین کے لکھنے پڑھنے کے جواز پر مزید دلائل پیش کریں گے۔

لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ ھل عندکم کتاب قال لا الا کتاب اللہ او فھم اعطیہ رجل مسلم او ما فی ھذہ الصحیفۃ قال قلت وما فی ھذہ الصحیفۃ قال العقل و فکاک الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر۔[1]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی لکھی ہوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان مرد کو دی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا دیت کے احکام ہیں، قیدی کو چھڑانے کے احکام ہیں اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

عن وھب بن منبہ عن اخیہ قال سمعت ابا ھریرۃ یقول ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔[2]

وہب بن منبہ کے بھائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے سوا کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث نہیں ہیں، کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیء اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنھتنی قریش وقالوا اتکتب کل شیء تسمعہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضا فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوما باصبعہ الی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنی ہوئی حدیث کو لکھ لیتا تھا تاکہ میں اس کو یاد کر لوں، مجھے قریش نے منع کیا اور کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنی ہوئی بات کو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں کلام کرتے ہیں، پھر میں لکھنے سے رک گیا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھا کرو۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، 〃 〃 〃 〃

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کے سوا کچھ نہیں نکلتا ۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں :

عن رافع بن خديج قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال تحدثوا وليتبوأ من كذب على مقعده من جهنم قلت يا رسول الله انا نسمع منك اشياء فنكتبها قال اكتبوا ولا حرج رواه الطبراني في الكبير [1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو صحابہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے ، میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! ہم آپ سے بہت سی چیزیں سنتے ہیں آیا ہم ان کو لکھ لیا کریں ؟ آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو ، کوئی حرج نہیں ہے ، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے ۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قيدوا العلم قلت وما تقييده قال الكتابة رواه الطبراني في الاوسط [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : علم کو قید کر لو ، میں نے پوچھا علم کس سے قید ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا لکھنے سے ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے ۔

عن انس قال شكا رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم سوء الحفظ فقال استعن بيمينك رواه الطبراني في الاوسط [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی ، آپ نے فرمایا : اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے ۔

عن ثمامة قال قال لنا انس قيدوا العلم بالكتابة رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح [4]

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا علم کو تحریر سے مقید کرو ، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں ۔

عن عبد الله بن عمرو قال كان عند

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱ ، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ ، " " " "

[3] ۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ ، " " " "

[4] ۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ ، " " " "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا فقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔[1]

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے کچھ اصحاب بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے جب صحابہ جانے لگے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتے ہیں جب کہ آپ نے حضور کا ارشاد سن لیا ہے اور آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں منہمک رہتے ہیں، انھوں نے کہا اے ہمارے بھتیجے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے ہیں وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہوتا ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن یزید بن جابر ان عمر بن الخطاب کتب الی معاذ بن جبل بکتاب فاجابہ معاذ بن جبل فکان کتابہ الیہ من معاذ بن جبل الی عمر بن الخطاب۔[2]

عبد الرحمان بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت معاذ بن جبل کی طرف ایک مکتوب لکھا اور حضرت معاذ نے اس مکتوب کا جواب لکھا، اس میں یہ لکھا تھا کہ یہ معاذ بن جبل سے عمر بن الخطاب کی طرف ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام حاکم کی مستدرک اور امام دارمی کی مسند کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عمر قال: قیدوا العلم بالکتاب۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علم کو تحریر سے مقید کر لو۔

علامہ علی متقی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن الشعبی قال: کتب ابو موسی الی عمر: انہ یاتینا من قبلک کتب لیس لھا تاریخ فارخ فاستشار عمر فی ذلک فقال بعضھم ارخ لمبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عمر کی طرف لکھا: ہمارے پاس آپ کے مکاتیب آتے ہیں جن پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی، آپ تاریخ لکھا کریں، حضرت عمر نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا، بعض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ا ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹ " " " "

وقال بعضهم لوفاته فقال عمر: لا بل نؤرخ لمهاجره فان مهاجره فرق بين الحق والباطل۔[1]

کی بعثت سے تاریخ (سن) کی ابتداء کریں، بعض نے کہا آپ کی وفات سے، حضرت عمر نے فرمایا نہیں! بلکہ ہم آپ کی ہجرت سے تاریخ کی ابتداء کریں گے کیونکہ آپ کی ہجرت ہی حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن شیبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن الشعبي قال: اول ما كتب النبي صلى الله عليه وسلم كتب باسمك اللهم فلما نزلت (بسم الله مجريها ومرسها) كتب بسم الله فلما نزلت (انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم) كتب بسم الله الرحمن الرحيم[2]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے باسمك اللهم لکھا، اور جب بسم الله مجريها ومرسها نازل ہوئی تو آپ نے بسم اللہ لکھا اور جب انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم نازل ہوئی تو آپ نے بسم الله الرحمن الرحيم لکھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال كتب النبي صلى الله عليه وسلم او اراد ان يكتب فقيل له انهم لا يقرؤن كتابا الا مختوما فاتخذ خاتما من فضة نقشه محمد رسول الله[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ مہر کے بغیر مکتوب کو نہیں پڑھتے تو آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن النجار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من حق الولد على والده ان يعلمه الكتابة وان يحسن اسمه وان يزوجه اذا بلغ۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو لکھنا سکھائے اور اس کا اچھا نام رکھے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے۔

اس حدیث میں ولد کا لفظ ہے جو بیٹے اور بیٹی دونوں کو شامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کو بھی لکھنا سکھانا جائز ہے بلکہ بیٹیوں کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو لکھنا سکھائے، اور ولد کے لفظ کو مذکر کے ساتھ خاص کرنا فقہی اور علمی اصطلاحات سے بے خبری ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۹۳، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۱۱ " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابن عباس قال کان ناس من الاسراء یوم بدر لم یکن لھم فداء فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فداءھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ رواہ احمد[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن کچھ قیدیوں کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ انصار کی اولاد کو لکھنا سکھائیں۔

تعلیم نسواں کے متعلق نصوصی احادیث

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا: باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ "کسی شخص کا اپنی باندی اور اہلیہ کو تعلیم دینا" اور اس باب کے تحت حسب ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

عن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ لھم اجران رجل من اھل الکتاب اٰمن بنبیہ واٰمن بمحمد والعبد المملوک اذا ادی حق اللہ وحق موالیہ ورجل کانت عندہ امۃ یطأھا فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران[2]

ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کے لیے دو اجر ہیں (۱) اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لایا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا (۲) وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا حق ادا کرے (۳) اور وہ شخص جس کے پاس باندی ہو جس سے وہ مقاربت کرتا ہو وہ اس کو اچھے طریقہ سے ادب سکھائے اور اچھے طریقہ سے تعلیم دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی خواتین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن مسعود من کانت لہ ابنۃ فادبھا واحسن ادبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا کانت لہ منعۃ وسترا من النار[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص اپنی بیٹی کو اچھا ادب سکھائے اور اچھی تعلیم دے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوگی۔

ان حدیثوں میں خواتین کو تعلیم دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور تعلیم کا ایک ذریعہ قلم اور تحریر ہے، قرآن مجید میں ہے:

وربک الاکرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان ما لم یعلم ○ (علق: ۵-۳)

آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور در حقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔ [1]

اور جب قلم اور تحریر تعلیم کا ایک اہم ذریعہ ہے اور خواتین کو تعلیم دینا باعث اجر ہے تو خواتین کو لکھنا سکھانا بھی باعث اجر ہے، نیز قرآن مجید میں ہے:

يايها الذين امنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه (بقرہ: ٢٨٢)

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو۔

حضرت صدر الافاضل اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون (مقروض) کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ [2]

خرید و فروخت اور قرض کا لین دین عورتوں میں بھی مشروع ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر رائج ہے اس لیے عورتیں جب آپس میں یا مردوں کے ساتھ خرید و فروخت یا قرض کا لین دین کریں تو ان کے لیے بھی اس معاملہ کو لکھنا مستحب ہے اور جب عورتوں کے لیے لکھنا مستحب ہوا تو لکھنا سیکھنا بھی مستحب قرار پایا۔ نیز اسی آیت میں ہے:

ولا يأب كاتب ان يكتب كما علمه الله فليكتب

اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھایا ہے سو اس کو چاہیے کہ وہ لکھ دے۔

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا ہے بغیر تغیر و تبدل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے، یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے، اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے، اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمان کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر ولا يضار كاتب سے منسوخ ہوئی۔ [3]

اگر کوئی مسلمان خاتون دوسری خاتون سے یہ کہے کہ میرا فلاں معاملہ یا فلاں معاہدہ لکھ دو تو بعض فقہاء کی تصریح کے مطابق اس پر لکھنا فرض ہے اور جمہور کے نزدیک اس خاتون کا لکھنا مستحب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ لکھنے کا یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔

اول الذکر صحیح بخاری کی حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ، خزائن العرفان ص ٩٥٦، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

[2] 〃　〃　〃　〃، خزائن العرفان ص ٧٦، 〃　〃　〃

[3] 〃　〃　〃　〃، خزائن العرفان ص ٧٧، 〃　〃　〃

ان التأديب والتعليم يوجبان الاجر في الاجنبي والاولاد وجميع الناس فلم يكن مختصاً بالاماء فلم يبق الاعتبار الا في الجهتين وهما العتق والتزوج فان قلت اذا كان المعتبر امرين فما فائدة ذكر الامرين الاخرين قلت لان التاديب والتعليم اكمل للاجر اذا تزوج المرأة المودبة المعلمة اكثر بركة واقرب الى ان تعين زوجها على دينه۔ [1]

اجنبیوں، اولاد اور تمام لوگوں کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا موجب اجر ہے، اس لیے یہ امر باندیوں کے ساتھ مختص نہیں ہے اس لیے اب اجر میں اضافہ صرف دو وجہوں سے ہوگا، وہ ہے باندی کو آزاد کرنا اور اس سے شادی کرنا، اگر یہ اعتراض ہو کہ اگر اجر میں اضافہ کا سبب صرف یہ دو امر ہیں تو پھر حدیث میں باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کا کیوں ذکر کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ باندی کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا اجر کو کامل کرتا ہے کیونکہ جو خاتون ادب سے آراستہ ہو اور تعلیم یافتہ ہو اس سے شادی کرنا زیادہ برکت کا موجب ہے اور خاوند کے دین میں اس کی مدد کرنے کے زیادہ قریب ہے۔

بالخصوص تعلیم کتابت نسواں کے متعلق حدیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الشفاء بنت عبد الله قالت دخل علي النبي صلى الله عليه وسلم وانا عند حفصة فقال الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة۔ [2]

حضرت شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے پاس تھی، آپ نے فرمایا کیا تم ان کو پھوڑے کا دم نہیں سکھاؤ گی جس طرح تم نے ان کو کتابت کی تعلیم دی ہے

نوٹ: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں:
اس حدیث کو امام احمد [3]، اور امام بیہقی [4] اور امام حاکم [5] نے بھی روایت کیا ہے۔
امام حاکم اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
هذا حديث صحيح على شرط الشيخين۔ [6]
یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۲، مطبوعہ مکتب علمی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۴۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[5] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۵۷-۵۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
[6] المستدرک ج ۴ ص ۵۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات

مذاہب اربعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین سے خواتین کو لکھنا سکھانے کے جواز کی تصریح کی ہے

علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں:

فیہ دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ۔[1]

اس حدیث میں عورتوں کے لکھنا سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

و فی الحدیث دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ۔[2]

اس حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

واعلم انہ یجوز کتابۃ القرآن فی الحریر وتحلیتہ و یمتنع کتابۃ العلم والسنۃ فیہ بالنسبۃ للرجل ویتفق علی الجواز بالنسبۃ للنساء۔[3]

قرآن مجید کو ریشم میں لکھنا جائز ہے اور اس کو ریشم سے مزین کرنا بھی جائز ہے اور حدیث اور علم کو مردوں کے لیے ریشم پر لکھنا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لکھنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

ملا علی قاری حنفی حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلم النساء الکتابۃ غیر مکروہ۔[4]

علامہ خطابی نے کہا ہے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کا لکھنا سیکھنا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وازیں حدیث معلوم شد کہ تعلیم کتابت مر النساء را مکروہ نیست۔[5]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذھب او الفضۃ او من دواۃ کذلک۔[6]

مرد اور عورت دونوں کے لیے سونے یا چاندی کے قلم اور سونے یا چاندی کی دوات سے لکھنا مکروہ ہے۔

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۶ ص ۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، شرح سفر السعادۃ ص ۱۸۴، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ، ۱۹۰۴ء

[6] شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ، تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یکتب بالقلم المتخذ من الذهب والفضة او من دواة كذلك ويستوى فيه الذكر والانثى كذا فى السراجية [1]

سونے یا چاندی کے بنے ہوئے قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ سراجیہ۔

اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مرد اور خواتین سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور جنس کے قلم اور دوات سے لکھیں تو پھر ان کا لکھنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ کتب فقہ کی عبارات میں مفہوم مخالف بالاتفاق معتبر ہوتا ہے۔

علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علم کتابت دوسرے عالی علموں کی طرح نہایت ہی عظیم الشان اور خادم کتاب و سنت علم ہے، دین اور دنیا کے مفادات اور ضروریات اس سے وابستہ ہیں تو اس علم کی تعلیم بھی دوسرے علوم کی طرح جائز و مستحسن بلکہ ضروری ہے، جس کا ثبوت ان تمام آیات و احادیث مبارکہ مشکاۃ سے واضح ہے جن سے ہر نافع علم کی تعلیم کا جواز امس و شمس کی طرح واضح ہے بلکہ بالخصوص علم کتابت علی الاطلاق بھی ثابت و مستفاد ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اقرا وربك الاكرم الذى علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم۔ (ترجمہ) "پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (الی قولہ) اور کئی آیات بھی ہیں جن سے فضیلت کتابت ثابت ہے، بہر حال علم کتابت اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام و احسان ہے، جس کی عظمت ان آیات سے واضح ہے، اور افراد انسان کا نصف بلکہ نصف سے بھی زائد عورتیں ہیں تو قرآن کریم سے عورتوں کے لیے بھی علم کتابت کا انعام ہونا ثابت ہوگیا و للہ تعالی الحمد والمنۃ [2]

دنیا اسلام کی نامور لکھنے والی خواتین

عہد رسالت سے لے کر آج تک اسلام کے ہر دور میں مسلم خواتین لکھتی رہی ہیں اور صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے تعامل سے بھی خواتین کا لکھنا ثابت ہے، ہم سطور ذیل میں اسلام کی چند نامور خواتین کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے اپنی کتابت سے اسلام کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔

(۱)۔ حضرت ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا۔ سنن ابو داؤد کے حوالے سے یہ بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابت سکھانے کا حکم دیا۔

(۲)۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا۔ سنن ابو داؤد کے حوالہ سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ کاتبہ تھیں۔

(۳)۔ حضرت عائشہ بنت طلحہ قرشیہ تابعیہ۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں، حضرت عائشہ ان سے خطوں کے جواب لکھواتی تھیں۔ گویا یہ حضرت عائشہ کی سیکرٹری تھیں۔

امام بخاری نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن اس کے تحت وہ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة بنت طلحة قالت قلت لعائشة

حضرت عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت

---

[1] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۴، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۶۴ - ۴۷۱ ملخصاً، کمبائن پرنٹرز لاہور

وانا في حجرها وكان الناس ياتونها من كل مصر فكان الشيوخ ينتابوني لمكاني منها وكان الشباب يتأخوني فيهدون الي ويكتبون الي من الامصار فاقول لعائشة: يا خالة هذا كتاب فلان وهديته فتقول لي عائشة: اي بنية فاجيبه واثيبه فان لم يكن عندك ثواب اعطيتك فقالت: فتعطيني[1]

عائشہ کی حفاظت میں تھی، ان کے پاس ہر شہر سے لوگ آتے تھے، بوڑھے لوگ حضرت عائشہ کی وجہ سے میرے پاس لگاتار آتے تھے، اور نوجوان میرے بھائی بن گئے تھے، وہ مجھے ہدیہ دیتے تھے، اور مختلف شہروں سے مجھے خط لکھتے تھے، میں حضرت عائشہ سے کہتی اے خالہ! یہ فلاں کا خط اور اس کا ہدیہ ہے، حضرت عائشہ فرماتیں: اے بیٹی! خط کا جواب دو، اور ہدیے کے بدلہ ہدیہ دو، اور اگر تمہارے پاس ہدیہ کا بدلہ نہ ہو تو میں تم کو دوں گی پھر حضرت عائشہ مجھے عطا فرماتیں۔

(۴) شہدۃ بنت ابی النصر: یہ عراق کی فاضلہ قاریہ تھیں اور کاتبہ بھی تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

وفي سنة اربع وسبعين وخمس مائة توفيت مسندة العراق شهدة بنت ابي نصر احمد بن الفرج الكاتبة العابدة الصالحة الدينورية الاصل البغدادية المولد والوفاة كانت من اهل كتبة الخط الجيد وسمع عليها خلق كثير۔[2]

۵۷۴ھ میں عراق کی بہت بڑی عالمہ قاریہ شہدہ بنت ابی النصر فوت ہوگئیں یہ کاتبہ تھیں اور نیک اور عبادت گذار تھیں، دینور کی رہنے والی تھیں ان کی ولادت اور وفات بغداد میں ہوئی۔ یہ بہت خوشخط لکھتی تھیں، ان سے بہت لوگوں نے علم حاصل کیا۔

(۵) خدیجہ بنت المفتی محمد بن محمود: یہ عالمہ فاضلہ محدثہ اور کاتبہ تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

وفي سنة تسع وتسعين وست مائة توفيت خديجة بنت يوسف (وخديجة) بنت المفتي محمد بن محمود ام محمد، روت عن ابن الزبيدي وتكنى امة العزيز، روت عن طائفة وقرأت غير مقدمة في النحو وجودت الخط على جماعة وحجت وتوفيت في رجب وكانت عالمة فاضلة رحمها الله تعالى۔[3]

۶۹۹ھ میں خدیجہ بنت یوسف فوت ہوگئیں اور خدیجہ بنت المفتی محمد بن محمود ام محمد فوت ہوگئیں، یہ ابن الزبیدی سے حدیث روایت کرتی تھیں، ان کی کنیت امۃ العزیز تھی، انہوں نے ایک جماعت سے حدیث روایت کی اور نحو کے مقدمہ کے علاوہ بھی پڑھا، انہوں نے ایک جماعت سے خوشنویسی سیکھی، حج کیا اور رجب میں وفات ہوئی، یہ عالمہ فاضلہ تھیں، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع اثریہ سانگلہ ہل

۲۔ امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۳۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۳۔ مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۲۳۱

(۶) ۔ **شہدہ بنت الصاحب**: یہ عالمہ، فاضلہ، محدثہ اور کاتبہ تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

فی سنۃ تسع وسبعمائۃ ماتت بحلب المعمرۃ شہدۃ بنت الصاحب کمال الدین عمر بن العدیم العقیلی ولدت یوم عاشوراء لہا حضور واجازۃ من جماعۃ من الشیوخ وکانت تکتب وتحفظ اشیاء وتتزہد وتتعبد وذکر الذہبی انہ سمع منہا۔ [1]

۷۰۹ھ میں حلب میں معمرہ شہدہ بنت الصاحب کمال الدین عمر بن عدیم عقیلی فوت ہوگئیں، یہ عاشورہ کے دن پیدا ہوئی تھیں، انھوں نے شیوخ کی ایک جماعت سے سماع کیا، یہ کاتبہ تھیں اور بہت سے علوم کی حافظہ تھیں، اور عابدہ زاہدہ تھیں، علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بھی ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

(۷) ۔ **فاطمہ بنت علاء الدین سمرقندی**: یہ عالمہ فاضلہ مفتیہ اور کاتبہ تھیں (یہ چھٹی صدی ہجری کی ہیں)۔

علامہ شامی البدائع والصنائع کے تعارف کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ہذا الکتاب جلیل الشان لم ار لہ نظیرا فی کتبنا وہو للامام ابی بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی شرح بہ تحفۃ الفقہاء لشیخہ علاء الدین السمرقندی فلما عرضہ علیہ زوجہ ابنتہ فاطمۃ بعد ما خطبہا الملوک من ابیہا فامتنع وکانت الفتوی تخرج من دارہم وعلیہا خطہا وخط ابیہا وخط زوجہا۔ [2]

یہ عظیم الشان کتاب ہے میں نے کتب احناف میں اس کی نظیر نہیں دیکھی، اس کتاب کے مصنف امام ابوبکر بن مسعود کاسانی ہیں انھوں نے اس کتاب میں اپنے استاذ شیخ علاء الدین سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح کی ہے، جب انھوں نے یہ کتاب اپنے شیخ پر پیش کی تو انھوں نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے بادشاہوں نے ان کے نکاح کا پیغام دیا تھا، مگر شیخ سمرقندی نے منظور نہیں کیا تھا، اس زمانہ میں ان کے گھر سے فتویٰ نکلتا تھا جس پر فاطمہ کے، ان کے والد کے اور ان کے شوہر کے دستخط ہوتے تھے۔

(۸) ۔ **خدیجہ بنت محمد بن احمد ابو رجاء**: یہ خاتون بھی بہت اچھی عربی جاننے والی تھیں اور کاتبہ تھیں۔

ساتویں صدی کے عظیم حنفی محدث علامہ عبد القادر لکھتے ہیں:

محمد بن احمد ابو رجاء القاضی الجوزجانی قاضی نیشاپور ان لہ ابنۃ سماہا خدیجۃ عاشت اکثر من مائۃ سنۃ وکانت تحسن العربیۃ والکتابۃ وماتت سنۃ اثنتین وسبعین وثلاث مائۃ [3]

نیشاپور کے قاضی محمد بن احمد ابو رجاء کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام خدیجہ تھا وہ سو سال سے زیادہ زندہ رہیں وہ عربی کی بہت اچھی عالمہ تھیں، اور بہت اچھی کاتبہ تھیں یہ تین سو بہتر (۳۷۲ھ) میں فوت ہوئیں۔

---

[1] امام عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۳۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ محمد عبد القادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ، الجواہر المضیئہ ج ۲ ص ۳۰۰-۲۷۷، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی

(۹)۔ فاطمہ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین: انھوں نے اپنے والد سے علم فقہ حاصل کیا یہ بہت اچھی کاتبہ تھیں۔

علامہ عبد القادر محدث لکھتے ہیں:

فاطمہ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین صاحب البدیع فی اصول الفقہ ومجمع البحرین فی الفقہ وفاطمہ ہذہ تفقہت علی ابیہا واخذت عنہ مجمع البحرین فی الفقہ روایۃ بحطہا وہو تعلیق حسن رحمہا اللہ تعالیٰ۔[1]

اصول فقہ میں بدائع کے مصنف علامہ احمد بن علی امام مظفر الدین کی صاحبزادی فاطمہ، انھوں نے اپنے والد سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ اور انھوں نے اس فقہ میں مجمع البحرین کو پڑھا، میں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حاشیہ دیکھا ہے جو بہت اچھا ہے۔

(۱۰)۔ ست الوزراء بنت محمد بن عبد الکریم: یہ عالمہ، فقیہہ، قاریہ اور کاتبہ تھیں۔

ست الوزراء بنت علامہ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبد الکریم بن عثمان عرف بابن السماع تقدم مولدہا فی سنۃ تسع وخمسین وست مائۃ کتبت قراءۃ القرآن وحفظت شیئا کثیرا من فقہ ابی حنیفۃ وتفقہت علی والدہا ماتت فی شوال سنۃ ست وثلاثین وسبع مائۃ۔[2]

علامہ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبد الکریم بن عثمان جو ابن السماع کے نام سے معروف تھے، ان کی بیٹی ست الوزراء تھیں، یہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئیں، یہ کاتبہ تھیں، قرآن مجید کی قاریہ اور امام ابو حنیفہ کے اکثر مسائل فقہیہ کی حافظہ تھیں۔ انھوں نے اپنے والد سے فقہ پڑھی، اور ۷۳۶ھ شوال میں فوت ہوئیں۔

یہ اسلام کی دس نامور عالمہ خواتین ہیں جو کاتبہ تھیں، نیز بلاد ما وراء النہر (دریائے آمو کے پار کی اسلامی ریاستیں جو کچھ عرصہ پہلے روسی ترکستان میں تھیں اور اب آزاد ہو گئی ہیں مثلاً قازقستان، آذربائیجان، ترکمانستان، تاجکستان اور ازبکستان وغیرہ) میں جب علوم شرعیہ کا رواج تھا اور احکام اسلامیہ نافذ تھے تو جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا تھا اس فتویٰ پر صاحب خانہ اور اس کے گھر کی تمام خواتین کے دستخط ہوتے تھے۔

علامہ عبد القادر محدث لکھتے ہیں:

ہذا الکتاب اذکر فیہ من وقع لی من العلماء النساء من اصحابنا (الی قولہ) وقد بلغنا عن بلاد ما وراء النہر وغیرہا من البلاد ان فی الغالب لا یخرج فتوی من بیت الا وعلیہا خط صاحب البیت وابنتہ وامرأتہ او اختہ۔[3]

اس کتاب میں میں ان خواتین کا ذکر کروں گا جو عالمہ تھیں، اور ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ماوراء النہر کی ریاستوں اور دیگر اسلامی ریاستوں میں عموماً جس گھر سے فتویٰ صادر ہوتا تھا اس فتویٰ پر صاحب خانہ کے دستخط ہوتے تھے اور اس کی بیٹی کے، اس کی اہلیہ کے یا اس کی بہن کے دستخط ہوتے تھے۔

---

[1]۔ علامہ محمد عبد القادر محدث حنفی مصری متوفی ۷۷۵ھ، الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۲۸ - ۴۲۷، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی

[2]۔ الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۲۷، " " "

[3]۔ الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۲۷، " " "

علامہ عبدالقادر محدث ۶۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور یہ اپنے دور یا اس سے متصل زمانہ کا حال بیان کر رہے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک خواتین میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج تھا، اور بالخصوص علماء کی خواتین دینی علوم حاصل کرتی تھیں اور فتاویٰ صادر کرتی تھیں۔

مانعین تعلیم کتابت نسواں کی روایات پر بحث و نظر

جو علماء خواتین کو لکھنا سکھانے کو ناجائز کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابوعلی الحافظ انبأ محمد بن محمد بن سلیمان ثنا عبدالوھاب بن الضحاک ثنا شعیب بن اسحاق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ یعنی النساء وعلموھن المغزل وسورۃ النور ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔[1]

از ابوعلی حافظ از محمد بن محمد بن سلیمان از عبدالوہاب بن ضحاک از شعیب بن اسحاق از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ ٹھہراؤ، اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ، اور ان کو سوت کاتنا اور سورۂ نور سکھاؤ، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا۔

امام حاکم کا اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ائمہ رجال نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں ایک کذاب راوی ہے عبدالوہاب بن ضحاک!

علامہ ذہبی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت بل موضوع وآفتہ عبدالوھاب قال ابوحاتم کذاب۔[2]

میں کہتا ہوں کہ بلکہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا سبب عبدالوہاب ہے، امام ابوحاتم نے کہا یہ کذاب راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی عبدالوہاب بن ضحاک کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے کہا میں نے اس کو دیکھا یہ حدیثیں وضع کرتا تھا، امام نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے متروک ہے، امام عقیلی، امام دار قطنی، امام بیہقی نے کہا یہ متروک ہے۔ حافظ صالح بن محمد نے کہا یہ منکر الحدیث ہے اور اس کی حدیثیں جھوٹی ہیں، محمد بن عوف نے کہا اس نے بکثرت احادیث موضوعہ بیان کی ہیں، اسماعیل بن عیاش نے کہا اس کی احادیث باطل

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

سعید۔ حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے شاگرد امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے ان کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے کتابت نسواں کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے (فتاویٰ حدیثیہ ص ۳۰۱ مطبوعہ مطبعہ مصطفےٰ البابی مصر) گویا استاذ اور شاگرد دونوں کا تسامح ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب بن ضحاک کذاب راوی ہے۔

ہیں، امام ابن حبان نے کہا اس سے استدلال جائز نہیں، حاکم اور ابونعیم نے کہا اس نے احادیث موضوعہ روایت کی ہیں۔[1]
علامہ ابن جوزی اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیہ عن ابن عباس وعائشۃ، فاما حدیث ابن عباس فانبانا ابوالقاسم بن السمرقندی انبانا اسماعیل بن مسعدۃ انبانا حمزۃ بن یوسف انبانا ابواحمد بن عدی حدثنا جعفر بن سھل حدثنا جعفر بن نصر حدثنا حفص حدثنا عن مجاھد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لاتعلموا نساء کم الکتابۃ، ولا تسکنوھن الغرف العلالی" وقال: "خیر لھو المؤمن السباحۃ وخیر لھو المرأۃ المغزل"

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے، حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے: از ابوالقاسم بن سمرقندی، از اسماعیل بن مسعدۃ از حمزہ بن یوسف از ابواحمد بن عدی از جعفر بن سہل از جعفر بن نصر از حفص از مجاہد از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: آپ نے فرمایا اپنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ اور نہ ان کو بلند منزلوں پر رہنے دو، اور فرمایا مومن کا بہترین کھیل تیرنا ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے۔

ھذا حدیث لایصح۔ قال ابن حبان: جعفر بن حفص کان یحدث عن الثقات بما لم یحدثوا بہ و قال ابن عدی: یحدث عن الثقات بالبواطیل ولہ احادیث موضوعات علیھم۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے کہا جعفر بن حفص ثقہ لوگوں سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انھوں نے بیان نہیں کیں، امام ابن عدی نے کہا یہ ثقہ لوگوں سے باطل چیزیں روایت کرتا ہے اور ان کی طرف موضوع احادیث منسوب کرتا ہے۔

واما حدیث عائشۃ فانبانا ابومنصور البزاز انبانا ابوبکر احمد بن علی ابن ثابت انبانا محمد بن عمر النرسی انبانا محمد بن عبداللہ بن ابراھیم حدثنا یحیی بن زکریا بن یزید الدقاق حدثنا محمد بن ابراھیم ابوعبداللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحاق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور"۔

اور حدیث عائشہ یہ ہے: از ابومنصور بزاز از ابوبکر احمد بن علی بن ثابت از محمد بن عمر نرسی از محمد بن عبداللہ بن ابراہیم از یحییٰ بن زکریا بن یزید دقاق از محمد بن ابراہیم ابوعبداللہ شامی از شعیب بن اسحاق دمشقی از ہشام بن عروہ از عروہ از عائشہ وہ فرماتی ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں میں نہ بیٹھنے دو اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ، ان کو سوت کاتنا سکھاؤ اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔

ھذا الحدیث لایصح وقد ذکرہ ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ قال ابوحاتم بن حبان: کان محمد بن ابراھیم

یہ حدیث صحیح نہیں ہے حالانکہ امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے اس کا اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، تعجب ہے ان پر یہ بات کیسے پوشیدہ رہی، امام ابوحاتم بن حبان نے کہا محمد بن ابراہیم شامی، شامیوں کی طرف موضوع احادیث منسوب کرتا تھا اس سے بغیر اظہار کے احادیث

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۸۶-۸۷، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ

الشامی یضع الحدیث علی الشامیین لا یحل الروایۃ عنہ الا عند الاعتبار روی احادیث لا اصول لہا من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل الاحتجاج بہ[1]

روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی احادیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے امام حاکم کی اس روایت پر جو بحث کی ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اس وضاع (محمد بن ابراہیم شامی) کی سند سے اس حدیث کو نہیں روایت کیا کہ ان پر تعجب کیا جائے، بلکہ انہوں نے اس کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں عبدالوہاب بن ضحاک ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، امام بیہقی نے اس سند کو ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ سند منکر ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاطراف میں اس سند کو ذکر کرنے کے بعد کہا عبدالوہاب متروک ہے، محمد بن ابراہیم نے اس کی متابعت کی ہے اور امام ابن حبان نے کہا ہے کہ محمد بن ابراہیم وضاع ہے، اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مجاہد سے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی کتاب میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، اس سند میں جعفر بن نصر ہے، یہ ثقہ راویوں کی طرف باطل چیزیں منسوب کرتا ہے[2]

خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کرنے کی بعض عبارات پر علماء کا تبصرہ

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین نے خواتین کو لکھنا سکھانا جائز لکھا ہے، مستند علماء میں سے اس مسئلہ میں ہمارے سامنے صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری کا اختلاف ہے، اگرچہ ان بزرگوں نے اس مسئلہ میں کوئی شدید نوعیت کا اختلاف نہیں کیا، تاہم ہمارا خیال ہے کہ ان کے سامنے قرآن مجید اور احادیث کے دلائل اور فقہاء اربعہ کی نصوص نہیں تھیں اور نہ ممانعت کی حدیث کا موضوع ہونا ان کے پیش نظر تھا، ورنہ یہ دونوں بزرگ بہت متین ذہین اور فطرت سلیمہ کے حامل تھے، اور ہمارے دل میں ان بزرگوں کا بہت احترام ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علامہ خطابی (مالکی) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ متقدمین کے لیے یہ جائز ہو نہ کہ متاخرین کے لیے، کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں میں فساد ہے، پھر میں نے دیکھا کہ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ حکم حضرت حفصہ کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی متعدد خصوصیات ہیں، قرآن مجید میں ہے:

یانساء النبی لستن کاحد من النساء۔ اے نبی کی ازواج تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔

اور جس حدیث میں لکھنا سکھانے سے منع کیا گیا ہے وہ عام عورتوں پر محمول ہے۔[3]

---

[1] علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۲ ص ۲۶۹-۲۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعۃ ص ۲۰۷-۲۰۶، مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الجواب میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کیا گیا ہے وہ خارج از بحث ہے کیونکہ وہ موضوع روایت ہے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ لکھنا سکھانے کا یہ حکم متقدمین کے لیے ہو چونکہ یہ احتمال بلا دلیل ہے اس لیے یہ بھی خارج از بحث ہے کسی چیز کا ناجائز ہونا تو دور کی بات ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح ممانعت کے بغیر اس کا مکروہ تنزیہی ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ الا لابد لھا من دلیل خاص۔[1]

مستحب کے ترک سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں ہے کیونکہ کراہت کے ثبوت کے لیے خصوصی دلیل ضروری ہے۔

علامہ شامی نے بھی یہی لکھا ہے[2]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ لکھنا سکھانا حضرت حفصہ کی خصوصیت تھی یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان الخصوصیۃ لاتثبت الابدلیل والاصل عدمہ۔[3]

بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی اور اصل خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔

باقی رہا اس زمانہ میں عورتوں کے فساد کی وجہ سے لکھنا سکھانا منع ہو جائے اس پر ان شاء اللہ عنقریب ہم مفصل بحث کریں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دوسری حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت ہے اور اس حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ممانعت سے پہلے کی ہو، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج بعض احکام اور فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں اور لکھنے سے منع کرنا عام عورتوں پر محمول ہے کیونکہ فتنہ وہیں متصور ہے ازواج مطہرات میں متصور نہیں ہے۔[4]

پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ دہلوی کو تسلیم کتابت کی ممانعت پر جزم نہیں ہے وہ احتمالات پر گفتگو کر رہے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث کا موضوع ہونا ان کے سامنے نہیں تھا اس لیے وہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ شرح سفر السعادت میں وہ تعلیم کتابت نسواں کو بلا کراہت جائز لکھ چکے ہیں اور وہی صحیح ہے۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۸ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۰۲، مطبوعہ ... ۱۳۰۱ھ

[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۱۳، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

مانعین تعلیم کتابت نسواں کے عقلی شبہات پر بحث و نظر

عورتوں کی تعلیم کے منکرین کہتے ہیں کہ اگر عورتوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تو وہ اپنے آشناؤں کو خط لکھیں گی اور اپنے عاشقوں کے خطوط پڑھیں گی اور ان کا جواب لکھیں گی، اور اس طرح تعلیم نسواں کی وجہ سے فحاشی اور بے راہ روی پھیلے گی!

علامہ نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر فساد النسوان سے صرف تعلیم کتابت ہی کیوں ناجائز ہے بلکہ لباس اور زیورات وغیرہ بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں کیونکہ ان کو بھی بسا اوقات ناجائز کاموں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے بلکہ برقع بھی عورتوں کے لیے جائز نہ ہوتا، کیونکہ اس کو بھی ناجائز آمد و رفت اور ناجائز ملاقاتوں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور یوں ہی بکثرت ایسی چیزیں ہیں کہ ناجائز طور پر استعمال کی جا رہی ہیں (مانعین اور منکرین نے اس پر غور نہیں کیا کہ معاشقہ اور بے راہ روی پھیلانے کا سب سے قوی سبب تو ٹیلی فون ہے جو آج کل ہر خوشحال گھر میں لگا ہوا ہے اور مانعین کے گھروں میں بھی ٹیلی فون ہوتے ہیں اور ٹیلی فون کے ذریعہ عورتیں اپنے آشناؤں سے فوری رابطہ کر سکتی ہیں ان کا پیغام وصول کر سکتی ہیں اور ان کے پیغام کا فوراً جواب دے سکتی ہیں تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ گھروں میں ٹیلی فون لگوانا بھی ناجائز اور حرام ہے کیونکہ خط و کتابت کی بہ نسبت ٹیلی فون پیغام رسانی کا بہت فوری اور سریع ذریعہ ہے! سعیدی غفرلہ)

مگر جائز لباس اور زیورات کا استعمال جائز ہے اور برقع اوڑھنا بھی یقیناً جائز ہے (اسی طرح ٹیلی فون بھی جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) جبکہ اس کو ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جائے، تو ثابت ہوا کہ ناجائز استعمال ہی ناجائز ہے اور اصل کتابت اور تعلیم کتابت جائز ہے۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ناجائز کتابت صرف عورتوں ہی سے نہیں بلکہ کبھی مرد بھی ناجائز خط و کتابت کرتے ہیں بلکہ مکاتبہ ہوتا ہی طرفین سے ہے تو مردوں کے لیے بھی تعلیم کتابت ناجائز ہوتی کہ وہی علت فساد النسوان فی ھذا الزمان مردوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ فساد الرجال فی ھذا الزمان بیّنا واضح امر ہے۔[1]

تعلیم نسواں کے جواز اور استحسان پر عقلی دلائل اور حرف آخر

مانعین اور منکرین تعلیم نے تعلیم نسواں کا صرف تاریک پہلو سامنے رکھا اور اس کا روشن پہلو نہیں دیکھا آج کل اس مہنگائی، مصروفیت اور مشینی دور میں لوگ روزگار کے حصول اور ملازمت کے سلسلے میں دوسرے شہروں اور دوسرے ملکوں میں چلے جاتے ہیں اور ان کی بیویاں اپنے وطن میں ہوتی ہیں، اور عورتوں کو اپنی ضروریات اور اپنے حالات سے اپنے شوہر کو مطلع کرنا ہوتا ہے، اور بعض ایسی باتیں لکھنی ہوتی ہیں جن کا کسی اجنبی مرد سے لکھوانا شرم و حیا یا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے، مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کو بتانا چاہتی ہے کہ اس کا حمل ضائع ہو گیا ہے یا حمل ساقط ہو گیا ہے، یا اس کا حیض جاری نہیں ہو رہا یا وہ حیض و نفاس کے سلسلہ میں کسی بیماری کا شکار ہو گئی یا طویل جدائی کی وجہ سے اس کے جنسی تقاضے کی طلب بہت شدید ہو گئی ہے، اب اگر اس کو لکھنا نہیں آتا اور وہ کسی مرد سے یہ باتیں لکھوائے تو کیا یہ شرم و حیا کے خلاف نہیں ہے؟ پھر بتائیے کہ آیا خواتین کو لکھنا سکھانا شرم و حیا کے خلاف ہے یا لکھنا نہ سکھانا شرم و حیا کے خلاف ہے؟ نیز بیوی اور شوہر کے درمیان خاندانی معاملات اور کاروبار کی نجی باتوں کی وجہ

---

[1] علامہ محمد نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۸۵ - ۴۹۴، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور

سے کچھ راز کی باتیں ہوتی ہیں جن پر دوسروں کا مطلع ہونا ان کے لیے ضرر اور نقصان کا موجب ہوتا ہے، اگر خواتین کا لکھنا پڑھنا غیر مشروع ہوتا اور وہ یہ خطوط دوسروں سے لکھواتیں یا پڑھواتیں تو وہ بہت سنگین خطرات سے دوچار ہو جاتیں!

بعض اوقات جوانی میں کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا ہے یا اس کو طلاق دے دیتا ہے اس کو عقد ثانی کے لیے کوئی رشتہ نہیں ملتا اس خاندان میں اس کا کوئی کفیل نہیں ہوتا اگر وہ پڑھی لکھی خاتون ہو تو وہ پردے کی حدود و قیود کے ساتھ کوئی باعزت ملازمت کر سکتی ہے جس سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکتی ہے اور اگر وہ ان پڑھ ہو تو اس کے لیے باعزت طریقہ سے اپنی کفالت کرنا بہت مشکل کٹھن اور دشوار ہو جائے گا!

یہ اور اس جیسے اور بہت سے مصائب اور مسائل ہیں جن کے حل کے لیے تعلیم نسواں کی ضرورت ہے اور اسلام دین فطرت ہے، دین لیسر ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر انسان کی زندگی کے لیے آسانی اور سہولت رکھی ہے، سلام ہو اس اُمّی نبی پر جس نے اپنی زوجہ مطہرہ کے لیے لکھنا سکھانے کا حکم دیا اور تعلیم نسواں کی اجازت دی اور امت مسلمہ کی مشکلات کا حل مہیا کیا لیکن صد افسوس کہ بعض عسیر المزاج ضدی لوگوں کی زبانیں ارشاد رسالت کے خلاف تعلیم نسواں کو ناجائز اور حرام کہنے سے نہیں تھکتیں!

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے بھر دے، انھوں نے سب سے پہلے تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر ایک مبسوط، مبرھن اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا اور ہم ایسے طالبان علم کے لیے تحقیق اور تدقیق کی راہیں کشادہ کر دیں فجزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین معلم الاولین والآخرین شفیع المذنبین وعلی ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وآلہ الطیبین واصحابہ الراشدین واولیاء امتہ الزاھدین وعلماء امتہ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتھدین اجمعین۔

بَابُ قِصَّةِ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ وَالسَّاحِرِ وَالرَّاهِبِ وَالْغُلَامِ

اصحاب اخدود، ساحر، راہب اور لڑکے کا قصہ

۷۳۷۹۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صُهَيْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ فَكَانَ فِي طَرِيقِهِ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَأَعْجَبَهُ فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں، بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے ایک لڑکا بھیج دیا، جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور جب وہ جادوگر

فَقَالَ إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِي أَهْلِي
وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا
هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَتَى عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ
النَّاسَ فَقَالَ الْيَوْمَ أَعْلَمُ السَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ
الرَّاهِبُ أَفْضَلُ فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ اللَّهُمَّ
إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ
فَاقْتُلْ هَذِهِ الدَّابَّةَ حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ
فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَأَتَى الرَّاهِبَ
فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ
أَفْضَلُ مِنِّي قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى وَإِنَّكَ
سَتُبْتَلَى فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ وَكَانَ
الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي
النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ
كَانَ قَدْ عَمِيَ فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ
مَا هَاهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي فَقَالَ
إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ فَإِنْ أَنْتَ
آمَنْتَ بِاللَّهِ دَعَوْتُ اللَّهَ فَشَفَاكَ فَآمَنَ
بِاللَّهِ فَشَفَاهُ اللَّهُ فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ
يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ
قَالَ رَبِّي قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي قَالَ رَبِّي وَ
رَبُّكَ اللَّهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى
دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِيءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ
الْمَلِكُ أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ
الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَعْمَلُ فَقَالَ إِنِّي
لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ
يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيءَ
بِالرَّاهِبِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى
فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ
فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ

کے پاس پہنچتا تو (تاخیر کے سبب) جادوگر اس کو مارتا، لڑکے
نے راہب سے اس کی شکایت کی، راہب نے اس سے کہا
جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دیا کرو گھر والوں نے مجھے
روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا ساحر نے مجھے روک لیا
تھا، یہ سلسلہ یونہی تھا کہ اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ
بند کر دیا لڑکے نے سوچا کہ آج میں آزماؤں گا کہ آیا ساحر افضل ہے یا راہب، اس نے ایک
پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ! اگر تجھ کو راہب کے کام ساحر
سے زیادہ پسند ہیں تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ
گذر سکیں، اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر دیا
اور لوگ گذرنے لگے، پھر اس نے راہب کے پاس جا کر
اس کو خبر دی، راہب نے اس سے کہا اے بیٹے آج تم
مجھ سے افضل ہو گئے ہو، تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا جس
کو میں دیکھ رہا ہوں، عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے
جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتہ نہ دینا، وہ لڑکا
مادر زاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا، اور لوگوں
کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا، بادشاہ کا ایک مصاحب
اندھا تھا اس نے یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے
ہدیے لے کر آیا، اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی
تو یہ سب چیزیں تم کو دے دوں گا، لڑکے نے کہا
میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ دیتا ہے، اگر تم اللہ پر
ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ تم کو شفا
دے گا، وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا
دے دی، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے
پاس بیٹھا، بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے
لوٹائی، اس نے کہا میرے رب نے، بادشاہ نے کہا کیا
میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا میرا اور
تمہارا رب اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس
وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس
لڑکے کا پتہ نہ بتا دیا، پھر اس لڑکے کو لایا گیا، بادشاہ نے

فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِئْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ ارْمِنِي فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ قَتَلْتَنِي فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ آمَنَّا

اس سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا کہ تم مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو، برص والوں کو تندرست کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو، اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ دیتا ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو اس وقت تک اذیت دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے راہب کا پتا بتا دیا، پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، راہب نے انکار کیا، اس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں آرا رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیے، پھر اس مصاحب کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، اس نے انکار کیا، اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے، پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ، اس لڑکے نے انکار کیا، بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ، اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو، اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دینا، وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے، اس لڑکے نے دعا کی: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے! اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر سے گر گئے، وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا، بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا، بادشاہ نے اس کو پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو ایک کشتی میں سوار کرو، جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا، وہ لوگ اس کو لے گئے اس نے دعا کی اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لینا، وہ کشتی فوراً الٹ گئی اور وہ

بِرَبِّ الْغُلَامِ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللَّهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ قَدْ آمَنَ النَّاسُ فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ فِي أَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأَضْرَمَ النِّيرَانَ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهِ فَأَحْمُوهُ فِيهَا أَوْ قِيلَ لَهُ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا أُمَّهِ اصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ۔

سب غرق ہو گئے، اور وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ جو گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکو گے جب تک کہ میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو، بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو، اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لیے لٹکاؤ، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو، ایک تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھ کر کہو اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے، پھر مجھے تیر مارو، جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا، سو بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا پھر اس تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھا، پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا، اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، پھر بادشاہ کو یہ خبر پہنچی اور اس سے کہا گیا کیا تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے، اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کر دیا، تمام لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، سو وہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ لگائی گئی، اور کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس خندق میں ڈال دو، یا اس سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہو جا، سو لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے، اخیر میں ایک عورت آئی، اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ اس میں گرنے سے جھجکی اس کے بچہ نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔

اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
راہب نے لڑکے سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہنا مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہنا مجھے ساحر نے روک لیا تھا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ راہب نے اس کو جھوٹ کی تلقین کی، قاضی عیاض نے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے جھوٹ بولنا جائز ہے، خصوصاً اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے، اور جب کوئی شخص کسی کو دین سے روک رہا ہو تو اس موقع پر بھی جھوٹ بولنا جائز ہے، علامہ خطابی نے کہا اس جواز کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہب اور اس لڑکے کا یہ واقعہ ان کی مدح و ثنا کے طور پر بیان کیا ہے اور ان کے اس فعل کو مقرر رکھا ہے اگر یہ فعل غلط ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا غلط ہونا بیان کر دیتے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب اس لڑکے کو اذیت دی گئی تو اس نے راہب کا پتا بتا دیا، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس لڑکے نے راہب کے قتل کی رہنمائی کیسے کی جبکہ راہب نے اس سے یہ کہا بھی تھا کہ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ پھر بھی میرا پتا نہ بتانا، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا، اگر اس کو بالغ مان لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ لڑکے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس راہب کو قتل کر دیا جائے گا اور راہب نے اپنا پتا بتانے سے منع کیا تھا لیکن لڑکے نے اس سے وعدہ نہیں کیا تھا، علاوہ ازیں لڑکا اذیت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ لڑکے نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ وہ اس کو کس طریقہ سے قتل کر سکتا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس لڑکے نے اپنے قتل پر معاونت کی اور یہ جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا لڑکے نے یہ رہنمائی اس لیے کی تھی کہ تمام لوگوں میں اللہ پر ایمان لانے کی حقانیت ظاہر ہو جائے اور لوگ اس دلیل کو دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں، اور ایسا ہی ہوا، علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا وہ لڑکا نابالغ تھا یا اس نے اس وجہ سے رہنمائی کی کہ اس کو یقین تھا کہ وہ قاتل کا مقتول کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں اس بچہ کا ذکر ہے جس نے طفولیت میں کلام کیا، اور یہ اس قسم کے تین بچوں میں سے ایک ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مصائب پر اولیاء اللہ کے صبر کا بیان ہے، اور یہ کہ دین کی تبلیغ میں اللہ کے نیک بندوں پر مصائب آتے ہیں اور یہ کہ خطرہ کے وقت بھی اپنے دین کا اظہار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے دعا کرنی چاہیے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے۔ [1]

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے:

قتل اصحاب الاخدود ٥ النار ذات الوقود ٥ اذ هم علیها قعود ٥ وهم علی ما یفعلون بالمؤمنین شهود ٥ وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید ٥ الذی له ملك السموات والارض ط واللہ علی کل شیء شهید ٥ ان

ملعون ہوئے خندق کھودنے والے، بھڑکتی آگ والے، جب وہ (ملعون اس) کے کنارے پر بیٹھے تھے جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے اور ان کو صرف یہ ناگوار ہوا تھا کہ وہ عزت والے حمد کیے ہوئے اللہ پر ایمان لاتے ہیں جس

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۰۲-۲۰۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق ۔

(البروج، ١-١٠)

کی آسمانوں اور زمینوں پر حکومت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو (آگ میں جلا کر) مصیبت میں ڈالا پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور (بالخصوص) ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔

بَابُ ١٣٦ حَدِيْثِ جَابِرِ الطَّوِيْلِ وَقِصَّةِ أَبِي الْيَسَرِ

حضرت ابو الیسر اور حضرت جابر کی طویل حدیث

٧٣٨٠ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ (وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيْثِ) وَالسِّيَاقُ لِهٰرُوْنَ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاهِدٍ أَبِي حَزْرَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي نَطْلُبُ الْعِلْمَ فِي هٰذَا الْحَيِّ مِنَ الْأَنْصَارِ قَبْلَ أَنْ يَهْلِكُوْا فَكَانَ أَوَّلُ مَنْ لَقِيْنَا أَبَا الْيَسَرِ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ غُلَامٌ لَهُ مَعَهُ ضِمَامَةٌ مِنْ صُحُفٍ وَعَلَى أَبِي الْيَسَرِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِيٌّ وَعَلَى غُلَامِهِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِيٌّ فَقَالَ لَهُ أَبِي يَا عَمِّ إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِكَ سَفْعَةً مِنْ غَضَبٍ قَالَ أَجَلْ كَانَ لِي عَلَى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْحَرَامِيِّ مَالٌ فَأَتَيْتُ أَهْلَهُ فَسَلَّمْتُ فَقُلْتُ ثَمَّ هُوَ قَالُوْا لَا فَخَرَجَ عَلَيَّ ابْنٌ لَهُ جَفْرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ أَبُوْكَ قَالَ سَمِعَ صَوْتَكَ فَدَخَلَ أَرِيْكَةَ أُمِّي فَقُلْتُ اخْرُجْ إِلَيَّ فَقَدْ عَلِمْتُ أَيْنَ أَنْتَ فَخَرَجَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنِ اخْتَبَأْتَ مِنِّي قَالَ أَنَا وَاللّٰهِ أُحَدِّثُكَ ثُمَّ لَا أَكْذِبُكَ خَشِيْتُ وَاللّٰهِ أَنْ أُحَدِّثَكَ فَأَكْذِبَكَ وَأَنْ أَعِدَكَ فَأُخْلِفَكَ وَكُنْتُ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ وَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد علم کی طلب میں انصار کے اس قبیلہ میں گئے، یہ اس قبیلہ کی ہلاکت سے پہلے کا واقعہ ہے، سب سے پہلے ہماری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا جس کے پاس صحائف کا ایک گٹھا تھا، حضرت ابو الیسر اور ان کے غلام دونوں نے ایک طرح کی دھاری دار چادر اور معافری کپڑا (معافر ایک جگہ کا نام ہے یہ چادر وہاں کی بنی ہوئی تھی) پہنا ہوا تھا، میں نے ان سے کہا اے چچا! میں آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھ رہا ہوں! انھوں نے کہا! فلاں بن فلاں حرامی (یہ بنو حرام کی طرف نسبت ہے) کے ذمہ میرا مال تھا، میں اس کے گھر گیا، سلام کیا اور میں نے پوچھا کیا وہ ہے؟ گھر والوں نے کہا نہیں ہے، پھر اچانک اس کا نوجوان بیٹا گھر سے نکلا، میں نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا، اس نے آپ کی آواز سنی تو وہ میری ماں کے چھپر کھٹ میں گھس گیا، میں نے کہا اب نکل آ، مجھے پتا چل گیا ہے تم کہاں ہو، وہ باہر نکل آیا، میں نے پوچھا مجھ سے چھپنے پر تم کو کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا؟ اس نے کہا بہ خدا میں آپ سے بیان کرتا ہوں اور میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا، بہ خدا میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ میں آپ سے

اللهِ مُعْسِرًا قَالَ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قُلْتُ آللهِ قَالَ
اللهِ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قَالَ فَأَتَى بِصَحِيفَتِهِ فَمَحَاهَا
بِيَدِهِ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ قَضَاءً فَاقْضِنِي وَإِلَّا
أَنْتَ فِي حِلٍّ فَأَشْهَدُ بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَضَعَ
إِصْبَعَيْهِ عَلَى عَيْنَيْهِ وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَعَاهُ
قَلْبِي هٰذَا وَأَشَارَ إِلَى مَنَاطِ قَلْبِهِ رَسُولَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ
مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّهِ قَالَ
فَقُلْتُ لَهُ أَنَا يَا عَمِّ لَوْ أَنَّكَ أَخَذْتَ بُرْدَةَ
غُلَامِكَ وَأَعْطَيْتَهُ مَعَافِرِيَّكَ وَأَخَذْتَ
مَعَافِرِيَّهُ وَأَعْطَيْتَهُ بُرْدَتَكَ فَكَانَتْ عَلَيْكَ
حُلَّةٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ
بَارِكْ فِيهِ يَا ابْنَ أَخِي بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَسَمْعُ
أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَعَاهُ قَلْبِي هٰذَا وَأَشَارَ إِلَى
مَنَاطِ قَلْبِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
يَقُولُ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ
مِمَّا تَلْبَسُونَ وَكَانَ أَنْ أَعْطَيْتُهُ مِنْ مَتَاعِ
الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ حَسَنَاتِي
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ مَضَيْنَا حَتَّى أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ
عَبْدِ اللهِ فِي مَسْجِدِهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ
وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فَتَخَطَّيْتُ الْقَوْمَ حَتَّى جَلَسْتُ
بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ أَتُصَلِّي
فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَرِدَاؤُكَ إِلَى جَنْبِكَ قَالَ فَقَالَ
بِيَدِهِ فِي صَدْرِي هٰكَذَا وَفَرَّقَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ
وَقَوَّسَهَا أَرَدْتُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ الْأَحْمَقُ مِثْلُكَ
فَيَرَانِي كَيْفَ أَصْنَعُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ أَتَانَا رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا
وَفِي يَدِهِ عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ فَرَأَى فِي قِبْلَةِ
الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِالْعُرْجُونِ ثُمَّ أَقْبَلَ

بات کروں اور جھوٹ بولوں اور میں آپ سے وعدہ کروں
اور اس کے خلاف کروں، حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے صحابی ہیں اور بہ خدا میں ایک غریب آدمی ہوں،
میں نے کہا خدا کی قسم! اس نے کہا خدا کی قسم، میں نے خدا کی
قسم، اس نے کہا خدا کی قسم، میں نے کہا خدا کی قسم، اس نے
کہا خدا کی قسم، پھر میں نے قرض کی دستاویز منگا کر اس کو اپنے
ہاتھ سے مٹا دیا اور کہا اگر تم ادا کر سکو تو ادا کر دینا ورنہ تم
بری الذمہ ہو، حضرت ابوالیسر نے اپنی دو آنکھوں پر انگلیاں رکھ
کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا
اور میرے کانوں نے سنا اور دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر کہا میرے
اس دل نے یاد رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس نے کسی مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر
دیا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا، میں نے
حضرت ابوالیسر سے کہا: اے چچا! اگر آپ اپنے غلام
سے دھاری دار چادر لے لیتے اور اس کو معافری کپڑا اپنے
دے دیتے یا اس سے معافری لے لیتے اور اس کو دھاری دار
کپڑا اوڑھنے دیتے تو آپ دونوں کے پاس حلے ہو جاتے!
(اوپر اور نیچے کی ایک طرح کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں)
انھوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا اے اللہ! اس میں
برکت دے، اے بھتیجے! میری ان دو آنکھوں نے دیکھا اور میرے
ان دو کانوں نے سنا اور دل کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر کہا میرے
اس دل نے یاد رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: اپنے غلاموں کو وہ چیز کھلاؤ جو تم کھاتے ہو
اور ان کو وہ کپڑا پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور میں اس کو دنیا
کا سامان دے دوں یہ میرے لیے اس سے زیادہ آسان
ہے کہ یہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے لے، پھر ہم
روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مسجد میں
پہنچے، وہ اس وقت ایک چادر لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے
تھے، میں لوگوں کو پھلانگ کر ان کے اور قبلہ کے درمیان

عَلَيْنَا فَقَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ
فَخَشَعْنَا ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ فَخَشَعْنَا ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ
يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْنَا لَا أَيُّنَا يَا رَسُولَ
اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي
فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قِبَلَ وَجْهِهِ
فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ
وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى
فَإِنْ عَجِلَتْ بِهِ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهِ هَكَذَا
ثُمَّ طَوَى ثَوْبَهُ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ
أَرُونِي عَبِيرًا فَقَامَ فَتًى مِنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ إِلَى
أَهْلِهِ فَجَاءَ بِخَلُوقٍ فِي رَاحَتِهِ فَأَخَذَهُ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَهُ
عَلَى رَأْسِ الْعُرْجُونِ ثُمَّ لَطَخَ بِهِ عَلَى أَثَرِ
النُّخَامَةِ فَقَالَ جَابِرٌ فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ
الْخَلُوقَ فِي مَسَاجِدِكُمْ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَطْنِ
بُوَاطٍ وَهُوَ يَطْلُبُ الْمَجْدِيَّ بْنَ عَمْرٍو
الْجُهَنِيَّ وَكَانَ النَّاضِحُ يَعْتَقِبُهُ مِنَّا
الْخَمْسَةُ وَالسِّتَّةُ وَالسَّبْعَةُ فَدَارَتْ
عُقْبَةُ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى نَاضِحٍ لَهُ
فَأَنَاخَهُ فَرَكِبَهُ ثُمَّ بَعَثَهُ فَتَلَدَّنَ
عَلَيْهِ بَعْضَ التَّلَدُّنِ فَقَالَ لَهُ شَأْ لَعَنَكَ
اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَنْ هَذَا اللَّاعِنُ بَعِيرَهُ قَالَ أَنَا
يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ انْزِلْ عَنْهُ فَلَا
تَصْحَبْنَا بِمَلْعُونٍ لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ
وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا
عَلَى أَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ

بیٹھ گیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ایک
کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کے پہلو میں دوسری
چادر رکھی ہے، حضرت جابر نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں
کو کھولا اور کمان کی شکل بنا کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا
میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تم جیسا احمق آدمی میرے
پاس آئے گا اور مجھ کو ایک چادر پہنے ہوئے نماز پڑھتے
دیکھے گا تو وہ بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکے گا، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس مسجد میں تشریف لائے
آپ کے دست مبارک میں ابن طاب (کھجور کی ایک قسم)
کی ایک شاخ تھی آپ نے مسجد کے قبلہ میں رینٹ (ناک
کی میل ہوئی رینٹ) لگی دیکھی، آپ نے اس شاخ سے
اس رینٹ کو کھرچ کر صاف کیا، پھر فرمایا: کیا تم میں سے کسی
شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض
کرے، حضرت جابر نے کہا ہم سہم گئے۔ آپ نے پھر
فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
سے اعراض کرے، حضرت جابر نے کہا ہم ڈر گئے، آپ
نے پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ
تعالیٰ اس سے اعراض کرے، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم
میں سے کسی کو یہ پسند نہیں ہے، آپ نے فرمایا جب
تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تبارک
و تعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے تو کوئی
شخص چہرے کے سامنے تھوکے نہ دائیں جانب تھوکے
وہ بائیں جانب، بائیں پیر کے نیچے تھوکے (یہ حکم اس
وقت کا ہے جب مٹی کا فرش ہوتا تھا اور تھوک کو مٹی کے
نیچے دفن کیا جا سکتا تھا، اب جبکہ موزائیک کے فرش ہوتے
ہیں اور ان پر قالین اور دریاں ہوتی ہیں، ان پر تھوک کر
بیماری اور گندگی پھیلانے کی اجازت نہیں ہے۔) اور اگر
تھوک نہ رکے تو کپڑے ہی لے کر اس طرح کرلے،
آپ نے کپڑے کو لپیٹ کر اور مسل کر دکھایا، پھر فرمایا

سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبُ
لَكُمْ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ عُشَيْشِيَةٌ وَدَنَوْنَا
مَاءً مِنْ مِيَاهِ الْعَرَبِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَجُلٌ يَتَقَدَّمُنَا
فَيَمْدُرُ الْحَوْضَ فَيَشْرَبُ وَيَسْقِينَا
قَالَ جَابِرٌ فَقُمْتُ فَقُلْتُ هَذَا رَجُلٌ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَجُلٍ مَعَ جَابِرٍ
فَقَامَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَانْطَلَقْنَا إِلَى
الْبِئْرِ فَنَزَعْنَا فِي الْحَوْضِ سَجْلًا أَوْ
سَجْلَيْنِ ثُمَّ مَدَرْنَاهُ ثُمَّ نَزَعْنَا فِيهِ
حَتَّى أَفْهَقْنَاهُ فَكَانَ أَوَّلَ طَالِعٍ عَلَيْنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
أَتَأْذَنَانِ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَشْرَعَ
نَاقَتَهُ فَشَرِبَتْ شَنَقَ لَهَا فَشَجَتْ
فَبَالَتْ ثُمَّ عَدَلَ بِهَا فَأَنَاخَهَا ثُمَّ
جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى الْحَوْضِ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ قُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ
مِنْ مُتَوَضَّإِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَذَهَبَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ يَقْضِي حَاجَتَهُ
فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِيُصَلِّيَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ
أَنْ أُخَالِفَ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ
لِي وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ فَنَكَّسْتُهَا
ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا ثُمَّ تَوَاقَصْتُ
عَلَيْهَا ثُمَّ جِئْتُ حَتَّى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ
بِيَدِي فَأَدَارَنِي حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ

مجھے خوشبو دکھاؤ، قبیلہ کا ایک نوجوان دوڑتا ہوا گھر گیا اور اپنی
ہتھیلی پر کچھ خوشبو لگا کر لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس خوشبو کو لے کر اس شاخ پر لگایا، پھر اس خوشبو کو
اس ریزش کے نشان پر لگایا۔ حضرت جابر نے کہا اسی
وجہ سے تم لوگ اپنی مسجدوں میں خوشبوئیں لگاتے ہو۔
(حضرت جابر نے کہا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے، "آپ مجدی بن عمرو جہنی"
کو ڈھونڈ رہے تھے، ایک اونٹ پر ہم پانچ، چھ اور
سات آدمی باری باری بیٹھتے تھے، ایک انصاری اونٹ
پر بیٹھنے لگا، اس نے اونٹ کو بٹھایا، پھر اس پر سوار ہوا،
پھر اس کو چلانے لگا، اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ شوخی
کی، اس نے اونٹ کو کہا "شأ، اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے،"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے اونٹ کو
لعنت کرنے والا کون شخص ہے؟ اس نے کہا یا رسول
اللہ یہ میں ہوں، آپ نے فرمایا اس اونٹ سے اتر جاؤ
ہمارے ساتھ کسی ملعون جانور کو نہ رکھو، اپنے آپ کو
بددعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددعا دو، اور نہ اپنے اموال کو بد
دعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ ساعت ہو جس میں اللہ تعالیٰ
سے کسی عطا کا سوال کیا جائے، وہ دعا مستجاب ہوتی ہو،
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے
حتیٰ کہ جب شام ہو گئی، اور ہم عرب کے پانیوں میں سے
کسی پانی کے قریب پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کون شخص ہے جو ہم سے پہلے جا کر حوض کو درست
کرے گا، وہ خود بھی پانی پیئے گا اور ہمیں بھی پلائے گا،
حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول
اللہ! یہ شخص حاضر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جابر کے ساتھ اور کون شخص جائے گا، تو حضرت جبار بن
صخر کھڑے ہوئے، ہم لوگ کنویں کے پاس پہنچے اور ہم نے
حوض میں ایک یا دو ڈول پانی ڈالا۔ پھر اس کو مٹی سے لیپا،

يَمِيْنِهِ. ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِيْ وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهِ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ يَعْنِيْ شُدَّ وَسَطَكَ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا جَابِرُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلٰى حَقْوِكَ. سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قُوْتُ كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً فَكَانَ يَمَصُّهَا ثُمَّ يَصُرُّهَا فِيْ ثَوْبِهِ وَكُنَّا نَخْتَبِطُ بِقِسِيِّنَا وَنَأْكُلُ حَتّٰى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا فَأُقْسِمُ أُخْطِئَهَا رَجُلٌ مِنَّا يَوْمًا فَانْطَلَقْنَا بِهِ نَنْعَشُهُ فَشَهِدْنَا أَنَّهُ لَمْ يُعْطَهَا فَأُعْطِيَهَا فَقَامَ فَأَخَذَهَا. سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ فَاتَّبَعْتُهُ بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى إِحْدَاهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا

پھر ہم نے حوض میں پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کو بھر دیا، پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں (مجھے پانی کی) اجازت دیتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے اپنی اونٹنی کو چھوڑا اور اس نے پانی پی لیا، پھر آپ نے اس کی باگ کھینچی اور اس نے پانی پینا بند کیا، اس نے پیشاب کیا اور آپ نے اس کو الگ لے جا کر بٹھا دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض پر تشریف لائے اور آپ نے حوض سے وضو کیا، پھر میں کھڑا ہوا اور جس جگہ سے آپ نے وضو کیا تھا اسی جگہ سے میں نے وضو کیا، پھر حضرت جبار بن صخر قضاء حاجت کے لیے چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے، میرے جسم پر ایک چادر تھی، میں اس کے دونوں کناروں کو پلٹنے لگا، وہ میرے کندھوں تک نہیں پہنچی، اس چادر کے پلو تھے، میں نے اس کو اوندھا کر کے اس کے دونوں کناروں کو پلٹا اور اس کو اپنی گردن پر باندھا (یہ اس حدیث کو بیان کرنے کی وجہ ہے) پھر میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھمایا حتیٰ کہ مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا، پھر حضرت جبار بن صخر آئے انہوں نے وضو کیا، پھر وہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے گھورنے لگے جس کو میں نہیں سمجھ سکا، پھر میں سمجھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، یعنی اپنی کمر کس کر باندھ لو، تاکہ تمہارا استر نہ کھلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کپڑا بڑا ہو تو اس کے دونوں کنارے الٹ

فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِيرِ الْمَخْشُوشِ الَّذِي يُصَانِعُ قَائِدَهُ حَتّٰى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرٰى فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا لَأَمَ بَيْنَهُمَا يَعْنِي جَمَعَهُمَا فَقَالَ الْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَأَمَتَا قَالَ جَابِرٌ فَخَرَجْتُ أُحْضِرُ مَخَافَةَ أَنْ يُحِسَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُرْبِي فَيَبْتَعِدَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ فَيَتَبَعَّدَ فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِي فَحَانَتْ مِنِّي لَفْتَةٌ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ وَقْفَةً فَقَالَ بِرَأْسِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ أَبُو إِسْمَاعِيلَ بِرَأْسِهِ يَمِينًا وَشِمَالًا ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَمَّا انْتَهٰى إِلَيَّ قَالَ يَا جَابِرُ هَلْ رَأَيْتَ مَقَامِي قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَانْطَلِقْ إِلَى الشَّجَرَتَيْنِ فَاقْطَعْ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا فَأَقْبِلْ بِهِمَا حَتّٰى إِذَا قُمْتَ مَقَامِي فَأَرْسِلْ غُصْنًا عَنْ يَمِينِكَ وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِكَ قَالَ جَابِرٌ فَقُمْتُ فَأَخَذْتُ حَجَرًا فَكَسَرْتُهُ وَحَسَرْتُهُ فَانْذَلَقَ لِي فَأَتَيْتُ الشَّجَرَتَيْنِ فَقَطَعْتُ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا ثُمَّ أَقْبَلْتُ أَجُرُّهُمَا حَتّٰى قُمْتُ مَقَامَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلْتُ

لو اور جب کپڑا تنگ ہو تو اس کو کمر پر باندھ لو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ان دنوں ہم میں سے ہر شخص کی خوراک ایک کھجور تھی، وہ اس کھجور کو چوستا اور پھر اس کو اپنے کپڑے میں رکھ لیتا۔ ہم اپنی کمانوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے تھے اور کھاتے تھے، حتیٰ کہ ہماری باچھوں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک آدمی کھجوریں تقسیم کرتا تھا ایک دن اس نے بھولے سے ایک شخص کو کھجور نہیں دی، اس کا یہ گمان تھا کہ وہ کھجور دے چکا ہے۔ اس میں تنازع ہوا، ہم نے شہادت دی کہ اس کو کھجور نہیں ملی۔ ہم ضعف کی وجہ سے اس کو اٹھا کر لائے تھے، اس کو کھجور دی گئی اس نے کھڑے ہو کر کھجور لی۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم ایک کشادہ وادی میں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے۔ میں چمڑے کے ایک تھیلے میں پانی لے کر آپ کے پیچھے گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کو آڑ کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے، آپ نے ان کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی، آپ نے فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ کا فرمانبردار ہو گیا جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے ہانکنے والے کے تابع ہوتا ہے۔ پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے اذن سے میری اطاعت کر، وہ اسی درخت کی طرح آپ کے تابع ہو گیا، حتیٰ کہ جب آپ دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ نے ان دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا اللہ کے اذن سے تم دونوں جڑ جاؤ، سو وہ دونوں درخت جڑ گئے حضرت جابر نے کہا میں اس خیال سے نکلا کہ کہیں رسول اللہ

غُصْنًا عَنْ يَمِينِي وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِي
ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ
اللّٰهِ فَعَمَّ ذَاكَ قَالَ إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ
يُعَذَّبَانِ فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِي أَنْ يُرَفَّهَ
عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ قَالَ
فَأَتَيْنَا الْعَسْكَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ نَادِ بِوَضُوْءٍ
فَقُلْتُ أَلَا وَضُوْءَ أَلَا وَضُوْءَ أَلَا وَضُوْءَ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ
فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ
الْأَنْصَارِ يُبَرِّدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءَ فِي أَشْجَابٍ لَهُ عَلَى
حِمَارَةٍ مِنْ جَرِيْدٍ قَالَ فَقَالَ لِي انْطَلِقْ
إِلَى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَانْظُرْ
هَلْ فِي أَشْجَابِهِ مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَانْطَلَقْتُ
إِلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيهَا فَلَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا
قَطْرَةً فِي عَزْلَاءِ شَجْبٍ مِنْهَا لَوْ أَنِّي
أُفْرِغُهُ لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا قَطْرَةً
فِي عَزْلَاءِ شَجْبٍ مِنْهَا لَوْ أَنِّي أُفْرِغُهُ
لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ قَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهِ
فَأَتَيْتُهُ بِهِ فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ
بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ وَيَغْمِزُهُ بِيَدَيْهِ
ثُمَّ أَعْطَانِيهِ فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ بِجَفْنَةٍ
فَقُلْتُ يَا جَفْنَةَ الرَّكْبِ فَأُتِيتُ بِهَا
تُحْمَلُ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ
فِي الْجَفْنَةِ هٰكَذَا فَبَسَطَهَا وَفَرَّقَ بَيْنَ

صلے اللہ علیہ وسلم مجھے قریب دیکھ کر کہیں دور نہ چلے جائیں، (محمد بن عباد نے فیبتعد کا لفظ کہا) میں بیٹھا ہوا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا، میں نے اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، اور ان درختوں میں سے ہر ایک درخت اپنے تنے پر کھڑا ہوا الگ ہو رہا ہے، میں نے دیکھا ایک لحظہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے، پھر آپ نے اپنے سر سے اس طرح اشارہ کیا، ابو اسماعیل نے اپنے سر سے دائیں بائیں اشارہ کر کے دکھایا، پھر آپ میری طرف آنے لگے جب آپ میرے پاس پہنچے تو فرمایا اے جابر تم نے دیکھا تھا جہاں میں کھڑا تھا، میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ کاٹ کر لاؤ، اور جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا تھا تو ایک شاخ اپنی دائیں جانب اور ایک شاخ اپنی بائیں جانب ڈال دینا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر ایک پتھر کو تیز کیا، پھر میں ان درختوں کے پاس گیا اور ہر ایک سے ایک شاخ توڑ لی، پھر میں ان کو گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے میں نے ایک شاخ اپنے دائیں جانب اور دوسری بائیں جانب ڈال دی، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق کر دیا مگر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس جگہ دو قبروں کے پاس سے گزرا جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، میں نے ان پر تخفیف عذاب کے لیے اپنی شفاعت کو پسند کیا، جب تک شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم پھر لشکر میں آ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر پانی کا اعلان کرو، میں نے کہا سنو پانی لاؤ، سنو پانی لاؤ، سنو پانی لاؤ۔ میں نے

أَصَابِعِهِ ثُمَّ وَضَعَهَا فِي قَعْرِ الْجَفْنَةِ وَقَالَ خُذْ يَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَيَّ وَقُلْ بِاسْمِ اللَّهِ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَوَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَتِ الْجَفْنَةُ وَدَارَتْ حَتَّى امْتَلَأَتْ فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ بِمَاءٍ قَالَ فَأَتَى النَّاسُ فَاسْتَقَوْا حَتَّى رَوُوا قَالَ فَقُلْتُ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ لَهُ حَاجَةٌ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الْجَفْنَةِ وَهِيَ مَلْأَى وَشَكَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ فَقَالَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يُطْعِمَكُمْ فَأَتَيْنَا سِيفَ الْبَحْرِ فَزَخَرَ الْبَحْرُ زَخْرَةً فَأَلْقَى دَابَّةً فَأَوْرَيْنَا عَلَى شِقِّهَا النَّارَ فَاطَّبَخْنَا وَاشْتَوَيْنَا وَأَكَلْنَا حَتَّى شَبِعْنَا قَالَ جَابِرٌ فَدَخَلْتُ أَنَا وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ حَتَّى عَدَّ خَمْسَةً فِي حِجَاجِ عَيْنِهَا مَا يَرَانَا أَحَدٌ حَتَّى خَرَجْنَا فَأَخَذْنَا ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَقَوَّسْنَاهُ ثُمَّ دَعَوْنَا بِأَعْظَمِ رَجُلٍ فِي الرَّكْبِ وَأَعْظَمِ جَمَلٍ فِي الرَّكْبِ وَأَعْظَمِ كِفْلٍ فِي الرَّكْبِ فَدَخَلَ تَحْتَهُ مَا يُطَأْطِئُ رَأْسَهُ.

عرض کیا: یا رسول اللہ! قافلہ میں تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پرانی مشک میں جو درخت کی ٹہنیوں پہ لٹکی رہتی تھی، پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم فلاں ابن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو اس کی مشک میں پانی ہے یا نہیں؟ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا تو اس مشک میں پانی کا صرف ایک قطرہ تھا اگر میں اس مشک کو اوندھا کرتا تو سوکھی مشک اس پانی کو پی جاتی، سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس مشک میں پانی کا صرف ایک قطرہ ہے اگر میں نے اس کو الٹا کیا تو وہ قطرہ اس سوکھی ہوئی مشک میں جذب ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اس مشک کو میرے پاس لے کر آؤ۔ میں اس مشک کو لے کر آیا تو آپ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا اب مجھے پتا نہیں آپ نے اس مشک سے کیا کلام فرمایا، آپ اپنے دست مبارک سے اس مشک کو دباتے جاتے تھے، آپ نے وہ مشک میرے حوالے کی اور فرمایا جاؤ، قافلہ میں اعلان کرو کہ پانی کا کوئی بڑا ٹب لے آئیں۔ میں نے اعلان کیا: اے قافلے والو ٹب لے آؤ! پھر وہ ٹب اٹھا کر لایا گیا، میں نے اس کو لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اس میں اپنا ہاتھ ڈالا، آپ نے اپنی انگلیاں منتشر کر کے ہاتھ پھیلا دیا، پھر ہاتھ ٹب کی گہرائی میں رکھا، پھر فرمایا: اے جابر! بسم اللہ پڑھ کر میرے ہاتھ پہ مشک انڈیلو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر مشک انڈیلی۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا، حتیٰ کہ اس ٹب میں پانی جوش سے ابلنے لگا اور وہ ٹب بھر گیا، آپ نے فرمایا: اے جابر! اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ جائے۔ پھر لوگ آئے انہوں نے پانی پیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، میں نے کہا: کیا کوئی ایسا بچا ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹب سے ہاتھ اٹھا لیا درآں حالیکہ وہ ٹب بھرا ہوا تھا، اور لوگوں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کھلائے گا، پھر ہم سمندر کے کنارے پہنچے، سمندر سے ایک موج آئی اور اس نے ایک سمندری جانور لا کر پھینک دیا، ہم نے سمندر کے کنارے آگ جلائی اور جانور کو بھون کر پکایا اور اس کو کھایا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے۔ حضرت جابر نے کہا میں اور فلاں اور فلاں انھوں نے پانچ آدمی گنے، ہم اس کی آنکھ کے گوشے میں گھس جاتے تھے اور ہم کو کوئی نہیں دیکھتا تھا، حتیٰ کہ ہم باہر نکل آتے، ہم نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لے کر اس کو کمان کی ہیئت میں کھڑا کر دیا، پھر ہم نے قافلہ میں سے سب سے بڑے آدمی کو بلایا اور قافلہ میں سے سب سے بڑے اونٹ کو بلایا وہ قافلہ کے سب سے بڑے پالان کو اس اونٹ پر رکھ کر اس اونٹ پر بیٹھا اور سر جھکائے بغیر اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔

حضرت جابر کی حدیث کی تشریح

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح لکھتے ہیں:

”فلاں بن فلاں حرامی کے ذمہ میرا مال تھا“

بنو حرام کی طرف نسبت کر کے حرامی کہا ہے بعض روایات میں جزامی ہے۔

حضرت جابر ایک کپڑے کو اپنے جسم پر لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ زیادہ کپڑوں کے باوجود ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جب اس کے پاس وسعت ہو تو زیادہ کپڑے پہنے، حضرت جابر نے بیان جواز کے لیے اس طرح کیا تھا۔

حضرت جابر نے ابن عبادہ بن صامت سے کہا میں نے ایک کپڑے میں نماز اس لیے پڑھی ہے کہ تم ایسے احمق کو بھی معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔

یہاں احمق سے مراد جاہل ہے۔ اور حقیقت میں احمق اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کسی کام کے مضر ہونے کا علم ہو اس کے باوجود وہ شخص اس کام کو کرے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شاگرد کو تنبیہ، تادیب اور تعزیر کے لیے اس قسم کے الفاظ کہنا جائز ہیں، کیونکہ احمق اور ظالم ایسے لفظ ہیں کہ بہت کم لوگ ان کے ساتھ متصف ہونے سے بچے رہیں گے اور جو شخص تادیب، توبیخ، اور سخت بات کہے جانے کا مستحق ہو، اس کے لیے متقی اور پرہیزگار لوگ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر اور جبار سے فرمایا کیا تم دونوں مجھے پانی پینے کی اجازت دیتے ہو؟

اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مواقع پر اجازت طلب کر لے، آداب شرعیہ، تقویٰ اور احتیاط پر عمل کرنے کی تعلیم دی ہے، ہر چند کہ وہ دونوں آپ کے پانی پینے پر راضی تھے بلکہ وہ اسی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حوض سے پانی لے کر وضو کیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس پانی سے اونٹ یا کسی اور حلال جانور نے پانی پیا ہو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، میں آکر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھمایا اور مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے اور یہ ضرورت کے وقت مکروہ نہیں ہے البتہ بلا ضرورت مکروہ ہے، اور یہ کہ اگر مقتدی صرف ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو، اور اگر وہ بائیں جانب کھڑا ہو تو امام اس کو دائیں جانب کر دے، اور اگر دو مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف بنائیں گے۔ [1]

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت کے آنے کا ذکر ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ دو قبریں ہیں اور قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب برزخ میں ہوتا ہے اس سے یہ صراحت معلوم ہوا کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تھے تو برزخ والوں کے احوال سے بے خبر نہیں تھے اور قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ برزخ میں ہوں گے تو دنیا والوں کے احوال سے غافل نہیں ہوں گے، نیز آپ نے فرمایا ان کی قبروں پر درخت کی شاخیں رکھ دو، جب تک وہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں کمی ہوگی۔ اس سے یہ صراحت معلوم ہوا کہ آپ دنیا میں رہ کر برزخ والوں کی مدد فرماتے تھے، اور قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ برزخ میں ہوں گے تو دنیا والوں کی مدد فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا جب تک ان شاخ کے پتے تر و تازہ رہیں گے، قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی، یہ حدیث قبر پر پھول رکھنے کی اصل ہے اور تر و تازہ کی قید کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کی زیادہ توقع ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قبروں پر پھول رکھنا منع ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے جو قبر پر شاخیں رکھنے کے لیے فرمایا تھا یہ آپ کی خصوصیت ہے، یہ قول باطل ہے یہ قول خصوصیت اس وقت ہوتا جب آپ نے بالعموم قبر پر شاخیں رکھنے سے منع فرمایا ہوتا۔

بَابٌ فِیْ حَدِیْثِ الْهِجْرَةِ وَیُقَالُ لَهٗ حَدِیْثُ الرَّحْلِ بِالْحَاءِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

۷۳۸۱ - حَدَّثَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْیَنَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے والد کے پاس ان

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۸ - ۴۱۷ ملخصاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ
جَآءَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ إِلٰى أَبِيْ فِيْ مَنْزِلِهٖ
فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ ابْعَثْ
مَعِيَ ابْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِيْ إِلٰى مَنْزِلِيْ فَقَالَ
لِيْ أَبِيْ احْمِلْهُ فَحَمَلْتُهٗ وَخَرَجَ أَبِيْ مَعَهٗ
يَنْتَقِدُ ثَمَنَهٗ فَقَالَ لَهٗ أَبِيْ يَا أَبَا بَكْرٍ
حَدِّثْنِيْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا لَيْلَةَ سَرَيْتَ مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ
أَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا كُلَّهَا حَتّٰى قَامَ قَائِمُ
الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ فَلَا يَمُرُّ فِيْهِ
أَحَدٌ حَتّٰى رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا
ظِلٌّ لَمْ تَأْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ بَعْدُ فَنَزَلْنَا
عِنْدَهَا فَأَتَيْتُ الصَّخْرَةَ فَسَوَّيْتُ بِيَدِيْ
مَكَانًا يَنَامُ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيْ ظِلِّهَا ثُمَّ بَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً
ثُمَّ قُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَنَا أَنْفُضُ لَكَ
مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ
فَإِذَا أَنَا بِرَاعِيْ غَنَمٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهٖ إِلَى الصَّخْرَةِ
يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِيْ أَرَدْنَا فَلَقِيْتُهٗ فَقُلْتُ لِمَنْ
أَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ
قُلْتُ أَفِيْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفَتَحْلُبُ
لِيْ قَالَ نَعَمْ فَأَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ
الضَّرْعَ مِنَ الشَّعَرِ وَالتُّرَابِ وَالْقَذٰى قَالَ
فَرَأَيْتُ الْبَرَآءَ يَضْرِبُ بِيَدِهٖ عَلَى الْأُخْرٰى
يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِيْ قَعْبٍ مَعَهٗ كُثْبَةً مِنْ
لَبَنٍ قَالَ وَمَعِيَ إِدَاوَةٌ أَرْتَوِيْ فِيْهَا لِلنَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ مِنْهَا وَيَتَوَضَّأُ
قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهٗ مِنْ نَوْمِهٖ فَوَافَقْتُهٗ

کے گھر گئے اور ان سے ایک کجاوہ خرید ا اور کہا اپنے بیٹے
کو میرے ساتھ بھیج دو وہ اس کجاوہ کو اٹھا کر میرے گھر پہنچا
دیں، میرے والد نے مجھ سے کہا اس کو اٹھاؤ، میں نے اس
کو اٹھا لیا، اور میرے والد حضرت ابوبکر کے ساتھ نکلے اور قیمت
پرکھنے لگے، میرے والد نے ان سے کہا اے ابوبکر!
جس رات آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ
سے مدینہ) گئے تھے، اس کے متعلق مجھے بتائیں کہ آپ
دونوں کیا کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! ہم دونوں اس پوری رات
چلتے رہے، حتی کہ دن ہو گیا اور ٹھیک دوپہر کا وقت آگیا،
اور راستہ چلنے والوں سے خالی تھا حتی کہ ہمیں سامنے ایک
لمبا پتھر دکھائی دیا جس کا سایہ پڑ رہا تھا، ابھی تک وہاں دھوپ
نہیں آئی تھی۔ میں اس پتھر کے پاس گیا، اور اس جگہ کو اپنے
ہاتھ سے ہموار کیا تاکہ اس کے سائے میں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم آرام کر سکیں، پھر اس پر پوستین بچھائی پھر میں نے کہا
یارسول اللہ! آپ اس پر آرام فرمائیں، اور میں آپ کے اردگرد
دیکھ بھال کرتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں آپ
کے اردگرد دیکھ بھال کرتا رہا، میں نے ایک بکریوں کا چرواہا
دیکھا جو اپنی بکریاں چراتا ہوا اس پتھر کی طرف آرہا تھا وہ بھی
اس پتھر سے وہی چاہتا تھا جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا میں
نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے مدینہ کے
ایک شخص کا نام لیا، میں نے پوچھا کیا تمہاری بکریوں میں دودھ
ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے کہا کیا تم میرے لیے دودھ
دوہو گے؟ اس نے کہا ہاں! اس نے ایک بکری پکڑی، میں
نے اس سے کہا تھن کو بال مٹی اور تنکوں سے صاف کر لو،
راوی کہتا ہے میں نے حضرت براء کو دیکھا وہ اپنا ایک
ہاتھ دوسرے ہاتھ پہ مار کر دکھا رہے تھے، اس غلام نے
اپنے ایک لکڑی کے پیالہ میں میرے لیے دودھ دوہا،
حضرت ابوبکر نے کہا میرے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ
تھا، جس میں، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پینے اور

استيقظ فصببت على اللبن من الماء حتى برد أسفله فقلت يا رسول الله اشرب من هذا اللبن قال فشرب حتى رضيت ثم قال ألم يأن للرحيل قلت بلى قال فارتحلنا بعد ما زالت الشمس واتبعنا سراقة بن مالك قال ونحن في جلد من الأرض فقلت يا رسول الله أتينا فقال لا تحزن إن الله معنا فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فارتطمت فرسه إلى بطنها أرى فقال إني قد علمت أنكما قد دعوتما علي فادعوا لي فالله لكما أن أرد عنكما الطلب فدعا الله فنجى فرجع لا يلقى أحدا إلا قال قد كفيتكم ما هنا فلا يلقى أحدا إلا رده قال ووفى لنا.

وضو کے لیے پانی رکھا تھا، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہیں کیا، اتفاق سے آپ خود بیدار ہو گئے، پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ دودھ پی لیجئے، آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: کیا ابھی روانگی کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں، پھر زوال آفتاب کے بعد ہم روانہ ہو گئے، سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا، ہم سخت زمین پر تھے، میں نے کہا کافر ہم تک پہنچ گئے، آپ نے فرمایا: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر آپ نے سراقہ بن مالک کے لیے دعاء ضرر کی، میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، اس نے کہا مجھے یقین ہے تم دونوں نے میرے خلاف دعاء ضرر کی ہے، اب تم میرے حق میں دعاء خیر کرو، میں قسم کھاتا ہوں کہ جو بھی تم کو ڈھونڈنے آئے گا میں اس کو واپس کر دوں گا، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ نجات پا کر لوٹ گیا، پھر اس کو جو کافر بھی ملتا وہ اس سے کہتا میں تمہارا کام کر چکا ہوں وہ یہاں نہیں ہیں اور جو شخص بھی اس سے ملتا وہ اس کو واپس کر دیتا، اور اس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

۷۳۸۲ - وحدثنيه زهير بن حرب حدثنا عثمان بن عمر ح وحدثناه إسحق بن إبراهيم أخبرنا النضر بن شميل كلاهما عن إسرائيل عن أبي إسحق عن البراء قال اشترى أبو بكر من أبي رحلا بثلاثة عشر درهما وساق الحديث بمعنى حديث زهير عن أبي إسحق وقال في حديثه من رواية عثمان بن عمر فلما دنا دعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فساخ فرسه في الأرض إلى بطنه و

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے میرے والد سے تیرہ درہم میں ایک کجاوہ خریدا، عثمان بن عمر کی روایت میں ہے کہ جب سراقہ قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعاء ضرر کی، اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، وہ گھوڑے سے کودا اور اس نے کہا: اے محمد! مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارا کام ہے، اب اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس سے نجات دے دے، اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جو بھی میرے بعد آپ کی تلاش میں آئے گا، میں آپ کو

وَلَبَ عَنْهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ هٰذَا عَمَلُكَ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُخَلِّصَنِيْ مِمَّا أَنَا وَلَكَ عَلَيَّ لَأُعَمِّيَنَّ عَلٰى مَنْ وَرَائِيْ وَهٰذِهٖ كِنَانَتِيْ فَخُذْ سَهْمًا مِنْهَا فَإِنَّكَ سَتَمُرُّ عَلٰى إِبِلِيْ وَغِلْمَانِيْ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَخُذْ مِنْهَا حَاجَتَكَ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ إِبِلِكَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ لَيْلًا فَتَنَازَعُوْا أَيُّهُمْ يَنْزِلُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْزِلُ عَلٰى بَنِي النَّجَّارِ أَخْوَالِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أُكْرِمُهُمْ بِذٰلِكَ فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ـ

اس سے مخفی رکھوں گا، یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ ایک تیر لے لیں، کیونکہ عنقریب فلاں فلاں مقام پر آپ کا میرے اونٹوں اور غلاموں سے گذر ہوگا، آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں، آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں ہے، پھر ہم رات کے وقت مدینہ پہنچے، لوگ اس پر آپس میں جھگڑنے لگے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس کے پاس ٹھہریں گے، آپ نے فرمایا میں بنو نجار کے پاس ٹھہروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں، اپنے قیام سے ان کی عزت افزائی کروں گا، پھر تمام مرد اور عورتیں اپنے اپنے مکانوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور غلام راستوں میں نعرے لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے شخص کی بکریوں کا دودھ پلانے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے ابی نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو اس نے مدینہ کے ایک شخص کا نام لیا؛

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں مدینہ کا لغوی معنی شہر مراد ہے یعنی اس نے مکہ کے ایک شخص کا نام لیا کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا۔

اس حدیث میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چرواہے سے کہا: کیا تم بکریوں سے دودھ دوہ کر ہمیں دو گے؟ اس نے کہا ہاں، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پلایا؛

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ چرواہا ان بکریوں کا مالک نہیں تھا، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ لے کر کیسے پلایا، اس سوال کے چند جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ اہل عرب میں رواج تھا کہ بکریوں کے مالک چرواہوں کو یہ اجازت دیتے تھے کہ وہ کسی مہمان یا مسافر کو بکریوں کا دودھ پلا دیں۔

(۲)۔ جس شخص کی وہ بکریاں تھیں وہ حضرت ابوبکر کا دوست تھا، اسی لیے انہوں نے پہلے یہ معلوم کر لیا تھا کہ یہ کس کی بکریاں ہیں۔

(۳)۔ شاید وہ حالت اضطرار میں تھے، لیکن پہلے دو جواب زیادہ عمدہ ہیں۔ [لہ]

حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن پہننے کی نوید

اس حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا؛

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے چلے گئے، تو قریش نے آپ کو واپس لانے کے لیے سو اونٹ انعام رکھے، سراقہ نے کہا میں اپنے لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے ابھی تین آدمیوں کو گزرتے ہوئے دیکھا ہے، اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں، سراقہ نے کہا میں نے اس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور بات بناتے ہوئے کہا وہ تو بنو فلاں ہیں جو اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں، پھر میں گھر گیا اور اپنا گھوڑا نکالا، روانگی سے پہلے تیر سے فال نکالی تو وہ میرے خلاف نکلی لیکن بہر حال میں یہ امید لے کر چل پڑا کہ میں ان کو پکڑ کر لے آؤں گا اور سو اونٹوں کا انعام حاصل کر لوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے برحق ہونے پر حضرت سراقہ میں ایک اور نشانی ظاہر کی، ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غیب پر مطلع کیا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تم کسریٰ کے کنگن، اس کا منطقہ (جواہر والا پٹکا) اور تاج پہنو گے، اور جب ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن، منطقہ اور تاج آئے تو حضرت عمر نے سراقہ کو بلا کر وہ کنگن پہنا دیے اور فرمایا یہ کہو کہ اللہ اکبر، الحمد للہ، اللہ کا شکر ہے جس نے کسریٰ سے ان کنگنوں کو چھینا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بنو مدلج کے ایک اعرابی (دیہاتی) کو وہ کنگن پہنا دیے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ٹھہرانے کی تفصیل

اس حدیث میں ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو مدینہ کے لوگ آپس میں اپنے اپنے ہاں ٹھہرانے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔

سیرت کی کتابوں میں اہل مدینہ کے جھگڑنے کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ ذکر ہے کہ جب انصار نے یہ سنا کہ آپ مکہ سے آرہے ہیں، تو وہ صبح سے شام تک آپ کا انتظار کرتے تھے، اسی طرح کئی دن گزر گئے، جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ اپنے گھروں کو جا چکے تھے، سب سے پہلے آپ کو ایک یہودی نے دیکھا وہ انصار کو آپ کا انتظار کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا، اس نے با آواز بلند کہا اے بنو قیلہ! جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آ گئے، لوگوں نے آپ کو کھجور کے سائے میں بیٹھا دیکھا، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بھی بیٹھے ہوئے تھے، اکثر لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر سے ملنے لگے، تب حضرت ابوبکر اٹھے اور چادر تان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں بنو عمرو بن عوف کے پاس ٹھہرے، آپ نے پیر، منگل، بدھ اور جمعرات تک وہاں قیام فرمایا، پھر آپ سالم بن عوف کے محلہ میں تشریف لے گئے اور جمعہ وہاں پڑھایا، پھر بنو سالم میں سے حضرت عتبان بن مالک اور حضرت عباس بن عبادہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کچھ روز ہمارے پاس ٹھہریے، آپ نے فرمایا اس اونٹنی کو جانے دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، جہاں یہ ٹھہرے گی، میں وہیں قیام کروں گا، جب اونٹنی بنو بیاضہ

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۳۱۹-۳۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کے ہاں پہنچی تو انھوں نے ٹھہرانے کی درخواست کی، آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر بنو ساعدہ سے گذر ہوا، انھوں نے بھی ٹھہرانے کی درخواست کی ان کو بھی آپ نے یہ جواب دیا، پھر بنو الحارث بن الخزرج، پھر عدی بن النجار کے پاس سے گذر ہوا اور ان کو بھی یہی جواب ملا، جب اونٹنی بنو مالک بن نجار کے ہاں پہنچی تو وہاں بیٹھ گئی، (یہ آپ کے ماموں تھے) ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس اونٹنی سے نہیں اترے تھے کہ وہ اٹھ کر پھر چلنے لگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار چھوڑی ہوئی تھی اور آپ اس کو کسی طرف نہیں موڑ رہے تھے، حتیٰ کہ وہ پہلی جگہ پھر لوٹ آئی، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے اترے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے کجاوے کو اٹھایا اور اپنے گھر میں رکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر قیام فرمایا، حتیٰ کہ مسجد بن گئی پھر آپ مسجد کے حجرے میں منتقل ہو گئے، اس حدیث میں صحابہ کے تنازع کا ذکر ہے ہو سکتا ہے اس سے یہ مراد ہو کہ سب آپ کو اپنے گھر ٹھہرنے کی دعوت دیتے تھے۔ [1]

اس حدیث میں ہے مدینہ کے مرد، عورتیں، لڑکے اور نوکر یہ نعرہ لگا رہے تھے یا محمد، یا رسول اللہ،

قاضی عیاض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے دلوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھی تھی اس وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور نصرت کی۔

یا محمد کے ساتھ خطاب اور ندا میں بحث و نظر

اس حدیث میں یا محمد اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے کا جواز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل مدینہ یا محمد یا رسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے۔

بعض علماء نے قرآن مجید کی اس آیت کی بناء پر یا محمد کہنے سے منع فرمایا ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (نور: ۶۳) اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہاں اس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا قال اللہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ "رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو" کہ اے زید! اے عمرو! بلکہ یوں عرض کرو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین! یا شفیع المذنبین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلک اجمعین۔

ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھاھم اللہ عن ذلک اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے" بیہقی، امام علقمہ و امام اسود، ابو نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۱ - ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کہو۔ اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بک الی ربی۔ تاہم اس جگہ یارسول اللہ یا نبی اللہ کہنا چاہیے حالانکہ الفاظِ دعا میں حتی الوسع تغییر نہیں کی جاتی، کما یدل علیہ حدیث نبیک الذی ارسلت ورسولک الذی ارسلت۔ یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تفصیل اپنے مجموعہ فتاویٰ مسمیٰ بہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ [1]

امام احمد رضا رحمہ اللہ کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یا محمد کہنا حرام ہے، حتیٰ کہ جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث کی جس روایت میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دعا میں یا محمد انی توجھت بک الی ربی (اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) کہنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی اس میں بھی یا محمد کے بجائے یارسول اللہ کہا جائے، جب کہ دعا کے الفاظ میں رد و بدل نہیں کیا جاتا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیت مضجعک فتوضأ وضوءک للصلوۃ ثم اضطجع علی شقک الایمن ثم قل اللھم اسلمت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لاملجأ ولا منجا منک الا الیک اللھم امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت فان مت من لیلتک فانت علی الفطرۃ واجعلھن اٰخر ما تتکلم بہ قال فرددتھا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغت اللھم اٰمنت بکتابک الذی انزلت ورسولک قال لا وبنبیک الذی ارسلت۔ [2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرو۔ پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ، پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تجھے سونپا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تجھ سے نجات اور پناہ صرف تیری ہی طرف ہے، اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی، اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو تم (دین) فطرت پر ہو گے (یہ دعا تمہارا آخری کلام ہونا چاہیے) راوی کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کلمات دہرائے اور جب اللھم اٰمنت بکتابک الذی انزلت پر پہنچا تو نبیک کی جگہ رسولک پڑھا، آپ

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۰، ۲۷، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے فرمایا نہیں (وہی پڑھو جو میں نے کہا تھا) وبنبیک الذی ارسلت۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں جو کلمات تعلیم فرمائے ہوں ان میں تغیر وتبدل جائز نہیں ہے۔ اور امام احمد رضا نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ دعا میں یا محمد کہنے کی تعلیم دی ہے، لیکن یا محمد کی بجائے یا رسول اللہ کہنا چاہیے!!

ہمارے نزدیک وہی صحیح ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اور صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث میں صحابہ کرام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا محمد کہنے کا ذکر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو، صحابہ کرام کا عمل ہو، اس سے بڑھ کر جواز کی اور کیا دلیل ہوگی! باقی رہا یہ شبہ کہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لے کر بلانے سے منع فرمایا ہے، سو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ دعاء الرسول میں اضافت الی المفعول ہو اور دعا کا معنی پکارنا کیا جائے معنی یہ کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اور اگر دعاء الرسول میں اضافت الی الفاعل ہو اور دعا کا معنی بلانا ہو اور یہ معنی ہو کہ رسول اللہ کے بلانے کو اس طرح نہ قرار دو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے اور تمہارے بلانے پر جانا فرض نہیں ہے، یا اضافت الی الفاعل ہو اور دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہو یعنی اپنے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اپنی دعا کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا کا قبول ہونا حتمی اور یقینی ہے اور تمہاری دعا کا قبول ہونا حتمی اور یقینی نہیں ہے، موخر الذکر دونوں صورتوں میں اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نام سے پکارنے کی ممانعت نہیں ہوگی، اور مفسرین کرام نے اس آیت میں یہ تینوں احتمال بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو اپنی طرح قرار نہ دو، کیونکہ اس سے پہلے قرآن مجید کی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مسلمان آپ کے پاس سے نہ جائیں اس کے بعد ہے آپ کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ؕ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یؤمنون باللہ ورسولہ ۚ فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ؕ ان اللہ غفور رحیم ٥ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ؕ قد

مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ مل کر کسی کام پر (حاضر) ہوں تو آپ سے اجازت حاصل کیے بغیر نہ جائیں (اے حبیب!) جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر اگر وہ آپ سے اپنے کسی کام کی اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت چاہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا

يعلم الله الذين يتسللون منكم لواذا فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم ○

(النور: ۶۳ - ۶۲)

بے شک رحم فرمانے والا ہے، اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انھیں کوئی آفت پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔

اس آیت کا سیاق وسباق اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ دعاء الرسول میں اضافت الی الفاعل ہے اور قرآن مجید کی نظم اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے جب وہ معنی کیا جائے جو ہم نے بیان کیا ہے، اب ہم اپنے موقف کو مفسرین کرام کی عبارات کی روشنی میں واضح کرتے ہیں:

امام رازی لکھتے ہیں:

اما قوله تعالى لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا ففيه وجوه (احدها) وهو اختيار المبرد والقفال و لا تجعلوا امره اياكم ودعاءه لكم كما يكون من بعضكم لبعض اذ كان امره فرضا لازما والذى يدل على هذا قوله عقيب هذا فليحذر الذين يخالفون عن امره (وثانيها) لا تنادوه كما ينادى بعضكم بعضا يا محمد يا ابا القاسم ولكن قولوا يا رسول الله يا نبى الله عن سعيد بن جبير (وثالثها) لا ترفعوا اصواتكم فى دعائه وهو المراد من قوله ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله عن ابن عباس . (ورابعها) احذروا دعاء الرسول عليكم اذا اسخطتموه فان دعاءه موجب ليس كدعاء غيره والوجه الاول اقرب الى نظم الآية .[1]

آیت کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول الآیۃ میں کئی تفسیریں ہیں:

(۱) مبرد اور قفال کا اختیار یہ ہے کہ جب رسول تم کو حکم دیں اور بلائیں تو اس کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کے حکم پر عمل کرنا فرض لازم ہے، اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے اخیر میں ہے جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ ان کو آفت یا عذاب پہنچے۔

(۲) سعید بن جبیر سے یہ تفسیر منقول ہے کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنی یا محمد، یا ابا القاسم نہ کہو بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو۔

(۳) حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہ بلاؤ جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو، کیونکہ قرآن مجید میں آپ کے سامنے آواز کو پست رکھنے کا حکم ہے۔

(۴) جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرو تو اپنے خلاف

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

آپ کی دعا سے ڈرو کیونکہ آپ کی دعا عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، وہ قبولیت کو واجب کرتی ہے۔

پہلی تفسیر قرآن مجید کی نظم کے زیادہ قریب ہے۔

علامہ آلوسی لا تجعلوا دعاء الرسول کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لا تقیسوا دعاءہ علیہ الصلوۃ والسلام ایاکم علی دعاء بعضکم بعضا فی حال من الاحوال وامر من الامور التی من جملتھا المساھلۃ فیہ والرجوع عن مجلسہ علیہ الصلوۃ والسلام بغیر استئذان فان ذلک من المحرمات، والی نحو ھذا ذھب ابو مسلم واختارہ المبرد والقفال۔

وقیل المعنی لا تحسبوا دعاءہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علیکم کدعاء بعضکم علی بعض فتعرضوا لسخطہ ودعائہ علیکم علیہ الصلوۃ والسلام بمخالفۃ امرہ والرجوع عن مجلسہ بغیر استئذان ونحو ذلک، و ھو مأخوذ مما جاء فی بعض الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما وروی عن الشعبی۔

وقیل المعنی لا تجعلوا نداءہ علیہ الصلوۃ والسلام وتسمیتہ کنداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ والنداء وراء الحجرات ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ ویا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت۔ اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویۃ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال، کانوا یقولون: یا محمد یا ابا القاسم فنھاھم اللہ تعالی عن ذلک بقولہ سبحانہ (لا تجعلوا) الآیۃ اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا، یا نبی اللہ یا رسول اللہ، وروی نحو ھذا عن قتادۃ، والحسن، وسعید بن جبیر ومجاھد، وفی احکام القرآن للسیوطی ان فی ھذا النھی تحریم نداۂ صلی اللہ علیہ وسلم باسمہ۔ الی ان قال نعم الاظھر فی معنی الآیۃ ما ذکرناہ اولا کما لا یخفی۔[1]

یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو کسی وقت اور کسی حال میں بھی اپنے بلانے پر قیاس نہ کرو، کہ سستی سے آؤ، یا بلا اجازت آپ کی مجلس سے چلے جاؤ، کیونکہ یہ حرام ہے، ابو مسلم، مبرد اور قفال نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے خلاف دعا کریں تو اس کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر نہ آکر یا آپ کی مجلس سے بلا اذن اٹھ کر آپ کو ناراض کرو، اور اپنے خلاف آپ کی دعا کو دعوت دو، یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور شعبی سے منقول ہے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو اور اس طرح آپ کا نام نہ لو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، نام لیتے ہو، اور حجرے کے باہر سے پکارتے ہو البتہ آپ کو آپ کے معظم القاب سے پکارو، مثلاً تعظیم، توقیر، تواضع اور پست آواز سے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ یا محمد، یا ابا القاسم کہتے تھے تو اللہ تعالی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے ان کو اس آیت میں منع کر دیا، اور لوگوں نے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا، قتادہ، حسن، سعید بن جبیر اور مجاہد سے بھی یہی منقول ہے، اور علامہ سیوطی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نام کے ساتھ ندا کرنے کی تحریم ہے۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۲۵ - ۲۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہاں! اس آیت کے معنی میں وہی تفسیر زیادہ ظاہر ہے
جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد سے ندا کرنے کی صریح اور قطعی ممانعت نہیں ہے بلکہ راجح تفسیر کی بناء پر اس آیت کا آپ کو ندا کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض روایات اور بعض تفاسیر کی بناء پر بہر حال ندائے یا محمد منع ہے، کیونکہ آپ کو نام لے کر پکارنا آپ کی تعظیم اور توقیر کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ تفسیر تسلیم کر لیں تب بھی ندائے یا محمد مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ آپ کو آپ کا نام لے کر بلانا ممنوع ہے اور یہ آپ کی تعظیم اور تکریم کے خلاف ہے کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح نام لے کر بلایا جائے، اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کا نام لے کر ندا کر کے بلانا حرام ہے، اور صحابہ کرام نے جو ہجرت کے موقع پر یا محمد یا رسول اللہ کہا تھا وہ آپ کے بلانے کے لیے نہیں کہا بلکہ صحابہ کرام آپ کی آمد کے موقع پر اظہارِ مسرت کے لیے آپ کے نام کے نعرے لگا رہے تھے اور یہ ہر امتی کے لیے جائز ہے۔

اور آپ نے دعائے حاجت میں جو یہ کہنے کی تعلیم فرمائی ہے: یا محمد انی توجہت بک الی ربی "اے محمد (صلے اللہ علیک وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں" اس میں بھی یا محمد! کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں ہے بلکہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرانا مقصود ہے، امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے ایک اعرابی کی شکل میں حاضر ہو کر آپ سے کہا:

یا محمد اخبرنی عن الاسلام[1] اے محمد (صلے اللہ علیک وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔

اس میں بھی یا محمد کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں تھا آپ کو متوجہ کرنا مقصود تھا۔ اور قرآن مجید میں نام کے ساتھ بلانے کی ممانعت ہے، مطلقاً ندا کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کسی کے نام کے ساتھ ندا، بلانے کے لیے کی جاتی ہے نہ متوجہ کرنے کے لیے، بلکہ محض اس کا ذکر کرنے اور اس کو یاد کرنے کے لیے، اس کے نام کے ساتھ ندا کرتے ہیں جیسے کوئی شخص یا اللہ یا اللہ کا وظیفہ کرتا ہے اور اس کے جواز پر واضح دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل: اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد۔[2]

عبد الرحمٰن بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا، ان سے ایک شخص نے کہا: جو تم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کرو انھوں نے کہا یا محمد۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

روی ان عبد اللہ بن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت۔ [1]

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پیر سن ہو گیا، ان سے کہا گیا جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کیجئے انھوں نے بلند آواز سے کہا یا محمداہ تو ان کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شبلی آ گئے۔ ابوبکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا، اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا اے آقا! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کے خیال میں یہ مجنون ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے دیکھا ہے، کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آپ کے پاس آیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کو اس قدر نواز رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ہر نماز کے بعد یہ پوری آیت پڑھتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد ابوبکر کہتے ہیں بعد میں میں شبلی سے ملا اور ان سے پوچھا کہ آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انھوں نے یہی بیان کیا۔ [2]

تو جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے صلی اللہ علیک یا محمد کہتا ہے اس کا قصد بھی آپ کو بلانا اور متوجہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف آپ کا ذکر کرنے کے لیے اور آپ کو یاد کرنے کے لیے یا محمد کہتا ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ بظاہر یا محمد پر اعتراض اس وقت ہو گا جب اس لفظ کو بطور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مراد آپ کا نام ہو اور اگر اس سے مراد آپ کی صفت ہو یعنی آپ کا محمد (تعریف کیا ہوا) ہونا مراد ہو تو پھر یا محمد کے ساتھ ندا کرنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ محمد جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی لفظ محمد کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویقال حمد فھو محمد کما یقال علم فھو معلم وھذا علم وصفۃ اجتمع فیہ الامران فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان علما مختصا فی حق کثیر ممن

کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے اور لفظ محمد علم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے لیے اس میں دونوں امر جمع ہیں جب کہ دوسرے بہت سے لوگوں کا جب

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ محمد بن ابی بکر المعروف ابن القیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

تسمی بہ غیرہ ۔[1]
نام محمد ہو تو اس سے مراد صرف نام ہی ہوتا ہے۔

نیز علامہ ابن قیم حنبلی لفظ محمد اور احمد کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد تقدم ان ھذین الاسمین صفتان فی الحقیقۃ والوصفیۃ فیھما لا تنافی العلمیۃ وان معناھما مقصود ۔[2]

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محمد اور احمد حقیقت میں صفت ہیں (بار بار تعریف کیا ہوا اور زیادہ تعریف کرنے والا) اور ان میں وصفیت علمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان ناموں میں معنی مقصود ہے۔

اور جب لفظ محمد سے آپ کی صفت (حمد کیا ہوا) کا ارادہ کیا جائے تو پھر اس سے ندا کرنے پر کوئی اشکال نہیں ہے، حضرت جبرائیل نے جو آپ کو یا محمد کہا تو اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اوقصد بہ المعنی الوصفی دون المعنی العلمی ۔[3]

یا لفظ محمد سے وصفی معنی کا ارادہ کیا گیا ہے علمی معنی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی فتح الملہم میں اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری کے حوالے سے اسی جواب کا ذکر کیا ہے۔
ان تمام دلائل اور حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کی ندا سے بلانا ادب کے خلاف ہے اور جائز نہیں ہے اور مطلقاً یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام نہیں ہے اور آپ کو متوجہ کرنے کے لیے، آپ کو یاد کرنے کے لیے اور آپ کی صفت کے معنی کا قصد کر کے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اس سلسلہ میں مزید حوالہ جات ہم نے اس جلد کے شروع میں توسل کی بحث میں ذکر کیے ہیں۔
امام احمد رضا قادری نے بھی یا محمد کہنے کے جواز میں بکثرت احادیث، آثار اور اقوال علماء سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:
حدیث صحیح بدلیل بطراز گرانبہائے تصحیح جسے امام نسائی و امام ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ اور امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری و مسلم صحیح کہا، اور امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعائے تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔
الٰہی میں مانگتا ہوں تجھ سے اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت

---

[1] علامہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور
[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ (جلاء الافہام ص ۱۱۳) ″
[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۸۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

میرے حق میں قبول فرما۔ [۱]

نیز امام احمد رضا قادری، امام طبرانی سے نقل کرتے ہیں:

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المؤمنین نہ اس کی طرف التفات کرتے اور نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی۔ انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو، پھر دعا مانگو "الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے" اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں، حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لا اقل کبار تابعین سے تھے،) یوں ہی کیا، پھر آستان خلافت پہ حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور لے گیا، امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ مسند پہ بٹھا لیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اتنے دنوں میں اس وقت تک تم نے اپنا مطلب بیان نہیں کیا، پھر فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت پیش آیا کرے تو ہمارے پاس چلے آیا کرو۔

یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملہ میں حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ بھی نہ کہا، لیکن اصل معاملہ یہ ہوا کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی، حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

امام طبرانی، پھر امام منذری فرماتے ہیں: والحدیث صحیح۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی و امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں: ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا، کسی نے کہا۔ انھیں یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، حضرت نے باآواز بلند کہا: یا محمداہ: فوراً پاؤں کھل گیا۔

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاذکار میں اس کا مثل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا کہ ان کا بھی پاؤں سو گیا تو یا محمداہ کہا اچھا ہو گیا۔ اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہلِ مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: ھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ

---

[۱] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، انوار الانتباہ ص ۲۳-۳۲، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے خط نام الزمادہ میں کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا ، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں ، کوئی بکری ذبح کیجئے ، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے ۔ انہوں نے اصرار کیا ، آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی ۔ یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ندا کی ، یا محمداہ ، پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر بشارت دی ذکرہ فی الکامل ۔ [1]

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں :

حضرت الشیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم عطاء اللہ انصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں :

" ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد ، دو طریق است ، یک طریق آنست یا احمد را در راست بگوید ۔ و یا محمد درچپ بگوید ۔ و در دل ضرب کند یارسول اللہ ،

طریق دوم آن است کہ یا احمد را در راستا بگوید ۔ و چپا یا محمد ۔ و در دل وہم کند یا مصطفےٰ ۔

دیگر ذکر یا احمد ، یا محمد ، یا علی ، یا حسن ، یا حسین ، یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند ۔ کشف جمیع ارواح شود ۔

دیگر اسمائے ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند ۔ یا جبرائیل ، یا میکائیل ، یا اسرافیل ، یا عزرائیل چہار ضربی ۔

دیگر ذکر اسم شیخ ، یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید ، کہ حرف ندا را از دل بکشد ۔ طرف راستا ، ہر دو لفظ شیخ را در دل ضرب کند " [2]

امام احمد رضا قادری نے انوار الانتباہ میں ندائے یا محمد کو بکثرت حوالہ جات سے ثابت کیا ہے اور جامع ترمذی کی اس حدیث کو بھی بہ کثرت حوالہ جات سے نقل کیا ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی ہے ، اور تجلی الیقین میں امام احمد رضا قادری نے یا محمد کہنے سے منع کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس دعا میں بھی یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہا جائے اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کا حکم دیا ہے ۔ انوار الانتباہ فی حل ندا یا رسول اللہ کے اوراق کا مجموعہ ۱۳۰۴ھ لکھا ہے ، اس کا مطلب ہے امام احمد رضا قادری نے یہ رسالہ ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا اور رسالہ تجلی الیقین آپ نے مرزا غلام قادر بیگ کے سوال کے جواب میں لکھا ہے ، ان کے سوال کرنے کی تاریخ اس رسالہ میں یکم شوال ۱۳۰۵ھ لکھی ہوئی ہے ، اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا قادری کی آخری تحقیق یہی تھی کہ یا محمد کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب اور ندا ناجائز اور حرام ہے ، اور جس دعا میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کی تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہنا چاہیے ۔

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ کے تمام تر ادب اور احترام کے باوجود ہمیں اس مسئلہ میں ان سے اختلاف ہے ، اور ہمارے نزدیک اس دعا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یا محمد ہی کہنا چاہیے ، اور جیسا کہ خود امام احمد رضا

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ ، انوار الانتباہ ص ۴۶-۴۷ ، مطبوعہ فریدی کتب خانہ لاہور

[2] ″ ″ ″ ″ انوار الانتباہ ص ۴۷-۴۸ ″ ″

قادری نے بکثرت حوالوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام اور اخیار امت یا محمد سے خطاب اور ندا کرتے رہے ہیں۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیده لینزلن عیسی بن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین، ولیذهبن الشحناء ولیعرضن علیه المال فلا یقبله ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجبته۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس ذات کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے: عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ امام، انصاف کرنے والے، حاکم اور عادل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، لوگوں میں صلح کرائیں گے اور بغض کو دور کریں گے، ان پہ مال پیش کیا جائے گا تو وہ مال کو قبول نہیں کریں گے، پھر خدا کی قسم اگر وہ میری قبر پہ کھڑے ہو کر پکاریں "یا محمد" تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کر کے اس حدیث سے قبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات پر استدلال کیا ہے۔ [2]

ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر نزول عیسیٰ تک یہ معمول جاری و ساری ہے۔

---

[1] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ فی الزوائد الثمانیہ ج ۴ ص ۲۳۵، ۲۴۰ھ مطبوعہ مکہ مکرمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ التَّفْسِيْر

۷۳۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوا الْبَابَ يَزْحَفُوْنَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعَرَةٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل سے کہا گیا تم بیت المقدس کے دروازے میں رکوع کرتے ہوئے جاؤ، ہم تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دیں گے، بنو اسرائیل نے اس حکم کے خلاف کیا اور سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے حبة فی شعرة "دانہ بالی میں"۔

۷۳۸۴ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ الْوَحْيُ يَوْمَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ پر لگاتار وحی نازل کی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا اور جس دن آپ کا وصال ہوا تھا اس دن بہت مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔

۷۳۸۵ - حَدَّثَنِيْ أَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقٍ

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم ایک ایسی آیت پڑھتے ہو کہ اگر ہمارے اوپر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے کہا میں جانتا

بْنِ شِهَابٍ اَنَّ الْيَهُوْدَ قَالُوْا لِعُمَرَ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ اٰيَةً لَوْ اُنْزِلَتْ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ حَيْثُ اُنْزِلَتْ وَاَيَّ يَوْمٍ اُنْزِلَتْ وَاَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اُنْزِلَتْ اُنْزِلَتْ بِعَرَفَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْيَانُ اَشُكُّ كَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ اَمْ لَا يَعْنِيْ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ۔

ہوں وہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی تھی، اور جس وقت وہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے، یہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی تھی اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تھے۔ سفیان نے کہا مجھے شک ہے کہ اس دن جمعہ تھا یا نہیں؟ وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

٧٣٨٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِعُمَرَ لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا نَعْلَمُ الْيَوْمَ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ فِيْهِ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَقَدْ عَلِمْتُ الْيَوْمَ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ فِيْهِ وَالسَّاعَةَ وَاَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَزَلَتْ نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ ۔

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت عمر سے کہا اگر ہم یہودیوں کی جماعت پر یہ آیت نازل ہوتی (ترجمہ) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا، تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے کہا مجھے علم ہے کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی، یہ آیت مزدلفہ کی رات نازل ہوئی تھی اور ہم اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں تھے۔

٧٣٨٧ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ اِلٰى عُمَرَ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا نَزَلَتْ مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ لَاتَّخَذْنَا

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: (ترجمہ:) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا

ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ وَأَيُّ آيَةٍ قَالَ الْيَوْمَ
أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَقَالَ عُمَرُ
إِنِّي لَأَعْلَمُ الْيَوْمَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ وَالْمَكَانَ
الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ.

۷۳۸۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو
بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ
أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا
ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي
عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ
اللّٰهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا
مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ
قَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي
حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا
وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ
أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا
يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ
يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ
مِنَ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ
لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ
عَائِشَةُ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ فِيهِنَّ
فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْتَفْتُونَكَ فِي
النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى
عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا
تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ
تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ وَالَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى
أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى

دن مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے
لیے دین اسلام کو پسند کر لیا، حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم
ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی
یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عرفات میں جمعہ کے
دن نازل ہوئی تھی۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس
آیت کے متعلق سوال کیا: (ترجمہ) اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف
نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تم کو پسند ہیں دو دو سے
تین تین سے چار چار سے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا:
اے بھانجے! اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے، جو اپنے ولی
کے زیر پرورش اور زیر سرپرستی ہو اور اس کے مال میں شریک
ہو، اس ولی کو لڑکی کا مال اور جمال پسند آئے، اس کا ولی
اس سے نکاح کرنا پسند کرے بغیر اس بات کے کہ
اس کو اتنا مہر دے جتنا اس جیسی اور عورتوں کو دیا جاتا ہے
تو ان کو اس بات سے منع کیا گیا کہ وہ مہر میں انصاف کیے
بغیر ان سے نکاح نہ کریں، اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کے
علاوہ اور عورتیں جو ان کو پسند آئیں ان سے نکاح کر
لیں، عروہ کہتے ہیں، حضرت عائشہ نے فرمایا: اس آیت
کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا تب اللہ عزوجل
نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ:) آپ سے لوگ عورتوں
کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تم کو عورتوں
کے متعلق حکم دیتا ہے اور ان احکام کی طرف بھی تم کو
متوجہ فرماتا ہے) جو اس سے پہلے سے تم پر قرآن مجید میں ان
یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں، جن کو تم ان
کا مقرر کردہ (حق) نہیں دیتے اور (اگر وہ مالدار اور حسین و
جمیل ہوں تو) ان سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو۔
حضرت عائشہ نے فرمایا: اس آیت میں جس پڑھی جانے

الَّتِي قَالَ اللّٰهُ فِيهَا وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنِ الْيَتِيمَةِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجْرِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ۔

والی آیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے، تو تم کو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، حضرت عائشہ نے فرمایا اور دوسری آیت میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تم ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو" اس سے یہ مراد ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے زیر پرورش یتیم لڑکی ہو اور وہ مال اور جمال میں کم تر ہو، تو وہ اس کے ساتھ نکاح میں رغبت نہ کرتا، تو ان کو اس سے منع کیا گیا کہ جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں ان کو رغبت ہو وہ مہر میں عدل و انصاف کیے بغیر اس سے نکاح کریں۔

٧٣٨٩ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ فِي آخِرِهِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ۔

عروہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے قول: اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہ کر سکو گے" کے متعلق دریافت کیا اس کے بعد حسب سابق ہے، اور آخر میں یہ اضافہ ہے: کیونکہ تم ان کے حسن اور جمال میں کمی کی وجہ سے ان سے اعراض کرتے ہو۔

٧٣٩٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْيَتِيمَةُ وَهُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا وَلَهَا مَالٌ وَلَيْسَ لَهَا أَحَدٌ يُخَاصِمُ دُونَهَا فَلَا يُنْكِحُهَا لِمَالِهَا فَيَضُرُّ بِهَا وَيُسِيءُ صُحْبَتَهَا فَقَالَ إِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ يَقُولُ مَا أَحْلَلْتُ لَكُمْ وَدَعْ هٰذِهِ

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت: "اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہیں کر سکو گے" اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس کے پاس ایک یتیم لڑکی ہوتی اور وہ اس کا والی اور وارث ہوتا، اس لڑکی کے پاس مال ہوتا، اور اس شخص کے علاوہ اور کوئی شخص لڑکی کی طرف سے پیروی کرنے والا نہ ہوتا، اور وہ شخص اس لڑکی کے مال کے لالچ کی وجہ سے اس کا کہیں نکاح نہ کرتا جس سے اس کو ضرر ہوتا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: "اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کر سکو گے، تو جو عورتیں تم کو پسند

الَّتِي تَضُرُّ بِهَا۔

ہوں، ان سے نکاح کر لو" یعنی جو عورتیں میں نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان سے نکاح کر لو، اور اس لڑکی کو چھوڑ دو جس کو تم ضرر پہنچا رہے ہو۔

۷۳۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ، وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الْيَتِيمَةِ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَعْضِلُهَا فَلَا يَتَزَوَّجُهَا وَلَا يُزَوِّجُهَا غَيْرَهُ۔

حضرت عائشہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "تم پر قرآن مجید میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق جو احکام پڑھے جا رہے ہیں، جن کو تم ان کا مقرر کردہ حق نہیں دیتے (اور اگر وہ حسین اور مالدار ہوں) تو ان سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی شخص کے پاس زیر پرورش ہو اور اس کے مال میں شریک ہو وہ خود بھی اس سے نکاح نہ کرے اور کسی دوسرے کے ساتھ بھی اس کے نکاح کرنے کو پسند نہ کرے کہ وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے گا، تو وہ اس کو یونہی معلق رکھے، نہ خود اس سے نکاح کرے نہ کسی دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح کرے۔

۷۳۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ الْآيَةَ قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ قَدْ شَرِكَتْهُ فِي مَالِهِ حَتَّى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ يَعْنِي أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُنْكِحَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَعْضِلُهَا۔

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق: "آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تم کو عورتوں کے متعلق حکم دیتا ہے" آپ نے فرمایا یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق ہے، جو کسی شخص کے زیر پرورش ہو، وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہو حتیٰ کہ کھجور کے درخت میں بھی شریک ہو، وہ اس لڑکی کے ساتھ نکاح سے اعراض کرے، اور کسی اور شخص کے ساتھ بھی اس اندیشہ سے اس کا نکاح نہ کرے کہ وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے گا اور اس کو یونہی معلق رکھے۔

۷۳۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي مَالِ الْيَتِيمِ الَّذِي يَقُومُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُهُ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا أَنْ

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھائے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت یتیم کے مال کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو اس کی سرپرستی کرتا ہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے، جب اس کو ضرورت ہو تو وہ

بِأَكْلٍ مِنْهُ۔

عرف اور رواج کے مطابق کھا سکتا ہے۔

٧٣٩٤- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي وَلِيِّ الْيَتِيمِ أَنْ يُصِيبَ مِنْ مَالِهِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ۔

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "جو شخص غنی ہو وہ اجتناب کرے، اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عرف اور رواج کے مطابق کھائے" آپ نے فرمایا یہ آیت یتیم کے سرپرست کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہ جب وہ ضرورت مند ہو تو وہ دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

٧٣٩٥- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٣٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ قَالَتْ كَانَ ذَلِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

حضرت عائشہ نے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق فرمایا: "جب کافر تم پر چڑھ آئے تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے، اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے" حضرت عائشہ نے فرمایا اس سے غزوہ خندق کا منظر مراد ہے۔

٧٣٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا الْآيَةَ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الْمَرْأَةِ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَطُولُ صُحْبَتُهَا فَيُرِيدُ طَلَاقَهَا فَتَقُولُ لَا تُطَلِّقْنِي وَأَمْسِكْنِي وَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنِّي فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآن مجید کی آیت مبارکہ "اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی تھی، جو کسی مرد کے نکاح میں ایک لمبے عرصہ تک رہی ہو، پھر وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرے اور وہ عورت کہے مجھے طلاق مت دو، مجھے اپنے پاس رکھو اور میری طرف سے تم کو دوسرے نکاح کی اجازت ہے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

٧٣٩٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا قَالَتْ نَزَلَتْ فِي الْمَرْأَةِ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَعَلَّهُ أَنْ لَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق فرمایا: "اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو کسی مرد کے نکاح میں عرصہ سے ہو، اس سے اولاد

يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا وَتَكُونُ لَهَا صُحْبَةٌ وَوَلَدٌ فَتَكْرَهُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ لَهُ أَنْتَ فِي حِلٍّ مِنْ شَأْنِي .

بھی ہو، اب وہ اس کے ساتھ رہنا نہ چاہتا ہو اور عورت اس سے جدائی ناپسند کرتی ہو تو وہ اس سے کہے میں نے تجھے دوسرے نکاح کی اجازت دی۔

۷۳۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوهُمْ .

عروہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھانجے! لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار کریں اور انھوں نے ان کو برا کہا۔

۷۴۰۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ .

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۴۰۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ فَرَحَلْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ آخِرَ مَا أُنْزِلَ ثُمَّ مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ .

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس آیت میں اختلاف ہوا "جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے" تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے کہا یہ آیت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

۷۴۰۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا أُنْزِلَ وَفِي حَدِيثِ النَّضْرِ إِنَّهَا لَمِنْ آخِرِ مَا أُنْزِلَتْ .

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔ ابن جعفر کی روایت میں فی آخر ما انزل کے الفاظ ہیں اور نضر کی روایت میں انها لمن آخر ما انزلت کے الفاظ ہیں۔

۷۴۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبْزَى أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس سے ان دو آیتوں کے متعلق دریافت کروں: "جو شخص کسی مومن کو قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا"، میں نے ان

عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ قَالَ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ۔

سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا، اور اس آیت کے متعلق: "جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور نہ حق کے سوا اس کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے"، انھوں نے کہا یہ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۴۰۴ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (يَعْنِي شَيْبَانَ) عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بِمَكَّةَ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِلَى قَوْلِهِ مُهَانًا فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ وَمَا يُغْنِي عَنَّا الْإِسْلَامُ وَقَدْ عَدَلْنَا بِاللَّهِ وَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ فَأَمَّا مَنْ دَخَلَ فِي الْإِسْلَامِ وَعَقَلَهُ ثُمَّ قَتَلَ فَلَا تَوْبَةَ لَهُ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: والذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر سے لے کر مہانا تک مکہ میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے کہا، اسلام نے ہم سے کیا عذاب دور کیا، ہم نے اللہ کے ساتھ شرک بھی کیا اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا تھا اس کو قتل کیا، اور ہم نے بدکاری بھی کی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے الآیۃ، حضرت ابن عباس نے کہا جو شخص مسلمان ہو گیا، اور اس نے اسلام کے احکام کو سمجھ لیا، پھر اس نے قتل کیا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

۷۴۰۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَلِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا قَالَ فَتَلَوْتُ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ هَذِهِ آيَةٌ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: جس شخص نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا کیا اس کی توبہ قبول ہو گی؟ انھوں نے کہا نہیں، پھر میں نے ان پر سورۂ فرقان کی یہ آیت تلاوت کی: "وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ حق کے سوا کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے،" اس آیت کو میں نے آخر تک پڑھا، انھوں نے کہا یہ آیت مکی ہے اس کو اس مدنی آیت نے منسوخ کر دیا: "جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کر دیا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا" الآیۃ

مَكِّيَّةٌ نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ هَاشِمٍ فَتَلَوْتُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ إِلَّا مَنْ تَابَ۔

کی روایت میں یہ ہے: میں نے ان پر سورہ فرقان کی آیت الا من تاب پڑھی۔

۷۴۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ تَعْلَمُ وَقَالَ هَارُونُ تَدْرِي آخِرَ سُورَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْآنِ نَزَلَتْ جَمِيعًا قُلْتُ نَعَمْ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالَ صَدَقْتَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ تَعْلَمُ أَيُّ سُورَةٍ وَلَمْ يَقُلْ آخِرَ۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قرآن مجید کی کون سی سورت آخر میں یکبارگی مکمل نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہاں! اذا جاء نصر اللہ والفتح، انھوں نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم جانتے ہو کہ کون سی سورت ہے، اور آخر کا لفظ نہیں کہا۔

۷۴۰۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ آخِرَ سُورَةٍ وَقَالَ عَبْدُ الْمَجِيدِ وَلَمْ يَقُلِ ابْنِ سُهَيْلٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس سند کے ساتھ بھی اس کی مثل مروی ہے، اس میں آخری سورت کا لفظ ہے۔

۷۴۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) قَالَ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَقِيَ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلًا فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَأَخَذُوهُ فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ فَنَزَلَتْ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا وَقَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ السَّلَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کچھ مسلمانوں نے ایک شخص کو چند بکریوں میں دیکھا، اس نے کہا السلام علیکم، انھوں نے اس کو پکڑ کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لوٹ لیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: جو شخص تم کو سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ حضرت ابن عباس کی قرأت میں (السلم کی جگہ) سلام کا لفظ ہے۔

۷۴۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حدثنا غندر عن شعبة ح وحدثنا محمد بن المثنى وابن بشار (واللفظ لابن المثنى) قالا حدثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن أبي إسحق قال سمعت البراء يقول كانت الأنصار إذا حجوا فرجعوا لم يدخلوا البيوت إلا من ظهورها قال فجاء رجل من الأنصار فدخل من بابه فقيل له في ذلك فنزلت هذه الآية ليس البر بأن تأتوا البيوت من ظهورها۔

ہیں کہ انصار جب حج کر کے آتے تو گھروں کے دروازوں کے بجائے پچھلی طرف سے گھر میں داخل ہوتے تھے، ایک انصاری دروازے سے داخل ہوا تو اس پر اعتراض کیا گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں پچھلی طرف سے آنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

٧٤١٠ - حدثني يونس بن عبد الأعلى الصدفي أخبرنا عبد الله بن وهب أخبرني عمرو بن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن عون بن عبد الله عن أبيه أن ابن مسعود قال ما كان بين إسلامنا وبين أن عاتبنا الله بهذه الآية ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله إلا أربع سنين۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام لانے اور ہم پر اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے عتاب کے دوران چار سال کا عرصہ گذرا۔ وہ آیت یہ ہے: کہ ابھی مسلمانوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے پگھل جائیں۔

٧٤١١ - حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر ح وحدثني أبو بكر بن نافع (واللفظ له) حدثنا غندر حدثنا شعبة عن سلمة بن كهيل عن مسلم البطين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال كانت المرأة تطوف بالبيت وهي عريانة فتقول من يعيرني تطوافا تجعله على فرجها وتقول

اليوم يبدو بعضه أو كله،
فما بدا منه فلا أحله،

فنزلت هذه الآية خذوا زينتكم عند كل مسجد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے عورتیں بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتی تھیں، اور یہ کہتی تھی کہ کوئی مجھے ایک کپڑا دے گا جس کو میں اپنی شرمگاہ پر ڈال دیتی، آج بعض یا کل کھل جائے گا اور جو کھل جائے گا میں اس کو کبھی حلال نہیں کروں گی، تب یہ آیت نازل ہوئی: "ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو۔"

٧٤١٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ يَقُولُ لِجَارِيَةٍ لَهُ اذْهَبِي فَابْغِينَا شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ (لَهُنَّ) غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے اپنی باندی سے کہا جا اور بدفعلی کما کے ہمارے لیے کچھ کما کر لا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "جب کہ تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، کہ تم (ان کی بدکاری کے ذریعے) حیات دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو، اور جو انہیں مجبور کرے گا تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

٧٤١٣ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ جَارِيَةً لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ بْنِ سَلُولَ يُقَالُ لَهَا مُسَيْكَةُ وَأُخْرَى يُقَالُ لَهَا أُمَيْمَةُ فَكَانَ يُكْرِهُهُمَا عَلَى الزِّنَا فَشَكَتَا ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِلٰى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کی ایک باندی کا نام مسیکہ اور دوسری باندی کا نام امیمہ تھا، وہ ان دونوں کو بدکاری کرانے پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: "جب کہ تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو" یہ پوری آیت نازل کی۔

٧٤١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ قَالَ كَانَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوا وَكَانُوا يُعْبَدُونَ فَبَقِيَ الَّذِينَ كَانُوا يَعْبُدُونَ عَلٰى عِبَادَتِهِمْ وَقَدْ أَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق فرمایا: "وہ (نیک بندے) جن کو یہ کافر پکارتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے" حضرت ابن مسعود نے کہا جنات کی ایک جماعت مسلمان ہو گئی اور پوجا کرنے والے ان کی اسی طرح پوجا کرتے رہے، حالانکہ وہ مسلمان ہو گئے تھے، یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

٧٤١٥ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق فرمایا: "وہ (نیک بندے) جن کو یہ کافر پکارتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں"

عَبْدِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ وَاسْتَمْسَكَ الْإِنْسُ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ۔

حضرت ابن مسعود نے کہا انسانوں کی ایک جماعت جنوں کی ایک جماعت کی پرستش کرتی تھی۔ پھر جنوں کے ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا اور وہ انسان بدستور ان کی عبادت کرتے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

٧٤١٦۔ وَحَدَّثَنِيْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٤١٧۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْعَرَبِ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ الْجِنِّيُّوْنَ وَالْإِنْسُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ فَنَزَلَتْ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔" حضرت ابن مسعود نے فرمایا: یہ آیت عرب کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو جنوں کی ایک جماعت کی عبادت کرتا تھا، پھر وہ جن اسلام لے آئے۔ اور جو انسان ان کی عبادت کرتے تھے ان کو اس کا پتا نہ چل سکا تب یہ آیت نازل ہوئی: یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

٧٤١٨۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُطِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةُ قَالَ بَلْ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتّٰى ظَنُّوْا أَنْ لَّا يَبْقٰى مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا ذُكِرَ فِيْهَا قَالَ قُلْتُ سُوْرَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ تِلْكَ سُوْرَةُ بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ فَالْحَشْرُ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ بَنِي النَّضِيْرِ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا سورۂ توبہ! انھوں نے فرمایا: توبہ! بلکہ وہ تو کفار اور منافقین کو ذلیل کرنے والی ہے، یہ سورت نازل ہوتی رہی، اس میں ہے، بعض منافقین، بعض منافقین حتیٰ کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہر منافق کا اس سورت میں ذکر کر دیا جائے گا، میں نے پوچھا اور سورت انفال، انھوں نے کہا یہ سورۂ بدر ہے، میں نے کہا حشر، انھوں نے کہا یہ بنو نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

٧٤١٩۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَلَا وَإِنَّ الْخَمْرَ نَزَلَ تَحْرِيمُهَا يَوْمَ نَزَلَ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وَثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ وَدِدْتُ أَيُّهَا النَّاسُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْنَا فِيهَا الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا۔

رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: سنو! جب خمر کی تحریم نازل ہوئی اس وقت خمر پانچ چیزوں سے بنتی تھی گندم جو، کھجور، انگور اور شہد اور خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانک لے، اور اے لوگو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو تفصیل سے بتلا دیتے، دادا اور کلالہ کی میراث اور سود کے چند ابواب۔

۷۴۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وَثَلَاثٌ أَيُّهَا النَّاسُ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْنَا فِيهِنَّ عَهْدًا نَنْتَهِي إِلَيْهِ الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا، حمد و ثنا کے بعد! اے لوگو! جب خمر کی تحریم نازل ہوئی تو وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی، انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو، اور خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانک لے، اے لوگو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے بارے میں خاص نصیحت فرما دیتے۔ دادا اور کلالہ کی میراث اور سود کے چند ابواب۔

۷۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَيَّانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا غَيْرَ أَنَّ ابْنَ عُلَيَّةَ فِي حَدِيثِهِ الْعِنَبِ كَمَا قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں ایک سند کے ساتھ عنب کا لفظ مروی ہے اور دوسری کے ساتھ زبیب کا۔

الزَّبِيبِ كَمَا قَالَ ابْنُ مُسْهِرٍ۔

۷۴۲۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا إِنَّ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے: "یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں اختلاف کیا" وہ یہ کہتے تھے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے جنگ بدر میں مبارزت کی، حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم، ان کے مقابلہ میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے۔

۷۴۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، قیس بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا هٰذَانِ خَصْمَانِ، یہ آیت نازل ہوئی — اور یہ حدیث سابق کی مثل ہے۔

آج بروز ہفتہ ۸ رجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲ جنوری ۱۹۹۳ء نماز فجر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار کے ہاتھوں صحیح مسلم کا ترجمہ مکمل کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے اپنے اس بے بضاعت اور عاجز بندے کو اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام معجز نظام کو اردو میں منتقل کرنے کی توفیق اور سعادت بخشی، الٰہ العالمین! جس طرح تو نے مجھے صحیح مسلم شریف کے مکمل ترجمہ کی توفیق دی ہے، قرآن مجید کے مکمل ترجمہ کی بھی توفیق اور سعادت عطا فرما اور میرے لیے اس کام کو میری مغفرت کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ کر دے! آمین یا رب العالمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین اکرم الاولین والآخرین شفیعنا یوم الدین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وعامۃ المسلمین اجمعین الی یوم الدین۔

تفسیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور تفسیر اور تاویل کا فرق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الفسر اظہار المعنی المعقول، والتفسیر قد یقال فیما یختص بمفردات الالفاظ وغریبها وفیما یختص بالتاویل ولهذا یقول تفسیر الرؤیا وتاویلها۔[1]

فسر کا معنی ہے معنی معقول کا اظہار کرنا، مفرد الفاظ کی تفسیر اور مشکل معنی کے بیان کو تفسیر کہتے ہیں، اور کبھی تاویل پر تفسیر کا اطلاق ہوتا ہے، اسی لیے خواب کی تعبیر بیان کرنے کو تفسیر اور تاویل کہتے ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الفسر الابانۃ وکشف المغطی کما قالہ ابن الاعرابی او کشف المعنی کما فی البصائر والفسر ایضا نظر الطبیب الی الماء کالتفسرۃ او التفسرۃ البول الذی یستدل بہ علی المرض وینظر فیہ الاطباء یستدلون بلونہ علی علۃ العلیل التفسیر والتاویل واحد او التفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل والتاویل رد احد المحتملین الی ما یطابق الظاہر کذا فی اللسان وقیل التفسیر شرح ما جاء مجملا من القصص فی الکتاب الکریم وتعریف ما تدل علیہ الفاظہ الغریبۃ وتبیین الامور التی انزلت بسببها الآی والتاویل ہو تبیین معنی المتشابہ والمتشابہ ہو ما لم یقطع بفحواہ من غیر تردد فیہ۔[2]

ابن الاعرابی نے کہا فسر کا معنی ظاہر کرنا اور بند چیز کو کھولنا ہے، بصائر میں ہے معنی معقول کو منکشف کرنا فسر ہے نیز فسر کا معنی، طبیب کا پیشاب کا معائنہ کرنا ہے، تفسرہ اس پیشاب کو کہتے ہیں جس سے مریض کے مرض پر استدلال کیا جاتا ہے، اس کا طبیب معائنہ کرتے ہیں، اور اس کے رنگ سے مریض کے مرض پر استدلال کرتے ہیں، تفسیر اور تاویل دونوں کا ایک معنی ہے۔ یا تفسیر مشکل لفظ کی مراد کے بیان کرنے کو کہتے ہیں، اور تاویل دو احتمالوں میں سے کسی ایک احتمال کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں جو ظاہر عبارت کے مطابق ہو، لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مجمل قصے ہیں اور ان کی شرح کرنا اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا اور آیات کا شان نزول بیان کرنا تفسیر ہے اور معانی متشابہ کو بیان کرنا تاویل ہے اور جن الفاظ کا غور و فکر کیے بغیر قطعیت کے ساتھ معنی معلوم نہ ہو سکے وہ متشابہ ہیں۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

التفسیر فی الاصل ہو الکشف والاظہار وفی الشرع توضیح معنی الآیۃ وشانہا وقصتہا والسبب الذی نزلت فیہ بلفظ یدل علیہ دلالۃ

تفسیر کا لغوی معنی ہے کشف اور ظاہر کرنا اور اصطلاحی معنی ہے واضح لفظوں کے ساتھ آیت کے معنی کو بیان کرنا اس سے مسائل مستنبط کرنا اس کے متعلق

---

[1] علامہ حسین محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۸۰، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۷۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ظاهرة[1]

احادیث و آثار بیان کرنا اور اس کا شان نزول بیان کرنا۔

التاویل فی الاصل الترجیع و فی الشرع صرف اللفظ عن معناہ الظاہر الی معنی یحتملہ اذا کان المحتمل الذی یراہ موافقاً بالکتاب والسنۃ مثل قولہ تعالٰی:

یخرج الحی من المیت ان اراد بہ اخراج الطیر من البیضۃ کان تفسیرا وان اراد اخراج المؤمن من الکافر او العالم من الجاہل کان تاویلاً۔[2]

"تاویل کا لغوی معنی ہے لوٹانا اور اصطلاح شرع میں، ایک لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر ایک ایسے معنی پر محمول کرنا جس کا وہ احتمال رکھتا ہو اور وہ احتمال کتاب اور سنت کے موافق ہو، مثلاً اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: "یخرج الحی من المیت" "وہ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے" اگر اس آیت میں انڈے سے پرندے کو نکالنا مراد ہو تو یہ تفسیر ہے اور اگر کافر سے مومن کو پیدا کرنا یا جاہل سے عالم کو پیدا کرنا مراد ہو تو یہ تاویل ہے۔

علم تفسیر کی تعریف میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انہ علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتہا واحکامہا الافرادیۃ والترکیبیۃ ومعانیہا التی تحمل علیہا حالۃ الترکیب وتتمات لذلک کمعرفۃ النسخ وسبب النزول وقصۃ توضح ما ابہم القرآن ونحو ذلک۔[3]

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے، اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

تاویل اور تفسیر میں یہ فرق ہے کہ تفسیر مفردات میں ہوتی ہے اور تاویل جملوں میں ہوتی ہے، امام ماتریدی نے کہا تفسیر میں اس بات کا تعلق بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے، اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔[4]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

تفسیر کا لغوی معنی کشف اور بیان ہے اور تاویل کا معنی ہے لفظ کو اس کے معنی کی طرف راجع کرنا، فقہاء نے تاویل کی یہ تعریف کی ہے کہ لفظ جس معنی کا احتمال رکھتا ہو اس کو کسی دلیل سے بیان کرنا، اور تفسیر کا معنی ہے لفظ کا بیان

1۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۴۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

2۔ " " " ، کتاب التعریفات ص ۲۲، " " "

3۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵، ۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

4۔ " " " ، روح المعانی ج ۱ ص ۵،

کرنا، مثلاً لاریب فیہ کا معنی ہے: اس قرآن میں شک نہیں ہے، یہ تفسیر ہے اور تاویل کا معنی ہے معنی بیان کرنا یعنی نفس الامر میں شک نہیں ہے، یا مومنین کے نزدیک اس میں شک نہیں ہے، شک تو صرف کافروں کو ہے۔ [1]

بنو اسرائیل کو حطۃ کا حکم دینے اور ان کے قول بدلنے کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ (بقرہ: ۵۸، ۵۹)

اور جب ہم نے فرمایا اس شہر میں چلے جاؤ، پھر اس میں جہاں چاہو بافراغت کھاؤ اور تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے (عاجزی سے) داخل ہو اور کہو حطۃ (ہمارے گناہ معاف کر دے) ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب ہم زیادہ دیں گے، تو ظالموں نے اس بات کو بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس بستی کی تعیین میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک یہ بیت المقدس ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے قریب اریحا کا علاقہ ہے، ابن کیسان نے کہا کہ شام ہے اور ضحاک نے کہا فلسطین ہے، یہ بنو اسرائیل پر ایک اور نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پر اس بستی میں دخول مباح کر دیا اور میدان تیہ کی کلفت ان سے زائل کر دی۔

جس دروازے سے ان کو جھکتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا تھا، مجاہد نے کہا یہ بیت المقدس کا دروازہ ہے اور اب باب حطۃ" کے نام سے مشہور ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اس گنبد کا دروازہ ہے جس کی طرف منہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل نماز پڑھتے تھے۔

بنو اسرائیل کو اس دروازے سے بہ طور رکوع جھکتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ حطۃ کہیں اس کا معنی ہے:

احطط عنا ذنوبنا حطۃ۔　　ہمارے گناہوں کو ہم سے ساقط کر دے ساقط کرنا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا تھا لا الٰہ الا اللہ کہو، ایک قول یہ ہے کہ ان کو استغفار کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ ان کے گناہ ساقط ہو جائیں، دروازے میں تواضع سے جھکتے ہوئے استغفار پڑھتے ہوئے داخل ہوں تاکہ ان کے بدن اور زبان دونوں سے استغفار اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف اور شکر بجا لانا ظاہر ہو۔ [2]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۴۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۰-۴۰۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۸۷ھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زبان سے استغفار کرنا اور بدنی عبادت سجدہ وغیرہ بجالانا توبہ کا تتمہ ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ مشہور گناہ کی توبہ باعلان ہونی چاہیے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد ہوں وہاں توبہ کرنا اور طاعت بجالانا ثمرات نیک اور سرعت قبول کا سبب ہوتا ہے (فتح العزیز) اسی لیے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے موالد و مزارات پر حاضر ہو کر استغفار کرتے ہیں، عرس و زیارت میں بھی یہ فائدہ متصور ہے۔ [1]

انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر استغفار کی اصل یہ آیت ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (نساء: ۶۴)

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے، تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ضرور پاتے۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور حطۃ کہنا، وہ کولہوں کے بل زمین پر گھسٹتے ہوئے گئے اور انہوں نے اس لفظ کو بدل دیا اور حطۃ کی جگہ "حبۃ فی شعرۃ" دانہ بالی میں کہا۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بدلنے کی سزا میں ان پر عذاب نازل ہوا، ابن درید نے کہا یہ عذاب طاعون تھا جس سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ [3]

روایت بالمعنی کی تحقیق

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ جن اقوال کی شریعت میں تنصیص کی گئی ہے اگر ان الفاظ سے عبادت مطلوب ہے تو ان الفاظ کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ان کے معنی سے عبادت مطلوب ہے تو ان الفاظ میں اس طرح تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے جس سے وہ معنی فوت ہو جائے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ جو عالم مواقع خطاب کی فہم رکھتا ہو اس کے لیے حدیث کی روایت بالمعنی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے بیان کردہ الفاظ میں حدیث کا معنی مکمل طور پر آجائے، اور یہی جمہور کا قول ہے اور بعض علماء نے روایت بالمعنی سے منع کیا ہے، مجاہد نے کہا اگر تم چاہو تو حدیث کے الفاظ میں کمی کر دو،

---

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۹، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] ــــــ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

لیکن حدیث میں زیادتی نہ کرو، مالک بن انس حدیث میں تاء اور باء کی تبدیلی پر بھی بہت سختی کرتے تھے، بعض ائمہ حدیث کا یہ مسلک ہے وہ حدیث میں تغییر اور تبدیل کرنا جائز کہتے ہیں اور ایسی حدیث کو ظنون کہتے ہیں، حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: جس نے ہم سے کسی حدیث کو سنا پھر جس طرح اس کو سنا تھا ویسے ہی بیان کر دیا تو وہ سلامت رہے گا، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ارقم سے بھی اسی طرح مروی ہے، تقدیم، تاخیر اور زیادتی اور کمی میں بھی بھی اختلاف ہے، کیونکہ بعض علماء معنی کا اعتبار کرتے ہیں اور لفظ کا اعتبار نہیں کرتے اور بعض اس میں بہت سختی کرتے ہیں اور لفظ کو نہیں چھوڑتے، اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی اولیٰ ہے، لیکن اکثر علماء کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔

روایت بالمعنی کا قول صحیح ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سے یہ بات معلوم ہے کہ وہ ایک واقعہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کو متعدد الفاظ سے روایت کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی توجہ صرف معنی کی طرف رہتی تھی اور وہ احادیث کے الفاظ یاد کرنے کا التزام نہیں کرتے تھے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو بعینہٖ تم تک نہیں پہنچاتے، تم صرف معنی سے سروکار رکھو، زرارہ بن اوفیٰ کہتے ہیں کہ میری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے ملاقات ہوئی، الفاظ کا ان میں اختلاف تھا اور معنی میں وہ متفق تھے، نخعی، حسن اور شعبی روایت بالمعنی کرتے تھے، حسن نے کہا جب تم معنی حاصل کر لو تو یہ کافی ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے جس طرح سنا ہے اسی طرح حدیث بیان کر رہا ہوں، تو اس کی تصدیق مت کرو، میں صرف معنی کو منتقل کرتا ہوں، وکیع رحمہ اللہ نے کہا اگر روایت بالمعنی کی وسعت نہ ہوتی تو لوگ ہلاک ہو جاتے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کو عجمی زبان میں منتقل کرنا اور اس کا ترجمہ کرنا صحیح ہے اور یہی روایت بالمعنی ہے، اور خود اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں انبیاء سابقین کے قصے بیان کیے ہیں اور اس نے ایک قصے کو متعدد جگہ پر متعدد الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کا معنی واحد ہے، ———— اور ان کے کلام کو ان کی زبان سے عربی میں منتقل کیا ہے اور وہ تقدیم، تاخیر، حذف، زیادتی اور کمی میں ان کی زبان کے اسلوب کے خلاف ہے، اور جب عجمی زبان کو عربی میں منتقل کرنا جائز ہے تو عربی کو عجمی میں منتقل کرنا بھی جائز ہوگا، حسن اور شافعی نے اس دلیل سے استدلال کیا ہے اور یہ اس مسئلہ میں قوی دلیل ہے۔[1]

الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ: ٥)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

امام مسلم طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کے پاس گیا اور

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ١ ص ٤٣-١٢، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ١٣٨٧ھ۔

کہنے لگا اے امیر المومنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت کو پڑھتے ہیں، کہ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا وہ یہ آیت ہے: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا" حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی، یہ آیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن عرفات میں نازل ہوئی تھی۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ ہم نے دو وجہوں سے اس دن کو عید بنا لیا کیونکہ یہ دن یوم عرفہ تھا اور یوم جمعہ تھا اور ان میں سے ہر دن اہل اسلام کی عید ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

دین سے یہاں شریعت مراد ہے، اور ہم پر احکام شرعیہ تھوڑے تھوڑے کر کے نازل ہوئے ہیں، حضرت ابن عباس اور سدی سے یہ منقول ہے کہ اس آیت کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اہم فرائض اور تحلیل اور تحریم کے احکام اس آیت کے بعد نازل نہیں ہوئے انھوں نے کہا اس آیت کے بعد قرآن مجید کی کافی آیات نازل ہوئیں، آیت ربوا اور آیت کلالہ اس آیت کے بعد نازل ہوئی، البتہ دین کا معظم حصہ اور حج کے احکام مکمل ہو چکے تھے کیونکہ اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا، اور نہ کسی نے برہنہ ہو کر طواف کیا، اور تمام لوگوں نے میدان عرفات میں وقوف کیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا" اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پہلے دین ناقص تھا اور اس سے پہلے بدر، احد اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والے جو مہاجر اور انصار فوت ہوئے، وہ سب ناقص دین پر فوت ہوئے۔ اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ناقص دین کی دعوت دے رہے تھے، اور نقص عیب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نقص عیب نہیں ہوتا، کیا مہینہ کا کم ہونا اور انتیس دن کا ہونا عیب ہے؟ کیا مسافر کا نماز قصر پڑھنا عیب ہے؟ کیا کسی شخص کی عمر کا کم ہونا عیب ہے؟ کیا مال کا چوری سے یا جل جانے سے یا ڈوب جانے سے کم ہونا عیب ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تبلیغ دوسرے انبیاء سے کم تھا کیا یہ عیب ہے؟ [3]

ہمارے نزدیک اس سوال کا زیادہ صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دین بمعنی شریعت ہے یعنی اس آیت کے نزول کے بعد احکام شرعیہ مکمل ہو گئے، کیونکہ احکام شرعیہ بہ تدریج نازل ہوتے ہیں اور دین ان عقائد اور اصول کا نام ہے جو تمام انبیاء میں مشترک رہے ہیں، مثلاً اللہ تعالے کی وحدانیت، اس کا قدیم ہونا، نبوت، قیامت، مرنے کے بعد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٤٢٠، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ، اکمال اکمال المعلم ج ٢ ص ٣٢٢، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ٦ ص ٦٣-٦١، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ١٣٨٧ھ

اٹھنا، جزاء، سزا اور جنت و دوزخ، ان تمام امور کا ماننا دین ہے اور یہ دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی دعوت سے کامل تھا اور جو صحابہ اس آیت کے نزول سے پہلے فوت ہو گئے وہ دین کامل پر فوت ہوئے، اور ان کے لحاظ سے شریعت بھی کامل تھی کیونکہ ان کی زندگی میں جتنے احکام شرعیہ نازل ہوئے وہ ان سب پر ایمان لائے اور انہوں نے ان سب پر عمل کیا۔

دین، شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات

میر سید شریف لکھتے ہیں:

الدین وضع الٰهی یدعو اصحاب العقول الی قبول ما هو عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم - الدین والملة متحدان بالذات ومختلفان بالاعتبار فان الشریعة من حیث انها تطاع تسمی دینا ومن حیث انها تجمع تسمی ملة ومن حیث انها یرجع الیها تسمی مذهبا وقیل الفرق بین الدین والملة والمذهب ان الدین منسوب الی اللہ تعالی والملة منسوبة الی الرسول والمذهب منسوب الی المجتهد۔[1]

دین ایک الٰہی دستور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہے جو عقل والوں کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، دین اور ملت متحد بالذات ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں کیونکہ شریعت بہ حیثیت اطاعت دین ہے اور بہ حیثیت ضبط اور تحریر ملت ہے، اور جس حیثیت سے اس کی طرف رجوع کیا جائے مذہب ہے، ایک قول یہ ہے کہ دین اللہ کی طرف منسوب ہے اور ملت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔

الشریعة هی الائتمار بالتزام العبودیة وقیل الشریعة هی الطریق فی الدین۔[2]

عبودیت کا التزام کر کے حکم ماننا شریعت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شریعت دین کا ایک راستہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

عن قتادة شرعة ومنهاجا قال الدین واحد والشریعة مختلفة۔[3]

شرعۃ ومنہاجا کی تفسیر میں قتادہ نے کہا دین ایک ہے اور شریعت مختلف ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

انه جعل التوراة لاهلها والانجیل لاهله والقرآن لاهله وهذا فی الشرائع والعبادات والاصل التوحید لا اختلاف فیه۔[4]

اللہ تعالیٰ نے اہل تورات کے لیے تورات مقرر کی اور اہل انجیل کے لیے انجیل اور اہل قرآن کے لیے قرآن مقرر کیا اور یہ تقرر شریعتوں اور عبادتوں میں ہے اور اصل توحید ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۲ھ، کتاب التعریفات ص ۴۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] " " " " ، کتاب التعریفات ص ۵۵، " " "

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۱۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

امام بخاری مجاہد سے روایت کرتے ہیں:

اوصیناك یا محمد وایاہ دینا واحدا۔[1]

اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم نے آپ کو اور حضرت نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ط (الشورٰی: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسٰی اور عیسٰی کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے۔

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ (مائدہ: ۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی شریعت الگ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات، احادیث اور عبارات علماء کا حاصل یہ ہے کہ جو عقائد اور اصول تمام انبیاء میں مشترک ہیں مثلاً توحید، رسالت، قیامت، جزاء، سزاء، اللہ کی تعظیم اور اس کے شکر کا واجب ہونا، قتل اور زنا کا حرام ہونا، ان کا نام دین ہے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادات اور نظام حیات کے جو مخصوص احکام بتائے وہ شریعت ہے، ان کو مدون اور منضبط کرنا ملت ہے۔ اور امام اور مجتہد نے کتاب اور سنت سے جو احکام مستنبط کیے ان کا نام مذہب ہے اور مشائخ طریقت نے جو اوراد اور وظائف کے مخصوص طریقے بتائے ان کا نام مسلک اور مشرب ہے اور کسی مخصوص درس گاہ کے نظریات کا نام مکتب فکر ہے۔ مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم دین کے اعتبار سے مسلمان ہیں، شریعت کے اعتبار سے محمدی ہیں، مذہب کے اعتبار سے ماتریدی اور حنفی ہیں اور مسلک اور مشرب کے اعتبار سے قادری ہیں اور مکتب فکر کے لحاظ سے بریلوی ہیں۔

آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفاً عید ہونے پر استدلال

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے، تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور امور تکلیفیہ میں حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیے اسی لیے اس آیت کے نزول کے بعد بیان حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اگرچہ واتقوا یوما

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ا ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

تو جعوا فیہ الی اللہ نازل ہوئی مگر وہ آیت موعظت و نصیحت ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کا معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا، اور قیامت تک باقی رہے گا۔

شان نزول: بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے یہی الیوم اکملت لکم پڑھی، آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا، آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لیے وہ دن عید ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ و عرفہ (جامع ترمذی ص ٣٣٣، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے، اور حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الہیہ کی یادگار و شکر گزاری ہے۔ [1]

علامہ راغب اصفہانی عید کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعید ما یعاود مرۃ بعد اخری وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر ولما کان ذلک الیوم مجعولا للسرور فی الشریعۃ کما نبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ ایام اکل وشرب وبعال صار یستعمل العید فی کل یوم فیہ مسرۃ وعلی ذلک قولہ تعالی: انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا۔ [2]

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے، اور شریعت میں عید کا دن عید الفطر اور عید الاضحی کے ساتھ خاص ہے، اور جب کہ یہ دن شریعت میں اظہار خوشی کے لیے مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس پر متنبہ کیا کہ (ایام تشریق) کھانے پینے اور عمل ازدواج کے ایام ہیں، تو عید کا لفظ ہر خوشی کے دن کے لیے استعمال ہونے لگا اور اسی استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا دستر خوان نازل فرما جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے۔ (مائدہ: ١١٤)

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ خزائن العرفان ص ١٧١، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ، المفردات ص ٣٥٢ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران ١٣٤٢ھ

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے کوئی عظیم نعمت عطا فرمائی ہو تو جب وہ دن لوٹ کر آئے تو اس نعمت کی یاد اور خوشی کے اظہار کے لیے اس دن کو عید کہا جاتا ہے، یوم الفطر میں ایک ماہ کے روزوں کے بعد کھانے پینے کی اجازت کی نعمت ملی تو یہ دن عید ہوا، دس ذوالحجۃ کو حضرت اسماعیل کی جگہ دنبہ کی قربانی ہوئی تو اس نعمت کی یاد میں یہ دن عید ہوا، جمعہ کے دن حضرت آدم کی تخلیق ہوئی تو یہ دن عید ہو گیا تو بارہ ربیع الاول کو جب حضرت آدم اور تمام اولاد آدم کے سردار، کائنات کے مختار اور اللہ کے محبوب پیدا ہوئے تو یہ دن عید کا دن کیوں نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا قال هم واللہ کفار قریش قال عمرو هم قریش ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ۔[1]

جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے تبدیل کر دیا، اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے فرمایا خدا کی قسم! یہ لوگ کفار قریش ہیں، عمرو بن دینار نے کہا یہ قریش ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول ہے کہ جس دن آسمان سے دستر خوان نازل ہوگا وہ دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید کا دن ہوگا۔ آسمان سے کھانا آئے تو وہ دن عید ہو جاتے تو جس دن اللہ کے پاس سے اللہ کے محبوب آئیں تو وہ دن بہ طریق اولیٰ عید کا دن ہوگا، البتہ عید الفطر اور عید الاضحی شرعی عیدیں ہیں، جن کے شرعی احکام شارع علیہ السلام سے منقول ہیں اور عید میلاد النبی عرفی عید ہے، ہمارے ملک میں ۲۳ مارچ کو قرار داد پاکستان کی یاد میں خوشی منائی جاتی ہے، ۱۴ اگست کو حصول آزادی کی خوشی میں چراغاں ہوتا ہے اور لوگ مکانوں کو جھنڈیوں سے سجاتے ہیں اور ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہے اور اہل اسلام کا یہ عرف ہے کہ وہ اس دن اظہار خوشی کرتے ہیں صدقہ و خیرات کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں، اپنے مکانوں اور دکانوں کو سجاتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں، اہل اسلام نے کبھی بھی اس کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح شرعی عید نہیں قرار دیا اور نہ اس کو دین کا رکن اور جزء بنایا ہے حتیٰ کہ اس پر بدعت کا فتویٰ لاگو کیا جائے، یہ صرف عرفی عید ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کی یاد پر اظہار خوشی اور شکر بجا لانے کا دن ہے۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

فرحم اللہ امرا اتخذ لیالی شهر مولدہ المبارک اعیادا لیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض و اعیاہ داء۔[2]

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنا دیا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسالت کی بیماری ہے وہ اور بیمار ہو جائے۔

علامہ زرقانی مالکی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

والحاصل ان عملہ بدعۃ لکنہ مشتمل علی محاسن وضدها فمن تحری المحاسن و

خلاصہ یہ ہے کہ عید میلاد منانا بدعت (نیا کام) ہے لیکن یہ اچھائیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے تو جس شخص

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اجتنب ضدها کانت بدعة حسنة ومن لا فلا، قال الحافظ ابن حجر فی جواب سوال وظهر لی تخریجه علی اصل ثابت فی الصحیحین ان النبی صلی الله علیه وسلم قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء فسألهم فقالوا هو یوم اغرق الله فیه فرعون ونجی موسی ونحن نصومه شکرا قال فیستفاد فعل الشکر علی ما من به فی یوم معین وای نعمة اعظم من بروز نبی الرحمة والشکر یحصل بانواع العبادة کالسجود والصیام والصدقة والتلاوة وسبقه الی ذلك الحافظ ابن رجب۔ [1]

نے اچھائیوں کا قصد کیا ہے اور برائیوں (مثلاً ڈھول تاشے بجانے گانے، مرد وزن کے مخلوط اجتماعات) سے بچا تو یہ بدعت حسنہ ہے، ورنہ نہیں، حافظ ابن حجر نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ عید میلاد النبی کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی سو ہم اس دن شکر کا روزہ رکھتے ہیں، (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہمارا تعلق ہے پھر آپ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا) اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ جس قوم پر کسی معین دن میں کوئی نعمت نازل ہوئی ہو، وہ اس دن شکر بجا لائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے بڑھ کر کون سی نعمت ہے؟ اور شکر مختلف عبادتوں سے ہوتا ہے، مثلاً نفلی نماز پڑھنا، نفلی روزے رکھنا، صدقہ و خیرات کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حافظ ابن حجر سے پہلے حافظ ابن رجب نے یہ دلیل پیش کی تھی۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع۔ (النساء: ۳)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو اپنی پسند کے موافق (ان کی بجائے بیک وقت) دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں چند قول ہیں، حسن کا قول یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیر ولایت یتیم لڑکی سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے، باوجودیکہ اس کی رغبت نہیں ہوتی تھی، پھر اس کے ساتھ صحبت و معاشرت میں اچھا

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سلوک نہ کرتے اور اس کے مال کا وارث بننے کے لیے اس کی موت کے منتظر رہتے، اس آیت میں انھیں اس سے روکا گیا، ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت سے تو بے انصافی ہو جانے کے خدشہ سے گھبراتے تھے اور زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، انھیں بتایا گیا کہ اگر تم نا انصافی کے اندیشے سے یتیموں کی ولایت سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو، اور اس سے بچنے کے لیے جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، ان سے نکاح کرو، اور حرام کے قریب مت جاؤ، ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت و سرپرستی میں تو نا انصافی کا اندیشہ کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے تھے، انھیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں نا انصافی ہونے سے بھی ڈرو، اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو، عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قریش دس، دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے، اور جب ان کا بار نہ اٹھ سکتا تو جو یتیم لڑکیاں ان کی سرپرستی میں ہوتیں ان کے مال خرچ کر ڈالتے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی استطاعت دیکھ لو، اور چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تاکہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے، خواہ وہ آزاد ہوں یا باندی، دوسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے، اس پر اجماع ہے، یہ بیک وقت چار سے زیادہ کو نکاح میں رکھنا آپ کے خصائص میں سے ہے، سنن ابو داؤد میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی آٹھ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے چار رکھنا، جامع ترمذی میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان میں سے چار رکھو۔ [1]

سورۂ نساء مدنی ہے، اور اس سورت کی اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو اور اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک بیوی پر قناعت کرو، یا اپنی کنیزوں سے نفع اندوزی کرو یا متعہ کر لو، اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا اس بات کا بیان ہے کہ متعہ جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں "ما" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کی وضع عموم کے لیے ہے، یعنی کتاب و سنت میں مذکور محرمات کے علاوہ تم کو جو عورتیں بھی پسند آئیں، ان سے نکاح کر لو، سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد سادس میں بیان کر دی گئی ہے۔

من کان فقیرا فلیأکل بالمعروف کی تفسیر اور ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

ومن کان غنیا فلیستعفف ۚ ومن — اور (یتیم کا جو ولی) جو ضرورت مند نہ ہو وہ یتیم کے

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان، ص ۱۲۴، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

كان فقيرا فليأكل بالمعروف۔ (نساء: ۶)

مال سے اجتناب رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ اس کے مال سے دستور کے مطابق کھالے۔

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تاویل میں متقدمین کا اختلاف ہے، قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، اور کہنے لگا میرے پاس کچھ یتیم ہیں جن کے اموال ہیں وہ ان یتیموں کے اموال سے کچھ کھانے کی اجازت طلب کر رہا تھا حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم ان کے خارش زدہ اونٹوں پر قطران (ایک سیال مادہ جو صنوبر کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے) نہیں ملتے ہو؟ اس نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اونٹوں کے آنے سے پہلے حوضوں پر نہیں پہنچتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا تم ان کا دودھ پیو مگر ان کے تھنوں سے زیادہ دودھ نہ نکال لینا اور ان کی نسل کو نقصان نہ پہنچانا، اور عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب ولی محتاج ہو تو وہ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رکھے اور عمامہ نہ پہنے۔ پہلی حدیث میں حضرت ابن عباس نے یتیم کا مال کھانے کے لیے اس کے ولی اور وصی کے لیے اس کا کام کرنے کی شرط لگائی ہے اور عکرمہ کی روایت میں ضرورت کے وقت بغیر کسی شرط کے اس کا مال کھانے کی اجازت دی ہے۔

مرثد بن عبد اللہ المزنی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض انصار سے اس آیت (یتیم کا جو ولی ضرورت مند نہ ہو وہ اجتناب رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھائے۔) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب ولی یتیم کی کھجوروں کے درختوں میں کام کرتا تھا تو اس کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رہتا تھا اس حدیث کی سند میں جہالت ہے، نیز یہ اس وجہ سے فاسد ہے کہ اگر کام کرنے کی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہوتا تو اس میں غنی اور محتاج کا فرق نہ ہوتا، پس معلوم ہو گیا کہ یہ تاویل فاسد ہے، نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے کہ تم یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو لیکن اس سے عمامہ نہیں پہن سکتے، اگر کام کرنے کی وجہ سے یتیم کا مال کھانے کا استحقاق ہوتا تو اس میں کھانے اور پہننے کے حکم کا فرق نہ ہوتا۔

اس آیت کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ جب کوئی شخص یتیم کے اموال کی دیکھ بھال کرے تو وہ اس کے مال سے کھا سکتا ہے لیکن پہن نہیں سکتا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یتیم کا ولی ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے، پھر بعد میں وہ قرض ادا کر دے، حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے مال (بیت المال) کو بہ منزلہ مال یتیم قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے بچا رہتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں اس سے رواج کے مطابق کھا لیتا ہوں پھر اس کو ادا کر دیتا ہوں، عبیدہ سلمانی، سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، ابووائل اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے کہ وصی ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے لے اور جب اس کو پیسے مل جائیں تو ادا کر دے۔

تیسرا قول حسن، ابراہیم، عطاء بن ابی رباح اور مکحول کا ہے کہ ضرورت کے وقت وصی یتیم کے مال سے اس قدر لے جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور اس کی ستر پوشی ہو جائے اور جب اس کے پاس مال آ جائے تو وہ اس کو ادا نہ کرے۔

چوتھا قول شعبی سے منقول ہے کہ یتیم کا مال بہ منزلہ مردار ہے اضطرار کے وقت اس کو کھا لے پھر اگر وسعت ہو تو

اس کو واپس کر دے اور اگر وسعت نہ ہو تو یہ اس کے لیے حلال ہے۔

پانچواں قول مقسم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جو غنی ہو وہ یتیم کے مال سے مجتنب رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ حتی الامکان اپنے مال کو خرچ کرے اور یتیم کے مال کو اپنے اوپر بالکل خرچ نہ کرے۔ عکرمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ خرچ کرے ادا کر دے اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے مجاہد نے دوسری روایت میں یہ کہا ہے کہ ولی دستور کے مطابق اپنے مال سے کھائے اور اس کو یتیم کے مال سے کھانے کی بالکل اجازت نہیں ہے اور یہی حکم کا قول ہے۔

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں سلف صالحین کے یہ مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چار روایتیں منقول ہیں۔ (۱) اگر وہ یتیم کے اموال کی دیکھ بھال کرے تو اس کو کھانے پینے کی اجازت ہے (۲) ضرورت کے وقت قرض لے اور بعد میں ادا کر دے۔ (۳) یتیم کے مال سے بالکل خرچ نہ کرے، ضرورت کے وقت اپنے مال سے خرچ کرے۔ (۴) یہ آیت منسوخ ہے۔

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) کا جو مذہب مشہور ہے وہ یہ ہے کہ وہ یتیم کے مال کو بطور قرض کھائے نہ بطور غیر قرض کھائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وصی یتیم کے مال کو نہ بطور قرض کھائے نہ بطور غیر قرض، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے اور پھر اس کو ادا کر دے۔ اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ مقیم ہو تو یتیم کے مال سے نہ کھائے اور جب وہ یتیم کا مال وصول کرنے یا اس کی زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے سفر پر جائے تو اس کے مال کو خرچ کر سکتا ہے اور جب سفر سے واپس آئے تو اس کے کپڑے اور سواری واپس کر دے۔ امام ابویوسف نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہو:

یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (نساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ ہاں جو تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو اس سے کھا سکتے ہو۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ امام ابویوسف نے سفر میں وصی کو یتیم کے مال میں بمنزلہ مضارب قرار دیا ہے اور امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اگر ولی اور یتیم کا مال ملا ہوا ہو اور ولی کا مال یتیم سے زیادہ ہو تو پھر اس مال سے ولی کے خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یتیم کا مال زیادہ ہے تو پھر ولی کو اس سے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اس میں ولی کے مستغنی یا محتاج ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ حسن بن حی نے کہا ضرورت کے وقت وصی یتیم کے مال سے قرض لے اور پھر اس کو ادا کر دے، اور وہ اپنے کام کے بقدر یتیم کے مال سے لے بشرطیکہ اس سے یتیم کو ضرر نہ ہو۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

واتوا الیتمیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اپنا کھوٹا مال، ان کے کھرے مال سے نہ بدلو، اور ان کے اموال

اموالکم انہ کان حوبا کبیرا۔ (نساء: ۲)

کو اپنے اموال میں ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافا و بدارا ان یکبروا۔ (نساء: ۶)

پس اگر تم ان میں عقلمندی کے آثار دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو، اور ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ۔ (انعام: ۱۵۲)

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر ایسے طریقہ سے جو بہت اچھا ہو حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ (نساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔

اور فرمایا:

یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ (نساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ۔

یہ تمام آیات محکم ہیں جو یتیم کے ولی کو یتیم کا مال کھانے سے مطلقاً منع کرتی ہیں خواہ حالت فقر ہو یا حالت غنا، اور ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف "جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے موافق کھا لے" یہ آیت متشابہ ہے اور اس آیت میں ان تمام وجوہ کا احتمال ہے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، اس لیے سب سے بہتر تاویل یہ ہے کہ اس آیت کے معنی کو ان تمام آیات محکمہ کے مطابق محمول کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ یتیم کا ولی ضرورت کے وقت اپنے مال کو دستور کے مطابق کھائے اور یتیم کے مال کو مطلقاً نہ کھائے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم متشابہ کو محکم کی طرف راجع کریں، اور یہ تاویل کہ ناگزیر ضرورت کے وقت یتیم کے مال کو بطور قرض یا بغیر قرض لینا جائز ہے ان آیات محکمات کے خلاف ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ فلیاکل بالمعروف والی آیت ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما سے منسوخ ہو گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس یتیم ہے، آپ نے فرمایا اپنے یتیم کے مال کو بغیر اسراف کے کھاؤ، اور اس کے مال سے اپنے مال کو نہ بڑھاؤ اور حضرت حسن عوفی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کا ولی اس کے مال کو دستور کے مطابق کھائے اور اس سے مال

جمع ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو حدیثیں قرآن مجید کی ان آیات محکمہ کے معارض نہیں ہو سکتیں جن میں یتیم کا مال کھانے سے مطلقاً منع کیا ہے اور ہمارے نزدیک ان حدیثوں کا محمل یہ ہے کہ یتیم کا ولی یتیم کے مال سے مضاربت کرے اور اس کے حصہ میں جو نفع آئے اس کو کھا لے اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بہ طریق مضاربت یتیم کے مال سے کھانا جائز ہے تو یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس سے کھانا کیوں جائز نہیں ہے جیسا کہ قاسم بن محمد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک شخص کو یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس کا مال کھانے کی اجازت دی، اور اسی طرح حسن سے بھی اجازت منقول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو وہ یہ مال دیکھ بھال کی اجرت اور عوض کے طریقہ سے لے گا یا اس کے بغیر اگر وہ دیکھ بھال کی اجرت اور عوض کے طور سے یہ مال لیتا ہے تو یہ چار وجوہ سے باطل ہے، (۱) جن لوگوں نے اس مال کو کھانے کی اجازت دی وہ ضرورت اور فقر کی حالت میں دی ہے، کیونکہ غنی ہونے کی حالت میں اس کا کھانا نص کتاب سے ممنوع ہے (ومن کان غنیا فلیستعفف "جو غنی ہو وہ بچتا رہے") حالانکہ اجرت کے استحقاق میں غنی اور فقیر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اس مال کا بہ طور اجرت کھانا باطل ہو گیا، (۲) وصی کا خود اپنے آپ کو اجرت کے لیے طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) جن لوگوں نے بہ طور اجرت یتیم کا مال کھانے کی اجازت دی ہے انھوں نے اجرت کی مقدار متعین نہیں کی۔ حالانکہ بغیر تعیین کے اجارہ جائز نہیں ہے۔ (۴) جن لوگوں نے یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس کا مال کھانے کی اجازت دی ہے انھوں نے اس کو اجرت نہیں قرار دیا اور نہ ہی یہ عمل مضاربت ہے اور مضاربت کے نفع کا حصہ ہے۔ اور اگر بہ طریق اجرت نہیں لے رہا تو پھر اس کے جواز کی کیا صورت ہے؟

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس طرح باقی عمال اور قضاۃ عمل کرتے ہیں اور مسلمانوں کا کام کرنے کی وجہ سے اپنا رزق لیتے ہیں، اسی طرح جب وصی بھی یتیم کے لیے عمل کرے گا تو اس کے لیے بھی بہ قدر عمل اپنا رزق لینا جائز ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وصی غنی ہو تو اس کے لیے اپنے عمل کی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں منصوص ہے: ومن کان غنیا فلیستعفف اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ قضاۃ اور عمال کے لیے غنی ہونے کے باوجود اپنے عمل کی وجہ سے رزق لینا جائز ہے، پس واضح ہو گیا کہ یتیم کے ولی کو قاضی اور عامل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قاضی اور عامل کے رزق لینے میں اور مال یتیم سے بہ قدر کفایت لینے میں اور اجرت لینے میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق کسی چیز کی اجرت نہیں ہے، ہر وہ شخص جو مسلمانوں کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق مقرر کر دیتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فقہاء کے لیے رزق مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس پر اجرت لینا جائز ہو، کیونکہ لوگوں کو فتوے دینا اور مسائل بتانا فرض ہے اور فرض پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اسی طرح ازواج اور ان کی اولاد کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ بھی اجرت نہیں ہے، اسی طرح خلفاء اور حکام کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ اجرت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس، فئی اور مال غنیمت سے حصہ ملتا تھا اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام دینیہ بتانے پر اجرت لیتے تھے، اور یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے، جب کہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے:

قل لا اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین۔ (ص: ۸۶)
آپ کہیے میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ (شوریٰ: ۲۳)
آپ کہیے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، ماسوا قرابت داروں کی محبت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رزق اجرت نہیں ہے، نیز فقراء، مسکینوں اور یتیموں کے بیت المال میں حقوق ہیں، اور یہ حقوق کسی چیز کا عوض نہیں ہیں، لہٰذا قاضی اور کسی بھی دینی کام کرنے والے کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے اور قاضی کو ہدیہ لینے سے منع کیا گیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ "اکّالون للسحت" (مائدہ: ۴۲) "حرام کھانے والے" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا اس سے رشوت لینے والے مراد ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء کا ہدیہ لینا خیانت ہے، اس لیے قاضی کا قضا پر اجرت لینا اور ہدیہ لینا جائز نہیں ہے اور یتیم کا ولی یتیم کے مال سے جو لیتا ہے وہ یا تو قاضی اور عامل کے رزق کے طور پر ہوگا یا بطور اجرت، اجرت اس لیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اجرت میں عمل، مدت اور اجرت کا معلوم اور متعین ہونا ضروری ہے اور اس میں عقد اجارہ کا مقدم ہونا ضروری ہے اور اس میں غنی اور فقیر دونوں برابر ہیں اور جو ولی یتیم کے مال کو بطور قرض یا غیر قرض لینے کی اجازت دیتا ہے، وہ اس کو اجرت نہیں کہتا، اور وہ فقیر کے لیے اس کو جائز کہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ اجرت نہیں ہے، اور یہ قاضی اور عامل کے رزق کی طرح بھی نہیں ہے، کیونکہ اول تو قاضی اور عامل کے رزق میں غنی اور فقیر کا فرق نہیں ہے، ثانیاً رزق بیت المال سے واجب ہوتا ہے، کسی معین شخص کے مال سے رزق واجب نہیں ہوتا، نیز وصی اور ولی بغیر کسی شرط کے بطریق تبرع اور احسان یتیم کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے اس لیے اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اس کو یتیم کے مال سے لینا جائز نہیں ہے، بطور قرض نہ غیر قرض۔ [1]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ امام ابوالعباس یہ کہتے ہیں کہ اگر یتیم کا مال بہت زیادہ ہو اور اس کے انتظام اور دیکھ بھال کی وجہ سے ولی کے اپنے کاروبار معاش میں حرج واقع ہوتا ہو تو اس کے لیے اس کام کی اجرت متعین کی جائے گی، اور اگر یتیم کا مال کم ہو اور اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے ولی کے اپنے کاروبار معاش میں خلل نہ ہوتا ہو تو وہ یتیم کے مال سے بالکل نہ کھائے، البتہ اس کے لیے اس کے دودھ میں سے معمولی مقدار پی لینا، یا تھوڑا سا کھانا اور گھی کھا لینا جس سے یتیم کو نقصان نہ ہو، مستحب ہے، جیسا کہ تھوڑا بہت تصرف کو تو عرف میں قابل معافی ہوتا ہے، قرآن مجید میں فلیاکل بالمعروف کی اجازت دی گئی ہے۔ اس سے یہی تھوڑا سا طعام کھانا مراد ہے۔ [2]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام رازی نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کیے ہیں: ایک یہ کہ وصی مال یتیم سے بقدر

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸-۶۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ
[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

احتیاج لے سکتا ہے، دوسرا یہ کہ وہ ضرورت کے وقت اس کے مال سے بہ طور قرض لے سکتا ہے، اور تیسرا قول علامہ ابوبکر رازی کا نقل کیا ہے کہ دونوں طرح لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن انھوں نے کہا یہ ضعیف قول ہے، البتہ علامہ ابوبکر رازی کی بحث کا جواب نہیں دیا۔ امام رازی کا رجحان پہلا قول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس پر انھوں نے بکثرت دلائل دیے ہیں، ان کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تاکلوھا اسرافا۔ یتیم کا مال اسراف سے نہ کھاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا مال بہ قدر احتیاج کھانا جائز ہے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف، اس آیت کے پہلے جز سے جو وصی غنی ہو اس کو اپنے مال کے ساتھ نفع حاصل کرنے سے روکنا بہرحال مراد نہیں ہے، بلکہ یتیم کے مال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا ہے، تو فلیاکل بالمعروف جو اس کے مقابلہ میں ہے اس کا لامحالہ یہی مطلب ہوگا کہ ضرورت کے وقت وہ یتیم کے مال سے بہ قدر حاجت کھا سکتا ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیم کے مال کھانے کی دو نوعیتیں ہیں، ظلم اور غیر ظلم اور بہ طور ظلم کھانا منع ہے، تو بغیر ظلم کے بہ قدر احتیاج کھانا جائز ہوا۔

(۴)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا میرے زیر کفالت یتیم ہیں کیا میں ان کے مال سے کھا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دستور کے مطابق کھا سکتے ہو، لیکن اس سے مال اکٹھا نہ کرنا۔

(۵)۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار، حضرت ابن مسعود اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم کو خط لکھا: میں تمہارے لیے ہر روز ایک بکری بہ طور رزق مقرر کرتا ہوں، نصف عمار کے لیے، ربع عبداللہ بن مسعود کے لیے اور ربع عثمان کے لیے۔ سنو! میں نے تم کو اور اپنے آپ کو اللہ کے مال میں، مال یتیم کے حکم میں رکھا ہے، جو غنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو محتاج ہو وہ بہ قدر احتیاج کھا لے اور امام مالک نے اپنے موطا میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یتیم کے ولی نے ان سے پوچھا آیا وہ یتیم کی اونٹنیوں سے دودھ پی سکتا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم اس کا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ کر لاتے ہو، اس کے حوض کی دیکھ بھال کرتے ہو، اس کے خارش زدہ اونٹ پر قطران ملتے ہو اور ان کو پانی پلانے لے جاتے ہو تو تم ان کی اونٹنیوں کا دودھ پی سکتے ہو، مگر ان کے تھنوں سے سارا دودھ نہ نکال لینا، اور ان کی نسل کو نقصان نہ پہنچانا، نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب یتیم کا ولی اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رکھتا ہے تو وہ ان کے مال سے دستور کے مطابق کھائے اور ان کے مال سے عمامہ نہ پہنے۔

(۶)۔ یتیم کا وصی جب یتیم کے مال کی اصلاح کے لیے مشقت برداشت کرتا ہے، تو پھر اس کے مال سے اپنی مشقت کے برابر مال لینا اس کا حق اور واجب ہے جیسا کہ صدقہ کے عامل کو صدقات سے اس کی مشقت کے عوض اجر دیا جاتا ہے۔ [۱]

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۴۶-۱۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں: یہ آیت یتیم کے والی کے حق میں نازل ہوئی ہے جو یتیم کی دیکھ بھال کرتا ہے جب وہ ضرورت مند ہو تو اس کے مال سے کھائے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی ضرورت اور اس کی اجرت کی مثل میں سے جو کم ہو اس کو وہ لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جواز اس وقت ہے جب وہ فقیر ہو اور اس کی اجرت کا حق نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی صحیح مذہب یہی ہے، کیونکہ آیت نے بغیر کسی عوض کے کھانے کو مباح کیا ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس یتیم ہے؟ آپ نے فرمایا: بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھالو، اور نہ مال جمع کرنا اور نہ اپنا مال بچانا، اور امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے آیا میں اس کے مال سے کھالوں؟ آپ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھالو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو واپس کرے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ [۱]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق مذاہب اربعہ کا خلاصہ

امام ابوبکر جصاص نے جو فقہاء احناف کا مسلک بیان کیا ہے اس کے تحت یتیم کے ولی کے لیے یتیم کا مال کھانا بالکل جائز نہیں ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضرورت کے وقت قرض کی صورت میں یا بغیر قرض کے یتیم کے مال سے یتیم کے ولی کا کھانا جائز ہے اور ہر چند کہ علامہ ابوبکر جصاص کے پیش کردہ عقلی دلائل بہت قوی ہیں، لیکن احادیث اور آثار سے ائمہ ثلاثہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی ان کے نظریہ کو تقویت ملتی ہے جیسا کہ امام رازی نے بیان فرمایا ہے، یہ بحث نازک اور اہم مسئلہ ہے لہذا اس کا بہت غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق

ولی یتیم کے لیے بوقت ضرورت یتیم کا مال کھانے کی بحث میں ہم یہ مسئلہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ علماء دین اور دینی خدمات بجالانے والے عاملین کے لیے ان خدمات پر اجرت لینا اس وقت متعین ہے جب ان کے علاوہ ان خدمات کو انجام دینے کے لیے اور کوئی شخص نہ ہو اور ان کے حق میں ان خدمات کا انجام

۱؎ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۶ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

دینا فرض عین ہو جائے اور جب ایسی صورت حال نہ ہو تو پھر ان کے لیے ان خدمات پر اجرت لینا جائز ہے، اس کی ممانعت میں جو احادیث مروی ہیں وہ اکثر غایت درجہ کی ضعیف ہیں ثانیاً ان کا محمل یہ ہے کہ جب اس فرض کی ادائیگی کے لیے اور کوئی شخص نہ ہو، نیز صحیح احادیث سے دینی امور پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہے، پہلے ہم اس کے جواز میں احادیث اور آثار بیان کریں گے، پھر ممانعت کی احادیث ذکر کر کے ان کا محمل بیان کریں گے اور آخیر میں مذاہب ائمہ اور آراء علماء بیان کریں گے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال انطلق نفر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ سافروھا حتی نزلوا علی حی من احیاء العرب فاستضافوھم فابوا ان یضیفوھم فلدغ سید ذلک الحی فسعوا لہ بکل شیء لا ینفعہ شیء فقال بعضھم لو اتیتم ھؤلاء الرھط الذین نزلوا لعلہ ان یکون عند بعضھم شیء فاتوھم فقالوا یا ایھا الرھط ان سیدنا لدغ وسعینا لہ بکل شیء لا ینفعہ فھل عند احد منکم من شیء فقال بعضھم نعم واللہ انی لارقی ولکن واللہ لقد استضفناکم فلم تضیفونا فما انا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوھم علی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیہ ویقرا الحمد للہ رب العلمین فکانما نشط من عقال فانطلق یمشی وما بہ قلبۃ قال فاوفوھم جعلھم الذی صالحوھم علیہ فقال بعضھم اقسموا فقال الذی رقی لا تفعلوا حتی ناتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنذکر لہ الذی کان فننظر ما یامرنا فقدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت ایک سفر پر گئی حتی کہ وہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں پہنچے اور ان سے مہمانی طلب کی، انھوں نے ان کی میزبانی سے انکار کیا، اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا، انھوں نے اس کے علاج کے سب جتن کر لیے مگر کسی سے فائدہ نہیں ہوا، ان کے بعض لوگوں نے کہا یہ لوگ جو یہاں پر آئے ہوئے ہیں ان کے پاس جا کر دیکھو، ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو، وہ صحابہ کرام کے پاس گئے اور کہا اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے، ہم نے اس کے علاج کے لیے تمام جتن کر لیے اور کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہے؟ صحابہ میں سے بعض نے کہا ہاں ہے! بخدا میں دم کرتا ہوں، لیکن بخدا ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری میزبانی نہیں کی تو میں تم کو دم نہیں کروں گا حتی کہ تم ہم کو اجرت نہ دو، پھر بکریوں کے ایک گلے پر صلح ہو گئی، پھر وہ گئے اور انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کر دیا، تو یوں لگا جیسے اس کی رسی کے بند کھل گئے ہوں، اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی ہو اور اس نے کہا ان سے جو اجرت طے ہوئی ہے

فذكروا له فقال وما يدريك انها رقية ثم قال قد اصبتم اقسموا واضربوا لي معكم سهما فضحك النبي صلى الله عليه وسلم ۔[۱]

دو ان کو ادا کر دو۔ بعض صحابہ نے کہا ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو، جس نے دم کیا تھا اس نے کہا نہیں ابھی نہیں حتیٰ کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ہم آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں کہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا، تمہیں کیسے پتا چلا یہ دم ہے، پھر آپ نے فرمایا تم نے صحیح کیا، اس کو تقسیم کر لو اور اپنے حصوں کے ساتھ میرا حصہ بھی رکھنا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[۲]
اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پر اجرت لینے کو صحیح قرار دیا ہے۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان نفرا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مروا بماء فيهم لديغ او سليم فعرض لهم رجل من اهل الماء فقال هل فيكم من راق ان في الماء رجلا لديغا او سليما فانطلق رجل منهم فقرأ بفاتحة الكتاب على شاء فبرأ فجاء بالشاء الى اصحابه فكرهوا ذلك وقالوا اخذت على كتاب الله اجرا حتى قدموا المدينة فقالوا يا رسول الله اخذ على كتاب الله اجرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله ۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت ایک چشمے کے پاس سے گزری، وہاں ایک شخص کو سانپ نے ڈسا ہوا تھا، صحابہ کرام کے پاس چشمے والوں میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا تم میں کوئی شخص دم کرنے والا ہے، کیونکہ ایک آدمی کو چشمے میں سانپ نے ڈس لیا ہے، تب ایک صحابی گئے اور انہوں نے چند بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا، وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور وہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آ گئے صحابہ نے اس عمل کو ناپسند کیا اور کہا تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچ گئے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق کتاب اللہ ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، " " ، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر اجرت لینے کو نہ صرف جائز بلکہ سب سے زیادہ حقدار قرار دیا ہے۔ لہٰذا تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اگرچہ یہ واقعہ دم کرنے کا تھا لیکن الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچوں وقت کی نمازیں پڑھاتے تھے، نماز جنازہ اور جمعہ پڑھاتے تھے، فتاویٰ جاری کرتے تھے، قرآن اور حدیث کی تفسیر اور تشریح کرتے تھے، مسلمانوں کے دینی معاملات کا انتظام کرتے تھے، جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے، حدود و تعزیرات کو جاری کرتے، قاضیوں کا عزل و نصب کرتے، اور دیگر اسلامی شہروں میں امراء اور حکام کا تقرر کرتے اور ان تمام عبادات اور دینی امور انجام دینے پر خود بھی بیت المال سے وظائف لیتے تھے اور امراء، حکام اور قاضیوں کو بھی وظائف دیتے تھے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشة قالت لما استخلف ابوبکر الصدیق قال لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنة اهلی وشغلت بامر المسلمین فسیأکل آل ابی بکر من هذا المال ویحترف للمسلمین فیه۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے، لیکن اب میں مسلمانوں کے ملکی انتظام سنبھالنے میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور ابوبکر مسلمانوں کے دینی اور ملکی امور انجام دے گا۔

اس حدیث کو امام محمد بن سعد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام محمد بن سعد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن السائب قال لما استخلف ابوبکر اصبح غادیا الی السوق وعلی رقبته اثواب یتجر بها فلقیه عمر بن الخطاب وابوعبیدة بن الجراح فقالا له: این ترید یاخلیفة رسول الله؟ قال: السوق، قالا تصنع ماذا وقد ولیت امر المسلمین؟ قال: فمن این اطعم عیالی؟ قالا له: انطلق

عطاء بن سائب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ صبح کو کپڑوں کی ایک گٹھڑی لے کر بیچنے کے لیے بازار گئے، ان کی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے ملاقات ہوئی انھوں نے پوچھا: اے خلیفہ رسول اللہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے کہا بازار، ان دونوں نے کہا آپ کیا کر رہے ہیں آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں، آپ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حتی نفرض لك شيئا ، فانطلق معهما ففرضوا له كل يوم شطر شاة وما كسوه في الرأس والبطن ۔ [1]

نے کہا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا ؟ ان دونوں نے کہا چلیے ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں ، مہاجرین نے آپ کے لیے ہر روز آدھی بکری اور سر اور پیٹ ڈھانپنے کا لباس مقرر کیا ۔

عن حميد بن هلال قال لما ولى ابوبكر قال اصحاب رسول الله : افرضوا لخليفة رسول الله ما يغنيه قالوا نعم برداه اذا اخلقهما وضعهما واخذ مثلهما وظهره اذا سافر ونفقته على اهله كما كان ينفق قبل ان يستخلف قال ابوبكر رضيت ۔ [2]

حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کو (کار معاش کے) مستغنی کر دے صحابہ نے کہا جب ان کی دو چادریں پرانی ہو جائیں تو وہ ان کو اتار کر ان کی مثل نئی چادریں لے لیں اور ان کو سفر کے لیے سواری دی جائے ، اور خلافت سے پہلے ان کے اہل وعیال پر جو خرچ ہوتا تھا ان کو وہ خرچ دیا جائے حضرت ابوبکر نے فرمایا : میں راضی ہوں !

عن عمرو بن ميمون عن ابيه ، قال لما استخلف ابوبكر جعلوا له الفين فقال : زيدوني فان لي عيالا وقد شغلتموني عن التجارة ، قال فزادوه خمسمائة ۔ [3]

عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ نے ان کے لیے دو ہزار مقرر کیے ، حضرت ابوبکر نے فرمایا : اس میں اضافہ کرو ، کیونکہ میرے عیال ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے ، تب صحابہ نے پانچ سو کا اضافہ کر دیا ۔

عن محمد بن سيرين عن الاحنف قال كنا جلوسا بباب عمر فمرت جارية فقالوا سرية امير المؤمنين فقالت : ما هي لامير المؤمنين بسرية وما تحل له ، انها من مال الله ، فقلنا : فماذا يحل له من مال الله ؟ فما هو الا قدر ان بلغت

احنف بیان کرتے ہیں ، ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ، ایک باندی گزری ، لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی باندی ہے ، وہ کہنے لگی یہ امیر المومنین کی باندی نہیں ہے ، نہ ان کے لیے حلال ہے ، یہ تو بیت المال کی ملکیت ہے ، ہم نے کہا امیر المومنین کے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہوگی ؟ وہ مقدار اس

[1] امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ ، الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ١٨٤ ، مطبوعہ دار صادر بیروت ، ١٣٨٨ھ
[2] " " الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ١٨٤ ، " " "
[3] " " الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ١٨٥ ، " " "

وجاء الرسول فدعانا فاتيناه فقال: ما ذا قلتم؟ قلنا: لم نقل بأسا، مرت جارية فقلنا هذه سرية امير المؤمنين، فقالت: ما هي لامير المؤمنين بسرية وما تحل له انها من مال الله، فقلنا: فما ذا يحل له من مال الله؟ فقال: انا اخبركم بما استحيل منه، يحل لي حلتان حلة في الشتاء وحلة في القيظ وما احج عليه واعتمر من الظهر، وقوتي وقوت اهلي كقوت رجل من قريش ليس باغناهم ولا بافقرهم، ثم انا بعد رجل من المسلمين يصيبني ما اصابهم۔[1]

باندی کے برابر ہی ہوگی! پھر ایک قاصد نے آکر ہم کو بلایا اور ہم حضرت عمر کے پاس گئے، آپ نے پوچھا تم کیا کہہ رہے تھے؟ ہم نے کہا ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا، ایک باندی گذری تھی ہم نے کہا یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے، اس باندی نے کہا وہ ان کی باندی نہیں ہے، نہ ان کے لیے حلال ہے وہ تو بیت المال کی ملکیت ہے، ہم نے کہا امیر المؤمنین کے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہوگی؟ حضرت عمر نے فرمایا میں تم کو بتاتا ہوں کہ میرے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہے؟ میرے لیے دو حلے (دو جوڑے) حلال ہیں، ایک حلہ سردیوں میں اور ایک حلہ گرمیوں میں، اور میرے حج اور عمرے کی سواری اور میرے اور میرے اہل خانہ کا اتنا خرچ جتنا قریش کے ایک متوسط گھرانے کا خرچ ہوتا ہے، اس کے بعد میں ایک عام مسلمان کی طرح رہتا ہوں اور دوسروں کی طرح مجھ پر بھی مصیبتیں آتی ہیں۔

عن حارثة بن مضرب قال: قال عمر بن الخطاب: اني انزلت نفسي من مال الله منزلة مال اليتيم، ان استغنيت استعففت وان افتقرت اكلت بالمعروف قال وكيع في حديثه: فان ايسرت قضيت۔[2]

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں، اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں دستور کے مطابق کھاتا ہوں، وکیع کی روایت میں ہے جب میں خوش حال ہوں تو ادا کر دیتا ہوں۔

عن حارثة بن مضرب عن عمر انه قال: اني انزلت مال الله مني بمنزلة مال اليتيم فان استغنيت عففت عنه وان افتقرت اكلت بالمعروف۔[3]

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو دستور کے مطابق کھاتا ہوں۔

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] " " " " ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، " " " "

[3] " " " " ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، " " " "

عن ابی وائل قال، قال عمر انی انزلت مال اللہ منی بمنزلۃ مال الیتیم من کان غنیاً فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف۔ [1]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو ضرورت مند ہو وہ کھالے۔

قال، اخبرنا عارم بن الفضل قال، اخبرنا حماد بن سلمۃ عن ھشام ابن عروۃ عن عروۃ ان عمر بن الخطاب قال، لایحل لی من ھذا المال الا ما کنت آکلا من صلب مالی۔ [2]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا میرے لیے بیت المال سے صرف اتنی مقدار میں خرچ کرنا جائز ہے جتنی مقدار میں میں اپنے ذاتی مال سے خرچ کرتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن خالد الحذاء قال سالت اباقلابۃ عن المعلم یعلم ویاخذ اجرا فلم یر لہ باسا۔ [3]

خالد حذاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے اس معلم کے متعلق پوچھا جو اجرت لے کر تعلیم دیتا ہے تو انھوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

عن الوضین بن عطاء قال، کان بالمدینۃ ثلاثۃ معلمین یعلمون الصبیان فکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منھم خمسۃ عشر کل شھر الف۔ [4]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر ان میں سے ہر ایک کو ہر ماہ پندرہ ہزار دیتے تھے۔ امام بیہقی کی روایت میں امام ابن ابی شیبہ کے حوالے سے پندرہ درہم ماہانہ لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الوضین بن عطاء قال ثلاثۃ معلمون کانوا بالمدینۃ یعلمون الصبیان وکان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرزق کل واحد منھم خمسۃ عشر درھما کل شھر۔ [5]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ہر ماہ دیتے تھے۔

ثنا شعبۃ قال سالت معاویۃ بن قرۃ عن اجر المعلم قال اری لہ اجرا قال شعبۃ وسالت

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن قرۃ سے معلم کی اجرت کے متعلق سوال کیا انھوں نے

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] " " " " " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] " " " " " " المصنف ج ۶ ص ۲۲۰

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

الحکم فقال لم اسمع احدا یکرھہ۔ قال البخاری فی الترجمۃ وقال الحکم لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم قال ولم یر ابن سیرین باجر المعلم باسا قال الشیخ ورویناعن عطاء و ابی قلابۃ انھما کان لا یریان بتعلیم الغلمان بالاجر باسا۔ [1]

کہا میرے نزدیک ان کی اجرت (جائز) ہے، شعبہ کہتے ہیں میں نے حکم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت مکروہ ہے، امام بخاری نے باب کے عنوان میں لکھا حکم نے یہ کہا کہ میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت مکروہ ہے اور امام ابن سیرین معلم کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (امام بیہقی فرماتے ہیں) ہم نے عطاء اور ابو قلابہ سے یہ روایت کیا ہے کہ بچوں کی تعلیم پر اجرت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال لم یکن لاناس من اساری بدر فدا فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداءھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن بعض قیدیوں کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ مقرر کیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا جریر عن رجل ان سعید بن جبیر قام بالناس فی رمضان فارسل الیہ الحجاج ببرنس فقبلہ۔ [3]

جریر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے رمضان میں تراویح پڑھائیں، حجاج نے ان کے پاس ایک ٹوپی بھیجی جس کو انھوں نے قبول کر لیا۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبادۃ بن الصامت قال علمت ناسا من اھل الصفۃ القرآن والکتاب فاھدی الی رجل منھم قوسا فقلت لیس بمال وارمی عنھا فی سبیل اللہ لآتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاسئلنہ فاتیتہ فقلت یارسول اللہ رجل اھدی الی قوسا ممن

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بعض اہل صفہ کو قرآن مجید اور لکھنا سکھاتا تھا، ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بطور ہدیہ دی میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور آپ سے اس کے متعلق سوال

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] " " " " " سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۵، " "
[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

كنت اعلم الكتاب والقرآن وليس بمال و ارمي عنها في سبيل الله تعالى قال ان كنت تحب ان تطوق طوقا من نار فاقبلها ۔[1]

کروں گا، حضرت عبادہ نے آپ کے پاس جاکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک شخص کو لکھنا اور قرآن مجید سکھاتا تھا، اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی ہے، وہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر تم کو آگ کا طوق گلے میں ڈالنا پسند ہو تو اس کو قبول کر لو۔

اس حدیث کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حاکم نے کتاب البیوع میں روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا، صاحب تنقیح نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں مغیرہ بن زیاد ہے اور اس کے متعلق حاکم کا کلام متعارض ہے، اس جگہ انھوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے، اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ مغیرہ بن زیاد کی روایات منکر ہیں اور اس کی روایات کو ترک کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہذا اس کی روایت کو صحیح لکھنا خطاء اور تناقض ہے۔ مغیرہ بن زیاد میں اختلاف ہے، ابن معین اور عجلی نے اس کی توثیق کی ہے اور امام احمد، امام بخاری، امام ابو حاتم اور دیگر ائمہ نے اس پر جرح کی ہے، اس حدیث کا ایک اور راوی اسود بن ثعلبہ ہے، ابن قطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مجہول الحال ہے، عبادہ بن نسی کے سوا اور کسی کی اس سے روایت معروف نہیں ہے، اور مغیرہ بن زیاد مختلف فیہ ہے، اور امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن زیاد کی روایات حق کے مشابہ نہیں ہوتیں، اگر اس کی روایات دوسرے ثقہ راویوں کے موافق ہوں تو لائق استدلال ہیں ورنہ نہیں۔[2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن شبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به ولا تستكثروا به ولا تجفوا عنه ولا تغلوا فيه۔[3]

حضرت عبد الرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ، نہ اس سے کثرت حاصل کرو (نہ مال جمع کرو) اور نہ اس میں غلو کرو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔[5]

ہم نے خود بھی اس حدیث کی سند کی تحقیق کی اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ پایا۔

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۹ - ۱۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۷ - ۱۳۶ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی اسحٰق عن عبد اللہ بن معقل انہ صلی بالناس فی شھر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیہ عبد اللہ بن زیاد بحلۃ و بخمسمائۃ درھم فردھا و قال انا لا ناخذ علی القرآن اجرا۔ [1]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن معقل نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائیں، جب عید کا دن آیا تو عبد اللہ بن زیاد نے ان کو ایک حلہ اور پانچ سو درہم بھیجے، انھوں نے ان کو واپس کر دیا اور کہا ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال، کان یکرہ ان یشارط المعلم علی تعلیم الصبیان القرآن [2]

ابراہیم کہتے تھے: بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے پر معلم کا اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن ابی جعفر انہ کرہ للمعلم ان یشارط [3]

امام جعفر کے نزدیک معلم کا اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن الحسن قال، لا باس ان یاخذ علی الکتابۃ اجرا و کرہ الشرط۔ [4]

حسن کہتے تھے کہ لکھنے کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن ابن طاؤس عن ابیہ انہ کرہ ان یعلم بشرط۔ [5]

طاؤس نے اجرت کی شرط پر تعلیم دینے کو مکروہ قرار دیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرا القرآن یتاکل بہ الناس جاء یوم القیمۃ و وجھہ عظم لیس علیہ لحم۔ [6]

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں سے کھانے کے لیے قرآن مجید پڑھا قیامت کے دن اس کے چہرے پر صرف ہڈیاں ہوں گی اور گوشت نہیں ہوگا۔

عن الحسن البصری انہ قال کنت مع عمران بن حصین اذ مر رجل یقرا سورۃ یوسف

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ناگاہ ایک شخص گذرا جو

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[2] 〃 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃
[5] 〃 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃
[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۴۳ - ۵۴۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

فاستمع له فلما فرغ سال فقال عمران بن حصين انا لله و انا اليه راجعون سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اقرؤا القرآن سلوا به الله فانه سيجئ قوم يقرؤن القرآن يسالون به الناس۔[1]

سورۂ یوسف پڑھ رہا تھا، انہوں نے اس سے وہ سورت سنی، وہ شخص قرأت سے فارغ ہونے کے بعد مانگنے لگا، حضرت عمران بن حصین نے کہا انا لله وانا اليه راجعون! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید پڑھو اور اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کریں گے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے محامل

متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے، اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں، اولاً یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو تو اس پر اس عبادت کا کرنا بطور فرض متعین ہو جائے گا اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہیں اور سوال کے بغیر لینا جائز ہے، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے اور اگر بغیر پیشگی شرط کے اجرت دی جائے تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔

پہلی توجیہ کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

وابوسعيد الاصطخري من اصحابنا ذهب الى جواز الاخذ فيه على ما لا يتعين فرضه على معلمه، ومنعه فيما يتعين عليه تعليمه وحمل على ذلك اختلاف الآثار وقد روى عن عمر بن الخطاب انه كان يرزق المعلمين ثم اسند عن ابراهيم بن سعد عن ابيه ان عمر بن الخطاب كتب الى بعض عماله اعط الناس على تعليم القرآن انتهى كلامه۔[2]

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابوسعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور احادیث اور آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے، حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۴، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

عن الحسن عن عمران بن حصين انه مر على قاص قرأ ثم سأل فاسترجع ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من قرأ القرآن فليسال الله به فانه سياتى قوم يقرؤون القرآن يسالون الناس به۔[1]

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گذر ہوا اس نے قرآن مجید پڑھا پھر لوگوں سے سوال کیا حضرت عمران حصین نے کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون! اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے قرآن مجید پڑھا وہ اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔

ممانعت کی احادیث کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں:

واما تعليم القرآن بالاجرة فقد كرهه جماعة، وورد فيه اخبار ورخص فيه آخرون وحديث ابى سعيد فى الرقية بفاتحة الكتاب واخذ الجعل عليها والذى روى عن ابن عباس فى تلك القصة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله عز وجل يدل على جواز ذلك والله اعلم۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو ایک جماعت نے مکروہ کہا ہے، اس سلسلہ میں احادیث بھی مروی ہیں، اور دوسرے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، اور اس پر اجرت لی تھی اور اس قصہ میں حضرت ابن عباس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے،" سو یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اور اللہ ہی کو زیادہ علم ہے۔

وروينا عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه انه كان يرزق المعلمين وعن عطاء والحسن وابن سيرين وابى قلابة والحكم الرخصة فى ذلك۔[2]

ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ معلمین کو وظیفے دیتے تھے۔ اور عطا، حسن، ابن سیرین، ابو قلابہ اور حکم سے اجرت لینے کا جواز منقول ہے۔

تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لگانے پر محمول ہیں اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے تو پھر جائز ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن طاؤس عن ابيه انه سئل عن

طاؤس سے یہ سوال کیا گیا کہ جو معلم اجرت لے

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۴-۵۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ
[2] ״ ״ ״ ״ شعب الایمان ج ۲ ص ۵۲۶، ״ ״ ״ ״

معلم یاخذ الاجر فقال: اذا لم یاخذ بشرط فلا باس به قال معمر وقال قتادة مثل ذلک [1]

اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، معمر نے کہا کہ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن طاؤس عن ابیہ انہ کان لا یری باسا ان یعلم المعلم ولا یشارط فان اعطی شیئا اخذہ [2]

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی معلم بغیر شرط کے تعلیم دے، پھر اگر وہ اس کو کوئی چیز دے تو وہ قبول کر لے۔

عن الشعبی قال لا یشترط المعلم وان اعطی شیئا فلیقبلہ [3]

شعبی کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو وہ اس کو قبول کر لے۔

عن عطاء انہ کان لا یری باسا ان یاخذ الرجل ما اعطی من غیر شرط [4]

عطاء اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بغیر شرط کے کوئی شخص کسی چیز کو لے لے۔

اجرت کی شرط لگانے کی وضاحت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے یا کسی مدرسہ میں مدرس ہے اب ظاہر ہے اس پر یہ تو فرض نہیں ہے کہ وہ اس خاص مسجد میں جا کر نماز پڑھائے، اور اس محلے کے لوگوں کو نماز پڑھائے، اسی طرح جو شخص کسی مدرسہ میں مدرس ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اس خاص مدرسہ میں جا کر وہاں کے طلبہ کو قرآن مجید پڑھائے اور مثلاً صبح آٹھ بجے سے بارہ بجے تک پڑھائے یا تفسیر، حدیث اور فقہ کی فلاں فلاں کتابیں پڑھائے، یا جو حافظ کسی مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ فلاں مسجد میں جا کر قرآن مجید ختم کرے اور اس وقت میں قرآن مجید سنائے، تو اس پر مخصوص مقام، مخصوص نظام الاوقات، مخصوص لوگوں کو پڑھانے اور مخصوص نصاب کے مطابق پڑھانے کی جو پابندی عائد کی جاتی ہے تو وہ ان پابندیوں کو پورا کرنے کا مشاہرہ لیتا ہے، نفس تعلیم قرآن مجید نفس امامت یا نفس خطابت یا نفس ختم قرآن مجید کا مشاہرہ نہیں لیتا، کیونکہ اگر وہ اپنے گھر میں تعلیم دے یا نماز پڑھائے تو مسجد یا مدرسہ کی انتظامیہ اس کو تنخواہ نہیں دے گی۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو لوگ طلبا کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلبہ پر محنت اور جانفشانی

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[3] // // // // المصنف ج ۶ ص ۲۲۱ // // //

[4] // // // // المصنف ج ۶ ص ۲۲۱ // // //

کرتے ہیں وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے وہ ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو" کا مصداق ہوگا، اور امامت، خطابت اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی اجرت لینا ناجائز ہے کیونکہ یہ عبادات ہیں اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں ہے بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے، کیونکہ مثلاً مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ ان کی مسجد میں آکر امامت کرائے اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرائے اور اگر وہ اپنے گھر میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دیگی، مدرسہ میں تعلیم دینے کا بھی یہی حال ہے۔ اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے[۱]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے دم کرنے کی اجرت کو صحیح قرار دیا، اس حدیث میں سورۂ فاتحہ اور دیگر اذکار سے دم کرنے کی اجرت کے جواز کی تصریح ہے، یہ اجرت حلال ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسی طرح تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینا حلال اور جائز ہے، یہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحٰق، ابو ثور اور دیگر سلف صالحین کا مذہب ہے اور بعد والوں کا نظریہ ہے، اور امام ابو حنیفہ نے تعلیم قرآن کی اجرت سے منع کیا ہے اور دم کی اجرت کو جائز کہا ہے۔[۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے" اس حدیث سے جمہور فقہاء نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر استدلال کیا ہے، فقہاء حنفیہ (یعنی متقدمین) نے کیونکہ متاخرین نے اس کو جائز کہا ہے۔ سعید کی نقل (؟) نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا ہے اور دم پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، انہوں نے کہا تعلیم قرآن عبادت ہے اور اس کا اجر اللہ پر ہے، دم کرنا بھی عبادت ہے اور اس کا اجر بھی اللہ پر ہے، مگر حضرت ابو سعید خدری کی حدیث کی وجہ سے انہوں نے دم پر اجرت لینے کو جائز کہا۔ بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا کہ جن احادیث میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا گیا ہے، یہ حدیث ان سے منسوخ ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا، نیز احادیث میں مطلقاً ممانعت کی تصریح نہیں ہے، بلکہ وہ ممانعت بعض حالات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش ہے تاکہ اس کا دیگر احادیث صحیحہ کے ساتھ تعارض نہ ہو، نیز ممانعت کی روایات صحت اور قوت میں اس حدیث کے پایہ کی نہیں ہیں اور وہ احادیث صحیحہ کے ساتھ متصادم ہونے کی قوت نہیں رکھتیں۔[۳]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

---

[۱] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر عزیزی (مترجم) ج اص ۳۴۲ ملخصاً، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۳] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۲-۴۵۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

بعض عبادات نیت پر موقوف ہیں، ان میں سے بعض عبادات میں نیابت نہیں ہو سکتی، ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اور بعض عبادات میں نیابت ہو سکتی ہے جیسے حج اور زکوٰۃ ان پر اجرت لینا جائز ہے اور بعض عبادات نیت پر موقوف نہیں ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: بعض عبادات فرض کفایہ ہیں اور بعض عبادات شعار اسلام ہیں اور فرض نہیں ہیں، پھر فرض کفایہ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو اصل میں کسی ایک شخص معین پر کسی معین جگہ میں فرض ہو، پھر اگر وہ عاجز ہو تو کسی دوسرے شخص کو حکم دیا جائے، مثلاً مردوں کو غسل دینا، کفن پہنانا، قبر کھودنا، جنازہ اٹھانا، اور ان کو دفن کرنا کیونکہ یہ احکام میت کے ترکہ کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو عام مسلمانوں پر یہ احکام فرض ہیں، اور اس قسم کے امور پر اجرت طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ اس قسم کے کاموں میں اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) کا عمل مقصود نہیں ہوتا، تعلیم قرآن مجید کا بھی یہی معاملہ ہے، کیونکہ ہر شخص پر قرآن مجید کی تعلیم واجب نہیں ہے، اگرچہ قرآن مجید کی نشر و اشاعت فرض کفایہ میں سے ہے، یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کوئی ایک شخص ان کاموں کو کرنے کے لیے معین نہ ہو، اگر کوئی ایک شخص میت کی تجہیز و تکفین اور تعلیم قرآن مجید کے لیے معین ہو جائے، پھر بھی صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کو اجرت پر کرانا جائز ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو اجرت پر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ ایسا ہے جیسے اس شخص پر ابتداءً فرض عین ہو۔

فرض کفایہ کی دوسری قسم یہ ہے جو ابتداءً کسی شخص کے ساتھ خاص نہ ہو جیسے جہاد ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو اجرت دے کر اس سے جہاد کرانا جائز نہیں ہے، اور صحیح مذہب یہ ہے کہ ذمی کو اجرت دے کر اس سے جہاد کرانا جائز ہے۔

ایسی عبادات جو فرض نہیں ہیں اور اسلام کا شعار ہیں، جیسے اذان، اس پر اجرت لینے کے متعلق تین قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ہر قسم کی اذان پر اجرت لینا جائز ہے، اور ذکر اللہ، اور تعلیم قرآن اور وعظ کی قرأت پر بھی اجرت لینا امید (؟) ہے۔

فرض نمازوں کی امامت پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح تراویح اور دیگر نفلی نمازوں کی امامت پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص اپنے لیے نماز پڑھ رہا ہے اور جب وہ اپنی نماز پڑھ رہا ہو تو جو شخص چاہے اس کی اقتداء کر سکتا ہے خواہ وہ امامت کی نیت کرے یا نہیں۔

قضاء پر اجرت طلب کرنا بھی باطل ہے اور تدریس پر اجرت طلب کرنا بھی باطل ہے۔ شیخ ابوبکر طوسی نے کہا ہے کہ اگر کسی ایک شخص یا جماعت کو مسائل کی تعلیم کے لیے معین کر دیا جائے، تو پھر ان کا اجرت طلب کرنا جائز ہے، اور جن کو تعلیم اور تدریس کے لیے معین نہ کیا جائے، ان کے لیے اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

قبر پر مدت معلومہ اور مقدار معلوم کے عوض قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے، کیونکہ جس جگہ قرآن مجید پڑھا جاتے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس معاملہ میں میت زندہ کی طرح ہے، عام ازیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد دعا کی جائے یا نہیں، عام ازیں کہ قرأت کا ثواب میت کو پہنچایا جائے یا نہیں۔ [2]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۵، ص ۱۸۶۔ ۱۸۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد شربینی شافعی مغنی المحتاج ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (بقرہ: ۴۱) اور میری آیات کے عوض میں تھوڑی سی قیمت نہ لو۔

قرآن مجید اور علوم دینیہ کے عوض اجرت لینے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، زہری اور فقہاء احناف نے اس کو ناجائز کہا ہے، انھوں نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم دینا واجب ہے اور نماز اور روزے کی طرح اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور اور اکثر فقہاء نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ۔ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بنو اسرائیل سے خطاب ہے اور یہ ہم سے پہلی امتوں کی شریعت ہے اور ان کا تعلیم قرآن کو نماز اور روزے پر قیاس کرنا باطل ہے، کیونکہ نماز اور روزہ ایسی عبادات ہیں جو فاعل کے ساتھ مختص ہیں، اور تعلیم قرآن کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے، لہٰذا معلم اپنی قرات کو دوسروں کی طرف جو منتقل کر رہا ہے، یہ اجرت اس منتقل کرنے کے عوض ہے، جیسا کہ قرآن مجید کو لکھنے کی اجرت جائز ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کے لیے اجرت لینے کی ممانعت ہے جس پر تعلیم دینا متعین ہو جائے اور جس پر تعلیم دینا متعین نہیں ہے اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے اس کا جواز ثابت ہے۔

حکام پر واجب ہے کہ وہ اقامت دین اور اعانت کے لیے علماء کو مقرر کریں اور اگر وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوں تو پھر عام مسلمانوں پر واجب ہے، کیونکہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے اور ان کے پاس اتنی جائیداد نہیں تھی جس سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کر سکتے تو وہ کپڑے فروخت کرنے کے لیے بازار گئے، ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا میں اپنے اہل وعیال پر کہاں سے خرچ کروں گا، تو صحابہ نے ان کو واپس کر دیا اور ان کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔

فقہاء احناف نے تعلیم قرآن کی اجرت کی ممانعت پر جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ احادیث ائمہ فن کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بچوں کے معلم تم میں بدترین لوگ ہیں، یتیم پر بہت کم رحم کرتے ہیں اور مسکین پر بہت سخت ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن طریف ہے اور وہ متروک ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ معلمین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کے درہم حرام ہیں، ان کے کپڑے نجس ہیں، اور ان کا کلام ریا ہے، اس حدیث کی سند یہ ہے از علی بن عاصم از حماد بن سلمہ از ابوجرہم، ابوجرہم مجہول ہے۔ حماد بن سلمہ نے ابوجرہم نام کے کسی شخص سے روایت نہیں کی، اس نے ابوالمہزم سے روایت کی ہے اور وہ بھی متروک ہے، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بعض اصحاب صفہ کو قرآن مجید اور کتابت کی تعلیم دی، ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بطور ہدیہ دی، میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا اگر تمہیں آگ کے طوق کو پسند ہو تو اس کو قبول کر لو، اس حدیث کو امام ابوداؤد نے مغیرہ بن زیاد موصلی سے روایت کیا ہے، مغیرہ اہل علم کے نزدیک معروف ہے،

لیکن اس کی روایات منکر ہیں، اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے، یہ حدیث حضرت ابی بن کعب سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے، نیز اس حدیث کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ پہلے انہوں نے خالصاً لوجہ اللہ تعلیم دی ہو اور پھر اس پر اجرت لی ہو، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر معلمین ہیں جب دین پرانا ہو جاتا ہے تو یہ اس کو تازہ کرتے ہیں، ان کو (بدلا) دو، اور ان کو اجرت پر طلب نہ کرو، جس سے ان کو حرج ہو، کیونکہ جب معلم بچہ سے کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بچہ کے لیے، معلم کے لیے اور اس کے ماں باپ کے لیے جہنم سے برأت لکھ دیتا ہے۔

اجرت لے کر نماز پڑھانے والے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، اشہب کہتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ جو شخص اجرت لے کر رمضان میں تراویح پڑھاتا ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور فرض نماز پر اجرت لینا زیادہ مکروہ ہے۔ امام شافعی، ان کے اصحاب اور ابو ثور کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے، امام اوزاعی نے کہا، اس کی نماز نہیں ہوگی، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا اس کی نماز مکروہ ہے۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا تعلیم قرآن اور امامت دونوں پر اجرت لینے کا ایک حکم ہے، دونوں مسئلوں میں ایک جیسا اختلاف ہے اور ان دونوں کے ایک جیسے دلائل ہیں۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

جو عبادت کسی شخص پر متعین ہو اور اس میں نیابت جائز نہ ہو، اس پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فرض ہو یا مندوب ہو، جیسے فجر کی دو سنتیں اور فرض کفایہ اس کے برعکس ہے، مثلاً میت کو غسل دینا اور اس کو جنازہ اٹھانا اگر اس کا کسی پر متعین نہیں ہے تو اس کا اس پر اجرت لینا جائز ہے اور نماز جنازہ پر اجرت لینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔[2]

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

نماز اور روزہ خواہ فرض ہوں یا مستحب ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، ان کے علاوہ جو امور مستحب ہیں مثلاً ذکر اور تلاوت قرآن وغیرہ ان پر اجرت لینا جائز ہے، اور اجرت سے کسی شخص کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچایا جائے اس کو ثواب پہنچتا ہے، اور نماز جنازہ پر اجرت لینا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ عبادت محضہ ہے، اور غسل میت اور جنازہ کو اٹھانا وغیرہ چونکہ عبادت محضہ نہیں ہیں اس لیے ان پر اجرت لینا جائز ہے۔[3]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جن عبادات کی ادائیگی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے، مثلاً امامت، اذان، حج اور تعلیم قرآن وغیرہ ان پر اجرت لینا

۱۳۸۷ھ

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۵-۳۳۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ۱۲۰۱ھ، الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۳۰ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

جائز نہیں ہے، اس کی امام احمد نے تصریح کی ہے، عطاء، ضحاک بن قیس، امام ابوحنیفہ اور زہری کا بھی یہی قول ہے، اور اسحاق نے تعلیم قرآن کی اجرت کو مکروہ کہا ہے، اور عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ معلمین جو روٹیاں کھاتے ہیں وہ حرام ہیں۔ حسن، ابن سیرین، طاؤس، شعبی اور نخعی نے کہا ہے کہ تعلیم قرآن کی شرط کے ساتھ اجرت لینا مکروہ ہے، ابوالخطاب نے امام احمد سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے۔

ابوطالب نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے، کہ امام احمد نے یہ کہا کہ میرے نزدیک تعلیم دینا اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ بادشاہوں پر توکل کریں یا کسی عام آدمی سے قرض لے لیں اور شاید وہ اس کو ادا کر سکیں، اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد کے نزدیک تعلیم کی اجرت کو منع کرنا کراہت کی وجہ سے تھا، تحریم کی وجہ سے نہیں تھا۔

امام مالک، امام شافعی، ابوقلابہ، ابوثور، اور ابن المنذر نے معلمین کی اجرت کو جائز کہا ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے ایک شخص کا عقد کر دیا اور جب تعلیم قرآن نکاح میں مہر کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے"۔ یہ حدیث صحیح ہے، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر ایک عقرب گزیدہ پر دم کیا وہ اچھا ہو گیا اور انہوں نے اس کی اجرت میں بکریاں لیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا "تم نے حق دم کر کے اجرت لی ہے اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو، نیز بیت المال سے مساجد اور پلوں کی تعمیر کے لیے رقم نکالنا اور معلمین کو رزق دینا جائز ہے، نیز جو شخص حج نہ کر سکتا ہو تو اجرت دے کر حج کرانا جائز ہے تو تعلیم قرآن وغیرہ پر بھی اجرت جائز ہوگی۔

امام احمد سے جو پہلی روایت منقول ہے کہ عبادات پر اجرت جائز نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبادہ بن صامت کی کمان والی حدیث ہے اور حضرت عبدالرحمان بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھو اور اس کو کھانے اور مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ، اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث سے دم کرنے کی اجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے اس کے امام احمد قائل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق کتاب اللہ ہے، یہ بھی دم کی اجرت پر محمول ہے اور جس حدیث میں ہے کہ قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے آپ نے ایک شخص کا عقد کر دیا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نے تعلیم قرآن مجید کو مہر قرار دیا اور بیت المال سے جو معلمین کو رزق دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت المال مسلمانوں کے مصالح کے لیے وقف ہے اس سے اجرت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر معلم کو بغیر شرط کے کچھ دیا جائے تو یہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے، ایوب بن سافری نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ معلم طلب کرے نہ شرط لگائے اور بغیر شرط کے دے دیا جائے تو اس کو قبول کر لے، احمد بن سعید کی روایت میں ہے کہ اگر معلم اجرت کی شرط لگائے تو میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں، اگر معلم اجرت کو طلب کرے نہ اس کی شرط لگائے اور پھر اس کو کوئی چیز ملے اور وہ اس کو قبول کر لے تو یہ ان کے نزدیک زیادہ بہتر ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس یہ مال بغیر سوال اور بغیر طمع کے آئے تو اس کو لے لو اور اس سے تمول

حاصل کرو، کیونکہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہارے لیے بھیجا ہے، نیز جب بغیر شرط کے کچھ ملے گا تو وہ بمنزلہ ہبہ اور ہدیہ کے ہو گا، اگر بچوں کو لکھنا سکھانے اور ان کی حفاظت پر اجرت دی جائے تو یہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے، اسی طرح اگر امام مسجد، مسجد کی حفاظت کرے، اس میں قندیل روشن کرے، اس کی صفائی کرے، مسجد کے دروازوں کو کھولے اور بند کرے اور اس کی خدمت پر اجرت لے، یا کوئی شخص کسی حاجی کی خدمت کرے یا کسی کے والدین کی طرف سے حج کرے اور اس خدمت پر اجرت لے تو یہ ان شاء اللہ ناجائز نہیں ہو گا۔

علم حساب، شعر کی تعلیم اور مسجدوں اور پلوں کے بنانے پر اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ کام بطور عبادت بھی ہوتے ہیں اور بغیر عبادت کے طور پر بھی ہوتے ہیں، اسی طرح حدیث اور فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، اور جو عبادات صرف اپنے نفس کے لیے کی جاتی ہیں اور دوسروں کو ان کا نفع نہیں پہنچتا مثلاً کسی شخص کا اپنے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا تو ان پر اجرت لینا بہرحال جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [1]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

دم کرنے اور تعلیم قرآن کی اجرت لینے میں علماء کا اختلاف ہے، عطاء اور ابو قلابہ نے اس کو جائز کہا ہے، امام مالک امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور کا یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ نے دم کو جائز کہا ہے، اسحاق کا بھی یہی قول ہے، زہری نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے ہمارے فقہاء میں سے حاکم نے اپنی کتاب کافی میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک آدمی اپنے بچوں کو قرآن مجید، فقہ اور میراث کی تعلیم دینے کے لیے کسی شخص کو اجرت پر رکھے، یا رمضان کی امامت یا اذان کے لیے کسی کو اجرت پر رکھے، علامہ الکاکی نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ عبادات مثلاً قرآن اور فقہ کی تعلیم، اذان، تذکیر، تدریس، حج اور زکوٰۃ کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں ہے، اہل مدینہ کے نزدیک یہ جائز ہے، امام شافعی کا بھی مذہب ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ مسلمان مختص ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، جیسے نماز اور روزہ۔ [2]

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یجوز ان یستاجر رجلا لیعلم ولدہ القرآن او الفقہ او الفرائض عندنا وقال الشافعی رحمہ اللہ یجوز ذلک فالمذھب عندنا ان کل طاعۃ یختص

ایک آدمی اپنے بچوں کو قرآن مجید، فقہ یا وراثت کی تعلیم دینے کے لیے کسی کو اجرت پر رکھے یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۳۲۵-۳۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

بها المسلم فالاستئجار عليه باطل وعلى قول الشافعي كل ما لا يتعين عليه على الاجير اقامته فالاستئجار عليه صحيح (الى قوله) وبعض ائمة بلخ رحمهم الله اختاروا قول اهل المدينة رحمهم الله وقالوا ان المتقدمين من اصحابنا رحمهم الله بنوا هذا الجواب على ما شاهدوا في عصرهم من رغبة الناس في التعليم بطريق الحسبة ومروءة المتعلمين في مجازات الاحسان بالاحسان من غير شرط فاما في زماننا فقد انعدم المعنيان جميعا فنقول يجوز الاستئجار لئلا يتعطل هذا الباب ولا يبعد ان يختلف الحكم باختلاف الاوقات۔ [1]

مسلمان مختص ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ عبادت جس کو ادا کرنا اجرت لینے والے پر متعین نہیں ہے اس پر اجرت لینا صحیح ہے۔ بعض ائمہ بلخ رحمہم اللہ نے اہل مدینہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہمارے متقدمین فقہاء رحمہم اللہ کے زمانہ میں لوگ محض خدا کے لیے اور ثواب کی خاطر تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور پڑھنے والے بھی بغیر کسی شرط کے اپنے اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، اس لیے انھوں نے اجرت پر تعلیم دینے کو ناجائز قرار دیا ہے، اور ہمارے زمانہ میں دونوں جانب سے احسان اور مروت ختم ہو چکی ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اجرت لے کر تعلیم دینا جائز ہے تاکہ تعلیم کا دروازہ بند نہ ہو، اور زمانہ بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لانه ظهر التواني في الامور الدينية ففي الامتناع يضيع حفظ القرآن وعليه الفتوى۔ [2]

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہو گئی ہے، اور اس کو ناجائز کہنے میں قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا، اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

انما كره المتقدمون ذلك لانه كان للمعلمين عطيات من بيت المال فكانوا مستغنين عما لا بد لهم من امر معاشهم وقد كان في الناس رغبة في التعليم بطريق الحسبة ولم يبق ذلك وقال ابو عبد الله الخيزاخزي يجوز في زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة ذكره في

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے، اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے، اور اب یہ چیز باقی نہیں ہے، امام ابو عبداللہ الخیزاخزی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۳۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

الذخیرۃ۔ [1]

میں ہے۔

علامہ خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

وکذا یفتی بجواز الاجارۃ علی تعلیم الفقہ وقال الامام الخیز اخذی فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرۃ کذا فی الوجیز۔ [2]

اسی طرح فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ ہے اور امام خیزاخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔ اسی طرح وجیز میں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومشائخ بلخ جوزوا الاستئجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب لذلك مدۃ وافتوا بوجوب المسمی وعند عدم الاستئجار اصلا او عند الاستئجار بدون المدۃ افتوا بوجوب اجر المثل کذا فی المحیط وقد استحسنوا جبروالد الصبی علی المبرۃ المرسومۃ وکان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یقول یجبر المستاجر علی دفع الاجرۃ ویحبس بہا قال وبہ یفتی وکذا جواز الاستئجار علی تعلیم الفقہ ونحوہ والمختار للفتوی فی زماننا قول ھؤلاء کذا فی الفتاوی العتابیۃ۔ [3]

جب مدت مقرر کر لی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے اور انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے، اور جب اجرت مقرر نہ کی جائے تو انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے اسی طرح محیط میں ہے، انھوں نے کہا کہ بچے کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے اور شیخ ابوبکر محمد بن فضل یہ کہتے تھے کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو قید کیا جائے گا انھوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ ہے اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے۔ ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا مختار ہے، اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

واختلفوا فی الاستئجار علی قراءۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار کذا فی السراج الوھاج۔ [4]

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مدت مقررہ تک کسی کو اجرت پر رکھنے میں اختلاف ہے، بعض مشائخ نے کہا یہ جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا یہ جائز ہے اور یہی قول مختار ہے اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ محمود بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ مع الہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱-۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۸، مطبوعہ مکتبہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] " " " " فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۹، " " " "

الباب الثانی فیما اذا خالف العرف ما هو ظاهر الروایة فنقول اعلم ان المسائل الفقهیة اما ان تکون ثابتة بصریح النص وهی الفصل الاول واما ان تکون ثابتة بضرب اجتهاد ورای وکثیر منها ما یبنیه المجتهد علی ما کان فی عرف زمانه بحیث لو کان فی زمان العرف الحادث لقال بخلاف ما قاله اولا ولهذا قالوا فی شروط الاجتهاد انه لا بد فیه من معرفة عادات الناس فکثیر من الاحکام تختلف باختلاف الزمان لتغیر عرف اهله او لحدوث ضرورة او فساد اهل الزمان بحیث لو بقی الحکم علی ما کان علیه اولا للزم منه المشقة والضرر بالناس ولخالف قواعد الشرعیة المبنیة علی التخفیف والتیسیر ودفع الضرر والفساد لبقاء العالم علی اتم نظام واحسن احکام ولهذا تری مشائخ المذهب خالفوا ما نص علیه المجتهد فی مواضع کثیرة بناها علی ما کان فی زمنه لعلمهم بانه لو کان فی زمنهم لقال بما قالوا به اخذا من قواعد مذهبه فمن ذلک افتاؤهم بجواز الاستئجار علی تعلیم القرآن ونحوه لانقطاع عطایا المعلمین التی کانت فی الصدر الاول ولو اشتغل المعلمون بالتعلیم بلا اجرة یلزم ضیاعهم وضیاع عیالهم ولو اشتغلوا بالاکتساب من حرفة وصناعة یلزم ضیاع القرآن والدین فافتوا باخذ الاجرة علی التعلیم وکذا علی الامامة والاذان کذلک مع ان ذلک مخالف لما اتفق علیه ابو حنیفة

باب ثانی ان چیزوں کے بیان میں ہے جن میں عرف ظاہر الروایت کے خلاف ہے، پس ہم یہ کہتے ہیں کہ مسائل فقہیہ یا تو نص صریح سے ثابت ہوتے ہیں اور یہ فصل اوّل ہے اور یا اجتہاد اور رائے سے ثابت ہوتے ہیں، مؤخر الذکر میں سے زیادہ تر وہ مسائل ہیں جن کو مجتہد اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے بیان کرتا ہے، بایں طور کہ اگر مجتہد اس زمانے میں ہوتا تو اپنے پہلے قول کے خلاف کہتا، اسی لیے علماء اصول نے کہا ہے کہ اجتہاد (ڈاکٹر ؟) کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مجتہد کو لوگوں کی عادت اور عرف کی معرفت ہو، کیونکہ زمانہ کے بدلنے سے اکثر احکام بدل جاتے ہیں، اور اس کی وجہ لوگوں کے عرف اور رواج کا بدلنا ہے، یا کسی نئی ضرورت کا پیدا ہونا ہے، یا اہل زمانہ کا فساد ہے اور اگر عرف اور زمانہ کے بدلنے کے باوجود پہلا حکم باقی رکھا جائے تو لوگوں کو مشقت ہوگی اور ان کا ضرر ہوگا، اور اس سے ان قواعد شرعیہ کی مخالفت ہوگی جو لوگوں کے لیے تخفیف اور آسانی اور ان سے ضرر اور فساد کو دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں تاکہ نظام عالم عمدہ احکام کے ساتھ برقرار رہے، اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ بکثرت مواقع پر مشائخ مذہب نے اپنے زمانہ کی ضروریات کی وجہ سے مجتہد کی تصریحات کے خلاف فتاویٰ جاری کیے، کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ اگر وہ مجتہد بھی اس زمانہ میں ہوتا تو وہ بھی قواعد مذہب کے مطابق وہی کہتا جو انہوں نے کہا ہے، اس کی مثالوں میں سے ایک مثال تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دینا ہے کیونکہ اسلام کے ابتدائی عہد میں معلمین کو جو عطیات اور وظائف ملتے تھے اب وہ بند ہو گئے ہیں، اور اگر معلمین بغیر اجرت کے تعلیم دیتے رہیں تو اس سے وہ اور ان کے اہل و عیال ضائع ہو جائیں گے، اور اگر وہ کوئی اور پیشہ یا کاروبار کرنا شروع کر دیں تو قرآن مجید اور دین کا علم ضائع ہو جائے گا،

دابو یوسف ومحمد من عدم جواز الاستیجار واخذ الاجرۃ علیہ کبقیۃ الطاعات من الصوم والصلوٰۃ والحج وقراءۃ القرآن ونحو ذلک ۔ [۱]

اس لیے انہوں نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا، اسی طرح امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا۔ حالانکہ یہ فتویٰ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی ان تصریحات کے خلاف ہے کہ تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ پر اجرت لینا، نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کی طرح ناجائز ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل [۲]

اس زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

علامہ ابن بزاز کردری حنفی لکھتے ہیں:

الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقہ والتدریس والوعظ لایجوز ای لا یجب الاجر واھل المدینۃ طیب اللّٰہ تعالٰی ساکنہا جوزہ وبہ اخذ الامام الشافعی قال فی المحیط وفتوی مشائخ بلخ علی الجواز قال الامام الفضلی والمتاخرون علی جوازہ [۳]

عبادات مثلاً قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم، تدریس اور وعظ پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، یعنی ان پر اجرت دینا واجب نہیں ہے، اہل مدینہ نے اس اجرت کو جائز کہا ہے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے، محیط میں ہے کہ بلخ کے مشائخ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، امام فضلی نے کہا کہ متاخرین اس کے جواز کے قائل ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الذھبی الحد الفاصل بین العلماء المتقدمین والمتاخرین راس القرن الثالث وھو الثلاثمائۃ انتھی فالمتقدمون من قبلہ والمتاخرون من بعدہ ۔ [۴]

حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ علماء متقدمین اور علماء متاخرین کے درمیان حد فاصل، تین سو سال ہیں، تین سو سال سے پہلے متقدمین ہیں اور تین سو سال کے بعد کے علماء متاخرین ہیں۔

علامہ رملی لکھتے ہیں:

وقال النھایۃ یفتی بجواز الاستیجار

صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

[۲] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۳۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۴ھ

[۳] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۵ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[۴] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

على تعليم الفقه ايضا فى زماننا ثم قال وفى روضة الزندويستى كان شيخنا ابو محمد عبد الله الخيزاخزى يقول فى زماننا يجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجر قال كذا فى الذخيرة [1]

فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے اور روضۃ الزندویستی میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابو محمد عبد اللہ الخیزاخزی یہ کہتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں، امام مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔

ملا مسکین لکھتے ہیں:

والفتوى اليوم على جواز الاستئجار لتعليم القرآن) وكذلك نفتى اليوم بجواز الاجارة على تعليم القرآن والفقه قال مشائخنا يجبر الاب على دفع الاجر الى الاستاذ وكذا يجبر على الحلوة الموسومة وقال الامام ابو محمد الخيزاخزى يجوز فى زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة كذا فى الذخيرة والروضة [2]

اس زمانہ میں قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے، اسی طرح اس زمانہ میں ہم قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ باپ کو استاذ کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اسی طرح رواج کے مطابق مٹھائی دینے پر بھی مجبور کیا جائے گا، امام ابو محمد خیزاخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ اور روضہ میں ہے۔

علامہ ابو سعود لکھتے ہیں:

واختلفوا فى الاستئجار على قرأة القرآن على القبر مدة معلومة والمختار انه يجوز كذا فى الجوهرة [3]

مدت معینہ تک قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی اجرت میں اختلاف ہے، اور مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے، اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

ويفتى اليوم بصحتها اى الاجارة لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان ويجبر المستاجر على دفع الاجر ويحبس به وعلى الحلوة الموسومة وهى هدية تهدى الى المعلمين على رؤس بعض سور القرآن [4]

اس زمانہ میں قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو اجرت نہ دینے پر قید کیا جائے گا، اور مروجہ شیرینی پر بھی مجبور کیا جائے گا، یہ وہ مٹھائی ہے جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے اختتام پر پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۵ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ معین الدین المعروف ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۳ ص ۲۴۵، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[3] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابی سعود علی ملا مسکین ج ۳ ص ۲۴۵، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[4] ملا احمد بن فرامرز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

علامہ علاؤ الدین محمد حصکفی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم) ای یفتی المتاخرون (بالجواز) للاجارة (علی ذلک) مثل (الامامة وتعلیم القرآن والفقه) تحرزا عن الاندراس والاحکام تختلف باختلاف الزمان۔ [لہ]

متاخرین نے عبادات مثلاً امامت اور تعلیم قرآن و فقہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، تاکہ احکام شرعیہ محفوظ رہیں، اور زمانہ کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

علامہ شیخ محمد سلیمان المعروف بداماد آفندی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم بالجواز) ای بجواز اخذ الاجرة (علی الامامة وتعلیم القرآن والفقه والاذان) کما فی عامة المعتبرات وهذا علی مذهب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذلک و قالوا بنی اصحابنا المتقدمون الجواب علی ما شاهدوا من قلة الحفاظ ورغبة الناس فیهم وکانت لهم عطیات من بیت المال وافتقاد من المتعلمین فی مجازاة الاحسان من غیر مروة یعینونهم علی معاشهم ومعادهم وکانوا یفتون بوجوب التعلیم خوفا من ذهاب القرآن وتحریضا علی التعلیم حتی ینهضوا لاقامة الواجب فتکثر حفاظ القرآن واما الیوم فذهب ذلک کله وانقطعت العطیات من بیت المال بسبب استیلاء الظلمة واشتغل الحفاظ بمعاشهم وقلما یعلمون الحسبة ولا یتفرغون له ایضا فان حاجتهم یمنعهم من ذلک فلولم یفتح باب التعلیم بالاجرة لذهب القرآن فافتوا بجوازه لذلک وراوه حسنا وقالوا الاحکام قد تختلف باختلاف الزمان الا یری ان النساء کن تخرجن الی الجماعات فی زمانه علیه الصلوة والسلام

اس زمانہ میں تعلیم قرآن و فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، جیسا کہ عام معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے یہ بلخ کے متاخرین مشائخ کا مذہب ہے انھوں نے اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا ہمارے متقدمین فقہاء نے جو اس اجرت کو ناجائز کہا تھا وہ اپنے زمانہ کے حالات کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس وقت حفاظ کم تھے اور لوگ ان کی خدمت میں دلچسپی لیتے تھے اور اس وقت ان لوگوں کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے اور پڑھنے والے اچھا بدلہ دیتے اور کسی شرط کے بغیر مدد کرتے تھے اور ان کو معاش سے مستغنی کر دیتے تھے اور متقدمین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ تعلیم دینا واجب ہے تاکہ قرآن مجید ضائع نہ ہو اور حفاظ بکثرت ہوں، لیکن اس زمانہ میں یہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے ظالم اور فاسق حکام کے غلبہ کی وجہ سے بیت المال سے علماء اور معلمین کے عطیات منقطع ہو چکے ہیں اور حفاظ اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے کاروبار میں مصروف ہو گئے اور محض فی سبیل اللہ پڑھانے والے بہت کم رہ گئے ہیں اور ان کو بھی اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے فرصت نہیں ہے، اس لیے اگر اجرت پر تعلیم کے جواز کی اجازت نہ دی جاتی تو مسلمانوں کے سینوں سے قرآن مجید نکل جاتا! اس لیے متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور اس کو مستحسن قرار دیا، انھوں نے کہا زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں عورتیں پانچوں وقت کی نماز

لہ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المنتقی فی شرح الملتقی ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وزمان ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی منعھن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ واستقر الامر علیہ وکان ذلک ھو الصواب کما فی التبیین وفی النہایۃ یفتی بجواز الاستئجار علی تعلیم الفقہ ایضا فی زماننا وفی الخانیۃ خلافہ تتبع وفی المجمع یفتی بجواز الاستئجار علی التعلیم والفقہ والامامۃ کذا فی الذخیرۃ والروضۃ [1]

پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جاتی تھیں، اور حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا اور اب تک اسی پر عمل ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ تبیین میں ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، خانیہ میں اس کے خلاف ہے، اور مجمع میں لکھا ہے کہ تعلیم فقہ اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ اور روضہ میں لکھا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم بصحتھا) ای الاجارۃ علی الاذان والامامۃ وتعلیم القرآن لان المتقدمین انما منعوا منھا لرغبۃ الناس فی زمانھم فی فعلھا احتسابا وفی مجازاۃ فاعلھا بالاحسان بلا شرط وفی ھذا الزمان قد زال المعنیان فقی عدم صحۃ الاجارۃ علیھا تضییعھا ولا یبعد ان یختلف الحکم باختلاف الازمنۃ الا تری ان النساء کن یخرجن الی الجماعات فی زمنہ علیہ الصلوۃ والسلام وابی بکر حتی منعھن عمر عن ذلک وفی الھدایۃ وبعض مشایخنا استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم وعلیہ الفتوی وفی النہایۃ یفتی بجواز الاستئجار علی تعلیم الفقہ ایضا فی زماننا وفی المجمع وقیل یفتی بجوازہ ای الاستئجار علی التعلیم والامامۃ والفقہ وفی الذخیرۃ والروضۃ عن بعض اصحابنا یجوز فی زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرۃ [2]

اس زمانہ میں اذان، امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے کیونکہ متقدمین نے اجرت لینے سے اس لیے منع کیا تھا کہ اس زمانہ میں لوگوں کو محض ثواب کے لیے پڑھانے میں رغبت تھی اور پڑھنے والے بغیر کسی پیشگی شرط کے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اور اب دونوں چیزیں ختم ہو چکی ہیں تو اب علوم وغیرہ پر اجرت کو ناجائز کہنے سے یہ علوم ضائع ہو جائیں گے اور زمانہ تبدیل ہونے سے حکم بدل جاتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں عورتیں پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے مسجد میں جاتی تھیں، حتیٰ کہ حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا۔ اور ہدایہ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے اور فتویٰ اسی قول پر ہے اور نہایہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ ہے اور مجمع میں لکھا ہے کہ تعلیم قرآن، فقہ اور امامت کی اجرت لینے کے جواز کے فتوے کا ایک قول ہے، اور ذخیرہ اور روضہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے۔

مولوی الیاس نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ محمد سلیمان داماد آفندی متوفی ١٠٧٨ھ، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج ٢ ص ٣٨٥-٣٨٤، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ، شرح النقایہ ج ٢ ص ١٤٣-١٤٢، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
[3] مولوی محمد الیاس، حاشیہ شرح وقایہ علی شرح نقایہ ج ٢ ص ١٤٣

علامہ خیر الدین رملی اور علامہ حامد آفندی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[1][2]

علامہ محمد قہستانی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم) ای یفتی المتاخرون بصحتها ای الاجارۃ لهذہ العبادات لفتور الرغبات ولانہ لایکون لهم حظ من بیت المال فلو امتنع الاب من المرسوم الی المعلم مثل مایقال پنجشنبی وعیدی وغیرهما حبس علی ذلک فلو اراد ان یصح علی قول الکل فیستاجر المعلم ثم یامر بالتعلیم وتمامہ فی الخلاصۃ و المضمرات۔[3]

اس زمانہ میں متاخرین نے ان عبادات (تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ) پر اجرت دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ اب لوگوں کی رغبت میں کمی ہو گئی ہے اور بیت المال سے ان کو وظیفے نہیں ملتے۔ سو اگر بچہ کا باپ اس کے استاذ کو رواج کے مطابق عیدی اور پنجشنبی وغیرہ نہیں دیگا تو اس کو قید کر لیا جائے گا اور اگر متقدمین اور متاخرین دونوں کے قول پر عمل کا ارادہ کیا جائے تو معلم کو (مطلقاً) ملازم رکھ لیا جائے پھر اس کو تعلیم دینے کا امر کیا جائے، اس کی پوری تحقیق خلاصہ اور مضمرات میں ہے۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری لکھتے ہیں:

جنس آخر فی تعلیم القرآن والحرف و فی الاصل لایجوز الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقہ والاذان والتذکیر والتدریس والحج والغزو یعنی لایجب الاجر وعند اهل المدینۃ یجوز وبہ اخذ الشافعی ونصیر وعصام وابونصر والفقیہ ابواللیث ولو امتنع اب الصبی من اداء الوظیفۃ الی المعلم یجبر علی المراسم چون حلوۂ پنج شنبی وعیدی قال فی المحیط وعلیہ فتوی مشائخ بلخ قال الامام الفضلی رحمہ اللہ اصحابنا المتاخرون یجیزون ذلک ویقولون یجبر علی دفع الاجرۃ ویحبس بها وبہ یفتی مشائخ بلخ افتوا بوجوب المسمی عند ذکر المدۃ وبوجوب اجر

مبسوط میں مذکور ہے کہ عبادات مثلاً تعلیم قرآن و فقہ، اذان، وعظ، تدریس، حج اور جہاد وغیرہ پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، یعنی اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک ان کی اجرت لینا جائز ہے، امام شافعی نصیر، عصام، ابونصر اور فقیہ ابو اللیث کا یہی قول ہے، اگر بچہ کا باپ معلم کے مشاہرہ دینے سے انکار کرے تو اس کو حسب دستور اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، مثلاً پنج شنبی کی مٹھائی اور عیدی، محیط میں ہے کہ بلخ کے مشائخ کا اسی پر فتویٰ ہے، امام فضلی رحمہ اللہ نے کہا، ہمارے متاخرین اصحاب نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، انہوں نے کہا کہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، بلخ کے مشائخ کا فتویٰ ہے کہ جب مدت معین کر دی جائے تو مقرر شدہ اجرت دینا واجب ہے، اور جب مدت ذکر نہ کی ہو تو حسب دستور

---

[1] علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاوی خیریہ، علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۱۴۷-۱۴۸، مطبوعہ المطبعۃ المیمنیہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ حامد بن علی قونوی رومی حنفی متوفی ۹۸۵ھ، الفتاوی الحامدیہ مع تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۷، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ محمد خراسانی قہستانی، متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۳ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران، ۱۴۰۱ھ

المثل عند عدم ذکر المدة [1]

اجرت دینا واجب ہے۔

علامہ آلوسی ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیات کے بدلے میں کم قیمت نہ لو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بعض علماء نے اس آیت سے کتاب اللہ اور دیگر علوم کی تعلیم پر اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے، اور اس کے متعلق بعض احادیث بھی مروی ہیں جو غیر صحیح ہیں، جب حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم تعلیم پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم نے اجر لیا ہے ان میں سب سے بہتر اجر کتاب اللہ کا اجر ہے، اور بکثرت علماء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے، اگرچہ بعض سے کراہت بھی منقول ہے، بہرحال اس آیت میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے عدم جواز پر دلیل نہیں ہے۔[2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

در تعلیم قرآن با جرت اختلاف است و متاخران رخصت داده اند۔[3]

اجرت پر قرآن کی تعلیم دینے میں اختلاف ہے، اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم حرر ان قول المتاخرین بجواز اخذ الاجرة علی الامامة والاذان وتعلیم القرآن انما ارادوا به الاخذ علی طریق الصلة والقربة بسبب اتصاف المعطی بعمل من اعمال البر وکذا ارزاق القضاة او یکون مرادهم بالاجرة ما یؤخذ فی مقابلة اتعاب النفس فی الامامة و التاذین فی حضور موضع معین وقیامه به وقتا معینا فانه لیس بواجب علیه ولیس من نفس العبادة وکذا اتعاب نفسه فی تلقین سورة شخصا معینا لیس بواجب علیه الاذان لا یوجد غیره فتجویز الاجارة فیها لیس من حیث انها عبادة ـــــ بل من حیث انها وسیلة لها فان عمل الآخرة نوعان الاول ما یکون قربة مقصودة بالذات کالصلاة والصوم والتلاوة والتسبیح والحج

علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے فتاویٰ میں ابوعبداللہ دمشقی کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ پھر یہ تحقیق کی گئی ہے کہ متاخرین نے جو امامت، اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے اس سے ان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ ان کو مشاہرہ دینے والا محض نیکی اور للٰہیت کی نیت سے بطور خدمت اور احسان ان کو وظیفہ دے، اسی طرح سے قاضیوں کو بھی بطور خدمت اور احسان کے مشاہرہ دیا جائے، یا متاخرین کی اجرت سے مراد یہ ہے کہ امامت کرنے اور اذان دینے سے انسان کو جو مشقت اور تھکاوٹ ہوتی ہے اس مشقت کے مقابلہ میں ان کو مشاہرہ دیا جائے۔ کیونکہ کسی معین اور مقصود جگہ پر اور کسی خاص وقت میں اذان دینا یا نماز پڑھانا ان پر واجب نہیں ہے، الا یہ کہ اس جگہ یا اس وقت میں اور کوئی نہ ہو، پس یہ اجرت عبادت کے عوض نہیں ہے بلکہ عبادت کے ایک ذریعہ کی اجرت ہے کیونکہ اعمال آخرت کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس میں

[1] علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۱۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

ونحوها فلا يجوز اخذ الاجرة عليه لانه ما شرع الا بوصف العبادة والخلوص لله تعالى وارادة الدنيا به قلب الموضوع. والثانى ما يكون وسيلة وآلة للنوع الاول كالتعليم والامامة ونحوهما ولا خلاف انه اذا وجد النية فيه لله تعالى يكون قربة يثاب عليها والا لا ولكن يبقى كونه وسيلة وآلة والمتقدمون لم يجوزوا اخذ الاجرة على النوعين لان وضعهما للنفع الاخرة والمتاخرون الحقوا الثانى بعمل الدنيا فى جواز اخذ الاجرة للضرورة من حيث كونها وسيلة. فاذا فهمت ذلك علمت انه ليس فى مذهب الحنفى وغيره جواز اخذ الاجرة على العبادة المقصودة بالذات وانما هى على الوسائل من حيث كونها وسيلة. والحاصل ان اخذ الاجرة على العبادات حرام وما ياخذه الفقهاء ونحوهم اما صلة لهم او كفاية لهم عن الاشتغال بالكسب واما اجرة على اتعاب النفس فيما دون العبادات انتهى ملخصاه ثم ذكر مسئلة الاستئجار على الحج وقال ان كتب الحنفية مشحونة بعدم الجواز بكلمة ظاهر الرواية كما هو المفهوم من كلام اكثرها فى شرح الكافى وآداب المفتين والكفاية وخزانة الاكمل والتحفة والمجمع والمحيط وشرح الطحاوى وغيرها ثم ذكر كلام الخانية وفتح القدير الذى قدمناه عن رسالة الشرنبلالى. ثم ذكر ما قدمناه على الجوهرة ونصه واختلفوا فى الاستئجار على قراءة القرآن مدة معلومة قال بعضهم لا يجوز

عبادت مقصودہ بالذات ہو جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن، تسبیح اور حج وغیرہ، ان عبادات کے عوض اجرت لینا بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو خالصتاً لوجہ اللہ مشروع کیا گیا ہے اور ان سے دنیا کمانے کا ارادہ کرنا ان کی حقیقت بدلنا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو پہلی قسم کا وسیلہ ہو جیسے تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب ان کاموں سے اللہ کی نیت کی جائے گی تو یہ اللہ کی عبادت ہوں گے اور ان پر ثواب ملے گا، ورنہ نہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا وسیلہ اور آلہ ہونا باقی ہے، متقدمین فقہاء نے دونوں قسم کے اعمال پر اجرت لینے کو منع کیا تھا لیکن متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے اعمال کی دوسری قسم کو بہ حیثیت وسیلہ دنیا کے ساتھ لاحق کر دیا اور اس پر اجرت لینے کو جائز کیا، جب تم نے یہ سمجھ لیا تو تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مذہب حنفی میں اور کسی اور مذہب میں عبادت مقصودہ پر اجرت لینا بالکل جائز نہیں ہے، البتہ جو عبادات، عبادات مقصودہ کا وسیلہ ہیں ان پر اجرت لینا جائز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا حرام ہے اور فقہاء جو اجرت لیتے ہیں وہ یا تو بہ طور خدمت اور احسان کے لیتے ہیں، یا اس وجہ سے لیتے ہیں کہ وہ درس اور افتاء کی مشغولیت کی وجہ سے اپنی معاشی ضروریات کے لیے کوئی اور کام نہیں کرتے یا مخصوص جگہ اور مخصوص اوقات میں جانے اور پابندی کرنے سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کا معاوضہ لیتے ہیں نفس عبادات کا معاوضہ نہیں لیتے۔ پھر علامہ قاسم نے حج پر اجرت لینے کا ذکر کیا اور یہ لکھا کہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں مثلاً شرح الکافی، آداب المفتین، کفایہ، خزانۃ الاکمل، تحفہ، مجمع، محیط، شرح الطحاوی خانیہ اور فتح القدیر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، پھر علامہ قاسم نے جوہرہ نیرہ سے مدت معینہ تک قرآن مجید کی تلاوت کا مسئلہ ذکر کیا، جوہرہ کی عبارت یہ ہے کہ مدت معینہ کے لیے قرآن مجید کی

وقال بعضهم يجوز وهو المختار. وعبارة الزاهدی فی القنية من بنى مدرسة ومقبرة لنفسه فيها ووقف عليها ضيعة وبين فيها ان ثلاثة ارباعه للمتفقهة وربعه يصرف الى من يقوم بكنس المقبرة وفتح بابها واغلاقه والى من يقرأ عند القبر وقضى القاضی بصحة وقفه وجعل آخره للفقراء يحل لمن يقرأ عند قبره اخذ هذا الموسوم ولمن يكنسه. وقال بعضهم ان كان القارئ معينا يجوز والا فلا انتهى.[1]

تلاوت پر اجرت لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ ناجائز ہے اور بعض نے کہا جائز ہے اور یہی مختار قول ہے، اور قنیہ میں زاہدی کی عبارت یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے مدرسہ اور مقبرہ بنایا اور اس کے لیے کچھ زمین وقف کر دی اور یہ بیان کیا کہ اس زمین کی آمدنی کا تین چوتھائی حصہ مدرسہ کے متعلمین پر صرف ہو گا اور ایک چوتھائی حصہ قبرستان کی صفائی اس کے دروازوں کو کھولنے، بند کرنے اور قبر پر پڑھنے والوں پر صرف کیا جائے گا، اور قاضی نے اس وقف کی صحت کا فیصلہ کر دیا تو قبر پر پڑھنے والوں اور قبر کی حفاظت کرنے والوں کے لیے اس آمدنی کو لینا جائز ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اگر قبر پر پڑھنے والا معین ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ: طاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے امامت کے لیے قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے، متقدمین فقہاء کا یہی مسلک ہے مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہو گا انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثنا فرما دیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم القرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے۔ کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس سے شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی، اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں ادھر ادھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ وتقریر کے ذریعہ انہیں دین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے گا یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہو گا اور اس

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۷۱-۱۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت و امداد ہے۔ [۱]

ہم نے فقہاء احناف کی جو عبارات نقل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین احناف کے نزدیک تعلیم قرآن و فقہ، امامت، خطابت اور اذان دینے پر اجرت لینا اصلاً ناجائز ہے اور متاخرین احناف (۳۰۰ھ کے بعد کے علماء) کے نزدیک دینی ضرورت کی بناء پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی تین توجیہات ہیں:

(۱)۔ بغیر تعیین اور تقرر اور پیشگی شرط کے معلم، امام، خطیب اور مؤذن کی بہ طور احسان اور امداد خدمت کر دی جائے اور اس میں طرفین کو اجر و ثواب ہوگا معلم وغیرہ یہ نیت کریں کہ ہم اللہ کے لیے پڑھا رہے ہیں اور دینے والے یہ نیت کریں کہ ہم حسبۃً للہ دین کا کام کرنے والوں کی خدمت کر رہے ہیں۔

(۲)۔ معلم اور امام وغیرہ کو کسی خاص مسجد میں درس دینے یا نماز پڑھانے کا خاص نظام الاوقات میں پابند کیا جاتا ہے سو اس وقت اور جگہ کی پابندی کرنے سے جو مشقت ہوتی ہے، اس مشقت کے بدلہ میں اجرت لی جائے اور نفس تعلیم یا امامت کی اجرت کی نیت نہ کی جائے۔ اس صورت میں بھی تعلیم دینے اور نماز پڑھانے کا اجر و ثواب ہوگا، اور یہ بالکل واضح بات ہے کیونکہ اگر معلم اپنے گھر پڑھائے تو اس کو مدرسہ والے تنخواہ نہیں دیں گے، اسی طرح امام اپنے گھر میں نماز پڑھائے یا کسی اور مسجد میں نماز پڑھائے تو اس کی مسجد والے تنخواہ نہیں دیں گے، یا ان کے مقرر کردہ اوقات کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھائے، پھر بھی انتظامیہ اس کو تنخواہ نہیں دے گی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ خاص جگہ اور خاص وقت کی پابندی کی تنخواہ ہے، نفس امامت اور نفس تعلیم کی تنخواہ نہیں ہے اور اس کا اجر ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ مطلقاً فرمائے گا۔

(۳)۔ خلفاء راشدین کو خلافت میں مشغول ہونے کے باعث کاروبار معاش بند کرنے تو ان کی معاشی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا اور اب چونکہ اسلامی نظام حکومت نہیں ہے اس لیے مسلمانوں کی جماعتوں پر فرض ہے کہ وہ دین کا کام کرنے والے علماء کی معاشی ضروریات کے لیے وظائف مقرر کریں، اور علماء دین کو تعلیم اور امامت وغیرہ پر جو مشاہرہ دیا جاتا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ اور جس طرح بیت المال سے وظائف لینے کے باوجود خلفاء راشدین کے اجر و ثواب میں فرق نہیں آیا اسی طرح علماء دین کے مشاہرہ لینے سے ان شاء اللہ ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔

قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم، امامت، خطابت اور اذان کے مشاہرہ میں جس طرح یہ توجیہات جاری ہوتی ہیں اسی طرح ایصال ثواب کے لیے گھروں اور قبرستان میں جو قرآن خوانی کی جاتی ہے، اور قرآن مجید پڑھنے والوں کی جو خدمت کی جاتی ہے اور تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حافظ کو جو نذرانہ دیا جاتا ہے ان میں بھی یہی توجیہات اسی طرح جاری ہوتی ہیں، لیکن بعض علماء نے مؤخر الذکر دو صورتوں کو ناجائز کہا ہے، اس لیے ہم ان کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔

....

---

[۱] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۴ - ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی مروجہ خدمت کی تحقیق

علامہ شامی نے اس مسئلہ میں بہت سخت موقف اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

والحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأۃ الاجزاء بالاجرۃ لایجوز لان فیہ الامر بالقرأۃ واعطاء الثواب للآمر والقرأۃ لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فأین یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرۃ ما قرأ احد لاحد فی ھذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلۃ الی جمع الدنیا انا للہ وانا الیہ راجعون[1]

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اجرت پر سیپارے پڑھنے کا جو رواج ہے وہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں قرآن پڑھنے کا امر ہے اور اس کا ثواب علم کرنے والے کے لیے ہے اور قرأت مال کی وجہ سے ہے، اور جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والے کو ثواب ہی نہیں ہوگا، تو اجرت پر طلب کرنے والے کو ثواب کیسے پہنچے گا، اور اگر اجرت کا رواج نہ ہوتا تو اس زمانہ میں کوئی شخص کسی کے لیے نہ پڑھتا، بلکہ ان لوگوں نے قرآن عظیم کو دنیا جمع کرنے کا وسیلہ بنا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

استدلال کی اس عبارت میں کئی باتیں غلط اور واقع کے خلاف ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ نیت کا حال اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، بجز تمام قرآن خوانی کرنے والوں کے متعلق یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ ان کی نیت صحیح نہیں ہوتی، دوسری یہ بات غلط اور واقع کے خلاف ہے کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی کے لیے قرآن خوانی نہیں کرے گا، ہمارے مشاہدہ میں حد و شمار سے باہر ایسی مثالیں ہیں جب لوگ اپنے متعلقین، رشتہ داروں، دوستوں اور محلہ داروں کے لیے بغیر کسی معاوضہ کے قرآن خوانی کرتے ہیں، داتا دربار میں ہر وقت لوگ قرآن خوانی کرتے رہتے ہیں، دیگر مزارات پر بھی قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، علامہ اقبال اور قائداعظم کے مزار پر قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، اور مدارس کے جن غریب طلباء کو لوگ قرآن خوانی کے لیے لے جاتے ہیں ان سے پہلے کوئی معاہدہ نہیں ہوتا، اجرت طے کی جاتی ہے نہ کوئی شرط لگائی جاتی ہے، بعض لوگ ختم کے بعد طلباء کو فی سبیل اللہ کچھ پیسے دے دیتے ہیں، کچھ کھانا کھلاتے ہیں، اور بعض لوگ صرف چائے پلانے پر اکتفا کرتے ہیں اور بعض لوگ کچھ بھی نہیں دیتے، ہو سکتا ہے بعض نادار اور ضرورت مند طلباء کے دل میں یہ خواہش ہو کہ ان کو کچھ پیسے مل جائیں لیکن ان کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ وہ پیسوں کے عوض پڑھیں گے اور قرآن مجید سے دنیا کمائیں گے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے اور یہ دعویٰ کرنا کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی کے لیے نہیں پڑھے گا، مستقبل کے لیے ایک ایسی پیش گوئی ہے جس کی جرأت کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کھلانے والا جانتا ہو اور ان کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دیتا ہے یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رسائل ابن عابدین ج ١ ص ١٨٠، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ١٣٩٦ھ

تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام لا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔ ؎۱

ان قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ ہم جو چاہیں کام لیں گے، اور یہ تنخواہ دیں گے پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے، اب یہ اجرت بلا شبہ جائز ہے کہ اس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ ؎۲

تلاوت و تہلیل میں اجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اس سے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔ (۲) جب کہ عادت و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اس سے معلوم ہے کہ دینا ہو گا تو ضرور اجرت میں داخل ہے۔ فان المعروف کالمشروط (ان المعروف کالمشروط) قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں اس کے بعد پڑھے پھر جائیں دے دیں وہ اجرت میں داخل نہیں ہو گا۔ ؎۳

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ ۹: فقہائے کرام نے اس کلیہ سے تین چیزوں کا استثنا فرمایا اور وہ مذکور ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پر اجارہ جس طرح قدما کے نزدیک ناجائز ہے، متاخرین کے نزدیک بھی ناجائز ہے لہذا سوم وغیرہ کے دن جو اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کراتے ہیں اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کو ثواب ملے گا جو لوجہ اللہ پڑھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال نیتوں ہی پر ہیں، نیت کے ساتھ ہیں۔ جب اللہ کے لیے عمل نہ ہو تو ثواب کی امید بے کار ہے۔ ردالمحتار۔ مقصد یہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے بلکہ مستحسن ہے مگر اجرت پر تلاوت قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوا کر ایصال ثواب نہیں ہو سکتا، بلکہ پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھیں اور ایصال ثواب کریں یہ جائز ہے۔ ؎۴

نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ ۱۰: اسی طرح اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت بھی ہے کہ کسی کی میت کے لیے بغرض ایصال ثواب کچھ لے کر تلاوت کرتا ہے کہ یہاں اخلاص کہاں بلکہ تلاوت سے مقصود وہ پیسے ہیں کہ وہ نہیں ملتے تو پڑھتا بھی نہیں اس پڑھنے میں کوئی ثواب نہیں پھر میت کے لیے ایصال ثواب کا نام لینا غلط ہے کہ جب ثواب ہی نہ ملا تو پہنچائے گا کیا، اس صورت میں پڑھنے والے کو ثواب نہ میت کو بلکہ اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار (ردالمحتار) ہاں اگر اخلاص کے ساتھ کسی نے تلاوت کی تو اس پر ثواب بھی ہے اور اس کا ایصال ثواب بھی ہو سکتا ہے اور میت کو اس سے نفع بھی پہنچے گا،

؎۱۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۱، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ

؎۲۔ " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲، " " " "

؎۳۔ " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲، " " " "

؎۴۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۵ - ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

بعض مرتبہ پڑھنے والوں کو پیسے نہیں دیئے جاتے مگر ختم کے بعد مٹھائی تقسیم ہوتی ہے اگر اس مٹھائی کی خاطر تلاوت کی ہے تو یہ بھی ایک قسم کی اجرت ہی ہے کہ جب ایک چیز مشہور ہو جاتی ہے تو اُسے بھی مشروط ہی کا حکم دیا جاتا ہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہو چکا ہاں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مٹھائی نہیں ملتی تب بھی میں پڑھتا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس بات کا وہ خود اپنے دل میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ میرا پڑھنا مٹھائی کے لیے ہے یا اللہ عزوجل کے لیے پنج آیت پڑھنے والا اپنا دوسرا حصہ لیتا ہے یعنی ایک حصہ خاص پنج آیت پڑھنے کا ہوتا ہے اور نہ ملے تو جھگڑتا ہے گویا یہ زائد حصہ پنج آیت کا معاوضہ ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ جس طرح اجیر کو اجرت نہ ملے تو جھگڑا کر لیتا ہے اسی طرح یہ بھی لیتا ہے لہٰذا بظاہر اخلاص نظر نہیں آتا واللہ اعلم بالصواب میلاد خوان اور واعظ بھی دو حصے لیتے ہیں جبکہ وعظ میں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے جس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ایک حصہ اپنے پڑھنے اور تقریر کرنے کا لیتے ہیں اگر وہی حصہ یہ بھی لیتے جو عام طور پر تقسیم ہوتا ہے بہت خوب ہوتا کہ ذرا سی مٹھائی کے بدلے اجر عظیم کے ضائع ہونے کا شبہ نہ ہوتا بعض جگہ خصوصیت کے ساتھ ان کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں کہ ان کو اسی حیثیت سے کھانا کھلایا جاتا ہے کہ یہ پڑھیں گے بیان کریں گے یہ محض دعوت بھی اسی اجرت ہی کی حد میں آتی ہے ہاں اگر اور لوگوں کی دعوت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وعظ و تقریر کا معاوضہ ہے اس قسم کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ [۵]

علی الاطلاق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ متاخرین نے قرآن خوانی پر اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے، ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ متاخرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور امامت کی طرح یہ اجرت بھی جائز ہے، جوہرہ نیرہ، عالمگیری، حاشیہ فتح المعین لابی سعود، اور تتمۃ السراج الوہاج اور دوسری کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح تعلیم قرآن اور امامت کی اجرت کی تاویل کی گئی ہے اسی طرح قرآن خوانی کی اجرت کی بھی تاویل ہے۔ خود امام احمد رضا قادری نے لکھا ہے کہ وقت کے بدلہ میں اجرت جائز ہے۔ سو ہم یہ کہتے ہیں کہ طلباء اور فقراء قبرستان میں یا کسی کے گھر جا کر جو قرآن مجید پڑھتے ہیں، تو ان کے آنے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے، اور مخصوص وقت میں ان کو آنے جانے کا جو پابند کیا جاتا ہے یہ اجرت اس وقت اور آنے جانے کی مشقت کی ہے، اور کسی مسلمان کے حال سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ نفس تلاوت کی اجرت لے اور معاذ اللہ قرآن مجید کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنائے، اور یہ بھی ہم فقہاء احناف کے قول کے مطابق کہہ رہے ہیں، ورنہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، رقم الحدیث: ۵۷۳۷) [?]

اصل چیز یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عرف اور رواج یہ ہے کہ جب ایصال ثواب کے لیے طلبہ اور فقراء کو بلاتے ہیں تو پہلے سے کچھ طے نہیں کیا جاتا کہ فی پارہ اتنی اجرت دی جائے گی یا ختم قرآن کا اتنا معاوضہ دیا جائے گا جب

---

[۵] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ [?]، بہار شریعت ج ۱۶ ص ۱۹۹ [?]، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

کہ عقد اجارہ تعیین کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور طلبا اور فقراء عند اللہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور لانے والے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے طور پر ان کی للہ فی اللہ خدمت کر دیتے ہیں اور حسب تنخواہ مقرر کرکے حافظوں کو تعلیم قرآن پر اور علماء کو کتب دینیہ کی تعلیم پر رکھنا جائز ہے تو بغیر پیشگی تعیین کے ان فقراء کو ختم قرآن کے بعد کھانا کھلا دینا یا کچھ پیسے دے دینا کسی طرح ناجائز ہوگا!

ہم اس سے پہلے عالم گیری کا حوالہ لکھ چکے ہیں، تجدید کے لیے ایک بار پھر عالم گیری کا یہ حوالہ پیش خدمت ہے:

واختلفوا فی الاستیجار علی قراءۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لا یجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار کذا فی السراج الوھاج۔[1]

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مدت مقرر تک کسی کو اجرت پر رکھنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ ناجائز ہے اور بعض نے کہا یہ جائز ہے، اور یہی مختار ہے، اسی طرح السراج الوہاج میں ہے۔

فتاوی عالم گیری کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ مختار قول یہ ہے کہ اجرت سے کر قرآن خوانی کرنا بھی جائز ہے اگرچہ ہمارے زمانہ میں عرف یہ ہے کہ طلبا اور فقراء اجرت طے کیے بغیر احساناً اور تبرعاً قرآن خوانی کرتے ہیں اور اہل زمانہ ان کی احساناً اور تبرعاً خدمت کر دیتے ہیں: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

رمضان شریف میں جو حفاظ کرام تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں ان کے متعلق بھی ہمارے زمانہ میں عرف یہ ہے کہ حفاظ کرام پیشگی اجرت طے کیے بغیر احساناً اور تبرعاً قرآن مجید سناتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ احساناً اور تبرعاً ان کی خدمت کر دیتی ہے، متاخرین علماء میں سے بعض حضرات نے اس کو بھی ناجائز کہا ہے۔

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

تراویح میں ختم قرآن کے نذرانے کی تحقیق

مسئلہ: آج کل اکثر رواج ہو گیا کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں، اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کالمشروط ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالۃ۔[2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

سوال (۴۰۷) حافظ جو تراویح میں سنانے اس کو دینا بھی جائز ہے یا لینا دینا دونوں ناجائز۔ [2] اور اگر بلا اجرت حافظ نہ ملے تو اجرت پر مقرر کرے یا الم ترکیف سے تراویح پڑھے [3] اور جب امامت پر اجرت جائز ہے تو تراویح میں ایک قرآن بھی تو سنت مؤکدہ ہے اس پر اجرت کیوں ناجائز؟

الجواب [1] میں تو ناجائز سمجھتا ہوں۔

---

[1] شیخ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ، عالم گیری ج ۴ ص ۴۴۹، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ١٣١٠ھ

[2] مولانا امجد علی متوفی ١٣٧٦ھ، بہار شریعت ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

مسئلہ یہ ہی تو الم ترکیف سے بتلا دیتا ہوں۔

مسئلہ۔ جہاں فقہاء نے ایک ختم کو سنت کہا ہے جس سے ظاہراً سنت مؤکدہ مراد ہے وہاں یہ لکھا ہے کہ جہاں لوگوں پر ثقیل ہو وہاں الم ترکیف وغیرہ سے پڑھ دے پس تقلیل جماعت کے محذور سے بچنے کے لیے اس سنت کے ترک کی اجازت دے دی تو استیجار علی الطاعت بحکمہ اس سے بڑھ کر ہے اس سے بچنے کے لیے کیوں نہ کہا جاوے گا کہ الم ترکیف سے پڑھ لے اسی سے نمبر اور ۲ کی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہوگی۔ ۱۰ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ص ۱۹۲)

ابطال حیلہ برائے استیجار بر ختم در تراویح

سوال (۴۰۴) اگر زید کو کوئی شخص بغیر اُجرت طے ہوئے اپنی خوشی سے دس پانچ روپیہ دیوے یا ایک ماہ کے لیے امام مقرر کر کے کچھ اجرت دیوے اس طور سے عند الشرع اُجرت حلال ہوگی یا نہیں اور امامت کی صورت میں تو حلال ہونے میں کوئی شبہ بھی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء متاخرین نے امامت کی اُجرت پر فتویٰ دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے، تفصیل وار تحریر کیجئے۔

الجواب یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ۔ دیانات میں جو کہ معاملہ فی ما بین العبد و بین اللہ ہے حیل مفید جواز واقعی کو نہیں ہوتے لہٰذا یہ ناجائز ہوگا۔ (۲۱ر شوال ۱۳۳۳ھ تتمہ ثانیہ)[1]

قرآن مجید کے حفظ کرنے کا اہم سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے تراویح میں قرآن مجید سنانا، یا قرآن مجید سننا، جو حفاظ تراویح میں قرآن مجید سنانا یا سننا چھوڑ دیتے ہیں، ان کو قرآن مجید یاد نہیں رہتا۔ اس لیے تراویح میں قرآن مجید سنانا اہم دینی ضرورت ہے، اور جو حافظ مسجد میں قرآن مجید سنانے جاتا ہے اس کے دن اور رات کا بیشتر وقت منزل کو یاد کرنے اور اس کے دور اور تکرار کرنے میں گذر جاتا ہے، پھر وہ ایک خاص وقت کی پابندی کے ساتھ کسی خاص مسجد میں قرآن سنانے جاتا ہے اور بسا اوقات اس کے آنے جانے میں کرایہ بھی خرچ ہوتا ہے اس لیے حفاظ کرام کو ختم قرآن کے موقع پر جو نذرانہ پیش کیا جاتا ہے وہ بھی انہی تین وجوہات سے جائز ہے جن وجوہ سے تعلیم قرآن، تعلیم حدیث و فقہ، اذان، امامت، خطابت اور وعظ وغیرہ کا نذرانہ جائز ہے۔ کیونکہ عموماً حفاظ کرام پورے ماہ منزل کو یاد کرنے اور اس کے دور و تکرار کرنے کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر رہتے ہیں تو جس طرح خلفاء راشدین نے کار خلافت کا اس لیے وظیفہ لیا تھا کہ وہ کار خلافت کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر ہیں تو حفاظ کو بھی اس وجہ سے نذرانہ دینا چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو روزانہ مسجد میں آنے جانے کی جو مشقت ہوتی ہے اس مشقت کا نذرانہ دیا جانے نہ کہ قرآن مجید سنانے کا، کیونکہ اگر حافظ اپنے گھر قرآن سنائے تو اس کو مسجد والے نذرانہ نہیں دیں گے لہٰذا اس نذرانے میں حافظ کے مسجد میں جانے کا دخل ہے لہٰذا اسی جہت سے نذرانہ دیا جائے، تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عرف اور رواج یہ ہے کہ قرآن سنانے کا پہلے نذرانہ طے نہیں کیا جاتا نہ اس کی کوئی شرط لگائی جاتی ہے جب کہ عقد اجارہ کے تحقق کے لیے پہلے اجرت کا تعین ضروری ہے بلکہ حافظ فقط فی اللہ احساناً اور تبرعاً قرآن مجید سناتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ پر عمل کرتے ہوئے حسب توفیق لله فی اللہ حافظ کی خدمت کر دیتے ہیں اور جو حفاظ مالدار اور خوشحال ہیں وہ ختم کے موقع پر کوئی نذرانہ قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے پاس سے رقم خرچ کیا

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد الفتاویٰ، ج ۱ ص ۳۲۲ - ۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی

کر کے نمازیوں میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور امام، مؤذن اور خادم کی خدمت کرتے ہیں، پس جو حافظ ضرورت مند ہوتا ہے وہ نذرانہ قبول کر لیتا ہے اور جو مستغنی ہوتا ہے وہ اس سے اجتناب کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ومن کان غنیا فلیستعفف ج ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ (نساء: ۶)
اور جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے، اور جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھالے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیت المال سے وظیفہ لیا تھا اور اسی آیت کی رو سے حفاظ کرام کے لیے بھی ختم قرآن کا نذرانہ لینا جائز ہے اور یہ اس کے جواز کی چوتھی وجہ ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مال یتیم میں ولی کے تصرف اور عبادات پر اجرت لینے کے یہ تمام مباحث آگئے ایک عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ تعلیم قرآن، حدیث اور امامت وغیرہ کی اجرت کے مباحث پر تفصیل کے ساتھ لکھوں، الحمد للہ یہ خواہش پوری ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو بقاء و دوام عطا فرمائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

واذ زاغت الابصار کی تفسیر

اذا جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر۔
جب کافر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے یوم خندق کا منظر مراد ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ملائکہ کے لشکر غزوۂ احزاب کا مختصر بیان یہ ہے کہ غزوہ شوال ہ۵ھ میں پیش آیا جب یہود بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں ابو سفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور انہیں کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو محمد (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، یہود نے کہا تمہیں حق پر ہو اس پر قریش خوش ہوئے، اسی پر آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتٰب یؤمنون بالجبت والطاغوت۔ نازل ہوئی پھر یہودی قبائل غطفان وقیس غیلان وغیرہ میں گئے وہاں بھی یہی تحریک کی وہ سب ان کے موافق ہو گئے اس طرح انہوں نے جا بجا دورے کیے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی یہ اطلاع پاتے ہی حضور نے بمشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خندق کی کھدوائی شروع کر دی، اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی کام کیا، مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکر گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے، اور

مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا، خندق مسلمانوں اور اُن کے درمیان حائل تھی اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے کہ جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے اب انھوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزر گئے مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ان پر تیز ہوا بھیجی، نہایت سرد اور اندھیری رات میں اس ہوا نے ان کے خیمے گرا دیے، طنابیں توڑ دیں کھونٹے اکھاڑ دیے ہانڈیاں الٹ دیں آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیے جنھوں نے کفار کو لرزا دیا اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی، مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا، پھر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو خبر لینے کے لیے بھیجا، وقت نہایت سرد تھا، یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت اُن کے چہرے اور بدن پر دست مبارک پھیرا جس سے اُن پر سردی اثر نہ کر سکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اُڑ اُڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے، آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، عجیب پریشانی کا عالم تھا لشکر کفار کے سردار ابو سفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اُٹھے اور انھوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے، یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کیا، حضرت حذیفہ نے دانائی سے اپنے داہنے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اس کے بعد ابو سفیان نے کہا اے گروہ قریش! تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے، بنو قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں، ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کر دو میں کوچ کرتا ہوں، ابو سفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ کا شور مچ گیا ہوا ہر چیز کو الٹے ڈالتی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا بار کر کے لے جانا اس کو شاق ہو گیا۔ اس لیے کثیر سامان چھوڑ گیا۔ [1]

وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا کی تفسیر

وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا ط والصلح خیر۔ (نساء: ۱۲۸)	اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے تو اگر وہ مناسب طریقے آپس میں صلح کر لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور صلح بہتر ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی شخص کے نکاح میں مدت دراز تک رہی ہو اور اب خاوند اسے طلاق دینا چاہتا ہو تو وہ عورت کہے کہ مجھے طلاق مت دو اور مجھے اپنے نکاح میں رہنے دو، میں تمہیں دوسرا نکاح کر لینے کی اجازت دیتی ہوں۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۶۶۹ - ۶۶۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

یہ خدشہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے طلاق نہ دیں میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں، آپ نے اس کو منظور کر لیا، تب یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعی نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت محمد بن مسلمہ کی بیٹی تھیں، ان کو وہ زیادہ عمر یا کسی اور وجہ سے ناپسند ہو گئیں، اور انہوں نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا، انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور جس طرح چاہیں میری باری مقرر کر دیں، تو ان دونوں نے اس بات پر صلح کر لی اور یہ رواج ہو گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

ومن یقتل مؤمنا متعمدا کی تفسیر

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ (نساء: ۹۳)

اور جس شخص نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو اس کی سزا دوزخ ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیگا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اور والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر الآیۃ - مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور شرک کے سوا ہر گناہ لائق مغفرت ہے حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اور جہنم میں خلود کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائق معافی ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا، اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہوگا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۲)۔ اس آیت میں مَن کا لفظ ہر چند کہ عام ہے لیکن یہ عام مخصوص البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے کافر قاتل مراد ہے اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۳)۔ یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرتد ہو کر ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا، اس کا شان نزول عنقریب ہم ان شاء اللہ روح المعانی کے حوالے سے بیان کریں گے۔

(۴)۔ اگر اس آیت میں قاتل سے مراد مسلمان لیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

(۵)۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجازاً مکث طویل مراد ہے۔ یعنی وہ لمبے عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

(۶)۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو اس آیت میں شرط محذوف ہے یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس کو خلف وعید سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بطور کرم خلف وعید جائز ہے لیکن یہ بظاہر خلاف وعید ہے حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے کوئی خلف نہیں ہے۔

(۷)۔ یہ آیت الفناء تخویف پر محمول ہے، یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے، حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

(۸)۔ اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو حلال سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۹)۔ اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتل مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۱۰)۔ اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

مسلمان کو قتل کرنے پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مقیس بن صبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مقیس اور اس کا بھائی ہشام دونوں مسلمان ہو گئے، یہ دونوں مدینہ منورہ میں رہتے تھے، ایک دن مقیس نے اپنے بھائی ہشام کو انصار بنو النجار کے محلہ میں مقتول پایا، اس نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے بنو فہر کے ایک شخص کو مقیس کے ساتھ بنو نجار کے پاس بھیجا، وہ ان دنوں قبا میں رہتے تھے، اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم کو مقیس کے بھائی کے قاتل کا علم ہے تو اس کو ہمارے حوالے کر دو، ورنہ مقیس کو اس کے بھائی کی دیت ادا کرو، جب بنو نجار کے پاس یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں، بہ خدا ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے، لیکن ہم اس کی دیت ادا کریں گے، انہوں نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت کے طور پر سو اونٹ دے دیے، جب مقیس اور فہری قبا سے مدینہ لوٹے تو اچانک مقیس نے حملہ کر کے فہری کو قتل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد تھا اور اسلام سے مرتد ہو گیا (نعوذ باللہ من ذالک) اور ان اونٹوں کو لے کر فرار ہو گیا۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کر دے گا، سوا اس شخص کے جو کافر ہو کر مرے گا یا ماسوا اس شخص کے جو قصداً کسی مومن کو قتل کرے گا۔

امام ابن منذر نے حضرت ابو درداء سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے آدھی بات سے بھی کسی مسلمان کے قتل پر معاونت کی قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ایک مسلمان کو قتل کرنے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور مافیہا کا زوال زیادہ آسان ہے اور اگر تمام آسمانوں اور زمین کے لوگ ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت مقداد بن اسود نے پوچھا کہ جہاد کے دوران ایک کافر نے میرا ہاتھ کاٹ دیا اب جب کہ وہ میرے حملہ کی زد پر آیا تو وہ مسلمان ہو گیا کیا اب بھی اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تم اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ اب وہ تمہاری طرح مسلمان ہے، اور اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم اس کی طرح ہو جاؤ گے جب اس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا تھا۔ [1]

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر کی تفسیر

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ج ومن یفعل ذلک یلق اثاما ہ یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا ہ الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنٰت ط وکان اللہ غفورا رحیما ہ

(فرقان: ۷۰-۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ اس جان کو ناحق قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے، اور نہ بدکاری کرتے ہیں، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا لیکن جو (مرنے سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے تو اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں قتل اور زنا پر عذاب مخلد کی وعید سنائی گئی ہے، حالانکہ قتل اور زنا گناہ کبیرہ ہیں اور گناہ کبیرہ پر دائمی عذاب نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ دائمی عذاب کی وعید کفار کے لیے ہے، کیونکہ اس آیت میں سب سے پہلے شرک کا ذکر کیا گیا ہے اور شرک، قتل ناحق اور زنا ان تینوں گناہوں پر دائمی عذاب کی وعید ہے

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا" حالانکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ یہ فرمایا ہے:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔

(شوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا وھم لا یظلمون (انعام: ۱۶۰)

اور جس نے گناہ کیا اس کو اسی ایک گناہ کے برابر عذاب دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلھا۔

(مومن: ۴۰)

جس نے گناہ کیا اس کو اسی کے برابر سزا دی جائے گی۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۴-۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر گناہ پر اس گناہ کے برابر سزا دی جائے گی زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور زیر بحث آیت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ دگنے عذاب سے یہاں سخت اور شدید عذاب مراد ہے۔

نیز اس آیت میں ہے جس نے توبہ کر لی، ایمان لے آیا اور نیک کام کیے تو اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے ان کے پچھلے گناہ مٹا دے گا اور ان کی بعد میں کی ہوئی نیکیوں کو ثابت اور قائم رکھے گا، ایک قول یہ ہے کہ ان میں جو برائیوں کی عادت تھی اللہ تعالیٰ اس کو نیکیوں کی عادت سے بدل دے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ آخرت میں ان کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا کر نیکیوں کو لکھ دیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو، اور اس کے کبیرہ گناہ دور رکھے جائیں گے، اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے فلاں دن یہ کام کیا تھا، یہ کام کیا تھا اور یہ کام کیا تھا، وہ ان کا اقرار کرے گا، اور انکار نہیں کر سکے گا، اور وہ اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہو گا، پھر یہ کہا جائے گا کہ اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلہ نیکی دے دو، تب وہ شخص کہے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا، حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔[1]

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا کی تفسیر

یا یھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مؤمنا ج تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا ز فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ط

(نساء: ۹۴)

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہو، تو تحقیق کر لیا کرو، اور جس شخص نے تم کو سلام کیا ہے، اس کو یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، تم بھی اس سے پہلے اسی طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیے گئے تھے اور تمہارا اظہار اسلام بے اعتبار قرار نہیں دیا گیا تھا، تو دیگر اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ بھی تمہیں اسی طرح سلوک کرنا چاہیے۔

یہ آیت حضرت مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو اہل فدک میں سے تھے اور ان کے سوا

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۵۰، ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ان کی قوم کا اور کوئی شخص اسلام نہیں لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ ان کی طرف لشکر اسلام آ رہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے، مگر مرداس ٹھہرے رہے، جب لشکر آیا اور انہوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ السلام علیکم، مسلمانوں نے خیال کیا اہل فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص مغالطہ دینے کے لیے اظہار ایمان کر رہا ہے، اس خیال سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی بکریاں لے آئے، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا تو حضور کو بہت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے ورثاء کو واپس کریں۔

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جس شخص میں اسلام کی کوئی علامت یا نشانی پائی جائے، اس سے ہاتھ روک لیا جائے، اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے، اس پر حملہ نہ کیا جائے۔ سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں یہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے تھے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو حملہ نہ کرنا۔

اکثر فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو اس کو مومن نہیں مانا جائے گا، کیونکہ وہ اپنے عقیدہ ہی کو ایمان کہتا ہے اور اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ وہ اپنے دین سے بیزاری ہونے کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلا ہو اس کے لیے اس کفر سے بیزاری اور اس کو کفر جاننا ضروری ہے۔ ؎۱

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللہ کی تفسیر

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ (الحدید: ۱۶)	کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے۔

یعنی اب وقت آ گیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن مجید اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں۔

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے تو دیکھا مسلمان آپس میں ہنس رہے ہیں، آپ نے فرمایا تم ہنس رہے ہو، حالانکہ ابھی تمہارے رب کی امان نہیں آئی، اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے فرمایا اتنا ہی رونا۔ ؎۲

؎۱ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۵۰ - ۱۴۹، ملخصاً و مرتباً، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

؎۲ " " " " خزائن العرفان ص ۸۶۰ " " " "

خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تفسیر

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۝ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ ط کذلک نفصل الاٰیت لقوم یعلمون ۔

(الاعراف: ۳۱ - ۳۲)

اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو، کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا آپ فرمایئے اللہ نے جو زینت اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے وہ کس نے حرام کی ہے؟ اور اللہ کے رزق سے پاک اور لذیذ چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ آپ فرمایئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے دن تو خاص انہی کے لیے ہیں، ہم اسی طرح کھول کر آیات کو علم والوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں قبائل عرب میں سے مرد دن کو برہنہ طواف کرتے تھے اور عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں، وہ لوگ جب مسجد منیٰ میں پہنچتے تو کپڑے اتار دیتے اور مسجد میں برہنہ جاتے، وہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں، ان کو پہن کر ہم طواف نہیں کریں گے، اور بعض کہتے تھے کہ ہم نیک شگون کے طور پر ایسا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم کپڑوں سے عاری ہو گئے ہیں، اسی طرح گناہوں سے بھی عاری ہو جائیں گے۔ قریش اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے تھے اور صرف قوت لایموت کے طور پر بہت کم کھاتے تھے اور چکنائی نہیں کھاتے تھے، مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم کم کھانے کے زیادہ حقدار ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کپڑے پہنو، کھاؤ، پیو اور فضول خرچ نہ کرو۔ [۱]

نیز امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے، اور یہی اکثر مفسرین کا مختار ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زینت کے لفظ سے زینت کی تمام انواع اور اقسام مراد ہیں، اس میں بدن کو ہر طرح سے صاف کرنا بھی داخل ہے، سواریاں بھی داخل ہیں اور اس میں تمام اقسام کے زیورات بھی داخل ہیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں زینت ہیں، اور اگر مردوں کے لیے سونے، چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق تصریح نہ ہوتی تو اس آیت کے عموم سے یہ چیزیں بھی حلال ہوتیں اور اس آیت میں پاک اور لذیذ چیزوں کا جو ذکر ہے، اس میں کھانے پینے کی تمام لذیذ چیزیں داخل ہیں اور ازدواج سے استمتاع بھی اس میں داخل ہے۔ [۲]

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۱ " " " " " "

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء کی تفسیر

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیٰوة الدنیا ؕ ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم۔ (نور : ۳۳)

اور تمہاری جو باندیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، کہ تم (ان کی بدکاری کے ذریعہ) حیات دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام مسلم اور امام ابوداؤد نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کی دو باندیاں تھیں، ایک کا نام مسیکہ اور دوسری کا نام امیمہ تھا، وہ ان کو بدکاری کرانے پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تب یہ آیت نازل ہوئی، امام ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی باندیوں کو زنا کرانے پر مجبور کرتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی، تمام روایات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ حکم تمام مکلفین کے لیے عام ہے۔

اس آیت میں زنا پر مجبور نہ کرنے کے حکم کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ باندیاں پاکدامنی کا ارادہ رکھتی ہوں، یہ قید زمانہ جاہلیت کے خصوصی واقعات اور اس زمانہ کی عادت اور رواج کے مطابق لگائی گئی ہے، یہ قید احترازی نہیں ہے اور نہ اس آیت میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہے، جس طرح زمان، مکان اور ذاتی کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہے، اور جو علماء مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی مفہوم مخالف کا اعتبار اس صورت میں ہوتا ہے جس کو غالب اوقات یا خصوصیت رواج اور عادت کے اعتبار سے نہ ذکر کیا گیا ہو۔ بعض علماء نے اس آیت سے مفہوم مخالف کے عدم اعتبار پر بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے۔ [۱]

لونڈیوں سے بدکاری کروانا بہرحال حرام ہے اور اس طرح کی تمام کمائی ناپاک ہے، خواہ باندیاں یہ کام رضا و رغبت سے کریں یا نہ بدرغبتی اور ناخوشی سے کریں، البتہ جس عورت سے یہ کام جبراً لیا گیا وہ آخرت میں مواخذہ سے بری ہوگی۔

اولٰئک الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلة کی تفسیر

اولٰئک الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلة ایھم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه ؕ ان عذاب ربک

وہ (نیک بندے) جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں خود اپنے رب کی طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ اللہ کے زیادہ قریب کرنے والا ہے، وہ اس

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۵۵-۱۵۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

كَانَ مَحْذُوْرًا ۔ کا رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے

(بنواسرائیل : ۱۰)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی، جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے، وہ جنات اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انھیں عار دلائی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ [1]

جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرنے کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

اللہ کے نیک بندے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، زندگی میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے تاکہ گناہوں سے بچا رہے اور مرتے وقت اللہ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیے، نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ کی رحمت کی امید رکھنا اور اس کے عذاب سے ڈرنا کمال عبادت کے خلاف نہیں ہے، بعض عابدوں میں یہ مشہور ہے کہ میں جنت کی امید سے عبادت کرتا ہوں، نہ جہنم کے خوف سے، بعض لوگ اس بات کی مدح کرتے ہیں اور بعض اس کی مذمت کرتے ہیں، اور حق یہ ہے کہ اگر اس نے یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے استغنا کی وجہ سے کہا ہے تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے اس وجہ سے یہ جملہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ لذاتہ عبادت کا اہل ہے حتیٰ کہ اگر جنت اور نار نہ بھی ہوتیں، تب بھی وہ عبادت کا مستحق تھا تو وہ شخص محقق اور عارف ہے۔ [2]

قرآن مجید کی بہ کثرت آیات اور بے شمار احادیث میں دوزخ سے ڈرایا گیا ہے اور جنت کی رغبت دلائی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور عباد صالحین کی متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں، اس لیے قرآن مجید اور احادیث سے وابستہ رہنے اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین عظام کے طریقہ سے پیوستہ رہنے میں ہی سلامتی ہے، ہمارے زمانہ میں بعض شاعر اور ادباء جنت کی تخفیف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے ہمیں اللہ کی رضا چاہیے، میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جنت کی تحقیر کرنے اور اس کو معمولی قرار دینے سے اللہ کیسے راضی ہوگا جب کہ قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ جنت کی نعمتیں بیان کرکے جنت کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، بعض کہتے ہیں ہمیں جنت نہیں مدینہ چاہیے اور جنت کی مذمت کرتے اور مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف کرتے ہیں لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ مدینہ منورہ کی عظمت صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول

---

[1] سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۴۶۰، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے اور جنت بھی آپ کا مسکن ہے اور مدینہ منورہ عارضی مسکن ہے اور جنت دائمی مسکن ہے بلکہ مدینہ منورہ میں جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جنت ہی کے باغات میں سے ایک باغ ہے تو آپ اب بھی جنت میں ہیں اور قیامت کے بعد بھی جنت میں ہی ہوں گے تو اول و آخر محبوب اور مطلوب جنت ہی قرار پائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموٰت والارض لا اعدت للمتقین۔ (آل عمران: ۱۳۳)	اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی چوڑائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ الفردوس۔ [۱]	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم تو جنت کا سوال کرنے اور اس کو مانگنے کی تلقین فرماتے ہیں اور ہماری سمجھ نہیں آتا کہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف جنت سے استغناء ظاہر کرنا کس قسم کا زہد اور پارسائی ہے۔

"ھٰذان خصمان اختصموا" کی تفسیر

ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم (حج: ۱۹)	یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب (کے بارے) میں اختلاف کیا۔

امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسلمانوں اور یہودیوں میں بحث ہوئی، یہود نے کہا: ہم اللہ کے زیادہ قریب ہیں، ہماری کتاب مقدم ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے آئے۔ مسلمانوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے زیادہ مستحق ہیں، ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی پر ایمان لائے اور اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تم ہماری کتاب اور ہمارے نبی کو پہچانتے تھے پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا، اور ان کا انکار کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ قسم کھا کر یہ کہتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے سے مبارزت کر کے جنگ کی تھی اور جنگ کا منشاء اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت تھی۔ [۲]

---

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۳، ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۳۴، ۱۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اختتامی کلمات

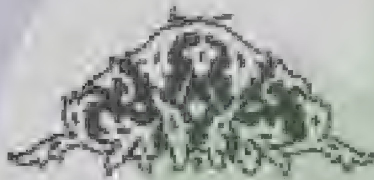
الحمدللہ علی احسانہ، آج مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ، بمطابق ۸ فروری ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم مکمل ہوگئی، صحیح مسلم میں سات ہزار چار سو تیئیس (۷۴۲۳) احادیث ہیں، جب میں نے اس کی شرح لکھنی شروع کی تو یہ ایک لمبا اور کٹھن سفر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کے صدقہ سے اس کام کو مجھ ایسے نکمے، ناکارہ اور گنہ گار شخص کے ہاتھوں مکمل کرادیا۔ مجھے کبھی زندگی میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں اتنا اہم اور عظیم کام کرسکوں گا، یہ جو کچھ ہوگیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عنایت ہے، اس میں جو حسن اور کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہے، اور اس میں جو نقص اور خرابی ہے وہ میری کوتاہ نظر، قلت مطالعہ اور سوء فہم سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو میری توقع سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی اور تکمیل سے پہلے ہی اس کی ہر جلد کے متعدد ایڈیشن چھپ گئے، بعض نظری اور فرعی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہوتا ہے اور ان میں اختلاف کرنا اہل علم کا حق ہے سو میری معلومات کے مطابق تین مسئلوں میں بعض علماء نے میری رائے سے اختلاف کیا اور میری رائے کے رد میں مضامین اور رسائل شائع کیے، لیکن ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے اور کسی شخص کی ہر رائے اور کسی کتاب کے تمام مندرجات سے کلیۃً کبھی کسی نے اتفاق نہیں کیا، ماضی میں اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں اس کی توقع ہے۔ مجھ سے پہلے ہزاروں علماء، محققین، ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین اور علماء راسخین کی آراء کا رد کیا گیا ہے، سو اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کو بھی دلائل سے مسترد کیا گیا یا کسی شخص سے عقیدت کی بناء پر بلادلیل میری مدلل اور مبرہن رائے کا رد کیا گیا یا محض گروہی تعصب کی بناء پر مجھ سے بغض و عناد رکھا گیا تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے بلکہ انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ فتاویٰ نوریہ اور ضیاء القرآن بھی جب ابتداءً طبع ہوئیں تو ان کے بھی بعض مندرجات سے اختلاف کیا گیا لیکن وہ کتابیں مخالفین کے علی الرغم مقبول اور معروف ہیں۔ سو اسی طرح شرح صحیح مسلم بھی بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود مقبولیت کی منازل طے کررہی ہے، اور الحمدللہ مسلسل چھپ رہی ہے۔

بہرحال ان تین مسئلوں کی وضاحت میں نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں کردی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ فرعی مسائل میں غیر جانبدارانہ اور ٹھنڈے دل سے غور و فکر کیا جائے، اخیر میں، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کو انجام تک پہنچا دیا، اور یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے، اس کو قبول و دوام عطا فرمائے اور اس کو میری مغفرت کا وسیلہ اور صدقہ جاریہ کردے، اللہ تعالیٰ مجھے، اس کتاب کے معاونین کو اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر کو اس کے قارئین کو، میرے مشائخ، اساتذہ، والدین، اعزہ،

تلامذہ، اور احباب کو اور سب مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی اور ہر بلا سے محفوظ اور مامون رکھے اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرمائے، اور جنت الفردوس کو ہمارا مقام بنا دے، آمین یا رب العالمین بجاہ حبیب الہ العلمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ المطہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر العلماء الراسخین والمسلمین اجمعین۔



ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ انجیل

کتب احادیث

۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ
۷۔ سنن ابی داؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ
۱۱۔ مؤطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ
۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
۱۳۔ مؤطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
۱۶۔ مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ
۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

١٨۔ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ١٣٩٨ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ

١٩۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور، ١٢٩٣ھ، امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ٢٥٥ھ

٢٠۔ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ٣٨٥ھ

٢١۔ شمائل ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ

٢٢۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ١٤٠٤ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ٣٢١ھ

٢٣۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ

٢٤۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ١٤٠٤ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ

٢٥۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی ١٤٠٢ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ

٢٦۔ شرح السنہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ١٤٠٠ھ، امام حسین بن مسعود البغوی متوفی ٥١٦ھ

٢٧۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ

٢٨۔ المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ

٢٩۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ١٣٩١ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ

٣٠۔ مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ٢٧٥ھ

٣١۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ٥٠٩ھ

٣٢۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ

٣٣۔ خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ

٣٤۔ الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ٧٤٥ھ

٣٥۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی، سورت ہند، ١٣٥٧ھ، حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی ٧٦٢ھ

٣٦۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ٧٤٢ھ

٣٧۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی ١٣٩٤ھ

٣٨۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ١٤٠٥ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ٩٧٥ھ

٣٩۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٠٧ھ، امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ٧٣٩ھ

٤٠۔ مسند الطیالسی، مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ٢٠٤ھ

٤١۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ الملاح بیروت، ١٣٩٠ھ، امام مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ٦٠٦ھ

٤٢۔ المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ٢١٩ھ

٤٣۔ مسند ابو یعلیٰ الموصلی، مطبوعہ دار المامون للتراث بیروت ١٤٠٤ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ٣٠٧ھ

٤٤۔ دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٠١ھ، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ

٤٥۔ شعب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٠١ھ، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ

٤٦۔ عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ١٣١٥ھ، حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ٣٦٤ھ

۴۷۔ حصن حصین، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ، امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ

۴۸۔ معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ

۴۹۔ معجم کبیر، مطبوعہ العراق، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ

۵۰۔ المطالب العالیہ فی الزوائد الثمانیہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، حافظ احمد علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۵۱۔ کشف الغمہ، مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ مصر، ۱۳۰۳ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، متوفی ۹۷۳ھ

کتب تفسیر

۵۲۔ تنویر المقباس، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۳ھ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ

۵۳۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ

۵۴۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ

۵۵۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ

۵۶۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ

۵۷۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۵۸۔ تفسیر ابوالسعود، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی، متوفی ۹۸۲ھ

۵۹۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ

۶۰۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ

۶۱۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ

۶۲۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ

۶۳۔ فتح القدیر، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۶۴۔ جامع البیان، مطبوعہ شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثالثہ ۱۳۷۳ھ، ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ

۶۵۔ التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ

۶۶۔ اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی

۶۷۔ الجواہر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری

۶۸۔ تفسیر المنار، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ

۶۹۔ تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۲ھ، علامہ احمد مصطفیٰ مراغی

۷۰۔ تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ

۷۱۔ تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۸۲۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ

۸۳۔ الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ

۷۴۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۷۵۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ ادارۃ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۷۶۔ فتح البیان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۷۷۔ خزائن العرفان، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

۷۸۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۷۹۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۸۰۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۸۱۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ

۸۲۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی، متوفی ۷۵۴ھ

۸۳۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری

۸۴۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی، متوفی ۵۴۳ھ

۸۵۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ

۸۶۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ

۸۷۔ نور العرفان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ

۸۸۔ ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

۸۹۔ مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پرویز

علوم قرآن

۹۰۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ

۹۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتب شروح حدیث

۹۲۔ تحقیق الکواکب الدراری بشرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی، متوفی ۷۸۶ھ

۹۳۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ

۹۴۔ فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۹۵۔ ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ

۹۶۔ فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ

۹۷۔ فیوض الباری، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء، علامہ محمود احمد رضوی، لاہور

۹۸۔ تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ تجویدیہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد

٩٩۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ، علامہ یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ٦٧٦ھ

١٠٠۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ٨٢٨ھ

١٠١۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ٨٩٥ھ

١٠٢۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ١٣٠٢ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ١٣٠٧ھ

١٠٣۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ١٣٦٩ھ

١٠٤۔ الحرز الثمین شرح حصن حصین، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ١٣٠٤ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ

١٠٥۔ تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ١٣٥٠ھ، شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ

١٠٦۔ الاذکار، مطبوعہ دار الثقافہ بیروت، ١٣٧٥ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ

١٠٧۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٣٩١ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی، ١٠٠٣ھ

١٠٨۔ اوجز المسالک، مطبوعہ مکتبہ یحیویہ سہارنپور، شیخ محمد زکریا

١٠٩۔ شرح سفر السعادۃ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ١٩٠٣ھ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ

١١٠۔ تکملۃ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ١٤٠٧ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی

١١١۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری، متوفی ١٣٥٣ھ

١١٢۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ١٣٤٦ھ

١١٣۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ١٣٢٩ھ

١١٤۔ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ لاہور، ١٤٠٤ھ، حافظ ابو عمرو بن عبد البر مالکی، متوفی ٤٦٣ھ

١١٥۔ مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ١٣٩٠ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ١٠١٤ھ

١١٦۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ١٠٥٢ھ

١١٧۔ منتقی، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ١٣٣٢ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ٤٩٤ھ

١١٨۔ شرح المؤطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی، متوفی ١١٢٢ھ

١١٩۔ فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٣٩١ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی، متوفی ١٠٠٣ھ

١٢٠۔ شرح مسند امام اعظم، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ١٣٠٧ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ

١٢١۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ١٣٢٩ھ

١٢٢۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبد الحی لکھنوی متوفی ١٣٠٤ھ

١٢٣۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ١٣٣٩ھ

١٢٤۔ سراج منیر شرح الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ١٣٠٥ھ، علامہ شیخ علی بن شیخ محمد عزیزی

١٢٥۔ فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ١٣٩١ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ١٠٠٣ھ

١٢٦۔ اوجز المسالک، مطبوعہ المکتبۃ الیحیویہ، سہارنپور ہند، شیخ محمد زکریا

١٢٧۔ جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ

۱۲۸۔ شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ

اسماء رجال

۱۲۹۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۱۳۰۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۱۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۳۲ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۲۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی
۱۳۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ اصح المطابع، دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ
۱۳۴۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۰ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی، متوفی ۳۵۴ھ
۱۳۵۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ، حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ
۱۳۶۔ کتاب الموضوعات، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ سنز کراچی، علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۳۷۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی الیمنی المکی،
۱۳۸۔ الجواہر المضیئہ، مطبوعہ میر محمد کراچی، علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ
۱۳۹۔ معجم المؤلفین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، عمر رضا کحالہ
۱۴۰۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی، لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ
۱۴۱۔ المقاصد الحسنہ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ
۱۴۲۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۴۳۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۴۴۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبع علوی ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث مدراسی
۱۴۵۔ تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت، علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۱۴۶۔ المعارف مطبوعہ نور محمد اصح الکتب کراچی، ابو محمد عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
۱۴۷۔ اللآلی المصنوعہ، مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

لغت

۱۴۸۔ المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ
۱۴۹۔ نہایہ مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ
۱۵۰۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۱۵۱۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی
۱۵۲۔ لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ

۱۵۳۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ

۱۵۴۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوعی

۱۵۵۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی

۱۵۶۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ

۱۵۷۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ

۱۵۸۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ۱۹۵۰ء

۱۵۹۔ دائرۃ المعارف، القرن العشرین، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱م، علامہ محمد فرید وجدی

۱۶۰۔ الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ

۱۶۱۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ، علامہ سید سابق

۱۶۲۔ معجم البلدان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ

۱۶۳۔ منتہی الارب، مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور، ۱۳۴۴ھ، عبد الرحیم بن عبد الکریم صفی پوری

۱۶۴۔ معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء، شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۴۸ء

۱۶۵۔ لاروس، مطبوعہ مکتبہ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر خلیل الجر

۱۶۶۔ کتاب العین، مطبوعہ دار الہجرت، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، امام ابو عبد الرحمن الخلیل بن احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ

۱۶۷۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی

۱۶۸۔ قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع دوم، ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری

۱۶۹۔ فیروز اللغات، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۶۸ء، الحاج فیروز الدین

۱۷۰۔ فرہنگ آصفیہ، مطبوعہ معارف پریس لاہور، طبع چہارم، مولوی سید احمد دہلوی

فضائل سیرت

۱۷۱۔ شفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ

۱۷۲۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۱۷۳۔ شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۷۴۔ سعادۃ الدارین، مطبوعہ مطبعۃ بیروت، بیروت ۱۳۱۷ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۷۵۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۷۶۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ

۱۷۷۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم جوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ

۱۷۸۔ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔ علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۷۹۔ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۸۰۔ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ عمادالدین ابوالفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۸۱۔ انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۲۰ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ

۱۸۲۔ ازالۃ الخفاء، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۴ھ

۱۸۳۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۸۴۔ نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۱۸۵۔ دلائل النبوۃ، مطبوعہ دارالنفائس، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ

۱۸۶۔ مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی

۱۸۷۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، حافظ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۸۸۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دارصادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ

۱۸۹۔ استیعاب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ

۱۹۰۔ الاخبار الطوال، مطبوعہ دارالمسیرۃ بیروت، ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری، متوفی ۲۸۲ھ

۱۹۱۔ اصابہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۱۹۲۔ اسدالغابہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ

۱۹۳۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۴ھ

۱۹۴۔ التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری

۱۹۵۔ الروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ

۱۹۶۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبع العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۴۲ھ

۱۹۷۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس اعلیٰ قاہرہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی، متوفی ۹۴۲ھ

۱۹۸۔ المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ

۱۹۹۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ

۲۰۰۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دارالقلم بیروت، علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

۲۰۱۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرحمن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ

۲۰۲۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۲۰۳۔ مراۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی، بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، متوفی ۷۶۸ھ

۲۰۴۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ

۲۰۵۔ الجوہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۴ھ

۲۰۶۔ الجواہر البحار، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۲۰۷۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۲۰۸۔ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۲۰۹۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۱۰۔ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ
۲۱۱۔ الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء، علامہ عبدالغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ
۲۱۲۔ تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۰ھ، حافظ ابو القاسم علی بن حسین شافعی المعروف بابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ
۲۱۳۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ
۲۱۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

کتبِ فقہ حنفی

۲۱۵۔ کتاب الخراج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ
۲۱۶۔ مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی، ۱۸۹ھ
۲۱۷۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند ۱۲۹۱ھ، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ
۲۱۸۔ کتاب الحجہ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، 〃 〃 〃 〃 〃
۲۱۹۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۲۲۰۔ مبسوط در شرح الکافی، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ 〃 〃 〃 〃 〃
۲۲۱۔ فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ
۲۲۲۔ فتاویٰ النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابو اللیث سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ
۲۲۳۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ
۲۲۴۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ
۲۲۵۔ ہدایہ اخیرین، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، 〃 〃 〃 〃
۲۲۶۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ
۲۲۷۔ کفایہ، مطبوعہ 〃 〃، علامہ جلال الدین خوارزمی
۲۲۸۔ فتح القدیر، مطبوعہ 〃 〃، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۲۲۹۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ
۲۳۰۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ
۲۳۱۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۳۲۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی، متوفی ۷۴۳ھ

۲۳۳۔ در مختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ
۲۳۴۔ رد المحتار، مطبوعہ، 〃 〃 ۱۳۲۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۳۵۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ
۲۳۶۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۲۳۷۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ
۲۳۸۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ
۲۳۹۔ صغیری، مطبوعہ، مطبع مجتبائی، دہلی، 〃 〃 〃 〃
۲۴۰۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فرامرز خسرو، متوفی ۸۸۵ھ
۲۴۱۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مولانا عبد الحلیم
۲۴۲۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ
۲۴۳۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ
۲۴۴۔ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ
۲۴۵۔ فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ 〃 〃 〃 〃 علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ
۲۴۶۔ خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ، ۱۳۹۷ھ، علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی۔
۲۴۷۔ فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ خیر الدین رملی متوفی، ۱۰۸۱ھ
۲۴۸۔ فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حامد بن علی قونوی رومی حنفی متوفی ۹۸۵ھ
۲۴۹۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی، ۱۲۵۲ھ
۲۵۰۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ
۲۵۱۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۲ھ، شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ
۲۵۲۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۵۳۔ فتاویٰ غیاثیہ، المکتبۃ الاسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب
۲۵۴۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبع عامرہ شاہیہ، مصر ۱۳۰۲ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۲۵۵۔ اخبار القضاۃ، مطبوعہ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۹۴۷ء امام وکیع بن محمد خلف حیان، متوفی ۳۰۶ھ
۲۵۶۔ معین الحکام، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی
۲۵۷۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی ۱۰۷۸ھ
۲۵۸۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۵۹۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شلبی
۲۶۰۔ تکملۃ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی الطوری
۲۶۱۔ خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی

۲۶۲۔ الملتقی علی الملتقی الابحر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ
۲۶۳۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ معین الدین الہروی المعروف محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ
۲۶۴۔ فتاویٰ عبد الحئی، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ، مولانا عبد الحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۲۶۵۔ فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مطبع سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۶۶۔ التجرید الترکیہ، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی۔
۲۶۷۔ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۲۷ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۶۸۔ فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۶۹۔ اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۷ھ
۲۷۰۔ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی، ۱۳۷۶ھ
۲۷۱۔ فتاویٰ دار العلوم، دیوبند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمن و مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۷۲۔ الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود حنفی متوفی ۶۸۳ھ
۲۷۳۔ حاشیہ ابی السعود، علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ
۲۷۴۔ فتاویٰ مسعودی، مطبوعہ مدینہ پبلیکیشنز کراچی، ۱۴۰۲ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۷۵۔ جامع الفتاویٰ، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہجہان پور، ۱۳۲۳ھ، مولانا ریاست علی خان
۲۷۶۔ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی ہند، علامہ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۲۷۷۔ امداد الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۷۸۔ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۹۔ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
۲۸۰۔ المسائل المنتخبہ کی پیوند کاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۸۱۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔
۲۸۲۔ اوزان شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۸۳۔ رسائل و مسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۸۴۔ ۵۔اے ذیلدار پارک (اکرو مجالس سید مودودی)، مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۸۵۔ برجندی علی شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۳۳۲ھ، علامہ عبد العلی برجندی
۲۸۶۔ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارۂ ترجمان القرآن لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۸۷۔ مقالات کوثری، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ زاہد کوثری، متوفی ۱۳۷۱ھ
۲۸۸۔ کنز الدقائق، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
۲۸۹۔ شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی، ۱۳۲۷ھ، صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمد متوفی ۷۴۷ھ
۲۹۰۔ حاشیہ مولوی الیاس، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۹۸۰ء، مولوی الیاس

۲۹۱۔ فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء، مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ
۲۹۲۔ فتاویٰ مظہری، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۹۰ھ، مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ
۲۹۳۔ عرفان شریعت، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی، طبع دوم، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۴۔ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ
۲۹۵۔ الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۶۔ فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ، علامہ عالم بن العلاء الانصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ

کتب فقہ شافعی

۲۹۷۔ کتاب الام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۲۹۸۔ المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی، متوفی ۴۵۵ھ
۲۹۹۔ شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۳۰۰۔ تکملہ شرح المہذب، " " ، علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
۳۰۱۔ فتح العزیز شرح الوجیز، " " ، علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۳۰۲۔ مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
۳۰۳۔ احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۳۰۴۔ الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۰۵۔ مختصر المزنی، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۳۰۶۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۳۰۷۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ڈاکٹر یوسف قرضاوی

کتب فقہ مالکی

۳۰۸۔ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ
۳۰۹۔ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ
۳۱۰۔ الشرح الصغیر علی اقرب المسالک، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۳۱۱۔ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف ابن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ
۳۱۲۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۳۱۳۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ

۳۱۴۔ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دارالمعارف مصر، ۱۹۷۴ء، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
۳۱۵۔ مواہب الجلیل، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ھ

کتب فقہ حنبلی

۳۱۶۔ المنتخب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی، متوفی ۳۳۴ھ
۳۱۷۔ المغنی، " " " " ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
۳۱۸۔ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، " " " "
۳۱۹۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۸۲ھ
۳۲۰۔ الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۲۱۔ مجموع الفتاویٰ، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل سعود، شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ
۳۲۲۔ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابوعبداللہ محمد بن مفلح حنبلی، متوفی ۷۶۳ھ
۳۲۳۔ تصحیح الفروع، " " ، علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۲۴۔ کشاف القناع، " " ، علامہ منصور بن یونس بن ادریس بہوتی حنبلی، متوفی ۱۰۵۱ھ

کتب فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۳۲۵۔ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۳۲۶۔ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۳۲۷۔ مسک الختام، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۳۲۸۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ نعمانیہ کتب خانہ لاہور
۳۲۹۔ کتاب الاموال، مطبوعہ ادارۃ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، امام ابوعبید قاسم بن سلام، متوفی ۲۲۴ھ

مذاہب اربعہ

۳۳۰۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۳۳۱۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ عبدالرحمن الجزیری
۳۳۲۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ
۳۳۳۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی

٣٣٤ ـ التشریع الجنائی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبد القادر عودہ
٣٣٥ ـ یسئلونک فی الدین والحیاۃ، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ڈاکٹر احمد شرباصی، استاذ جامعۃ الازہر
٣٣٦ ـ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ القاہرہ، ١٤١٠ ھ

کتب شیعہ (تفسیر، حدیث و فقہ)

٣٣٧ ـ الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ٣٢٩ ھ
٣٣٨ ـ الفروع من الکافی، مطبوعہ 〃 〃 ١٣٩١ ھ 〃 〃 〃
٣٣٩ ـ من لا یحضرہ الفقیہ، مطبوعہ 〃 〃 〃 شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی، متوفی ٣٨١ ھ
٣٤٠ ـ تہذیب الاحکام، مطبوعہ 〃 〃 〃 شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ٤٦٠ ھ
٣٤١ ـ الاستبصار، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، تہران 〃 〃 〃 〃 〃
٣٤٢ ـ نہج البلاغہ مع فارسی ترجمہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
٣٤٣ ـ نہج البلاغہ مع اردو ترجمہ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز
٣٤٤ ـ شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید متوفی ٦٥٦ ھ
٣٤٥ ـ تفسیر تبیان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ٤٦٠ ھ
٣٤٦ ـ تفسیر مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ١٤٠٦ ھ، شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ٥٤٨ ھ
٣٤٧ ـ تفسیر منہج الصادقین، خیابان ناصر خسرو ایران، شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ٩٧٧ ھ
٣٤٨ ـ تفسیر قمی، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ١٣٨٦ ھ، شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ٣٢٩ ھ
٣٤٩ ـ تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ١٣٣٣ ھ، جمعے از نویسندگان
٣٥٠ ـ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغات اسلامی ایران، ١٤٠٢ ھ، شیخ روح اللہ خمینی، متوفی ١٤٠٩ ھ
٣٥١ ـ توضیح المسائل، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی، شیخ ابو القاسم الخوئی
٣٥٢ ـ احتجاج، مطبوعہ دار السعادات ایران، شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ٦٢٠ ھ
٣٥٣ ـ حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ١٣٥٧ ھ، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ١١١٠ ھ
٣٥٤ ـ جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ انقلاب پریس لاہور 〃 〃 〃 〃
٣٥٥ ـ حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور 〃 〃 〃 〃
٣٥٦ ـ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی فرہنگی ایران، ١٣٦٢ ھ، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ٢٩٠ ھ
٣٥٧ ـ کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران، شیخ روح اللہ خمینی موسوی، متوفی ١٤٠٩ ھ
٣٥٨ ـ المیزان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ١٣٦٢ ھ، شیخ محمد حسین طباطبائی، متوفی ١٤٠٢ ھ
٣٥٩ ـ فقہ الامام جعفر الصادق، مطبوعہ دار العلم بیروت، شیخ محمد جواد مغنیہ

۳۶۰۔ ناسخ التواریخ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۶۳ھ، میرزا محمد تقی مورخ شہیر، متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۶۱۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۹۲ھ، ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۶۲۔ القرآن المبین تفسیر المتقین، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور، شیخ امداد حسین کاظمی مشہدی
۳۶۳۔ تذکرہ، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامع تہران، ۱۳۹۸ھ، فقیر سید محمد حسین قزوینی
۳۶۴۔ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۷ھ، شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، متوفی ۶۷۹ھ
۳۶۵۔ رجال کشی، مؤسسۃ الاعلمی مطبوعات ایران، شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی من علماء القرن الرابع
۳۶۶۔ شرائع الاسلام، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، شیخ ابو القاسم نجم الدین جعفر بن الحسن، متوفی ۶۷۶ھ

کتب عقائد و کلام

۳۶۷۔ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۶۸۔ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۳۶۹۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۷۰۔ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ عبدالحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی، متوفی ۸۷۰ھ
۳۷۱۔ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۳۷۲۔ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۳۷۳۔ نبراس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۴ھ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی
۳۷۴۔ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی مع مجموعہ حواشی البہیہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۶ھ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ
۳۷۵۔ شرح المقاصد، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۷۶۔ الاحکام السلطانیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۹۳ھ، علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ
۳۷۷۔ سایرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۳۷۸۔ مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف المقدسی الشافعی متوفی ۹۰۶ھ
۳۷۹۔ کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار پبلشنگ کمپنی کراچی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب اصول حدیث

۳۸۰۔ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ
۳۸۱۔ لقط الدرر، مطبوعہ مطبع شرکۃ مصطفیٰ البابی حلبی واولادہ مصر، ۱۳۵۵ھ، علامہ عبداللہ بن حسین خاطر
۳۸۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۳۸۳۔ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدرآباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۳۸۴۔ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۸۵۔ تقریب النواوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۳۸۶۔ علوم الحدیث، مطبوعہ 〃 〃 ، امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح، متوفی ۶۴۳ھ
۳۸۷۔ تیسیر مصطلح الحدیث، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، ڈاکٹر محمد طحان

کتب اصول فقہ

۳۸۸۔ مستصفیٰ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۲ھ، امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۳۸۹۔ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۲ھ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین، متوفی ۱۲۲۵ھ
۳۹۰۔ الرسالۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۳۹۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی، متوفی ۶۳۱ھ
۳۹۲۔ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی، متوفی ۴۸۲ھ
۳۹۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۳۹۴۔ تحریر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۳۹۵۔ التقریر والتحبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابن امیر الحاج، متوفی ۸۷۹ھ
۳۹۶۔ شرح المنہاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی ۷۷۲ھ

متفرقات

۳۹۷۔ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ
۳۹۸۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ، متوفی ۹۸۵ھ
۳۹۹۔ فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی، متوفی ۹۷۴ھ
۴۰۰۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبدالحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۴۰۱۔ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۴۰۲۔ الاعتصام، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، علامہ ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، متوفی ۷۹۰ھ
۴۰۳۔ جواہر النوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
۴۰۴۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی، ڈھنڈھیرا، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۴۰۵۔ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری

۴۰۶۔ المہند علی المفند، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۴۰۷۔ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۴۰۸۔ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ
۴۰۹۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری، متوفی ۸۰۸ھ
۴۱۰۔ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ زکریا بن محمد بن محمود
۴۱۱۔ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۴۱۲۔ تکمیل ایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۴۱۳۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ
۴۱۴۔ تقویت الایمان، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ
۴۱۵۔ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی، متوفی ۱۸۶۱ء
۴۱۶۔ ماثبت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۴۱۷۔ شمائم امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ
۴۱۸۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی، ۱۳۶۲ھ
۴۱۹۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ
۴۲۰۔ المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی، ۱۰۱۴ھ
۴۲۱۔ ابجد العلوم، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۴۲۲۔ الدرر الکامنۃ، مطبوعہ دار الجلیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۴۲۳۔ قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ، مطبوعہ المکتبہ قاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ
۴۲۴۔ ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میسور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۴۲۵۔ ندائے یا رسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری
۴۲۶۔ کشف الشبہات، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ
۴۲۷۔ الصواعق الالٰہیہ، مطبوعہ مکتبہ ایشیق استنبول، شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ
۴۲۸۔ آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان، مطبوعہ مطبع خیر کثیر کراچی، قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ھ
۴۲۹۔ شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۴۳۰۔ الفوائد الضیائیہ (شرح جامی)، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ
۴۳۱۔ فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ گولڑا شریف ۱۹۶۵ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ
۴۳۲۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمٰن (مدیر اعلیٰ)
۴۳۳۔ جمہرۃ انساب العرب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو محمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۴۳۴۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۴۳۵۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

۴۳۶۔ الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ ادارۃ الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۴۳۷۔ احسن الفتاویٰ، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد

۴۳۸۔ ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبدالمبارک

۴۳۹۔ تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ھ، شیخ محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۷ھ

۴۴۰۔ ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۴۴۱۔ صراط مستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ

۴۴۲۔ میری داستان حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۴۴۳۔ رموز ایمان، " " " " " " " "

۴۴۴۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ

۴۴۵۔ التراتیب الاداریہ (نظام الحکومت النبویہ)، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالحئی الکتانی

۴۴۶۔ انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۲ء، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

۴۴۷۔ اعانۃ الطالبین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید ابی بکر المعروف بالسید البکری

۴۴۸۔ مختصر المعانی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۲ھ

۴۴۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ زیر اہتمام، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۹۷ھ

۴۵۰۔ مقالات کاظمی، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ

۴۵۱۔ ہدایۃ النحو، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ ابوالحیان اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ

۴۵۲۔ المرأۃ فی فکر الاسلامی، مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصل بغداد، ۱۹۸۲ء، علامہ جمال محمد فقی رسول الباجوری

۴۵۳۔ اعلام الموقعین، مطبوعہ حارۃ حریک لبنان، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ

۴۵۴۔ اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ

۴۵۵۔ رد الرفضۃ، مشہور پریس کراچی، امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ

۴۵۶۔ تصفیہ مابین سنی و شیعہ، مطبوعہ گولڑہ شریف، ۱۹۷۹ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ، متوفی ۱۳۵۶ھ

۴۵۷۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، " " ۱۳۱۲ھ " " " " "

۴۵۸۔ حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

علامہ غلام رسول سعیدی کی تصانیف

حیات استاذ العلماء

توضیح البیان

ذکر بالجہر

فاضل بریلوی کا فقہی مقام



مقام ولایت و نبوت

مقالات سعیدی

لفظ خدا کی تحقیق

معاشرے کے ناسور